تاریخ احمدیت

جلد نمبر 23

1965ء۔1966ء

عرض ناشر

خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے تاریخ احمدیت کی جلد نمبر 23 ہدیہ قارئین ہے یہ 1965ء اور 1966ء کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔

محترم مولانا دوست محمد شاہد مورخ احمدیت نے تاریخ احمدیت کی 21 جلدیں مرتب فرمائیں۔اس سلسلہ میں آپ کی گرانقدر خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 28/اگست 2009ء میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

''1953ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو تاریخ احمدیت مدوّن اور مرتب کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔اس کی 20 جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور باقی بھی 2004ء تک مکمل ہیں اور اس کے بعد نوٹس بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔''

۔جو بڑی تندہی اور اخلاص سے مصروف کار ہیں۔آپ نے جلد 23 کے لئے موجود مواد پر نظر ثانی کی اور بڑی مفید اور وقیع ایزادیاں کی ہیں۔آپ کے جن رفقائے کار نے آپ کا ہاتھ بٹایا۔اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ان کاوشوں کا ثمرہ بصورت جلد ہذا پیش ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے ۶ /دسمبر ۱۹۶۴ء کو اپنے ایک پیغام میں احباب جماعت کو تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

''سلسلہ کی تاریخ سے واقفیت رکھنا ہر احمدی کے لئے ضروری ہے۔احباب کو چاہیے کہ اس کا مطالعہ کریں اور اس کی اشاعت میں حصہ لیں۔'' (الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱)

امید ہے قارئین کے ذوق اور دلچسپی اور توجہ کا سامان قرار پائے گا۔اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ احباب کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔آمین۔

پیش لفظ

احبابِ جماعت کی خدمت میں تاریخ احمدیت جلد نمبر ۲۳ پیش کی جا رہی ہے۔ یہ جلد سال ۱۹۶۵ء اور ۱۹۶۶ء کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۶۵ء کا سال جماعت احمدیہ کی تاریخ میں نہایت درجہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی ذات والاصفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ''یَتَزَوَّجُ ویُولَدُ لَہ'' کا حسین مظہر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاوں کا عظیم ثمر تھی۔ پیشگوئی ''مصلح موعود'' کا ایک ایک لفظ اپنی تمام تر صداقتوں اور عظمتوں کے ساتھ آپ کے وجودِ باجود میں جلوہ گر رہا۔ آپ اس دنیا کے لئے رحمت، قربت، فضل اور احسان کا نشان تھے۔ آپ فتح وظفر کی کلید اور مظفر ومنصور تھے۔ آپ کی تقاریر وتفاسیر سے کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہوا اور دین اسلام کا شرف تمام عالم پر آشکار ہوا۔ حق اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ آ گیا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ آپ کلمۃ اللہ تھے جسے خدائے ذوالجلال کی رحمت وغیوری نے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا تھا۔ آپ عمانوایل اور بشیر تھے۔ مقدس روح کے حامل اور ہر رجس سے پاک تھے۔ آپ نور اللہ، مبارک، صاحبِ فضل وشکوہ وعظمت و دولت تھے۔ آپ سخت ذہین وفہیم تھے اور اس فہم وذکاء کو الہام الٰہی کی رفاقت حاصل تھی۔ آپ دل کے حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر تھے۔ آپ فرزند دلبند گرامی ارجمند، مظہر الاول والاخر، مظہر الحق والعلاء تھے۔ آپ کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب تھا کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ۔

آپ نورٌ علیٰ نور تھے جسے خداوند تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا تھا۔ آپ الہام الٰہی سے مشرف ہو کر جلد جلد خدا کے سایہ تلے بڑھے، پھولے اور پھلے۔ جسم و جاں کے ہزاروں مریض آپ کے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے شفایاب ہوئے اور قبروں میں دبے پڑے، موت کے پنجوں میں گرفتار لوگوں نے موت سے نجات پائی۔ آپ اسیروں کے رستگار تھے اور افراد ہی نہیں اقوام نے بھی آپ کے دم قدم سے رستگاری کا فیض پایا۔ آپ نے زمین کے کناروں تک شہرت پائی اور ایک عالم نے آپ سے برکت حاصل کی۔ تب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ۷، ۸ نومبر ۱۹۶۵ء

کی درمیانی شب اپنا نہایت درجہ کامیاب باون سالہ دورِ خلافت گزار کر ۷۶ سال کی عمر میں اپنے نفسی نقطہءآسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ وَکَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِیًّا

اس حادثہ فاجعہ سے عشاق دین حق جب شدتِ غم سے ازخودرفتہ ہو چکے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے دست رحمت سے الٰہی نوشتوں کے مطابق ۸؍نومبر ۱۹۶۵ء کی شب **"خلافت ثالثہ "** عطا کر کے دلوں میں سکینت اور زخموں پہ مرہم رکھ دی۔ **الحمدللّٰہ علی ذالک۔**

پھر خلافت ثالثہ کے بابرکت دور سے جماعت احمدیہ کی عظمتوں اور رفعتوں کے ایک اور سفر کا آغاز ہوا جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی راہبری و راہنمائی میں جون ۱۹۸۲ء تک جاری رہا۔ جس کی تفصیل اگلی جلدوں میں مرحلہ وار بیان کی جائے گی۔ انشاءاللہ

اس کے علاوہ اس جلد کے دیگر اہم واقعات میں پاک بھارت جنگ اور پاکستانی احمدیوں کی ناقابلِ فراموش جرأت و بہادری کی لازوال داستان، ملکی دفاع میں احباب وخواتین کا شاندار کردار، خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں ہونے والی بے پایاں ترقی کا ایک جائزہ، حضرت مصلح موعود کی عظیم الشان تحریکات پر طائرانہ نظر، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی مقدس حیات کا اجمالی خاکہ، فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک اور احباب جماعت کا والہانہ لبیک نیز وقف عارضی کی انقلاب انگیز تحریک کا تذکرہ شامل ہے۔ اسی طرح سال ۱۹۶۵ء، ۱۹۶۶ء میں وفات پانے والے صحابہ کرام اور مخلصین سلسلہ کے حالات و واقعات بھی درج کئے گئے ہیں۔ بطور خاص صحابہ کرام کی اولاد واحفاد سے رابطہ کر کے ان کے حالاتِ زندگی حاصل کر کے شامل جلد کئے گئے ہیں۔

یہ جلد متعلقہ سالوں کے جماعتی اخبارات و رسائل کے علاوہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ مواد اور مختلف احبابِ کرام سے حاصل کردہ بیش قیمت تاریخی نوعیت کی معلومات سے پایہ تکمیل کو پہنچی ہے۔

۔ **فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔**

خاکسار

تاریخ احمدیت جلد 23

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کا آخری سال صلح تا نبوت ۱۳۴۴ہش/جنوری تا نومبر ۱۹۶۵ء		امریکی رسالہ ''ٹائم'' کا معذرت نامہ	36
حضرت مصلح موعود کا صدرِ پاکستان کے نام برقی پیغامِ تہنیت	1	خدام الاحمدیہ ہال (ایوان محمود) کی تعمیر کا افتتاح	38
پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کے سائنسی کارناموں کا تذکرہ	2	صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا دورۂ مغربی افریقہ و یورپ	39
کلکتہ کے احمدیوں کا عزم حج، بھارتی علماء کی فتنہ انگیزی اور اخبار ''صدق جدید''	5	صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا دورۂ انگلستان	46
شاہ ابن سعود کا احمدیوں کو حج کی اجازت دینا	10	۔ جلسہ سالانہ انگلستان	46
تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء کا الوداعیہ	12	ڈیٹن میں مسجد کی تعمیر اور ''ڈیٹن ڈیلی نیوز'' کا تبصرہ	48
وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی کا جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب	12	۔ توسیع و تعمیر نو	52
مجلس مشاورت ۱۹۶۵ء	13	(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا پشاور یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب	53
۔ حضرت مصلح موعود کی صحت سے متعلق رپورٹ	21	ایک سوئس اخبار میں جماعت احمدیہ کا ذکر	56
شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی لسانی تحقیق پر اخبار پاکستان ٹائمز کا خراج تحسین	24	ڈاکٹر عبدالسلام کی تقریر ریڈیو پاکستان سے	58
واقعہ صلیب پر برطانوی ڈاکٹر کی جدید تحقیق اور اس کے خلاف ردّعمل	33	(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا مجلس انصاراللہ ربوہ سے پُراثر خطاب	60
		(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ساہیوال میں	60

عنوان	صفحہ
جماعت احمدیہ برما کا ایک احتجاجی مراسلہ	62
(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا انصار اللہ ضلع لائلپور کے اجتماع سے خطاب	62
رسالہ تحریک جدید کا اجراء	64
جماعت ہائے احمدیہ یورپ و انگلستان کا پہلا کامیاب جلسہ	67
(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا دورہ کراچی وسندھ	67
پاک بھارت جنگ۔ پاکستانی احمدیوں کے ناقابل فراموش کارنامے	70
۔ معرکہ رن کچھ	72
معرکہ چھمب وجوڑیاں	73
۔ میجر جنرل اختر حسین ملک کو اہل وطن کا شاندار خراج تحسین	74
۔ ہلال جرأت کا اعزاز	82
۔ اختر حسین ملک کو ذوالفقار علی بھٹو کا خراجِ تحسین	83
۔ مغربی پاکستان پر بھارتی فوج کا حملہ	84
۔ صدر پاکستان کا قوم سے ولولہ انگیز خطاب	84
۔ حضرت مصلح موعود کا پیغام احباب جماعت کے نام	85
۔ معرکۂ چونڈہ اور بریگیڈئیر عبد العلی ملک صاحب کو اہل وطن کا خراج تحسین	85

عنوان	صفحہ
۔ کیپٹن نذیر احمد صاحب شہید	94
۔ خلیفہ منیر الدین احمد صاحب شہید کا کارنامۂ شجاعت	97
۔ میجر منیر احمد صاحب شہید	106
۔ میجر قاضی بشیر احمد صاحب شہید	113
۔ احمدی جنرل محمود الحسن صاحب کی طبّی خدمات	116
۔ میجر حمید احمد کلیم صاحب کی خدمات	117
۔ صدر مملکت کی طرف سے قومی دفاعی فنڈ کا قیام	119
۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے قومی دفاعی فنڈ میں عطیہ	120
۔ ملکی دفاع کے لئے ربوہ میں جوش وخروش	120
۔ صدر لجنہ اماء اللہ کی پاکستانی احمدی خواتین سے اپیل	121
۔ لاہور میں امدادی مرکز مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام	122
۔ ملکی دفاع کے لئے احباب جماعت کو خصوصی تحریک	122
۔ قومی دفاعی فنڈ کے لئے جماعت احمدیہ پاکستان کے عطیات	123
۔ حضرت سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا منظوم پیغام	124
۔ ربوہ میں سجدات شکر اور خصوصی دعائیں	124
۔ پاک وہند کی جنگ اور حالات قادیان	125

عنوان	صفحہ
۔ جنگ ستمبر کے متاثرین کی بے لوث خدمت	128
۔ ڈسکہ کے خدام واطفال کا نمونہ	129
۔ احمدی مستورات کی خدمات	130
۔ احمدی صحافیوں کا نمائندہ وفد محاذِ جنگ پر	131

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کا وصال۔ خلافت ثالثہ کا قیام

عنوان	صفحہ
بیماری، آخری لمحات اور وفات	135
مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کی ڈائری کا ایک ورق	139
اخبار الفضل میں دردناک سانحہ کی مفصل خبر	140
حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ایک نہایت اہم پیغام	144
ایک پیغام۔ آسمانی نصرت کا مجسم نشان	146
عشاق کی دیوانہ وار ربوہ میں آمد	147
۔ پُرسوز وپُر درد دعائیں	147
۔ غسل	148
۔ آخری زیارت کا شرف	148
روداد اجلاس مجلس انتخاب خلافتِ احمدیہ	149
خلافت ثالثہ کا قیام اور جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلانِ عام	154
جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے کا منظر	155
نمازِ جنازہ اور ایک عہد کی تجدید	158
بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین	159
قادیان دارالامان میں اندوہناک خبر کی اطلاع اور نمازِ جنازہ	160
۔ ریڈیو پاکستان سے وفات، نمازِ جنازہ اور تدفین کی اطلاعات	161
اہم شخصیات کے تعزیتی پیغامات	162
پاکستانی اخبارات میں سانحہ ارتحال اور جلیل القدر خدمات کا تذکرہ	163
۔ غیر مبائعین کے ترجمان "THE LIGHT" کا تبصرہ	181
حضرت مصلح موعود کا سانحہ ارتحال اور ہندوستانی اخبارات	182
۔ روزنامہ حقیقت لکھنؤ۔ ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء	183
۔ روزنامہ ٹریبیون انبالہ۔ ۹ نومبر ۱۹۶۵ء	183
۔ روزنامہ سماج کٹک۔ ۱۳ نومبر ۱۹۶۵ء	184
۔ اخبار روشنی سرینگر۔ ۱۱ نومبر ۱۹۶۵ء	184
سنگاپور پریس میں وفات کی خبر	186
جناب دامنؔ اباسینی کا نذرانہ عقیدت	186
نذر حسین او۔ ٹی۔ لالیاں کا نذرانہ عقیدت	187
مؤرخ کشمیر جناب کلیم اختر کا زبردست خراج تحسین	188
جناب راغب مرادآبادی کا شذرہ اور اشعار	191

عنوان	صفحہ
نامورادیب ابوظفر نازش رضوی کے قلم سے بلند پایہ خدمات کا ایمان افروز تذکرہ	192
حکیم یوسف حسن ایڈیٹر نیرنگ خیال کا بیان	199
نامور ادیب، صحافی اور مشہور محقق مولانا غلام رسول مہر کا بیان	199
چوہدری محمد اکبر خان بھٹی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کا خراجِ تحسین	201
نامور صحافی ضیاء الدین احمد برنی کا خراج عقیدت	204
ہفت روزہ ''لاہور'' کا اداریہ	205
ایڈیٹر ماہنامہ ''رفتار زمانہ'' کا زبردست خراج تحسین	209
۔ بعض زعمائے ملت کے تاثرات	213
غیراز جماعت معززین کے تعزیتی خطوط	216
صدر پاکستان محمد ایوب خان اور ایک لیبر لیڈر کے تاثرات	220
عہد خلافت ثانیہ کی عظیم الشان ترقیات پر ایک نظر	221
۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان (شعبہ جات)	222
۔ مبلغین کرام بھارت	222
۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان (نظارتیں)	222
۔ دیگر شعبہ جات	223
۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ	223
۔ وقف جدید انجمن احمدیہ	224
۔ ذیلی تنظیمیں	224
۔ تعلیمی اداروں کے سربراہ	224
۔ مرکزی اخبار ورسائل	224
۔ نظام امارت اضلاع پاکستان	224
تقرر مربیان و معلّمین کرام	225
۔ نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ	225
۔ صیغہ اصلاح وارشاد مقامی	225
۔ عملہ معلّمین اصلاح وارشاد مقامی	225
۔ بیرونی ممالک کے مشن اور ان کے انچارج	225
۔ بیرونی ممالک میں احمدیہ مساجد	227
۔ بیرونی ممالک میں احمدیہ درسگاہیں	227
۔ بیرونی ممالک سے شائع ہونے والے اخبارات وجرائد	227
۔ بجٹ سال ۱۹۶۵ء	228
۔ عظیم الشان روحانی فتوحات اور تحریکات پر ایک طائرانہ نظر	228
بعض اہم واقعات کا تذکرہ (۱۸۸۹ء تا ۱۹۶۵ء)	233

سیّدنا حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب

خلیفۃ المسیح الثالث

(قبل از خلافت کی مقدس حیات)

عنوان	صفحہ
اجمالی خاکہ از نومبر ۱۹۰۹ء تا نومبر ۱۹۶۵ء	269

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ولادت باسعادت	269	مجلس انصاراللہ کی صدارت	275
حضرت اماں جان کے زیر پرورش	269	صدرانجمن احمدیہ پاکستان کی صدارت	276
بچپن میں بیماری اور شفاء	269	ناصر باسکٹ بال ٹورنامنٹ	276
حفظ قرآن اور مدرسہ احمدیہ میں داخلہ	270	افسر جلسہ سالانہ	276
قومی وملّی خدمت کا جذبہ	270	آپ کی خلافت پر جماعت احمدیہ کا اجماع	276
''ریز روفنڈ'' تحریک کے لئے جدّ وجہد	270	حضرت مصلح موعود کی پیشگوئی	277
مولوی فاضل میں کامیابی	270	خلافت ثالثہ کا پہلا دن اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تاریخی خطاب	278
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک دُعا	271	مستورات سے پہلی بیعت	283
بی۔اے کی ڈگری	271	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا احمدی مستورات سے پہلا خطاب	283
شادی کی تقریب	271	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا ایک اہم خطاب	285
سفر انگلستان	272	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تحریک جدید کے نام پیغام	285
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی الوداعی نظم	272	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اوّلین خطبہ جمعہ	286
انگلستان کا زمانہ قیام	273	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جامعہ احمدیہ میں ایک اہم خطاب	290
جامعہ احمدیہ کے پرنسپل کی حیثیت سے	273	خلافت ثالثہ کے قیام پر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے جذبات تشکّر	296
''مجلس خدام الاحمدیہ'' کی صدارت ونائب صدارت	273	سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تعلیم الاسلام کالج سے روح پرور خطاب	298
وقف زندگی	274	جلسہ سالانہ کی ارتقائی تاریخ پر ایک بصیرت افروز خطبہ جمعہ	306
پرنسپل تعلیم الاسلام کالج	274		
تقسیم ہندوستان کے وقت کارہائے نمایاں	274		
فرقان بٹالین کی کمیٹی میں	274		
کشمیر آزاد کرانے کا عزم صمیم	275		
سُنت یوسفی کے مطابق قید وبند	275		

عنوان	صفحہ
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خدام الاحمدیہ سے خطاب	311
حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کا شکریۂ احباب اور درخواست دعا	314
حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا روح پرور پیغام	316
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی فضل عمر جونیئر ماڈل سکول میں تشریف آوری	318
وزیر تعلیم ہندوستان کو قرآن کریم کا تحفہ	318
ڈنمارک میں کشمیر کمیٹی کا قیام	319
ایک عظیم روحانی انقلاب کی خبر	320
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا قادیان کے جلسہ سالانہ پر پیغام	322
بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تحریک	324
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام احمدی بچوں کے نام	325
خلافت ثالثہ کے عہد مبارک کا پہلا سالانہ جلسہ	326
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ایمان افروز تقاریر	326
۔ افتتاحی خطاب	327
۔ احمدی خواتین سے پُر معارف خطاب	329
۔ اہم جماعتی اور قومی امور پر بصیرت افروز تقریر	330
۔ حضرت مصلح موعود کے عظیم الشان کارناموں کا ایمان افروز تذکرہ	332
۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک اور اس پر والہانہ لبیک	345
۔ ایک عظیم الشان خوشخبری	346
احمدی خواتین کا جلسہ سالانہ	346
۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا رُوح پرور افتتاحی خطاب	347
۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا اختتامی خطاب	348
۔ جناب ثاقب صاحب کا پُرسوز اور رقّت انگیز کلام	352
۔ علمِ انعامی کا اعزاز	353
۔ ریڈیو اور قومی پریس میں جلسے کا ذکر	354
۔ بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے احباب	354
۔ دعاؤں اور ذکر الٰہی کا رُوح پرور ماحول	354
۔ انتظامات پر طائرانہ نظر	355
۔ دنیا کی چالیس زبانوں میں تقاریر	357
۔ بزرگانِ سلسلہ اور فاضل علماء کی حقیقت افروز تقاریر	358
۔ خدائی نصرتوں کا غیر معمولی اجتماع	359
حوالہ جات (صفحہ 1 تا 360)	361

عنوان	صفحہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابۂ کرام کا انتقال	
حضرت مولوی ظفرالاسلام صاحب	369
حضرت مولوی الف دین صاحب	369
حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب	370
حضرت حکیم محمد عمر صاحب لدھیانوی	370
حضرت مستری غلام قادر صاحب	371
حضرت مریم بیگم صاحبہ	371
حضرت بابا نور محمد صاحب	372
حضرت چوہدری رحیم بخش صاحب	372
حضرت میاں معراج الدین صاحب پہلوان	372
حضرت چوہدری جہان خاں صاحب	374
حضرت چوہدری عبدالحق صاحب کاٹھ گڑھی	375
حضرت لیفٹیننٹ ڈاکٹر محمد الدین صاحب	375
حضرت قریشی مولوی عبیداللہ صاحب	377
حضرت مولوی محمد حسن صاحب مولوی فاضل	377
حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالوی درویش قادیان	377
حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب سابق افسر امانت تحریک جدید	382
حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب (معالج چشم) مہاجر دہلوی	386

عنوان	صفحہ
حضرت مولوی محمد افضل صاحب اوجلوی دھرمپورہ لاہور	391
حضرت ڈاکٹر سید ولایت شاہ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن افریقہ	393
حضرت چوہدری غلام محمد سدھو صاحب آف پریم کوٹ	398
حضرت منشی سربلند خان صاحب	398
حضرت مولوی احمد علی صاحب دوالمیال	402
۱۹۶۵ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت	
خواجہ ظہور شاہ صاحب	405
محمد حیات صاحب ملتانی	405
کیپٹن ڈاکٹر محمد دین صاحب	405
بابا جان محمد صاحب درویش	406
منشی سید وراثت علی صاحب	407
چوہدری ظفر الحسن صاحب	407
سید محمد یوسف صاحب ناظم جائیداد	407
خان غلام سرور خان صاحب درّانی آف چارسدہ	408
میاں محمد ابراہیم صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سماعیلہ ضلع گجرات	408
مصلح الدین سعدی صاحب	408
الشیخ عباس عبداللہ عودہ کبابیر فلسطین	409
صوبیدار رحیم احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ہڈیارہ ضلع لاہور	409

عنوان	صفحہ
شیخ غلام جیلانی صاحب ساماں ضلع کیمبل پور درویش قادیان	409
لطیف احمد صاحب طاہر بی۔اے	409
الحاج مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل ہائیکورٹ یادگیر حیدرآباد دکن	410
چوہدری غلام احمد صاحب ایم۔اے سیکشن آفیسر سول سیکرٹریٹ لاہور	411
چوہدری فیض عالم صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مالوکے بھگت ضلع سیالکوٹ	411
ماسٹر خدا بخش صاحب کانپوری	411
حضرت مولوی سید بشارت احمد صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن	411
چوہدری عبدالمالک صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار	413
حضرت عبدالوحید خان صاحب سنوری	413
شیخ محمد محبوب صاحب دیودرگ (بھارت)	414
چوہدری نور محمد صاحب منٹگمری (ساہیوال)	414
حضرت میاں محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان	414
حضرت شیخ رشید احمد صاحب کپورتھلوی	416
حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب ملکانہ درویش قادیان	416
حوالہ جات (صفحہ 369 تا 416)	417
۱۹۶۵ء کے متفرق اہم واقعات	
خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب	421
۔ ولادت	421
۔ شادی	421
احمدیوں کی نمایاں کامیابیاں اور اعزازات	422
سعید داؤد احمد صاحب کی مراجعتِ وطن	423
تعلیم الاسلام انٹرمیڈیٹ کالج گھٹیالیاں میں ایشیا فاؤنڈیشن پاکستان کے ایڈوائزر کی آمد	423
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اور آریہ سماج کی تباہ حالی	424
مسجد قمر دارالصدر غربی ربوہ کا سنگ بنیاد	426
مناظرہ ڈاور	426
مجلس انصاراللہ ضلع گوجرانوالہ کا تربیتی اجتماع	427
مسجد سیالکوٹ چھاؤنی کی افتتاحی تقریب	427
احمدیہ گرلز ہائی سکول لاہور کا افتتاح	427
برطانوی تاریخ دان ربوہ میں	427
ربوہ میں کمیونٹی ہال کی تعمیر	428
بیت الحمد مارٹن روڈ کراچی کا سنگ بنیاد	428
سالانہ اجتماعات کی منسوخی	430
بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی	
۔ امریکہ	431

عنوان	صفحہ
۔ انگلستان	432
۔ جرمنی	433
۔ سپین	434
۔ سنگاپور	435
۔ سیرالیون	437
۔ غانا	437
۔ ملائیشیا	439
۔ نائیجیریا	439
۔ ہالینڈ	440
مبلغینِ احمدیت کی آمد اور روانگی	
۔ آمد	442
۔ روانگی	442
نئی مطبوعات	443
حوالہ جات (صفحہ 421 تا 444)	445
☆☆☆☆☆☆	
صلح تا فتح ۱۳۴۵ہش/جنوری تا دسمبر ۱۹۶۶ء	
ربوہ میں نماز استسقاء	447
کسرِ صلیب کا ایک اور ثبوت	447
زرعی کمیٹی کا قیام	448
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا معلمین وقف جدید سے خطاب	448
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا درس قرآن اور اجتماعی دعا	450
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلبہ سے خطاب	451
الرسالہ (جرمنی) میں جماعت احمدیہ کی خدمات کا تذکرہ	452
ممبران مجلس افتاء کی منظوری	453
بیوگان کی شادی کی تحریک	454
مسجد اقبال کا افتتاح	454
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا ساہیوال میں ورود	455
مشرقی پاکستان کی احمدیہ جماعتوں کا کامیاب جلسہ سالانہ	458
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا مجلس خدام الاحمدیہ کی تقریب سے خطاب	459
ادارہ فضل عمر فاؤنڈیشن کا قیام	460

عنوان	صفحہ
- حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام بابت فضل عمر فاؤنڈیشن	461
- حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا مکتوبِ گرامی	463
- حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اظہارِ خوشنودی	464
- حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا خراجِ تحسین	465
- فضل عمر فاؤنڈیشن کے مقاصد کی تعیین	466
فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے عملی پروگرام کے قلیل المیعاد اور طویل المیعاد منصوبے	
- قلیل المیعاد منصوبے:	466
- طویل المیعاد پانچ سالہ منصوبہ	467
- متفرق امور کی انجام دہی	468
- حضرت فضل عمر کی تصانیف کا ریکارڈ	469
- بے مثال مالی قربانی۔ بے مثال جدوجہد	469
- قربانی کے قابل رشک نمونے	471
- بیرون پاکستان وصولی کا جائزہ	474
- مفید اور بلند پایہ مقالے اور انعامات	478
ادارہ کے زیر انتظام تعمیر ہونے والی شاندار عمارات	485
- خلافت لائبریری	485
- فضل عمر گیسٹ ہاؤس تحریک جدید	486
- جلسہ سالانہ پر ترجمانی اور صوتی نظام	486
- فاؤنڈیشن کا بلند پایہ لٹریچر	486
- متفرق خدمات	487
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام خدام کے نام	487
مشرقی اور مغربی پاکستان کے باہمی تعلقات بڑھانے کی تلقین	487
تعلیم الاسلام کالج کے جلسۂ تقسیم اسناد وانعامات سے خطاب	488
وقفِ عارضی کی انقلاب انگیز تحریک	489
علمی تقاریر کا مبارک سلسلہ	493
- دوسرا اجلاس	495
- عیسائی دنیا کو چیلنج	495
- طلبائے جامعہ احمدیہ کا امتحان	496
- تیسرا اجلاس	497
- چوتھا اجلاس	497
- پانچواں اجلاس	498
- چھٹا اجلاس	500
رسالہ ''پیغام عمل'' اور جماعت احمدیہ	500
ہالینڈ کے ایک کیتھولک رسالہ کی طرف سے احمدیت کا بھرپور دفاع	500
تفسیرِ صغیر عکسی کی اشاعت	503
خلافتِ ثالثہ کے عہد کی پہلی مجلسِ مشاورت	505
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا احمدی ہومیوپیتھ ڈاکٹروں سے حقیقت افروز خطاب	509

عنوان	صفحہ
مشرقی افریقہ کے احمدیوں کی دینی خدمات کا اعتراف	513
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام در بارہ سال وقفِ جدید	514
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جنوبی ہند کے احبابِ جماعت کے نام پیغام	515
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے انعامی چیلنج کے بارہ میں پادریوں کی بے بسی	516
- تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تدوین و اشاعت	519
مرکزی تبلیغی منصوبہ بندی کمیٹی کا قیام اور اس کی سفارشات	520
- تبلیغی منصوبہ بندی میں قابل توجہ امور	521
- اول:۔ پیغام عام	522
- دوم:۔ بنیادی لٹریچر	522
- سوئم:۔ لٹریچر خاص	522
- چہارم:۔ اعتراضات کے جوابات	522
- تربیتی منصوبہ سے متعلق راہنمائی	523
تاریخ احمدیت جلد ششم پر ہفت روزہ انصاف کا تبصرہ	524
تحریک جدید کے دفتر سوم کا اجراء	526
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وقف جدید کے متعلق پیغام	526
شاہ فیصل کو برقی پیغام اور اس کا جواب	527
صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے سفرِ ڈنمارک کے لیے اجتماعی دعا	527
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام جماعت گلاسگو (انگلستان) کے نام	528
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سفر نخلہ	529
وقف عارضی کا پہلا وفد	529
ڈنمارک کی سب سے پہلی مسجد کا سنگ بنیاد	534
نامساعد ملکی حالات کے باوجود مالی قربانی	535
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی مبلغین کو اہم نصائح	536
علاّمہ نیاز فتح پوری کی وفات اور احمدیہ پریس	537
امام ہمام کا پیغام جماعت احمدیہ فجی کے نام	541
مکرم رستم خان صاحب آف مردان کی شہادت	544
قرآن مجید کے انوار و برکات کے متعلق خطبات	546
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا مرکزی تربیتی کلاس سے افتتاحی خطاب	546
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک صدی قبل کی پیشگوئی کا پہلا شاندار ظہور	547
اخبار ''حقیقت'' کا ایک حقیقت افروز شذرہ	550
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے تعلیم القرآن کلاس سے بصیرت افروز خطابات	551

عنوان	صفحہ
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بیرون ربوہ کے سفر	551
قواعد وضوابط صدر انجمن احمدیہ کی اشاعت	551
ماہر القادری ایڈیٹر فاران کے ایک دوست کا دلچسپ خط	553
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کیرنگ	555
لندن میں یوم حسینؓ اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی تقریر	557
کینیا کے ممتاز ماہرِ تعلیم کی ایک تقریر	558
رسوم وبدعات کے خلاف امام وقت کا اعلان جہاد	558
ڈاکٹر مرتونو آف انڈونیشیا کی مسجد نور راولپنڈی میں آمد	559
وزیرِ تعلیم جمہوریہ صومالیہ کی تقریر	560
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام لجنہ اماء اللہ کے نام	560
وقفِ جدید دفتر اطفال کا آغاز	560
بعض مبلغین سلسلہ کا ذکر خیر	561
استاذ جامعہ احمدیہ کا سفر بیروت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی نصائح	563
خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کا وصال	564
- واقعۂ وفات اور تدفین	567
- فلسطین میں خدمات دینیہ	568
- انگلستان میں تبلیغ دین	572
- خلفائے احمدیت کا اظہار خوشنودی	576
- تصانیف	580
- اولاد	581
دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے نئے بلاک کا سنگ بنیاد	581
مدینہ یونیورسٹی کے ایک طالبعلم کے تاثرات	582
پیغام امام مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے نام	582
لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا نواں سالانہ اجتماع	584
مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع	585
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام لجنہ اماء اللہ نوشہرہ ککے زئیاں کے نام	586
مسجد اقصیٰ ربوہ کی بنیاد	587
- اجتماعی دعا	596
- شیرینی کی تقسیم اور گروپ فوٹوز	597
- تقریب کے دیگر کوائف	597
مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع	598
(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا خدام کے نام پیغام	599

عنوان	صفحہ
(حضرت)صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا پیغام اطفال الاحمدیہ کے نام	602
تین خوشخبریاں	604
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سفر سندھ	606
- حیدرآباد سے ناصر آباد اسٹیٹ تک	606
- بشیر آباد اسٹیٹ	607
- کوٹ احمدیاں	608
- دیگر اسٹیٹس میں تشریف آوری	609
- محمد آباد سے میرپور خاص اور حیدرآباد تشریف آوری	611
- حیدرآباد سے کراچی تشریف آوری اور واپسی برائے ربوہ	613
- لاہور اور پھر ربوہ تشریف آوری	616
مکرم مولوی عبدالحق نور صاحب کی شہادت	617
برطانوی سائنسدان ڈاکٹر کیون میکوئن ربوہ میں	618
اخبارِ قادیان	620
جلسہ سالانہ قادیان اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا روح پَرور پیغام	621
جلسہ سالانہ ربوہ کا ذکر ہالینڈ کے پریس میں	624
التواء جلسہ سالانہ ربوہ	626
حوالہ جات (صفحہ 447 تا 626)	627

عنوان	صفحہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابۂ کرام کا انتقال	
حضرت میاں عبدالرزاق صاحب سیالکوٹی	634
حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب آف جموں	638
حضرت میاں فتح دین صاحب آف پیرکوٹ	639
حضرت حکیم نور محمد صاحب	641
حضرت چوہدری محمد شفیع صاحب اوجلوی اوورسیئر	641
حضرت سکینہ بی بی صاحبہ مراڑہ ضلع سیالکوٹ	642
حضرت حاجی شیخ نصیر الحق خان صاحب	642
حضرت شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب بی اے بی ٹی	643
حضرت چوہدری محمد علی صاحب باجوہ آف چونڈہ	649
حضرت ملک علی حیدر صاحب آف دوالمیال	651
حضرت چوہدری غلام قادر صاحب نمبردار	651
حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب آف سجووال	652
حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب	655
حضرت چوہدری محمد اللہ داد صاحب	657
حضرت میاں رحم دین صاحب	658
حضرت بیگم صاحبہ عرف بیگاں آف سرگودھا	659
حضرت منشی محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹی	660
حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب	660
حضرت ڈاکٹر گوہر دین صاحب کوٹ فتح خاں	664
حضرت چوہدری محمد شریف باجوہ صاحب	666
حضرت میاں محمد یوسف خان صاحب	672

عنوان	صفحہ
حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گڑیانوالہ	673
۱۹۶۶ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت	
مولوی عبدالستار صاحب (ایم اے) کنگی	674
حاجی جعفر صاحب بن حاجی واناتار صاحب سنگاپور	674
الحاج محمد عبداللہ صاحب سابق ناظر بیت المال	675
چوہدری محمد اعظم صاحب واقفِ زندگی	676
ڈاکٹر محمد عبداللہ خان صاحب امیر جماعت کوئٹہ	676
سیّد فضل الرحمٰن صاحب فیضی آف منصوری	677
قاضی محمد رشید صاحب وکیل المال	677
سردار بیگم صاحبہ آف کراچی	679
چوہدری فضل الرحمان صاحب مینجر نور نگر فارم	679
فلائٹ لیفٹیننٹ محمد سلیمان مبشر صاحب	679
ڈاکٹر قاضی محمد لطیف صاحب جے پوری	680
خان بہادر چوہدری نعمت خاں صاحب	680
الحاج خان بہادر ملک صاحب خان نون صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر	681
بابا جلال الدین صاحب درویشِ قادیان	690
سارجنٹ علی حسن صاحب	690
فلائٹ لیفٹیننٹ محمد احمد خاں آف لاہور	691
مسٹر بلال نٹل صاحب (Bilal Nuttal)	691
ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب رانجھا	693
مولانا شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل)	693

عنوان	صفحہ
نیک محمد خان صاحب غزنوی	695
حاجی فضل محمد صاحب درویش کپورتھلوی	699
سیّد سردار حسین شاہ صاحب	700
حوالہ جات (صفحہ 634 تا 701)	702
۱۹۶۶ء کے متفرق اہم واقعات	
خاندان حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب	707
- ولادت	707
- شادی	707
احمدیوں کی نمایاں کامیابیاں اور اعزازات	707
دارالرحمت غربی اور وسطی ربوہ کی مساجد کے نام	708
آٹھواں کل پاکستان ناصر باسکٹ بال ٹورنامنٹ	709
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا لاہور میں ورودِ مسعود	709
کل پاکستان بین الکلیاتی مباحثات	709
مسعود احمد خان صاحب دہلوی کے مکان کا سنگ بنیاد	710
کوئٹہ میں سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کی نمائش	710
جامعہ احمدیہ کے سالانہ تقریری مقابلہ جات	711
آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ	711
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے زرعی یونیورسٹی کے وفد کی ملاقات	711
غیر مبائعین کی طرف سے اپنی ناکامی کا کھلا اعتراف	712

عنوان	صفحہ
ربوہ میں خواتین کا ایک عظیم الشان جلسہ	713
راولپنڈی میں فارن مشن کا قیام	713
سلسلہ کے تین بزرگوں کا ذکر	713
جناب محمد علی کلے مسجد احمدیہ فرینکفورٹ میں	714
جماعت احمدیہ، صومالیہ کے وزیر تعلیم کی نظر میں	714
ایک یورپین دوست کی بیعت	715
گوردوارہ میں سکھوں کو تبلیغ	715
مرزا عبدالحق صاحب کی خدمات کا ذکر	716
صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کی کوٹھی کا سنگ بنیاد	716
بزم اردو تعلیم الاسلام کالج کی افتتاحی تقریب	717
بھارت کے گئو پوجکوں کو چیلنج	717
مسجد نصرت دستگیر کراچی کا سنگ بنیاد	718
جماعت ہائے احمدیہ آزاد کشمیر کا دوسرا سہ روزہ جلسہ سالانہ	719
سائنس کانفرنس میں احمدی سائنس دانوں کے گرانقدر مقالے	721
صوبیدار عبدالمنان صاحب دہلوی کا ذکر خیر	722
بھارتی احمدیوں کی جماعتی مساعی	722
بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی	
۔ امریکہ	727
۔ انڈونیشیا	728
۔ انگلستان	729
۔ برٹش گیانا (جنوبی امریکہ)	733
۔ تنزانیہ	734
۔ جرمنی (مغربی)	736
۔ ڈنمارک	739
۔ سپین	739
۔ سنگاپور	740
۔ سوئٹزرلینڈ	742
۔ سیرالیون	743
۔ غانا	746
۔ پیغام امام	747
۔ کینیا	752
۔ گیمبیا	754
۔ لائبیریا	755
۔ ماریشس	756
۔ ملائیشیا	758
۔ نائیجیریا	759
۔ ہالینڈ	759
۔ یوگنڈا	760
مبلغین سلسلہ کی آمد و روانگی	
۔ آمد	762
۔ روانگی	762
نئی مطبوعات	764
حوالہ جات (707 تا 764)	765

خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کا آخری سال

صلح تا نبوت ۱۳۴۴ہش/ جنوری تا نومبر ۱۹۶۵ء

حضرت مصلح موعود کا صدرِ پاکستان کے نام برقی پیغامِ تہنیت

۱۹۶۵ء کے آغاز میں بنیادی جمہوریت کے ارکان نے محمد ایوب خان کو دوبارہ صدر مملکت منتخب کیا۔ ایسے محبّ وطن اور بالغ نظر شخصیت کے انتخاب پر امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مصلح موعود نے مورخہ ۳ جنوری ۱۹۶۵ء کو حسب ذیل الفاظ میں مبارکباد کا برقی پیغام ارسال فرمایا:۔

”فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر پاکستان۔ راولپنڈی

صدرِ پاکستان منتخب ہونے پر ازراہِ نوازش میری طرف سے انتہائی پُرخلوص مبارکباد قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل و رحم سے آپ کو طاقت اور ہمت عطا فرمائے تاکہ آپ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے میں اپنی مساعی کو عزم و اعتماد کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔ وہ آپ کو قوم کی خدمت بجالانے کی توفیق بخشے اور اسی کے فضل سے آپ تحفظ و خوشحالی کی جانب قوم کی راہنمائی کرنے میں کامیاب ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا رہبر ہو اور آپ کو اپنی تائید و نصرت سے نوازے۔ اور اُن سب پر اپنا فضل نازل فرمائے جو پاکستان اور اسلامی دنیا کی فلاح و بہبود کی جدوجہد میں بےلوثی اور للّٰہیت کے جذبہ کے ماتحت آپ کے ہاتھ مضبوط کرنے میں کوشاں ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد

امام جماعت احمدیہ“

اس موقع پر صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ پاکستان، صوبائی امیر صاحب انجمن احمدیہ مشرقی

پاکستان اور صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ، مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ علاقائی امیر، مکرم ناظر صاحب اصلاح وارشاد اور بابو شمس الدین صاحب سابق امیر جماعتہائے سرحد نے بھی صدر مملکت کی خدمت میں مبارکباد اور دعا پر مشتمل تار ارسال کئے۔[1]

ان پیغاماتِ تہنیت کے علاوہ ربوہ کے احمدیوں نے ۳ جنوری کو عصر کی نماز مسجد مبارک میں ادا کی۔ نماز کے بعد خالد احمدیت مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے صدر مملکت کی تقریر کا وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور اس کے حضور دعا سے متعلق تھا پڑھ کر سنایا اور پھر اپنے محبوب ملک پاکستان کے استحکام اور ترقی نیز صدر مملکت کی مساعی جمیلہ میں برکت کے لئے دعا کی پُر زور تحریک فرمائی۔ جس کے بعد آپ نے ایک لمبی پُرسوز دعا کرائی کہ پاکستان کو پہلے سے بڑھ کر استحکام نصیب ہو اور وہ ترقی اور خوشحالی کی منازل بسُرعت طے کر کے اقوامِ عالم میں بلند سے بلند تر مقام حاصل کرلے[2]

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کے سائنسی کارناموں کا تذکرہ

برٹش انفارمیشن سروسز کراچی کے پندرہ روزہ رسالہ ''اطلاعات'' نے ۱۶ جنوری ۱۹۶۵ء کے شمارے میں پاکستان کے شہرہ آفاق سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے متعلق ایک معلوماتی مضمون شائع کیا۔ جس میں آپ کے سائنسی کارناموں پر روشنی ڈالی۔ چنانچہ رسالہ مذکور نے عالمی سائنسدانوں میں ایک عظیم شخصیت کے زیر عنوان لکھا:۔

''پاکستان کے شہرۂ آفاق ماہر ریاضیات وسائنسدان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام جوان دنوں لندن کے ایک مغربی ضلع پٹنی میں مقیم ہیں ۳۰ نومبر کو رائل سوسائٹی کا ہیوز میڈل حاصل کرنے والے سب سے کم عمر فرد بن گئے۔ وہ پہلے ہی سے رائل سوسائٹی کے ایک ''فیلو'' ہیں برطانوی دنیائے سائنس میں اس اعزاز کی سب سے زیادہ خواہش کی جاتی ہے۔

مادی ذرات (ELEMENTARY PARTICLES) اور مقداری میکانیات (QUANTUM MECHANICS) کے نظریئے کے سلسلے میں پروفیسر موصوف کے غیر معمولی کارنامے کو پچھلے دنوں رائل سوسائٹی کے سالانہ عشائیہ میں اس کے آسٹریلوی نژاد صدر سر ہاورڈ فلورے نے خاصا سراہا ہے۔

سادہ، ملنسار اور نیک دل پروفیسر عبدالسلام کا تعلق پنجاب کی بھٹی برادری سے ہے۔ ان کا خاندان مغربی پاکستان کے ایک چھوٹے سے وسطی قصبے جھنگ میں آباد ہوا۔آپ ضلع ساہیوال کے ایک گاؤں سنتوکھ داس میں اپنے ننھیال میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے۔[3] ۱۹۴۰ء میں پنجاب میٹرک امتحان میں جب وہ چالیس ہزار امیدواروں میں سرفہرست رہے تو یہیں ان کی صلاحیتوں کا سب سے پہلے اعتراف کیا گیا۔

انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں جو انہوں نے اپنے قصبے کے کالج سے پاس کیا تھا وہ ایک بار پھر صوبے بھر میں اول آئے۔انہوں نے بیچلر آف آرٹس کی سند پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی اور ایک بار پھر سرفہرست رہے۔۱۹۴۶ء میں انہوں نے ریاضی میں ماسٹر آف آرٹس کی سند حاصل کی اور دوبارہ امیدواروں میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔انعام کے طور پر حکومت پنجاب نے انہیں ایک خصوصی تعلیمی وظیفہ دیا اور وہ اسی سال کیمبرج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان روانہ ہوگئے۔

۱۹۴۸ء میں انہوں نے ریاضی میں آنرز حاصل کیا اس کے بعد تین سالہ کام کو صرف ایک سال میں مکمل کر کے کیمبرج میں انہوں نے ’’فزکس ٹرائی پوز(Tripos)‘‘ حاصل کی (ٹرائی پوز سے مراد تین مضامین میں ڈگری ہے) اور ۱۹۴۹ء میں طبعیات اور ریاضی میں ’’ڈبل فرسٹ‘‘ بن گئے۔

کیمبرج میں ایک سال کی تحقیق کے بعد ۱۹۵۱ء میں پرنسٹن (امریکہ) کے انسٹی ٹیوٹ آف ایڈوانسڈ اسٹڈی میں انہیں فیلوشپ دیا گیا۔یہاں انہوں نے پروفیسر اوپن ہیمر کے ہمراہ کچھ عرصہ کام کیا۔اسی سال وہ اپنے کالج سینٹ جانز واقع کیمبرج میں ’’فیلو‘‘ منتخب ہوگئے۔

اگلے سال وہ پاکستان آگئے اور پنجاب یونیورسٹی میں انہیں شعبہ ریاضی کا پروفیسر اور صدر مقرر کر دیا گیا۔۱۹۵۴ء میں ریاضی کے لیکچرار کی حیثیت سے وہ کیمبرج واپس چلے گئے ۱۹۵۶ء تک اسی عہدے پر فائز رہے۔اس دوران میں ۱۹۵۵ء اور پھر ۱۹۵۸ء میں انہیں ایٹم برائے امن سے متعلق اقوام متحدہ کانفرنس کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔

جنوری ۱۹۵۷ء میں جب وہ محض ۳۱ سال کے تھے، امپیریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی لندن میں پروفیسر کی حیثیت سے اپنا موجودہ عہدہ سنبھالنے کے لئے انہوں نے کیمبرج کو خیر باد کہہ دیا۔آج وہ جس عہدے پر فائز ہیں اسے پہلے اطلاقی ریاضیات کہا جاتا تھا لیکن بعد میں مناسب طور پر

اس کا نام نظری طبیعیات رکھا گیا ہے۔ کالج میں ان کا بیشتر تدریسی کام پوسٹ گریجویٹ ریسرچ سے متعلق ہے اس وقت ۲۵ طلبہ ان کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ آف فلاسفی کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے نصف طلبہ سمندر پار ممالک سے آئے ہیں۔ اور ان میں تقریباً نصف طلبہ پاکستانی ہیں۔

گذشتہ تین سالوں میں طبیعیات میں سب سے ممتاز دریافت کے سلسلے میں کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے جب ۱۹۵۷ء میں انہیں ہاپکنس پرائز ملا تو پروفیسر سلام کے کام کو پہلی بار بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا گیا۔ طبیعیات سے متعلق ایک مبادی ذرے ''نیوٹرینو'' کے جدید نظریئے کے وہ خالق ہیں۔

دوسرے سال کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے انہیں ایڈمز پرائز دیا گیا۔ ۱۹۵۹ء میں انہیں صدر پاکستان کی طرف سے ''تمغۂ خدمت'' (پرائڈ آف پرفارمنس) اور ''ستارۂ پاکستان'' دیا گیا۔ وہ رائل سوسائٹی کے ''فیلو'' بھی منتخب ہوئے۔ اس اعزاز کو حاصل کرنے والے وہ پہلے مسلمان اور پہلے پاکستانی ہیں۔ اپنے انتخاب کے وقت وہ سوسائٹی کے سب سے کم عمر ''فیلو'' تھے۔

۱۹۶۰ء میں ''برٹش فزیکل سوسائٹی'' نے گزشتہ دس سال کے دوران طبیعیات میں اہم ترین دریافت کے لئے ایک تمغہ وضع کیا اور پروفیسر سلام کو ان کے نظریہ مساوات پر پہلا تمغہ ملا۔

''تناسب ذرات'' سے متعلق ان کا تازہ ترین کام جو طبیعیات کے صف اوّل کے مسائل سے تعلق رکھتا ہے، نیوٹن، آئن سٹائن، ڈریک اور ہائزنبرگ کی روایت میں شامل ہے۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے ۱۹۶۱ء میں پاکستان خلائی کمیٹی کی تشکیل کے وہی ذمہ دار تھے۔ اس کے بعد سے وہ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام پاکستان میں نظری طبیعیات سے متعلق ایک اہم ادارہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک آزمائشی ادارہ، جو اپنی نوعیت کا پہلا ادارہ ہوگا۔ چار سال کے لئے ایک تجرباتی بنیاد پر اس سال ٹریسٹ میں قائم کیا جا رہا ہے۔ پروفیسر سلام کو اس ادارہ کا پہلا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا ہے۔ اس قسم کے ایک ادارے کی تجویز پاکستان نے پیش کی تھی۔

ایک اور کام جس پر پروفیسر سلام کو بجا طور پر فخر ہے، پاکستان میں جوہری توانائی کمیشن کا قیام اور فروغ ہے اس کے چیئرمین سے قریبی روابط کے ساتھ انہوں نے کام کیا اور ۱۹۵۹ء سے اس کمیشن کے ایک ممبر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مستقبل قریب میں اسلام آباد کے مقام پر پاکستان میں پہلی ٹیکنیکل یونیورسٹی قائم کی جاسکتی ہے۔

اپنی متعدد اور متنوع سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ۱۹۶۱ء کے بعد سے وہ حکومت پاکستان کے سائنسی

مشیر اعلیٰ (چیف سائنٹیفک ایڈوائزر) ہیں۔سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق اقوام متحدہ کی مشاورتی کمیٹی کے ایک ممبر بھی ہیں۔ یہ اعلیٰ اختیارات کا ایک ایسا ادارہ ہے جو یونیسکو، ڈبلیو ایچ او، ڈبلیو ایم او جیسے اقوام متحدہ کے تشکیل شدہ سائنسی اداروں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتا اور ان پر عملدرآمد کرتا ہے۔

متعدد سائنسدانوں کے برعکس پروفیسر سلام دیگر مضامین خصوصاً تاریخ اور معاشیات نیز مذہبی علوم سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ان کا ڈرائنگ روم ایرانی طغروں اور قرآن پاک کی خوبصورت کتابت شدہ آیات سے سجا ہوا ہے۔ان کے ذاتی کتب خانے میں سائنسی اور فنی کتابوں کے علاوہ اسلامی تاریخ پر اردو اور انگریزی کی کتابیں نیز مذہب اور احادیث نبوی کی کتابیں موجود ہیں۔وہ علی الصبح اٹھتے اور اپنا بیشتر کام صبح کے اوقات میں کرتے ہیں۔اور ۹ بجے رات تک سو جاتے ہیں۔اپنے کام کے علاوہ ان کا کوئی مشغلہ نہیں ہے اور وہ کوئی کھیل نہیں کھیلتے لیکن ان کے فرصت کے لمحات کا بہترین مصرف قرآن پاک کا مطالعہ ہے وہ اکثر و بیشتر اپنے سائنسی مقالوں میں اس کا حوالہ دیتے ہیں۔

وہ بہت زیادہ مذہبی رجحان کے آدمی ہیں۔اور سائنسی اور مذہبی کتابوں سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔اپنی پاکستانی بیوی کے ساتھ وہ خوشگوار اور مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں ان کے تین لڑکیاں اور چار سالہ لڑکا ہے‘‘۔[4]

کلکتہ کے احمدیوں کا عزم حج، بھارتی علماء کی فتنہ انگیزی اور اخبار ’’صدق جدید‘‘

اس سال بھارت میں سولہ احمدی احباب کو حج پر جانے کے لئے ویزہ نہ دینے کا ایک تکلیف دہ واقعہ سامنے آیا۔غیر احمدی شرفاء اور غیر متعصب افراد نے مخالفین کے اس فعل شنیع کو نہایت مکروہ قرار دیا اور مولانا عبدالماجد دریابادی جیسے غیر متعصب غیر احمدی عالم نے اس پر نہایت زوردار بے لاگ تبصرہ کیا۔تفصیل اس اجمال کی کچھ یوں ہے کہ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی طرف سے حسب ذیل ایک اعلان اخبار ’’بدر‘‘ (۴ مارچ ۱۹۶۵ء) میں شائع ہوا کہ:۔

’’کلکتہ سے یہ خوشکن اطلاع موصول ہوئی ہے کہ امسال وہاں سے سولہ احمدی افراد حجِ بیت اللہ شریف کا عزم رکھتے ہیں۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ خاص سے بیت اللہ شریف کے حج اور زیارت سے سرفراز فرماتا ہے اور اس کی برکات سے نوازتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب احباب و خواتین کو خیر و عافیت کے ساتھ منزلِ مقصود پر پہنچائے اور انہیں جملہ

مناسک حج صحیح رنگ میں بجالانے کی توفیق بخشے اور خیر و عافیت سے واپس لائے ۔ اوران کے قلوب کو منور فرمائے۔ عازمینِ حج کی فہرست درج ذیل ہے:۔

مکرم میاں محمد صدیق صاحب بانی مع بیگم صاحبہ وصاحبزادی شکیلہ بیگم صاحبہ
مکرم میاں محمد یوسف صاحب بانی مع بیگم صاحبہ
مکرم میاں محمد عمر صاحب سہگل مع بیگم صاحبہ
مکرم میاں محمد بشیر احمد صاحب سہگل مع بیگم صاحبہ
مکرم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل مع والدہ صاحبہ
مکرم میاں محمد حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ
مکرم میاں عبدالمجید صاحب
مکرم میاں محمد ادریس صاحب
مکرم بابو محمد شمس الدین صاحب (حجِ بدل برائے والد صاحب مرحوم میاں محمد عمر صاحب سہگل)
مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی (حجِ بدل برائے عزیز میاں محمد حسین صاحب) ''

اس اعلان کے شائع ہوتے ہی بھارتی مولویوں نے جونہایت قابل مذمت کارروائی کی وہ انہی کے ایک مولوی محمد منظور نعمانی صاحب نے بڑے فخر سے بیان کرتے ہوئے لکھی کہ:۔

'' کلکتہ کے قادیانیوں کی ایک جماعت نے حج کو جانے کا پروگرام بنایا۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اس حج کے ذریعہ کلکتہ اوراس کے نواح میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے زمین ہموار کرسکیں گے وہاں سے واپس آ کر وہ مسلمانوں کو بتائیں گے کہ عقائد کی بنیاد پر ہماری مخالفت بس یہ ہندوستان ہی کے مولوی کرتے ہیں مکہ مدینہ میں کسی نے ہماری کوئی مخالفت نہیں کی اور ہمارے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو ایمان والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ الغرض وہ اس حج کو اپنے لئے ایک سند اور سرٹیفکیٹ بنانا چاہتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے اس کا اچھا خاصا پروپیگنڈا بھی کیا تھا۔ کلکتہ کے چند حساس اور بیدار مسلمانوں نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور ایک خط ملک حجاز شاہ فیصل کو لکھا کہ قادیانیوں کی ایک جماعت اس طرح حج کے موقعہ پر حجاز مقدس پہنچنے کی کوشش کررہی ہے۔ یہ اپنے کو مسلمان بتا کر سفر کریں گے حالانکہ یہ قادیانی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول مانتے ہیں، ان کے یہ یہ نام ہیں۔ اس خط کی ایک کاپی مملکت سعودیہ عربیہ کے مفتی اکبر کو، ایک رابطہ عالم

اسلامی کے جنرل سیکرٹری کو اور ایک ہندوستان کے سعودی سفارتخانہ کو بھی بھیجی گئی۔اس کوشش کے نتیجہ میں ان لوگوں کو ویزا نہ دیئے جانے کا حکم آ گیا چنانچہ بمبئی کے ویزا آفس نے سولہ آدمیوں کی اس پوری جماعت کو ویزا دینے سے انکار کر دیا۔ (اگرچہ ان کی سیٹیں ہوائی جہازوں میں ریزرو تھیں) لیکن ''ہبلی'' (جنوبی ہند) کے بعض قادیانی خفیہ طور پر حجاز مقدس پہنچ گئے۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک نوجوان فاضل مولانا ریاض احمد صاحب فیض آبادی (جو جنوبی ہند میں قادیانی فتنہ کا مقابلہ کر رہے ہیں) وہ بھی اس سال حج میں تھے انہوں نے حجاز مقدس میں ''ہبلی'' کے ان قادیانیوں کا تعاقب کیا اور حکومت حجاز کو اطلاع دی کہ اس طرح چند قادیانی خفیہ طور پر آ گئے ہیں۔حکومت کی جانب سے ان کی تلاش ہوئی ان میں سے صرف دو (ان کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا یہ لوگ دیندار جماعت کے فرد اور مولوی صدیق چن لبویشور کے مرید تھے۔ناقل) کا پتہ چلا اور وہ گرفتار کئے گئے۔'' 5

اس خبر کے منظرِ عام پر آتے ہی ملک کے غیر احمدی حلقوں میں ایک ہلچل سی مچ گئی اور بھارتی علماء کے اس ''کارنامہ'' پر نفرت وحیرت کا اظہار شروع ہو گیا۔اس سلسلے میں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے ہفت روزہ ''صدق جدید'' مورخہ ۶/اگست ۱۹۶۵ء کے صفحہ ۸ پر ''قادیانی اور باب کعبہ'' کے زیر عنوان حسب ذیل مراسلہ شائع کیا:۔

''پاکستانی اخباروں نے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کے حوالہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ کلکتہ کے بعض قادیانیوں نے حج کا ارادہ کیا۔ وہیں کے مسلمانوں نے شاہ فیصل کو لکھا کہ یہ قادیانی جو غلام احمد کو نبی مانتے ہیں حجاز مقدس میں آنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ وہاں سے حکم آ گیا کہ ان لوگوں کو ویزا نہ دیا جائے۔مگر ہبلی کے کچھ قادیانی حج کے موقع پر حجاز پہنچ ہی گئے۔ایک دیوبندی فاضل نے جو خود بھی حج کو گئے ہوئے تھے حکومت سعودیہ کو ان کی موجودگی کی اطلاع دیدی حکومت نے تلاش کر کے دو قادیانیوں کو گرفتار کر لیا اور توبہ کرنے کے بعد ان کو حج کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حکومت حجاز قادیانیوں کو مسلمان نہیں سمجھتی۔

بالکل اسی قسم کا واقعہ شاہ فیصل کے والد مرحوم سلطان ابن سعود (شاہ عبدالعزیز) کے زمانہ میں بھی پیش آیا تھا۔حجرہ نشین مولویوں نے مرحوم سے کہا کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں اس لئے انہیں حجاز مقدس سے نکال دیا جائے۔مرحوم نے مولوی صاحبان سے پوچھا کہ قادیانی حج کو اسلام کا رکن اور اس کو فرض سمجھتے ہیں یا نہیں؟ جواب میں انہیں یہ کہتے ہی بنی کہ یہ لوگ حج کو فرض سمجھتے ہیں۔اس پر مرحوم

نے فرمایا کہ جو شخص حج کی فرضیت کا قائل ہے اور اسے اسلام کا اہم رکن سمجھتا ہے اسے حج سے روکنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ یہ واقعہ ہم نے مرحوم کی زندگی میں خود بعض مولویوں کی زبانی سنا تھا ممکن ہے بعض اخبارات میں بھی شائع ہوا ہو۔

ہمارے خیال میں جن قادیانیوں سے توبہ کرائی گئی اگر وہ توبہ نامہ میں تحریر کر دیتے کہ

(۱) ہم مرزا غلام احمد کو نبی اور مسیح موعود ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ خاتم المرسلین کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ خواہ پرانا ہو یا نیا۔ ظلی ہو یا بروزی۔ حقیقی ہو یا مجازی۔ اسرائیلی ہو یا غیر اسرائیلی۔ چونکہ آیہ خاتم النبین میں مطلق نبوت کی نفی کی گئی ہے۔

(۲) مگر یہ...... مولوی خود مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور بحالت نبوت آئیں گے (ینزل عیسیٰ۔ نبی اللہ۔ مسلم شریف) یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان پر وحی بھی نازل ہوگی (حدیث مسلم از نواس بن سمعان) اور یہ بھی کہ وحی لانے والے حضرت جبرئیل ہوں گے۔ (حجج الکرامہ فی آثار القیامہ۔ از نواب والا جاہ صدیق خاں مرحوم) اور یہ بھی کہ جب حضرت مسیح آئیں گے تو ان کا انکار کرنے والے کافر ہوں گے (فتویٰ دارالعلوم دیوبند نمبر یاد نہیں رہا) لہٰذا ہم تو ان تمام باتوں سے توبہ کرتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح اپنی خصوصیات کے ساتھ آ گئے تو باب نبوت مفتوح ہو جائے گا۔

اب ان مولوی صاحبان سے بھی توبہ کرانی چاہیئے کہ جو حضرت مسیح کی آمد ثانی تسلیم کر کے اور ان کو نبی مان کر اور ان پر بذریعہ جبرئیل وحی نازل کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں۔ یہی وہ مولوی صاحبان ہیں کہ بام رسالت پر چڑھنے کے لئے غلام احمد کے لئے سیڑھی مہیا کی اور جب وہ چڑھ گئے تو کہنے لگے کہ اس نے نبوت کا دروازہ چوپٹ کھول دیا۔

ہم نے جہاں تک غور کیا ہے حضرت مسیح کی آمد ثانی بحالت نبوت کے قائل علماء خود ختم نبوت کے منکر ہیں۔ ان ہی کی استدلالی حدیثوں کا سہارا لے کر مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی مسیح موعود اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ علماء کو رشک ہے کہ مرزا قادیانی تو بازی لے گیا اور اس نے مسلمانوں کا انتظار ختم کرا دیا اور ہم جو نزول مسیح کو عقیدہ میں شامل کرتے رہے ہیں خالی ہاتھ رہ گئے۔ قادیانیوں کا مسیح موعود آ گیا اور ہم ٹکٹکی لگا کر آسمان ہی کو تک رہے ہیں کہ کب حضرت مسیح تشریف لائیں اور کب ہم ان کے منکروں کو کافر قرار دیں۔

یہ قادیانی اور ان کے مخالف علماء دونوں اصولی طور پر ایک ہی عقیدہ رکھتے ہیں اختلاف صرف

شخصیت میں ہے۔علماء کہتے ہیں کہ بیشک حضرت مسیح بحالت نبوت تشریف لائیں گے ان پر وحی بھی نازل ہوگی وحی لانے والے حضرت جبرئیل ہوں گے مگر نازل ہونے والے مسیح غلام احمد قادیانی نہیں ہیں۔ وہ تو آئیں گے۔ گویا فرق یہ ہے کہ قادیانی کہتے ہیں کہ عیسیٰ نبی اللہ تشریف لے آئے مولوی کہتے ہیں کہ نہیں وہ ابھی نہیں آئے مگر آئیں گے ضرور۔ پھر قادیانیوں اوران کے مخالف مولویوں میں فرق کیا رہا؟ اصول میں دونوں متفق ہیں۔ مابہ النزاع صرف شخصیت ہے حیرت ہے کہ ان پرانے ’’قادیانیوں‘‘ کو کوئی بھی ختم نبوت کا منکر قرار نہیں دیتا یہ نئے قادیانی تو ان ہی مولویوں کے شاگرد ہیں پس غضب یہ ہوا کہ سیڑھی مولویوں نے مہیا کی اور چڑھ گئے بام رسالت پر غلام احمد قادیانی۔ محنت کس نے کی اور پھل کس نے کھایا۔

ہم تو دونوں قادیانیوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں تا کہ ختم نبوت کی عمارت میں کوئی رخنہ پیدا نہ ہو سکے۔ اصولی رنگ میں قادیانیوں کی ہمنوائی کرنے کے بعد ان کو ختم کرنا انتہائی مشکل ہے اسی لئے علامہ سید رشید رضا مصری نے پہلے حیات مسیح اور نزولِ مسیح سے انکار کیا اور پھر مرزا غلام احمد کے مقابل پر آئے اور ان کی تکفیر کی۔ علامہ اقبال نے بھی نزول مسیح کو مجوسی سازش سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی یہی راہ اختیار کی کیونکہ اس کے بغیر قادیانیت کا استیصال نہیں کر سکتے ہم آخر میں فقہ حنفیہ کے مشہور امام ملاّ علی قاری کا ایک فیصلہ بھی درج کرنا چاہتے ہیں جس سے شہ پا کر غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مُلاّ صاحب نے ایک موضوع یا ضعیف حدیث کہ ’’اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ ہوتا تو وہ میرے بعد سچا نبی ہوتا‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حدیث کا مفہوم صحیح ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوتے۔ اس طرح حضرت عمرؓ نبی بنا دیئے جاتے تو وہ دونوں حضور ہی کے متبع ہوتے بس اس کا ہونا خاتم النبیّن کی نفی نہیں کرتا کیونکہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کردے اور وہ آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ (موضوعات کبیر ملا علی قاری تحتی لام)

یہی وہ بات ہے جس کا سہارا لے کر غلام احمد قادیانی نے اعلان کیا کہ وہ شریعت محمدی کو منسوخ کرنے نہیں آئے۔ نیز یہ کہ میں امتی نبی ہوں۔ غرض مرزا قادیانی کو خود مولویوں نے پیدا کیا اور خود ہی ان کی تکفیر میں لگ گئے۔ خلاصہ یہ کہ مولوی صاحبان ختم نبوت سے انکار کرنے پر کافر نہیں ہو سکتے تو بیچارے قادیانیوں کو کافر کیوں قرار دیا جائے‘‘۔[6]

شاہ ابن سعود کا احمدیوں کو حج کی اجازت دینا

مندرجہ بالا سطور میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی صاحب نے سعودی عرب کے حکمران شاہ ابن سعود (عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل) کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے میں احمدیوں کو حج کی اجازت دی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے تحریر فرمائی تھی جو احباب کے ازدیاد علم کے لئے تحریر کی جاتی ہے۔ آپ اپنے سفر حج سال ۱۹۲۷ء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

جلالۃ الملک سلطان ابن سعود سے مجھے تین مرتبہ ملنے کا موقع ملا۔ دو مرتبہ تو میرے ساتھ حضرت الحاج (عبدالرحیم) نیّر صاحب مبلغ اسلام (لندن وافریقہ تھے) اور تیسری مرتبہ مجھے تنہا ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور یہ ملاقات بہت اہم تھی مکہ معظّمہ میں سلطان ابن سعود کے داخلہ کا پہلا سال تھا اور اہل حدیث کے بہت سے لوگ وہاں گئے ہوئے تھے ان میں ایک مولوی صاحب محمد اسماعیل سورتی تھے۔ میں ان سے قیام بمبئی کے ایام سے واقف اور بے تکلف تھا۔ وہ مذہباً اہلِ حدیث تھے اور عملاً پکے کانگریسی۔ معلوم نہیں اس وقت وہ زندہ ہیں یا مر چکے کیونکہ یہ اکیس برس کا واقعہ ہے مولوی اسمٰعیل صاحب کو مولوی اسمٰعیل غزنوی (جو سلطان کے خاص مقربین سے ہیں اور جنہوں نے سلطان کی حکومت کے استحکام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں) سے نہیں معلوم کیوں کچھ رنجش تھی۔ وہ ان کے اقتدار اور قرب کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ غزنوی صاحب کے ننہال سے خاکسار عرفانی کو ارادت و عقیدت تھی اس لئے وہ مجھ سے بھی محبت رکھتے تھے۔ سورتی صاحب کو یہ اچھا موقع ملا کہ میرے متعلق انہوں نے غزنوی صاحب کو الزام دینے کے لئے ایک حیلہ پیدا کیا اور شکایت کی کہ غزنوی صاحب ان کو سلطان کے پاس لے گئے اور ان کی وجہ سے یہاں ایک فتنہ پیدا ہو جائے گا اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔

سلطان میرے عقائد سے واقف تھے اور انہوں نے شیخ الاسلام عبداللہ بن بلہید سے استصواب کیا تھا کہ کیا میں ان سے ملوں؟۔ یہ لوگ تو مبلغ ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام نے (خدا اس پر رحم کرے) نہایت صحیح مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے سلطان کو ضرور ملاقات کرنی چاہیئے اور جو کچھ وہ کہیں سننا چاہیئے۔ چنانچہ ہم کو موقع ملا اور ہم نے واضح الفاظ میں اپنے عقائد کو پیش کر دیا تھا۔ بعد میں جب سورتی صاحب کو علم ہوا تو انہوں نے میرے لئے دراصل نہیں، غزنوی صاحب سے سلطان کو بدظن کرنے کے لئے یہ فتنہ کھڑا کیا۔ مگر سلطان نے واقعات کی روشنی میں جواب دیا کہ میرے پاس تو وہ توفیق شریف کے ساتھ آئے

تھے اور میں نے شیخ الاسلام کے مشورہ کے بعد ملاقات کی اور انہوں نے جو کتابیں پیش کیں وہ میں نے قبول کیں۔غزنوی کا کچھ تعلق نہیں۔اورسورتی صاحب سے پوچھا کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟

سورتی صاحب نے کہا کہ حج کرنے آئے ہیں۔اس پر سلطان نے کہا کہ دیکھو ہم بدّو لوگ ہیں ہمارے گھر میں تو دشمن بھی آجاوے تو اس کو پناہ دیتے ہیں وہ تو خدا کے گھر کے لئے آئے ہیں میں یا آپ کون ہیں کہ ان کو خدا کے گھر سے نکال دیں۔رہا فتنہ اگر وہ کسی قسم کی خلاف قانون بات کریں گے تو حکومت اس کا انسداد کرے گی۔غرض وہ اس منصوبہ میں ناکام ہوگئے۔مجھے بھی اس ساری گفتگو کا علم ہوا تو میں نے سلطان سے ملاقات کا انتظام کیا۔میں حاضر ہوا تو مندرجہ ذیل گفتگو سلطان سے ہوئی۔

عرفانی: جلالۃ الملک! آپ جانتے ہیں حرمین شریفین کی خدمت کا شرف آپ کو کیوں ملا؟

سلطان: **ذٰلک فضل اللّٰہ یؤ تیہ من یشآء**

عرفانی: بے شک یہ فضل تو ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔

سلطان: میں کچھ نہیں جانتا۔آپ کیا سمجھتے ہیں؟

عرفانی: شریف عون کے زمانہ میں آپ کے جد حج کے لئے آئے تھے مگر شریف عون نے اختلاف عقیدہ کی وجہ سے ان کو روک دیا تھا۔اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔اس لئے شریف کے خاندان سے یہ شرف نکل گیا اور آپ آل سعود کو دیا گیا۔

سلطان: مرحبا

عرفانی: میں نے یہ واقعہ آپ کو اس لئے یاد دلایا ہے کہ مکہ معظّمہ روئے زمین کے مسلمانوں کا مرکز ہے یہاں مختلف عقائد کے لوگ آئیں گے اور آپ کے ساتھ بھی بعض کا اختلاف ہوگا اگر محض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے آپ کسی سے تعرض کریں گے تو یاد رکھیئے کہ خدا تعالیٰ آپ سے یہ خدمت چھین لے گا اور اس کو دے گا جو اختلاف عقائد کی وجہ سے کسی سے تعرض نہ کرے گا۔

میرے بیان کا ترجمہ توفیق شریف صاحب جو ان دنوں وزیرِ معارف تھے،کرتے تھے اور کچھ نہ کچھ میں خود بھی اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں بولتا تھا۔سلطان یہ سن کر استغفار کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں انشاءاللہ کبھی ایسا نہیں کروں گا اور ساتھ ہی کہا کہ آپ خود موجود ہیں آپ سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا آپ کی شکایت ہوئی اس پر بھی ہم نے توجہ نہیں کی،اس پر مَیں نے کہا کہ اسی بات نے مجھے تحریک کی کہ میں یہ حق آپ کو پہنچادوں الحمدللہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔[7]

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلباء کا الوداعیہ

۱۰ مارچ ۱۹۶۵ء کی شام کو تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے بشیر ہال میں طلباء جماعت دہم کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی۔ اس موقع پر (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں طلباء کو تین زریں نصائح فرمائیں اول صحت جسمانی دوم علمی ترقی سوم تعلیم الاسلام ہائی سکول کے قیام کا مقصد پیش نظر رکھنا۔

آپ نے فرمایا ”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سکول ایک خاص مقصد کے پیش نظر قائم فرمایا تھا وہ مقصد یہ ہے کہ اسلام نے انسان کو دینی و دنیوی فلاح کے لئے جو بے مثال اور لازوال تعلیم دی ہے بدل و جان اس کی تحصیل کر کے اپنی زندگیوں میں اس کا عملی نمونہ پیش کیا جائے اور اس شان سے پیش کیا جائے کہ اس مادر علمی سے فیض یافتہ باخدا ہی نہیں بلکہ خدا نما وجود بن کر دنیا کی ہدایت و رہنمائی کا موجب بنیں۔ ہمارے طلبہ کا فرض ہے کہ وہ اس مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور اس میں کامیاب ہونے کی کوشش کریں“۔[8]

وائس چانسلر زرعی یونیورسٹی کا جلسہ تقسیم اسناد سے خطاب

۱۴ مارچ ۱۹۶۵ء کو ساڑھے نو بجے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں تقسیم اسناد و انعامات کی تقریب نہایت سادہ اور پُروقار طریق پر عمل میں آئی۔ جس میں ایم۔اے، بی۔ایس۔سی اور بی۔اے کے فارغ التحصیل طلباء کو (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج نے پنجاب یونیورسٹی سے مفوّضہ اختیارات کی بناء پر اسناد تقسیم فرمائیں۔ بعدازاں کالج کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔ آپ نے کالج کے شاندار نتائج، اس کی علمی و ادبی اور دیگر تعلیمی سرگرمیوں نیز کھیلوں کے میدان میں کالج کی شاندار کامیابیوں پر اختصار سے روشنی ڈالی اور یونیورسٹی پر زور دیا کہ وہ ملحقہ کالجوں پر اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند نہ کرے اور عدل و انصاف سے کام لے۔ آپ نے بتایا کہ حقیقی علم کا ابدی سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے طلباء کو علم کے اس حقیقی سرچشمہ سے مضبوط تعلق پیدا کرنا چاہئے۔

آپ کے بعد پاکستان کے بلند پایہ ماہرِ تعلیم سائنسی علوم جدیدہ کے مشہور محقق اور ممتاز مفکّر جناب ڈاکٹر ظفر علی ہاشمی وائس چانسلر مغربی پاکستان زرعی یونیورسٹی لائلپور نے ایک نہایت پُرمغز خطبہ اسناد پڑھا جس میں آپ نے پاکستان میں سائنسی علوم کی ترویج اور سائنسی ترقی کی اہمیت واضح کرنے

کے علاوہ تعلیم الاسلام کالج کی مساعی جمیلہ اور کارہائے نمایاں کو بہت سراہا چنانچہ فرمایا:۔

’’آپ کا کالج اور اسی نوعیت کے سینکڑوں ادارے قومی ترقی کی اس بنیادی مہم میں نہایت اہم کردارادا کر سکتے ہیں۔تعلیم الاسلام کالج ایک ایسا ادارہ ہے جس کی داغ بیل بھی ملّی ترقی کے اسی مشن کے مطابق رکھی گئی ہے۔اس کالج نے پندرہ سال کے قلیل عرصہ میں اپنے حلقہ اثر میں ذہنی اوراخلاقی ترقی کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔جناب پرنسپل صاحب نے اپنی سالانہ رپورٹ میں جن امور کی نشاندہی کی ہے وہ اس کے شاہد ہیں کہ یہ کالج پاکستان کی ترقی کی شاہراہ پرایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اوراس کے سامنے بھی وہی مقاصد ہیں جن کا حصول ہمیں ترقی یافتہ اقوام کی صف میں لاکھڑا کرے گا۔مجھے یقین واثق ہے کہ سائنس اور سائنسی اندازفکر کا حصول اس ادارہ کے مقاصد میں ممتاز سے ممتاز تر جگہ پا کرقوم کیلئے نشاۃ ثانیہ کا پیش خیمہ ثابت ہوگا‘‘۔[9]

مجلس مشاورت ۱۹۶۵ء

خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کی آخری مجلس مشاورت اس سال ۲۶، ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۶۵ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ہال میں منعقد ہوئی۔حضرت مصلح موعود کے ارشاد مبارک کے مطابق شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لائل پور(فیصل آباد) نے اس کی صدارت فرمائی۔مولانا محمد صادق صاحب سابق مجاہد انڈونیشیا انچارج صیغہ زودنویسی نے شوریٰ کی مکمل کارروائی قلمبند کی اور قاضی عزیز احمد صاحب نے اسے ریکارڈنگ مشین پر ٹیپ کرنے کی خدمت سرانجام دی۔ہال میں نشست گاہ کی ترتیب اور دیگر انتظامات منشی فتح الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر پرائیویٹ نے دوسرے کارکنوں کے تعاون سے کئے۔صدر مجلس شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے افتتاحی خطاب میں فرمایا:۔

’’خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ یہ ہماری چھیالیسویں مجلس مشاورت ہے۔گزشتہ چھیالیس سال کے اندر جماعت نے روز بروز،عہد بعہد جو ترقی اور تنظیم کی ہے اور جس طرح سے دوست مشوروں میں شامل ہوتے رہے اور وہ مشورے حضرت صاحب کی منظوری کے بعد نافذ ہوتے رہے۔یہ ہماری تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ہمارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رکیں یا ٹھہریں،ہمارا کام ہے چلتے چلے جانا یہ قافلہ نہ کبھی رکا ہے اور نہ ہی انشاءاللہ کبھی رکے گا۔یہ چلتا ہی چلا جائے گا۔جب تک وہ مقاصد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقرر کئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نوشتوں میں لکھے پورے نہ ہو جائیں۔‘‘

پھر آپ نے نمایندگان شوریٰ کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

’’چند باتیں جن کو آپ جانتے اور سمجھتے ہیں دہرانے اور یاددلانے کے قابل ہیں کہ اس وقت جو نمائندے ہیں وہ اپنی اپنی جماعتوں کی رائے کے، ان کی ضروریات کے، ان کے خیالات کے نمائندے اور ان کی نیابت کرنے والے ہیں۔ یہ ان کا پہلا فرض ہے۔

دوسرا فرض ان کا یہ ہے کہ وہ نیابت کرنے والے ہیں اپنی جماعت کے تحمل کی، ان کے وقار کی، ان کے صبر وسکون کی، اور ان کی خودداری کی، یہ تمام چیزیں بھی نمائندگی میں شامل ہیں۔ اس لئے جو نمائندے ہیں ان کے لئے یہ لازم ہے کہ تحمل، سکون، وقار سے مجلس کی کارروائی میں حصہ لیں۔

تیسری بات جو ہر ایک نمائندے کے لئے ضروری ہے یہ ہے کہ ہمارے مشورے محض خیالی باتیں نہیں ہوتے۔ ہمارے مشورے صرف بحث وتمحیص نہیں ہیں کہ جن کے بعد ہم ان سے الگ ہو جائیں بلکہ ہمارے مشورے اس غرض سے ہوتے ہیں کہ جو ہم مشورہ دیتے ہیں یا جو بات یہاں پر طے ہوتی ہے ہم اس پر عمل کریں گے اور اس میں تعاون کریں گے۔ اس لئے جو بھی مشورہ ہو اس کو اس نیت سے اور اس ارادہ سے دینا چاہیئے کہ یہ مشورہ ایسا ہے جس پر ہم نے عمل کرنا ہے اور یہ عمل کرنے کے قابل ہے۔ محض ہمارا زبانی جمع خرچ نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے مشورے اپنے ساتھ قوتِ عمل رکھتے ہیں۔ اس لئے ہمارا مشورہ بغیر عمل کے نہیں ہوتا جیسے کہ بعض اور جماعتیں اور گروہ ہیں جو محض خیالی باتیں کرتے ہیں اور

نشستند و گفتند و برخاستند

کے سوا ان کے مشورے کچھ نہیں ہوتے۔ لیکن ہمارے مشورے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ساتھ قوتِ عمل رکھتے ہیں اور دنیا کے اندر عملی تغیر پیدا کرنے والے ہیں۔

ایک اور بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اسلام ایک وسطی مذہب ہے۔ لہذا جو مشورہ بھی دیا جائے اسلامی تعلیم کی رُو سے بہر طور افراط اور تفریط سے پاک ہونا چاہیئے۔ جملہ نمائندگان سے درخواست ہے کہ وہ ان امور کو پیش نظر رکھ کر مشورہ دیں۔ بڑی خوشی اور آزادی سے صحت مند تنقید کریں اور تعمیری تجاویز پیش کریں۔ آپ کو بلایا ہی اسی لئے گیا ہے کہ آپ مرکز کی ضروریات کو سنیں اور مرکز آپ کی ضروریات سے آگاہ ہو کر آپ کے مشوروں سے فائدہ اٹھائے۔

ان مختصر گزارشات کے بعد میں حضور کی ہدایت و ارشاد کے ماتحت اس چھیالیسویں مجلس مشاورت کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖٮہَا وَ مُرۡسٰہَا (ھود:۴۲)‘‘ [10]

مشاورت کے چار اجلاس ہوئے جن میں ایجنڈا کے مطابق متعدد اہم تجاویز زیر غور آئیں اور سفارشات کی گئیں۔ نمائندگان کی طرف سے سب سے زیادہ تفصیلی بحث صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے بجٹ پر کی گئی۔ بحث کے بعد صدر صدر انجمن احمدیہ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے حسب ذیل تقریر فرمائی:۔

’’سب سے پہلے تو میرے دل میں جذبات کا ایک شدید ہیجان ہے اس کا اظہار ایک فقرہ میں مَیں کر دوں تو بہتر ہے اور وہ یہ کہ ہمارے دوستوں نے بڑے ہی پیار اور بڑے ہی درد کے ساتھ مختلف اور کثرت کے ساتھ تجاویز ہمارے سامنے رکھی ہیں اور میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ جن سے میں احباب کا شکریہ ادا کروں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

پہلی بات جو میں تجاویز کے متعلق کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قرآن کریم ہماری زندگی، ہماری روح، ہماری جان ہمارا سب کچھ ہے۔ اور ہر احمدی خواہ وہ بچہ ہو جوان ہو یا بوڑھا، مرد ہو یا عورت۔ اس کو قرآن کریم سیکھنا چاہیئے ہمیں ان کو سکھانا چاہیئے اور یہ احساس جماعت میں شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ قرآن کریم باترجمہ جو تفسیر صغیر کی شکل میں حضور نے جماعت کے ہاتھ میں دیا اور قرآن کریم باترجمہ جو ہر احمدی بچے کے پاس ہونا چاہیئے۔ وہ مختلف نوع کے ترجمے ہیں۔ اپنے ترجمہ کے لحاظ سے بھی شاید اور اپنی چھپائی وغیرہ کے لحاظ سے بھی یہ دونوں ضرورتیں ہیں جنہیں جماعت کو پورا کرنا چاہیئے۔ تفسیر صغیر کے ترجمہ پر نظر ثانی ہو رہی ہے۔ نظر ثانی کا صرف یہ مطلب ہے کہ جو پہلا ایڈیشن تفسیر صغیر کا شائع ہوا وہ بھی دوست عام طور پر نہیں جانتے ہوں گے کہ وہ ایک ایڈیشن نہیں ہے بلکہ دوران اشاعت یا طباعت حضور اس میں نظر ثانی کرتے اور ترمیم کرتے رہے ہیں اس لئے کہ اسے حضور نے بڑی جلدی طبع کروایا تھا۔ حضور اس کی اشاعت کرنا چاہتے تھے تو بعض باتیں جو سامنے آئیں حضور نے ان میں ترمیم کی۔ چنانچہ آپ کو تین یا چار قسم کی تفسیر صغیر ملے گی یعنی بعض میں کوئی بڑی چیز ہے اور بعض میں نہیں۔ لیکن پھر بھی کاتب صاحب نے جو جرأت مندانہ کچھ نامناسب اقدامات اس کے اندر کر دیئے تھے مثلاً کچھ اپنی طرف سے بڑھا دیا تھا۔ لفظی طور پر ان کو دیکھا جانا ضروری ہے۔ بعض جگہ کاتب چھوڑ بھی جاتا ہے۔ صرف یہ نظر ثانی ہو رہی ہے مثلاً حضور کا یہ ایک طریق ہے۔ میں واضح کر دیتا ہوں تا کہ دوست سمجھ جائیں کہ جہاں قرآن کریم میں اللہ کا لفظ آیا ہے وہاں ترجمہ میں بھی اللہ کا لفظ ہے ’’تعالیٰ‘‘ ساتھ نہیں تھا لیکن کہیں کہیں کاتب صاحب نے ترجمہ کے ساتھ

’’تعالیٰ‘‘ لگا دیا ہے تو یا تو ہر جگہ ’’تعالیٰ‘‘ ہو یا کسی جگہ بھی نہ ہو۔ یہ چیز ہم چیک کر رہے ہیں کہ کاتب کی غلطیاں دور ہو جائیں۔

اس قسم کی رویژن کو نظر ثانی نہیں کہنا چاہیئے۔کتابت کی غلطیاں دور کرنے کی جو کوشش ہے وہ بڑی تیزی سے جاری ہے لیکن کاتب کی کتابت کا جہاں تک سوال ہے چونکہ ایک ہاتھ رہنا چاہیئے ورنہ وہ خوبصورتی نہیں رہتی۔اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں تین سیپارے کتابت کر سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔وہ بھی اس صورت میں کہ ہمیں متن کے بلاک مل رہے ہیں جن سے پھر آگے تصویریں لے کر شائع کی جارہی ہیں۔تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابتدائی ٹیکنیکل جو الجھنیں تھیں وہ اب دور ہو گئی ہیں۔ان کی تفصیل میں مَیں نہیں جاتا۔

اب کتابت تو شروع ہو چکی ہے لیکن کتابت پر دس ماہ کا عرصہ کم از کم خرچ ہوگا۔اور پھر اشاعت میں اتنی زیادہ دیر نہیں لگے گی۔لیکن اتنی جلدی دوستوں کے ہاتھ میں نہیں آئے گی جتنی جلدی کا بعض تقاریر سے یہاں تاثر پیدا ہوا ہے لیکن ہم انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ جلد سے جلد اور جیسا کہ ایک دوست نے امداد فرمائی ہے دوستوں کے ہاتھ میں پہنچ جائے تا کہ اگر دوست چاہیں تو اس کو خرید لیں۔ یہ ’’چاہنا‘‘ آپ کی ذمہ داری ہے۔امید ہے آپ زیادہ سے زیادہ اس کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ قرآن کریم باترجمہ بچوں کے لئے نہایت ضروری اور نہایت اہم کام ہے جس کے متعلق میں معذرت کے ساتھ اور معافی کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم سے بڑی کوتاہی ہوئی ہے۔بعض تراجم جو اس وقت موجود ہیں ان میں بڑی کثرت کے ساتھ غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ہم کوشش کریں گے کہ اس سال کوئی معیاری ترجمہ جو موٹا موٹا لکھا ہو جسے چھوٹا بچہ بھی پڑھ سکے جماعت کے بچوں کے ہاتھ میں آسکے۔آپ ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کے سرانجام دینے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

قواعد صدر انجمن احمدیہ کے متعلق نصیحت کرنا یا تنقید کرنا یہ ضروری بھی ہے لیکن آسان بھی ہے اور یہ کام چونکہ ضروری ہے اس لئے یہ تنقید بڑی ضروری ہے ہونی چاہیئے۔لیکن جو مختلف اوقات میں غالباً اگر میری یادداشت ساتھ دیتی ہے تو ۳۵ء یا ۳۶ء میں وہ قواعد چھپے تھے۔اُس وقت سے اِس وقت تک سینکڑوں (اگر ہزاروں نہیں) نئی تبدیلیاں اور حضور کے نئے ارشادات آچکے ہیں۔ان سب کو جمع کرنا ہے پھر بھی اس میں کوتاہی رہ جائے گی پھر بھی ہم تنقید سنیں گے اور بڑی بشاشت سے سنیں گے کہ حضور کا فلاں ارشاد درج ہونے سے رہ گیا کیونکہ ہم انسان ہیں۔ہم سے غلطیاں ہو سکتی ہیں اور ہوں گی۔

بہت بڑا کام ہے لیکن یہ ایک مسوّدہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔اس پر نظر ثانی کے بعد چھپ جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ جلسہ سے پہلے پہلے انشاءاللہ اس کی طباعت اور اشاعت ہو جائے گی۔دوست اس کے متعلق زیادہ فکر نہ کریں۔

ایک تجویز بڑی ہی اہم یہ پیش کی گئی ہے کہ مساجد کی طرف جماعت کو توجہ دینی چاہیئے اس سلسلہ میں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس دوستوں کو سنانا چاہتا ہوں، ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۹۳ میں حضور فرماتے ہیں اور یہ بڑا اہم ارشاد ہے اس کو بھولیں نہیں کبھی بھی۔حضور نے فرمایا:۔

''اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔یہ خانۂ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مساجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو وہاں ایک مسجد بنا دینی چاہیئے۔پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔لیکن شرط یہ ہے کہ قیام مسجد کی نیت بہ اخلاص ہو۔محض للہ اسے کیا جاوے۔نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو۔تب خدا برکت دے گا''۔

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

''یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجد مرصّع اور پکی عمارت کی ہو''۔

مجھ پر یہ تاثر ہے کہ ہر جگہ نہیں لیکن بعض جگہ یہ سمجھا جانے لگا ہے اور بعض دوستوں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ مسجد ان کی ضرورت اور ان کی استطاعت سے بھی زیادہ بڑی اور زیادہ شاندار ہونی چاہیئے۔مسجد کی اینٹیں ہماری شان بلند نہیں کرتیں۔وہ تقویٰ ہماری شان بلند کرتا ہے جس تقویٰ کی بنیاد پر مسجد کی دیواریں اٹھائی جاتی ہیں۔مثلاً سیالکوٹ کے ایک ضلع سے بار بار اصرار کے ساتھ یہ مطالبہ کیا گیا کہ چونکہ ہم تین یا چار افراد ہیں جماعت کے،اس لئے مسجد بنانے کا بوجھ اٹھا نہیں سکتے۔صدر انجمن احمدیہ ہمیں چھ ہزار روپے دے تاکہ ہم پکّی مسجد بنا سکیں۔حالانکہ وہاں کچی مسجد بنا کر ان ضرورتوں کو پورا کیا جا سکتا تھا۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی یاد رکھنے کے قابل ہے:۔

''یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجد مرصّع اور پکی عمارت کی ہو۔بلکہ صرف زمین روک لینی چاہیئے اور وہاں مسجد کی حد بندی کر دینی چاہیئے اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپّر وغیرہ

ڈال دو کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالیٰ تکلّفات کو پسند نہیں کرتا''۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں:۔

''غرضیکہ ہر جماعت کی اپنی مسجد ہونی چاہیئے۔ جس میں اپنی جماعت کا امام ہو اور وعظ وغیرہ کرے اور جماعت کو چاہیئے کہ سب مل کر اسی مسجد میں نماز با جماعت ادا کیا کریں۔ جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ہے کہ اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہیئے۔ اور ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو نظرانداز کر دینا چاہیئے''۔

تو مسجد کے متعلق جو تجویز ہے بڑی اہم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر نمائندگان اپنے گھروں میں جا کر یہ کوشش کریں کہ جہاں مسجد نہیں وہاں فوری طور پر حضور کی اس ہدایت کے مطابق ایک مسجد تیار ہو جائے۔ زمین گھیر لیں۔ کوئی چھپّر ڈال لیں۔ آپ کے کاموں میں خدا تعالیٰ برکت ڈالے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے طفیل۔

سندھ کی زمین کی آمد کے متعلق میں مختصر طور پر ہی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا وہ یہ ہے کہ ایک کمیٹی زراعت حضور نے منظور فرمائی ہے وہ زیادہ تفصیل میں جائے گی۔ لیکن ایک خوشخبری میں ضرور سنا دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اس علاقہ میں عنقریب ایک ''شوگر مل'' مکمل ہو رہی ہے۔ اور جب وہ مکمل ہو جائے گی تو ہمیں امید ہے کہ ہماری سندھ کی زمینوں کی آمد زیادہ نہیں تو کم از کم تین چار گنا بڑھ جائے گی۔ آپ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ اس شوگر مل کو ہمارے لئے ہی بنائے اور اس میں ہمارے لئے برکت کے سامان بنائے اور اس سے جماعت کی ترقی اور بیرونی ممالک میں اشاعت اسلام کے سامان زیادہ سے زیادہ برکتوں کے ساتھ اور اس کی رحمتوں کے ساتھ پیدا ہوں۔

مظفر گڑھ کے ایک دوست نے فرمایا تھا کہ ہمارے ہاں دو ضلعوں میں ایک مربی ہے۔ یہ مسئلہ ہم سے اتنا تعلق نہیں رکھتا۔ رکھتا تو ہے ضرور لیکن اتنا تعلق نہیں رکھتا جتنا آپ دوستوں سے اور باہر کی جماعتوں سے تعلق رکھتا ہے۔ میں بڑے دردمند دل کے ساتھ آپ کو یہ حقیقت بتاتا ہوں کہ آئندہ دس سال کے عرصہ میں بھی ایک ہی مبلغ رہے گا۔ اس لئے کہ آپ اپنے بچے وقف ہی نہیں کر رہے۔ اس وقت جامعہ احمدیہ (جو مربیوں اور مبلغوں کو تیار کرتا ہے) کی آخری کلاسوں میں (جو چار پانچ سال سے ہمیں نظر آ رہا ہے) طلبہ کی تعداد اتنی کم ہے کہ ہم اس پر غور کرتے ہیں تو کانپ اٹھتے ہیں۔ اس کا

علاج دوطرح سے کیا جا سکتا ہے۔ایک یہ کہ آپ اپنے دل میں زیادہ جرأت پیدا کریں وقف کے لئے۔اپنے بچوں کی اٹھان اس طرح کریں کہ وہ خود اپنی زندگیاں وقف کرنے کا عزم پیدا کریں تا یہ اعتراض پھر بعد میں نہ ہو کہ بعض آتے ہیں پھر بھاگ جاتے ہیں۔جو بچہ اپنے طور پر اپنے تمام حالات کو سمجھتے ہوئے زندگی وقف کرتا ہے اس کے دوڑنے کا سوال نہیں پیدا ہو سکتا۔کیونکہ جب بشاشتِ ایمان دل میں پیدا ہو جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص پھر ہلاک نہیں ہوتا۔

اور دوسرے یہ کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہماری جماعت میں کوئی مبلغ نہ تھا لیکن ہمارے مخالفین میں علماء بکثرت تھے مجھے بڑا لطف آتا ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ عبارت پڑھتا ہوں جس میں آپ فرماتے ہیں کہ سینکڑوں ہزاروں مولوی میرے خلاف اکٹھے ہو گئے اور ہر طرف سے شورش برپا ہو گئی تو گو اس وقت اس زمانہ کی طرح ہمارے مبلغ نہ تھے لیکن ہر ایک احمدی مربی اور مبلغ تھا۔جو اپنے نیک نمونہ کی وجہ سے مجسم تبلیغ تھا۔

پس ہماری جماعت کے ہر ایک فرد کو اپنے اندر صحابہؓ کا سا ایمان اور یقین پیدا کرنا چاہیئے اور نیکی اور تقویٰ کی زندہ تصویر ہونا چاہیئے۔پھر اس کے دل میں ہمدردی اور غم خواری ہو۔اگر اس کو یہ یقین ہو کہ ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتا وہ اللہ تعالیٰ کے قہر کے نیچے اپنی گردن رکھ رہا ہے۔اگر آپ چاہتے ہوں کہ وہ خدائی قہر سے بچ جائے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ خدا کے غضب کے نیچے نہ آئے تو آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کریں۔اور آپ کے دل کو اطمینان نہ ہو اور آپ اپنے گھروں میں آرام سے نہ بیٹھیں کیونکہ آپ کو نظر آ رہا ہے کہ یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں اور ہماری محبت اور ہمارے دل میں جو ہمدردی اور غم خواری کا جذبہ ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی مدد کو آئیں اور ان کو ڈوبنے سے بچائیں کیونکہ وہ ڈوب رہے ہیں۔اور ان کو جہنم کی آگ سے بچائیں کیونکہ ان کے اعمال ان کو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں ایک اور ہدایت بھی فرمائی ہے۔وہ میں دوستوں کے سامنے جو دو تین فقرے ہیں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں کہ تبلیغ تو کرنی ہے لیکن یہ یاد رکھو ’’پھر میں یہ بھی کہتا ہوں کہ سختی نہ کرو اور نرمی سے پیش آؤ۔اور جنگ کرنا اس سلسلہ کے خلاف ہے۔نرمی سے کام لو اور اس سلسلہ کی سچائی کو اپنی پاک باطنی اور نیک چلنی سے ثابت کرو یہ میری نصیحت ہے اس کو یاد رکھو۔اللہ تعالیٰ تمہیں استقامت بخشے‘‘۔

تو پاک باطنی اور نیک چلنی سب سے بڑا ذریعہ ہے تبلیغ کا اب ہر ایک کو ہم میں سے نمونہ بننا چاہیئے۔اس کو ایسا جذبہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے کہ جب کوئی اس سے دس منٹ بھی بات کرے تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہے اگر اس کے عقاید میں تبدیلی نہیں آئی تو وہ یہ نہ خیال کرے کہ یہ غلط باتیں مجھے کہہ رہے ہیں۔کبھی وہ یہ خیال نہ کرے کہ میری ہمدردی کے بغیر یہ باتیں کہی جارہی ہیں۔اس کو یہ یقین ہو کہ جو بات یہ کہہ رہے ہیں وہ میری ہمدردی کے لئے اور میری بھلائی کے لئے ہی کہہ رہے ہیں۔پھر آپ سے اس کا تعلق ہو جائے گا۔وہ ابتداء ہوگی اس کو راہ راست پر لانے کی اور نتائج کے لئے ہر وقت دعا گو رہنا چاہیئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کے نبھانے کی توفیق دے۔

ساٹھ کے قریب یہاں مشورے دیئے گئے تھے وہ میں نے نوٹ کرائے ہیں۔ہر ایک پر تنقید کا یہ وقت نہیں ہے۔میں نے جناب صدر صاحب سے یہ کہا تھا کہ جس وقت آپ چاہیں گے میں بیٹھ جاؤں گا۔لیکن میں آپ کو تسلی دلاتا ہوں کہ شوریٰ کے بعد صدر انجمن احمدیہ اجلاس کرتی چلی جائے گی جب تک کہ تمام باتوں پر غور کر کے وہ کسی نتیجہ تک نہ پہنچے“۔

بجٹ تحریک جدید پر بحث کے دوران نظارت اصلاح وارشاد سے متعلق بھی کئی امور موضوع بحث بنے جن کی وضاحت ناظر اصلاح وارشاد مولانا جلال الدین صاحب شمس نے فرمائی۔

مجلس شوریٰ کی سفارشات کے تعلق میں حضرت مصلح موعود نے جو فیصلہ جات فرمائے ان میں سے بعض کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔۱۹۶۵ء کے جلسہ سالانہ کی تاریخیں، رمضان المبارک کے باعث ۱۹۔۲۰۔۲۱ دسمبر کردی جائیں۔

۲۔روزنامہ الفضل کے خطبہ نمبر میں سلسلہ کی ضروری تحریکات اور اہم خبریں بھی درج کی جایا کریں اور انتظامیہ کی طرف سے یہ کوشش کی جائے کہ ہر جماعت میں الفضل کا خطبہ نمبر ضرور جائے جو جماعتیں اس بوجھ کی متحمل نہ ہوسکیں ان کو مفت یا رعایتی قیمت پر بھجوا دیا جائے بہر حال کوئی ایسی جماعت نہ رہے جہاں الفضل کا خطبہ نمبر نہ جاتا ہو۔

۳۔اشاعت لٹریچر کی مد میں دس ہزار روپیہ کا اضافہ کیا جائے۔

۴۔آئندہ جو زیادتی بجٹ آمد میں ہو اس کا بیشتر حصہ اصلاح وارشاد میں اس طور پر خرچ کیا جائے کہ اس میں جامعہ احمدیہ، مہمان خانہ اور متعلقہ لٹریچر بھی شامل ہو۔

ممبران شوریٰ نے اتفاق رائے سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان، تحریک جدید اور وقف جدید کے

حسب ذیل بجٹوں کی بغرض منظوری سفارش کی جسے حضرت مصلح موعود نے منظور فرمالیا۔

بجٹ صدرانجمن احمدیہ پاکستان

میزان کل آمد	۳۴,۲۴,۲۵۳/- روپے
میزان کل خرچ	۳۴,۲۴,۲۵۳/- روپے

بجٹ تحریک جدید

آمد کا بجٹ	۳۶,۲۴,۲۹۰/- روپے
خرچ کا بجٹ	۳۵,۹۱,۹۲۰/- روپے

بجٹ وقف جدید

بجٹ آمد وخرچ	۱,۷۰,۰۰۰/- (ایک لاکھ ستر ہزار) [11]

حضرت مصلح موعود کی صحت سے متعلق رپورٹ

گذشتہ سالوں کے دستور کے مطابق اس مشاورت کے اختتام پر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے حضرت مصلح موعود کی صحت سے متعلق حسب ذیل رپورٹ پیش فرمائی:۔

”بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم و علٰی عبدہ المسیح الموعود.

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھو الناصر

گذشتہ سال ماہ مارچ سے ماہ جون تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طبیعت زیادہ خراب رہی جو ہمارے لئے باعث تشویش تھی چنانچہ جون کے آخر میں لاہور کے دو ماہر ڈاکٹر، کراچی سے ڈاکٹر ذکی الحسن حضور کے معائنہ کے لئے بلوائے گئے اور انہوں نے معائنہ کے بعد کچھ علاج ٹیکے وغیرہ تجویز کئے۔اس علاج کے کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور حضور کی صحت جو گر رہی تھی سنبھل گئی۔ چنانچہ ماہ اگست میں جب ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب کراچی سے حضور کو دیکھنے آئے تو انہوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔ماہ اگست میں خاکسار نے ایک رسالہ میں پڑھا کہ رومانیہ میں ایک بہت بڑی انسٹی ٹیوٹ (INSTITUTE) میں ایک دوا تجربہ کے بعد تحقیق ہوئی ہے جس میں حضور کی بیماری کے مریضوں کو بھی بہت فائدہ ہوا ہے چنانچہ خاکسار نے اس دوا کے متعلق کتاب

فوری طور پر منگوا کر اس کا مطالعہ کیا اور اس دوا کی موجد پروفیسر ڈاکٹر اینا آسلان کو بھی حضور کی بیماری کی تفصیل لکھ کر ان سے مشورہ طلب کیا۔ پروفیسر آسلان صاحبہ کا جواب اکتوبر میں خاکسار کو ملا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ حضور کی بیماری کے بہت سے مریضوں کا علاج ان کی انسٹی ٹیوٹ میں کیا گیا ہے اور ان کو بہت فائدہ ہوا ہے مگر ساتھ ہی انہوں نے لکھا کہ یہ علاج بہت لمبے عرصے تک جاری رکھنا ضروری ہے تبھی اس کا فائدہ ہوسکتا ہے چنانچہ یہ دوا سوئٹزرلینڈ سے مکرم ومحترم مشتاق احمد صاحب باجوہ کے ذریعہ منگوائی گئی اور اکتوبر میں اس کے ٹیکے حضور کو شروع ہوئے اس دوا کے ٹیکے ہفتہ میں تین بار چار ہفتہ تک ہوتے ہیں پھر دس دن کا وقفہ کر کے دوبارہ ٹیکے کئے جاتے ہیں۔اس طرح اب تک حضور کو اس دوا کے ٹیکوں کے پانچ کورس مکمل ہوگئے ہیں اس اثناء میں ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب تین بار حضور کو دیکھنے آئے ہیں اور ہر معائنہ کے بعد ان کی تحریری رپورٹ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے حضور کی طبیعت بہتر ہورہی ہے۔جیسا کہ خاکسار نے پہلے عرض کیا ہے پروفیسر آسلان کے خیال اور تجربہ کے مطابق یہ دوا لمبے عرصہ تک استعمال کرنی ضروری ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ حضور کی بیماری لمبی ہوگئی ہے۔

ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب کی رپورٹ کے علاوہ بھی وہ افراد جو باقاعدہ حضور کو ملتے اور دیکھتے ہیں ان کا بھی یہ تاثر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور کی کئی علاماتِ بیماری میں پہلے کی نسبت کمی ہے اور طبیعت بتدریج بہتر ہورہی ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہماری تضرّعات کو سنا اور حضور کی بیماری میں بتدریج کمی کر کے شفا کی طرف رخ پھیر دیا مگر یہ بہتری ابھی ابتدائی مراحل میں ہے اور جہاں مسلسل علاج کی ضرورت ہے جیسا کہ ایک مومن پر فرض ہے کہ وہ تدبیر مکمل کرے وہاں اس سے بڑھ کر یہ فرض ہے کہ وہ بھروسہ صرف اپنے قادر خدا پر رکھے کہ وہی ہے جو کوششوں کے بہتر نتائج پیدا فرماتا ہے۔پس اے میرے بزرگو اور میرے بھائیو اب حالات ایسے معلوم ہورہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے ساتھ رجوع کرنا چاہتا ہے اور یہی دن ہیں جبکہ ہمیں اپنی دعاؤں کو تیز سے تیز تر کر دینا چاہئیے اور اٹھتے بیٹھتے ہر گھڑی اپنے دلوں کو گریہ وزاری کے ساتھ اپنے رب کے حضور پیش کر دینا چاہئیے تا اس کی رحمت جواب بظاہر حرکت میں آچکی ہے پورے زور کے ساتھ ظاہر ہو اور ہمارے پیارے امام کو جلد ہی کامل شفا عطا ہو اور فعال اور بہت لمبی زندگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے۔آمین یارب العالمین

حضرت اقدس کا ایک رؤیا اپنی بیماری اور پھر شفا کے متعلق ہے......اس رؤیا سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی بیماری کا علاج دواؤں سے نہیں بلکہ دعاؤں سے ہوگا۔حضور کا یہ رؤیا الفضل ۲۵ راگست ۱۹۶۴ء میں بالتفصیل درج ہے......اس سے صاف ظاہر ہے کہ احباب جماعت پر حضرت اقدس کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی کتنی بھاری ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔پس خاکسار یہ درخواست کرتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے نمائندگان جو درحقیقت تمام جماعت کی نمائندگی کررہے ہیں وہ اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور اپنی جماعتوں میں واپس جا کر خاص اجتماعی دعاؤں اور انفرادی دعاؤں کا اہتمام کریں اور التزام کے ساتھ اس کو جاری رکھیں تا ہمارا آسمانی آقا جو اس وقت ہماری طرف رجوع برحمت ہوا ہے ہماری انتہائی گریہ وزاری کو دیکھ کر پورے جوش کے ساتھ اپنی رحمت اور فضل نازل فرمائے اور ہمارے پیارے امام اور محسن کو کامل وعاجل شفا عطا فرماوے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

خاکسار یہ بھی عرض کرتا ہے کہ جس طرح رؤیا میں حضور کو دکھایا گیا ہے جماعتیں اسی رنگ میں دعا کا اہتمام کریں اور رؤیا والے الفاظ میں دعا کریں کیونکہ یہ بھی سنت اللہ ہے کہ جب وہ اپنے کسی برگزیدہ کو رؤیا میں دعا کے الفاظ بتاتا ہے تو پھر وہ اس دعا کو ضرور شرف قبولیت عطا فرماتا ہے وہ یقیناً اپنے بندوں پر رحم فرماتا ہے کہ وہ ہے ہی ارحم الراحمین مگر سوال یہ ہے کہ بندے بھی اپنے آپ کو اس کی رحمت کا اہل بنائیں اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام تعلیم اور نصائح پر پوری طرح کاربند ہونے کی کوشش کریں۔آپس میں محبت اور الفت کا سلوک کریں نہ کہ دوسرے کی عیب چینی اور غیبت اور بدگمانی اور بہتان تراشی کرنے والے ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھے اور ہماری دعاؤں کو قبول فرما کر ہمارے محسن امام کو کامل شفا اور فعال زندگی عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔‘‘

شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے اجتماعی پُرسوز دعا کرانے سے قبل حسب ذیل الوداعی تقریر فرمائی:۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے لئے یہ معیار مقرر فرمایا ہے کہ اسلام کی زندگی ہم سے ایک فدیہ چاہتی ہے اور وہ کیا ہے؟ ہمارا اس کی راہ میں مرنا۔اور فرمایا ؎

در رہ عشق محمدؐ ایں سر و جانم رود
ایں تمنّا ایں دعا ایں در دلم عزم صمیم

تمام خیر و برکت حضور نے اسی بات میں سمجھی اور اپنی زندگی اس بات میں گزاری کہ اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تمام دنیا میں پھیلایا جائے اور اسی لئے آپ نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد ہم سے لیا۔ اور حضور کو جو تمنا تھی اسلام پھیلنے کی اس کے لئے حضور نے اپنی زندگی میں تحریر، تصنیف، دعا، مجاہدے وغیرہ سب کچھ کیا لیکن حضور دو دعائیں ہمیشہ کے لئے تاقیامت چھوڑ گئے۔ ایک دعا منفی ہے اور ایک دعا مثبت۔ منفی دعا یہ ہے۔

اے خدا ہرگز مکن شاد آں دل تاریک را آنکہ او را فکر دینِ احمدؐ مختار نیست

کوئی ہو جسے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے پھیلانے کی خواہش نہیں ہے اور اسے اس بات کا درد نہیں ہے آپ کی دائمی یہ بددعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شاد کام نہ کرے۔ اس کے برعکس آپ کی ایک دائمی دعا ہے اللہ تعالیٰ کے حضور تاقیامت ۔

کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

اے خدا سینکڑوں رحمتیں نازل کر اس شخص پر جو دین کی امداد کرنے والا ہے۔ اور اگر وہ کبھی مشکل میں پھنس جائے تو تُو اپنے فضل سے اس کی مشکل دور کرنا۔ یہ دونوں دعائیں متقابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پہلی بددعا سے ہم میں سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور اس دوسری دعا سے بہرہ ور کرے اور ہمارے دلوں میں اور ہماری نسلوں کے دلوں میں اسلام کا درد ہو اور ہماری زندگی اسلام کے درد میں اس طرح بسر ہو۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے تھے اور ان کا منشاء تھا۔ اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ جیسے حضور چاہتے تھے خدا تعالیٰ ہمیں ویسا ہی بنا دے''۔

اس تاریخی مجلس مشاورت میں ۵۶۸ نمائندگان جماعت نے شرکت فرمائی۔ [12]

شیخ محمد احمد صاحب مظہر کی لسانی تحقیق پر اخبار پاکستان ٹائمز کا خراجِ تحسین

برصغیر کے ممتاز ماہر لسانیات شیخ محمد احمد صاحب مظہر (امیر جماعت ضلع لائل پور) ایڈووکیٹ ہائیکورٹ مغربی پاکستان برسوں سے جو لسانی تحقیق فرما رہے تھے اس کا پہلا شیریں ثمر دسمبر ۱۹۶۳ء میں ایک مستقل انگریزی تصنیف کی شکل میں نمودار ہوا جس کا نام تھا ARABIC THE SOURCE OF ALL THE LANGUAGES۔ یہ کتاب مکرم سید داؤد احمد صاحب

ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز ربوہ کی خصوصی توجہ سے اشاعت پذیر ہوئی۔ محقق عیسائیت جناب شیخ عبدالقادر صاحب نے مطلوبہ لٹریچر کی فراہمی سے فاضل مؤلف کی معاونت فرمائی اور رانا منظور احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ سرگودھا ڈویژن نے مسوّدہ ٹائپ کیا۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس انکشاف کو سامنے رکھ کر زبانوں پر تحقیق کی گئی تھی کہ عربی ''اُم الالسنہ'' ہے۔ یعنی تمام زبانوں کی ماں ہے۔ مکرم شیخ صاحب نے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر دنیا کی ۵۰ زبانوں پر تحقیق کر کے ثابت کیا کہ وہ عربی زبان سے ہی نکلی ہیں۔

۲۸ مارچ ۱۹۶۵ء کو پاکستان کے مقتدر اور کثیر الاشاعت انگریزی اخبار ''پاکستان ٹائمز'' نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر کو زبردست خراج تحسین ادا کیا۔ چنانچہ لکھا:۔

"ARABIC- The Source of All the Languages"- by Mohammad Ahmad Mazhar, Advocate, Lyallpur. A Review of Religions Publications; Price Rs. 35/-; Pages 316

"According to the author, this book is the outcome of sixteen years of patient research in the field of origin of languages. He has briefly, discussed the onomatopoeic, the interjectional, the gesture theories of the origin and with the help of apt quotations from eminent philologists like Herder, Maxmuller, Jesperson etc., proved that these theories carry us nowhere. Having come to a dead end, some of these philologists called the languages illogical and unscientific. Drawing upon the Bible, the Quran and the Encyclopaedia Brittanica, the author, however, joined some others in voicing the theory that God Himself taught a language to Man and *that language* is the mother of all languges.

The commonly held theory is that there are three families of languages - the Indo-European, the Semitic, the Ural Turanian.

Sanskrit has been proved to be the proto-Aryan. For some time, it was being proffered as probably the mother of all due to its grammatical perfection and antiquity. Having failed to prove their theory, the Orientalists and Philologers did not examine the possibility that in fact the three representative groups may really have emanated from the same source and in this way the claim of Arabic was at first by-passed and later not considered at all. Their failure, however, led them, particularly Maxmuller, to think of the monogenesis theory which, he hoped, may one day be proved.

The author then dwells upon the following well-known verses of the Quran:-

"And among His signs is the creation of the heavens and the earth and the diversity of your tongues and colours. In that, surely are signs for those who possess knowledge." (30:23)

This verse has been taken to be a prophecy that behind the diversity of languages will be found a common origin.

"And God taught Adam all names" (2:32).

"The Beneficent (Rahman) taught the Quran. He created man, taught him the mode of expression (Bayan)"- (55:2-5).

"This is Arabic tongue, plain and clear"-(16: 104).

"These are the verses of the Book that makes things manifest"-(15: 2).

It has been argued that these verses put forth the claim of Arabic as the original language of mankind.

This leads the author on to consider the peculiarities of Arabic and its perfection (as opposed to the artificialities of Sanskrit and other languages). Its triliteral roots, which number about 25,000 against only 800|2,000 of Sanskrit, its complete independence of prefixes and suffixes, its families of words covering a gradual evolution of meanings, its definite spellings, its brevity, the philosophy and reason behind words etc. It combines economy of words with vastness of meanings. It has very few loan words.

In the opinion of the author the homonyms in the other languages are due to the inability of other languages to retain the origional delicate shade of pronunciation of the Arabic alphabet e.g., of ص - ش - ث or ظ - ز - ذ or of the six delicate words ی - و - ہ - ع - ح - ا. He has illustrated how Chinese, Sanskrit, Hindi, Persian, Latin, Italian, Greek, Russian homonyms can be traced back to Arabic originals with the restoration of the appropriate letters.

He enumerates what he calls the disease of words in philological terms like Aphesis, Apherisis, Elision, Prosthesis, Metathesis, sound changes etc. He points out that Arabic roots are free from all these diseases of subtraction, addition, suppression, inter-change etc., of letters.

Etymology means the origional form and meaning of a word. To trace a word back to its origin requires application of definite laws, which the author illustrates and develops through

comparison of numerous roots of the major languages with those of Arabic to conclude that since the Arabic roots are traceable in all the other languages it must be held to be the Mother of all.

According to Mr. Mazhar, the author, the missing link between the Aryan and Semitic languages are the six delicate words ا - ح - ع - ہ - و - ی which were long lost to the Aryan languages but which if restored appropriately to the biliteral roots of those languages would restore the Arabic triliteral root. The second missing link are the letters K, G, Y and S which are to be re-affixed for the same purpose.

A brief summary of the Rules and Formulas and of the steps to be taken to arrive at the original root of Arabic is given at pages 127-128.

The third part of the Book (pages 129-316) is a dictionary compiled by the author to trace original Arabic roots from English, French, German, Spanish, Latin, Italian, Greek, Russian, Persian, Aryan roots, Sanskrit, Hindi and even Chinese. In the beginning are given guiding instructions for consultation of this dictionary.

The formulas evolved by the author are invariably and sufficiently illustrated by telling examples. The book forms a fascinating reading providing surprises at every page. A considerably long period of intensive comparative study of the major languages and philological treatises have gone into the compilation of this book. It turns a seemingly impossible task

into an easy mathematical one. The philological part covers only a portion.

The author has drawn inspiration from *Minanur Rehman*, a book written by the Founder of the Ahmadiyya Movement, holding the claim of Arabic to be the *Ummul Alsena*. The broad outlines of that book have been filled in by the present author who has quoted amply from the earlier book. A book of such a scholarly nature could well have been spared a devotional introduction and consclusions to keep it out of the arena of controversy and to be judged purely on its scientific merits. It has been asserted that the author of *Minanur Rehman* was the first ever to have divined that Arabic was the very first language. Some Philologists like Maxmuller, however, preceded him with the monogenesis theory. The question of the first propounder of the Arabic theory remains open to research and confirmation.

The claim of Arabic to be proto-semitic has been established for quite some time as the article on Arabic in the Encyclopaedia and some other books would show. There is no discussion of this stage of recognition of Arabic in the book under review.

The emphasis of both the writers is on the claim of the Quran to be قرآن عربی مبین. Quoting this very claim of the Quran, Alfred Guillaume, the author of the book entitled Islam [and the compiler of the earliest biography of the Prophet by Ibn Ishaq] has cast reflections on the Arabic language by enumerating a few words from the Quran itself which, according to him, are not of

Arabic origin. The philological weakness of his objection requires exposition at the hands of scholars like the author of this book.

The book is at once a fulfilment and a challenge. One wishes the Islamic Research Institute, Karachi, the compilers of the Urdu Encyclopaedia of Islam and the Oriental College, Lahore, to pick up the thread and weave the entire web."

MAQBOOL ELAHI.[13]

ترجمہ: مصنف کا بیان ہے کہ یہ کتاب زبانوں کے آغاز کے مسئلہ کے متعلق مصنف کی سولہ سالہ مسلسل تحقیق کا نتیجہ ہے۔آغاز زبان کے متعلق جومختلف نظریات ہیں۔مصنف نے ان پر مختصر بحث کی ہے۔اور ماہرین لسانیات مثلاً ہرڈر، میکس مُلر، جفرسن وغیرہ کی تصانیف سے برجستہ حوالہ جات دے کر ثابت کیا ہے کہ مذکورہ نظریات ہمیں کسی منزل پر نہیں پہنچاتے اس راستے کو بند پا کر بعض علمائے السنہ نے زبانوں کو منطق اور حکمت سے عاری قرار دے دیا۔ بائیبل، قرآن مجیداور انسائیکلو پیڈیا برٹینکا کے حوالہ جات پیش کر کے مصنّف نے ان علمائے السنہ سے اتفاق کا اظہار کیا ہے جن کے نزدیک خدا تعالیٰ نے خود انسان کو زبان سکھائی اور وہی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔

عام نظریہ یہ ہے کہ زبانوں کے تین بڑے خاندان ہیں یعنی انڈو یورپین، سامی اور تورانی۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سنسکرت آرین زبانوں میں مقدم تر ہے۔سنسکرت کی قدامت اور اس کی گرامر کے مکمل ہونے کی وجہ سے ایک عرصہ تک یہ ادّعا کیا جاتا رہا کہ غالباً سنسکرت تمام زبانوں کی ماں ہے۔ لیکن جب یہ نظریہ ثابت نہ ہوسکا تو مستشرقین اور علمائے السنہ نے اس بات پر غور نہ کیا کہ زبانوں کے مندرجہ بالا تینوں خاندانوں کا ایک ہی منبع سے نکلنا ممکن ہے۔اس طریق پر شروع میں تو عربی کی طرف سے پہلو تہی اختیار کی گئی اور زاں بعد عربی کے دعویٰ پر غور ہی نہیں کیا گیا تاہم اس ناکامی کی وجہ سے بعض علمائے السنہ خصوصاً میکس ملر اس بات کے قائل ہو گئے کہ تمام زبانوں کا منبع ایک ہی ہونا چاہیئے انہوں نے امید ظاہر کی کہ کسی دن یہ بات ثابت ہو جائے گی۔

اس کے بعد مصنف نے قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔

''اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں''۔(۲۳:۳۰)

ظاہر کیا گیا ہے کہ اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے کہ زبانوں کے اختلاف کے پیچھے ایک مشترک منبع متحقق ہو جائے گا۔

''اور خدا تعالیٰ نے آدم کو تمام اسماء سکھائے''۔(۳۲:۲)

''رحمٰن خدا نے قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا''۔(۵۵:۲۔۵)

''یہ عربی زبان ہے جو صاف اور واضح ہے۔''(۱۶:۱۰۴)

''یہ کتاب کی آیات ہیں جو اپنے بیان میں واضح ہیں''۔(۲:۱۵)

یہ بحث کی گئی ہے کہ ان آیات میں یہ دعویٰ موجود ہے کہ زبان عربی بنی نوع انسان کی پہلی زبان ہے۔

اس کے بعد مصنف نے عربی زبان کی خصوصیات اور اس کی اکملیت پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ بمقابلہ عربی سنسکرت اور دوسری زبانوں میں تصنع اور بناوٹ ہے عربی کے روٹوں کا سہ حرفی ہونا۔ سنسکرت کے ۸۰۰ یا ۲۰۰۰ مادوں کے مقابلہ میں عربی کے تقریباً پچیس ہزار مادے۔ عربی زبان کا سابقوں اور لاحقوں سے بے نیاز ہونا۔ عربی زبان کے الفاظ کا مختلف خاندانوں میں تقسیم ہونا اور ان میں معانی کا ارتقاء پایا جانا۔ عربی الفاظ کا وجہ تسمیہ پر مبنی ہونا۔ عربی کا تھوڑے الفاظ میں کثیر معانی کو ادا کرنا اس میں دخیل الفاظ کا نہایت قلیل ہونا مصنف نے ان امور پر بحث کی ہے۔

تجنیس خطی کی وجہ سے دوسری زبانوں کے اندر عربی زبان کے کئی الفاظ مخلوط ہو کر بعض دفعہ ایک لفظ بن گیا ہے۔ مصنف کی رائے میں اس اختلاط کی وجہ یہ ہے کہ عربی حروف تہجی کے باریک فرق کو غیر زبانیں ادا نہیں کر سکتیں مثلاً ص۔ ش۔ ث۔ کا فرق یا ذ۔ ز۔ ض۔ ظ وغیرہ کا امتیاز۔ علاوہ ازیں چھ نازک حروف یعنی ا۔ ح۔ ع۔ ہ۔ و۔ ی کا امتیاز بھی غیر زبانوں میں قائم نہ رہ سکا۔

مصنف نے مثالیں دے کر واضح کیا ہے کہ چینی زبان، سنسکرت، ہندی، فارسی، لاطینی، اطالوی، یونانی، روسی زبان کے مخلوط الفاظ کا سراغ عربی زبان کے جداگانہ ماخذوں تک پہنچایا جا سکتا ہے بشرطیکہ صحیح حروف بحال کئے جائیں۔

اس کے بعد مصنف نے غیر زبانوں کے الفاظ کے امراض یعنی عیوب پر علم اللسان کی

اصطلاحات کے ذریعہ سے بحث کی ہے یعنی حروف کا گر جانا۔حروف کا زیادہ ہوجانا۔حروف کا مقلوب ہو جانا۔حروف کا بدل جانا وغیرہ۔ پھر مصنف نے واضح کیا ہے کہ عربی زبان کے الفاظ ان امراض سے بالکل بری ہیں۔اوران میں حروف کی کمی بیشی،حذف اورابدال وغیرہ نہیں پائے جاتے۔

کسی لفظ کے ماخذ سے یہ مراد ہے کہ ابتدائی حالت میں اس کی کیا شکل اور کیا معنے تھے کسی لفظ کا ماخذ دریافت کرنے کے لئے معین قوانین بروئے کار لانے پڑتے ہیں۔اس امر کی توضیح کے لئے مصنف نے بڑی بڑی زبانوں کے کثیر روٹوں کی مثالیں دے کر عربی تک پہنچایا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ چونکہ عربی زبان کے روٹوں کا کھوج باقی تمام زبانوں میں ملتا ہے اس لئے لازماً عربی زبان باقی تمام زبانوں کی ماں ہے۔

مظہر صاحب کے نزدیک آرین اور سامی زبانوں کے درمیان گم شدہ کڑی چھ نازک حروف ہیں یعنی ا ۔ ح ۔ ع ۔ ہ ۔ و ۔ ی اور عرصہ دراز سے آرین زبانیں ان چھ حروف کو گم کر چکی ہیں۔لیکن اگر صحیح طریق پر یہ حروف آرین زبانوں کے دوحرفی روٹوں پر بحال کئے جائیں تو عربی زبان کے سہ حرفی روٹ بحال ہوجائیں گے۔

دوسری گمشدہ کڑی حروف Y,G,K اور S ہیں جو اسی مقصد کے لئے بحال کرنے پڑتے ہیں۔ جو قواعد اور فارمولے عربی زبان کے روٹوں کا سراغ لگانے کے لئے مصنف نے دریافت کئے ہیں ان کا خلاصہ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ پر درج ہے۔

کتاب کا تیسرا حصہ یعنی ۱۲۹ تا ۳۱۶ وہ ڈکشنری ہے جو مصنف نے مندرجہ ذیل زبانوں کے الفاظ کا سراغ عربی مأخذوں تک پہنچانے کے لئے مرتب کی ہے یعنی انگریزی،فرانسیسی، جرمن، سپینش ،لاطینی،اطالوی،یونانی،روسی،فارسی،آرین روٹ،سنسکرت،ہندی نیز چینی زبان۔ اس ڈکشنری کے شروع میں قارئین کی راہبری کے لئے ہدایات درج ہیں۔

جو فارمولے مصنف نے دریافت کئے ہیں ان کی وضاحت برجستہ اور مؤثر مثالوں کے ذریعہ سے بخوبی کی گئی ہے۔کتاب کا مطالعہ نہایت دلکش ہے اور اس کا ہر صفحہ حیرت انگیز ہے۔اس کتاب کی تالیف دو امور پر مبنی ہے یعنی لمبے عرصہ تک بڑی بڑی زبانوں کا موازنہ اور علم اللسان کی کتابوں کا گہرا مطالعہ۔ جو بات بظاہر ناممکن تھی اس کتاب کے ذریعہ سے آسان اور ایک حسابی صداقت ہوگئی ہے۔ کتاب کا لسانیاتی حصہ جزواً دیا گیا ہے۔مصنف کا سرچشمہ فیض کتاب ’’منن الرحمٰن‘‘ ہے جو تحریک

احمدیت کے بانی کی تصنیف ہے۔جس میں عربی زبان کے امّ الالسنہ ہونے کا دعویٰ پیش کیا گیا ہے۔ منن الرحمٰن کے چیدہ چیدہ حصے مصنف نے کتاب میں تحریر کئے ہیں اورمنن الرحمٰن کے متعدد حوالہ جات درج کئے ہیں۔ایسی فاضلانہ کتاب سے ایک پُر اخلاص تعارف نامہ اوراس کے نتائج کو حذف کیا جا سکتا تھا تا کہ بلاحیل و حجت کتاب کی خوبیاں سائنٹفک اصول پر پرکھی جاتیں۔کتاب میں یہ دعویٰ کیا گیاہے کہ سب سے پہلے منن الرحمٰن کے مصنف نے عربی زبان کے اولین زبان ہونے کا نظریہ پیش کیا تاہم بعض علمائے السنہ مثلاً میکس ملراس سے پیشتر ایک زبان کا نظریہ اختیار کر چکے تھے۔ہاں یہ امر کہ عربی زبان کے متعلق جونظریہ پیش کیا گیا ہے اس کا بانی کون تھا قابلِ تحقیق وتصدیق ہے۔

انسائیکلوپیڈیا میں ایک آرٹیکل موجود ہے کہ عربی زبان سامی زبانوں میں قدیم ترین ہے۔بعض اورکتابیں بھی اس کی مظہر ہیں۔کتاب زیرنظر میں عربی کے متعلق سامی زبانوں میں قدیم ترین ہونے کی بحث نہیں کی گئی۔

دونوں مصنفوں کا زوراس بات پر ہے کہ قرآن شریف کی زبان عربیٌ مُبین ہے۔قرآن شریف کے اس دعویٰ کے متعلق الفریڈ گلیم نے اپنی کتاب موسومہ ’’اسلام‘‘ میں عربی زبان پر اعتراضات کئے ہیں اورقرآن شریف کے چندالفاظ کوغیرعربی الفاظ ظاہر کیا ہے۔الفریڈ کے اعتراض کے اندرلسانیاتی نقطۂ نظر سے جوکمزوری ہے اس کی تردید فاضل مصنف جیسے اشخاص کی طرف سے تحریر ہونی مناسب ہے۔

کتاب زیرِنظر نے ایک مقصدکو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے نیز یہ کتاب ایک کھلا چیلنج ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کراچی، اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مؤلفین اور اورینٹل کالج لاہور کتاب زیرِنظر کا سررشتۂ تحقیق ہاتھ میں لیں اوراس کام کومکمل کریں۔[14]

واقعہ صلیب پر برطانوی ڈاکٹر کی جدید تحقیق اوراس کے خلاف ردّعمل

اس سال برطانیہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ ہوا جس نے ملک بھر کے مذہبی حلقوں میں ایک تہلکہ سا مچادیا۔یہ واقعہ اوراس کے ردّعمل کے طور پر ظاہر ہونے والا ہنگامہ اس لحاظ سے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ یہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی صداقت اور سلسلہ احمدیہ کی حقانیت کے ایک زبردست ثبوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ہوایوں کہ وہاں کے ایک نامی گرامی طبی ماہر نے امراض غشی کے تعلق میں

اپنے وسیع تجربہ اور جدید تحقیق کی بناء پر اس حتمی اور یقینی رائے کا اظہار کیا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ ان پر اس وقت محض غشی کی حالت طاری ہوگئی تھی جو موت کے مشابہ تھی۔ فی الاصل وہ زندہ ہی تھے اور زندہ حالت میں ہی صلیب پر سے اتارے گئے تھے۔انہوں نے اپنی اس رائے اور نظریہ کو صرف اپنے اور اپنے احباب تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس پر مشتمل ایک مضمون بھی وہاں کے مشہور اخبار ''سنڈے ٹائمز'' میں شائع کرا دیا۔مضمون کا شائع ہونا تھا کہ ملک کے مذہبی حلقوں میں ایک شور پڑ گیا۔اس کی تردید اور تائید میں مضامین اور بیانات شائع ہونے شروع ہوگئے۔

اس ہنگامہ کی صدائے بازگشت شمالی امریکہ بھی پہنچی۔چنانچہ اس مضمون اور اس کے شدید ردعمل پر کینیڈا کے اخبار ''ٹورانٹو ڈیلی سٹار'' (TORONTO DAILY STAR) میں ایلن سپریگٹ (ALLEN SPRAGGETT) نامی کالم نویس کا ایک تفصیلی نوٹ شائع ہوا جس میں انہوں نے اس برطانوی ڈاکٹر کے نظریہ پر روشنی ڈالنے کے علاوہ اس امر کا بھی ذکر کیا کہ ابتدائی زمانہ کا ایک مسیحی فرقہ بھی اسی نظریہ کا حامل تھا کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔پھر انہوں نے یہ بھی لکھا کہ یہ نظریہ اسلام کے بھی عین مطابق ہے کیونکہ قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ صلیب پر مسیح علیہ السلام کی موت واقع نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کی حالت اس وقت ایک وفات یافتہ انسان کی سی ہوگئی تھی۔ایلن سپریگٹ کا یہ نوٹ بہت دلچسپ اور خاص اہمیت کا حامل ہے۔اس کا اردو ترجمہ ذیل میں درج ہے۔وہ لکھتے ہیں:۔

''کیا فی الواقعہ صلیب پر مسیح کی موت واقع ہوگئی تھی؟ اس سوال کے جواب میں ایک برطانوی ڈاکٹر نے اپنا یہ نظریہ شائع کر کے کہ...... مسیح صلیب پر نہیں مرا تھا اس لئے وہ مر کر جی نہیں اٹھا...... برطانیہ میں غیظ و غضب کی ایک لہر دوڑا دی ہے۔

اس مسئلہ پر سینٹ تھامس ہسپتال لندن میں امراض غشی کے خصوصی ماہر ڈاکٹر جے۔جی۔بورن (DR. J. G. BOURN) نے حال ہی میں وہاں کے اخبار ''سنڈے ٹائمز'' میں اپنے خیالات پیش کئے ہیں۔ڈاکٹر بورن ایک راسخ العقیدہ عیسائی کے طور پر مشہور ہیں۔انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ صلیب پر لٹکنے کے دوران مسیح پر ایک قسم کی غشی طاری ہوگئی تھی اور جب اسے قبر میں رکھا گیا تھا تو وہ مردہ نہیں تھا۔

انہوں نے اپنے اس نظریہ کی بنیاد غشی کے بعض مریضوں کے گہرے معائنہ اور تجربہ پر رکھی

ہے۔ان مریضوں پر بعض دواؤں کے ذریعہ بیہوشی طاری کی گئی تھی۔ان کا کہنا ہے کہ بعض مریضوں کو سیدھا کھڑا کر کے بیہوش کیا گیا۔ان میں سے بعض غشی اور سکتہ کی حالت میں نصف گھنٹہ رہے۔بعض کی یہ حالت کئی گھنٹے اور بعض کی ایک یا دو دن تک جاری رہی۔اور ایک مریض تو اس حالت میں مسلسل دو ہفتہ رہا تب کہیں جا کر اسے ہوش آیا۔

مسیح کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر بوُرن نے لکھا ہے...... ہوسکتا ہے کہ مسیح کی صلیبی موت پر اعتراض کو بے دینی سے تعبیر کیا جائے۔لیکن ایسی وجوہ موجود ہیں جن کی بناء پر یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ فی الحقیقت صلیب پر لٹکی ہوئی حالت میں مسیح پر غشی طاری ہوگئی تھی اور یقین یہ کر لیا گیا کہ اس کی موت واقع ہوگئی ہے۔بعدازاں ان کی غشی کی وہ حالت دور ہوگئی اور وہ باقاعدہ ہوش میں آگئے۔

ڈاکٹر بوُرن نے اپنے اس نظریہ کو پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ اپنے اس نظریہ سے میں عیسائیت کو تباہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ میرا احساس یہ ہے کہ میرے نظریہ کے نتیجہ میں ان لوگوں کے لئے عیسائیت میں زیادہ کشش پیدا ہو جائے گی جو مسیح کے مرکر جی اٹھنے کی غیر فطری توجیہہ کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

فی الحقیقت غشی سے متعلق ڈاکٹر بوُرن کا یہ نظریہ نیا نہیں ہے بلکہ اس پر قدامت کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ابتدائی زمانہ کے مسیحی کلیسیا میں (ڈوسیٹسٹس نامی) ایک فرقہ تھا جو یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ مرگیا ہے۔یہی نظریہ باضابطہ اسلامی عقیدہ کی بھی حیثیت رکھتا ہے۔کیونکہ مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید میں لکھا ہے ”یہودیوں نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب دی وہ ان کے لئے ایک ایسے شخص کے مشابہ ہوگیا کہ جسے صلیب دے دی گئی ہو۔“

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کا ایک فرقہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ مسیح واقعہ صلیب کے بعد ہندوستان آیا اور وہاں چالیس سال تک رہا۔یہاں تک کہ اس نے وہیں وفات پائی۔اس کا مقبرہ جو کشمیر کے شہر سرینگر میں بیان کیا جاتا ہے خانقاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔جہاں لوگ زیارت کے لئے جاتے ہیں۔“ 15

آگے چل کر ایلن سپر یگیٹ نے اس شدید ردعمل کا ذکر کیا جو ڈاکٹر بوُرن کے نظریہ کی اشاعت پر برطانیہ میں ظاہر ہوا۔چنانچہ اس نظریہ کے خلاف اور اس کے حق میں انہوں نے متعدد پادریوں کے

بیانات درج کئے ہیں۔ان میں سے ڈونلڈ گلیز نامی پادری کا بیان بہت دلچسپ ہے۔انہوں نے صاف کہا کہ عیسائیت میں مسیح کی صلیبی موت کو بنیادی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ایک شخص اس کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے چنانچہ ان کے اس بیان کا ذکر کرتے ہوئے ایلن سپریگٹ نے اپنے نوٹ میں لکھا:۔

''کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص عیسائی رہتے ہوئے یہ اعتقاد بھی رکھے کہ صلیب پر مسیح مرا نہیں تھا بلکہ اس پر صرف بے ہوشی طاری ہوئی تھی؟......اس سوال کے جواب میں بلور سٹریٹ یونائیٹڈ چرچ کے نائب پادری ریورنڈ ڈونلڈ گلیز (DR. DONALD GILLIES, ASSISTANT MINISTER, BLOOR STREET UNITED CHURCH) نے کہا ہے۔یقیناً یہ ممکن ہے۔کیونکہ ایک عیسائی کا عیسائی رہنے کے لئے مسیح کی صلیبی موت کی مخصوص نوعیت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔مسیح کی صلیب تو صرف اس امر کی ایک علامت ہے کہ انسان اپنی موت تک تسلیم ورضا اور اطاعت کا نمونہ پیش کرتا چلا جائے''۔[16]

امریکی رسالہ''ٹائم'' کا معذرت نامہ

امریکی رسالہ ٹائم نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۶؍اپریل ۱۹۶۵ء میں حضرت ہاجرہؓ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لونڈی قرار دیا تھا۔یہ ایک دلخراش بات تھی جس کی کوئی سند نہ تھی اور نہ ہی حقائق کے مطابق تھی۔سوضروری تھا کہ اس کی تردید کی جاتی۔لہذا محترم کریم اللہ صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ ''آزاد نوجوان'' مدراس بھارت نے رسالہ مذکور کے نام ایک خط ۱۸؍اپریل کو لکھا۔جس کا اردو ترجمہ اخبار''آزاد نوجوان'' نے مورخہ ۲۳؍اپریل ۱۹۶۵ء میں اپنے اداریہ کے ساتھ شائع کیا۔کریم اللہ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:۔

''ہماری تنقید وتبصرہ کا مدعا یہ تھا کہ ام المومنین حضرت ہاجرہؓ کے اعلیٰ مقام کو معاصر ٹائم پر انجیل کی روشنی میں واضح کیا جائے اور بتایا جائے کہ ایسی قابل احترام مستورات کو قرآن کریم کس قدر بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے اس بحث کے دوران میں ہم نے قرآن کریم کی اس آیت کو اخلاق کا قابل تقلید نمونہ بنا کر پیش کیا تھا:۔

اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ وَاَزۡوَاجُہٗۤ اُمَّہٰتُہُمۡ (الاحزاب:۷)

مومنوں کے نزدیک خدا تعالیٰ کا نبی اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہوتی ہیں۔ اسرائیلی روایتوں نے بعض پاکدامن اور قابل احترام خواتین کی گستاخی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ کسی نے ہاجرہؑ پر الزام لگایا تو کسی نے مریم صدیقہ علیھا السلام پر بہتان باندھا۔

قرآن کریم نے ان اسرائیلیوں کو نیک بیویوں کا احترام سکھایا بلکہ اخلاق کا معیار بھی بتایا اور اگر قرآن کریم کا نزول نہ ہوتا تو حضرت مریم صدیقہؑ کی ذات بہتان عظیم کا ہمیشہ نشانہ بنی رہتی۔ عیسائی دنیا پر قرآن کریم کا ایک یہ بھی احسان ہے کہ اس نے مریم صدیقہؑ کو یہ کہہ کر بری فرمایا

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا (النساء :۱۵۷)

فطرت انسانی کے اخلاقی تقاضے ہی کچھ ایسے ہیں اور مذہبی شائستگی اسی کا نام ہے کہ پیشوایان مذاہب کا احترام کیا جائے۔ ان کے گھر بار اور اولاد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ باقی رہے اختلافی مسائل ان پر شرافت کے دائروں میں رہ کر بحث کی جائے اور فریق ثانی کے دلائل پر انصافاً ٹھنڈے دل سے سوچا جائے اور جب حق ثابت ہو جائے تو شریفوں کا یہ فریضہ ہوتا ہے کہ اپنی ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر صداقت کو تسلیم کر لیں۔

چنانچہ خوشی کی بات ہے کہ رسالہ ’’ٹائم‘‘ نے ہمارے خط کو اس نقطہ نظر سے دیکھا اور پھر بذریعہ ہوائی ڈاک اس کا جواب بھی ہمارے نام ارسال کیا۔ اس جواب کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

’’ٹائم بذریعہ ہوائی ڈاک

(اِن کارپوریٹڈ) ٹائم اینڈ لائف بلڈنگ۔ راک فیل سنٹر

نیویارک ۱۰۰۲۰۔ جون ۱۹۶۵/۱۵ء۔

عزیزم مسٹر کریم اللہ!

براہ کرم ہماری معذرت قبول فرمائیے آپ کے خط کا جواب جلدی نہ دیا جا سکا ایک غیر عادتی (غیر معمولی) ڈاک کی بھاری مقدار ہماری خط و کتابت میں دیر کا باعث بن گئی۔

ہماری ۱۶ / اپریل والی اشاعت کے رنگین تصاویر والے مذہبی مضمون ’’مسلم دنیا کی جدوجہد برائے رواج جدید‘‘ سے متعلق آپ کے تعریفی کلمات کا شکریہ۔ ہم یہ جان کر خوش ہوئے کہ آپ نے ہمارے مضمون کے چند بے لاگ تبصروں کو سراہا ہے اور ہمیں اس امر کی بھی مسرت ہے کہ ہماری رپورٹ بابت اسلام اور آپ کی اس پر گرفت کے سلسلہ میں آپ سے خط و کتابت کرنے کا موقعہ بھی مل رہا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے ہاجرہؑ کو ابراہیم علیہ السلام کی لونڈی لکھا اور اس وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچی۔اس نکتہ پر بحث کرنے کا یہ موقعہ پا کر بھی ہم خوش ہیں۔

اصل عبرانی میں ابراہیم علیہ السلام سے ہاجرہؑ کی رشتہ داری کی وضاحت کے طور پر ایک لفظ استعمال کیا گیا ہے اس لفظ کے معنے ''بیوی'' یا ''لونڈی'' کے ہو سکتے ہیں۔بہرکیف ہم نے بھی یہ لفظ استعمال کر لیا۔ہمارا منشاء یہ تھا کہ سارہ اور ہاجرہ میں امتیاز قائم کیا جائے جو سابقہ کی کنیز تھیں اور قانونی سطح کی رو سے اس کے برابر نہ تھیں سارہ ابراہیم کی گھر والی تھیں۔اور ہاجرہ پر قانونی حقوق رکھتی تھیں۔ اب ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ مسلم روایت کی روشنی میں ماضی کے مشہور تعدد ازدواج کے پہلو سے یہی درست ہوتا کہ ہاجرہ کو بیوی کا مقام دیا جاتا۔ہم دلگیر ہیں کہ اگرچہ نادانستہ ہی سہی ہم نے ہاجرہ کے ساتھ ایک ایسا برتاؤ نہیں کیا جو آپ کے اعلیٰ مقام ادب کے لئے ضروری تھا۔

ہمیں آپ سے ہمدردی ہے کہ وہ تصاویر جن میں منیٰ کی قربانی کی وضاحت تھی اور جن میں بکروں کی قربانی کا ذکر تھا اس میں ہم ایک ایسا لفظ استعمال کرتے جو''خون خرابہ'' سے کم وحشت اپنے اندر رکھتا۔بہرحال ہمارے الفاظ نے یہ صریح طور پر بتایا ہے کہ یہ خونی قربانی ہے جس کی روایت کو زمانہ کی قبولیت حاصل رہی۔نسبتی لحاظ سے مغرب میں اس کی واقفیت نہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ جگہ کی تنگی نے ہمیں آپ کے مکتوب کے شائع کرنے کی اجازت نہیں دی۔

بخدمت مسٹر نوجوان کریم اللہ۔احمدیہ مسلم مشن ۱۳۱ لائیڈس روڈ۔مدراس ۱۴۱۱ انڈیا

صدق دل سے آپ کا (دستخط)

ویرا ذاریسکی''۔[17]

خدام الاحمدیہ ہال (ایوان محمود) کی تعمیر کا افتتاح

قادیان سے ہجرت کے بعد سے ربوہ میں خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا دفتر بنانے کا معاملہ زیر غور تھا۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دفتر کے ساتھ ہال اور لائبریری بنانے کا ارشاد بھی فرمایا تھا۔ چنانچہ ۲۰/اکتوبر ۱۹۶۲ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ہال کا سنگ بنیاد رکھا۔بعض ناگریز وجوہات کی بنا پر تعمیر کا کام شروع نہ کیا جا سکا۔۱۸/اپریل ۱۹۶۵ء کو صدر مجلس محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے خدا کے حضور دعاؤں کے ساتھ اینٹ رکھ کر تعمیر کا افتتاح فرمایا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ازراہ کرم اس اینٹ پر دعا فرمائی اور تعمیر کے آغاز کا سن کر اظہار مسرت

فرمایا۔اس تقریب افتتاح کے موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام، علمائے سلسلہ اور بعض دیگر اصحاب نے بھی دعاؤں کے ساتھ اینٹیں نصب کیں۔ یہ ہال ۱۰۶ فٹ لمبا اور ۶۶ فٹ چوڑا ہوگا جس میں بغلی کمروں اور یک طرفی برآمدہ کے علاوہ بالکونی کی طرز پر ایک گیلری بھی ہوگی۔ گیلری سمیت ہال میں بیک وقت ۱۸۰۰ افراد کی نشست کا انتظام ہو سکے گا۔ چوڑائی کے رخ ہال سے ملحق ۲۴×۳۷ فٹ کا ایک وسیع کمرہ بھی تعمیر کیا جائے گا جو اینٹرنس ہال (داخل ہونے کا کمرہ) کے طور پر کام آئے گا۔اوراس وسیع کمرہ کی بالائی منزل لائبریری کے لئے مخصوص ہوگی۔

یہ ہال تعمیر کے ایک وسیع تر منصوبے کے پہلے مرحلہ کے طور پر تعمیر کیا جارہا ہے۔ ہال کے مکمل ہو جانے کے بعد دوسرے مرحلہ میں مجلس خدام الاحمدیہ کے مرکزی دفاتر کی مجوزہ دومنزلہ عمارت میں سے پہلی منزل (جو ۴۴×۶۱ فٹ کے رقبہ میں چھ کمروں پر مشتمل ہوگی) کی تعمیر عمل میں آئے گی۔ تیسرے اور آخری مرحلہ میں دفاتر کی بالائی منزل مکمل کرنے کے علاوہ ایک طعام گاہ بھی تعمیر کی جائے گی۔ اس پورے منصوبے پر اندازاً ساڑھے تین لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ اس میں سے سردست پہلے مرحلہ کے طور پر صرف ہال کی تعمیر شروع کی گئی ہے۔[18]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا دورہ مغربی افریقہ و یورپ

ایک لمبے عرصہ سے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ اس بات کی ضرورت محسوس فرمارہے تھے کہ مغربی افریقہ کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر وہاں کے مشنوں کا جائزہ لینے اور اسلام کی اشاعت کے لئے وسیع پروگرام بنانے کی خاطر بنفس نفیس وہاں تشریف لے جائیں۔ آپ کی اس دیرینہ خواہش کی تکمیل اس سال ہوئی آپ اس للّٰہی سفر پر ۲۲؍اپریل کو ربوہ سے روانہ ہوئے اور ۱۰جون کو واپس مرکز احمدیت ربوہ میں پہنچے۔

اپنے اس دورہ میں آپ سوئٹزرلینڈ، نائیجیریا، غانا، آئیوری کوسٹ، سیرالیون، سپین، انگلستان، ڈنمارک اور مغربی جرمنی میں تشریف لے گئے۔ اس دورے میں مکرم سید مسعود احمد صاحب مبلغ سکینڈے نیویا نے سیکرٹری کے فرائض انجام دیئے۔ علاوہ ازیں صاحبزادہ صاحب کے نائب کی حیثیت سے گیمبیا بھی تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ صاحب کا یہ دورہ ہر اعتبار سے بہت کامیاب رہا۔ آپ نے ان ممالک کے مشنوں کی سرگرمیوں کا گہری نظر سے معائنہ کیا اور اشاعت احمدیت کی

رفتارِ ترقی کو تیز تر کرنے کے لئے نہایت اہم اور دُور رس فیصلے کئے۔سکولوں اور کالجوں کے طلباء سے خطاب کیا استقبالیہ تقاریب میں زندگی کے ہر شعبہ کے رہنماؤں سے آپ متعارف ہوئے اور ان ملکوں کے دینی اور تعلیمی مسائل کا قریبی مطالعہ کرنے کے متعدد مواقع آپ کو میسر آئے۔پریس، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آپ کی آمد کی خبریں خاص اہمیت کے ساتھ نشر کی گئیں۔

سوئٹزر لینڈ: اس سفر میں آپ سب سے پہلے اور آخر میں سوئٹزر لینڈ تشریف لے گئے جہاں آپ کے اعزاز میں ایک اہم تقریب منعقد ہوئی۔چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ اور مسٹر عبدالرشید فوگل نے احمدیہ جماعت کی طرف سے اور البانوی نژاد مسلمان انجینئر ڈاکٹر محمد عزّ الدین حسن نے غیر از جماعت مسلمانوں کی طرف سے ایڈریس پیش کیا۔جس میں تسلیم کیا کہ ساری دنیا میں احمدیت اسلام کی علمبردار ہے اور اس نے ہر جگہ اسلام کے مراکز قائم کر دیئے ہیں اور قرآن کریم کے بہت سی زبانوں میں تراجم اس کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ایک تُرک دوست قہرمان تونہ بوجو نے ترک بھائیوں کی نمائندگی میں ایڈریس پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ یہاں جماعتِ احمدیہ کی کوشش سے ۲۲ جون ۱۹۶۳ء کو خانہ خدا کی تعمیر مکمل ہوگئی۔اب تمام تُرک اور دوسرے مسلمان یہاں جمع ہوتے ہیں اور نمازیں ادا کر سکتے ہیں ہمارے امام کے پُر اثر خطابات اور تشریحات نہ صرف میرے لئے بلکہ بہت سے تُرک دوستوں کے لئے بہت ممد ثابت ہوئے ہیں۔اس تُرک بھائی کے بعد ایک کیتھولک دوست اور پھر پاکستان کے انجینئر طاہر عبداللہ حسین نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔اور اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ مسجد محمود کی تعمیر سے ایک ایسا مرکز معرض وجود میں آ گیا ہے جو نہ صرف وسطی یورپ کے مسلمانوں کے لئے مقام اجتماع ہے بلکہ غیر مسلموں کے لئے تبادلہ خیالات کے ایک ادارہ کا کام دے رہا ہے۔

نائیجیریا: نائیجیریا میں آپ نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔

چیف مجسٹریٹ عبدالرحیم صاحب بکری نے آپ کے اعزاز میں عصرانہ دیا جس میں آپ کو حکومت نائیجیریا کے متعدد افسروں اور لیگوس کے چیدہ چیدہ اصحاب سے ملاقات کا موقعہ ملا۔آپ نے گفتگو کے دوران جماعتی نظام اور مشنوں کی سرگرمیوں سے ان سب کو آگاہ کیا۔آپ کی ملاقات لیگوس کے مقامی حاکم سے بھی ہوئی۔انہوں نے آپ کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔اور احمدیہ جماعت کی

خدمات کو سراہا اور مبلغین احمدیت سے اپنی دوستی کا محبت بھرے انداز میں ذکر کیا۔ جماعت احمدیہ نے لیگوس کے سب سے بڑے ہال میں پبلک جلسہ کر کے آپ کو ایڈریس پیش کئے۔اس جلسہ کی صدارت لیگوس سٹی قونصل کے چیئرمین الحاج اے ایف ماشا نے کی۔انہوں نے اپنے صدارتی خطبہ میں دل کھول کر تعریف کی۔میاں صاحب نے جوابی تقریر میں جماعت احمدیہ کے نظام تبلیغ اور مبلغین احمدیت کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ کوششوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔اور تمام مسلمانوں کو تبلیغ کے سلسلے میں تعاون کا یقین دلایا۔عبدالمجید صاحب بھٹی پرنسپل مسلم ٹیچر ٹریننگ کالج نے بھی عصرانہ پیش کیا۔ جس میں وزارت تعلیم کے متعدد افسر مختلف کالجوں کے پرنسپل اور سٹاف اور دیگر زعماء شامل ہوئے۔ سب اس بات سے متاثر تھے کہ مغربی افریقہ کے مسلمانوں میں تعلیم کا رواج دینے کے لئے احمدیہ جماعت نے سب سے بڑھ کر راہنمائی کی ہے۔میاں صاحب نے میڈیکل مشن کے اجلاس اور مبلغین کے اجلاس کی الگ الگ صدارت کی۔آپ نے کرنل ڈاکٹر محمد یوسف صاحب اور ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی طبّی خدمات پر اظہارِ مسرّت کیا۔کام کو وسعت دینے کے لئے آپ نے بعض قابل عمل تجاویز پر فوری فیصلے بھی فرمائے۔کرنل ڈاکٹر محمد یوسف صاحب نے آپ کے اعزاز میں ایک ہوٹل میں ایک ڈنر کا انتظام کیا تھا اس تقریب میں پاکستانی سفارتخانہ کے افسر، دو پاکستانی میجر ڈاکٹر، بعض پاکستانی تاجر اور دیگر شعبوں میں کام کرنے والے اصحاب موجود تھے۔حضرت میاں صاحب کی گفتگو نہایت دلچسپ رہی۔اور بہت سے موضوعات پر احباب نے اظہار خیال کیا۔

غانا: میاں صاحب نے احمدیہ سیکنڈری سکول کے طلباء سے خطاب فرمایا۔علاقائی صدر الحاج الحسن عطاء کے ایڈریس کے جواب میں نہایت مؤثر اور ایمان افروز تقریر فرمائی۔الحاج الحسن عطاء صاحب نے ہوٹل میں لنچ دیا۔لنچ کے بعد شاہ شانٹی سے ملاقات ہوئی۔علاوہ ازیں ملک کے صدر کوامے نکروما (KWAME NKRUMAH) سے بھی ملاقات ہوئی جو نصف گھنٹہ تک جاری رہی۔صدر صاحب نے جماعت احمدیہ کی کوششوں کو بہت سراہا اور آپ کا شکریہ ادا کیا کہ ان کے نمائندے نہایت اچھا کام کر رہے ہیں۔انہوں نے میاں صاحب کی گفتگو میں اتنی دلچسپی کا اظہار کیا کہ جب ان کے پرائیویٹ سیکرٹری نے ایک فوجی افسر کی آمد کی اطلاع دی تو انہوں نے بے ساختہ فرمایا Forget him (اسے بھول جاؤ)۔

آئیوری کوسٹ: میاں صاحب کی آمد پر آبیجان ائیر پورٹ پہنچنے پر میڈیا کی طرف سے

coverage کی گئی اور حکومت کے سرکردہ آفیسر آپ کو وی آئی پی لاؤنج میں لے گئے جہاں ریڈیو اور ٹیلی ویژن والوں نے آپ سے انٹرویو کا انتظام کر رکھا تھا۔ آبیجان میں لبنانی، سینیگال اور آئیوری کوسٹ کے مسلمانوں کے وفود نے آپ سے ملاقات کی جو آئیوری کوسٹ کی اخبار میں آپ کی آمد کی خبر پڑھ کر حاضر ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک تجانیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ وفد کے ممبروں نے دوران ملاقات بار بار کہا آپ کی جماعت اسلام کی خدمت کر رہی ہے اور ہر مسلمان جسے اسلام سے محبت ہے اور فی الحقیقت ہر مسلمان کو اسلام سے محبت ہونی چاہیئے، کا فرض ہے کہ آپ کی مدد کرے کیونکہ آپ کی مدد کرنا بھی دراصل اسلام ہی کی مدد کرنا ہے۔

آئیوری کوسٹ پریس میں آپ کے دورۂ افریقہ کے متعلق حسب ذیل خبریں شائع ہوئیں۔

(۱) اخبار FRATERNITE MATIN نے ۱۰ مئی ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں زیر عنوان ''پاکستان سے ایک اسلامی وفد کی آمد'' لکھا کہ:۔

(ترجمہ) ''پاکستان سے ایک اسلامی وفد آج دوپہر بارہ بج کر چالیس منٹ پر آبی جان پہنچ رہا ہے جو کل بتاریخ گیارہ مئی شام کو روانہ ہو جائے گا۔ مرزا مبارک احمد صاحب جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے اسلامی مرکز کے قائد ہیں، اپنے سیکرٹری سید مسعود احمد صاحب کے ساتھ سارے مغربی افریقہ کا دورہ کر رہے ہیں تا وہ اسلام کی وسیع تر اشاعت کے بارہ میں تجاویز کا مطالعہ کر سکیں۔

احمدیہ مسلم مشنز ایک انٹرنیشنل اسلامی تحریک ہے جس کی بنیاد مسیح وقت حضرت احمد علیہ السلام نے ڈالی جس کا مقصد یہ ہے کہ اصل اور صحیح اسلام کو از سرنو دنیا میں اجاگر کیا جاوے اور وسیع پیمانہ پر اس کی تبلیغ و اشاعت کی جائے۔ احمدیہ جماعت نے قرآن کریم کا ترجمہ متعدد زبانوں میں شائع کیا ہے مشہور تراجم یہ ہیں: انگریزی، جرمن، ڈچ، سواحیلی، فرنچ اور روسی تراجم بھی بالکل تیار ہیں جو عنقریب شائع ہونے والے ہیں۔ یہ اسلامی لٹریچر دنیا کے ۱۳۵ اسلامی مراکز سے مل سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ نے اب تک چار مساجد امریکہ میں (واشنگٹن، نیویارک، شکاگو، بالٹی مور کے مقامات پر)، ایک بڑی مسجد لندن میں، ایک ہیگ میں، دو جرمنی میں (ہمبرگ اور فرانکفورٹ کے مقامات پر) اور ایک مسجد زیورچ میں تعمیر کی ہیں۔ مشرقی اور مغربی افریقہ میں احمدیہ مسجد کی تعداد تین سو سے بھی زیادہ ہے۔ جماعت احمدیہ عنقریب ایک فرنچ عربک سکول آئیوری کوسٹ میں کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے۔''

دوسری خبر۔’’پاکستان سے ایک مذہبی وفد کی آمد‘‘ کے زیرِعنوان لکھا کہ:۔

(ترجمہ)’’ایک اسلامی پاکستانی وفد جو مغربی افریقہ کا دورہ کر رہا ہے کل بارہ بجکر چالیس منٹ پر ائیر پورٹ پر پہنچا یہ وفد جیسا کہ ایک گزشتہ اشاعت میں بیان کر چکے ہیں مرزا مبارک احمد صاحب قائد اسلامی مراکز اور ان کے سیکرٹری سید مسعود احمد صاحب پر مشتمل ہے۔اس وفد کے استقبال کے لئے لوکل احمدیہ مشن انچارج قریشی محمد افضل بمع احباب جماعت موجود تھے جب پریس والوں نے آپ سے وفد کی آمد کا مقصد دریافت کیا تو مرزا صاحب نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی بنیاد ۱۸۸۹ء سے قائم ہوئی ہے اس جماعت کی بتلائی ہوئی اسلامی تعلیم ساری دنیا میں قلوب کو جذب کر رہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے کہ ہم یہاں آئے ہیں تا کہ جماعت احمدیہ کے افراد سے ذاتی تعلقات قائم کر کے یہاں پر اشاعت اسلام کا وسیع تر منصوبہ بنایا جائے۔آبی جان کے بعد آپ لائبیریا، سیرالیون اور یورپین ممالک میں جائیں گے۔

جب آپ سے احمدیہ فرنچ عربک سکول کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم دوسرے ممالک میں متعدد انگلش عربک سکولز قائم کر چکے ہیں جو نہایت کامیابی سے مسلمانوں کی خدمت کر رہے ہیں اسی طریق پر ہمارا ارادہ ہے کہ یہاں کے حالات کا جائزہ لے کر یہاں بھی اسی قسم کے سکول مسلمانوں کی بہبودی کی خاطر قائم کئے جائیں۔‘‘ [19]

سیرالیون: سیرالیون میں تقریباً سارا عرصہ قیام کے دوران براڈ کاسٹنگ اور ٹیلی ویژن والوں نے نہایت ہی اہم کردار ادا کیا۔تقریباً ہر تقریر کی ریکارڈنگ کی اور ٹیلی ویژن کے لئے تصاویر لیں۔ میاں صاحب نے وزیر اعلیٰ، وزیر خارجہ اور وزیر مواصلات اور دیگر چوٹی کے لیڈروں سے ملاقاتیں کیں۔سب نے ہی جماعت احمدیہ کی مِلّی خدمات کا کھلا اعتراف کیا۔

وزیر مواصلات نے کہا اگر احمدی مبلغین ان علاقوں میں آ کر تبلیغِ اسلام نہ کرتے اور مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے سکولوں کا اجرا نہ کرتے تو اب تک مسلمان ڈھونڈے سے نہ ملتے۔آپ نے فرمایا احمدیہ مشن کے قیام سے قبل مسلمان نہایت پسماندہ حالت میں تھے نہ انہیں کوئی سیاسی پوزیشن حاصل تھی اور نہ سماجی۔بلکہ وہ ایک قابل نفرت قوم سمجھے جاتے تھے تعلیم تو ان میں تھی ہی نہیں کیونکہ مسلمانوں کے جو بچے عیسائی سکولوں میں تعلیم کے لئے بھیجے جاتے تھے وہ تعلیم ختم کرنے سے قبل بپتسمہ لے کر عیسائی ہو جاتے تھے اور اس طرح تعلیم یافتہ عیسائیوں کی تعداد تو بڑھ رہی تھی لیکن مسلمانوں میں کوئی

تعلیم یافتہ طبقہ پیدا نہیں ہوا تھا۔

وزیر مواصلات نے ان امور کا ذکر کرتے ہوئے کہا حقیقت میں سیرالیون کے مسلمانوں کی آئندہ نسلیں بھی احمدیت کے احسان کی زیرِ بار رہیں گی اور تاریخ کبھی اس بات کو فراموش نہ کر سکے گی کہ سیرالیون کے مسلمانوں کی بروقت اور صحیح امداد کو اگر کوئی آیا تو وہ صرف احمدی مبلغین تھے۔

سپین: یہاں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے احمدی احباب کے علاوہ غیر از جماعت معززین سے بھی ملاقاتیں کیں۔ جن میں اسلام پر دو کتابوں کے مصنف اور فوجی افسر SIR FERNANDO FRADE، غرناطہ کے ایک سپینش مصنف DR. ANTONIO ALARCON اور پرنس عمادالدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سپین کے ایک کثیرالاشاعت اخبار نے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور مولانا کرم الٰہی صاحب ظفر کی فوٹو شائع کر کے لکھا کہ جماعت احمدیہ دنیا میں روحانی انقلاب برپا کرنے کے لئے قائم ہوئی ہے۔

انگلستان: ۲۵ مئی ۱۹۶۵ء کو آپ نے ساؤتھ ہال کی نئی مسجد کا افتتاح فرمایا۔ خدا کے اس گھر کے لئے جماعت احمدیہ انگلستان نے باہمی چندوں کے ذریعہ فنڈ خود فراہم کئے تھے اس موقعہ پر جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد فضل لندن اور حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا اور حاضرین کو باطنی پاکیزگی حاصل کرنے، اپنی خداداد صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے اور للّٰہی وقف کرنے کی تلقین فرمائی۔

مغربی جرمنی: ۴ جون ۱۹۶۵ء کو آپ نے ہمبرگ میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا اور پریس کے نمائندگان کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اس پریس کانفرنس کا ذکر ہمبرگ کی ایک اہم روزنامہ اخبار ABENDECHO نے اپنی ۵ جون ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں میاں صاحب کی فوٹو کے ساتھ ''ہمبرگ میں بطور مہمان'' کے عنوان کے ساتھ ایک اہم نوٹ سپرد اشاعت کیا۔ چنانچہ لکھا:۔

''صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشنوں کے پریذیڈنٹ ہیں اس جماعت کے اسلامی مشن تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور جماعت کا مرکز ربوہ پاکستان ہے صاحبزادہ صاحب اپنے مشنوں کا اکثر دورہ کرتے رہتے ہیں۔ ۴ جون کو انہوں نے پریس کانفرنس میں اپنے حالیہ دورہ مغربی افریقہ کے خوشکن حالات بیان کئے۔ انہوں نے اسلامی مشنوں کی کامیابی کے حالات بالخصوص لائبیریا، نائیجیریا، غانا اور سیرالیون میں جماعت احمدیہ کی کامیابی پر تبصرہ کیا اور کہا

میری طبیعت پر ان اسلامی مشنوں کے کامیاب نتائج کا گہرا اثر ہے۔ ہمارے مبلغین نے سوشل تعلقات کو استوار کرنے اور اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اپنے مشنوں کی کامیابی کے بارہ میں پوری طرح مطمئن نظر آتے تھے جرمنی میں بھی جماعت کی دو مساجد ہمبرگ اور فرینکفورٹ میں موجود ہیں۔‘‘

اسی طرح جرمنی کی ایک مشہور پریس ایجنسی DER NORDSPIEGEL نے اس پریس کانفرنس کا مفصل ذکر اپنے ۱۶ جون ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں کیا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

صحرائے اعظم مغربی افریقہ میں اسلام کی ہمہ گیر اشاعت جماعت احمدیہ اپنا نصب العین قرار دے چکی ہے ان ممالک میں اس جماعت کی تبلیغی سرگرمیاں ۱۹۲۱ء سے بڑی کامیابی سے جاری ہیں۔ یہ صراحت جماعت احمدیہ کے تبلیغی ادارے کے سربراہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے کی جو حال ہی میں غانا، گیمبیا، نائیجیریا، آئیوری کوسٹ اور سیرالیون میں اپنا تبلیغی دورہ مکمل کر کے آئے ہیں۔ مغربی افریقہ میں اسلام آٹھویں صدی میں شمالی جانب سے پہنچا۔ گزشتہ صدی کے نوآبادیاتی دور میں عیسائیت بھی افریقہ کے مغربی اور مشرقی حصوں میں پہنچ گئی اس کے پھیلنے کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ یہ بیرونی حکومتوں کا مذہب رہا ہے۔ ان ممالک میں اسلام پھیلانے کا کام سب سے پہلے جماعت احمدیہ نے منظم طور پر جاری کیا۔ یہ تحریک جس کا مرکز ربوہ پاکستان ہے اپنے بانی کی اقتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیمات کو دنیا میں پھیلا رہی ہے جس کے نتیجہ میں گزشتہ چند سالوں میں مغربی افریقہ کے متعدبہ حصے نے جو پہلے اپنے آبائی مذہب پر قائم تھا اسلام قبول کرلیا ہے۔ اسلام کی ترقی کی رفتار عیسائیت کی ترقی کی رفتار سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اسلام کی مقبولیت کی زیادہ تر وجہ اسلام کے اصولوں کا فطرت کے مطابق ہونا ہے خدا تعالیٰ کے متعلق اسلام میں توحید کا تصور عیسائیت کے تثلیث کے تصور کے مقابلہ میں انسانی فطرت سے زیادہ قریب ہے۔

اعداد و شمار کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کی مغربی افریقہ میں ترقی کا جائزہ یوں لیا جا سکتا ہے کہ غانا میں ۲۴۷ تبلیغی مراکز، سیرالیون میں ۴۴، نائیجیریا میں ۳۸ مراکز ہیں۔ غانا میں ۱۵۱ مساجد، نائیجیریا میں ۱۹/اور سیرالیون میں ۲۵ مساجد تعمیر کی جا چکی ہیں۔ غانا میں جماعت احمدیہ کے ۱۲ اسکول، نائیجیریا میں ۱۰/اور سیرالیون میں ۴ سکول ہیں۔

اسی طرح مشرقی افریقہ میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مراکز دارالسلام اور نیروبی میں ہیں۔ وہاں

بھی جماعت احمدیہ مساجد تعمیر کر رہی ہے اور اب تک ۲۰ مساجد تعمیر کی جا چکی ہیں۔

یورپ میں بھی جماعت احمدیہ منظم طور پر تبلیغ کر رہی ہے۔ انگلینڈ، سیکنڈے نیویا، ہالینڈ، سوئٹزرلینڈ اور جرمنی میں مراکز موجود ہیں۔ جرمنی میں ہمبرگ اور فرانکفورٹ میں مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ نیورمبرگ میں بھی جماعت کا مشن موجود ہے جس کے انچارج ایک جرمن نواحمدی ہیں''۔[20]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا دورۂ انگلستان

جماعت ہائے احمدیہ انگلستان کی درخواست پر محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر مورخہ ۲۷/اگست کو ساڑھے چار بجے شام پاکستان سے لنڈن تشریف لائے۔ آپ کے استقبال کے لئے جو دوست ایئر پورٹ پر موجود تھے ان میں محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ محترم میاں صاحب دوستوں سے ملنے کے بعد مشن ہاؤس روانہ ہوئے جہاں دوست کثیر تعداد میں جمع تھے انہوں نے محترم میاں صاحب کو اھلاً و سھلاً و مرحبا کہا۔ اگلے روز یعنی ۲۸/اگست کو جماعت احمدیہ انگلستان کا دوسرا سالانہ جلسہ شروع ہوا۔

جلسہ سالانہ انگلستان

جلسہ سالانہ کا آغاز شام ساڑھے چار بجے محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی تقریر سے ہوا۔ آپ نے انگریزی میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک ''فضائل قرآن'' کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ کی یہ تقریر ریکارڈ کر لی گئی تھی۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ نے فاضل مقرر کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ محترم چوہدری صاحب کا مقام خدمت دین اور تقویٰ اللہ کے لحاظ سے بھی بہت اونچا ہے اور آپ کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی صحابیت کا بھی شرف حاصل ہے۔ اجلاس کے اختتام پر کثرت سے لوگوں نے محترم میاں صاحب سے شرف ملاقات حاصل کیا۔

جلسہ سالانہ کا دوسرا دن اردو زبان میں کارروائی کے لئے وقف تھا اس میں افتتاحی تقریر محترم جناب میاں صاحب نے فرمائی۔ جلسہ کی صدارت محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے کی۔ محترم میاں صاحب نے اپنی تقریر میں تقویٰ اللہ اور تعلق باللہ پر زور دیا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ آپ کا یہ خطاب قریباً سوا گھنٹہ تک جاری رہا اور حاضرین ہمہ تن گوش ہو کر اسے سنتے رہے۔

تقریر کے آخری حصہ میں جب آپ نے حضور علیہ السلام کے نصائح پر مشتمل اقتباسات سنائے تو حاضرین پر رقت کی حالت طاری ہوگئی۔ آپ کے خطاب کے بعد مکرم بشیر احمد رفیق اور مکرم بشیر احمد صاحب شیدا اور مکرم محمود احمد صاحب مختار نے بھی مختصر تقاریر کیں۔ محمد ادریس صاحب چغتائی اور سید نعیم احمد شاہ صاحب نے نظمیں پڑھیں۔ نماز و کھانے کے بعد جلسہ کا دوسرا اجلاس زیر صدارت محترم صاحبزادہ صاحب شروع ہوا۔ مکرم عبدالعزیز دین صاحب کی تقریر کے بعد محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے خطاب فرمایا۔ آپ نے جماعت کو قربانیوں کے میدان میں ترقی کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کی یہ معرکۃ الآراء تقریر بھی ریکارڈ ہے۔ اگلے دن یعنی مورخہ ۳۰ راگست کو محترم صاحبزادہ صاحب اور چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے لندن کے چوہدری اعجاز احمد صاحب کی دعوت ولیمہ میں شرکت فرمائی۔

مؤرخہ ۳ ستمبر کو محترم صاحبزادہ صاحب اور مکرم بشیر احمد رفیق دورہ پر روانہ ہوئے۔ لندن سے دن کے ایک بجے روانہ ہو کر شام کے آٹھ بجے بریڈفورڈ پہنچے۔ بریڈفورڈ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے چھوٹی سی لیکن مخلص جماعت موجود ہے جس کے پریذیڈنٹ چوہدری منصور احمد صاحب تھے۔ انہی کے ہاں محترم صاحبزادہ صاحب کا قیام بھی تھا۔ اگلے دن جمعہ تھا۔ اور اسی دن مانچسٹر کی جماعت کی ملاقات کے لئے جانا تھا۔ چنانچہ ۱۲ بجے بریڈفورڈ سے مانچسٹر کے لئے روانہ ہو کر ڈیڑھ بجے وہاں پہنچے۔ جماعت کے دوست قریشی عبدالرحمٰن صاحب کے مکان پر جمع تھے۔ ان کے گھر پر ہی نماز جمعہ پڑھی گئی۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے احباب کو نصائح فرمائیں۔ لوکل پریس کے رپورٹر بھی آئے ہوئے تھے جن کو محترم صاحبزادہ صاحب نے انٹرویو دیا۔ انہوں نے تصاویر بھی اتاریں۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ قریشی صلاح الدین مرحوم کے گھر تشریف لے گئے۔ اور ان کی اہلیہ کا حال دریافت فرمایا۔ قریشی صاحب مرحوم بہت مخلص اور تبلیغ دین کا شوق رکھتے تھے۔ شام کو چار بجے محترم ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب کے ہاں ان کے ہسپتال تشریف لے گئے۔ رات کو واپس بریڈفورڈ پہنچے۔ اگلے دن صبح جماعت احمدیہ ہڈرزفیلڈ کے ہاں جانا تھا۔ ہڈرزفیلڈ بریڈفورڈ سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں امینی خاندان کے پانچ احمدی گھر آباد ہیں اور نہایت مخلص ہیں۔ محترم کمال الدین صاحب امینی پریذیڈنٹ ہیں۔ جماعت کی طرف سے کمال الدین صاحب نے محترم میاں صاحب کو خوش آمدید کہتے ہوئے اس بات پر اللہ تعالیٰ کا خاص شکر ادا کیا کہ انگلستان جیسے دور دراز ملک میں اور پھر

ہڈرزفیلڈ کے قصبہ میں ان کو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے پوتے کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا۔میاں صاحب پران کے اخلاص اور محبت کا بے حداثر تھا۔آپ نے جماعت کوخطاب بھی فرمایا جو انہوں نے ٹیپ کر کے محفوظ کرلیا۔آپ نے اپنے خطاب میں جماعت ہڈرزفیلڈ کی تربیت اولاد کے بارہ میں مساعی پراظہارخوشنودی فرمایا۔اوران کومرکز سے مضبوط تعلق رکھنے،صحیح اسلامی نمونہ اس ملک کےلوگوں کے سامنے پیش اورنماز باجماعت کی ادائیگی کی تلقین فرمائی۔

اسی شام جماعت بریڈفورڈ کی میٹنگ تھی۔چنانچہ ہڈرزفیلڈ سے واپس آکرتھوڑی دیر بعد جماعت بریڈفورڈ کے دوست آنے شروع ہوئے اوررات دس بجے تک محترم صاحبزادہ صاحب ان کی محفل میں شریک رہے۔آپ نے مختلف امور پر روشنی ڈالی اور دوستوں کے سوالات کے جوابات دئے۔اگلے دن یعنی مؤرخہ ۵ستمبر کوشام کے چھ بجے گلاسگو (سکاٹ لینڈ) پہنچے۔یہاں نہایت مخلص جماعت موجود ہے جس کے پریذیڈنٹ ایوب احمد خاں صاحب تھے۔محمود احمد صاحب مختار نے جماعت کی طرف سے ایڈریس پیش کیا۔صاحبزادہ صاحب نے خطاب فرمایا جوقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔گلاسگومیں دودن قیام کاارادہ تھا جس کے بعد برمنگھم۔ساؤتھ ہال۔آکسفورڈ۔جلنگھم اوروالسال کی جماعتوں کے دورہ کا پروگرام تھا کہ اچانک ہندوستان کی طرف سے پاکستان پرحملہ کی اطلاع موصول ہوگئی۔جس کی وجہ سے دورہ کومختصر کر کے فوراً لندن پہنچے اور ہنگامی حالات کی بناء پر مؤرخہ ۸ستمبر کوآپ عازم پاکستان ہوگئے۔[21]

ڈیٹن میں مسجد کی تعمیراور''ڈیٹن ڈیلی نیوز'' کا تبصرہ

حضرت مصلح موعود کے انقلاب انگیز دورخلافت کے آخری سال نئی دنیا کے شہرڈیٹن (امریکہ) میں خدا کا ایک عالیشان گھرتعمیر ہوا جواللہ تعالیٰ کی تائیدونصرت کا منہ بولتا نشان تھا۔اس کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے میجرعبدالحمید صاحب مبلغ ڈیٹن نے تحریرفرمایا:۔

''آج سے بتیس سال قبل جماعت احمدیہ کی کوششوں سے بعض عیسائی افرادمشرف باسلام ہو گئے تھےاس طرح سے یہاں باقاعدہ جماعت قائم ہوگئی کچھ عرصہ تک توجماعت کےافراد ماہوار کرایہ پرلئے ہوئے مکان میں نمازوں اوراجلاس میں شمولیت کے لئے جمع ہوتے رہے۔آخرکار ۱۹۵۲ء میں مکرم ولی کریم صاحب مرحوم نے جو یہاں کے باشندہ تھےاپنی واحد ملکیت میں سے ایک قطعہ زمین

جماعت کے نام ہبہ کر دیا۔ جماعت کے ممبران نے مل کر اس قطعہ زمین پر ایک عظیم الشان مسجد کی بنیادیں کھڑی کر دیں۔مگر مالی حالت کے کمزور ہونے کی وجہ سے صرف ایک تہ خانہ جس میں دو غسل خانے ایک باورچی خانہ اور ایک اسٹور روم ہی تعمیر کر سکے۔مگر اصل مسجد کی عمارت نہ بنا سکے۔ ۷ امئی ۱۹۶۳ء کو اس عاجز (میجر عبدالحمید) کو اس شہر میں متعین کیا گیا۔ہم نے مکرم وکیل التبشیر صاحب کی خدمت میں درخواست روانہ کی کہ مسجد کی تعمیر کے لئے مرکز سے گرانٹ دی جائے۔مگر بعض وجوہات کی بناء پر یہ گرانٹ نہ مل سکی۔دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ جماعت کو تحریک کی جاوے کہ وہ مل کر اس بوجھ کو اٹھاوے۔عمارت پر خرچ کا تخمینہ ۲۵ سے ۳۵ ہزار ڈالر کے درمیان تھا۔اور جماعت کی مالی حالت کا یہ عالم تھا کہ باقاعدہ چندہ دہندگان کی تعداد بہت کم تھی۔اور ان کا ماہوار چندہ زیادہ سے زیادہ ۶۰ ڈالر تک ہوتا۔اندریں حالات جرأت نہ پڑتی تھی کہ لوکل جماعت کو اس بار گراں کے اٹھانے کی تحریک کی جاوے۔آخر کار اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس مبارک تحریک کو جماعت کے سامنے پیش کر دیا۔تحریک کرنے سے پہلے حضرت مصلح موعود اطال اللہ بقاءہ کی ایک سالانہ جلسہ کی معرکۃ الآراء تقریر جس میں حضور نے اسلامی اذان کی فلاسفی بیان کی تھی کا ملخص اپنی زبان میں پیش کر دیا۔ابھی تقریر ختم نہیں ہوئی تھی کہ فرشتہ سیرت مکرم ولی کریم مرحوم مجلس میں کھڑے ہو گئے۔کانپتے ہوئے لبوں کے ساتھ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر جماعت کے کسی فرد نے بھی میرا ساتھ نہ دیا تو میں خود مسجد کی تعمیر کا سارا خرچ برداشت کروں گا''۔

یہ کہہ کر انہوں نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور زار و قطار رونے لگے۔ان اخلاص بھرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے وہ برکت ڈالی کہ اسی وقت ایک دوست مکرم عبدالقدیر صاحب نے مبلغ ایک ہزار ڈالر کا وعدہ کر دیا۔اس کے بعد لجنہ اماء اللہ نے ایک صد ڈالر اور خدام نے ۶۰ ڈالر کے وعدہ جات لکھوائے۔چند دنوں کے بعد مکرم عبدالقدیر صاحب نے اپنے وعدہ کی رقم ادا کر دی۔اور بعد میں مکرم ولی کریم صاحب نے بھی ایک ہزار ڈالر نقد پیش کر دیئے۔چنانچہ ہم نے وکالت تبشیر کی اجازت سے ایک مقامی بنک میں احمدیہ موومنٹ اِن اسلام بلڈنگ فنڈ کے نام سے ایک اکاؤنٹ کھول دیا۔مکرم ولی کریم صاحب مرحوم سے اس عاجز نے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کس طرح اکیلے مسجد کی تعمیر کا خرچ برداشت کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔تاہم انہوں نے خود ہی مجھے بتایا

تھا کہ ایک قطعہ زمین جس کی قیمت تقریباً چار ہزار ڈالر ہے فروخت کر کے اس رقم کو مسجد کی تعمیر پر خرچ کریں گے مگر پیشتر اس کے کہ وہ اپنی کسی تجویز پر عمل کر سکتے ۲۲؍اکتوبر ۱۹۶۴ء کو ایک ماہ ہسپتال میں بیمار رہ کر راہیٔ ملک بقا ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اس وقت تک مسجد فنڈ میں ۳۳۰۹ (تین ہزار تین سونو) ڈالر تک رقم جمع ہو چکی ہے۔ بظاہر حالات ناسازگار تھے مگر مایوسی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ہمارے پیارے آقا نے ہمیں پہلے سے یہ تعلیم دے رکھی ہے کہ

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

عجیب اتفاق ہے کہ ہماری اسٹیٹ اوہایو (OHIO) کا ماٹو (Motto) ہی یہ ہے۔

With God all things are possible.

یعنی خدا تعالیٰ کے آگے ہر بات ممکن ہے۔ یہ ماٹو درحقیقت قرآن شریف کی آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا ترجمہ ہے۔ برادرم ولی کریم صاحب مرحوم کی وفات سے یہ عاجز مایوس نہ ہوا۔ اور مسجد کے لئے چندوں کی تحریک کا سلسلہ جاری رکھا۔ غیر معمولی طریق سے اللہ تعالیٰ نے مالی امداد بہم پہنچائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ہے۔

یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ [22]

اس موقعہ پر ہم نے اپنی آنکھوں سے اس الہام الٰہی کو بڑی صفائی کے ساتھ پورا ہوتے دیکھا۔ کون کہتا ہے کہ ہم بے سروسامان ہیں۔ ہمارا زندہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اور اس کے فرشتے ہمارے ساتھ ہیں۔ اگر صرف مرکز کی گرانٹ سے ہم مسجد بناتے تو اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی کہ چند غریب افراد کی مالی قربانیوں اور اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد سے مسجد بنا کر خوشی ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے ٹھیکیداروں کی طرف سے جو تخمینے وصول ہوئے وہ ۲۵ اور ۳۵ ہزار ڈالر کے درمیان تھے۔ البتہ ایک ٹھیکیدار نے ہمیں ۱۵ ہزار ڈالر کے قریب تخمینہ پیش کیا بلکہ بعد میں وہ اس رقم کو اور کم کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ مگر اس کا مطالبہ یہ تھا کہ اسے مبلغ ۵ ہزار ڈالر بطور پیشگی ادا کئے جائیں۔ قریب تھا کہ ہم اس کے چکمہ میں آ جاتے۔ مگر قانونی مشورہ کے لئے ایک وکیل کے پاس گئے تو اس نے بتلایا کہ ٹھیکیدار مذکور قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ لہذا اتنی بڑی رقم پیشگی ادا کرنا مناسب نہیں۔ چنانچہ ۱۵ مارچ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کر کے تمام کام اپنی زیرِ نگرانی کرانے کا فیصلہ کیا۔'' [23]

مقامی احمدی افراد نے غیر معمولی قربانی کا جذبہ دکھایا اور حسب توفیق رقوم اکٹھی کیں۔ بعد میں مرکز کی طرف سے بھی پانچ ہزار ڈالر وصول ہوئے اور اس طرح مسجد کی بیسمنٹ کی مرمت اور مسجد کی نئی تعمیر ۱۹۶۵ء میں مکمل ہوئی۔ اس مسجد میں ایک گنبد اور دو مینار بھی تعمیر ہوئے۔ اس طرح یہ جماعت احمدیہ امریکہ کی پہلی مکمل تعمیر شدہ مسجد متصور کی جاتی ہے۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں بھی امریکہ کا جلسہ سالانہ اسی مسجد میں ہوا۔

اخبار ''ڈیٹن ڈیلی نیوز'' (DAYTON DAILY NEWS) نے اپنی ۲۷؍اپریل ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں زیر تعمیر مسجد کا چار کالمی فوٹو نمایاں شائع کیا اور اس کے متعلق تبصرہ کے رنگ میں حسب ذیل خبر شائع کی جو اخبار کے سٹاف رائٹر مسٹر باب جانسن (BOB JOHNSON) کے قلم سے تھی:۔

''ڈیٹن میں ایک خانہ خدا کی تعمیر''

''شہر کے غربی جانب منارے منظر عام پر آ رہے ہیں۔

ڈیٹن کا شہر جو واشنگٹن سے جانب غرب واقع ہے اس کے مغربی حصے ''رنڈ الف اسٹریٹ'' میں ایک نئی عمارت تعمیر ہو رہی ہے جسے مناروں سے مزین کیا جائے گا تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے کہ ہمیں وہاں فضا میں منارے بلند ہوتے نظر آئیں گے۔ ان مناروں سے مومنوں کو دن میں پانچ مرتبہ نماز کے لئے پکارا جائے گا۔ وہ یہاں مشرق (یعنی کعبہ) کی طرف مونہہ کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہوئے نماز ادا کریں گے۔

رنڈ الف اسٹریٹ میں اینٹوں سے تعمیر ہونے والی یہ عمارت دو سو مسلمانوں کے چندہ سے تعمیر کی جا رہی ہے۔ اس میں اب صرف تعمیر کے بعض چھوٹے چھوٹے آخری کاموں کی تکمیل باقی ہے اس کی چھت کے عین وسط میں ایک گنبد ہو گا اور اس کے سروں پر منارے تعمیر کئے جائیں گے۔ منارہ پتلی اور مخروطی شکل میں ایک مسجد کے اوپر تعمیر کیا جاتا ہے اس کے اندر سیڑھیاں ہوتی ہیں اور آخری سرے پر ایک چبوترہ ہوتا ہے۔ اس چبوترہ پر سے مؤذن اذان دے کر مسلمانوں کو نماز کے لئے پکارتا ہے رنڈ الف اسٹریٹ کے منارے سائز میں چھوٹے ہوں گے اس لئے کسی شخص کے لئے ان پر چڑھنا ممکن نہ ہو گا۔ یہ اصل مناروں کی بجائے صرف علامت کے طور پر ہوں گے۔

اس مسجد کی تعمیر کے اصل محرک عبدالحمید نامی ایک مسلمان مبلغ ہیں جو ربوہ (پاکستان) سے یہاں

آئے ہیں۔ وہ گزشتہ دو سال سے ڈیٹن میں مقیم ہیں اور مسجد کی تکمیل کے بعد اس سال موسم بہار میں اپنے وطن واپس چلے جائیں گے۔ ان کا تعلق ''جماعت احمدیہ'' نامی ایک اسلامی فرقہ سے ہے۔ یہ ایک تبلیغی جماعت ہے جو دنیا کے دیگر حصوں میں بالعموم اور افریقہ وانڈونیشیا میں بالخصوص دس لاکھ افراد کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا چکی ہے۔

ڈیٹن مسجد کے امام (مسٹر عبدالحمید) نے ایک ملاقات میں بتایا کہ ہر رنگ ونسل کے لوگوں کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہیں۔ ہم بلا تفریق و امتیاز سب کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ''بلیک مسلمز'' تحریک کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ **الخلق عیال اللہ** یعنی تمام بنی نوع انسان خدا کے بچوں کی طرح ہیں انہوں نے کہا سروسٹ ڈیٹن کے ملحقہ علاقہ کے جو مسلمان اس میں نماز پڑھتے ہیں وہ سب کے سب حبشی ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسری نسل کے لوگ یہاں آ کر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں ہم سب کو ہی جو یہاں آ کر نماز پڑھنا چاہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہمارے بعض ممبران انڈیانا میں ہیں بعض کینٹکی (KENTUCKY) میں ہیں اور چند ایک کالیشینز ہیں۔ ہم اپنے عقیدہ کی رُو سے دن میں پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں جمعہ ہمارا متبرک دن ہے۔ چونکہ امریکہ میں عام تعطیل اتوار کو ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے اجلاس اتوار کو منعقد کرتے ہیں۔

دوسری نزدیک ترین مسجد واشنگٹن میں ہے۔ مسٹر حمید نے بتایا کہ امریکہ میں جماعت احمدیہ کے اراکین کی تعداد چار پانچ ہزار کے لگ بھگ ہے۔

ڈیٹن کی مقامی جماعت کے صدر محمد قاسم ہیں جو ڈیفنس الیکٹرونکس سپلائی سنٹر میں کام کرتے ہیں ان کا انگریزی نام نتھانیئل کوارملے (NATHANIEL QUARMILEY) ہے۔ جب آج سے تیرہ سال پہلے انہوں نے عیسائیت کو خیر باد کہہ کر اسلام قبول کیا تھا تو جماعت کے دوسرے اراکین کی طرح انہوں نے بھی اسلامی نام اختیار کیا چنانچہ اس وقت سے وہ محمد قاسم کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔'' 24

توسیع وتعمیر نو

سال ۲۰۱۱ء میں اس مسجد کو وسیع کر کے اس کی تعمیر نو کے کام کا آغاز ہوا۔ مسجد کی توسیع کیلئے مسجد کے ساتھ ملحقہ دو پلاٹ خریدے گئے اور مسجد کے سامنے ایک بڑا پلاٹ پارکنگ کے لئے خریدا گیا۔

اس توسیعی پلان کے تحت دومنزلہ مسجد نئے حاصل کردہ پلاٹس پر تعمیر ہوئی ہے اور مسجد کے سابقہ حصہ کو اس طرح مسجد کے ساتھ ملایا گیا ہے کہ وہاں بوقت ضرورت نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے اور یہ حصہ دیگر مختلف پروگراموں کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ایک وہ وقت تھا کہ اس مسجد کی مرمت اور بقیہ تعمیر کے لئے جماعت کو ۲۵ سے ۳۵ ہزار ڈالر کی ضرورت تھی لیکن یہ رقم مہیا کرنا جماعت کے لئے مشکل تھا اور آج اسی مسجد کی توسیع کے لئے مزید قطعات زمین کی خرید اور تعمیر پر ۲۵.املین ڈالرز خرچ ہوئے ہیں جو یوایس اے کی جماعت نے بآسانی مہیا کردیئے ہیں۔اس سے جماعت احمدیہ یوایس اے کی غیر معمولی ترقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جون ۲۰۱۲ء میں اپنے دورۂ امریکہ کے دوران ۱۸ جون کو مسجد فضل عمر (ڈیٹن) کا افتتاح فرمایا۔حضور نے مسجد کی بیرونی دیوار میں نصب تختی کی نقاب کشائی فرمائی اور اجتماعی دعا کروائی۔بعدازاں حضور نے مسجد اور اس سے منسلکہ ہالوں اور دفاتر کا معائنہ فرمایا۔ 25

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا پشاور یونیورسٹی کے طلباء سے خطاب

۹ مئی ۱۹۶۵ء کو احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے زیر انتظام (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے محترم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب کے مکان پر پشاور یونیورسٹی کے طلباء سے ایک نہایت بلند پایہ خطاب فرمایا۔اس موقع پر پشاور یونیورسٹی کے احمدی طلبہ کے علاوہ بہت سے پروفیسرز اور سٹاف ممبران بھی مدعو تھے۔اس تقریب میں ملک عمر حیات سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی بھی تشریف لائے تھے۔انہوں نے حضرت میاں صاحب کی تقریر سن کر قریب بیٹھے چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان سے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب نے سائنس اور ریاضی کے ایسے ایسے نکات اپنی تقریر میں بیان کئے ہیں جو وہ خود بھی ان علوم پر پوری دسترس رکھنے کے باوجود اس طرح بیان نہ کرسکتے تھے۔ 26

(حضرت) میاں صاحب کا یہ خطاب ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر تھا جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے۔محترم صاحبزادہ صاحب نے فرمایا:۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس ترقی یافتہ زمانہ میں خدا کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں حالانکہ اس

زمانے کا ترقی یافتہ ہونا ہی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لایا جائے۔آپ نے فرمایا موجودہ زمانے کی ترقی کا ایک پہلو یہ ہے کہ تقریباً ہر علم میں اور ہر علم کی ہر شاخ میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں قسم کی Specialisation ہو رہی ہے۔ڈاکٹری کو دیکھئے کہ اب سے کچھ عرصہ پہلے سرجن اور فزیشن ایک ہی شخص ہوتا تھا لیکن اب سرجری اور فزیشن کے علم اتنے وسیع ہو گئے ہیں کہ سرجن الگ ہونا چاہیئے اور فزیشن الگ۔ پھر ان دونوں کی شاخوں کو لیجئے تو ان میں بھی یہی حال نظر آئے گا کہ کوئی ڈاکٹر آنکھ، ناک، کان کا ماہر ہے کوئی دل کا، کوئی جسم کے کسی اور حصے کا بلکہ دل کے ماہروں کا یہ حال ہے کہ وہ بیماریوں کے لحاظ سے مختلف اقسام میں بٹے ہوئے ہیں۔

اگر دنیاوی علوم کا یہ حال ہے کہ ہر شخص کو کسی دوسرے کے علم پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے تو یہ کیوں سمجھا جاتا ہے کہ جہاں تک روحانیت یا خداشناسی کا تعلق ہے اس کے لئے کسی Specialisation کی ضرورت نہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ ہر شخص کو بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔اور خود اس کا عرفان حاصل کرنا چاہیئے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اگر کوئی خود اس حد تک تجربہ نہ کر سکے تو پھر دوسروں کے علم سے بھی فائدہ نہ اٹھائے۔

جو لوگ خود اللہ تعالیٰ سے اتنا تعلق پیدا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انہیں کامل یقین ہو جائے۔ان کو ایسے لوگوں کے علم اور ان کی روحانیت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کو Specialise کیا ہو۔

محترم میاں صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اس زمانہ میں جسے خاص طور پر ترقی یافتہ زمانہ کہا جاتا ہے۔سائنسدانوں میں سے بعض لوگ جو اپنے علم کے لحاظ سے چوٹی کے عالم مانے جاتے ہیں اب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وجود (یا خدا تعالیٰ کی طاقتوں والی ہستی کا جو بھی وہ نام رکھ لیں) ضرور ہونا چاہیئے اور حقیقت تو یہ ہے کہ سائنسدان (اور دوسرے لوگ بھی) عقل کے ذریعہ صرف اس منزل تک پہنچ سکتے ہیں جہاں کہا جا سکے کہ خدا ہونا چاہیئے۔ جہاں تک ''خدا ہے'' کا تعلق ہے تو یہ عقل کے ساتھ معلوم کیا ہی نہیں جا سکتا۔اس کو معلوم کرنے کے لئے عقل نہیں بلکہ روحانیت درکار ہے۔ بہر حال بعض چوٹی کے سائنسدان اب یہ اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اس دنیا کا بنانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہونا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں حضرت میاں صاحب نے سائنس آف چانس کا ذکر فرمایا کہ جس چیز نے سائنسدانوں کو اس بات کے اقرار پر مجبور کیا ہے کہ دنیا کا بنانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تجربات کر کے یہ معلوم کیا کہ اگر ہم دس پرزوں پر ایک سے لے کر دس تک ہندسے لکھیں تو دس میں سے ایک چانس یہ ہے کہ ہم پہلی دفعہ ہی جو پرزہ اٹھائیں اس پر ایک لکھا ہوا ہو۔ اور اگر ہم چاہیں کہ پہلی دفعہ اٹھائیں تو نمبر ایک ہو اور دوسری دفعہ اٹھائیں تو نمبر دو ہو تو اس بات کا سو میں سے ایک چانس ہے اور اس طرح اگر ہم یہ چاہیں کہ پہلے ایک نمبر نکلے دو اور تین اور یہ تینوں نمبر ٹھیک اس ترتیب سے نکلیں۔ تو اس کا ہزار میں سے ایک چانس ہے اور اگر ہم چاہیں کہ پہلے ایک پھر دو پھر تین اور پھر چار نکلے۔ تو اس کا دس ہزار میں سے ایک چانس ہے۔ گویا ترتیب کے ساتھ نمبر نکالنے کے چانسز ضرب کی صورت میں کم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس تھیوری کو جب انہوں نے دنیا کے نظام پر چسپاں کیا تو دیکھا دنیا کے محض اتفاقی طور پر وجود میں آجانے اور اتفاقی طور پر چلتے رہنے کا چانس تو اربوں ارب میں سے ایک ہے کیونکہ دنیا کی ہر چیز دوسری چیز کے ساتھ اس طرح وابستہ ہے کہ اگر اس وابستگی کی نسبت کو ایک ذرّہ بھر بھی کم یا زیادہ کر دیا جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ مثلاً زمین اور سورج اور چاند کے آپس کے فاصلے اور ایسی ہی دوسری باتیں ہیں۔ اس تھیوری کے پیش نظر چوٹی کے سائنسدان بھی یہ ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہونی چاہیئے جو سارے کارخانۂ عالم کو پیدا کرنے والی اور چلانے والی ہو۔

محترم میاں صاحب نے ایک کتاب فلاسفی آف ایزُ اِف Philosophy of As if کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ اس کے مصنف نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ دنیا کا ہر علم مفروضات پر مبنی ہے۔ حتیٰ کہ حساب جیسا یقینی علم بھی ''اگر مگر'' ہی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔

حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ جہاں تک ''خدا ہے'' کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے مؤثر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کو غیب کی خبریں دیتا ہے اور وہ خبریں نہایت مخالف حالات کے باوجود پوری ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت میاں صاحب نے عبدالکریم صاحب کو باولے کتے کے کاٹنے اور اس کے دنیاوی طور پر لاعلاج ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی دعاؤں کے طفیل اور پہلے سے دی گئی خبر کے مطابق صحت یاب ہو جانے کا ذکر فرمایا اور اس بات کو اس امر پر دلیل ٹھہرایا کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی موجود ہے۔ اور وہ لوگ جو اس علم میں Specialise

کرتے ہیں انہیں سے اس کی تفصیل پوچھنی چاہیئے۔

حضرت میاں صاحب نے اپنے خطاب کے خاتمہ پر طلباء کو اور دیگر حاضرین کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ موجودہ زمانہ کا ترقی یافتہ ہونا ہی اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ خدا کے برگزیدوں کی بات کی طرف کان دھریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر شخص بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرے۔[27]

ایک سوئس اخبار میں جماعت احمدیہ کا ذکر

سوئٹزرلینڈ کے مشہور روزنامہ BERNER TAGBLATT نے اپنی ۱۱ جون ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں احمدیہ مومنٹ کے زیر عنوان ایک نوٹ شائع کیا۔نوٹ میں کئی مقامات پر جانبداری کا رنگ جھلکتا تھا تاہم اس سے یہ حقیقت بالکل کھل کر سامنے آ گئی کہ جماعت احمدیہ کی عظیم الشان جدوجہد نوع انسان کی مذہبی تاریخ میں ایک عجیب وغریب واقعہ اور نشان ہے اور اس کے تصور سے عیسائی دنیا کو سخت پریشانی اور اضطراب لاحق ہے اور جماعت احمدیہ کی دینی مساعی سے چرچ کو بہت زبردست خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔

اخبار مذکور نے لکھا:۔

’’کہیں اس خیال کے پیش نظر کہ تحریک احمدیت کا آغاز (جیسا کہ اس کے عجیب وغریب نام سے ظاہر ہوتا ہے) ہندوستان ایسے دور دراز ملک سے ہوا۔ہم میں سے بعض لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ اس تحریک سے ہمیں کیا تعلق یا واسطہ ہوسکتا ہے۔اس ضمن میں ہم کو یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آجکل دنیا میں فاصلوں کی دوری اور بُعد کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔آجکل تو طویل سے طویل فاصلہ بھی قریب ترین فاصلہ کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔خود اِس ملک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشن کا وجود اس کا بیّن ثبوت ہے۔کیا اس کے نتیجہ میں زیورک میں ہمارے اپنے درمیان ایک اسلامی عبادت گاہ یعنی مسجد کی تعمیر ممکن ہوتی نہیں دکھائی دے رہی! پھر آج سے چودہ سال قبل یہ بات کچھ کم سنسنی پھیلانے کا موجب نہیں ہوئی تھی کہ جب ۱۹۴۷ء میں تین ہندوستانی باشندوں نے یہاں ’’زیورک بوائز رائفل شوٹنگ‘‘ کے موقع پر باتصویر اشتہارات تقسیم کئے تھے۔ان اشتہارات کا عنوان تھا ’’مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ہندوستان میں ان کے مقبرہ کی دریافت‘‘۔اشتہار کے متن میں لکھا تھا کہ مسیح ناصری واقعہ صلیب کے بعد نہایت پُراسرار طور پر روپوش ہو گئے تھے۔یہودیوں کے نزدیک ان کا صلیب دیا

جانا ان کے دعویٰ مسیحیت کے بطلان پر دال تھا۔عیسائی کہتے ہیں کہ انہوں نے تو بنی نوع انسان کے گناہوں کی پاداش میں کفارہ کے طور پر اپنی جان دی۔اس بارہ میں یہودی اور عیسائی دونوں غلطی پر ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ مسیح کو اس حال میں صلیب پر سے اتارا گیا تھا کہ ان پر بیہوشی طاری تھی۔

اس زمانہ کے مامور احمد (علیہ السلام) آف قادیان نے دنیا میں مبعوث ہو کر اعلان کیا کہ مسیح (علیہ السلام) صلیب کے اثرات سے صحت یاب ہو گئے تھے پھر انہوں نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا۔وہاں پہنچ کر اپنے پیغام کی اشاعت کی۔بالآخر طبعی موت سے وہیں وفات پائی۔اور کشمیر میں دفن ہوئے۔احمد (علیہ السلام) کو اپنے اس انکشاف کا بآسانی ثبوت بھی مل گیا اور وہ اس طرح کہ آپ قبر مسیح کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔آپ نے ’’یوز آصف‘‘ نامی ایک مسلمان ولی کی قبر دریافت ہونے پر اس کے نام کو ’’یسوع آصف‘‘ میں تبدیل کر دیا اور دعویٰ یہ کیا کہ اس کے معنے ہیں ’’یسوع۔لوگوں کو اکٹھا کرنے والا‘‘ اس طرح جو مقبرہ دریافت ہوا اسے مسیح ناصری کا مقبرہ ثابت کر دیا گیا۔

احمدیت کی تحریک انگلستان میں ۱۹۱۷ء میں ہی پہنچ گئی تھی۔اپنے وطن یعنی ہندوستان میں اسے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔لیکن یہ مخالفت اس کے مزید بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موجب بنی۔ ۱۹۳۴ء میں اس جماعت کی طرف سے ہندوستان سے باہر کے ممالک میں تبلیغ کی غرض سے طوعی طور پر ایک فنڈ کے قیام میں شمولیت کی اپیل کی گئی۔لیکن دوسری عالمی جنگ چھڑ جانے کے باعث مبلغین اسلام کا پہلا گروپ ۱۹۴۵ء سے قبل باہر نہ بھجوایا جا سکا......اس دوران میں یہ جماعت دنیا کے اور بہت سے حصوں میں بھی پھیل گئی ہے۔جہاں تک یورپ کا تعلق ہے لندن، ہمبرگ، فرانکفورٹ، میڈرڈ، ہیگ، زیورخ اور سٹاک ہالم میں اس کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس اینجلس، نیویارک، پٹسبرگ اور شکاگو میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں۔اس سے آگے گریناڈا، ٹرینیڈاڈ اور ڈچ گی آنا میں بھی یہ لوگ مصروف کار ہیں۔افریقی ممالک میں سے سیرالیون، گھانا، نائیجیریا اور مشرقی افریقہ میں بھی ان کی خاص جمعیت ہے۔مشرق وسطیٰ اور ایشیا میں سے مسقط، دمشق، بیروت، ماریشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو، رنگون، سنگاپور اور انڈونیشیا میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ سے قبل ہی قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن اور انگریزی میں پورے قرآن مجید کے تراجم عربی متن کے

ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔عنقریب روسی ترجمہ بھی منظرِ عام پر آ جائے گا۔

اس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے اور وہ یہ کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے۔ وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے اس کے ذریعہ یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک کر کے دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوع انسان اسلام کی آغوش میں آ کر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا پر اس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوع انسان کی روحانی تاریخ کے دیگر عجیب وغریب واقعات میں سے ایک عجیب وغریب واقعہ اور نشان ہے۔ جو فی زمانہ بنی نوع انسان کے ذہنی الجھاؤ اور انتشار پر دلالت کرتا ہے۔احمدیت اور اسلام کا مسیح کی صلیب کو پوری طرح سے ردّ کر دینا اس امر کا آئینہ دار ہے کہ یہ جماعت بھی نجات کی آسمانی امید سے تہی دست ہے کیونکہ دنیا کے نجات دہندہ کی صلیب انسانیت کی موجودہ پراگندگی اور انتشار کے باوجود مفاہمت کی وہ واحد علامت ہے جو انسانوں کا خدا سے رشتہ جوڑنے کی ضمانت دے سکتی ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ دیتی رہے گی۔“ 28

ڈاکٹر عبدالسلام کی تقریر ریڈیو پاکستان سے

اپریل ۱۹۶۵ء کے تیسرے ہفتہ سے قبل اقبال میموریل لیکچرز کا ایک سلسلہ ریڈیو پاکستان نے کراچی سے شروع کیا جس کا افتتاح جناب محمد ایوب خان صدر پاکستان کے سائنسی مشیر اعلیٰ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی تقریر سے ہوا چنانچہ اخبار پاکستان ٹائمز نے اپنی ۲۲؍اپریل ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں لکھا:۔

”صدرِ مملکت کے سائنسی مشیرِ اعلیٰ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ آج سے آٹھ سو سال پہلے کے دورِ فردوسی کی طرح ڈاکٹر اقبال کے دَور یعنی موجودہ زمانہ میں ایسے عظیم سائنسدان پیدا ہوں گے کہ جو ذہانت اور روشن دماغی میں ابن سینا اور البیرونی کے ہم پلّہ ہوں۔آپ نے اس خیال کا اظہار مورخہ ۲۱؍اپریل ۱۹۶۵ء کو ”اقبال میموریل لیکچرز“ کے سلسلہ میں ریڈیو پاکستان سے تقریر نشر کرتے ہوئے کیا۔ریڈیو پاکستان کے قومی پروگرام کے تحت نشر ہونیوالے ان میموریل لیکچرز کا آغاز آپ ہی کے لیکچر سے ہوا۔آپ نے اپنے لیکچر میں جو اس سلسلہ کا سب سے

پہلا لیکچر تھا مشرق کے فلسفی شاعر کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

پروفیسر عبدالسلام نے اس امر پر اطمینان کا اظہار کیا کہ ریڈیو پاکستان نے علامہ اقبال کی یاد میں لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا ہے۔آپ نے کہا ڈاکٹر اقبال ایک سچے فلسفی کی حیثیت سے اس بات کے قائل تھے کہ فلسفیانہ انداز فکر میں حد بست کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔اس کی ترقی سائنسی میدان میں نت نئی دریافتوں کے ساتھ وابستہ ہے۔آپ نے کہا علامہ اقبال نے مذہبی فکر کی تعمیرِ نَو کے موضوع پر اپنے لیکچروں میں بار بار فزکس کے شعبے میں ایسی ترقی پر زور دیا ہے جو فلاسفی میں نیا اندازِ فکر پیدا کرے۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام نے کہا کسی تہذیبی نظام میں کسی عظیم شاعر یا عظیم مصنّف یا انسانیت کے کسی عظیم علمبردار کا پیدا ہونا اکیلے واقعہ کے طور پر نہیں ہوتا۔اس کے ساتھ ہی ایسے لوگ بھی منصۂ شہود پر آتے ہیں جو سائنس اور فلسفہ میں نمایاں حیثیت کے حامل ہوں۔

آپ نے نیچر کی تفہیم وادراک میں اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ نیچر میں اتحاد کی تلاش اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود انسانی تاریخ۔تہذیب وتمدن کے آغاز سے ہی انسان ان چیزوں کے بارہ میں جو اس کے گردو پیش ظہور میں آتی رہتی ہیں حیرت کا اظہار کر کے مختلف قسم کے سوال پوچھتا رہا ہے۔ان تمام سوالوں میں قدرِ مشترک کے طور پر ایک خواہش شروع ہی سے کارفرما رہی ہے اور وہ یہ کہ ان سوالوں کے جواب جب اور جیسے بھی منظرِ عام پر آئیں چند عمومی اصولوں سے ہی مستنبط ہونے چاہئیں۔

آپ نے کہا ہمیشہ ہی سے انسان اس بات پر پختہ یقین رکھتا چلا آ رہا ہے کہ کائنات کے نظام کو چلانے والے بنیادی قوانین میں لازماً اتحاد، سادگی اور یکسانیت ہونی چاہئے۔فزکس کے بنیادی قوانین میں اتحاد، ہم آہنگی اور حُسن کے موجود ہونے پر انسان کا یہ ایمان وایقان اس کے لئے بہت مثمر ثمرات ثابت ہوا ہے۔

’’اقبال میموریل لیکچرز‘‘ کا افتتاح وزیر اطلاعات ونشریات جناب خواجہ شہاب الدین کے خصوصی پیغام سے ہوا۔انہوں نے اپنے پیغام میں کہا کہ علامہ اقبال کے متعلق لیکچرز کا یہ سلسلہ علامہ کے پیغام کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ جناب خواجہ شہاب الدین نے اپنے پیغام میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا ڈاکٹر عبدالسلام (جن کے لیکچر سے’’اقبال میموریل لیکچرز‘‘ کے سلسلہ کا آغاز ہو رہا ہے) نے ایک سائنسدان کی حیثیت سے اپنے درخشندہ کیریئر

میں جو کام کیا ہے اور جدید طبیعیات کے علم میں یادگار اضافہ کر کے ہمیشہ قائم رہنے والا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے قوم کو اس پر فخر ہے‘‘۔[29]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا مجلس انصاراللہ ربوہ سے پُراثر خطاب

۱۷جون ۱۹۶۵ء کو (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے مجلس انصاراللہ ربوہ کے اجلاس عام سے ایک پُراثر خطاب فرمایا اور انصاراللہ کو تلقین فرمائی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اتباع کے لئے صحابہ کے نمونہ کی پیروی کریں تا کہ دنیا ان تعلیمات کی زندہ اور عملی تصویر ہماری زندگیوں میں دیکھ سکے۔[30]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ساہیوال میں

محترم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب سابق امیر جماعت ضلع ساہیوال تحریر فرماتے ہیں:۔

’’۱۴جون ۱۹۶۵ء کو (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب بطور صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ ساہیوال تشریف لائے۔ گرمی بہت زیادہ تھی۔ انہی دنوں رَن کچھ کے مقام پر پاکستان اور بھارت کے درمیان فوجوں کی جھڑپ ہو چکی تھی اور سڑکوں پر فوج کی نقل و حرکت کی وجہ سے بڑا رش تھا۔ صاحبزادہ صاحب ساڑھے بارہ بجے دوپہر ربوہ سے روانہ ہو کر تقریباً پانچ بجے بعد دوپہر ساہیوال پہنچے۔ اسی روز ان کے اعزاز میں خاکسار کے مکان پر عصرانہ کا انتظام تھا۔ خاکسار ان دنوں ناظم انصاراللہ ضلع ساہیوال (بشمول ضلع اوکاڑہ اور ضلع پاکپتن) تھا اور مکرم و محترم چوہدری محمد شریف صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع ساہیوال کی بیماری کی وجہ سے قائمقام امیر کا کام بھی کر رہا تھا۔

بہت سے معززین (جن میں محترم رانا عبدالحمید صاحب مرکزی وزیر اور ضلعی افسران ساہیوال) مدعو تھے۔ ان کے ساتھ صاحبزادہ صاحب بات چیت فرماتے رہے۔

بیت الحمد اوّل (اوّل سے مراد وہ مسجد احمدیہ ہے جو ۱۹۸۴ء سے گورنمنٹ کی طرف سے سیل چلی آرہی ہے) بڑی فراخ، رنگ و روغن سے مزین اور بڑی صاف ستھری تھی۔ اس میں ضلع بھر سے آئے ہوئے انصار حضرات کا اجلاس تھا جس میں صاحبزادہ صاحب نے بھی نصائح فرمائیں۔ بیت الحمد کی فراخی اور رنگ و روغن دیکھ کر بعد میں جب (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلافت ثالثہ پر متمکن ہوئے تو انہوں نے مرکز ربوہ میں ایک مجلس مجلسِ عرفان یا ارشاد کے نام سے قائم فرمائی جس

کے پروگرام میں علمی تقاریر کروانا تھا اور ساتھ ہی سارے پاکستان کی دس بڑی بڑی جماعتوں کو فرمایا کہ وہاں پر بھی اسی قسم کی مجالس قائم کی جاویں۔ ان میں ربوہ کے علاوہ لاہور، کراچی، فیصل آباد اور راولپنڈی جیسی بڑی بڑی جماعتیں بھی شامل تھیں اور انہی میں جماعت احمدیہ ساہیوال کا نام بھی شامل فرما دیا۔ خاکسار نے اپنے احباب سے کہا کہ ہم لوگوں کی یہ عزت افزائی ہمارے اس بیت الحمد کی وجہ سے ہوئی ہے اس لئے اس کی طرف پوری توجہ دیتے رہنا چاہیئے، اس کو ہمیشہ رنگ وروغن کروا کر صاف ستھرا رکھنا چاہیئے، اس کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اس کی آبادی کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ (بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ جماعت نے اس بیت الحمد کی پوری پوری حفاظت کی۔ جن دنوں (۲۶/اکتوبر ۱۹۸۴ء میں) مخالفین نے اس پر حملہ کیا، ان دنوں بھی اس کی مرمت ہو رہی تھی اور ٹھیکیدار کا سامان ابھی تک اندر ہی پڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیت الحمد کی وجہ سے شہر ساہیوال کے نام سے تمام دنیا کے احمدیوں کو متعارف کروا دیا۔ الحمدللہ)

اگلے روز اسی بیت الحمد میں صاحبزادہ صاحب نے لجنہ اماء اللہ ضلع ساہیوال کی ممبرات سے تقریر فرمائی اور دوپہر بارہ بجے کے قریب واپس تشریف لے گئے۔ پردہ کا پورا انتظام تھا۔ اسی روز صبح کے وقت گورنمنٹ کالج ساہیوال کے پرنسپل صاحب کی دعوت پر چند منٹ کے لئے گورنمنٹ کالج ساہیوال بھی گئے۔ پرنسپل صاحب نے ٹھنڈے مشروبات سے تواضع فرمائی۔ روانگی کے وقت وعدہ فرمایا کہ وہ دوبارہ ضلع ساہیوال آویں گے اور سارے ضلع کا دورہ کریں گے۔ نومبر ۱۹۶۵ء کے دوسرے ہفتہ میں آپ خلافت کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہو گئے۔ جماعت ساہیوال کے افراد نے ربوہ جا کر گذارش کی کہ ساہیوال دوبارہ تشریف لاویں تو فرمایا کہ اب حالات تبدیل ہو گئے ہیں اور میری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں اس لئے یہ بہت مشکل ہو گیا ہے کہ ضلع ساہیوال کے دورہ کے لئے وقت نکال سکوں۔ اگلے سال ماہ فروری میں حضور سندھ تشریف لے گئے اور ربوہ سے براستہ فیصل آباد خانیوال تشریف لے گئے۔ کراچی سے خاکسار کے نام خط تحریر فرمایا کہ واپسی کا پروگرام بذریعہ تیز گام بنایا گیا ہے اور فلاں تاریخ کو اتنے بجے تیز گام ساہیوال کے ریلوے سٹیشن پر ہو گی احباب ملاقات کر سکتے ہیں۔ خاکسار نے ضلع بھر کی جماعتوں کے احباب کو حضور کے فرمان سے مطلع کر دیا کہ حضور بذریعہ تیز گام فلاں تاریخ کو سفر فرماتے ہوئے ساہیوال سے گذریں گے۔ ریلوے سٹیشن پر ملاقات ہو سکے گی۔ چنانچہ ضلع بھر کی جماعتوں کے احباب سینکڑوں کی تعداد میں اس روز ریلوے سٹیشن ساہیوال

پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے منظّم طریق سے اور بڑی سہولت کے ساتھ تمام احباب کی ملاقات ہوگئی۔تیز گام عام طور پر ساہیوال کے سٹیشن پر پانچ منٹ کے لئے رکتی تھی اس روز ٹرین پندرہ منٹ رکی رہی۔ جماعت ساہیوال کے احباب نے بھی بڑا تعاون کیا جن میں مکرم محترم اکرام الحق جتالہ صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو ان دنوں قائد خدام الاحمدیہ ساہیوال تھے۔انہوں نے اپنے خدام کے ساتھ بڑا اچھا کام کیا۔اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دیوے۔آمین۔'' 31

جماعت احمدیہ برما کا ایک احتجاجی مراسلہ

جولائی ۱۹۶۵ء کا واقعہ ہے کہ جماعت احمدیہ برما کو علم ہوا کہ برمی زبان میں ایک کتاب ''انقلابی خیالات'' چھپی ہے جس میں مصنف نے سید المعصومین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر حملہ کیا ہے اور پروفیسر انگرسول کی کسی کتاب سے ایک نہایت ناپاک حوالہ درج کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا ہے۔

جماعت احمدیہ برما کے پریذیڈنٹ خواجہ بشیر احمد صاحب نے ایک طرف مسلم اداروں کو اس کی اطلاع دی اور دوسری طرف ایک احتجاجی مراسلہ کے ذریعہ برما کے ہوم سیکرٹری، انفارمیشن سیکرٹری اور سنٹرل انقلابی حکومت کے ادارہ کو خبردار کیا۔اس احتجاج کا فوری نتیجہ برآمد ہوا چنانچہ حکومت برما نے اس دلآزار کتاب کے تمام نسخے بحق سرکار ضبط کر لئے اس مستحسن اقدام کی بدولت ملک میں کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش نہ آیا۔32

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا انصار اللہ ضلع لائلپور کے اجتماع سے خطاب

۲۵ جون ۱۹۶۵ء کو دارالذکر لائلپور میں مجالس انصار اللہ ضلع لائلپور کا ایک روح پرور اجتماع ہوا۔ جس میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے شرکت فرمائی۔ اس موقعہ پر پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم اے قائد عمومی، مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل قائد تربیت، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب قائد اصلاح و ارشاد، پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے، مولوی نسیم سیفی صاحب نائب قائد عمومی، مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نائب قائد اصلاح وارشاد، محمد احمد صاحب انور حیدر آبادی اور میاں مسعود احمد خاں صاحب دہلوی قائد اشاعت بھی حضرت صاحبزادہ صاحب

موصوف کے ہمراہ لائل پور گئے اور انہوں نے بھی اہم علمی اور تربیتی موضوعات پر تقاریر کیں۔

اجتماع کے آخر میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے صدارتی تقریر ارشاد فرماتے ہوئے انصار کو نہایت بیش قیمت نصائح سے نوازا۔ آپ نے فرمایا ہم انصار اللہ کہلاتے ہیں۔ انصار اللہ کی اصطلاح دوطرفی رشتہ پر دلالت کرتی ہے۔ ایک طرف تو یہ دولفظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک ایسی جماعت موجود ہے جس کے افراد اپنے دلوں میں یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ محض للہ دین کی خدمت کا فریضہ ادا کریں۔ دوسری طرف انصار اللہ کی اصطلاح اس امر کا بھی آئینہ دار ہوسکتی ہے کہ ایک ایسی جماعت موجود ہے جس کے افراد کا شعار ہی نصرتِ دین ہے اور جو خدمت بھی بجالا کر وہ نصرتِ دین کا فریضہ ادا کر رہے ہیں وہ اللہ کے ہاں مقبول ہے یعنی اسے اللہ تعالیٰ کی سندِ قبولیت حاصل ہے۔

اب جہاں تک پہلے معنوں کی رُو سے نصرتِ دین کی خواہش کا تعلق ہے حقیقی معنوں کی رُو سے یہ انصار اللہ بننے کے لئے ہرگز کافی نہیں کیونکہ محض خواہش کے موجود ہونے سے کسی انعام کا استحقاق لازم نہیں آتا۔ مثال کے طور پر آٹھ نو ماہ کا طفلِ شیرخوار جب چاند کی طرف دیکھتا ہے تو اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ چاند کو پکڑے۔ چنانچہ بسا اوقات اس خواہش کے زیرِ اثر وہ چاند کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے لیکن اُس کی یہ خواہش اسے اس قابل نہیں بنا سکتی کہ فی الواقعہ وہ چاند کو پکڑ لے۔ چاند کو پکڑنے کی خواہش ویسے ہی امیدِ موہوم کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ فی زمانہ سائنسدان بھی چاند تک پہنچنے کی جو کوششیں کر رہے ہیں ان پر بھی چاند کو پکڑنے کے سلسلہ میں طفلِ شیرخوار کی خواہش والی مثل صادق آتی ہے اس لئے کہ اب تک وہ جس حد تک بھی خلا میں گئے ہیں اس کرۂ ارض پر زندگی کو برقرار رکھنے والے حالات کو اپنے ساتھ ہی لے کر گئے ہیں۔ ان حالات کی عدم موجودگی میں خلا کے اندر چند سیکنڈ بھی ان کے لئے زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔ اس میدان میں حیرت انگیز ترقی کے باوجود انہیں ناکامی کا دھڑکا لگا ہوا ہے کہ وہ چاند تک پہنچ بھی پاتے ہیں یا نہیں۔ اس میں شک نہیں نصرت دین کی محض خواہش کا موجود ہونا انصار اللہ بننے کے لئے کافی نہیں اور یہ کہ نصرت دین کی محض خواہش چاند کو پکڑنے کے تعلق میں طفل شیرخوار کی خواہش سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتی بایں ہمہ یہ خواہش ایسی خواہش نہیں ہے جس کے ساتھ ناکامی کا دھڑکا لگا ہوا ہو۔ اگر ہم چاہیں تو اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہنا کر ہم حقیقی معنوں میں انصار اللہ بن سکتے ہیں اور اپنی نصرت دین کو اس معیار پر پہنچا

سکتے ہیں کہ وہ خدا کے ہاں مقبول ٹھہرے۔اس کے لئے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔اگر ہم فی الواقعہ مجاہدہ کریں تو یقینی طور پر ہم نصرت دین کا فریضہ بجالا کر انصار اللہ بن سکتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم مجاہدہ نہ کریں اور محض خواہش کے بل پر انصار دین میں جا شامل ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان قوت قدسی عطا فرمائی تھی۔مکہ کے اطراف وجوانب سے لوگ آپ ﷺ کی طرف کھنچے چلے آتے تھے اور آپ ﷺ کی قوت قدسی کے زیر اثر ان میں تبدیلی رونما ہو کر انہیں قبول حق پر آمادہ بھی کر دیتی تھی۔اور وہ ایمان بھی لے آتے تھے لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میری ایک نظر لوگوں کو ولایت کے مقام تک پہنچا دے گی۔چونکہ روحانی ترقی بھی ہمیشہ تدریجی ہوتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے ہمیشہ لوگوں سے یہی فرمایا کہ اگر روحانی طور پر ترقی کرنی چاہتے ہو تو مجاہدہ کرو،قربانیوں اور آزمائشوں میں پورے اترو اس کے بغیر تم روحانی لحاظ سے ترقی نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ آزمائشوں اور امتحانوں میں پورا اترے بغیر روحانی مدارج نہیں ملتے چنانچہ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت:۳) یعنی کیا اس زمانہ کے لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کا یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کافی ہوگا اور وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ (البقرة:۱۵۶) یعنی ہم تمہیں کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی کے ذریعہ سے ضرور آزمائیں گے۔پس روحانی مدارج کے حصول کے لئے ابتلاؤں کا آنا ضروری ہے۔یہ ابتلاء اور آزمائشیں اپنی ذات میں خود ایک انعام ہوتے ہیں کیونکہ یہ ہمیں بیدار رکھتے ہیں اور ان کی وجہ سے ہمیں مجاہدہ کی توفیق ملتی چلی جاتی ہے۔

اس پُر اثر خطاب کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے انصار اللہ سے ان کا عہد دہروایا اور پھر ایک پُرسوز اجتماعی دعا کرائی اور اس طرح مجالس انصار اللہ ضلع لائلپور کا یہ اجتماع نہایت کامیابی اور خیر وخوبی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا پر چھ بجے شام اختتام پذیر ہوا۔[33]

رسالہ تحریک جدید کا اجراء

اگست ۱۹۶۵ء سے مولوی نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ کی زیرِ ادارت ایک نیا

مرکزی ماہنامہ ’’تحریک جدید‘‘ جاری کیا گیا۔ یہ رسالہ سلسلہ احمدیہ کی روز افزوں ترقی اور بیرونی مشنوں کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ جدوجہد کا آئینہ دار ہے۔اوراس کے ہر شمارے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کی حقانیت روشن تر ہوتی چلی جارہی ہے کہ

’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘۔34

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’وَ اَوْحٰی اِلَیَّ رَبِّیْ وَ وَعَدَنِیْ اَنَّہٗ سَیَنْصُرُنِیْ حَتّٰی یَبْلُغَ اَمْرِیْ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَھَا. وَ تَتَمَوَّجُ بُحُوْرُ الْحَقِّ حَتّٰی یُعْجِبَ النَّاسَ حُبَابُ غَوَارِبِھَا‘‘۔ 35

ترجمہ:۔میرے رب نے میری طرف وحی بھیجی اور وعدہ فرمایا کہ وہ مجھے مدد دے گا۔ یہاں تک کہ میرا کلام مشرق ومغرب میں پہنچ جائے گا۔اور راستی کے دریا موج میں آئیں گے۔ یہاں تک کہ اس کی موجوں کے حباب لوگوں کو تعجب میں ڈالیں گے۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا درج ذیل اہم پیغام اس کے پہلے شمارہ میں شائع کیا گیا:۔

’’تحریک جدید کے مقاصد ہم پر ایک بھاری ذمہ داری عائد کرتے ہیں ہمیں ساری دنیا میں تحریک جدید کے مقاصد کو پھیلانا اور قائم کرنا ہے۔اور یہ بات صرف اور صرف ہماری قربانیوں ہی سے سرانجام دی جاسکتی ہے۔اس سلسلہ میں پہلا قدم تو یہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے مرکز سے مبلغین اور لٹریچر دنیا کے تمام حصوں کو ایک نہ ٹوٹنے والے تسلسل کے ساتھ فراہم کئے جائیں اور جیسا کہ ظاہر ہے یہ بات تقاضا کرتی ہے روپے کا اور کام کرنے والوں کا۔روپیہ جو کافی مقدار میں ہو۔اور کام کرنے والے جن کی تعداد بھی کافی ہو۔اور جو حقیقی معنوں میں اسلام کی خدمت کے اہل ہوں اور اپنے دلوں میں اسلام کی خدمت کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہوں۔ایسے کام کرنے والے جہاں بھی بھیجے جائیں جانے کے لئے تیار ہوں۔ چاہے انہیں برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں پر بھیجا جائے یا افریقہ کے تپتے ہوئے ریت کے علاقوں میں۔ یہ لوگ نہایت بہادری سے ہر قسم کے پُرخطر حالات اور مشکلات میں سے گزرنے کے لئے تیار ہوں۔اوراپنی تمام کوششوں کا حقیقی اجر صرف اور صرف خدا تعالیٰ سے ہی چاہتے ہوں۔

ہمیں ایسے رنگ میں کام کرنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد کی ضرورت ہے اور یہ جماعت کا کام ہے کہ ایسے کام کرنے والے مہیا کرے۔نوجوانوں کو آگے بڑھنا چاہیئے اوراس شاندار کام کے

لئے اپنی زندگیوں کو وقف کرنا چاہیئے اور جماعت کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کی ایک اچھی خاصی تعداد کو ہر سال اس کام کے لئے تعلیم وتربیت دلوائیں۔تاکہ وہ اس بوجھ کو صحیح معنوں میں برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں۔آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں میں پڑھا ہے کہ اسلام کا مستقبل نہایت شاندار ہے۔اور یہ ایسی بات ہے جو کام کرنے والوں کے لئے اس بات کی کافی ضمانت سمجھی جانی چاہیئے کہ نہ صرف ان کی زندگیاں بیکار نہ جائیں گی بلکہ چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح ہمیشہ چمکتی رہیں گی''۔[36]

اخبار بدر قادیان نے اس نئے ماہنامہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے حسب ذیل تبصرہ سپرد قلم کیا۔جو فیض احمد صاحب گجراتی کا تحریر کردہ تھا۔

''ضرورت تھی کہ دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلے ہوئے جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشنوں کی مساعی کو نشر کرنے کے لئے ایک نقیب ہوتا۔اور جماعت کے دلوں کو اس بیحد مبارک تحریک میں حصہ لینے کے لئے گرمانے والی کوئی آواز ہوتی۔جو مستقل اور متواتر طور پر اس آفاقی مہم کی اہمیت کو واضح کرتی۔سو الحمد للہ کہ تحریک جدید انجمن احمدیہ ربوہ نے بروقت اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ماہنامہ ''تحریک جدید'' کا اجراء کیا ہے۔

یہ ماہنامہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ایک حصہ اردو میں ہے اور دوسرا انگریزی میں۔اس ابتدائی پرچے میں صرف تحریک جدید کے مختصر سے تعارف پر ہی اکتفا کیا گیا ہے اور ابتدائی طور پر یہی ضروری تھا۔حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیلِ اعلیٰ تحریک جدید کا ایک مختصر مگر مؤثر پیغام بھی ہے جس میں جماعت کو مالی اور جانی قربانیاں اسلام کی دہلیز پر پیش کرنے کی تحریک فرمائی گئی ہے۔تحریک جدید کے ابتدائی دور کی کچھ جھلکیاں محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور نے پیش فرمائی ہیں......ٹائٹل پیج پر حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے کامیاب دورۂ افریقہ و یورپ کے دوران کی ایک فوٹو ہے۔جس میں آپ گھانا کے صدر مسٹر نکرومہ کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں......ہم امید کرتے ہیں کہ یہ ماہنامہ مولانا نسیم سیفی جیسے تبلیغی میدان کے آزمودہ اور تجربہ کار مجاہد کی ادارت میں اہم خدمات سرانجام دے گا......رسالہ کی قیمت محض برائے نام رکھی گئی ہے یعنی صرف ڈیڑھ روپیہ سالانہ''۔[37]

نوٹ:۔بعض وجوہات کی بنا پر ۱۹۹۱ء سے دسمبر ۲۰۰۵ء تک اس کی اشاعت محدود رہی۔جنوری ۲۰۰۶ء سے دوبارہ باقاعدہ اشاعت جاری ہے۔

جماعت ہائے احمدیہ یورپ وانگلستان کا پہلا کامیاب جلسہ

یکم اگست ۱۹۶۵ء کا دن یورپ کے احمدیہ مشنوں کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس روز یورپ اور انگلستان کی احمدی جماعتوں کا پہلا کامیاب سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کا افتتاح حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس نے کیا اور آپ ہی نے افتتاحی خطاب سے نوازا۔

اس جلسہ میں جماعت ہائے احمدیہ انگلستان کے احباب کے علاوہ ہالینڈ، جرمنی، سپین، ڈنمارک، سویڈن، سوئٹزرلینڈ اور فرانس سے ۲۵ مندوبین نے شرکت فرمائی۔ استقبالیہ ایڈریس بشیر احمد رفیق صاحب امام مسجد فضل (لندن) نے پڑھا۔ جلسہ میں مندرجہ ذیل مجاہدین احمدیت نے تقاریر فرمائیں:۔

چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ (امام مسجد محمود زیورک)، عبدالسلام صاحب میڈسن (ڈنمارک)، حافظ قدرت اللہ صاحب امام مسجد (ہالینڈ)، چوہدری عبداللطیف صاحب امام مسجد (ہمبرگ)۔ شام کو لجنہ اماء اللہ لندن نے مندوب خواتین کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب منعقد کی جس میں محترمہ طاہرہ چوہدری صاحبہ نے استقبالیہ ایڈریس میں مہمان خواتین کو خوش آمدید کہا۔ سوئٹزرلینڈ کی مس نصرت نے جوابی تقریر میں لجنہ اماء اللہ لندن کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اس تاریخی جلسہ کے تمام اجلاسوں میں شمولیت فرمائی اور مختلف مواقع پر زریں نصائح اور ہدایات سے نوازا۔[38]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا دورہ کراچی وسندھ

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اس سال ۲۶ راگست سے لے کر ۵ ستمبر تک کراچی اور اندرون سندھ کا کامیاب دورہ کیا۔ جو مخلصین جماعت کے ازدیادِ ایمان کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی مصروفیات کا آغاز ۲۶ راگست کی شام کو ہوا جبکہ آپ نے مجلس انصار اللہ کراچی کی تربیتی کلاس سے خطاب فرمایا۔

اگلے روز ۲۷ راگست کو آپ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے کراچی کے احمدی احباب کو نہایت قیمتی نصائح فرمائیں اور انہیں مرکز کے ہر حکم اور جماعتی نظام کے تحت مقرر کردہ

عہدیداروں کی ہدایات کی تعمیل کی نصیحت فرمائی۔آپ نے فرمایا ہم میں سے ہر شخص کو خواہ وہ ناظر ہو یا امیر جماعت یا کوئی اور عہدیدار تمام اختیارات خلیفۂ وقت کی طرف سے تفویض ہوتے ہیں ان میں سے کسی کا اپنا کوئی ذاتی اختیار نہیں ہے اس لئے ضروری ہے کہ نظام کی مکمل پابندی کی جائے اور اگر امیر جماعت یا کوئی اور عہدیدار کوئی ہدایت دیتا ہے تو وہ دراصل اس اختیار کے تحت ہوتی ہے جو خلیفۂ وقت کی طرف سے تفویض ہے اس لئے عہدیداروں کے احکام کی اطاعت دراصل خلیفۂ وقت کی اطاعت ہے اور اسی نقطۂ نظر کے تحت خلیفۂ وقت کی اطاعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔

خطبہ جمعہ کے بعد جماعت کراچی کے احباب سے محترم صاحبزادہ صاحب نے ملاقات کی اس کے بعد چونکہ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کو مجلس انصار اللہ کے اجتماع میں شرکت کے لئے رحمٰن آباد باندھی تشریف لے جانا تھا لہذا آپ احمدیہ ہال سے سیدھے اپنی رہائش گاہ گئے اور وہاں سے بذریعہ موٹر کار چار بجے سہ پہر عازم حیدرآباد ہوئے۔حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری، مکرم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی، مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب مربی سلسلہ، مکرم محمد شفیع خاں صاحب زعیم اعلیٰ انصار اللہ کراچی، مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نائب زعیم اعلیٰ مجلس کراچی اور آفتاب احمد صاحب بسمل منتظم عمومی مجلس مقامی ہمرکاب تھے۔

راستہ میں ٹھٹھہ کے مقام پر نصف گھنٹہ کے لئے ٹھہرے اور اس کے بعد شام کے پونے آٹھ بجے کے قریب حیدرآباد پہنچ گئے۔حیدرآباد کے احباب محترم مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ کے ہمراہ پیشوائی کے لئے شہر سے باہر پہنچے ہوئے تھے۔رات محترم صاحبزادہ صاحب نے مکرم کرنل ضیاء الحسن صاحب کی کوٹھی پر قیام فرمایا کرنل صاحب موصوف نے رات کا کھانا پیش کیا اور مہمانوں کی آسائش کا خاص انتظام کیا۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

اگلے روز نماز فجر ادا کرنے کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب اور آپ کے ہمراہی موٹروں میں نوابشاہ روانہ ہوئے جہاں محترم صاحبزادہ صاحب اور دوسرے دوستوں کو ناشتہ کرایا گیا اس کے بعد آپ کا قافلہ وہاں سے روانہ ہو کر دس بجے کے قریب رحمٰن آباد باندھی پہنچا جہاں احباب جماعت نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب انصار اللہ کے اجتماع کا افتتاح فرمانے کے لئے جلسہ گاہ پہنچے۔آپ نے احباب سے بڑے مؤثر انداز میں خطاب فرمایا اور

انہیں صحیح معنوں میں انصاراللہ بننے کی تلقین کی۔مرکز سے مولانا شیخ مبارک احمد صاحب قائد اصلاح و ارشاد مجلس انصاراللہ مرکزیہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے دوروزہ اجتماع میں مختلف علماء سلسلہ اور دوسرے دوستوں نے تقریریں کیں اور نظمیں سنائیں ان میں مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، مولانا عبدالمالک خان صاحب، مولانا غلام احمد صاحب فرخ، مکرم چوہدری احمد مختار صاحب، خان محمد شفیع خان صاحب اور مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔آفتاب احمد بسمل صاحب اور مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ انصاراللہ سابق سندھ نے بھی نظمیں پیش کیں۔پہلا اجلاس ڈیڑھ بجے کے قریب ختم ہوا۔کھانے اور نمازوں کے بعد دوسرا اجلاس ہوا جو شام چھ بجے تک جاری رہا۔رات کو تیسرا اجلاس ہوا جو ساڑھے دس بجے شب اختتام پذیر ہوا۔اگلے روز صبح نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری نے کچھ روایات سنائیں جو احباب کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئیں۔اتوار کو اور بہت سے احباب بھی اجتماع میں پہنچ گئے۔دوسرے دن کے دوسرے اجلاس میں محترم صاحبزادہ صاحب نے درس قرآن مجید دیا اور اختتامی خطاب اور دعا کے بعد اجتماع ختم ہونے کا اعلان فرمایا۔اس اجتماع کا انتظام مکرم حاجی عبدالرحمٰن صاحب رئیس باندھی نے فرمایا تھا انہوں نے انتہائی اخلاص اور محبت کے جذبے کے ساتھ مہمانوں کی خدمت کی اور انہیں ہر طرح آرام پہنچایا اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزا دے اور بیش از بیش سلسلہ کی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

۲۹/اگست بروز اتوار دن کے ڈھائی بجے محترم صاحبزادہ صاحب اور آپ کے ہمراہی موٹروں میں واپس روانہ ہوئے اور چار بجے کے قریب نواب شاہ پہنچے۔وہاں سے میرپورخاص روانہ ہوئے راستے میں سانگھڑ میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کے ہاں کچھ دیر ٹھہرے اور پھر وہاں سے روانہ ہو کر شام کو میرپورخاص پہنچے۔جہاں آپ نے مسجد احمدیہ نیز ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی کے مکان کا سنگِ بنیاد رکھا۔میرپورخاص میں آپ نے ایک دعوت میں شرکت فرمائی جو صوبائی وزیر جناب محمد خان جونیجو (بعد ازاں وزیراعظم پاکستان) کے اعزاز میں دی گئی اس موقعہ پر جہاں غیر احمدی معززین کی خاصی بڑی تعداد تھی محترم صاحبزادہ صاحب نے تحریک آزادی کشمیر اور مجاہدین کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر ساڑھے گیارہ بجے دن کراچی پہنچے۔رات کا کھانا مکرم شیخ فیض قادر صاحب نے پیش کیا۔یکم ستمبر بروز بدھ محترم صاحبزادہ صاحب مع افراد خاندان ٹھٹھہ تشریف

لے گئے اور وہاں ریسٹ ہاؤس میں قیام فرمایا۔آپ نے وہاں مسجد شاہجہان دیکھی اور اس کے فن تعمیر کا تفصیلی معائنہ کیا۔۲ستمبر بروز جمعرات آپ نے احمدیہ ہال (کراچی) میں درس قرآن مجید دیا۔جس میں آپ نے سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات کی نہایت حکیمانہ انداز میں تفسیر فرمائی۔

اگلے روز تین ستمبر بروز جمعہ آپ نے احمدیہ ہال میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور احباب کو نہایت قیمتی نصائح فرمائیں۔شام میجر شمیم احمد صاحب کے ہاں کھانا تناول فرمایا۔ ہفتے کے روز صبح دس بجے کے قریب آپ ہاکس بے تشریف لے گئے افراد خاندان اور بعض احباب جماعت ہمرکاب تھے۔اس موقعہ پر مکرم کیپٹن سید افتخار حسین صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے میزبان کے فرائض انجام دیئے۔وہاں سے شام سوا پانچ بجے آپ واپس تشریف لائے اور چھ بجے مسجد احمدیہ مارٹن روڈ کی مجوزہ عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لے گئے اس موقعہ پر مکرم امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی نے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا اس میں بتایا کہ مکرم ڈاکٹر محمد ثناءاللہ صاحب انصاری نے مسجد احمدیہ مارٹن روڈ کی تعمیر خود کرانے کی پیشکش کی ہے جو مکرم ڈاکٹر صاحب اپنے مرحوم والد جناب محمد بقاءاللہ صاحب انصاری کے لئے دعا کی تحریک کی غرض سے ان کی یاد میں تعمیر کرانا چاہتے ہیں۔محترم صاحبزادہ صاحب نے سپاسنامہ کے جواب میں مختصر خطاب فرمایا اور مساجد کی تعمیر کے کار خیر میں زیادہ سے زیادہ احباب کو حصہ لینے کی تلقین فرمائی اس کے بعد آپ نے سنگ بنیاد رکھا اور دعا فرمائی۔نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد آپ نے قرآن کریم کا درس دیا اور پھر نماز عشاء ادا کر کے احباب سے رخصت ہوئے۔

اگلے روز ۵ستمبر بروز اتوار صبح ساڑھے نو بجے آپ نے مجلس عاملہ جماعت احمدیہ کراچی کے اراکین سے خطاب فرمایا۔اس روز دوپہر کا کھانا چوہدری عبدالمجید صاحب بھٹی نے پیش کیا۔اسی روز شام کو سوا سات بجے محترم صاحبزادہ صاحب مع دیگر افراد بذریعہ چناب ایکسپریس کراچی سے ربوہ واپس تشریف لے گئے۔[39]

پاک بھارت جنگ۔پاکستانی احمدیوں کے ناقابل فراموش کارنامے

جماعت احمدیہ کا حقیقی اسلامی تعلیمات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایات کی روشنی میں یہ پختہ اور مضبوط عقیدہ ہے کہ دنیا کے ہر احمدی پر اپنے ملک کا وفادار رہنا ایک دینی فرض ہے اور اس فرض

کا تقاضا ہے کہ ہر احمدی لازماً اپنے ملک کا وفادار رہے اور اسی طرح اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے ملک اور قوم کی بہبود و بھلائی اور دفاع کے لئے سر توڑ کوشش کرتا رہے اور جب بھی اس کے ملک کو جس قربانی کی ضرورت پڑے اس چیز کو قربان کرنے کے لئے سب اہل وطن سے آگے صف اول میں کھڑا نظر آئے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اس مذہبی فریضہ کے عین مطابق ہر ملک کے احمدی ہمیشہ اپنے وطن کے وفادار رہے ہیں۔ پاکستان کا احمدی پاکستان کا وفادار، ہندوستان کا احمدی ہندوستان کا اور انگلستان و امریکہ کا احمدی انگلستان و امریکہ کا وفادار ہے۔ اپنے وطن سے غداری اور بے وفائی کا تصور بھی ایک حقیقی احمدی کے لئے امر محال ہے۔ حکومتیں یا اہل وطن احمدی کے ساتھ کوئی سا بھی سلوک کریں۔ بہرحال ہر احمدی کی اپنے ملک و قوم سے وفاداری کسی قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اسی وفاداری اور وطن سے محبت کی وجہ سے حضرت مصلح موعود نے قیام پاکستان کے بعد بطور ایک پاکستانی شہری کے استحکام پاکستان کے لئے بھی بے انتہا سعی و کوشش فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ایک موقع پر پاکستانی احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ’’پس راتوں کو اٹھو، خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور انکسار کرو۔ پھر یہی نہیں کہ خود دعا کرو بلکہ یہ بھی دعا کرو کہ ساری جماعت کو دعا کا ہتھیار مل جائے۔ ایک سپاہی جیت نہیں سکتا۔ جیتتی فوج ہی ہے۔ اسی طرح اگر ایک فرد دعا کرے گا تو اس کا اتنا فائدہ نہیں ہوگا جتنا ایک جماعت کی دعا سے فائدہ ہوگا۔ تم خود بھی دعا کرو اور پھر ساری جماعت کے لئے بھی دعا کرو کہ خدا تعالیٰ انہیں دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر احمدی کے دل میں یقین پیدا ہو جائے کہ دعا ایک کارگر وسیلہ ہے اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ جماعت کے سب افراد میں ایک آگ سی لگ جائے۔ ہر احمدی اپنے گھر پر دعا کر رہا ہو پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کا فضل کس طرح نازل ہوتا ہے‘‘۔ [40]

خدا کے موعود خلیفہ کی اس عظیم جدوجہد اور اس زبردست روحانی ٹریننگ کی برکت تھی کہ ۱۹۶۵ء کی پاک و بھارت جنگوں میں جورَن کچھ، چھمب جوڑیاں، ماحول لاہور اور چونڈہ کے وسیع محاذوں میں لڑی گئیں پاکستان کے جری اور بہادر احمدیوں نے ناقابلِ تسخیر ولولے کے ساتھ جرأت و بہادری اور حب الوطنی کا شاندار مظاہرہ کیا اور احمدی جرنیلوں اور احمدی ہوابازوں نے اپنے خون سے اپنے مقدس وطن کی

نئی تاریخ لکھی اور اپنی شجاعت و بسالت سے تاریخ دفاع میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

معرکہ رن کچھ

رن کچھ کا علاقہ مغربی پاکستان کی جنوبی سرحد سے ملحق ہے اس صحرائی اور دلدلی علاقے کا رقبہ آٹھ ہزار چار سو مربع میل ہے۔ رن کچھ اور سابق صوبہ سندھ کی سرحد کے بارے میں تنازعہ برطانوی حکومت کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا تاہم عرض بلد تئیس اشاریہ پانچ آٹھ درجے کا علاقہ، جس کا رقبہ تقریباً ساڑھے تین ہزار مربع میل ہے ہمیشہ سے حکومت سندھ کے زیر انتظام رہا۔

۱۹۶۰ء میں سابق صوبہ پنجاب کی سرحدوں کی نشاندہی مکمل ہوگئی تو دونوں حکومتوں نے طے کیا کہ رن کچھ کی سرحد متعین کرنے کے لئے مذاکرات جاری رکھے جائیں۔ لیکن مذاکرات کی بجائے جنوری ۱۹۶۵ء کے پہلے ہفتہ میں بھارتی فوج متنازعہ علاقے میں پہنچنے لگی۔ وسط مارچ تک بھارتی فوج نے اپنے دو ڈویژن رن کچھ میں پہنچا دیئے۔ رن کچھ کے ساحلی بحری اڈے دوارکا میں بحری بیڑے کے سات تباہ کن جہاز لنگر انداز ہوگئے۔ طیارہ بردار جہاز وکرنت پینے کا پانی لے کر کھڑا ہوگیا۔ جام نگر پر جدید ترین بمبار اور لڑاکوں کے سکواڈرن تیار کر دیئے گئے۔ اس ماحول میں ۴، ۵/اپریل ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب کو بھارتی فوج پاکستانی مقبوضہ علاقے میں گھس آئی۔ پاکستان کی سردار نامی پوسٹ پر قبضہ کر کے پاکستانی سرحدی پولیس کی دو چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ ۸-۹/اپریل کو پاکستانی فوج کی ایک بٹالین نے حملہ کر کے سردار پوسٹ کے علاوہ ایک اور چوکی ان سے چھین لی۔ ۱۴ گھنٹوں کی خونریز لڑائی میں سو سے زیادہ بھارتی فوجی ہلاک ہوئے۔ ۲۱ فوجی گرفتار کئے گئے۔

بھارتی فوج نے اس کا بدلہ لینے کے لئے ۱۲/اپریل کو پوری قوت کے ساتھ کانجر کوٹ پر حملہ کر دیا لیکن بھارت کو زبردست ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بھاری مالی و جانی نقصان اٹھا کر پسپا ہوگیا۔ اس کے بعد بھارتی فوج نے مشرقی سیکٹر کا رخ کیا مگر وہاں پاکستانی فوج کا ایک اور بریگیڈ پہنچ گیا جس کی کمان احمدی بریگیڈیئر افتخار خاں جنجوعہ کے سپرد تھی۔ اس معرکہ کی تفصیل جناب خالد محمود نے اپنی کتاب ''رن کچھ سے چونڈہ تک'' [41] میں بیان کی ہے اور اس کتاب میں بریگیڈیئر افتخار خاں کی تصویر دی اور اس پر یہ نوٹ درج کیا:۔

''بریگیڈیئر افتخار خاں ہلال جرأت کی قیادت میں پاکستانی جوانوں نے بیار بیٹ میں بھارتی فوج کو شرمناک شکست دے کر دشمن کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے''۔ [42]

معرکہ چھمب وجوڑیاں

اگست ۱۹۶۵ء میں بھارتی فوجیوں نے آزاد کشمیر کے علاقے میں کرگل کی تین چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے علاوہ بھارتی فوج نے گجرات کے علاقہ اعوان شریف پر شدید گولہ باری کی جس سے مکانوں کی چھتوں اور درودیوار کے پرخچے اُڑ گئے اور بہت سے افراد جاں بحق ہو گئے۔

اس کے بعد بھارت نے آزاد کشمیر کے علاقہ ٹیٹوال میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ بھارت نے یہاں دو بریگیڈ جمع کر دئے۔ بھارت کی ان مسلسل کارروائیوں پر آزاد کشمیر کی فوج نے پاکستانی فوج کی مدد سے بھمبر کے علاقہ میں جنگ بندی لائن عبور کر کے چھمب اور دیوا کی بھارتی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ اس لڑائی میں آزاد کشمیر اور پاکستانی فوج نے سات طیارے مار گرائے، پندرہ ٹینکوں پر قبضہ کیا، لاتعداد اسلحہ ہاتھ آیا، سینکڑوں مخالف سپاہی ہلاک ہوئے اور بہت سے گرفتار کئے گئے۔

چھمب کے اہم اور مضبوط فوجی مقام سے بھارتی فوجوں کی پسپائی کے بعد پاک افواج نے دریائے توی کو عبور کر کے آگے بڑھنا شروع کیا۔ بھارتی فوج نے کئی بار پاکستانی علاقے پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن پاکستان کی فضائیہ نے اس کی ایک نہ چلنے دی اور دریائے توی کو عبور کر کے پاک آزاد افواج پانچ میل آگے بڑھ گئیں۔ یہ ۴ستمبر ۱۹۶۵ء کا دن تھا۔ دریائے توی عبور کر کے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر بھارت کے سب سے اہم فوجی مرکز اور دفاعی حصار جوڑیاں پر حملہ کیا گیا۔ پاکستانی فوج نے مدمقابل کو نقصان پہنچا کر جوڑیاں پر قبضہ کر لیا۔ بہت سے فوجی قیدی بنائے گئے۔ جوڑیاں میں بھارت کی زبردست قلعہ بند فوجوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ اپنے ٹینک اور بکتر بند دستے میدان میں لے آئی لیکن وہ پاکستانی افواج کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ اور زبردست ہزیمت اٹھا کر بھارتی فوج پسپا ہوگئی اور اس طرح یہ اہم دفاعی قلعہ بھارتی فوج کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ جوڑیاں پر قبضہ کرنے کے بعد آزاد کشمیر اور پاکستان کی فوج دریائے چناب کے کنارے اکھنور کے دروازے پر پہنچ گئی۔ یہاں سے جموں شہر بارہ میل دور مشرق میں واقع ہے۔ 43

آزاد کشمیر اور پاکستانی فوج کو یہ محیر العقول کامیابیاں احمدیت کے ایک مایہ ناز سپوت میجر جنرل اختر حسین ملک کی ولولہ انگیز قیادت میں نصیب ہوئیں۔ چنانچہ رسالہ چٹان لاہور کے مدیر شورش کاشمیری صاحب (شدید معاند احمدیت) نے لکھا:۔

میدانِ کارزار پہ چھاتے ہوئے چلو جوشِ وَغا کا نقش بٹھاتے ہوئے چلو
دہلی کی سرزمیں نے پکارا ہے ساتھیو **اختر ملک** کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلو
بھولو نہیں کہ حلقہ بگوشِ رسولؐ ہو
شورش خدا کا خوف جماتے ہوئے چلو
واہگہ کی سرزمیں سے حریفوں کی ٹولیاں اختر ملک کی زیرِ قیادت چھتاڑ دو
بزدل اٹھا چکے ہیں قدم ارضِ پاک پر جس رُخ سے بھی یہ سامنے آئیں پچھاڑ دو

میجر جنرل اختر حسین ملک کو اہلِ وطن کا شاندار خراج تحسین

میجر جنرل اختر حسین ملک کی شجاعت پر صدرِ پاکستان محمد ایوب خان نے ہلال جرأت کا اعزاز دیا۔اور ملک کے ہر طبقہ نے ان کو زبردست خراج تحسین ادا کیا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے بطور نمونہ چند اہل قلم اور فن حرب کی ماہر شخصیات کے تاثرات حوالہ قرطاس کئے جاتے ہیں۔

ا۔ملک کے ممتاز مورخ و ادیب جناب نسیم کاشمیری نے لکھا:۔

''کشمیر میں جنگ بندی لائن کے پار بھارت کی مسلسل جارحانہ کارروائیوں کے جواب میں میجر جنرل اختر حسین ملک ستارۂ قائداعظم جنرل آفیسر کمانڈنگ پیدل ڈویژن کو بھمبر علاقہ میں حملہ کا کام سونپا گیا تھا۔چھمب میں بھارتی مورچے غیر معمولی طور پر مضبوط بنائے گئے تھے اور ایک طاقتور فوج وہاں متعین تھی۔میجر جنرل اختر حسین ملک نے ان مورچوں پر حملہ کیا اور بھارتی گیریزن کو اس حقیقت کے باوجود کہ ان کے پاس جو فوج تھی وہ عموماً ایسی کارروائی کے لئے ناکافی سمجھی جاتی ہے بالکل ختم کر دیا۔بھارتی قلعہ بندیوں کو تباہ کن ضربیں لگانے اور انہیں برباد کرنے کی کارروائی جنرل آفیسر کمانڈنگ کے بہادرانہ منصوبے بنانے اور کارروائی میں غیر معمولی قیادت کی رہینِ منت ہے اس مشکل کام کو دلیرانہ طور پر اور ذاتی جرأت کے ساتھ انجام دیا۔انہیں بہادری کا اعزاز ہلال جرأت دیا گیا جس کے وہ مستحق تھے''۔[44]

۲۔کتاب ''ہمارے غازی،ہمارے شہید'' کے مؤلف لکھتے ہیں:۔

''میجر جنرل اختر حسین ملک غازی ہلال جرأت۔ان کو چھمب جوڑیاں سیکٹر میں حملہ کا کام سونپا گیا۔چھمب میں بھارتی مورچے غیر معمولی طور پر مضبوط بنائے گئے تھے۔اختر حسین ملک کی قیادت

میں ہماری شیر دل فوج نے اس سیکٹر میں دشمن کی قلعہ بندیوں کو پاش پاش کر دیا‘‘۔[45]

۳۔ جناب شریف فاروق اپنی کتاب ’’پاکستان میدانِ جنگ میں‘‘ کے صفحہ ۲۴۴ پر رقمطراز ہیں:۔

’’کشمیر میں جنگ بندی لائن پر جب بھارتی فوج کی جارحانہ سرگرمیاں بہت بڑھ گئیں تو میجر جنرل اختر حسین ملک ستارۂ قائداعظم کو جو ایک پیدل ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ ہیں بھمبر کے علاقہ میں حملہ کی کمان سونپی گئی۔ چھمب کے علاقہ میں بھارتی فوج کی جنگی مورچہ بندیاں بڑی مستحکم تھیں اوران کا گیریزن بھی بہت مضبوط تھا۔ میجر جنرل اختر حسین ملک نے نہ صرف بھارت کے اس مورچے پر حملہ کیا بلکہ اس کے گیریزن کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔ حالانکہ ان کے پاس جو فوج تھی عام حالات میں اس کے لئے اتنا بڑا کام انجام دینا بہت مشکل سمجھا جاتا ہے۔ صدر ایوب نے اس حملہ کی کامیاب قیادت اور اچھی منصوبہ بندی اور ذاتی شجاعت کے اعتراف میں انہیں ہلالِ جرأت کا اعزاز عطا کیا۔‘‘[46]

۴۔ رسالہ ’’سیارہ ڈائجسٹ‘‘ لاہور نے ستمبر ۱۹۸۲ء کی اشاعت میں صفحہ ۹۹ پر یہ انکشاف کیا:۔

’’ہماری ہائی کمان نے ایک دوسرا غلط فیصلہ یہ کیا کہ جنرل اختر ملک کو جو یہ منصوبہ بنانے اوراس کو روبہ عمل لانے کے نگران بھی تھے اچانک تبدیل کر کے ان کی جگہ یحییٰ خان کو مقرر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۳/۲ ستمبر ۱۹۶۵ء کو یہ فیصلہ ہوا۔ جنرل یحییٰ خان نے آتے ہی حملہ ایک دن کے لئے روک دیا، کیونکہ وہ منصوبہ سے واقفیت اور فوج کی اب تک کی کارکردگی سے واقف ہونا چاہتے تھے۔ جنرل اختر ملک نے اس موقع پر ہائی کمان کو ہر ممکن طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی کہ انہیں منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہاں رہنے دیں لیکن ہائی کمان نے ایک نہ سنی۔ ہماری اطلاع کے مطابق جنرل اختر ملک نے یہ پیشکش بھی کی کہ وہ جنرل یحییٰ خان کے ماتحت رہ کر اپنے منصوبہ کو انجام تک پہنچانا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ پیشکش بھی مسترد کر دی گئی۔ اس فیصلے سے بھی منفی اثرات مرتب ہوئے۔ حملے میں سست رفتاری آئی۔ اس کے باوجود ہم دشمن کو کاٹتے ہوئے اکھنور کے پہاڑوں کے پاس پہنچ گئے جہاں سے ہمیں آگے بڑھنا تھا۔

یہاں پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس سے پہلے والے حملے میں ہم کالی دھار تک پہنچ چکے تھے۔ اگر ہمیں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی جاتی تو ہم ۱۵/ اگست سے پہلے کالی دھار سے آگے بڑھتے ہوئے نوشہرہ اکھنور سڑک کاٹ دیتے۔ اس سے نہ صرف بھارت کی سپلائی لائن کٹ جاتی بلکہ مقبوضہ

کشمیر سے اس کا رابطہ بھی منقطع ہو جاتا۔ اس کے باوجود ہم ایک بار پھر اکھنور کی پہاڑیوں پر پہنچ چکے تھے اور یہ ۵ ستمبر کی شام تھی۔ اگلی صبح ۶ ستمبر کو ہم نے اکھنور پر حملہ کرنا تھا۔ ہمیں پورا یقین اور مکمل اعتماد تھا کہ ہم اکھنور کو کاٹ دیں گے۔

ایک طرف یہ صورتحال تھی یعنی ہم مقبوضہ کشمیر میں دشمن کا ٹینٹوا دبانے کی تیاری کر رہے تھے۔ جنگ میں شدت بڑھ رہی تھی۔ بھارت مغربی محاذ پر اپنی توجہ مبذول کر چکا تھا کیونکہ اس کے پاس مقبوضہ کشمیر میں پاکستانی دباؤ ختم کرنے کا یہی ایک طریقہ رہ گیا تھا۔ لیکن دوسری طرف اسلام آباد میں تمام بڑے لوگ مطمئن تھے کہ مسٹر بھٹو کو امریکہ نے جو یقین دہانی کرائی ہے کہ بھارت بین الاقوامی سرحد عبور نہیں کرے گا، اس لئے لال بہادر شاستری کی دھمکیوں کا نوٹس لینے کی ضرورت نہیں لیکن ۶ ستمبر کو ان کے خواب چکنا چور ہو گئے جب انہیں علم ہوا کہ بھارت نے لاہور اور سیالکوٹ سیکٹر میں بہت بڑا حملہ کر دیا ہے اور واہگہ میں صرف چند کمپنیاں دشمن کا حملہ روکنے میں بہادری، جرأت اور سرفروشی کی لازوال داستانیں رقم کر رہی ہیں۔ ادھر چونکہ مناسب دفاع کا انتظام نہ تھا اس لئے مقبوضہ کشمیر میں حملہ کو یکدم روک دیا گیا اور کئی بریگیڈ نکال کر سیالکوٹ اور لاہور سیکٹر پہنچائے گئے۔ یوں مقبوضہ کشمیر میں دفاعی پوزیشنیں اختیار کر لی گئیں۔ لاہور اور سیالکوٹ سیکٹر میں بھارت نے حملہ کر کے مقبوضہ کشمیر میں پاکستان کے حملے کو روکنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کر لی جبکہ پاکستان اپنے دو اہم ترین شہروں کو بچانے کی جنگ لڑنے پر مجبور ہو گیا''۔

۵۔ پاکستان کے باا ثر اور کثیر الاشاعت اخبار جنگ (لاہور) میں ایس۔ اے ملک نے میجر جنرل اختر حسین ملک کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا:۔

''صورت حال ایک نیا رخ اختیار کر رہی تھی کہ ایک روز آل انڈیا ریڈیو نے خبر دی کہ بھارت کی پارلیمنٹ میں بھارت کے وزیر دفاع چاون نے ابھی ابھی اعلان کیا ہے کہ بھارت کی افواج نے آزاد کشمیر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے اور تین چوکیوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگئی ہیں یہ چھمب جوڑیاں کے تاریخی معرکے کی ابتداء تھی اس معرکے کے ہیرو مرحوم اختر حسین ملک تھے جن کی نگرانی میں آزاد کشمیر اور پاکستان کی افواج نے بھارتی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ راقم کی ملاقات جنرل اختر ملک کے ساتھ مری میں ہوئی تھی مرحوم بڑے سمجھدار، مدبر اور معاملہ فہم افسر تھے لیکن حالات اور دوسرے امور پر جب بھی ان سے بات چیت کا موقع ملا یہ محسوس ہوا کہ ان کی سوچ کا انداز مدبرانہ

تھا جولوگ مرحوم کو جانتے ہیں ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مرحوم جہاں اپنی فنی صلاحیتوں کو منوانے کی اہلیت رکھتے تھے وہاں وہ دوسرے معاملات میں بھی بڑے عقلمند واقع ہوئے تھے وہ ہر بات کو فوراً ہی سمجھ جاتے تھے۔ اتفاق سے راقم ان دنوں آزاد کشمیر میں صحافتی فرائض انجام دے رہا تھا ان ہی دنوں ایک موقع پر میجر جنرل اختر حسین ملک سے میر پور میں بھی ملاقات ہوئی ان کے عزم اور بہادری، لگن اور اپنے پیشہ سے محبت اور ایثار کی یاد آتی ہے تو دل بے اختیار تڑپ جاتا ہے بہر حال وہ اپنے مشن کی طرف جارہے تھے ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی انہوں نے اپنے ملنے والوں سے صرف اتنا کہا کہ دعا کریں کہ خدا مجھے پاکستان کی خدمت کرنے کا موقعہ دے۔ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔ اگر میری قسمت میں شہادت لکھی ہے تو میرے جیسا خوش قسمت انسان کون ہوگا۔ راقم کی طرف مرحوم نے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرا صحافی دوست ہے۔

اختر حسین ملک اپنے مشن پر روانہ ہوئے۔ چھمب اور جوڑیاں میں اتنے زور کا معرکہ ہوا کہ بھارت کی فوج کو اس طرح دبوچا گیا کہ بھارتی حکومت بوکھلا گئی۔ میجر جنرل اختر حسین ملک بھارت کے لئے ہوّا بن کر اُبھرے ایک طرف بھارت کی قریباً سات ڈویژن فوج تھی اور دوسری طرف اختر ملک کی قیادت میں لڑنے والے چند ہزار سرفروش۔ ان سرفروشوں کی پیش قدمی سے گھبرا کر بھارت کے وزیر اعظم لال بہادر شاستری نے بھارتی فضائیہ کے اس وقت کے سربراہ ائیر مارشل ارجن سنگھ کو حکم دیا کہ کسی بھی حالت میں اختر حسین ملک کو نہ چھوڑا جائے۔ بھارت کے طیارے اختر حسین ملک کی تلاش میں آزاد کشمیر کی سرحدوں پر منڈلانے لگے تھے اختر حسین ملک کا چرچا پاکستان اور آزاد کشمیر ہی میں نہیں بلکہ بھارت میں بھی تھا۔ انہوں نے جن پیشہ وارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا اس پر ان کو خوب کھل کر داد دی جارہی تھی۔ بھارت کی سول اور فوجی قیادت ان سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن قدرت کے کھیل نرالے ہوتے ہیں اور زندگی موت اور عزت وذلت کے معاملے میں کسی انسان کا بس نہیں چلتا۔

بھارت کو اختر حسین ملک کے خلاف اپنی کوششوں میں منہ کی کھانی پڑی کوئی بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ جب چھمب اور جوڑیاں میں لڑائی زوروں پر تھی تو ایک وقت ایسا بھی آیا جب یہ محسوس ہورہا تھا کہ شاید ہم تھوڑی ہی مدت میں کہاں سے کہاں پہنچنے والے ہیں پاکستان کے عوام اس جنگ کو کبھی فراموش نہیں کریں گے عوام کے حوصلے بلند تھے اور ملک میں اعتماد کی فضا پائی جاتی تھی۔

چھمب جوڑیاں کے اس فاتح کے ساتھ بعد میں جو کچھ ہوا اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں وہ سب کے سامنے ہے بہر حال ان کو ستمبر ۱۹۶۵ء کے شروع میں جو مشن سونپا گیا تھا اس میں وہ کامیاب اور سرخرو ہوئے۔ جنگ کے بعد ان کی خدمات سینٹو کے سپرد کر دی گئیں اور وہ اپنے فرائض ادا کرنے کے لئے ترکی چلے گئے۔“ 47

۶۔ پروفیسر خان زمان مرزا نے اخبار جنگ لاہور مورخہ ۱۲/اپریل ۱۹۸۳ء صفحہ ۳ میں فاتح چھمب و جوڑیاں میجر جنرل اختر حسین ملک کی فاتحانہ پیشقدمی اور پاکستان کے اس مایہ ناز جنگی ہیرو کے خلاف کی جانے والی افسوسناک سازش پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”وادی کشمیر میں اور مقبوضہ کشمیر میں ہر جگہ مسلمانوں نے گوریلوں سے بھرپور تعاون کیا تھا جہاں تک حصول مقصد میں ناکامی کا تعلق ہے اس کی ذمہ داری مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر عائد کرنا ناانصافی کے مترادف ہوگا یہ کہنا بھی حقائق پر مبنی نہیں ہے کہ گوریلوں کو کشمیریوں سے وہ تعاون نہ ملا جس کی توقع تھی بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جب پاک اور آزاد افواج جنرل اختر حسین ملک کی کمان میں فتح چھمب کے بعد جوڑیاں کی طرف فاتحانہ پیش قدمی کر رہی تھیں تو جنرل ملک کو منظر سے ہٹا دیا گیا۔ تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ دوران جنگ کمان تبدیل کرنے سے فوج کے مورال پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ فتح چھمب کے بعد بھارتی افواج افراتفری کا شکار ہو گئیں اور ان کے حوصلے پست ہو چکے تھے اور غیر مسلم آبادی ہزاروں کی تعداد میں جموں کی طرف بھاگنے کے لئے بڑی شاہراہوں پر اکٹھی ہو چکی تھی جنرل اختر حسین ملک کی بجائے کمان جنرل یحییٰ خان کے حوالے کی گئی انہوں نے دو قیمتی دن عیش و عشرت میں ضائع کر دیئے جس کے دوران بھارتی افواج کو دفاعی پوزیشن مضبوط کرنے کا موقع مل گیا حالانکہ فتح چھمب کے بعد جموں کو جانے والی سڑک کا کوئی دفاع نہ تھا۔ اس ضمن میں یہ بتانا بھی بے جا نہ ہوگا کہ قصبہ اکھنور جس پر قبضہ کرنے کے لئے چھمب جوڑیاں میں کارروائی کی گئی تھی دشمن کی پسپائی کے دوران کئی دنوں تک بغیر دفاع کے خالی پڑا رہا جس پر بھارتی فوج کے کمانڈروں نے حیرانی کا اظہار کیا تھا اس بات کے شواہد ایک بھارتی فوجی کمانڈر کی ڈائری کے ذریعے منظر عام پر آئے تھے کشمیر کے محاذ پر جنرل اختر حسین ملک کی جگہ جنرل یحییٰ خان کو کمان تفویض کرنے کے مضمرات کے بارے میں جسٹس یوسف صراف رقمطراز ہیں۔

"And thus the initiative gained at Chumb was foundered on the pride and jealousy of the President and his Commander-in-Chief." [48]

’’اور اس طرح چھمب میں جو (ابتدائی) برتری حاصل ہوئی تھی وہ صدر اور ان کے کمانڈر انچیف کی خود پسندی اور حسد کی نظر ہوگئی۔‘‘

۷۔ پھر روزنامہ ’’امروز‘‘ مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۶۵ء کے صفحہ ایک پر مندرجہ ذیل تفصیل شائع ہوئی

’’انفنٹری ڈویژن کے جنرل افسر کمانڈنگ میجر جنرل اختر حسین ملک کو بھمبر کے علاقے میں بھارتی جارحیت کے خلاف کارروائی کرنے کے فرائض سونپے گئے تھے۔ چھمب سیکٹر میں بھارتی فوج نہ صرف تعداد اور اسلحہ میں زیادہ تھی بلکہ وہ پورے طور پر کیل کانٹے سے لیس، مضبوط ٹھکانوں پر قابض تھی۔

میجر جنرل اختر حسین ملک نے ناکافی فوج اور مشکل حالات کے باوجود بھارتی فوج کا بری طرح قلع قمع کر دیا اور پورے علاقے کو بھارتی فوج کے ناپاک وجود سے صاف کر دیا۔ میجر جنرل اختر حسین کی ذہانت، اعلیٰ منصوبہ بندی، پُرعزم اور ولولہ انگیز قیادت نے اس علاقے میں بھارتی فوج کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ صدر مملکت نے میجر جنرل اختر حسین کو ان کے عظیم کارنامے پر ہلال جرأت کا اعزاز دیا۔‘‘ [49]

۸۔ روزنامہ نوائے وقت نے ’’دو سگے بھائیوں کے لئے اعزازات‘‘ کے عنوان کے ساتھ ان کا تذکرہ یوں کیا:

’’۲۴ ستمبر آج کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے پاکستانی فوج کے اگلے مورچوں پر کسی جگہ افسروں اور جوانوں میں اعزازات تقسیم کئے جو صدر پاکستان نے ان کی بہادری کے صلہ میں دیئے ہیں۔ اس تقریب میں سب سے دلچسپ اور روح پرور سماں وہ تھا جب دو سگے بھائیوں کو ’’ہلال جرأت‘‘ کے نشان پیش کئے گئے۔ یہ دونوں بھائی میجر جنرل اختر حسین ملک اور بریگیڈیئر عبدالعلی ملک ہیں۔ جنہیں موجودہ جنگ میں کارہائے نمایاں دکھانے پر ہلال جرأت کا اعزاز بخشا گیا ہے۔ ایک پیادہ ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ میجر جنرل اختر حسین ملک کو کشمیر میں جنگ بندی لائن کے پار بھارت کی مسلسل جارحانہ کارروائیوں کا منہ توڑ جواب دینے کی غرض سے دشمن پر حملہ کرنے پر مامور

کیا گیا تھا۔چھمب میں بھارت نے بڑے مضبوط مورچے بنا رکھے تھے۔اور یہاں فوج کی بھاری جمعیت تعینات تھی۔میجر جنرل اختر حسین ملک نے ان مورچوں پر حملہ کر دیا اور بھارتی فوج کو نیست و نابود کرنے میں کامیاب ہو گئے۔حالانکہ اس مہم کے لئے ان کی فوج کی تعداد عام حالات میں بھی ناکافی سمجھی جاتی۔بھارتی فوج پر یہ کاری ضرب لگانے کا سہرا میجر جنرل اختر حسین ملک کے سر ہے جنہوں نے انتہائی جرأت سے حملے کا منصوبہ بنایا اور غیر معمولی قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔اس دلیرانہ کارنامے اور نمایاں ذاتی شجاعت پر انہیں ہلال جرأت کا اعزاز دیا گیا۔'' 50

۹۔میجر جنرل (ریٹائرڈ) سرفراز خاں ہلال جرأت ملٹری کراس رقمطراز ہیں:۔

''جس ہنر مندی سے اختر ملک نے چھمب پر اٹیک کیا اسے شاندار فتح کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا وہ اس پوزیشن میں تھے کہ آگے بڑھ کر جوڑیاں پر قبضہ کر لیں کیونکہ چھمب کے بعد دشمن کے قدم اکھڑ چکے تھے اور وہ جوڑیاں خالی کرنے کے لئے فقط پاکستانی فوج کے آگے بڑھنے کے انتظار میں تھے مگر ایسے نہیں ہونے دیا گیا کیونکہ پکی پکائی پر یحییٰ خان کو بٹھانے اور کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھنے کا پلان بن چکا تھا لیکن نقصان کس کا ہوا؟ بھارت کو مکمل شکست دینے کا موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔کمانڈ کی تبدیلی میں دو دن ضائع ہوئے اور جوڑیاں پر قبضہ کرنے کے لئے مزید تین دن لگ گئے۔جوڑیاں پر قبضہ ۵ ستمبر کو ہوا حالانکہ اگر کمانڈ کی تبدیلی نہ ہوتی تو یہی کام ۲ ستمبر کو مکمل ہو جاتا۔ادھر جب بھارت نے لاہور کے محاذ پر حملہ کیا تو باوجود نفری کی کمی کے اس کا منہ توڑ جواب دیا گیا اور پہلے دو دنوں میں اسے اس قدر نقصان اٹھانا پڑا کہ تیسرے روز اس کے حملوں کی شدت میں نمایاں کمی نظر آنے لگی۔۸ ستمبر کو جی ایچ کیو نے بڑا جوابی حملہ کھیم کرن کے محاذ سے بھارتی ساتویں ڈویژن اور پندرہویں ڈویژن کے عقب میں جو لاہور کے برکی سیکٹر اور واہگہ سیکٹر سے ٹکرا رہے تھے امرتسر کی جانب جنگ میں جھونک دیا۔بذات خود فوجی سٹریٹجی کے نقطہ نظر سے یہ بہت اعلیٰ چال تھی بشرطیکہ انفنٹری ڈویژن جو اس کا ناگزیر حصہ تھا اس فورس کے ساتھ موجود ہوتا لیکن وہ تو جوڑیاں بیٹھا ہوا تھا آرمرڈ ڈویژن کا ایڈوانس ''والٹوہا'' اور ''اصل اتر'' تک پہنچ گیا۔جس کے بعد اس کے بیشتر ٹینک دلدل میں پھنس گئے۔یہاں انفنٹری کی ضرورت تھی جو آگے بڑھ کر فتح کئے ہوئے علاقے پر قبضہ جما لیتی اور ٹینکوں کو رات کے وقت مناسب تحفظ مہیا کرتی لیکن انفنٹری جوڑیاں میں بیٹھی ہوئی تھی اور پھنسے ہوئے ٹینک دشمن کے ہاتھ لگ گئے یہ سب کے سب ''پٹسیان'' قسم کے ٹینک تھے۔دشمن نے اس علاقے کو پٹسیان

کے قبرستان کے نام سے موسوم کیا اس طرح وہ چال جسے کلی طور پر فتح پر منتج ہونا چاہیئے تھا ناکامی کا بدنما داغ لے کر ختم ہوگئی‘‘۔[51]

۱۰۔ لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) غلام دستگیر پشاور نے ’’آپریشن جبرالٹر۔ حالات وواقعات کی روشنی میں‘‘ کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم کیا جس میں جنرل اختر حسین ملک صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’وہ ایک نہایت مخلص، محبّ الوطن، قابل اور حقیقت پسند شخصیت تھے......وہ جونیئر افسروں میں زیادہ ہردلعزیز تھے مگر ان کے سینئر افسران کی قابلیت کی وجہ سے ہمیشہ حسد کرتے تھے وہ ہر مسئلے کو عملی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے‘‘۔[52]

۱۱۔ بریگیڈیئر (ر) شمس الحق قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

جنرل اختر ملک کے سینئر سٹاف کرنل صادق ملک کے مطابق اختر ملک کا پلان صرف اسی قدر تھا کہ مقبوضہ کشمیر میں سپیشل تربیت کے بعد دخل انداز پارٹیاں بھیجی جائیں جو مقامی آبادی کو ساتھ ملا کر وہ کیفیت پیدا کردیں جو آجکل وہاں موجود ہے۔ یعنی ایک طرف تو انڈین آرمی کو پریشان اور DEMORALISE کرنا تھا تو دوسری طرف مقامی آبادی کو ہتھیار بند کر کے جنگ آزادی کیلئے تیار کرنا تھا۔ اس کا نام آپریشن جبرالٹر رکھا گیا۔ لیکن PRESENTATION کے دوران ایوب خان نے اپنی طرف سے یہ نظریہ پیش کیا کہ دخل اندازی کے ساتھ اکھنور کے مقام پر دشمن کو اس کے نرخرے سے پکڑ کر کیوں نہ بے جان بھی کر دیا جائے۔ اس پر جنرل موسیٰ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ جناب مگر اس کا مطلب تو بھارت کے ساتھ کھلی اور مکمل جنگ ہوگا۔ اس پر صدر ایوب نے جواب دیا کہ نہیں نہیں موسیٰ تم اس کی فکر نہ کرو مجھے وزارت خارجہ نے یقین دلایا ہے کہ بھارت کبھی بھی بین الاقوامی سرحد کو عبور نہیں کرے گا اور بلکہ یہ معاملہ بھی ۱۹۴۸ء کی طرح کشمیر تک ہی محدود رہے گا۔ اب اس بات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جناب بھٹو نے سوات میں جنرل اختر ملک کے پلان سے بھی بڑھ کر صدر ایوب کو کشمیر پر قبضہ جمانے پر راضی کر لیا تھا۔

چنانچہ اب اس کے بعد صدر ایوب کے احکام کے مطابق جی ایچ کیو بھی اس آپریشن میں شامل ہوگیا اور اکھنور پر قبضہ کرنے کیلئے جنرل اختر ملک کو فالتو دستے بھی دیئے گئے۔ یہ غالباً مئی جون کی بات ہے جبکہ اپریل تک تو بھارت اور پاکستان کی افواج رن کچھ کے تنازعہ کی وجہ سے بارڈر پر متعین

تھیں۔اس وقت رن کچھ کی لڑائی میں بھارت کی شکست کی وجہ سے پاکستانی عوام اورفوج دونوں کا مورال بہت بلند تھا۔ پھر اسی دوران برطانوی وزیراعظم کی مداخلت سے رن کچھ کے مسئلہ پر پاک بھارت مصالحت ہوگئی تو جی ایچ کیو نے افواج کو بارڈر سے ہٹا کر واپس چھاؤنیوں میں بھجوا دیا۔اور تمام مورچے بند کر کے دشمن کی متوقع گذرگاہوں اور پلوں سے بارودی سرنگیں وغیرہ کو بھی ہٹا دیا گیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ جی ایچ کیو،کوہ مری ڈویژن کیلئے آپریشن جبرالٹر اور اکھنور پر حملہ کرنے کی تیاریاں بھی کر رہا تھا۔

چنانچہ اگست ۱۹۶۵ء میں اکھنور کے محاذ پر پاکستانی دستوں نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ چھمب کے مقام پر دریائے توی کو عبور کر کے جوڑیاں کے اہم مقام پر قبضہ کرتے ہوئے بھارتی دفاعی لائن کو تہس نہس کر دیا بلکہ ایک پوری بھارتی آرٹلری رجمنٹ ساری توپوں اور گولہ بارود سمیت قبضہ میں کر لی اور اب جبکہ دریائے چناب پر اکھنور کا اہم ترین ٹارگٹ صرف چند میل ہی دور رہ گیا تھا اور اس پر قبضہ دنوں کی نہیں بلکہ چند گھنٹوں کی بات رہ گئی تھی تو صدر ایوب اور جنرل موسیٰ نے اکھنور پر حملہ جاری رکھنے کی بجائے جنرل اختر ملک کو تبدیل کر کے جنرل یحییٰ خان جیسے کھلنڈرے جرنیل کو اکھنور آپریشن کا کمانڈر مقرر کر دیا۔اور اس انتہائی بدقسمت اور مہلک تبدیلی کا نتیجہ ویسا ہی نکلا جیسا کہ ۱۹۴۸ء میں مجاہدین کے کمانڈر خورشید انور کے بارہ مولا پہنچ کر سرینگر پر حملہ جاری رکھنے کی بجائے آئندہ حکومت میں اپنا حصہ طے کرنے کیلئے کشمیری لیڈروں کی بارہ مولا کانفرنس ترتیب دینے کا نکلا تھا۔" 53

ہلال جرأت کا اعزاز

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں مقبوضہ کشمیر کے علاقہ چھمب جوڑیاں میں کامیاب یلغار کی بہادرانہ قیادت کرنے پر جنرل اختر ملک کو ہلال جرأت سے نوازا گیا جو نشان حیدر کے بعد دوسرا بڑا انعام ہے۔اس زمانہ کے معروف اخبار روزنامہ "امروز" لاہور مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۶۵ء کی یہ خبر ملاحظہ فرمائیے:

"کمانڈر انچیف جنرل محمد موسیٰ نے میجر جنرل اختر حسین ملک کو اس اعزاز پر مبارک باد دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے بڑی مسرت محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے آزاد کشمیر کی فوجوں کی حمایت اور پاکستان کی علاقائی سالمیت کے تحفظ کے لئے جو شاندار خدمات انجام دیں ہیں ان پر صدر پاکستان نے آپ کو ہلال جرأت عطا کیا ہے۔میری طرف سے اس اعزاز پر مبارک باد قبول فرمائیں۔" 54

اختر حسین ملک کو ذوالفقار علی بھٹو کا خراجِ تحسین

راولپنڈی جیل میں ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان کی اسیری سے پھانسی تک مارشل لاء انتظامیہ کے نمائندے کرنل رفیع الدین اپنی یادداشتوں میں بیان کرتے ہیں کہ جناب بھٹو نے کرنل صاحب کو جنرل اختر حسین کے متعلق خراج تحسین پر مشتمل ریمارکس دیئے۔ وہ ریمارکس اخبار 'دی نیشن' نے اپنے ۵ دسمبر ۱۹۹۱ء کے شمارے میں مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع کئے:۔

"General Akhtar Hussain Malik

I once asked him why in 1965 had the Foreign Office assured the President that India would not attack us if we launched the Kashmir Operation. He said it was not the Foreign Office view which had estimated otherwise but in a joint meeting it was Field Marshal Ayub who overruled the possibility of India attacking Pakistan. He added that the GHQ had also made the same mistake. He was sure that if Gen. Akhtar Malik's advance had not been halted at the Chamb-Jorian front he would have decimated the Indian army in Kashmir. However, Ayub wanted Yahya to emerge as the hero of the conflict. "Gen. Malik was a General of exceptional genius. He was a great commander, a man of courage and guts who understood the art of military strategy. A General of his calibre has not been produced by the Pakistan Army.

ترجمہ: جرنیل اختر حسین ملک:

ایک مرتبہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ دفتر خارجہ نے ۱۹۶۵ء میں صدر (مملکت) کو کیوں اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ اگر ہم نے کشمیر مہم کا آغاز کیا تو ہندوستان ہم پر حملہ نہیں کریگا۔ انہوں نے کہا کہ یہ دفتر خارجہ کا موقف نہ تھا بلکہ انہوں نے تو اس کے برعکس اندازہ لگایا تھا۔ یہ تو فیلڈ مارشل ایوب تھے جنہوں نے ایک مشترکہ اجلاس میں انڈیا کے پاکستان پر حملہ کے امکان کو سراسر مسترد کر دیا

تھا۔انہوں نے مزید کہا کہ GHQ نے بھی یہی غلطی کی تھی۔ان کو اس بات پر پختہ یقین تھا کہ اگر جنرل اختر ملک کی چھمب جوڑیاں کے محاذ پر پیش قدمی روکی نہ جاتی تو انہوں نے کشمیر میں بھارتی فوج کی اکثریت کو ہلاک کر دینا تھا۔

مگر ایوب چاہتے تھے کہ یحییٰ اس مقابلہ میں ہیرو کے طور پر ابھرے۔جنرل ملک غیر معمولی قابلیت کے حامل جنرل تھے۔وہ ایک عظیم سپہ سالار تھے اور ایک باہمت اور جرأت مند انسان تھے۔جو فوجی حکمت عملی کے فن کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ان کے پائے کا جنرل پھر کبھی پاکستان کی افواج نے پیدا نہیں کیا۔

مغربی پاکستان پر بھارتی فوج کا حملہ

بھارت نے چھمب جوڑیاں میں اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے ۵-۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب کو مغربی پاکستان پر اچانک حملہ کر دیا۔منصوبہ یہ تھا کہ ۶ ستمبر کو واہگہ کی طرف سے لاہور پر قبضہ کر لیا جائے۔۷ ستمبر کو قصور کی جانب سے بڑھتی ہوئی فوج واہگہ کی طرف سے پیشقدمی کرنے والی فوج کے ساتھ جرنیلی سڑک پر آن ملے عین اس موقع پر آخری کاری ضرب لگائی جائے گی اور سیالکوٹ کی طرف سے بڑھتی ہوئی فوج گوجرانوالہ اور وزیر آباد کے درمیان کسی مقام پر لاہور کی طرف سے بڑھنے والی فوج سے جا ملے گی۔

۶ ستمبر کی رات کو بھارتی سپاہ کی پیشقدمی کے ساتھ ہی دہلی میں جشن فتح کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔غیر ملکی اخباری نمائندوں کو لاہور پر قبضہ کی پیشگی اطلاع دے دی گئی حتیٰ کہ لندن کے عالمی نشریاتی ادارہ بی بی سی نے تو لاہور پر قبضہ کی خبر تک شائع کر دی۔علاوہ ازیں بھارتی اخباروں مثلاً پرتاپ، ملاپ وغیرہ نے اپنی حکومت کے ایماء پر لاہور کی فتح کی خبریں بڑے نمایاں رنگ میں شائع کیں۔[55]

صدر پاکستان کا قوم سے ولولہ انگیز خطاب

اس حملہ پر محمد ایوب خان صدر پاکستان نے قوم سے ولولہ انگیز خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حق کی فتح ہوگی دشمن پر کاری ضرب لگانے کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ شکست اور تباہی اس باطل قوت کا مقدر ہے۔جس نے تمہاری سرحدوں پر سر اٹھایا ہے۔مردانہ وار آگے بڑھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔[56]

حضرت مصلح موعود کا پیغام احباب جماعت کے نام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے احباب جماعت کے نام خصوصی پیغام دیا کہ وہ اپنی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہوئے ہر قسم کی قربانیاں بشاشت کے ساتھ پیش کریں اور اپنی دعاؤں اور قربانیوں کے ساتھ اپنے محبوب وطن کو مستحکم اور ناقابل تسخیر بنادیں۔اس تاریخی پیغام کا مکمل متن یہ ہے۔

”بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

احباب جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو علم ہے کہ ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کر دیا ہے اور پاکستان میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا ہے۔مَیں پاکستان کے تمام احمدیوں کو یہ ہدایت دیتا ہوں کہ وہ اپنی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہوئے حکومتِ پاکستان سے ہر طرح تعاون کریں اور استحکامِ پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانیاں بشاشت کے ساتھ پیش کرتے ہوئے حب الوطنی کا ثبوت دیں اور اپنے ربِّ رحیم سے دعائیں بھی کرتے رہیں کہ ہمارا وہ مہربان خدا حق وصداقت اور انصاف کی فتح کا دن ہمیں جلد تر دکھائے۔

کوئی احمدی مرد اور عورت اپنے شہر قصبہ یا گاؤں کو ہرگز نہ چھوڑے سوائے اس کے کہ حکامِ وقت دفاعی مصالح کے پیش نظر مقامات کو خالی کروانا چاہتے ہوں۔

دعاؤں اور قربانیوں کے ساتھ اپنے محبوب وطن کو مستحکم اور ناقابلِ تسخیر بنادیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

میرزا بشیرالدین محمود احمد“ 57

معرکۂ چونڈہ اور بریگیڈیئر عبدالعلی ملک صاحب کو اہل وطن کا خراج تحسین

لاہور پر حملہ کے چوبیس گھنٹے بعد بھارتی فوج نے پہلے سیالکوٹ اور پھر ۶،۷ستمبر کی درمیانی شب کو چونڈہ پر بھی حملہ کر دیا۔ بھارتی جرنیلوں نے کم وبیش پانچ سو ٹینک اور پچاس ہزار فوج کے ساتھ بھرپور حملہ کیا۔ یہ دوسری عالمگیر جنگ کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ تھی جو میجر جنرل اختر

حسین ملک کے بھائی اور نامور احمدی جرنیل بریگیڈیئر (بعد ازاں لیفٹیننٹ جنرل) عبدالعلی ملک کے زیر کمان فوج نے نہایت بے جگری، حوصلہ مندی اور فرض شناسی کے ساتھ لڑی اور پوری شان کے ساتھ جیتی اور بھارتی فوج کے پہلے آرمرڈ ڈویژن کو شکست فاش دے کر اسے چونڈہ ہی کے میدان میں دفن کر دیا۔ معرکہ چونڈہ میں اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرنے پر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو بھی ہلال جرأت عطا کیا گیا۔ اس مردِ مجاہد کی شجاعت و بسالت کی عظیم داستانیں بھی یقیناً صدیوں تک زندہ و تابندہ رہیں گی۔ دفاعِ پاکستان کے اس شاندار کارنامے کی مزید تفصیلات پاکستان کے مؤرخوں، مصنّفوں اور ادیبوں کے قلم سے پڑھئے۔

ا۔ جناب نسیم کاشمیری نے اپنی کتاب میں خطہ سیالکوٹ کے غازیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

''بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو ۷ اور ۸ ستمبر کی رات کو دشمن کے خلاف جوابی کارروائی کا حکم ملا اور وہ اپنی مختصر فوج کے ساتھ دشمن پر اس طرح جھپٹے کہ اس کی پیشقدمی روک کر شدید نقصان پہنچایا۔ اس کے ٹینکوں اور پیدل فوج کو تہس نہس کر دیا۔ دشمن تازہ کمک کے ساتھ تین دن تک آگے بڑھنے کے لئے زور لگاتا رہا لیکن ہر بار اسے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی۔ بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے اس معرکے پر جس دلیری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے اس پر انہیں ہلال جرأت کا اعزاز ملا ہے''۔[58]

۲۔ جناب شریف فاروق صاحب رقمطراز ہیں:۔

''فورس کمانڈر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے دشمن کی بہت بڑی اور مضبوط و طاقتور فوج کے مسلسل حملوں کے باوجود پاکستانی علاقہ چونڈہ کا بڑی دلیری اور شجاعت سے دفاع کیا۔ دشمن نے پاکستانی فوج کی پوزیشن پر کئی دن تک متواتر گولہ باری کی جس سے خوفناک تباہی پھیلی۔ عام حالات میں فوج اس تباہ کن گولہ باری کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی لیکن بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے اپنی ذاتی مثالی جرأت اور لیاقت سے نہ صرف فوج میں ڈٹے رہنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا بلکہ دشمن پر مہلک ضربات لگائیں اور اسے مفلوج کر دیا۔ صدر نے انہیں ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کے اعتراف کے طور پر ہلالِ جرأت کا اعزاز عطا کیا''۔[59]

۳۔ جناب کلیم نشتر صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے:۔

''چونڈہ کے محاذ پر ٹینکوں کی جو عظیم جنگ لڑی گئی۔ اس جنگ میں بریگیڈیئر عبدالعلی نے پاکستانی افواج کی کمان کی اور ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ تاریخ حرب کے ماہرین حیران و ششدر رہ

گئے۔ بریگیڈئیر عبدالعلی نے دشمن کے ٹینکوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ان سیاہ ہاتھیوں کے پرخچے چونڈہ کے میدان میں ہر طرف بکھرے پڑے ہیں۔ دشمن یہ ٹینک ڈویژن جھانسی سے سیالکوٹ پر قبضہ جمانے کے لئے لایا تھا لیکن پاکستانی جیالوں نے ان ٹینکوں کے پرخچے اڑا دیئے۔ ۷، ۸ستمبر کی رات کو دشمن نے چاروا، معراجکے اور نخنال پر حملہ کیا۔ دشمن نے اس حملہ میں ۱۵۰ توپ خانہ کی چار رجمنٹیں اور ۲۵ ہزار پیدل سپاہ استعمال کی۔

پاکستانی جانبازوں نے دنیا کی دور حاضرہ میں ٹینکوں کی اس سب سے بڑی جنگ میں راکٹ برسا کر دشمن کے ٹینکوں کے پرخچے اڑا دیئے اور دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچا دی۔ شکست خوردہ دشمن نے ۱۸ اور ۱۹ستمبر کی درمیانی رات کو ایک بار پھر قسمت آزمائی کرنے کی کوشش کی لیکن بریگیڈئیر عبدالعلی ملک کی شاندار قیادت میں پاکستانی افواج نے دشمن کو ناقابل فراموش نقصان پہنچایا۔

جانبازی و سرفروشی کے یہ عدیم النظیر کارنامے اس شاندار قیادت کے مرہون منت ہیں جو بریگیڈئیر عبدالعلی کی فرض شناسی اور بلند ہمتی نے اس محاذ پر سرانجام دی۔ بریگیڈئیر عبدالعلی نے اپنے جانثار ساتھیوں کے ساتھ عصر حاضر کی اس عظیم ترین جنگ میں موجودہ دور کے سب سے ذلیل حملہ آور پر اتنی تباہ کن ضربیں لگائیں جسے وہ اور اس کی آنے والی نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں گی۔

انہوں نے اپنی جرأت ایمانی کے سہارے مردانگی اور فرض شناسی کے جو دیپ روشن کئے وہ پاکستانی تاریخ میں عزم و ہمت کا ایک روشن مینار بنے رہیں گے۔ جن سے مستقبل کے پاکستانی نشانِ راہ پائیں گے۔

بریگیڈئیر عبدالعلی ضلع کیمبلپور کے رہنے والے ہیں۔ اور میجر جنرل اختر حسین ملک کے بھائی ہیں ان دونوں بھائیوں کو ’’ہلال جرأت‘‘ کا اعزاز دیا گیا ہے۔‘‘[60]

۴۔ پاک بھارت جنگ کے جنگی وقائع نگار جناب اسلم ملک لکھتے ہیں:۔

’’ٹینکوں کی دوسری بڑی تاریخی جنگ میں چونڈہ کو عالمگیر شہرت حاصل ہوگئی۔ اس جنگ میں سپاہی سے لے کر افسر تک ہر ایک قوم کا ہیرو تھا۔ ہر ایک اپنی جگہ ایک تاریخ تھا۔ ہر ایک اندھیروں کے جگر چھلنی بنانے والا روشنی کا مینار تھا۔ پھر بھی جن ہاتھوں میں کمان تھی، جنہوں نے پہلی ٹینکوں کی عظیم جنگ کی مانند تاریخی کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ ان میں بریگیڈئیر عبدالعلی ملک، بریگیڈئیر امجد علی خان چودھری، اور میجر جنرل ابرار حسین کے نام ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اس لڑائی کے دوران میں تمام

دنیا کی نظریں اس پر مرکوز رہیں۔ایک طرف وہ بے حد وحساب فوج آہنی ہاتھیوں کا لاؤ لشکر تھا جسے طویل مدت کی تیاری اور منصوبہ بندی کے بعد میدان میں لایا گیا تھا۔اور دوسری طرف مٹھی بھر فوج تھی جس کا جنگی ساز وسامان بھی کم تھا،لیکن جو ایک قوم کی آزادی اور وطن کے ناموس کی حفاظت کے لئے لڑ رہی تھی۔اور جس کی وجہ سے غیور قوم کی تاریخ کا روشن ترین باب تحریر ہو چکا تھا۔

پاکستانی توپ خانہ نے سات بھارتی طیارے مار گرائے تھے۔دشمن کے دوسو ٹینک اور ہزاروں فوجی گاڑیاں تباہ ہو چکی تھیں۔دشمن کے سینکڑوں سپاہی اور افسر قیدی بنائے گئے تھے اور مرنے والوں کی لاشوں کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔‘‘[61]

اس کے بعد ممتاز غازیوں اور مجاہدوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

’’۷ستمبر کو فضا میں طیاروں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔اور ساتھ ہی توپوں کے دھماکوں سے سرزمین سیالکوٹ لرز اٹھی۔بھارت نے جموں کی طرف سے اپنی ساری فوج کو چونڈہ کے مقام پر لڑائی میں جھونک دیا۔اور چونڈہ مغربی پاکستان سے کٹ گیا۔تمام مواصلاتی ذرائع ختم ہو چکے تھے۔۱۲ستمبر تک یہی عالم رہا۔اور قصبہ دشمن کے گولوں کی زد میں آ چکا تھا۔حفاظتی اقدامات کے تحت شہر خالی ہو رہا تھا اور دوسری صبح تک چونڈہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ کا میدان بن گیا۔

سیالکوٹ کے کامیاب دفاع پر جن کمانڈروں اور جرنیلوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے ان میں عبدالعلی ملک کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا۔فوجی ماہرینِ جنگ کا کہنا ہے کہ اتنی زبردست گولہ باری میں کسی بھی فوج کے لڑنے کی صلاحیتیں جواب دے سکتی ہیں لیکن بریگیڈئیر عبدالعلی ملک نے کمال جرأتِ ایمانی سے اپنی فوجوں میں فولادی عزم کے ساتھ قربانی کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔

بریگیڈئیر عبدالعلی ملک کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے عہدِ حاضر کے مہلک ترین ہتھیاروں سے مسلح بھارتی فوجوں کے ایک ڈویژن کے حملے کو روکا اور اس ترتیب سے اپنے دستوں کی پوزیشنیں قائم کیں کہ دشمن چند گھنٹوں میں اس وہم میں مبتلا ہو گیا کہ وہ ایک زبردست فوج کے گھیرے میں آ چکا ہے۔ دونوں طرف زبردست گولہ باری جاری تھی۔فضا دھماکوں سے گونج رہی تھی کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے۔اس کے چھ سو سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور دشمن کی بھاگتی ہوئی فوج اپنے ہی سورماؤں کی لاشوں کو روندتی ہوئی چلی گئی۔

بریگیڈئیر عبدالعلی ملک نے اس جنگ کا تجزیہ کر کے کہا کہ بھارتی فوج کے ٹینکوں نے بھارتی

فوج کے ساتھ وہی کچھ کیا جو پورس کے ہاتھیوں نے اپنی فوج کے ساتھ کیا تھا۔ یہ ٹینک روشنی کے گولے پھینکتے تھے اور پھر گولیاں چلاتے تھے۔ مگر اس روشنی نے انہیں مغالطے میں ڈالا اور انہوں نے اپنے ہی فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس محاذ پر شکست خوردہ دشمن نے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی۔ اور ۱۹ ستمبر کو رات کی تاریکی میں چونڈہ پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ بھی چار روز کی خوفناک جنگ کے بعد بری طرح پسپا کر دیا گیا۔ اس لڑائی میں دست بدست جنگ بھی ہوئی۔ بہت گھمسان کا رن پڑا۔ اور صبح کو لاشیں شمار کی گئیں تو یہ کم و بیش چھ سو تھیں جنہیں بھارتی فوج مسلسل آٹھ روز تک اٹھاتی رہی۔

بریگیڈیئر عبدالعلی ملک علم و ادب کا گہرا مطالعہ رکھتے ہیں۔ جنگ، امن، معاشیات، مذہب، سائنس تاریخ، صحافت اور تعمیر نو کے علوم میں دسترس رکھتے ہیں''۔[62]

۵۔ جناب بی۔ اے ریٹائرڈ بریگیڈیئر نے روزنامہ نوائے وقت میں زیر عنوان ''جنگ ۱۹۶۵ء۔ سیالکوٹ محاذ کی روداد'' میں لکھا:۔

''۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں سیالکوٹ کے محاذ پر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کے ۲۴ بریگیڈ کو جو اس وقت چارواہ میں دفاعی پوزیشن سنبھالے ہوئے تھے۔ یہ حکم دیا گیا کہ وہ فوراً جسٹر کی طرف کوچ کرے۔ جہاں بھارتی فوج کا زور بڑھ رہا تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے اس حکم پر سخت احتجاج کیا۔ اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ چارواہ کا علاقہ نہایت اہم ہے اور اسے کسی حالت میں خالی نہ چھوڑنا چاہیئے۔ لیکن ان کی کچھ پیش نہ گئی اور وہ اپنے بریگیڈ کے ساتھ نارووال کی طرف کُوچ کر گئے۔ (آدھا راستہ طے کرنے کے بعد انہیں فوراً واپس آنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ بھارتی فوج کا بڑا حملہ چاروا ہ کے علاقے میں شروع ہو چکا تھا) ۲۴ بریگیڈ ۵ ڈویژن کا حصہ تھا۔ اور اس کے جانے کے بعد اس ڈویژن میں انفنٹری کی صرف چار پلٹنیں بچ گئی تھیں۔ بھارتی فوج کا بڑا حملہ سات اور آٹھ ستمبر کی درمیانی رات کو چاروا ہ پر شروع ہوا۔ جہاں ۲۴ بریگیڈ تعینات تھا اور جس کو خالی کرنے پر بریگیڈیئر ملک نے سخت احتجاج کیا تھا۔ اب وہاں صرف ایک آدھ کمپنی کی نفری رہ گئی تھی (جو بریگیڈیئر ملک اپنے طور پر چھوڑ گئے تھے) یہاں پر اس منصوبے کو زیادہ تفصیل میں بیان کرنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اس بڑی لڑائی میں جنرل ٹکا خان نے کوئی اہم فوجی کردار ادا نہیں کیا۔ کیونکہ بھارتی منصوبے میں سیالکوٹ پر قبضہ کرنا بعد کی بات تھی۔ بھارت کے بڑے حملے کا اصل زور پہلے دو روز تک ۲۴ بریگیڈ نے کامیابی سے برداشت کیا اور بعد میں جنرل ابرار حسین کے چھ ڈویژن نے۔ بریگیڈیئر

عبدالعلی ملک ہی اس لڑائی کے اصل ہیرو تھے۔ بھارتی منصوبے کو خاک میں ملانے میں ان کی جس قدر تحسین کی جائے کم ہوگی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اول تو ان کے کردار کو چند مصلحتوں کی وجہ سے جان بوجھ کر گھٹا کر پیش کیا گیا اور بعد میں جب ٹکا خان بھٹو کے دور حکومت میں چیف آف آرمی سٹاف بنے، جنرل عبدالعلی ملک کو ۳۰ سال کی سروس پوری ہوتے ہی ریٹائر کر دیا۔ حالانکہ عمر کے لحاظ سے ابھی وہ کئی سال تک فوج میں خدمت انجام دے سکتے تھے۔ لیکن چونکہ اپنی ذہانت اور اعلیٰ کردار کی بدولت وہ ٹکا خاں کو ان کے منہ پر کھری کھری سنا دیا کرتے تھے لہٰذا فوج کو ایک نہایت قابل افسر سے محروم ہونا پڑا۔ اس کے برعکس ٹکا خان کے دور میں کئی ایسے افسر نوکریاں کرتے رہے جو اپنی میعاد ملازمت پوری کر چکے تھے۔

بہرکیف ۶۵ء کی لڑائی میں ۸ ستمبر کو دوپہر کے بعد جنرل ٹکا خان نے ۱۵ ڈویژن کی کمان سنبھالی۔ اس وقت سارے محاذ پر پوزیشن یہ تھی کہ بھارت کا بڑا حملہ چاروا کے علاقے میں ہو چکا تھا۔ اور ۲۴ بریگیڈ اسے کامیابی سے روک رہا تھا۔ نارووال اور سیالکوٹ چھاؤنی پر بھارتی حملے بڑی معمولی نوعیت کے تھے اور اپنا اصل مقصد حاصل کر چکے تھے۔ جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ جنرل ٹکا خان کے پاس انفنٹری کی صرف چار پلٹنیں اور پرانے قسم کے ٹینکوں کی ایک رجمنٹ تھی۔ لیکن چونکہ اس سیکٹر میں ۷ ستمبر کی رات کے بعد کوئی حملہ نہیں ہوا اور لڑائی کے ختم ہونے تک یہ پوزیشن برقرار رہی۔ جنرل ٹکا خان اپنی فوجی صلاحیتوں کے کوئی جوہر نہ دکھا سکے۔ (صاحبِ تحریر انہی دنوں شائع ہونے والے ایک مضمون کا تعاقب کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں)

جہاں تک مضمون نگار کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ جنرل ٹکا خان نے سیالکوٹ شہر کو خالی ہونے سے بچا لیا۔ تو یہ سراسر ان کے دماغ کی اختراع ہے جنرل ٹکا خان کے آنے سے پہلے ہی زیادہ تر شہر بھارتی گولہ باری کی وجہ سے خالی پڑا تھا۔

اس وقت جنرل ٹکا خان کا کام اپنے محاذ کی دیکھ بھال کرنا تھا نہ کہ شہر کو خالی ہونے سے بچانا۔ ویسے بھی ان کے ذرائع اس قدر محدود تھے کہ اگر وہ چاہتے بھی تو شہر کو خالی ہونے سے نہیں روک سکتے تھے۔

مضمون نگار نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ جنرل ٹکا خان نے ڈویژن ہیڈ کوارٹر کو پیچھے ہٹانے کا کرنل سٹاف (کرنل غفار مہدی) کا مشورہ قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس

ہے۔ سترہ روز لڑائی کے درمیان ۱۵ ڈویژن نے دوبار اپنا ہیڈ کوارٹر پیچھے ہٹایا اور جس وقت لڑائی ختم ہوئی اس وقت یہ ہیڈ کوارٹر اپنے مقام سے تقریباً تین میل پیچھے وزیر آباد روڈ پر آ چکا تھا۔ ویسے بھی جنگ بند ہونے سے کئی روز پہلے جنرل ٹکا خان بیمار ہو کر صاحب فراش ہو چکے تھے۔ اور جسمانی طور پر کوئی نمایاں کردار ادا کرنے کے قابل نہیں رہے تھے۔ البتہ جنرل ٹکا خان کی کمان کے دور میں سیالکوٹ چھاؤنی کے شمال میں ایک چھوٹے سے مقام پر جس پر بھارتی فوج ۷ ستمبر کو ہی قابض ہو چکی تھی ایک جوابی حملے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اس کے لئے بڑی تیاری کی گئی اور جنرل ٹکا خان اپنی بساط کے مطابق اس منصوبے کے خالق تھے۔ اصل مقصد یہ تھا کہ اس مقام پر دوبارہ قبضہ کر کے اسے ایک فوجی کارنامے کے طور پر پیش کیا جائے۔

کیونکہ ان کی ذمہ داری کے علاقے میں اور کوئی فوجی سرگرمی نہیں ہو رہی تھی۔ بدقسمتی سے یہ حملہ بری طرح ناکام ہوا۔ میجر رضوی (جو بلوچ رجمنٹ کی ایک کمپنی کو کمان کر رہے تھے) خود تو ہدف پر پہنچ گئے لیکن جنرل ٹکا خاں کی منصوبہ بندی اس قدر ناکارہ اور بیکار تھی کہ حملے کرنے والی فوج کا کوئی اور حصہ وہاں تک نہ پہنچ سکا اور میجر رضوی اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔ چنانچہ اس مقام پر بھارتی قبضہ بدستور قائم رہا۔ یہ تھی جنرل ٹکا خان کی کارکردگی!۔[63]

۶۔ اخبار نوائے وقت میں ایک ریٹائرڈ افسر نے ایک مضمون تحریر کیا جن کے نام کا اخبار نے اخفاء کیا تھا۔ مضمون نگار ''۶۵ء کی پاک بھارت جنگ...... چند واقعات'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:۔

''نوائے وقت ۱۸ فروری میں ریٹائرڈ کرنل مہدی صاحب کا مضمون زیر عنوان Facts, Fibs and Fictions of The Tragedy of 1971 War And its Forerunner نظر سے گزرا۔ مضمون نگار نے جو انکشافات کئے ہیں وہ اگرچہ نئے نہیں لیکن پہلی بار منظر عام پر لائے گئے ہیں۔ چونکہ پاک فوج کے رکن کی حیثیت میں خود بھی ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران مَیں سیالکوٹ کے محاذ پر موجود تھا۔ اس لئے مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ ریٹائرڈ کرنل مہدی صاحب نے سیالکوٹ کے محاذ کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ درست ہے اس سلسلے میں چند اور واقعات کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔

(ا) ہندوستان کا ''مین اٹیک'' جو ۸ اور ۹ ستمبر کی درمیانی شب کو چارواہ، چونڈہ کے علاقے میں ایک آرمرڈ اور دو انفنٹری ڈویژنوں سے کیا گیا تھا اور جس کا مقصد پسرور کے راستے گوجرانوالہ جی ٹی

روڈ پر آنا تھا۔ اس کو روکنے کا سہرا ۲۴ بریگیڈ گروپ اور اس کے کمانڈر بریگیڈیئر (بعد میں لیفٹیننٹ جنرل) عبدالعلی ملک ہلال جرأت کے سر ہے۔ پاکستان کا ۶ آرمڈ ڈویژن دو روز بعد میدان جنگ میں پہنچا۔ اگر ۲۴ بریگیڈ یہ حملہ نہ روکتا تو بلا مبالغہ انڈین آرمی ۹ ستمبر کی شام تک جی ٹی روڈ پر پہنچ جاتی اور اس کا ایک کالم وزیر آباد اور دوسرا شاہدرہ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے اپنے ''ہدف'' تک پہنچ جاتا اور پھر شاید اس خطّے کی تاریخ مختلف ہوتی۔ میں ۶ آرمڈ ڈویژن اور اس کے کمانڈر میجر جنرل ابرار حسین ہلال جرأت کی کارکردگی اور کردار کی تخفیف نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ۸،۹ ستمبر کو بھارتی افواج کے حملے کو ۲۴ بریگیڈ نے تنہا روکا۔

(ب) بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کے شاندار کردار کو جان بوجھ کر پس منظر میں ڈال دیا گیا۔ ان کے بڑے بھائی میجر جنرل اختر حسین ملک کو عین اس وقت چھمب میں کمانڈ سے ہٹایا گیا جب وہ اکھنور پر قبضہ کرنے والے تھے۔ ان کی جگہ کمان جنرل یحییٰ خان کے سپرد کر دی گئی۔ ایوب خان یہ سمجھتے تھے کہ اگر اکھنور کی فتح جنرل اختر ملک کے حصے میں آئی تو وہ یحییٰ خان کو پاکستان آرمی کا کمانڈر انچیف نہیں بنا سکیں گے۔ وہ یحییٰ خان کو فاتح اکھنور کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ جنرل یحییٰ اکھنور پر قبضہ نہ کر سکا اور اسی دوران بھارت نے لاہور پر حملہ کر دیا اور چھمب سے کافی تعداد میں توپ خانہ اور فوج کو واپس بلانا پڑا۔ اگر وزیر خزانہ شعیب نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے دو مزید ڈویژنوں کے لئے رقم فراہم کر دی ہوتی تو پھر یحییٰ خان کی کمانڈ میں بھی اکھنور پر قبضہ ہو جاتا اور بھارت کا لاہور کے محاذ پر مقابلہ بھی ہو سکتا تھا۔

(ج) جنرل ٹکا خان کا سیالکوٹ کے محاذ پر حصہ صفر کے برابر تھا لیکن انہیں چونڈے کا ہیرو بنا کر پیش کیا گیا۔ یہی حالت رن کچھ میں بھی ہوئی۔ وہاں بھارتی فوجوں کو بھگانے کا کام بریگیڈیئر (بعد میں میجر جنرل) افتخار جنجوعہ شہید نے کیا اور جنرل ٹکا خان نے ان کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے کورٹ مارشل تک کی دھمکی دے دی تھی لیکن وہاں بھی جنرل ٹکا خان کو ہیرو بنا کر پیش کیا گیا اور اصل ہیرو کو پس منظر میں ڈال دیا گیا۔ کرنل مہدی اس بات کے گواہ ہیں کہ جب جنرل ٹکا خان نے سیالکوٹ میں ۸ ستمبر کی دوپہر کے بعد نمبر ۱۵ ڈویژن کی کمان سنبھالی اس کے بعد سیالکوٹ کے محاذ پر بھارتی فوج کا چھوٹا سا حملہ بھی نہ ہوا اس کے برعکس ٹکا خان کے حکم پر سیالکوٹ شہر کے شمال میں ایک چھوٹے سے ٹیلے پر جس پر بھارتی فوج قابض ہو چکی تھی ایک حملہ کیا گیا جو بری طرح ناکام ہوا اور ایک پاکستانی کمپنی

کمانڈر اور کئی جوان شہید ہوئے۔ بعد میں جنرل ٹکا خان کو مشرقی پاکستان میں گورنر اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا کر بھیجا گیا۔۲۵ مارچ کے ملٹری ایکشن میں ان کا کردار بھی منظر عام پر آنا چاہیئے‘‘۔64

۷۔روزنامہ’’امروز‘‘ نے آپ کو ہلال جرأت کا اعزاز ملنے کا تذکرہ یوں کیا:

’’فورس کمانڈر بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے چونڈہ میں دشمن کی اسلحہ اور افرادی طاقت میں کہیں زیادہ فوج کو ناپاک ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔دشمن نے چونڈہ پر قبضے کے لئے ہر طرح کے حربے استعمال کئے بے تحاشہ گولہ باری اور بمباری کی اور ہر طرف سے یلغار کر کے قبضہ جمانے کی کوشش کی لیکن فرض شناس اور پرعزم بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کی قیادت میں پاکستانی جانبازوں نے دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔

دشمن نے مسلسل کئی روز تک اندھا دھند گولہ باری کی اور ہر طرف سے زور ڈالا جو کسی بھی فوج کی ہمت شکنی کے لئے کافی تھا۔لیکن بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کی دلاوری، ہمت اور سوجھ بوجھ نے دشمن کو کاری ضربیں لگائیں۔دشمن کو سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو ان کی عظیم خدمات کے صلے میں ہلال جرأت کا اعزاز دیا گیا۔‘‘ 65

۸۔محترم لیفٹیننٹ جنرل گل حسن خاں کا چشم دید بیان ہے:۔

’’میں یہاں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر ۱۲ڈویژن کے کمانڈر میجر جنرل اختر حسین ملک کا اس موقع پر ذکر نہ کیا جائے تو بات ادھوری رہ جائے گی۔ جبرالٹر فورس کی تربیت اور مہم کا آغاز کرنے کے سلسلے میں ان کا تعاون نہایت سودمند تھا۔انہوں نے ہی گرینڈ سلیم آپریشن کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ ابتدائی مرحلے میں موصوف نے جس طرح اس کی کمان کی تھی، وہ قابل ستائش تھی۔ جنرل ملک پُرکشش شخصیت کے انسان تھے۔ان کی صلاحیتیں خداداد تھیں۔نوجوان افسروں اور جوانوں کے خیالات پر ان کی گرفت خاصی نمایاں تھی۔موصوف اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل اور ذمہ دار سپاہی تھے۔‘‘

پھر جنرل عبدالعلی ملک کی پیشہ وارانہ مہارت اور ذہانت کا ذکر کرتے ہوئے جنرل گل حسن نے لکھا کہ:۔

’’یہ کریڈٹ بریگیڈیئر عبدالعلی ملک کو ہی جاتا ہے کہ اس حقیقت کے باوجود کہ اس کی کچھ فوج جسٹر کی طرف روانہ ہوگئی تھی، وہ اندھی جلد بازی سے آگے نہ بڑھے۔میں قاری کو بتانا چاہوں گا کہ یہ سب کچھ تاریکی کے دوران ہوا جب انتشار کی کیفیت بے طرح بڑھ جاتی ہے۔جیسا کہ ہم جلد دیکھیں

گے، یہ علی ملک کے وجدانی شعور کا نتیجہ تھا جس نے ہمیں خطرے سے بچا لیا۔'' [66]

ان احمدی جرنیلوں کی جرات جو جوانمردی اور ان کے بارے میں غیر جانبدار مبصرین کی آراء کے بیان کے بعد ان احمدی سپوتوں کی جانثاری کا دلگداز تذکرہ ضبط تحریر میں لایا جاتا ہے جنہوں نے جان جیسی قیمتی متاع وطن کی عزت وحفاظت کے لئے قربان کر کے ہمیشہ کی زندگی پالی۔

کیپٹن نذیر احمد صاحب شہید

آپ چک نمبر ۸۲ جنوبی ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ مکرم ناصر احمد صاحب باجوہ سابق صدر محلّہ دارالیمن شرقی ربوہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ [67] آپ ۸ ستمبر ۱۹۶۵ء کو کھیم کرن کے محاذ پر شہید ہوئے۔ اور قصور میں امانتاً دفن کئے گئے۔ ۱۸ فروری ۱۹۶۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ قطعہ شہداء میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ [68]

چوہدری محمد حسین صاحب باجوہ اسٹیشن ماسٹر سکھیکی ضلع گوجرانوالہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''میرے بھتیجے کیپٹن چوہدری نذیر احمد صاحب ۸ ستمبر کو کھیم کرن کے محاذ پر وطن عزیز کا دفاع کرتے ہوئے شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔ سات ستمبر کو بھارتی افواج نے قصور پر تین اطراف سے سخت حملہ کیا تھا۔ جسے ہماری فوج کے شیر دل مجاہدوں نے نہ صرف پسپا کر دیا بلکہ کھیم کرن کو فتح بھی کر لیا۔ انہی بہادروں میں عزیز کیپٹن نذیر احمد صاحب بھی تھے۔ جو ۸ ستمبر کو زخمی ہوئے اور اسی روز شہادت کا جام نوش کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ۔ کھیم کرن کے فاتح کی حیثیت سے عزیز نذیر احمد کا نام ہمیشہ زندہ جاوید رہے گا۔

عزیز نذیر احمد کے دادا اور راقم الحروف کے والد چوہدری نتھو خاں صاحب بہت مخلص احمدی (صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) تھے۔ آپ جب احمدی ہوئے تو شروع شروع میں آپ کی بہت مخالفت کی گئی لیکن آپ نے ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ جلدی ہی آپ کے حسن اخلاق اور پاکبازی کی وجہ سے گاؤں کے تمام لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے اور آج تک اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اعلیٰ اخلاق میں احمدی سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ کی اولاد چار بیٹوں اور دو بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ نذیر احمد آپ کے سب سے بڑے بیٹے چوہدری امام الدین صاحب کے فرزند تھے۔ نذیر احمد سے پہلے بھائی کے تین بیٹے بچپن میں فوت ہو گئے جس کی وجہ سے ہماری بھاوج بہت غمگین

رہتیں۔ انہی دنوں میں انہوں نے کسی کے بتانے پر حضرت خلیفہ اول کا نسخہ حبّ اٹھراء استعمال کیا جس کے بعد ان کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

عزیزم نذیر احمد ہمارے آبائی گاؤں چک ۸۲ جنوبی ضلع سرگودھا میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ شروع ہی سے خوش شکل اور صحت مند تھے۔ جب چھوٹے ہی تھے تو ان کی والدہ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں لے کر گئیں۔ حضور انور نے ان کے سر پر دستِ مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ بچپن سے ہی آپ بے حد ذہین، خوش خُلق اور شریف تھے۔ خاندان کے ہر فرد کے ساتھ انہیں پیار اور ہمدردی تھی میری بیوی جو کہ محترم بھائی محمود احمد صاحب ودود میڈیکل سروس سرگودھا کی صاحبزادی ہیں۔ ان کے ساتھ انہیں خصوصیت سے انس اور خلوص تھا اس کا اظہار وہ اکثر کیا کرتے تھے اور اپنے ہر کام میں ان سے مشورہ لیتے تھے اب جبکہ یہ خیال آتا ہے کہ ہماری ہر تکلیف پر بے قرار ہو جانے والا وجود آج ہم میں نہیں ہے تو دل کو ٹھیس سی لگتی ہے مگر پھر بھی یہ بات ہمارے زخمی دلوں پر مرہم لگاتی ہے کہ وہ ملک وقوم کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا رتبہ اعلیٰ اور بلند ہے۔

جب وہ آخری مرتبہ اپنی والدہ صاحبہ سے مل کر جانے والے تھے تو والدہ نے فکر کا اظہار کیا۔ اس پر انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اگر میں آپ کے پاس بیمار ہو کر وفات پا جاؤں تو آپ کیا کر سکیں گے کیا اس سے بہتر یہ بات نہیں کہ میں ملک کی حفاظت کرتا ہوا مارا جاؤں۔

نذیر احمد صاحب نے ۱۹۵۲ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۵۳ء میں انہیں فوج میں کمیشن ملا۔ ۱۹۵۹ء میں ان کی شادی ان کے حقیقی چچا برادرم چوہدری حاتم علی صاحب ڈویژنل اکاؤنٹنٹ انہار کی بیٹی سے ہوئی۔ اب ان کے دو بیٹے ہیں جن کی عمریں علی الترتیب ۵ سال اور دس ماہ ہیں''۔ [69]

روزنامہ ''مشرق'' نے ۲ دسمبر ۱۹۶۵ء کو اپنے نامہ نگار رضا جعفری کے قلم سے بیگم نذیر شہید کا ایک انٹرویو بھی شائع کیا۔ اخبار نے انٹرویو کے ساتھ شہید نذیر اور ان کے صاحبزادوں نوید نذیر اور ہمایوں نذیر کی تصویر بھی زیب قرطاس کی۔

روزنامہ امروز ۲ ستمبر ۱۹۶۶ء رقمطراز ہے:۔

''کیپٹن نذیر احمد صاحب شہید چک ۸۲ جنوبی ضلع سرگودھا میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ بی۔اے کرنے کے بعد ۱۹۵۲ء میں بچپن کی خواہش کی تکمیل کے لئے پاک فوج میں کمیشن لیا۔ آپ

نے بریگیڈ ئیر شامی شہید کے ساتھ بطور سٹاف کیپٹن کام کیا رن کچھ کے معرکہ میں آپ کے ذمہ ایک اہم ڈیوٹی تھی جس کو بڑی تن دہی اور بہادری سے پورا کیا جب ہندوستان نے پاکستان کی سرحدوں پر حملہ کر دیا تو ان کی توپ خانہ رجمنٹ کو قصور کے دفاع کے لئے بھیجا گیا۔

دشمن نے بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں کی ایک آہنی دیوار کھڑی کر دی تھی لیکن ان جاں نثاروں کے قدموں کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ وہ گولوں کی بارش سے فولادی دیواروں کو پاش پاش کرتے دشمن کے پرخچے اڑاتے اور اسے کیفر کردار تک پہنچاتے موت سے کھیلتے بڑھتے چلے گئے۔ ۸ ستمبر کو دشمن کو اپنے علاقے سے نکال کر کھیم کرن فتح کر لیا۔ اس روز وہ دشمن سے برسر پیکار تھے اور اپنے جوانوں کو اسلحہ سے لیس کر رہے تھے اور شاباش کی بلند آواز سے اپنے جوانوں کی ہمت بڑھا رہے تھے کہ اچانک دشمن کے طیارے نے گولیاں برسانی شروع کر دیں ایک گولی آپ کے سینے میں پیوست ہو گئی۔ اور وہ شہداء کی صف میں شامل ہو گئے۔ شاید اس محاذ پر ان کی منزل کھیم کرن تھی۔ اس کے بعد اس نے اپنی اصل منزل کی طرف رختِ سفر باندھ لیا۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

شہادت سے چند روز قبل خط میں انہوں نے اپنے والد محترم کو لکھا کہ مجھے فخر ہے کہ میں فرض تندہی سے پورا کر رہا ہوں آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں موت کا ایک دن معین ہے۔ اگر وہ مجھے آنی ہے تو وہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے بھی آ جائے گی۔ فکر نہ کریں۔ ہاں اگر میں مقررہ تاریخوں پر نہ بھی آ سکوں تو بہن کی رخصتی ضرور کر دیں۔

اس کے بعد پھر ان کی شہادت کی تار موصول ہوئی جس پر ان کے ماں باپ کا تاثر یہ تھا کہ اگر لختِ جگر کی قربانی سے قوم کی کروڑوں ماؤں، بہنوں اور وطن کی عزت بچ گئی ہے تو یہ ہمارے لئے باعث اطمینان وصد افتخار ہے۔ خدا اس کے درجات بلند کرے۔

کیپٹن نذیر شہید کی بیوہ کو رجمنٹ کے کمانڈر نے یہ خط لکھا کہ آپ کے بہادر شوہر نے بے مثال شجاعت اور اعلیٰ احساس فرض کا ثبوت پیش کرتے ہوئے شاندار قربانی پیش کی ہے ہمیں اس پر فخر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کے لئے صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ان کے دو بہت ہی پیارے لڑکے نوید نذیر اور ہمایوں نذیر ہیں جن کی عمر بالترتیب چھ سال اور ڈیڑھ سال ہے۔ نوید نذیر کے الفاظ ہیں کہ ”میں ڈیڈی کی طرح بہادر کیپٹن بنوں گا“۔ [70]

خلیفہ منیر الدین احمد صاحب شہید کا کارنامۂ شجاعت

’’خلیفہ منیر الدین احمد ایک معزز و معروف خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ان کے والد حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب (صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) لاہور کے میو ہسپتال میں ایک عرصہ تک سرجن انچارج رہے۔(حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب انجمن حمایت اسلام لاہور کے بانی خلیفہ حمید الدین کے بیٹے تھے۔) آپ ۸ستمبر ۱۹۲۵ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔[71] ان کی خوش بختی ہے کہ اس موقع پر حضرت مصلح موعود نے ان کے کان میں اذان کہی۔آپ حضرت مصلح موعود کے برادر نسبتی تھے۔

زمانہ طالب علمی ہی سے انہیں ایئر فورس میں شامل ہو کر خدمت قوم و وطن کا شوق تھا۔اسی شوق کے تحت تعلیم الاسلام کالج سے ’’ایف اے‘‘ پاس کرنے کے بعد انہوں نے ۱۹۴۹ء کے آخر میں فلائنگ کلب لاہور میں داخلہ لے لیا۔اس وقت اس کلب میں تربیت حاصل کرنے والوں کی تعداد اٹھارہ تھی۔ امتحان ہوا۔تو صرف چھ نوجوان کامیاب ہوئے۔خلیفہ منیر الدین ان سب میں اول آئے تھے۔

۱۹۵۱ء میں وہ ایئر فورس کے لئے منتخب ہوئے اور کراچی اور رسالپور میں کچھ عرصہ بطور فلائٹ لیفٹیننٹ خوش اسلوبی سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔۱۹۶۳ء میں ترقی دے کر انہیں سکواڈرن لیڈر بنا دیا گیا۔اور اُس وقت سے تادمِ آخر وہ سرگودھا میں سکواڈرن لیڈر ہی کی حیثیت سے ایئر فورس کی خدمت بجا لاتے رہے۔فرائضِ منصبی کی ادائیگی میں مستعدی اور باقاعدگی ان کا طُرّہ امتیاز تھا۔ ان کے دل کو تو خلوص و محبت کا روشن دیا جانیے۔

جنگ کے ایام میں گھڑی دو گھڑی کے لئے گھر آتے۔تو انہیں یہی احساس مضطرب رکھتا کہ کہیں ڈیوٹی پر پہنچنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔

سکواڈرن لیڈر خلیفہ منیر الدین احمد شہید (ستارہ جرأت) جانباز قوم کا ایک نڈر جیالا سپوت تھا۔ ایک ایسا دلیر ہوا باز جس کی نگاہوں میں عقاب کی لپک اور سینے میں شیر کا دل تھا۔

پاک فضائیہ کا یہ جیالا جو ۱۱ستمبر ۱۹۶۵ء کو دشمن کی ہوائی طاقت کے ایک قریبی مرکز کو بالکل تہس نہس کرتے ہوئے موت سے ہنستا کھیلتا جامِ شہادت پی گیا۔اس وقت اس کی عمر ۳۸ سال تھی۔

اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جن دنوں دشمن کے بزدل ہوا باز سرگودھا کے ہوائی ٹھکانے

پر بمباری کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔خلیفہ منیر الدین کے سپرد پلاننگ کی ڈیوٹی تھی۔دشمن کے ہوائی حملوں کو روکنے کے لئے امرتسر کے ریڈار اسٹیشن کو مسمار کرنا ضروری تھا۔اس سلسلہ میں کئی کوششیں کی گئیں مگر ان میں سے کوئی بھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہوسکی۔دشمن کے طیارے روزانہ سرگودھا کے آسمان پر منڈلاتے اور اِدھر اُدھر بے نشانہ بم گرا کر بھاگ جاتے۔یہ دیکھ کر خلیفہ منیر الدین کے دل میں دشمن کے ہوش ٹھکانے لگانے کا جذبہ موجزن ہوا اور انہوں نے بڑے پُر جوش انداز میں کہا۔

''اب مَیں جاؤں گا اور دشمن کے ریڈار کو تباہ کر کے ہی آؤں گا۔''

اور پھر وہ سچ مچ اپنے ساتھ تین اور شاہینوں کو لے کر آواز کے دوش پر پرواز کر گئے۔آن کی آن میں امرتسر پہنچ کر جب وہ ریڈار پر لپکے۔تو منیر الدین احمد ہی ان کی (بطور ڈپٹی لیڈر) قیادت کر رہے تھے۔ان کے ہمراہ جانے والے ایک ہواباز نے بتایا کہ پہلے غوطے میں ریڈار ان کی زد میں نہیں آیا۔ اس پر خلیفہ منیر الدین نے گرج کر اپنے ساتھیوں سے کہا

''میں نے ریڈار کو تاڑ لیا ہے۔اب میں دوبارہ جاؤں گا اور اس کا قلع قمع کر کے ہی آؤں گا''۔

اور اب کے جو پاکستان کا یہ دلیر شاہین تنہا اس ریڈار پر بے مثال برق رفتاری سے جھپٹا تو دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کا بے حد محفوظ اور مخفی ریڈار آگ کے ہولناک شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔72

''لاہور'' کے مقالہ نگار صلاح الدین خاں رقمطراز ہیں:۔

''(خلیفہ منیر الدین شہید) اصول و قواعد کے معاملہ میں بڑے رکھ رکھاؤ سے کام لیتے تھے۔ مخلص اور ہمدرد دوست ہونے کے باوجود دفتری معاملات میں کبھی لچک نہ آنے دیتے۔بے حد ملنسار اور ڈیوٹی کے معاملہ میں بے حد سنجیدہ تھے۔لیکن اس کے باوجود طبیعت مزاحِ لطیف سے بے گانہ نہ تھی۔گو اس میں بھی ذاتی وقار کو مجروح کرنے والے رخ سے ہمیشہ مجتنب رہے۔

خلیفہ منیر الدین ایک اچھے ہواباز ہی نہیں ہاکی اور گالف کے بھی بہترین کھلاڑی تھے اور کھیل کے میدان میں تو ان کی لپک اُچک دیکھنے کی ہوتی تھی۔گالف کے تو وہ اتنے رسیا تھے کہ اس میں ناغہ کو اصل ڈیوٹی میں ناغہ سمجھتے تھے۔

خلیفہ منیر الدین احمد نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور ایک تین سالہ پیاری سی بچی زاہدہ اپنے رب کی پناہ میں چھوڑیں۔

ننھی زاہدہ جو ایک عرصہ تک ٹیلیفون اٹھا کر بڑی بے قراری سے پوچھتی رہی......ابو! آپ کب

آئیں گے۔جلدی آجایئے نا‘‘۔

مگراس معصوم کوکون بتائے کہ زندگی کی سرحدوں کو پھلانگ کرخدا تعالیٰ کی گود میں چلے جانے والے لَوٹ کر کبھی نہیں آیا کرتے۔البتہ ان کی جاں سپاریوں کے نقوش ننھی زاہدہ کے دل کی طرح تاریخ کے دل پرابدالآباد تک مرتسم وتابندہ رہیں گے‘‘۔[73]

☆ آپ کے حالات تحریر کرتے ہوئے مکرم سردار رحمت اللہ صاحب محلّہ دارالرحمت ربوہ لکھتے ہیں:۔

’’ستارۂ جرأت سکواڈرن لیڈرخلیفہ منیرالدین احمد صاحب شہیدڈاکٹرخلیفہ رشیدالدین صاحب مرحوم سول سرجن جوکہ اولین صحابہ کرام میں سے تھےاور حضرت مصلح موعود کے خسر تھے، کے چشم و چراغ تھے اور خلیفہ صلاح الدین احمد مرحوم کے سب سے چھوٹے بھائی تھے۔گھر میں سب سے چھوٹے ہونے اور خوبصورت اورنہایت اچھی عادات کی وجہ سے اپنے پرائے سبھی ان سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ان کے بہنوئی مرزا گل محمد صاحب مرحوم رئیس قادیان کی اس وقت کوئی اولاد نہ تھی انہوں نے ان کواپنا بیٹا بنالیااورنہایت نازونعمت سے آخیردم تک ان کی پرورش کی۔ان کی والدہ محترمہ جوکہ ہماری پھوپھی تھیں قادیان میں نہایت قابل احترام بزرگ خواتین میں سے تھیں۔بہت عقلمند منتظم اور لجنہ اماءاللہ کی سرگرم رکن تھیں۔

خلیفہ منیرالدین احمد مرحوم میں بچپن سے ہی شرافت، ہمدردی، ادب، حب الوطنی، دلیری اور خدمت کا خاص جذبہ پایا جاتا تھا۔سیر و سیاحت اور شکار کا بڑا شوق تھا یہی شوق بڑے ہوکر انہیں ۱۹۴۹ء میں ائیرفورس میں لے گیا۔نشانہ بازی میں ہمیشہ ممتاز رہتے تھے۔ایک مرتبہ میں نے انہیں باتوں باتوں میں کہا کہ منیراحمد ائیرفورس میں کیا کرتے ہوگے۔وہاں تو بڑے بڑے بہادرانسان ہوں گے۔کہنے لگے بھائی جان!اگرکبھی موقعہ آیا تو آپ مجھے انشاءاللہ سب سے آگے پائیں گے۔چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کردکھلایا۔میری ان سے آخری ملاقات ۹ستمبر ۱۹۶۵ءیعنی ان کی شہادت سے صرف دودن پہلے ان کی کوٹھی نمبر۳، ائیرفورس سرگودھا میں ہوئی۔قریباً ایک بجے دن کا وقت تھا جب کہ میں ان کی کوٹھی پر پہنچا۔اس وقت دوپہر کا کھانا کھارہے تھے۔

حسب معمول نہایت ادب اور محبت سے ملے۔کہنے لگے کہ بھائی جان کیا آپ ربوہ سے آرہے ہیں۔گھر تو خیریت ہے نا۔بچوں اور بھاوجہ کا کیا حال ہے۔آپا جان خیریت سے ہیں۔مجھے بھاوجہ

صاحبہ (ان کی بیگم) نے بتایا کہ یہ آج دو دن کے بعد ابھی گھر آئے ہیں۔

کہنے لگے کہ آجکل جنگ کے دن ہیں ہماری دن رات ڈیوٹی رہتی ہے۔ میں ابھی صرف تھوڑی دیر کے لئے گھر آیا ہوں اور ابھی پھر جا رہا ہوں۔ وہ جلد جلد باتیں کر رہے تھے اور میں محسوس کر رہا تھا کہ آج انہیں ڈیوٹی پر جانے کی بہت جلدی ہے۔

میں نے دریافت کیا کہ سنایئے آج کل جنگ کا کیا حال ہے۔ پاکستان کی کیسی پوزیشن ہے۔ بڑے جذبہ اور جوش سے کہنے لگے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم بہت کچھ کر رہے ہیں۔ بس آپ لوگوں کی دلی دعائیں ہمیں درکار ہیں۔ مزید گفتگو سے اجتناب کرتے ہوئے مجھ سے ہاتھ ملایا اور چلے گئے۔ میں ان کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ خدا جانے میرے دل کو اس وقت کیا ہو رہا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں دوڑ کر انہیں گلے لگا لوں۔ یہ ۹ ستمبر کی بات ہے اس سے دوسرے دن یعنی ۱۰ ستمبر کو انہوں نے دشمن کے علاقہ میں جا کر سخت لڑائی کے دوران دشمن کا ایک طیارہ مار گرایا۔ مرحوم بہترین نشانچی شمار ہوتے تھے۔ تیسرے دن ۱۱ ستمبر کو وہ پھر حملہ کرنے کے لئے گئے مجھے ان کے دو ساتھیوں نے بتایا کہ وہ ہم سے یہ کہہ کر گئے تھے۔ اچھا خدا حافظ آج میں انشاء اللہ دشمن کے اڈہ کو تباہ کر کے آؤں گا اور اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ کروں گا۔ یہ اس جانباز بہادر اور مجاہد وطن کے آخری الفاظ تھے۔ اس مرد مجاہد نے جو کچھ کہا تھا بالکل وہی کر کے دکھا دیا۔ اس دلیر اور بہادر نوجوان نے دشمن کی آگ برساتی ہوئی توپوں کے درمیان اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پے در پے سخت حملے کئے یہاں تک کہ دشمن کے اڈہ کو تہس نہس کر دیا اور خود بھی وہیں شہید ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزار ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں شہید کی روح پر۔ اس سے قبل انہوں نے دشمن سے آٹھ مقابلوں میں حصہ لیا اور نہایت دلیری اور جرأت کا نمونہ دکھلایا۔“ 74

”تیسرا ہوا باز تو میں ہوں جناب!

سکوارڈن لیڈر منیر الدین احمد شہید کسی نہ کسی طرح ہر حملے میں شامل ہو جاتے تھے“

ذیل کا مضمون روزنامہ مشرق ۶ ستمبر ۱۹۶۶ء میں مندرجہ بالا عناوین کے ساتھ شائع ہوا:۔

”جنگ چھڑے چھ روز گزر چکے تھے اور میدان جنگ کے ہنگاموں سے بہت دور فضائیہ کے ایک اڈے پر اترنے اور چڑھنے والے لڑاکا بمباروں کی گرج سے ظاہر ہوتا تھا کہ پرسکون مقام پر سرگرمی حالات کی نزاکت کی علامت ہے۔

دوپہر ہو چلی تھی۔اڈے کے آپریشن روم میں ونگ کمانڈر محمد انور شمیم اس روز کی انتہائی اہم اور خطرناک مہم کے لئے ہوابازوں کو ہدایت دینے والے تھے۔اس مہم کا نشانہ امرتسر کا ریڈار سٹیشن تھا۔

شمیم نے اس مشن کے لئے تین ہواباز منتخب کئے تھے۔انہوں نے پکارا تو ان میں سے صرف دو آئے۔تیسرے کے متعلق انہوں نے ونگ آپریشن آفیسر سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد صاحب سے دریافت کیا انہوں نے ہنستے ہوئے کہا''تیسرا تو میں ہوں جناب''۔

''لیکن میں نے تو آپ کا نام اس مہم میں نہیں رکھا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے فلائنگ آفیسر مسعود کو منتخب کیا تھا''۔

''یہ ٹھیک ہے سر! لیکن مسعود تو پہلے ہی ایک مہم پر گیا ہوا ہے''منیر نے جواب دیا۔اور شمیم اب کچھ نہیں کر سکتے تھے لیکن یہ پہلا موقع نہ تھا۔اس ریڈار سٹیشن پر پہلے جتنے حملے ہوئے تھے ان میں بھی سکواڈرن لیڈر منیر ضرور شامل ہوئے تھے۔

منیر کو اس دنیا میں یا تو اپنے بال بچوں سے الفت تھی یا پرواز سے، جنگ شروع ہونے کے بعد سے اب تک وہ آٹھ مرتبہ زمینی فرائض دوسرے ساتھیوں کے سپرد کر کے فضائی حملوں میں شریک ہو چکے تھے۔اس مرتبہ پھر وہ تیار ہو گئے تھے اور ونگ کمانڈر شمیم بولے''اچھا بھئی! تم ہی سہی''۔اسکے بعد انہوں نے ہدایات جاری کیں۔

تقریباً نصف گھنٹے بعد پاک فضائیہ کے چار سیبر دشمن کی تباہی کا سامان بازوؤں میں دبائے پرشکوہ انداز میں اڈے سے اڑے اور نشانے کی طرف روانہ ہو گئے۔دس منٹ بعد وہ دشمن کے علاقے پر اڑ رہے تھے۔

وہ کم بلندی پر امرتسر کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک دشمن کی توپوں کے دہانے کھل گئے۔ پہلے تو اِکّا دُکّا گولہ آیا لیکن رفتہ رفتہ تانتا بندھ گیا۔ہلکی بھاری ہر قسم کی طیارہ شکن توپیں آگ اُگل رہی تھیں۔ ہمارے طیاروں کے چاروں طرف گولے پھٹ رہے تھے لیکن آگ کے اس کھیت میں وہ گویا ہل چلاتے ہوئے منزل کی جانب بڑھتے رہے۔

منیر اس دستے کے ڈپٹی لیڈر تھے۔انہوں نے نشانے پر جھپٹنے کی تیاری مکمل کی۔ دوسرے طیارے اوپر اٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگے ادھر دشمن کے سارے توپچیوں نے اپنا رخ منیر کی طرف کر دیا تھا۔دھماکوں کے ارتعاش سے ان کا طیارہ ڈول رہا تھا لیکن وہ پورے انہماک کے ساتھ

نشانے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ریڈار سٹیشن کے قریب پہنچ کر ایک گولہ منیر کے سیبر کو لگا۔انہوں نے جلدی سے ونگ کمانڈر شمیم کو پکارا ’’مجھے گولہ لگ گیا ہے‘‘ اور پھر ان کا ریڈیو خاموش ہو گیا۔شمیم نے جو اس مہم کی قیادت کر رہے تھے دوبارہ ان سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی جواب نہ ملا۔فضا میں چاروں طرف دیکھا لیکن منیر کا کہیں نشان نہ تھا۔ایک عظیم ہواباز شہید ہو چکا تھا۔

یہ ۳۶ سالہ جیالا ہواباز قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا تھا اس کی ہر دلعزیز اور ہنس مکھ شخصیت ساری فضائیہ میں مشہور تھی۔منیر ہر وقت لطیفہ گوئی کرتے تھے۔ماہر نشانچی تھے اور تھوڑا تھوڑا مسکراتے تھے۔ان کے لئے زندگی پرواز سے عبارت تھی چنانچہ انہوں نے کبھی ترقی کی خواہش نہ کی۔کیونکہ اس طرح ان کی ڈیوٹی زمین پر لگ جاتی۔

انہوں نے اس جنگ میں پہلا مشن چھمب میں پورا کیا۔جہاں ۴ ستمبر کو دشمن کے کئی ٹینک تباہ کئے اور اس کے بعد وہ ۱۱ ستمبر کو اپنی شہادت کے روز تک روزانہ فضائی حملوں میں شریک ہوتے رہے۔ ابتداء میں انہیں یہ حسرت رہی کہ فضاء میں دشمن سے روبرو مقابلہ نہیں ہوا۔یہ حسرت ۱۰ ستمبر کو پوری ہوئی جب انہوں نے فیروز پور سے ۲۰ میل جنوب مشرق میں بھارت کے ایک ناٹ کو مار گرایا۔

شہادت کے بعد سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد کو ستارۂ جرأت کا اعزاز دیا‘‘۔[75]

☆ جناب خالد محمود صاحب نے اپنی کتاب ’’رن کچھ سے چونڈہ تک‘‘ کے صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۶ میں شہید پاکستان خلیفہ منیر الدین کا تذکرہ درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

’’۱۰ ستمبر کو سکواڈرن لیڈر منیر الدین نے کھیم کرن سیکٹر میں دشمن کا ایک ناٹ طیارہ مار گرایا۔اسی دن امرتسر میں دشمن کے طاقتور ریڈار کو تباہ کرنے کے لئے ۱۲ سیبر طیاروں اور ۲ سٹار فائٹرز کا ایک مشن بھیجا گیا۔یہ ریڈار سٹیشن شہری آبادی کے بیچوں بیچ واقع تھا۔اور کمال ہوشیاری کے ساتھ چھپایا گیا تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے بھی زبردست انتظامات کئے گئے تھے۔ان سب رکاوٹوں کے باوجود پاکستانی ہواباز اس ریڈار سٹیشن کو خاموش کر آئے۔اسی دن سیالکوٹ سیکٹر میں زمینی فوج کو مدد دی گئی لیکن صرف ۵ ٹینک اور ۱۰ گاڑیاں تباہ کی جاسکیں۔البتہ گدرو سیکٹر میں دشمن کی ۱۵ گاڑیاں اور ۴ ریلوے ویگن تباہ کئے گئے۔......‘‘

مصنف کتاب نے آگے چل کر صفحہ ۲۱۴ پر شہید کی تصویر دیتے ہوئے لکھا:۔

’’ہنس مکھ سکواڈرن لیڈر منیر کی جان ہوابازی میں تھی۔انہوں نے سب سے پہلے ۴ ستمبر کو چھمب

کے محاذ پر حصہ لیا۔ دشمن کی کئی گاڑیاں اور ٹینک تباہ کئے ۔۱۰ستمبر کو فیروز پور کے ۲۰ میل جنوب مشرق میں دشمن کے ایک ناٹ طیارے کو مار گرایا۔ بھارتی فضائیہ نے امرتسر میں ایک طاقتور ریڈار سٹیشن نصب کر رکھا تھا۔ اسے تباہ کرنا بہت ضروری تھا اسے چندروز پہلے زبردست نقصان پہنچایا گیا تھا لیکن دشمن نے اسے پھر ٹھیک کر لیا تھا۔ ۱۱ستمبر کو ونگ کمانڈر شمیم کی قیادت میں تین طیارے امرتسر بھیجے گئے تھے۔ ان میں منیر بھی شامل تھے۔ وہ اس سے پہلے تمام حملوں میں بھی موجود رہے تھے لیکن اس دن انہوں نے جان پر کھیل کر یہ ٹنٹا (جھگڑا، فساد) ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کا عزم کیا ہوا تھا۔ انہوں نے اسی مشن میں شہادت دی لیکن دشمن کا یہ ریڈار سٹیشن ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا گیا تھا۔ منیر کی پرواز کا مشن پورا ہو گیا تھا''۔[76]

☆ اس سلسلہ میں سترہ روزہ 'جنگ ستمبر' پر اخبارات میں چھپنے والے ایک مضمون میں زاہد یعقوب عامر جنگ کا ایک نقشہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''امرتسر کا ریڈار پاک فضائیہ کے اڑنے والے طیاروں کے لئے ایک اہم مسئلہ تھا۔ جس کو ختم کرنے کے لئے ونگ کمانڈر انور شمیم نے سرگودھا ائیر بیس سے ہوابازوں کے ایک گروپ کو حملہ کے لئے منتخب کیا۔ اس حملہ میں سکوارڈن لیڈر منیر احمد نے رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو پیش کیا۔ پاک فضائیہ کے دستے نے دشمن کے اندر اہم ریڈار کو تباہ کر دیا۔ مگر اس حملہ میں سکواڈرن لیڈر منیر احمد دشمن کی زمینی توپوں کا نشانہ بن گئے اور شہادت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے''۔[77]

☆ پروفیسر (ر) منور شمیم خالد صاحب روزنامہ جنگ کے مندرجہ بالا مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

''جنگ اخبار کا مضمون پڑھا تو آج سے دو عشرے قبل لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے ایک واقعہ کی یاد تازہ ہو گئی جس کے چشم دید راوی سینئیر ایڈووکیٹ چوہدری غلام مجتبیٰ ہیں جو ایوان عدل کے اندر انسانی بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے عدلیہ کے محاذ پر تادمِ واپسیں سرگرم عمل رہے۔ انہوں نے راقم الحروف کو بتایا کہ بار کے اجلاسِ عام میں سینکڑوں وکلاء کو پاک فضائیہ کے سابق سربراہ ائیر مارشل (ر) محمد اصغر خان صاحب نے خطاب کیا۔ خطاب کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ چلا۔ کسی وکیل نے نہ جانے کس مقصد اور کس قسم کا جواب 'حاصل' کرنے کے لئے مہمان خصوصی سے سوال کیا کہ کیا پاکستان کے احمدی/ قادیانی ملک و قوم کے وفادار ہو سکتے ہیں؟ اس طرح کے سوال کا مطلب یہی ہو

سکتا ہے کہ جس قسم کا سلوک احمدیوں سے ہوتا رہا ہے، اُس سلوک کے ہوتے ہوئے فوج یا فضائیہ میں خدمات سرانجام دینے والے احمدیوں سے وفاداری یا جان نثاری کی توقع کی جاسکتی ہے؟ یہ سوال سن کر جناب اصغر خان صاحب نے جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کا ایک حقیقی واقعہ/ ذاتی تجربہ بیان کر کے اس نہایت ہی چبھنے والے سوال کا جواب دیا۔ ایئر مارشل (ر) اصغر خان نے بتایا کہ جنگ کے دوران دشمن کی فضائی برتری نے ہمارا ریڈار سسٹم منجمد (جام) کر دیا تھا تو اس نازک صورتحال سے نمٹنے کا صرف ایک ہی طریق تھا کہ جس بھارتی ہوائی اڈہ امرتسر سے دشمن کے جہاز اڑ کر پاکستان پر حملہ آور ہو رہے ہیں اُس کو تباہ کر دیا جائے۔ اس واضح اور معین مقصد کے لئے، جناب اصغر خان نے بتایا کہ پاک فضائیہ کے ہوابازوں کو ایک جگہ طلب (اکٹھا) کیا گیا اور جنگ کی نازک صورتحال سے آگاہ کر کے سب پائلٹوں سے کہا گیا کہ اس قومی دفاعی مقصد کے حصول کے لئے جان کی بازی لگا کر دشمن کا ہوائی اڈہ تباہ کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہواباز ازخود، رضا کارانہ طور پر اس ناگزیر مشن کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ جناب اصغر خان نے ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے اجلاس عام میں اراکین کو یہ بتایا کہ سب سے پہلے جس پائلٹ نے اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر پیش کیا وہ پائلٹ احمدی/ قادیانی تھا۔ جی ہاں! یہ وہی ۳۶ سالہ اسکوارڈن لیڈر خلیفہ منیر الدین احمد تھے جن کا ذکر صاحب مضمون نے اخبار جنگ میں کیا اور جن کو شہادت کا رتبہ پانے پر ''ستارہ جرأت'' عطا کیا گیا۔'' [78]

☆ جناب زاہد ملک صاحب سینئر صحافی ایڈیٹر ''حرمت'' نے امریکہ میں جناب ایم ایم احمد صاحب سابق مشیر صدر پاکستان و نائب صدر ورلڈ بنک کا انٹرویو کیا۔ اس میں مکرم ایم ایم اے صاحب نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے سابق صدر پاکستان جنرل محمد ایوب کی ایک فیصلہ کن رائے مکرم منیر الدین احمد صاحب کے بارے میں بیان فرمائی جو یہ ہے:۔

''اگر کوئی چیخ چیخ کر سو دفعہ کہے کہ یہ جو احمدی ہیں یہ ملک کے خلاف ہیں تو میں اس پر ایک سیکنڈ کے لئے بھی یقین نہیں کروں گا۔ کیونکہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران میں نے ایک بہت ہی خطرناک مشن پر بھیجنے کے لئے دس آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ جس مشن پر آپ کو بھیجا جا رہا ہے وہ اتنا خطرناک ہے کہ اس میں زندہ بچ کر واپس آنے کا امکان صرف ۱۰ فیصد ہے جبکہ ۹۰ فیصد امکان یہی ہے کہ وہ واپس نہیں آئیں گے تو پہلا آدمی جس نے اثبات میں فوراً ہاتھ اٹھایا وہ احمدی تھا۔ میں نے پوچھا اس کا نام؟ تو کہا! اس کا نام پائلٹ منیب تھا''۔

(منیب غلطی سے درج ہوگیا ہے یہ منیر ہے یعنی سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد)[79]

☆ محترم محمد اسلم لودھی صاحب نے اپنی محققانہ تصنیف پاک فضائیہ تاریخ کے آئینہ میں اس بطل پاکستان کی تصویر دے کر لکھا:۔

”سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد شہید (ستارہ جرأت)

۱۹۶۵ء کی جنگ شروع ہوئے چھ دن گزر چکے تھے۔ زمین، فضا اور سمندر میں جنگ پوری طرح زوروں پر تھی۔ دشمن کے ہوائی جہازوں کے غول کے غول حملہ آور ہونے کیلئے آتے اور ہمارے فضائی مستعد نگہبانوں کی بہتر نگہبانی کی بدولت اپنے مشن میں ناکام ہوکر واپس لوٹ جاتے۔

۱۱ستمبر کو سرگودھا بیس کے ایک آپریشن روم میں امرتسر ریڈار سٹیشن کو تباہ کرنے کی حکمت عملی زیر بحث تھی۔ ونگ کمانڈر انور شمیم اپنے ہوابازوں کو اس خطرناک مہم کیلئے بریفنگ دے رہے تھے۔ دراصل امرتسر کا یہ حساس ریڈار مضبوط دفاعی حصار میں تھا اردگرد حفاظت کیلئے بھاری طیارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ جن سے بچنا کسی بھی حملہ آور جہاز کیلئے مشکل تھا۔

ونگ کمانڈر انور شمیم نے سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد کو تین مزید پائلٹ اس مشن میں شمولیت کیلئے بلوانے کیلئے بھیجا۔ چند منٹ بعد دو پائلٹ آ گئے۔ ونگ کمانڈر انور شمیم نے منیر الدین احمد سے مخاطب ہوکر تیسرے پائلٹ کے بارے میں پوچھا منیر الدین نے اپنی طرف اشارہ کر کے کہا کہ سر تیسرا پائلٹ میں حاضر ہوں۔ چونکہ منیر الدین احمد کئی خطرناک مشنوں پر پہلے ہی اپنی بہادری کے جوہر دکھا چکے تھے۔ اس لئے ونگ کمانڈر انور شمیم نے انہیں رکنے کیلئے کہا لیکن آپ اس خطرناک مشن پر روانگی کیلئے ذہنی طور پر تیار ہو چکے تھے۔ اس لئے ونگ کمانڈر انور شمیم بھی آپ کو فضائی معرکے میں شریک کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

بریفنگ کے کچھ ہی دیر بعد چار سیبر طیارے سرگودھا بیس سے امرتسر پر حملہ آور ہونے کیلئے اڑے۔ امرتسر پہنچنے میں انہیں صرف دس منٹ لگے ہوں گے۔ چاروں سیبر جونہی امرتسر کی فضا میں پہنچے تو شہر کی حفاظت کیلئے لگی ہوئی طیارہ شکن گنوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ فضا میں ہر طرف آگ ہی آگ دکھائی دیتی تھی۔ سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد دشمن کی زبردست فائرنگ سے مرعوب ہونے کی بجائے ریڈار پر حملہ کرنے کیلئے نشانہ لے چکے تھے۔ جونہی آپ کا طیارہ ریڈار کے روبرو آیا تو آپ نے بمباری کر کے ریڈار سٹیشن کے پرخچے اڑا دیئے لیکن جب آپ جہاز کو بلندی کی طرف لے

جا رہے تھے بھارتی طیارہ شکن توپ کا گولہ آپ کے جہاز کو لگا۔ آپ اپنے لیڈر کو صرف یہی اطلاع دے سکے کہ سر مجھے گولہ لگ چکا ہے اور جہاز آگ کے تین ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس طرح آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنی کامیابی دیکھتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

اس سے پہلے بھی آپ ۶ ستمبر کو چھمب جوڑیاں کے محاذ پر بھارت کے کئی جنگی طیارے تباہ کر چکے تھے اور بھارتی ٹینکوں اور توپوں کو اپنا شکار بنا چکے تھے۔ آپ ۶ ستمبر ۱۹۲۷ء کو بھارت کے شہر امرتسر (قادیان ضلع گورداسپور۔ ناقل) میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم امرتسر شہر (اصل قادیان) میں ہی حاصل کی۔ ۱۹۴۴ء (قیام ربوہ ۱۹۴۸ء) میں آپ کا خاندان ربوہ ضلع جھنگ میں آ کر آباد ہو گیا۔ آپ کے والد ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین پیشے کے اعتبار سے قابل احترام تھے اور دور و نزدیک کے لوگ شفا کی تلاش میں ان کے در دولت پر حاضری دیتے۔

منیر الدین احمد نے میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۱ء کو باقاعدہ کمیشن لیا۔ آپ کی شادی ۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کو خانقاہ ڈوگراں میں شاہدہ بیگم سے ہوئی۔ آپ کے آنگن میں ایک ہی پھول کھلا جو بیٹی زاہدہ منیر کے نام سے تھا۔

پاک بھارت جنگ کے دوران آپ نے آٹھ انتہائی اہم معرکوں میں شرکت کی اور دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ امرتسر کے ہائی پاور ریڈار کی تباہی کی ذمہ داری جب آپ کو سونپی گئی تو آپ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنا مشن مکمل کیا لیکن مشن کی کامیابی کے ساتھ ہی آپ کو شہادت کا عظیم مرتبہ حاصل ہوا۔ جرأت اور بے مثال بہادری کے عوض آپ کو ’’ستارہ جرأت‘‘ سے نوازا گیا۔

آپ برج کے اعلیٰ کھلاڑی تھے۔ اعلیٰ ہوابازی اور بہترین نشانہ بازی کی بدولت آپ کو پاک فضائیہ میں بزرگ کا درجہ حاصل تھا۔ جن کیڈٹوں نے ان کی شاگردی میں کام کیا وہ آج بھی ان کا نام بڑے فخر سے لیتے ہیں‘‘۔ [80]

اسی طرح مکرم سکواڈرن لیڈر منیر الدین احمد صاحب شہید ’’ستارہ جرأت‘‘ کی بے مثال اور عظیم جرأت و بہادری پر کتاب ’’ہمارے غازی ہمارے شہید‘‘ میں زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ [81]

میجر منیر احمد صاحب شہید

آپ مکرم خواجہ عبدالقیوم صاحب آف جمیل لاج محلّہ دارالرحمت وسطی ربوہ کے فرزند تھے۔ آپ

نے محاذ جنگ پر نماز پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش کیا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اپنی جان کی قربانی پیش کی۔ روزنامہ مشرق (لاہور) نے اپنی ۵نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں پاکستان کی جنگی تاریخ کے اس اہم واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:۔

’’میجر منیر احمد محاذ پر نماز پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے انہوں نے پروردگار کی بارگاہ میں اپنی جان کی قربانی پیش کی۔کاش میں اس مقدس جنگ میں شہادت کا رتبہ حاصل کرسکوں‘‘۔ یہ الفاظ میجر منیر احمد (انجینئر کور) نے شہادت سے چند گھنٹے قبل اپنے ایک ساتھی میجر سے گفتگو کرتے ہوئے کہے۔میجر منیر احمد کو کیا معلوم کہ چند ساعتوں کے بعد ہی بارگاہ رب العزت میں ان کی یہ دعا شرف قبولیت حاصل کر لے گی۔اور انہیں مادر وطن کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہونے کی سعادت حاصل ہوجائے گی۔

میجر منیر احمد لاہور کے محاذ پر مسلسل دو دن اور دو راتیں دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔۲۱ستمبر کو دشمن کی طرف سے گولہ باری تھمی تو انہیں ہدایت ملی کہ وہ پچھلے مورچوں میں جا کر آرام کر لیں، میجر منیر احمد بادل نخواستہ اپنے مورچے سے نکلے اور مورچے کے قریب ہی نماز عشاء کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ابھی وہ نماز پڑھ ہی رہے تھے کہ دشمن کی طرف سے گولہ باری کا سلسلہ شروع ہو گیا اور میجر منیر احمد دشمن کا گولہ لگنے سے شہید ہو گئے۔

میجر منیر احمد کی شہادت کی اطلاع بذریعہ ٹیلیفون دی گئی تو اس وقت ان کے والد خواجہ عبدالقیوم گھر پر موجود نہیں تھے ان کی ضعیف العمر والدہ نے اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر سنتے ہی بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھا دئے اور کہا کہ میرے مولا! تو نے میرے لختِ جگر کی شہادت قبول کر لی اور اسے اس شرف سے نوازا کہ وہ دس کروڑ مسلمانوں کے ملک کا دفاع کر سکے اور اسی نیک مقصد میں جان کی بازی لگا دی۔

میجر منیر احمد صاحب نے رن کچھ کے محاذ پر بھی دشمن کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔اور یہاں بھی دشمن کو ذلت آمیز شکست دی اور اب یہ قوم کا جیالا سپوت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لاہور کے محاذ پر دشمن کے خلاف نبرد آزما تھا۔

میجر منیر احمد ۱۹۲۷ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔۱۹۴۳ء میں میٹرک پاس کرنے کے بعد فوج میں بھرتی ہو گئے۔۱۹۴۶ء میں جنگ کے اختتام پر انہیں جمعدار کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا گیا۔اس کے بعد منیر احمد شہید پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد پاکستان آرمی میں شامل ہو گئے اور کمیشن حاصل کیا۔

خواجہ منیر احمد شہید کے بڑے بھائی خواجہ جمیل دوسری جنگ عظیم میں شہید ہوئے اور چھوٹے بھائی کیپٹن محمد طیب سیالکوٹ کے محاذ پر دشمن سے برسرپیکار ہیں۔

خواجہ منیر احمد شہید کے پسماندگان میں تین بیٹے اور ایک بیوی شامل ہیں۔

میجر منیر احمد شہید کی اہلیہ نے بتایا کہ ان کے شہید شوہر کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ کشمیر کی آزادی، مادر وطن کی حفاظت اور اسلام کی سربلندی کے لئے جام شہادت نوش کریں۔

انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گی اور اپنے بچوں کو بھی فوج میں شامل کرا دیں گی تا کہ وہ اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملک اور قوم کی حفاظت و خدمت کر سکیں''۔ 82

محترمہ حسن آرا منیر صاحبہ بیگم میجر منیر احمد صاحب شہید تحریر فرماتی ہیں کہ میرے شوہر محترم میجر منیر احمد صاحب شہید جنوری ۱۹۲۷ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں فوج میں کمیشن حاصل کیا۔ ۱۹۵۹ء میں میجر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء کو وطنِ عزیز کی عزت و ناموس کی خاطر جان کی بازی لگا کر اپنے مالکِ حقیقی کے حضور سرخرو ہو کر جا پہنچے اور شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا اور ربوہ کی مقدس سرزمین میں خاص ''قطعہ شہیداں'' میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔

آپ مزید لکھتی ہیں کہ شہید کی زندگی اطاعت و خدمتِ والدین کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ اور خدمتِ والدین کو اپنی زندگی کا اہم فریضہ سمجھتے تھے اور فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (بنی اسرائیل:۲۴) کی عملی تفسیر تھے۔ کوئی اپنی مرضی یا خیالات کے خواہ کتنے ہی خلاف کیوں نہ ہو، والدین کی خواہش اور رضا کو مقدم رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک حد درجہ اطاعت و خدمت گزار بیٹے کی جدائی بوڑھے والدین پر بہت شاق گزری ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ والدین کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں ان کے درجات کو ہمیشہ بلند کرتی رہیں گی۔

۱۹۵۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خاص توجہ، دعا اور منشاء سے میرا رشتہ شہید مرحوم و مغفور سے طے پایا اور ۱۹۵۶ء میں رخصتانہ ہوا۔ میں اس نو سالہ رفاقت کی زندگی پر جب نگاہ دوڑاتی ہوں تو مجھے کوئی ایسا موقع یا ایسا لمحہ نظر نہیں آتا جس کے متعلق میں کہہ سکوں کہ شہید کی طرف سے مجھے کسی قسم کی ذہنی یا جذباتی تکلیف پہنچی ہو۔ کبھی غصہ کا اظہار نہ کیا۔ کبھی ماتھے پر بل نہ آیا۔ ہنستے ہوئے گھر سے نکلے

اور ہنستے ہوئے داخل ہوئے۔زندگی میں بہت دفعہ پریشانی کے لمحات اور دَور آئے لیکن اپنی پریشانیوں کو خود پر حاوی نہ ہونے دیا۔اپنی مشکلات کا تذکرہ کبھی گھر میں نہ کیا تاکہ گھر کا ماحول مکدّر نہ ہو۔ بیوی بچوں پر اثر نہ ہو۔کئی مرتبہ اس بات پر میں نے اظہارِ ناراضگی کیا کہ اپنی پریشانی یا تکلیف کا تذکرہ گھر میں کیا کریں۔ ہمیشہ یہی کہا کرتے کہ میں کہتا ہوں تمہیں کیوں پریشان کروں۔طبیعت میں شگفتگی بہت تھی۔بعض اوقات میں نے کسی بات پر ناراضگی کا اظہار کرنا چاہا تو فوراً لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھ کر نظروں سے اوجھل ہو جاتے تاکہ بات وہیں ختم ہو جائے۔غرضیکہ ہر وقت یہی کوشش ہوتی کہ گھر کا ماحول نہایت خوشگوار رہو۔میں خدا تعالیٰ سے اکثر دعا مانگا کرتی تھی۔شادی سے پہلے بھی اور شادی کے بعد بھی کہ ''ہمارا گھر ہو مثلِ باغِ جنت'' سو شہید کے بابرکت وجود کی وجہ سے فی الحقیقت ہماری گھریلو زندگی مثلِ باغِ جنت تھی۔

بچوں سے والہانہ محبت کرتے تھے اور بچے بھی مجھ سے زیادہ اپنے ''ابی جان'' کے ساتھ لگاؤ رکھتے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ بچوں کی تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے اور اس مقصد کے لئے چھوٹے چھوٹے انعام مقرر کر دیتے تاکہ اچھے کام کرنے کا جذبہ اور عادت بچوں میں راسخ ہو جائے۔اس بات کی بہت خواہش اور کوشش تھی کہ بچوں میں اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت پیدا ہو اور اس بارے میں سختی اور سرزنش سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔شہادت سے کچھ ماہ قبل شہید نے اپنی عادت بنالی تھی کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد دونوں بچوں کی (جن کی عمریں ۸ اور ۶ سال ہیں) چارپائیوں کے قریب جاتے اور سوئے ہوئے بچوں کے کانوں میں آہستہ آہستہ تلاوتِ قرآن کریم کرتے۔ بچے مسکراتے ہوئے جاگ جاتے۔ پھر انہیں پیار کرتے اور کہتے اٹھو بیٹا نماز پڑھ لو۔اپنے ماتحت عملہ اور گھریلو ملازموں سے نہایت نرمی اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔اسی طرح بچوں کو بھی تلقین کرتے رہتے تھے کہ غریب لوگوں کے ساتھ نرمی سے اور آہستہ آواز سے بولنا چاہیئے۔

غریب نواز بہت تھے۔طبیعت میں حد درجہ انکساری تھی۔ باوجود اپنی سرکاری مصروفیات کے ایک مرتبہ بہت سے احمدی طالب علموں کو جو کہ صاحبِ حیثیت نہ تھے گھر پر کئی ماہ تک شارٹ ہینڈ سکھاتے رہے تاکہ انہیں اچھی ملازمت مل جائے۔گھر پر ایسے نادار لوگوں کا تانتا لگا رہتا جو کہ نوکریوں کی تلاش میں سرگرداں ہوتے۔ اکثر کو دوڑ دھوپ کر کے ان کے حسبِ لیاقت ملازمت دلوا دیتے اور اس امر کے لئے جہاں جہاں بھی جانا پڑتا جاتے۔اور بالفرض کسی کے لئے اگر ملازمت مہیا نہ کر سکتے تو

بہت کُڑھتے اور کئی دفعہ گھر میں ذکر کرتے کہ دیکھو غریب مارا مارا پھرتا ہے۔نوکری نہیں ملتی۔اور مجھے کہتے کہ جب بھی ایسے لوگ آئیں ان کو چائے پانی ضرور پوچھ لیا کرو۔بعض اوقات ایسا ہوتا کہ صبح سے شام تک دفتری کام کررہے ہیں۔گھر پر آئے ہیں تو پیچھے پیچھے ایسے لوگ جو روزگار کے متلاشی ہوتے آ جاتے۔گھنٹوں کھڑے ہو کر ان کی مشکلات کا حال سنتے۔کئی دفعہ میں نے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس نوکریاں ہوتی ہیں؟ کہتے میرے پاس نوکریاں کہاں ہوتی ہیں بس اِدھر اُدھر کہہ سن کر کوشش کرتا رہتا ہوں کسی کو مل جاتی ہے کسی کو نہیں بھی مل سکتی۔

بعض دفعہ ایسا بھی موقع آجاتا کہ کسی نجی ملازم کی شکایت کرنی پڑ جاتی کہ اسے تنبیہہ کریں زور سے نام لے کر آواز دیتے، میں سمجھتی کہ اب سرزنش کریں گے۔لیکن جب وہ شخص سامنے آجاتا تو نہایت نرمی سے کہتے ''دیکھو جس طرح بیگم صاحبہ کہیں اسی طرح کرلیا کرو'' اور بس بات ختم ہو جاتی۔ ہمارے بنگلہ کے پچھواڑے ملازموں کے کوارٹرز میں دو میاں بیوی رہتے تھے جو ہر وقت آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے۔ایک مرتبہ اس کی بیوی شکایت لے کر شہید مرحوم کے پاس آئی۔کہنے لگے اچھا میں اسے ڈانٹوں گا۔اس کے خاوند کو بلایا اسے سمجھایا کہ عورتوں کے ساتھ لڑنا جھگڑنا ٹھیک نہیں وغیرہ وغیرہ۔گھر میں اچھا کھانا پکا ہوا تھا اسے پلیٹ بھر کر دیا اور کہا جاؤ دونوں میاں بیوی مل کر کھاؤ۔

گھر میں اگر ملاقات کے لئے نہایت درجہ معمولی آدمی یا دفتر کا چپڑاسی بھی آجاتا تو ساتھ ہی کرسی منگوا کر بٹھا لیتے اور فوراً چائے کی پیالی اس کے لئے منگوا لیتے۔غرضیکہ حد درجہ غریب نواز اور غریب الطبع تھے۔

بزرگوں کی خدمت اور ان سے دعائیں کروانے اور دعائیں لینے کا غیر معمولی شوق تھا۔بزرگوں کی خدمت میں مسلسل اور مستقل نذرانے بھیجتے رہتے تاکہ وہ انہیں دعاؤں میں ہر وقت یاد رکھیں اور خود بھی درجنوں خطوط دعا کے لئے لکھتے اور مجھ سے بھی لکھواتے رہتے۔چنانچہ سلسلہ کے بہت سے بزرگوں کے ساتھ انہیں خاص تعلق تھا جن میں سے حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور محترمہ بھابھی زینب صاحبہ وفات پاچکے ہیں۔محترمہ بھابھی زینب صاحبہ نے تو انہیں بیٹا بنایا ہوا تھا اور وہ بھی ان کی عزت اور خدمت بیٹوں کی طرح کرتے تھے اور بھابھی صاحبہ بھی انہیں دن رات دعاؤں میں یاد رکھتی تھیں۔سرگودھا اور سیالکوٹ میں جب ملازمت کے سلسلہ میں مقیم تھے تو انہیں ربوہ سے اپنے گھر خود جاکر لے آتے اور پھر دن رات ان کی خدمت کرتے اور دعائیں کرواتے۔شہادت سے کچھ عرصہ

قبل جبکہ کوئٹہ میں مقیم تھے حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری سے تعلقات محبت بڑھائے اور ان کی بھی دعائیں لیں۔کوئٹہ کی مسجد میں نماز مغرب ادا کرنے جاتے۔میں پوچھتی آپ بہت دیر سے گھر آئے ہیں کہتے بس نماز پڑھ کر حضرت مولوی صاحب کے گھٹنے کے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔اللہ میاں کہتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:۱۱۹) صادقوں کی صحبت اختیار کرو۔سو میں بھی اسی لئے گھٹنا پکڑ کر بیٹھ جاتا ہوں کہ شاید میرا شمار بھی صادقوں میں ہو جائے۔اس کے علاوہ حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری سے بھی خط وکتابت رہتی تھی۔آج بھی حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کا سلوک میرے ساتھ بیٹیوں جیسا ہے اور انہوں نے میرے اس غم کو اپنا غم سمجھا ہے اور مجھے اپنے قیمتی مشوروں اور دعاؤں سے نوازتے ہیں۔الحمد للہ۔خود بھی بہت دعا کرتے تھے اور خدا تعالیٰ پر توکل اور دعاؤں پر اعتماد بہت تھا۔''رن کچھ'' کے محاذ سے واپسی پر مجھ سے اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ میں وہاں ساری ساری رات دعائیں کرتا تھا اور مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے تمہارے لئے اور بچوں کے لئے بھی بہت دعا کی توفیق ملی ہے۔مجھے سر درد کی تکلیف لمبے عرصے سے ہے۔مجھے کہا کرتے تھے کہ میں نے اس قدر دعا تمہارے اس مرض کی دوری کے لئے کی ہے کہ یہ اب انشاء اللہ بغیر دوا کے رفع ہو جائے گی۔اسی طرح چھوٹا بچہ پیٹ کی خرابی سے بہت بیمار رہتا تھا۔میں نے ایک مرتبہ کہا کہ اسے باقاعدہ ہسپتال میں داخل کروا کے اب اس کا علاج کراؤں گی۔کہنے لگے ابھی ٹھہر جاؤ مجھے کچھ عرصہ باقاعدگی اور زور سے دعا کر لینے دو۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس قدر دعاؤں میں شغف اور اعتماد تھا۔سو خدا تعالیٰ کے فضل سے بغیر ہسپتال داخل کرائے بچہ ٹھیک ہو گیا۔سچے خواب بھی بہت دیکھتے تھے اور اپنے خواب اکثر مجھے سناتے رہتے تھے جو کہ اپنے وقت پر پورے بھی ہو جاتے۔

عبادت گذار تھے۔نماز تہجد ایک لمبے عرصے سے باقاعدگی کے ساتھ پڑھتے تھے۔نماز باجماعت کا اس قدر شوق تھا کہ کوئٹہ چھاؤنی سے ۳ میل دور مسجد احمدیہ میں نماز مغرب ادا کرنے باقاعدگی سے جاتے۔گرم سرد ہوائیں ان کے راستہ میں حائل نہ ہوتیں اور جاتے بھی سائیکل پر تھے۔عشاء کی نماز پڑھ کر ۶ میل کا راستہ سائیکل پر طے کر کے آتے۔بعض اوقات مجھے کہتے سب دوست کہتے ہیں کہ اتنی دور سے نماز باجماعت پڑھنے آتا ہے۔بڑا مخلص ہے اللہ بہتر جانتا ہے میں کیسا ہوں اور کیسا نہیں۔یہ ان کی انکساری تھی۔قرآن کریم کی تلاوت سے عشق تھا۔اور بہت خواہش رکھتے تھے کہ تمام قرآن کریم کسی سلسلہ کے عالم سے باترجمہ پڑھیں اس مقصد کے لئے دو ماہ کی رخصت بھی ایک دفعہ لی اور محترمہ

استانی مریم بیگم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علی صاحب سے قرآن کریم باترجمہ پڑھنا شروع کیا آدھا ہی پڑھا تھا کہ چھٹی سرکاری کام کی وجہ سے منسوخ ہوگئی جس کا انہیں بہت افسوس ہوا اور اکثر کہتے کہ کاش ایسا موقع ملے کہ کبھی رمضان شریف ربوہ میں گذرے وہاں روزے رکھوں اور قرآن کریم باترجمہ پڑھوں۔ گھر میں دن میں کئی مرتبہ تلاوت کرتے۔ کھانے کے میز پر بھی صبح قرآن کریم لے بیٹھتے تاکہ جب تک چائے نہیں آتی تلاوت کرتا رہوں۔ باہر جانا ہوتا اور ابھی ۵/۱۰ منٹ باقی ہوتے تو قرآن کریم نکال لیتے تاکہ وہ وقت بھی تلاوت میں صرف ہو۔

تبلیغ احمدیت کا شوق انتہا تک پہنچا ہوا تھا۔ بوجہ سرکاری ملازم ہونے کے تبلیغ احمدیت نہ کر سکتے تھے لیکن سلسلہ کی تمام کتب گھر میں منگوا کر رکھی ہوئی تھیں اور سلسلہ کا کوئی رسالہ ایسا نہ تھا جو ہمارے گھر نہ آتا ہو۔ سلسلہ کی کتب کثرت سے دوستوں کو پڑھنے کو دیتے بعض دفعہ میں کہتی کہ کچھ عرصہ کے بعد کتاب واپس لے لیا کریں وگرنہ گم ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ کہتے چلو کوئی بات نہیں کسی کے گھر میں پڑی رہے گی کبھی تو اسے توفیق ملے گی کہ اس پر نظر ڈالے ہم ربوہ سے اور منگوا لیں گے۔ مجھ سے کئی دفعہ اظہار کیا کہ میرا دل چاہتا ہے جب میں ریٹائرڈ ہو جاؤں اور اللہ میاں مجھے روپیہ دے تو میں سب سے پہلے ایک بہت بڑی لائبریری سلسلہ کی کتب کی بناؤں اور پھر ذاتی تنخواہ سے ایک ایسا مبلغ وہاں رکھوں جو کہ ہر وقت سلسلہ کی تبلیغ کرے۔ اور ان کا تمام خرچ خود اٹھاؤں اور لوگ دن رات لائبریری میں آکر سلسلہ کی کتب پڑھیں اور ہمارے مبلغ سے تبادلۂ خیالات کریں۔

صدقہ وخیرات بھی اپنی حیثیت سے بڑھ کر کرتے تھے۔ ہر مشکل پیش آنے پر بجائے اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ کرنے کے دعا اور صدقہ خیرات پر زور دیتے۔ اگر کوئی منذر خواب دیکھ لیتے تو اسی وقت بکرا منگوا کر صدقہ دے دیتے۔ بعض اوقات دو دو تین تین بکرے اکٹھے منگوا کر گوشت غرباء میں تقسیم کروا دیتے اور بہت خوشی محسوس کرتے اور مستحقین کے نام یاد کر کر کے بتاتے کہ فلاں جگہ ضرور بھجوانا۔ اپنی تنخواہ کا خاصہ معقول حصہ صدقہ وخیرات، چندوں، بزرگوں کی خدمت میں نذرانوں اور سلسلہ کے رسائل اور کتب کی خریداری میں صَرف کرتے۔ خود سادہ اور تکلّف سے مبرّا زندگی بسر کرتے اور اس طریق سے جو بچت ہوتی اسے خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے خرچ کرتے۔ اگر کسی کو ادھار یا قرض دیتے تو باوجود اس کے کہ خود روپے کی ضرورت ہوتی کبھی واپس نہ مانگتے۔ اگر کوئی قرض لینے والا غریب آدمی ہوتا تو مجھے کہتے کہ اسے قرض کی واپسی پر اصرار نہ کرنا جب بھی ہوگا دے جائے گا اور

اگر نہ بھی دے گا تو کوئی حرج نہیں۔

اپنے محکمانہ فرائض کی ادائیگی میں نہایت درجہ فرض شناس اور محنتی افسر تھے۔کبھی اس بات کا لحاظ نہ رکھتے تھے کہ کتنا وقت میں نے دفتر میں صَرف کیا ہے بلکہ یہ دیکھتے تھے کہ جو کام میرے ذمہ ہے وہ مکمل ہوا ہے یا نہیں۔خواہ صبح سے شام تک دفتر میں بیٹھا رہنا پڑتا ایسے موقعوں پر کھانے کی بھی پرواہ نہ کرتے بلکہ کھانا بھول ہی جاتے۔اور جب فارغ ہو کر گھر آتے تو کبھی مجھے یہ محسوس نہ ہوتا کہ وہ مسلسل بارہ گھنٹے فائلوں پر جھکے رہنے کے بعد گھر لوٹے ہیں۔چہرہ پر وہی تازگی ،وہی شگفتگی ، وہی مسکراہٹ۔ایسے لگتا جیسے سیر سے واپس آ رہے ہوں۔تینوں بچے دائیں بائیں سے گھیر لیتے کوئی شانوں پر جا چڑھتا۔کبھی نہ جھڑکتے ہمیشہ پیار سے سمجھاتے اور کہتے بیٹا ٹھہر جاؤ وردی اتار لوں۔نماز پڑھ لوں۔پھر آپ سے کھیلوں گا۔

وہ دلکش مسکراہٹ، شگفتہ باتیں، دلنشیں عادتیں اور دلفریب چہرہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے گھومتا ہے۔دل خلش محسوس کرتا ہے لیکن پھر سوچتی ہوں کہ ہر ایک کو جلد یا بدیر یہی راہ اختیار کرنا ہے۔ مبارک ہیں وہ جو جئے تو خدا کی رضا کے حصول میں کوشاں رہے اور مرے تو شہید کی موت۔یعنی مر کر بھی زندہ رہے۔جنت کا پھول تھے۔خدا تعالیٰ نے جنت کے گلدستے میں لگانے کو چن لیا لیکن ایسے گوہر نایاب کو کھو دینے کے بعد کونسی آنکھ ہے جو پُرنم نہ ہو۔۹ سالہ رفاقت کی زندگی میں نیکیاں ہی نیکیاں یادگار چھوڑ گئے۔دل خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی ہے۔لیکن ساتھ ہی یہ صدا بھی نکلتی ہے۔

حیف! در چشم زدن صحبتِ یار آخر شُد   روئے گُل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شُد

83

میجر قاضی بشیر احمد صاحب شہید

دفاع وطن میں جو احمدی مجاہد کام آئے ان میں میجر قاضی بشیر احمد صاحب شہید بھی تھے۔جناب نصیر احمد صاحب شاد راولپنڈی آپ کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ عزیزم میجر قاضی بشیر احمد صاحب شہید ۲۰ ستمبر ۱۹۲۶ء کو حضرت قاضی محمد یوسف صاحب سابق امیر جماعتہائے احمدیہ سرحد کے ہاں بمقام ہوتی مردان میں پیدا ہوئے۔میٹرک سے قبل تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم پائی۔عرصہ زیر تعلیم بورڈنگ ہاؤس قادیان میں مقیم رہے۔۱۹۴۶ء میں پنجاب

یونیورسٹی سے میٹرک پاس کیا۔۱۶ جون ۱۹۵۰ءکواو۔ٹی۔ایس کوہاٹ سے کمیشن حاصل کیا اور فرنٹیئر فورس رجمنٹ میں بطور سیکنڈ لیفٹیننٹ پوسٹ ہوئے۔اس کے بعد مختلف عہدوں پر مختلف مقامات پر کام کرتے رہے کچھ عرصہ سٹاف میں بھی کام کیا اور کچھ عرصہ سکاؤٹس میں بھی۔ جہاں بھی سروس کی بڑے مقبول ہوئے اور ہر دلعزیز رہے۔طبیعت میں خدمت خلق اور حسن سلوک کا جذبہ نمایاں تھا۔ دراصل یہ قادیان ہی کی تعلیم اور تربیت کا اثر تھا۔۳۱/اگست ۶۵ ء کی شب کومحاذ جنگ پر بطور کمپنی کمانڈر روانہ ہوئے۔۵ رات دن متواتر دشمن کے ساتھ بڑی جانفشانی کے ساتھ لڑتے رہے اور بالآخر ۵ ستمبر ۱۹۶۵ءکودن کے گیارہ بجے دشمن کی پوزیشن پر بڑھتے ہوئے ایک توپ کے گولہ کے پھٹنے کی وجہ سے شہید ہوگئے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑے نڈر اور دلیر تھے۔عزیز مرحوم ہمیشہ سب سے اگلے دستے کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے اور کئی دفعہ تنہا بلاخوف وخطر آگے نکل جاتے تھے اور مناسب دیکھ بھال کرنے کے بعد کمپنی کو آگے لے آتے تھے۔انہیں ہمیشہ اپنے جوانوں کی بہت فکر رہتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شہادت پر نہ صرف ان کی کمپنی کا ہر جوان بلکہ یونٹ کا ہر افسر اور جوان اور اس کے علاوہ آرمرڈ کور اور توپخانے کی وہ یونٹس جوان کے ساتھ اس محاذ پر لڑتی رہیں بڑی ہی غمزدہ ہوئیں اور یونٹس کے کمانڈنگ آفیسرز جب بھی قاضی بشیر کا نام لیتے ہیں تو بڑے ہی فخر سے ان کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی شہادت کی وجہ سے ایک ایسا خلا محسوس کرتے ہیں جو پُر نہ ہوسکا۔مرحوم کی جرأت اور بے مثال دلیری کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ محاذ جنگ کے ایک مقام پر ان کی کمپنی دشمن کی کئی گنا تعداد فوج سے گھر گئی۔شہید مرحوم خود اس جگہ پہنچ گئے جہاں حملے کا خطرہ بہت زیادہ تھا اور کمپنی کے جوانوں کو حکم دیا کہ تم ایک ایک کرکے پہاڑی کے پیچھے نالے سے پرے جمع ہوتے جاؤ۔میرا وہیں انتظار کرنا میں پہنچ جاؤں گا۔کمپنی کے جوان اپنے محبوب کمانڈر کو اس طرح سے تنہا نہ چھوڑنا چاہتے تھے مگر انہیں تعمیل کرنا پڑی۔ بشیر مرحوم جمع کردہ گرنیڈوں کو دشمن پر برابر پھینکتے رہے۔ یہاں تک کہ ساری کمپنی اور وہ خود بسلامت پیچھے پہنچ گئے اور پھر وہاں سے انہوں نے بائیں عقب سے دشمن پر پُرجوش حملہ کرکے اسے مار بھگایا۔

جس روز بشیر کی شہادت ہوئی ایک مقام پر ہمارے ٹینک آگے بڑھنے سے کچھ رک گئے۔کیونکہ راستہ ہر طرف سے محدود ہی نظر آتا تھا۔ایسے پُرخطر مقام پر میجر بشیر نے اپنے آپ کو پیش کیا۔چنانچہ وہ گئے اور کچھ دیر کے بعد کامیابی کے ساتھ واپس آئے اور ایڈوانس کی قیادت کرنے لگے۔تھوڑی دور

گئے تھے کہ اچانک دشمن کی توپوں نے گولے برسانے شروع کر دیئے ایک گولہ ان کے پاس پھٹا جس کا ایک ٹکڑا ان کی پسلیوں کے نیچے دائیں جانب لگا اور ایک چھوٹا ٹکڑا دائیں طرف چہرے پر لگا۔ عزیز وہیں فوراً شہید ہو گئے۔ اور اپنے پیچھے ایک نہ مٹنے والی یاد چھوڑ گئے۔ عزیز کی نعش کو اگلے روز مردان پہنچایا گیا جہاں انہیں ان کے والد بزرگوار کے پہلو میں دفنا دیا گیا۔

عزیزم نے اپنی یادگار ایک بیوہ (عزیزہ مجیدہ بیگم صاحبہ بنت مکرمی خواص خاں صاحب) اور تین چھوٹے کمسن بچے زاہدہ، مبشر اور ثمینہ عمر پونے چھ سال، چار سال اور دو سال چھوڑے ہیں۔

عزیز بڑے ہی ملنسار تھے۔ ان کا حلقۂ احباب بڑا ہی وسیع تھا۔ یہ سب لوگ جہاں اس بات پر بہت غمزدہ ہیں کہ ان کا ایک نہایت عزیز اور خلیق دوست ہمیشہ کے لئے ان سے رخصت ہو گیا وہاں انہیں اس بات کا بھی بڑا فخر ہے کہ وہ اپنے ملک کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت کے ارفع درجے کو پا گیا۔

عزیزم مرحوم کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بڑی ہی عقیدت تھی اور ہر جلسہ پر ہمیشہ ہی کوشش کرتے کہ انہیں حفاظت خاص کی ڈیوٹی مل جائے تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ دیر تک اپنے محبوب آقا کے پاس رہ سکیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سرحد کی جماعت کا بڑا ہی خیال رکھتے تھے اور اس طرح یہاں والے بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کا خاص احترام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب اور عزیز قاضی بشیر مرحوم بھی ہمیشہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو بڑے ہی تپاک اور گرمجوشی سے ملتے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات کے چند روز قبل قاضی بشیر مرحوم آپ سے مری میں ملنے گئے۔ اور باوجود بیماری اور ممانعت ملاقات حضرت صاحبزادہ صاحب نے بشیر کو اپنے پاس بلوا لیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے سینے پر رکھ کر بڑی دیر تک دعا کرتے رہے۔ اس واقعہ کا اثر قاضی بشیر مرحوم پر بہت تھا اور اسے وہ بڑے فخر سے یاد کیا کرتے تھے۔ جب بشیر محاذ جنگ پر جانے لگے تو میری اہلیہ نے انہیں بطور تبرک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قمیص کا ایک ٹکڑا دیا۔ اسے پا کر وہ بڑے ہی خوش ہوئے جیسے دنیا جہاں کی نعمت مل گئی۔ اور پھر اسے اپنے ساتھ ہی رکھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے وطن کے دفاع کی خاطر اپنی جان کی قربانی دے کر اللہ کو پیارے ہوئے۔ 84

احمدی جنرل محمود الحسن صاحب کی طبّی خدمات

بریگیڈئیر ریٹائرڈ نصرت جہاں سلیم صاحبہ تمغہ امتیاز (ملٹری) نے ''جنگ ستمبر کی یاد میں'' کے عنوان سے ایک زخمی سپاہی کی بہادری کا ذکر کیا اور احمدی جنرل ڈاکٹر محمود الحسن صاحب کی خدمات کے بارے میں بھی تحریر کیا چنانچہ لکھتی ہیں:۔

''مجھے وہ سپاہی کیسے بھول سکتا ہے جو آپریشن ٹیبل پر لیٹنے سے پہلے افسوس سے کچھ ماں کا نام لے کر کہہ رہا تھا۔ ماں جی! معاف کرنا ماں جی معاف کرنا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں ایسے کہہ رہے ہو۔ کہنے لگا کچھ نہیں بہن جی قسمت خراب ہے۔ ماں نے کہا تھا بیٹا جا رہے ہو۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو جاؤ لیکن جانے سے پہلے ایک وعدہ کرو کہ دشمن سے گولی پیٹھ پر نہ کھانا بلکہ سینے پر کھانا مجھے تو گولی ٹانگ پر لگ گئی ہے۔ ماں کو کیا جواب دوں گا۔ میں نے کہا ہم تمہیں انشاء اللہ جلد ٹھیک کر دیں گے اور تم واپس جا کر بہادری سے مقابلہ کرنا۔ کہنے لگا نہیں بہن جی میرا یہ ارمان ہی رہے گا نہ تو میں اتنی جلدی ٹھیک ہوسکوں گا نہ ہی یہ لڑائی اتنی دیر جاری رہے گی۔ میں نے اسے تسلی دی اور اس کا آپریشن شروع کر دیا اس کے کولہے کے پاس سے گولی اندر کو گئی تھی جب زخم کھولا تو گولی سینے کی طرف نکل گئی تھی۔ پیٹ بند کیا تو سینہ کھولا۔ گولی سینے میں محفوظ بیٹھی تھی اس سپاہی کے دعوے کی شہادت کیلئے پڑی ہوئی تھی۔ اس تمام عرصے میں جو کچھ دیکھتی رہی اور اپنی آنکھوں سے بہتے اشکوں کی دھند میں غرق تصور میں اس ماں سے باتیں کرنے لگی کہ اے میرے سپاہی کی شہادت پانے والی ماں تیرے بیٹے نے گولی سینے میں ہی کھائی ہے اور آج تک تصور میں ہی اس ماں کو تلاش کرتی رہی ہوں اس سارے عرصہ میں کافی خون بہہ جانے کی وجہ سے جنرل محمود الحسن کی بے حد کوشش کے باوجود ہم اسے نہ بچا سکے۔

جنرل محمود الحسن کیا کمال انسان ہے۔ درد دل رکھنے والا بھوکا رہ کر زخمیوں کا مسیحا اپنے آرام کی نہ پرواہ کرتے ہوئے ہر دم زخمی مجاہدوں کے زخم سیتا رہتا اور زندگیاں بانٹتا اور اپنی ٹیم کے جذبوں کو جوان رکھتے ہوئے شبانہ روز اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرتا۔

انہی خدمات کے صلے میں پوری ٹیم کو حکومت کی طرف سے اعزازات سے نوازا گیا۔ جس میں میں بھی شامل تھی اور ان ہی شبانہ روز خدمات کے اعتراف میں تمغہ قائداعظم سے نوازا گیا''۔ 85

میجر حمید احمد کلیم صاحب کی خدمات

مکرم میجر حمید احمد کلیم صاحب سابق ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ ۲۳ مارچ ۱۹۲۲ء کو ضلع فیصل آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں آرمی جوائن کی۔ ۱۹۴۵ء میں بطور افسر کمیشن حاصل کیا۔ جنگ کشمیر، فرقان فورس، جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء اور جنگ ۱۹۷۱ء میں مختلف مقامات پر بہادری کے جوہر دکھائے۔ فوج سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے وقف بعد ریٹائرمنٹ کے تحت اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی۔ اور مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۹۹ء کو وفات پا گئے۔ ان کی فوجی زندگی کے ایک یادگار باب یعنی جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء سے کچھ دلچسپ اور ایمان افروز واقعات پیش خدمت ہیں۔ یہ واقعات آپ کے روزنامہ الفضل کو دیئے گئے ایک انٹرویو سے لئے گئے ہیں۔ یہ انٹرویو مکرم یوسف سہیل شوق صاحب نے لیا تھا۔ جس میں آپ نے بتایا کہ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں مَیں نے چونڈہ کے محاذ پر خدمات انجام دیں۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں دوسری جنگ عظیم کے بعد ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ لڑی گئی اور بھارت زبردست عددی اکثریت کے باوجود آگے بڑھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ حالانکہ بھارتی فوجیوں کو امید تھی کہ وہ ایک ہی ہلّے میں سیالکوٹ پر قبضہ کر لیں گے اور گوجرانوالہ کے مقام پر پہنچ کر جی ٹی روڈ کو کاٹ دیں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سارے منصوبے ناکام رہے۔

احمدی جرنیل لیفٹیننٹ جنرل عبدالعلی ملک جو اس وقت بریگیڈیئر تھے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ انہوں نے جنگوں کی تاریخ میں ایک انوکھی اور غیر معمولی حکمت عملی سے کام لیا۔ ٹینکوں کی لڑائی کا طریق یہ ہوتا ہے کہ ایک ٹینک آگے ہوتا ہے اور دو ٹینک اس کو کور دیتے ہوئے اس کے پیچھے چلتے ہیں لیکن بریگیڈیئر عبدالعلی ملک نے ایک انوکھا طریق اختیار کیا جو مشہور جرنیل طارق بن زیاد کے کشتیاں جلا کر آگے بڑھنے کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ طارق بن زیاد نے یہی کیا تھا کہ اپنا پیچھا (BACK) ختم کر دیا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ پیچھے ہٹنے کا سوال ہی نہیں، صرف اور صرف آگے جانا ہے یا مر جانا ہے۔ جنرل ملک صاحب نے بھی ایسا ہی کیا انہوں نے ایک ٹینک آگے اور دو پیچھے رکھنے کے مسلّمہ اصول سے انحراف کرتے ہوئے زبردست جرأت و بہادری کا یہ فیصلہ کیا کہ اپنے تمام ٹینکوں کو ایک سیدھی افقی قطار میں دفاع کا حکم دیا اور اس طرح اپنی پشت بالکل غیر محفوظ کر دی۔ مقصد

یہی تھا کہ آگے بڑھو اور پیچھے ہٹنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ۔اس غیر معمولی بہادرانہ فیصلے کا دشمن پر یہ اثر پڑا کہ وہ ہمارے ٹینکوں کی تعداد کو اصل سے تین گنا سمجھ بیٹھا۔دشمن کا خیال یہی تھا کہ ہر ایک ٹینک کے پیچھے دو، دو ٹینک اسے کور کر رہے ہیں۔اس زبردست حکمت عملی سے دشمن شکست کھا گیا اور آگے نہ بڑھ سکا۔جنگی نقطۂ نگاہ سے یہاں دفاع کرنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ایسی خطرناک صورتحال میں بڑے سے بڑے جرنیل بھی حواس کھو بیٹھتے ہیں۔لیکن جنرل عبدالعلی ملک صاحب چہرے پر بے انتہا اطمینان لئے پورے سکون کے ساتھ اپنے بریگیڈ کو لڑاتے رہے۔جنرل ملک بے حد متحمل مزاج آدمی تھے۔ جنگوں کی تاریخ میں بلاشبہ وہ ایک ناقابل فراموش ہیرو کی طرح یاد رکھے جائیں گے۔

چونڈہ کی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''چونڈہ کی جنگ کتنی شدید تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دن جب بہت شدید بمباری ہوئی تو ہمارے توپخانے کے ایک ماہر افسر نے بیان کیا کہ ہماری بٹالین کے ہیڈ کوارٹر کے علاقے میں چند گھنٹوں کے اندر کوئی ۴۵ ہزار گولے پھینکے گئے ہیں۔اس شدید بمباری کے دوران جبکہ مَیں اور دو اَور افسران میجر سعید اور کیپٹن عبدالباسط مورچے کے اندر تھے۔بم کا ایک دہکتا ہوا سرخ ٹکڑا ہمارے مورچے کے اندر گرا۔ہم دم بخود ہو کر اس ٹکڑے کو دیکھ رہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی فضل کیا کہ مورچے کے اندر گرنے والا یہ بم کا ٹکڑا بغیر کسی نقصان کے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ایک مورچہ قریباً چھ فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا اور پھر اس مورچے میں تین افراد بھی ہوں اور تھوڑی سی جگہ خالی ہو۔دراصل ہمارا مورچہ چھت سے محروم تھا کیونکہ ہم نے اپنے جوانوں کے مورچوں پر چھت ڈلوائی تھی کہ پہلے ان کے مورچے محفوظ ہو جائیں ہم بعد میں دیکھیں گے۔شاید اللہ تعالیٰ کو ہماری یہی قربانی پسند آ گئی ہو!

ہماری بٹالین جنگ کے آغاز میں جہاں تھی خدا کے فضل وکرم سے ہم جنگ بندی تک وہیں جمے رہے اور ساری بٹالین میں صرف گیارہ افراد کو نقصان پہنچا۔باقی سب محفوظ رہے۔

اس ضمن میں ایک اور واقعہ یاد آ رہا ہے۔ایک دفعہ رات کے وقت دشمن نے کئی اطراف سے حملہ کیا۔ہماری بٹالین کے سامنے کچھ دور اسلامی نعروں کی آوازیں آئیں۔ان میں یاعلی اور نعرۂ تکبیر کے الفاظ نمایاں تھے۔میں نے بڑی جلدی سمجھ لیا کہ یہ اپنے فوجی نہیں ہیں بلکہ دشمن کے فوجی ہیں۔اور

ہمیں دھوکہ دینے کے لئے اسلامی نعرے لگا رہے ہیں۔ میں نے ٹیلیفون پر فوراً اپنے آگے والے کمپنی کمانڈر سے مشورہ کیا۔ اب یہ بڑی ذمہ داری کی بات تھی کیونکہ اگر وہ اپنے فوجی تھے تو ان کا نقصان ہمارے لئے تباہ کن ہوتا اور اگر وہ دشمن تھا تو ان کا نقصان ہمارے لئے بہت فائدے کا سبب ہونا تھا۔ خیر! میرے کمپنی کمانڈر نے میری بات سے اتفاق کیا اور میں نے اپنے توپخانہ کے افسر کی مدد سے مذکورہ جگہ پر فائر کا حکم دیا۔ فائر کی درستی کروانے کے بعد اس جگہ کافی مقدار میں گولے پھینکے گئے۔ میجر مظہر نے بعد میں رپورٹ دی کہ وہ واقعی دشمن کے سپاہی تھے۔ اور ہماری بروقت گولہ باری سے اس جگہ ہندوستانیوں کے دو سے ڈھائی سو سپاہی ہلاک ہو گئے۔ بھارتی فوجی ان کی لاشیں بھی نہ اٹھا سکے۔

غرضیکہ چونڈہ کا محاذ میری فوجی زندگی کا یادگار معرکہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ یہ محض مولا کریم کی غیبی امداد تھی۔ ورنہ بظاہر حالات میں اس محاذ کو بچانے کی امید بہت ہی کم تھی''۔[86]

صدر مملکت کی طرف سے قومی دفاعی فنڈ کا قیام

۱۰ ستمبر کو صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے قومی دفاعی فنڈ قائم کیا اور قوم سے اپیل کی کہ وہ پاکستان کی بہادر مسلح افواج کی امداد کے لئے نہایت فراخدلی سے بڑھ چڑھ کر مالی قربانیاں پیش کر کے اس فنڈ میں حصہ لیں۔ صدر مملکت نے اپنی اپیل میں فرمایا کہ ہماری تاریخ کے اس انتہائی نازک مرحلہ میں جبکہ ہم ایک ظالم دشمن کے جابرانہ حملہ کے خلاف اپنے وطنِ عزیز کا دفاع کر رہے ہیں۔ آپ میں سے ہر ایک کو اپنا مفوضہ فرض ادا کر کے ایک اہم کردار ادا کرنا ہے۔

ہماری بہادر مسلح افواج میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھا رہی ہیں قوم کو بھی اپنے تمام وسائل کو مجتمع کر کے اپنی مسلح افواج کا ہاتھ بٹانا چاہیئے اور ان کا حوصلہ بڑھانا چاہیئے۔ دن رات ہر لمحہ اور ہر لحظہ آپ میں سے ہر ایک کو خود اپنے دل سے یہ سوال کرنا چاہیئے کہ قومی دفاع کی جدوجہد میں میرا اپنا حصہ کیا ہے۔ آپ اس سوال کا جواب مختلف طریقوں سے دے سکتے ہیں۔ فضول خرچی سے بچ کر پیداوار کو بڑھا کر اور کم خرچ کر کے بھی آپ قومی دفاع کی جدوجہد میں حصہ لے سکتے ہیں۔ یاد رکھیں وطنِ عزیز کی حفاظت کی خاطر کوئی مالی اعانت اور کوئی قربانی بھی بڑی نہیں کہلا سکتی۔ اس راہ میں بڑی سے بڑی قربانی بھی حقیر شمار ہونی چاہیئے۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے قومی دفاعی فنڈ میں عطیہ

صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی طرف سے قومی دفاعی فنڈ کے قیام پر جماعت احمدیہ نے والہانہ رنگ میں لبیک کہا۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے فوری طور پر قومی دفاعی فنڈ میں ایک لاکھ روپیہ بھجوا دیا اور صدر مملکت کو یہ یقین بھی دلایا کہ پاکستان کی احمدی جماعتیں اور افراد قومی دفاع کی خاطر مطلوبہ قربانیوں کے ساتھ مالی قربانیاں پیش کرنے میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے[87] چنانچہ عملاً ایسا ہی ہوا اور پوری جماعت نے نہایت فراخدلی کے ساتھ مالی قربانیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ملکی دفاع کے لئے ربوہ میں جوش وخروش

اخبار الفضل نے ۱۷ستمبر ۱۹۶۵ءکو اپنے صفحہ اول پر مرکز احمدیت ربوہ کے باشندوں کی دفاعی اور ملّی سرگرمیوں کی تفصیلی اطلاعات دیتے ہوئے لکھا:۔

”جس دن سے بھارت کے جارحانہ حملہ کی وجہ سے ملک میں صدر مملکت کی طرف سے ہنگامی حالات کا اعلان ہوا ہے ربوہ کے جملہ باشندگان ملکی دفاع اور استحکام کی خاطر پورے جذبہ و جوش اور زور شور سے شب و روز خدمات بجا لا رہے ہیں۔ چنانچہ افسرانِ ضلع کی طرف سے جاری شدہ تمام احکام کی پوری پوری تعمیل نہایت مستعدی اور تندہی سے کی جا رہی ہے۔ اور روزانہ ہی انہیں مختلف دفاعی ضرورتوں کے لئے مطلوبہ تعداد میں رضا کار مہیا کئے جا رہے ہیں۔ ایک خاص سکیم کے تحت نوجوان بڑی کثرت سے شہری دفاع اور فرسٹ ایڈ وغیرہ کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ہوائی حملے سے بچنے کی تدابیر پمفلٹوں کی صورت میں شائع کر کے انہیں شہر بھر میں گھر گھر تقسیم کیا جا چکا ہے۔ اور حفاظتی خندقیں بھی کھدوائی گئی ہیں۔ حکام نے دفاعی مصالح کے پیش نظر جن علاقوں کو خالی کروانا ضروری سمجھا ہے وہاں سے آئے ہوئے لوگوں کی رہائش اور خوراک کے سلسلہ میں ہر ممکن امداد مہیا کی جارہی ہے۔

صدر مملکت کے قومی دفاعی فنڈ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے لئے اہل ربوہ کے ہر طبقہ کی طرف سے زبردست جدوجہد عمل میں لائی جارہی ہے۔ صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید، مجلس انصار اللہ

مرکزیہ، مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے جملہ کارکنان، ربوہ کے جملہ تعلیمی ادارہ جات کے ممبران اسٹاف، دکاندار اور دیگر پیشہ ور حضرات الغرض آمد پیدا کرنے والے جملہ افراد نے اپنی ایک ماہ کی آمدنی کا تیسرا حصہ قومی دفاعی فنڈ میں بطور چندہ پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ جملہ شہریوں سے رقوم جمع کرنے کی مہم شروع کر دی گئی ہے۔ امید ہے کہ بہت جلد اس طرح ایک لاکھ روپے کی رقم جمع ہو جائے گی۔ رقم جمع ہوتے ہی اس رقم کو قومی دفاعی فنڈ میں ارسال کر دیا جائے گا۔ یاد رہے یہ رقم اس ایک لاکھ روپے کے علاوہ ہو گی جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان پہلے ہی اس فنڈ میں جمع کرا چکی ہے۔

مزید برآں اہل ربوہ نے متعلقہ حکام کو باضابطہ طور پر پیشکش کی ہے کہ زخمی فوجی بھائیوں کے واسطے خون دینے کے سلسلہ میں ان کی طرف سے جو مطالبہ بھی ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ اسے پورا کیا جائے گا۔ چنانچہ ربوہ کے جو احباب اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کرنے کے لئے تیار ہیں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

اسی طرح ہر محاذ پر پاکستان کی نمایاں اور عظیم الشان فتح کے لئے ربوہ کی مرکزی مسجد یعنی مسجد مبارک اور شہر بھر کی جملہ دیگر مساجد میں خصوصی دعاؤں اور نوافل کی ادائیگی کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ علی الخصوص گزشتہ جمعہ (۱۰ستمبر) اور پیر (۱۳ستمبر) کے روز جب محاذ پر گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ ربوہ کی جملہ مساجد میں اشراق کے وقت سے لے کر نماز عصر سے قبل تک احباب بڑی تعداد میں مساجد میں جا کر نوافل ادا کرتے رہے اور فتح یابی کے لئے دعائیں مانگتے رہے۔ نیز پیر کے روز نماز عصر کے بعد محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے مسجد مبارک میں احباب سے خطاب کرتے ہوئے دعا کی پُرزور تحریک کی اور پھر ایک پُرسوز رقّت آمیز اجتماعی دعا کرائی۔ یہ دعا سوز و گداز اور درد و الحاح کے لحاظ سے ایک خاص شان کی حامل تھی۔ آج کل گھر گھر نماز تہجد اور نوافل ادا کرنے کے علاوہ بڑی کثرت سے دعائیں کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ دعائیں قبول فرمائے اور پاکستان کو اپنے فضل سے فتح عظیم بخشے۔ آمین اللّٰھُمَّ آمین"

صدر لجنہ اماء اللہ کی پاکستانی احمدی خواتین سے اپیل

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے پاکستانی احمدی خواتین سے اپیل کی کہ وہ موجودہ ملکی حالات میں اپنے فرائض کی طرف فوری توجہ فرمائیں چنانچہ آپ نے لکھا:۔

''اس وقت جبکہ ہندوستان نے ہماری مقدس سرزمین پر حملہ کیا ہوا ہے۔ ہماری پاکستانی خواتین پر ملک کی حفاظت اور دفاع کا اہم فریضہ عائد ہوتا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ہمیشہ ہی مسلمان خواتین نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔

(۱) سب سے بڑی ذمہ داری جو مستورات کو انجام دینی ہے وہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑے خطرہ کے وقت بھی نہ گھبرائیں۔ مومن کی نگاہ صرف خداتعالیٰ کی طرف رہتی ہے۔ خود دلوں میں کسی قسم کا خوف نہ پیدا ہونے دیں اور اپنے بچوں کو دلیر بنائیں۔ کسی قسم کی افواہ کو نہ پھیلنے دیں۔ عورتوں میں عموماً یہ عادت پائی جاتی ہے کہ بات سنی اور دوسری جگہ کر دی۔ اس عادت کو قطعاً چھوڑ دیں۔ موجودہ حالات میں افواہوں کا پھیلنا ہمارے ملک کے لئے مضر پڑ سکتا ہے۔

(۲) تمام لجنات اپنی اپنی جگہ پر ابتدائی طبّی امداد کے مراکز قائم کر کے عورتوں اور لڑکیوں کو تربیت دیں تا کہ ضرورت پڑنے پر قوم کے کام آسکیں۔ اپنی رپورٹوں میں اس کا ذکر بھی کریں۔

(۳) تمام لجنات مجاہدین کے لئے سویٹر بننے کا انتظام کریں۔ چندہ جمع کر کے اون خرید کر ہر ممبر کی طرف سے کم از کم ایک سویٹر بنوا کر دیا جائے۔ یہ کام عورتیں آسانی سے کر سکتی ہیں۔

مَیں امید کرتی ہوں کہ تمام لجنات جلد از جلد ان کاموں کو شروع کر کے اطلاع دیں گی۔'' 88

لاہور میں امدادی مرکز مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام

ہنگامی صورتحال کے پیش نظر جسونت بلڈنگ لاہور میں امدادی مرکز مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور امدادی اور رفاہی خدمات کی بہ سہولت انجام دہی کے لئے لاہور کو دس سیکٹرز میں تقسیم کر دیا گیا۔

امدادی مرکز میں دو مشاورتی اور امدادی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ امدادی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری شیخ مبارک محمود پانی پتی تھے جنہوں نے امدادی مرکز سے متعلق ایک مفصل چارٹ شائع کیا۔ جس میں مشاورتی کمیٹی، امدادی کمیٹی اور سیکٹرز کے نام دے کر ایک باقاعدہ مربوط نظام قائم کیا گیا تھا۔ (اس چارٹ کی کاپی شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہے۔)

ملکی دفاع کے لئے احباب جماعت کو خصوصی تحریک

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر امور عامہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۶۵ء میں حسب ذیل اعلان شائع ہوا:۔

’’بعض افراد اور جماعتوں نے نظارت ہذا سے چند امور کی وضاحت چاہی ہے۔ ہر چند کہ یہ امور واضح ہیں اور اکثر احباب کو پہلے ہی ان کا علم ہے۔تاہم احباب کی یاددہانی کے رنگ میں اعلان کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو مجاہد فورس قائم ہوئی ہے اور نیشنل گارڈز وغیرہ کی تنظیمیں جو اس وقت ملک کے دفاع کے واسطے قائم کی جارہی ہیں۔احبابِ جماعت ان میں نہ صرف خود حصہ لیں بلکہ اپنے دوست واحباب کو بھی اس میں شمولیت کی تحریک کریں۔برّی، بحری اور فضائی فوج میں خود بھی بھرتی ہوں اور دوسرے احباب کو بھی شامل ہونے کی ترغیب دیں۔ فی الحال گورنمنٹ کو کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کے لئے مرکز کی طرف سے کوئی علیحدہ تنظیم قائم کی جائے۔

حکومت نے ایک قومی دفاعی فنڈ قائم کیا ہے، احباب جماعت کو چاہیئے کہ مقامی طور پر اس میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔خود بھی چندہ دیں اور دوسرے افراد کو بھی اس بات کی تلقین کریں کہ وہ اس قومی ضرورت کے پیش نظر قربانی اور ایثار کا قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح نمونہ پیش کریں۔اپنی جماعت میں چندہ اکٹھا کر کے پریذیڈنٹ کی معرفت دیا جائے اور نظارت ہذا کو بھی اطلاع دی جائے تاکہ مرکز کو بھی معلوم ہو سکے کہ جماعت کس حد تک اس کارِ خیر میں حصہ لے رہی ہے۔ربوہ آنے کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تازہ ارشاد یہ ہے کہ ’’کوئی احمدی مرد اور عورت اپنے شہر قصبہ یا گاؤں کو ہرگز نہ چھوڑے سوائے اس کے کہ حکّامِ وقت دفاعی مصالح کے پیشِ نظر ان مقامات کو خالی کروانا چاہتے ہوں‘‘۔دعاؤں اور قربانیوں کے ساتھ اپنے محبوب وطن کو مستحکم اور ناقابل تسخیر بنادیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو‘‘۔

قومی دفاعی فنڈ کے لئے جماعت احمدیہ پاکستان کے عطیات

ان دنوں قومی دفاعی فنڈ میں جماعت احمدیہ پاکستان کے ادارے، مقامی جماعتیں اور افراد دل کھول کر چندہ دے رہے تھے۔ جماعت کی طرف سے پیش کئے جانے والے بعض عطیہ جات کی تفصیل روزنامہ ’’امروز‘‘ لاہور مورخہ ۹/اکتوبر ۱۹۶۵ء میں بھی شائع ہوئی جو درج ذیل ہے:۔

’’کارکنان صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے ۳۵ ہزار روپے دیئے ہیں۔ جامعہ نصرت (برائے خواتین) کے اسٹاف نے دو ہزار پانچ سو روپے، طالبات جامعہ نصرت نے ۱۳۷ روپے نقد، بیس سیر صابن، ایک کنستر تیل اور چوبیس اونی سویٹر اپنے ہاتھوں سے بُن کر دیئے ہیں۔تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے سٹاف نے بھی ۱۲ ہزار روپے قومی دفاعی فنڈ میں دیئے ہیں۔ مقامی خواتین کی مجلس لجنہ اماء اللہ ربوہ

نے بھی دس ہزار روپے کا عطیہ دیا ہے۔امام جماعتِ احمدیہ نے ایک لاکھ روپے قومی دفاعی فنڈ میں دیئے ہیں۔فضل عمر ہسپتال، تعلیم الاسلام ہائی سکول، فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، نصرت انڈسٹریل سکول اور جامعہ احمدیہ کے اسٹاف نے بھی اپنی ایک ماہ کی تنخواہ کا تیسرا حصہ قومی دفاعی فنڈ میں دیا ہے۔ جونیئر ماڈل سکول ربوہ کے بچوں نے ۱۰۰ روپے جیب خرچ سے دیئے ہیں‘‘۔[89]

حضرت سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کا منظوم پیغام

خواتین احمدیت اپنے محبوب وطن کی حفاظت و دفاع کے لئے کس درجہ بے پناہ جذبہ سے سرشار تھیں اس کا کسی قدر اندازہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے حسب ذیل منظوم پیغام سے بخوبی لگ سکتا ہے جو آپ نے اُن دنوں پاکستان کے سرفروش مجاہدین کے نام دیا۔آپ کا یہ پیغام ہمیشہ آبِ زر سے لکھا جائے گا۔آپ نے فرمایا:۔

’’مومن قدم بڑھا کے ہٹاتے نہیں کبھی
ان کو قضا کے تیر ڈراتے نہیں کبھی

مردانہ وار بڑھتے ہیں سینہ سپر کئے
غازی عدو کو پیٹھ دکھاتے نہیں کبھی

بڑھتے چلو کہ منزلِ مقصد قریب ہے
بڑھتے چلو کہ نصرتِ حق ہے تمہارے ساتھ

اپنے خدا کا ہاتھ دکھا دو خدائی کو
جنت کے در کھلے ہیں شہیدوں کے واسطے

رحمت خدا کی آئے گی خود پیشوائی کو
بڑھتے چلو کہ منزلِ مقصد قریب ہے‘‘ [90]

ربوہ میں سجدات شکر اور خصوصی دعائیں

۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ربوہ کے مخلص احمدی خدائی تائید و نصرت پر سجدات شکر بجا لائے اور انہوں نے پاکستان کے لئے خصوصی دعائیں کیں۔ چنانچہ الفضل اپنی ۲۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

’’کل یہاں پر اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے کہ اس نے پاکستان کے عوام اور مسلح افواج کو دشمن کے جارحانہ حملہ کو ناکام بنانے اور ہر محاذ پر اسے شکست دینے کا عزم وحوصلہ اور ہمت وطاقت عطا فرمائی اہل ربوہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لائے اور انہوں نے پاکستان کی سالمیت اور استحکام کے لئے اور وطنِ عزیز کی خاطر آئندہ پہلے سے بھی بڑھ کر قربانیاں بجالانے کی توفیق ملنے کے لئے خصوصی دعائیں کیں۔

کل یہاں مسجد مبارک میں نماز جمعہ محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھائی۔ خطبہ جمعہ میں آپ نے قرآن مجید کی روشنی میں اس امر پر روشنی ڈالی کہ جہاں اسلام نے حملہ آور دشمن کا پوری قوت کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی تعلیم دی ہے وہاں یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر دشمن صلح کا طالب ہو تو پھر جنگ بند کر دینی چاہیئے اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہوئے اس کی مدد ونصرت کا طالب ہونا چاہیئے۔ پاکستان نے ہر محاذ پر کامیاب اور فتحیاب ہونے کے باوجود اقوام متحدہ کی مداخلت پر فائر بندی کا حکم دے کر اسلامی تعلیم پر عمل کیا ہے۔ اور دنیا پر ثابت کر دکھایا ہے کہ وہ جنگ نہیں چاہتا بلکہ امن کا علمبردار ہے۔ جنگ اس نے نہیں چھیڑی بلکہ اس پر ٹھونسی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ پاکستان کو اپنا دفاع کرنے میں اپنی مدد ونصرت سے نوازا۔ اور کئی گنا طاقتور دشمن کو شکست دینے کی غیر معمولی توفیق عطا فرمائی۔ اس غیر معمولی کامیابی پر ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے۔ آپ نے آئندہ بھی مدد و نصرت حاصل ہونے کے لئے دعا کی پُر زور تحریک کی۔ چنانچہ نماز جمعہ کے سجدوں میں درد وسوز کے ساتھ دعائیں کی گئیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی اقتدا میں تمام حاضرین نے ایک علیحدہ سجدۂ شکرانہ بھی ادا کیا۔‘‘

پاک وہند کی جنگ اور حالات قادیان

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران قادیان (بھارت) کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے مکرم عبدالحمید عاجز صاحب تحریر فرماتے ہیں:

’’مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بذریعہ ہوڑہ میل مکرم مولوی جلال الدین صاحب انسپکٹر بیت المال کے ہمراہ چندہ جات کے سلسلہ میں کلکتہ کے لئے روانہ ہوا اور احمدیہ مشن ہاؤس میں قیام کیا۔ ۵ ستمبر ۱۹۶۵ء کو مقامی عہدیداران کی میٹنگ میں شرکت کی اسی روز قریباً تین بجے بعد دوپہر میاں محمد بشیر صاحب

سہگل مرحوم گھبراہٹ کی حالت میں مشن ہاؤس تشریف لائے اور ہندو پاکستان کی لڑائی کی خبر سنائی۔مورخہ ۷ستمبر ۱۹۶۵ء کو جماعت کلکتہ کے ذمہ دار احباب کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ خاکسار اور مکرم مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی کلکتہ سے قادیان خیریت معلوم کرنے کے لئے فوراً دہلی جائیں۔ ڈی سی اور ایس پی گورداسپور کو تاریں بھی دی گئیں۔چنانچہ ۱۰ستمبر ۱۹۶۵ء کو دہلی جانے کے لئے ہوائی جہاز میں سیٹیں بک کروائی گئیں۔مکرم مولوی بشیر احمد صاحب جو ان دنوں کلکتہ میں مبلغ تھے وہ بھی میرے ہمراہ آئے نیز مکرم مظہر احمد صاحب بانی اور مکرم محمد سلیم پسر مکرم محمد عمر صاحب سہگل بھی ساتھ نئی دہلی تشریف لائے کیونکہ مورخہ ۹،۱۰ستمبر ۱۹۶۵ء کی رات کو کلکتہ میں میاں محمد عمر صاحب سہگل اور مکرم فضل کریم صاحب مرحوم اور مکرم مولوی عبدالمجید صاحب ووہرا کو وہاں کی حکومت نے ڈی۔آئی۔آر کے ماتحت کئی اور افراد کے ساتھ نظر بند کر لیا تھا۔

مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی بھی خطرہ کا اندازہ لگاتے ہوئے اپنے بیٹے عزیز منیر احمد صاحب بانی کے ساتھ خاموشی سے مدراس نقل مکانی کر گئے۔دہلی پہنچ کر ہم نے قادیان خیریت معلوم کرنے کی تاریں بھجوائیں اور اپنے حلقہ کے ممبر پارلیمنٹ شری۔ڈی۔سی۔شرما،مرکزی وزیر جنرل شاہنواز خان صاحب،محترم میر مشتاق احمد صاحب چیئرمین میٹروپول کونسل اور شری ایم ایل مسرا ڈپٹی ہوم منسٹر سے ملے۔ڈپٹی ہوم منسٹر صاحب نے پنجاب کے ہوم منسٹر سردار دربار اسنگھ سے فون پر بات کر کے جماعت قادیان کے متعلق خصوصی حفاظتی اقدام کی بات کی چونکہ قادیان ہندوستان کی تمام جماعتوں سے کٹ چکا تھا۔اس لئے خاکسار اور مولوی بشیر احمد صاحب نے دہلی سے ہی تمام جماعتوں کو سرکولر لیٹر بھجوائے۔

مورخہ ۱۶ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہمیں یہ اطلاع ملی کہ وہاں سے بعض فیملیز کو حکومت پنجاب قید کر کے لدھیانہ جیل میں لے گئی ہے۔یہ فیملیز قادیان میں مقیم ہندوستانی شہریوں کی تھیں۔جو پاکستانی پاسپورٹوں پر قادیان مستقل رہائش کے لئے آئی ہوئی تھیں اور جن کی شہریت کی منظوری کے کاغذات زیر کارروائی تھے۔

اندریں بارہ مرکزی حکومت کے انڈر سیکرٹری اور جوائنٹ سیکرٹری سے ملاقاتیں کی گئیں اور انہوں نے جلد حکومت پنجاب سے رپورٹ حاصل کر کے کارروائی کرنے کا وعدہ کیا۔مورخہ ۱۸ستمبر ۱۹۶۵ء کو خاکسار اور مکرم مولوی بشیر احمد صاحب لال بہادر شاستری پرائم منسٹر ہند کی کوٹھی پر گئے۔

فیملیز کے متعلق آمدہ تار اور وضاحتی چٹھی تیار کر کے ساتھ لے گئے۔ پرائم منسٹر صاحب کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری شری آر کے گوئل صاحب سے ملے۔ انہوں نے ہماری چٹھی اور آمدہ تار وزیر اعظم کی خدمت میں پیش کر کے ہمیں بتانے کو کہا۔ چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ کے انتظار کے بعد انہوں نے بتایا کہ فیملیز کی رہائی کے متعلق ہمیں ہوم منسٹر شری گلزاری لال نندہ سے ملنا چاہئے۔ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ کو اس معاملے کے تعلق میں ہم میر مشتاق احمد صاحب اور پروفیسر ڈی سی شرما ایم پی شری جے سکھ لال ہاتھی سٹیٹ منسٹر ہوم اور وزارت داخلہ کے ڈپٹی منسٹر شری للت نرائن مسرا سے بھی ملے۔ اس تعلق میں ہماری ملاقات مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۵ء کو نمبر ا صفدر جنگ کوٹھی پر شریمتی اندرا گاندھی سے بھی ہوئی وہ اس وقت پہلی مرتبہ محکمہ اطلاعات ونشریات کی وزیر بنی تھیں۔ ان کو ہم نے فیملیز کے متعلق قادیان سے آمدہ تار دکھایا اور پنڈت نہرو کی ہمدردانہ توجہ کے حوالے سے اور اس لحاظ سے کہ یہ معاملہ عورتوں اور بچوں سے تعلق رکھتا ہے اور وہ ایک عورت ہونے کے ناطے ان کی مشکلات اور پریشانیوں کو دوسروں سے زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتی ہیں۔ انہوں نے ہماری بات سن کر اس معاملہ میں مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ اگلے روز مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہمیں وزیر داخلہ شری گلزاری لال نندہ سے ملاقات کرنے کا وقت مل گیا۔ ہمارا وفد خاکسار، مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل، مکرم محمد سلیم صاحب سہگل، مکرم رحمت اللہ صاحب (پر مشتمل تھا)۔ پروفیسر دیوان چند شرما صاحب نے ہمارے وفد کا اور جماعت کا تعارف کروایا۔ نندہ جی نے حکومت پنجاب کو جلد ضروری ہدایات بھجوانے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہمیں شری شرما صاحب کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ ہماری احمدیہ فیملیز کو لدھیانہ سے واپس قادیان بھجوانے کی ہدایت جاری کر دی گئی ہے۔

ایک دو روز بعد ہم کو قادیان سے بھی بذریعہ تار یہ اطلاع مل گئی کہ فیملیز واپس قادیان بھجوا دی گئیں ہیں۔ چونکہ انڈو پاک جنگ کی وجہ سے حالات مخدوش تھے اس لئے خاکسار کو مرکز قادیان سے یہ ہدایت تھی کہ جب تک آمدورفت کے متعلق مجھے قادیان سے تسلی بخش اطلاع نہیں مل جاتی اس وقت تک دہلی میں ہی قیام کروں۔ تین چار روز بعد خاکسار کو قادیان سے بذریعہ تار اطلاع ملنے پر خاکسار مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۶۵ء کو دہلی سے روانہ ہو کر مکرم مولوی جلال الدین صاحب کے ہمراہ بخیریت امرتسر اور وہاں سے بذریعہ ٹیکسی قادیان پہنچا۔

روانگی سے قبل خاکسار نے ہندوستان کی جماعتوں کو فیملیز کے تعلق میں اور اپنی واپسی کے تعلق میں بذریعہ سرکلر اطلاع کر دی۔ میری دہلی سے روانگی سے ایک روز قبل مکرم میاں محمد عمر صاحب سہگل کی کلکتہ میں رہائی کے متعلق بھی اطلاع مل گئی۔ امرتسر کے اسٹیشن پر قادیان سے مکرم مولوی برکت علی صاحب انعام خاکسار کو رسیو کرنے کے لئے جماعت کی طرف سے آئے ہوئے تھے۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان نازک حالات میں کچھ خدمت کی توفیق بخشی۔'' [91]

جنگ ستمبر کے متاثرین کی بے لوث خدمت

ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاکستان اور بھارت میں جو جنگ ہوئی تھی وہ اگر چہ سترہ دن جاری رہ کر ختم ہو چکی تھی لیکن جنگ سے متاثرہ بہت سے لوگوں کی امداد اور بحالی کا کام ایک لمبے عرصہ تک جاری رہا۔ اسی جنگ کی وجہ سے لاہور اور سیالکوٹ کے سرحدی متاثرہ علاقوں کے بہت سے لوگ ان دنوں ربوہ میں پہنچ گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر خانہ سے اُن کے لئے کھانے کا تسلی بخش باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ اس طرح اُن کی رہائش کا بھی یہ انتظام اس وقت تک برابر جاری رہا۔ جب تک کہ حکومت پاکستان کی طرف سے اُن کی مستقل آبادکاری کا انتظام نہیں کر دیا گیا۔ ان مظلوم اور ستم رسیدہ لوگوں کو نظارتِ امور عامہ کی زیر نگرانی جو پارچات تقسیم کئے گئے ان کی تفصیل یہ تھی مکمل بستر، جن میں سے ہر بستر میں لحاف، توشک، کھیس، چادر اور تکئے شامل ہیں ۳۹۵۔ اور پہننے کے پارچات ۲۵۴۵۔ اَن سلا کپڑا ۳۰۰۱ گز۔ اس کے علاوہ گرم سویٹر اور جوتے وغیرہ بھی شامل تھے۔ [92]

اس کے علاوہ نظارت امور عامہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے ریاست جموں وکشمیر کے بے خانماں مہاجرین کے لئے ۲۲۷ مربع فٹ کی ریلوے ویگن ربوہ سے آزاد کشمیر بھجوانے کے لئے بک کرائی۔ جس میں حسب ذیل سامان تھا۔

۲۷۰ مکمل بستر (مشتمل بر لحاف، توشک، تکیہ، کھیس) سویٹر، پتلون، کوٹ وجیکٹ، لوئی وکمبل، قمیص زنانہ ومردانہ اور بچگانہ کپڑے ۵۰۰۰۔ اس کے علاوہ برتن، ادویہ، جوتے، صابن وکنگھیاں وغیرہ سامان بھی کافی تعداد میں بھجوایا گیا۔ اس سامان میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور وقف جدید کی طرف سے جمع کردہ اشیاء بھی شامل تھیں۔

نیز صدر انجمن احمدیہ پاکستان واہالیان ربوہ کی طرف سے ایک لاکھ چھیاسی ہزار روپیہ دفاعی فنڈ

میں داخل کروایا گیا۔[93]

ڈسکہ کے خدام واطفال کانمونہ

پاکستان بھر کے احمدی احباب نے اس موقعہ پر اپنی بساط سے بڑھ کر خدمت خلق کی توفیق پائی اور ہر جماعت نے اس موقعہ پر بے نظیر نمونے قائم کرتے ہوئے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کی۔ان دنوں میں تمام جماعتی اخبارات ورسائل احمدیہ جماعتوں کی ان بےلوث قربانیوں کے ذکر سے بھرے ہوئے تھے۔ان بہت سی جماعتوں میں سے بطور نمونہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کی ایک رپورٹ درج کی جارہی ہے۔

چنانچہ جناب بشیر احمد صاحب صراف قائد مجلس خدام الاحمدیہ ڈسکہ وسیکرٹری مرکزی خدمت خلق کمیٹی ڈسکہ ضلع سیالکوٹ تحریر کرتے ہیں کہ:

''جماعت احمدیہ سنٹر ڈسکہ کے خدام واطفال ومعہ دیگر احباب کے متاثرہ احباب کی امداد کے لئے ایک مؤثر مہم چلائی۔۵۷ خاندانوں کی رہائش کا انتظام کیا گیا۔قومی دفاعی فنڈ میں ۵۰۰ روپیہ ڈسکہ کی دفاعی کمیٹی کو پیش کیا گیا۔ڈسکہ کے امدادی کیمپ میں ۳۵ مختلف قسم کی ادویات گولیاں جو ہزاروں کی تعداد میں تھیں ٹیکے جات ڈسپنسری انچارج کو دی گئیں۔

ہنگامی حالات کے پیش نظر جناب S.D.M صاحب ڈسکہ نے لاریوں کے اڈوں کو شہر سے باہر منتقل کر دیا تھا۔اس لئے خدام الاحمدیہ نے صورتِ حال کو دیکھ کر باہر اڈوں پر ایک کیمپ بنادیا جس میں ایک ماہ تک روزانہ ۵ سے ۱۰ خدام واطفال متاثرہ سواریوں کا سامان اتارنے اور چڑھانے کا کام کرتے رہے۔علاوہ ازیں کیمپ میں ٹھنڈا پانی پلانے کا انتظام تھا۔ہر لاری بس جب اڈہ پر پہنچتی تھی تو اطفال وخدام ہاتھ میں جگ اور گلاس لے کر آوازیں دے دے کر سواریوں کو ٹھنڈا پانی پلاتے۔ایک ماہ میں ۶۳ من برف خرچ ہوئی جس سے ہزاروں مسافروں کو پانی پلایا گیا۔ہر خادم وطفل کے کندھے پر خدمتِ خلق کا نشان ہوتا تھا لوگ بے حد متاثر ہوتے اور دعائیں دیتے۔ان ایام میں یہ سنہری خدمت کا موقع اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمارے خدام واطفال کو ہی میسر فرمایا۔

خاکسار کی سرکردگی میں روزانہ امدادی کیمپوں کا جائزہ لیا جاتا اور متاثرہ احباب کی ضروری امداد کی جاتی۔

اب تک ۱۵۶ رضائیاں۔۱۰۸ تلائیاں۔۲۲۵ کھیس دریاں۔۱۱۵ تکیے۔۱۳۷ قمیص مردانہ ۱۲۸ قمیص زنانہ ۱۵۴ فراک۔۷۰ شلواریں۔۶۵ پتلون۔۳۲ پاجامے۔۴۰ دوپٹے۔۹۰ گرم کوٹ۔۶۲ بوشرٹ۔۱۰ کمبل۔۷ لوئیاں۔۱۹ جرسیاں ۔۹ سویٹر گرم۔۱۲ بنیان۔۳ شال۔۴۰ جوڑے جوتے۔ کھلا کپڑا سوتی ۱۵۰ گز۔کھلا کپڑا ریشمی ۵۰ گز۔۲۰۹ برتن۔مفلر ۱۱۔برقعے ۲۔گندم ۱۳ من ۳۰ سیر۔ چاول ۲ من ۱۰ سیر۔مونجی ۷ من۔۸۰ بھری پرالی۔۱۰۰ من توڑی۔صابن تیل نقدی۔(نیز) کرایہ وغیرہ کے لئے ۵۱۱ روپے تقسیم کئے جاچکے ہیں۔اور ابھی بفضلِ ایزدی کام جاری ہے۔‘‘

احمدی مستورات کی خدمات

مُلکی خدمت کے اس اہم موقع پر احمدی مستورات کی مساعی بہت گراں قدر تھیں۔لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے دس ہزار روپے کا عطیہ دیا اور طبّی امداد کے لئے کلاسز لگائیں۔علاوہ ازیں لجنہ اماء اللہ نے مختلف شہروں اور دیہات میں بھرپور سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا۔جس کا اندازہ صدر لجنہ مرکزیہ کی حسب ذیل مختصر رپورٹ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے یہ رپورٹ الفضل ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء کے صفحہ ۶ پر اشاعت پذیر ہوئی:

۱۔ لجنہ اماء اللہ چک نمبر ج/۳۳ ضلع سرگودھا:۱۲۔۱۹۳ دفاعی فنڈ کے طور پر جمع کرائے۔

۲۔ لجنہ اماء اللہ چک 543/E.B ضلع ملتان:۔ضروری پارچات دیئے گئے۔ہر گھر سے آٹا جمع کر کے دیا گیا۔

۳۔ لجنہ اماء اللہ مردان:۔۱۳ عدد چھوٹے بڑے کوٹ۔جوتے ۲۲ جوڑے چھوٹے بڑے۔اسی طرح دوعدد لحاف۔ایک جوڑا کپڑے۔دو گدیلے۔اسی طرح دو بوری اشیاء جن میں برتن، بستر اور کپڑے تھے دیئے گئے۔۲۳ سویٹر بُن کر دیئے۔چند جوڑے اور ۲۰ گز مارکین جمع کی گئی۔

۴۔ لجنہ ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ:۔ننکانہ صاحب میں حکومت نے مہاجرین کا کیمپ کھول دیا تھا۔لجنہ نے ۵۰۔۶۱ کی رقم دفاعی فنڈ میں جمع کرائی۔چھوٹی بچیاں قرآن مجید پڑھتی تھیں انہوں نے آٹھ روپے دئے تھے یہ روپے دفاعی فنڈ میں جمع کرائے مہاجرین کو کھانا کھلایا گیا۔کپڑے سی کر دئے۔لحاف فراہم کئے۔

۵۔ لجنہ لاہور:۔لجنہ لاہور کی طرف سے مبلغ-/۸۰۰ روپے نقد۔ایک انگوٹھی طلائی وزنی قریباً چھ ماشہ۔۵ مرلے زمین واقعہ لکھپت پلاٹ نمبر ۴ لاہور۔دو عدد قرآن مجید۔

۶۔ لجنہ اماء اللہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ:۔آٹھ عدد سویٹر دفاعی فنڈ میں دئے گئے۔

۷۔ لجنہ منٹگمری:۔(i) دفاعی فنڈ کے لئے نقد رقوم اکٹھی کر کے ۲۵۳۔۵۰ لجنہ مرکزیہ کو بھجوائے۔ (ii) سویٹروں کے بُننے کا کام تقسیم کیا گیا اور پرانے کپڑے اکٹھے کئے جارہے ہیں۔ (iii) ملیشیا خرید کر مجاہدین کے لئے سوٹ تیار کئے جارہے ہیں۔(iv) فرسٹ ایڈ کے لئے مختلف سنٹروں میں احمدی مستورات نے حصہ لیا۔(v) ہوائی حملہ سے بچاؤ کی تدابیر سے آگاہ کیا گیا اور ابھی مزید تربیت لے رہی ہیں۔رائفل کی ٹریننگ کا انتظام بھی جہاں جہاں ہے احمدی مستورات شریک ہوتی ہیں۔

۸۔ لجنہ ملتان شہر:۔خدام الاحمدیہ کی معرفت دفاعی فنڈ میں ۲۱۶/۳۸ دئے گئے اس کے علاوہ ۳ گدے۔۲ رضائیاں۔ایک واسکٹ۔۲ عدد دھوتی۔ایک عدد چادر۔۹ عدد پتلون گرم۔۴ گرم کوٹ۔ ۳ سویٹر۔ایک عدد کمبل نیا۔۲۲ عدد متفرق پارچات ربوہ بھجوائے گئے۔علاوہ ازیں جو خواتین ملازمت کررہی ہیں انہوں نے ماہوار اپنی تنخواہوں میں سے رقم اس فنڈ کے لئے ادا کی۔

۹۔ لجنہ کریم نگر فارم:۔دو کھیس۔ایک رضائی۔ایک تکیہ اور دو گدیلے دئے ہیں-/۲۰ روپے بھی دفاعی فنڈ میں دئے ہیں۔مزید کوششیں جاری ہیں۔

۱۰۔ لجنہ کوہاٹ:۔-/۱۰۰ روپیہ دفاعی فنڈ میں دیا گیا کپڑے جمع کئے۔

۱۱۔ لجنہ مظفر گڑھ:۔-/۱۵۵ روپے جمع کر کے دئے گئے۔پارچات جمع کئے جارہے ہیں۔[94]

احمدی صحافیوں کا نمائندہ وفد محاذِ جنگ پر

ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع جھنگ کی تحریک پر صحافیان ربوہ کا ایک نمائندہ وفد نومبر،دسمبر ۱۹۶۵ء میں پہلے چھمب جوڑیاں کے محاذ پر اور پھر چونڈہ کے محاذ پر گیا۔وفد میں مولانا ابوالعطاء صاحب، جناب مسعود احمد خان صاحب دہلوی، جناب مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی،مولانا ملک سیف الرحمٰن صاحب،مکرم محمد شفیق قیصر صاحب،مکرم عطاء المجیب صاحب راشد اور جناب چوہدری علی محمد صاحب بی ٹی شامل تھے۔

مولانا ابوالعطاء صاحب مدیر ’’الفرقان‘‘ اس سفر کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔:

’’دونوں محاذوں کی حالت مختلف تھی یعنی اوّل الذکر محاذ پر ہماری فوجیں مفتوحہ علاقے پر قابض تھیں اور دشمن کے مورچوں کے مقابل پر سینہ سپر تھیں۔اور دوسرے محاذ پر ہماری جانباز فوجوں نے

دفاع کی وہ شاندار مثال قائم کی ہے جو ہماری تاریخ میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتی ہے گجرات سے چھمب جوڑیاں کے محاذ پر جاتے ہوئے جذبات کا اور رنگ تھا اور چونڈہ پر مناظر کو دیکھتے ہوئے اور رنگ۔مگر ایک بات ہر جگہ اور ہر محاذ پر مشترک تھی اور وہ یہ کہ پاکستانی افواج نے اپنے سے کئی گنا زیادہ دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے جرأت وشجاعت کا پورا پورا حق ادا کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان فوجوں کی غیر معمولی تائید فرمائی ہے۔جہاں پاکستانی فوجیں آگے بڑھی ہیں وہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے۔اور جہاں انہوں نے اپنے خون سے پاکستانی سرحدوں کی حفاظت کی ہے وہاں بھی نصرتِ ایزدی نے ان کی دستگیری فرمائی ہے جب ہماری جیپ پاکستانی سرحد سے آگے بڑھتے ہوئے اس مقام پر پہنچی جہاں لکھا تھا کہ اس سے آگے مفتوحہ علاقہ شروع ہوتا ہے تو عجیب کیفیت تھی۔ہمارا تصوّر مسلمانوں کی ماضی کی فتوحات میں کھو گیا اور کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی اندوہناک حالت کے خیال سے ہمارے دل مجروح تھے۔دعا کی گئی کہ وہ دن جلد طلوع کرے جب کشمیری مسلمان آزادی اور حریت کو حاصل کر سکیں اور ان کے مظالم کا خاتمہ ہو۔

......چھمب جوڑیاں کے محاذ پر ہماری فوجوں نے شاندار اقدام کیا۔ان علاقوں کو ایک نظر دیکھنے سے معلوم ہو جاتا تھا کہ دشمن کی فوجیں پاکستانی افواج کے سامنے بے تحاشا بھاگی تھیں۔اُنہیں اتنی بھی مہلت نہ ملی تھی کہ اپنی تعمیرات اور پُلوں وغیرہ کو توڑ پھوڑ کا نشانہ بنا سکیں۔جن پاکستانی افسروں اور فوجیوں سے ہمیں ملنے اور گفتگو کرنے کا موقعہ ملا سب کے حوصلے انتہائی طور پر بلند اور ان کے عزائم قابلِ رشک تھے۔وہ سب تو فاتحانہ طور پر آگے جانے کے لئے ہمہ تن تیار تھے۔

واقعات سے ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ ہمارے فوجی افسر جو بے خوف وخطر اگلی لائنوں میں ہدایات دے رہے تھے اللہ تعالیٰ کے خاص تصرّف سے دشمن کے گولوں سے محفوظ رہے ہیں گولے ان کے دائیں اور بائیں گرتے رہے مگر وہ محفوظ رہے۔چونڈہ محاذ پر ایسے مقامات اور ایسے جان نثار خدامِ وطن کو دیکھ کر اور ان کی داستانیں سُن کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

ایک اور خاص قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ پاکستانی عوام نے جس طرح اپنی فوجوں کے کارناموں کو سراہا ہے اور جس طرح انہیں دادِ شجاعت دی تھی اس کا بڑا گہرا اثر فوجی افراد پر تھا۔وہ بار بار اس کا شکریہ ادا کرتے اور اہلِ پاکستان تک اپنے محبت بھرے جذبات پہنچانے کی تاکید کرتے تھے۔فوجوں اور عوام میں یہ ذہنی قربت پاکستان کے درخشندہ مستقبل کے لئے بھاری ضمانت ہے۔عوام کی طرف

سے اپنی محبت اور قدردانی کے اظہار کے طور پر جو تحائف فوجیوں کو پہنچتے وہ ان کا شکریہ تو ضرور ادا کرتے مگر کہتے کہ ہمارے لئے تو حکومت کی طرف سے ہر چیز فراوانی سے میّسر ہے۔اگر یہ سامان اور یہ اشیاء ان مہاجرین میں تقسیم کردی جائیں جو کشمیر اور دوسرے علاقوں سے لُٹ پٹ کر آئے ہیں تو ہماری عین مراد ہے۔غرض دونوں طرف مومنانہ اخوت کے جذبات نمایاں تھے۔‘‘ [95]

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کا وصال

خلافت ثالثہ کا قیام

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایک عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔آخر ۷-۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو وہ قیامت خیز گھڑی آن پہنچی جب خدا کے اس محبوب بندے کو جو ہزاروں سالوں کے انتظار کے بعد خدا کی مجسّم رحمت بن کر آسمان سے نازل ہوا تھا جو قدرت رحمت اور قربت کا نشان تھا جو فتح و ظفر کی کلید تھا جس نے اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کیا۔ جو سخت ذہین وفہیم، دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی کی کائنات کا تاجدار تھا۔ جو دنیا کی بہت سی اسیر قوموں کی رستگاری کا موجب بنا۔جس کے بے مثال کارناموں کی دنیا کے کناروں تک دھوم مچ گئی۔ جس کی مبارک اور مقدس روح سے قوموں نے برکتوں کا تاج پہنا، اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔یعنی مہدیٔ موعود کے فرزند ارجمند حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم کے دُلارے اور مسند خلافت کے آسمانی تاجدار سیدنا محمود المصلح الموعود تقریباً ۵۲ سال کی حیات آفریں ضیا پاشیوں کے بعد اپنے آسمانی آقا کے دربار میں پہنچ گئے۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

گو حضور نے خدا سے علم پا کر مدتوں قبل بتا رکھا تھا کہ میں جانے والا ہوں۔مگر کب یقین آسکتا تھا کہ یہ بے بہا نعمت جو ہزاروں سال کے بعد غریبوں اور بے کسوں کو عطا ہوئی ہے اتنی جلدی چھن جائے گی۔ چنانچہ حضور نے اپنے وصال سے تقریباً اکیس برس قبل ۲۳ ؍اپریل ۱۹۴۴ء کو ارشاد فرمایا:۔

> ’’آج میں نے ویسا ہی ایک رؤیا دیکھا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک رؤیا ہے کہ خواب میں آپ نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو دیکھا اور ان سے کہا آپ میرے واسطے دعا کریں کہ میری عمر اتنی ہو کہ سلسلہ کی تکمیل کے واسطے کافی وقت مل جائے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا ’’تحصیلدار‘‘۔میں نے کہا یہ آپ غیر متعلق بات کرتے ہیں جس امر کے واسطے میں

نے آپ کو دعا کے لئے کہا ہے آپ وہ دعا کریں تب انہوں نے دعا کے واسطے سینہ تک ہاتھ اٹھائے مگر اونچے نہ کئے اور کہا ''اکیس'' میں نے کہا کھول کر بیان کرو مگر انہوں نے کچھ کھول کر نہ بیان کیا اور بار بار اکیس اکیس کہتے رہے اور پھر چلے گئے ۔[96] (حضور فرماتے ہیں کہ) یہ ساری رؤیا تو نہیں مگر آج رات ایک لمبے عرصہ تک یہی رؤیا ذہن میں آ کر بار بار یہ الفاظ جاری ہوتے رہے ۔ اکیس اکیس'' ۔[97]

چنانچہ ۱۹۴۴ء سے ٹھیک اکیس سال بعد حضور کا وصال مبارک ہوا اور خدا کی بات لفظاً لفظاً پوری ہوئی ۔ اس رؤیا سے دو سال قبل خدائے ذوالعرش کی طرف سے اکتوبر ۱۹۴۲ء میں حضور کو مندرجہ ذیل الہام ہوا:۔

''موتُ حَسَنٍ موتٌ حَسَنٌ فِی وَقتٍ حَسَنٍ''

کہ حسن کی موت بہترین موت ہوگی اور ایسے وقت میں ہوگی جو بہتر ہوگا ۔

اس الہام کی تشریح میں حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں کہ:۔

''اس الہام میں مجھے حسن رضی اللہ عنہ کا بروز کہا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ذات کے ساتھ تعلق رکھنے والی پیشگوئی کو پورا کرے گا اور میرا انجام بہترین ہوگا اور جماعت میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہوگی ۔'' [98]

بیماری، آخری لمحات اور وفات

حضرت مصلح موعود کی صحت کچھ سالوں سے مسلسل خراب رہ رہی تھی ۔ اور اس وجہ سے حضور نماز پڑھانے اور خطبات دینے کے لئے تشریف نہیں لا سکتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ علاج معالجہ کی ہر ممکن کوششیں جاری رہیں ۔

اکتوبر ۱۹۶۵ء کے آخری دنوں میں حضور کو بخار کی شکایت شروع ہوگئی ۔ ضعف کے علاوہ غنودگی بھی شروع ہو جاتی ۔ خون کے ٹسٹ میں انفکشن کی علامات پائی گئیں ۔ لاہور سے ایک ماہر ڈاکٹر صادق حسن صاحب نے ربوہ آ کر حضور کا معائنہ کیا ۔ پہلے کی طرح حضور کے صاحبزادے مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب حضور کے علاج میں روز و شب مصروف تھے ۔ ۳۰/اکتوبر کو خون کے ٹسٹ بلڈ کلچر کے نتیجے سے معلوم ہوا کہ حضور کو Staphylococci کی انفیکشن ہے ۔ یکم نومبر سے بخار کم ہو گیا ۔ مگر

۴نومبر کو خون کے ٹسٹ پر یہ قابلِ فکر بات سامنے آئی کہ ابھی انفیکشن موجود ہے۔۴نومبر کی رات کو لاہور سے ڈاکٹروں کا ایک بورڈ آیا جس میں مکرم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب، ڈاکٹر عبدالرؤف صاحب، ڈاکٹر رستم نبی صاحب اور ڈاکٹر عشرت صاحب شامل تھے۔ بورڈ نے حضور کا معائنہ کیا اور ECG اور ایکس رے لے کر رائے دی کہ دل اور سینہ پر کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا۔ اگلے روز حضور کو تھوڑی دیر حرارت ہوئی۔ پھر ٹمپریچر نسبتاً نارمل ہوگیا مگر ضعف اور سانس کی تکلیف رہی۔٦ نومبر کو حضور کی طبیعت پھر خراب ہونی شروع ہوئی۔کھانسی شروع ہونے کے علاوہ ضعف میں اضافہ ہوگیا اس کے ساتھ سانس کی تکلیف بھی پہلے کی طرح برقرار تھی۔ لاہور سے آئے ہوئے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور ڈاکٹر صادق حسن صاحب اور کراچی سے آئے ہوئے ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب نے حضور کا معائنہ کیا اور رائے دی کہ حضور کی حالت گذشتہ چوبیس گھنٹے میں بہت تشویشناک ہوگئی ہے۔ ملک کی معروف پیتھالوجسٹ محترمہ ڈاکٹر زینت حسن صاحبہ نے خون کا معائنہ کیا اور اس بات کی تصدیق کی کہ خون میں انفیکشن بڑھ گئی ہے۔ ۷نومبر کی صبح الفضل کے ضمیمہ میں مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کا اعلان شائع ہوا، جس کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مصرعہ درج تھا

حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ توّاب ہے

ریڈیو پاکستان پر بار بار آپ کی علالت کی خبر نشر ہو رہی تھی۔ اور آپ کے عشاق بڑی تعداد میں دعائیں کرتے ہوئے ربوہ پہنچ رہے تھے۔

۷نومبر کی شام تک آپ کی طبیعت بہت خراب ہو چکی تھی۔ مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب، لاہور کے احمدی ڈاکٹر مکرم مسعود احمد صاحب اور کراچی سے آئے ہوئے مکرم ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب علاج میں مصروف تھے۔ لیکن حضور انور کی طبیعت مسلسل تشویشناک صورت اختیار کرتی جارہی تھی۔

ان انتہائی دلگداز لمحات کا ذکر کرتے ہوئے (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''شام سے طبیعت زیادہ خراب تھی اور مسلسل سانس کو درست رکھنے کے لئے آکسیجن دی جارہی تھی۔ چھاتی میں رسوب زیادہ بھر رہا تھا جسے بار بار نکالنے کی ضرورت پیش آتی تھی اور مکرم محترم ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب اور برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بار بار معائنہ فرماتے اور رسوب کا اخراج خود اپنے ہاتھوں سے کرتے رہے۔ بچوں میں سے دو تو ڈیوٹی پر تھے اور باقی تمام ویسے ہی جمع

تھے۔خاندان کے چھوٹے بڑے سبھی کے دل اندیشوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے تاہم زبان پر کوئی کلمہ بے صبری کا نہ تھا اور امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا۔اندیشے دھوئیں کی طرح آتے اور جاتے تھے۔ توکل علی اللہ اور نیک امید غیر متزلزل چٹان کی طرح قائم تھے۔وہ جو صاحبِ تجربہ نہیں شاید اس بظاہر متضاد کیفیت کو نہ سمجھ سکیں لیکن وہ صاحبِ تجربہ جو اپنے رب کی قضا کے اشاروں کو سمجھنے کے باوجود اس کی رحمت سے کبھی مایوس ہونا نہیں جانتے میرے اس بیان کو بخوبی سمجھ جائیں گے۔پس افکار کے دھوئیں میں گھری ہوئی ایک امید کی شمع ہر دل میں روشن تھی اور آخر تک روشن رہی تاہم کبھی کبھی یہ فکر کا دھواں دم گھونٹنے لگتا تھا۔دعائیں سب ہونٹوں پر جاری تھیں اور ہر دل اپنے رب کے حضور سجدہ ریز تھا۔

حضور پر کبھی غنودگی طاری ہوتی تو کبھی پوری ہوش کے ساتھ آنکھیں کھول لیتے اور اپنی عیادت کرنے والوں پر نظر فرماتے۔ایک مرتبہ بڑی خفیف آواز میں برادرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو بھی طلب فرمایا لیکن جیسا کہ مقدر تھا رفتہ رفتہ یہ غنودگی کی کیفیت ہوش کے وقفوں پر غالب آنے لگی اور جوں جوں رات بھیگتی گئی غنودگی بڑھتی رہی۔اس وقت بھی گو ہماری تشویش بہت بڑھ گئی تھی لیکن یہ تو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ حضور کی یہ آخری رات ہے جو آپ ہمارے درمیان گزار رہے ہیں۔تقریباً گیارہ بجے شب ذرا ستانے اور ایک لاہور سے تشریف لائے ہوئے مہمان کو گھر چھوڑنے گیا اور عزیزم انس احمد کو تاکید کر گیا کہ اگر ذرا بھی طبیعت میں کمزوری دیکھو تو اسی وقت بذریعہ فون مجھے مطلع کر دو۔

نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹے ابھی چند منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ فون کی دل ہلا دینے والی گھنٹی بجنے لگی۔مجھے فوری طور پر پہنچنے کی تاکید کی جا رہی تھی۔اُسی وقت جلدی سے وضو کر کے ایک ناقابلِ بیان کیفیت میں وہاں پہنچا۔قصرِ خلافت میں داخل ہوتے ہی مکرم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر ذکی الحسن صاحب کے پژمردہ چہروں پر نظر پڑی جو باہر برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔حضور کے کمرہ میں پہنچا تو اَور ہی منظر پایا۔کہاں احتیاط کا وہ عالم کہ ایک وقت میں دو افراد سے زائد اس کمرہ میں جمع نہ ہوں اور کہاں یہ حالت کہ افرادِ خاندان سے کمرہ بھرا ہوا تھا۔حضرت سیدہ امّ متین اور حضرت سیّدہ مہر آپا بائیں جانب سرہانے کی طرف اداسی کے مجسّمے بنی ہوئی پٹی کے ساتھ لگی بیٹھی تھیں۔برادرم (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب دائیں طرف سرہانے کے قریب کھڑے تھے اور حضرت بڑی پھوپھی جان اور حضرت چھوٹی پھوپھی جان بھی چارپائی کے پہلو میں ہی

کھڑی تھیں۔ میرے باقی بھائی اور بہنیں بھی جو بھی ربوہ میں موجود تھے سب وہیں تھے اور باقی اعزاء و اقرباء بھی سب اردگرد اکٹھے تھے۔ سب کے ہونٹوں پر دعائیں تھیں اور سب کی نظریں اس مقدس چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ سانس کی رفتار تیز تھی اور پوری بے ہوشی طاری تھی۔ چہرے پر کسی قسم کی تکلیف یا جدوجہد کے آثار نہ تھے۔ میں نے کسی بیمار کا چہرہ اتنا پیارا اور ایسا معصوم نظر آتا ہوا نہیں دیکھا۔ میں نہیں جانتا کہ اس حالت میں ہم کتنی دیر کھڑے رہے اور سانس کی کیفیت میں وہ کیا تبدیلی تھی جس نے ہمیں غیر معمولی طور پر چونکا دیا۔

اُس وقت مجھے پہلی مرتبہ یہ غالب احساس ہوا کہ گو خدا تعالیٰ قادرِ مطلق اور حیّ و قیوم ہے اور ہر آن اپنی تقدیر کو بدل سکتا ہے لیکن وہ تقدیر جس سے ہمارے نادان دل گھبراتے تھے وہ تقدیر آ پہنچی ہے۔ پس اُسی وقت میں نے قرآن کریم طلب کیا اور اُس مقدس وجود کی روحانی تسکین کی خاطر جس کی ساری زندگی قرآن کریم کے عشق اور خدمت میں صرف ہوئی سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ یہ ایک مشکل گھڑی تھی اور سر سے پاؤں تک میرے جسم کا ذرّہ ذرّہ کانپ رہا تھا۔ اس وقت مجھے صبر کی طنابیں ڈھیلی ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ اس وقت میں نے اپنے چاروں طرف سے گھُٹی گھُٹی سسکیوں کی آوازیں بلند ہوتی ہوئی سنیں۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ ہر سسکی دعا میں لپٹی ہوئی اور ہر دُعا آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھی۔

سورۃ یٰسین کی تلاوت کے دوران ہی میں سانس کی حالت اور زیادہ تشویشناک ہو چکی تھی۔ اور تلاوت کے اختتام تک زندگی کی کشمکش کے آخری چند لمحے آ پہنچے تھے۔ میں نے قرآن کریم ہاتھ سے رکھ دیا اور دوسرے عزیزوں کی طرح قرآنی اور دیگر مسنون دعاؤں میں مصروف ہو گیا۔ حضور نے ایک گہری اور لمبی سانس لی جیسے معصوم بچے روتے روتے تھک کر لیا کرتے ہیں اور ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے یہ آپ کی آخری سانس ہے۔ اسی وقت میں نے ایک ہومیو پیتھک دوا کے چند قطرے پانی میں ملا کر اپنی تشہد کی انگلی سے قطرہ قطرہ حضور کے ہونٹوں میں ٹپکانے شروع کئے اور ساتھ ہی بے اختیار ہونٹوں پر یہ دعا جاری ہو گئی کہ یَا حَيُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ۔ اس وقت سانس بند تھی اور جسم ٹھنڈا ہو رہا تھا اور بظاہر زندگی کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا لیکن اچانک ہم نے حیّ و قیّوم خدا کا ایک عظیم معجزہ دیکھا۔ مجھے حضرت پھوپھی جان کی بے قرار آواز سنائی دی کہ دیکھو ابھی پاؤں میں حرکت ہوئی تھی، اور اِن الفاظ کے ساتھ ہی ہونٹوں میں بھی خفیف سی حرکت ہوئی اور سانس لینے کا سا اشتباہ ہوا۔ معاً شدید

کرب اور بے چینی سکینت میں بدل گئے اور ہر طرف سے ’’یـا حيّ یا قیّوم‘‘ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔اور جوں جوں ہم دعا کرتے رہے حضور کے سانس زیادہ گہرے ہوتے چلے گئے۔یہاں تک کہ وہ ڈاکٹر بھی جو جسم کو بظاہر مردہ چھوڑ کر چلے گئے تھے واپس بلائے گئے اور بڑی حیرت سے اس معجزانہ تبدیلی کا مشاہدہ کرنے لگے۔مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی زندگی کا بظاہر جسم کو چھوڑ دینے کے بعد معجزانہ طور پر پھر واپس لوٹ آنا محض ہمارے دلوں کو سکینت عطا کرنے کی خاطر تھا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے گویا ایک فضل واحسان کا پھاہا تھا جو ہمارے قلوب پر رکھا گیا۔

چنانچہ اس کے تقریباً بیس منٹ کے بعد حضور کو اپنے آسمانی آقا کا آخری بلاوا آ گیا۔اس وقت کا منظر اور کیفیت نا قابلِ بیان ہے۔ہم نے آسمان سے صبر اور سکینت کو اپنے قلوب پر نازل ہوتے ہوئے دیکھا اور یوں محسوس ہوا جیسے ضبط وتحمل کی باگ ڈور رحمت کے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ آنکھوں سے آنسو ضرور جاری تھے اور دلوں سے دعائیں بھی بدستور اٹھ رہی تھیں مگر سب دل کامل طور پر راضی برضا اور سب سر اپنے معبود خالق و مالک کے حضور جھکے ہوئے تھے۔ہم ٹکٹکی لگا کر اسی طرح خدا جانے کب تک اُس پیارے چہرے کی طرف دیکھتے رہے جسے موت نے اَور بھی زیادہ معصوم اور حسین بنا دیا تھا۔اُس تقدس کے ماحول میں جس کی فضا ذکر الٰہی سے معمور تھی اور جس کی یاد کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی۔حضور کی نعشِ مبارک نور میں نہائی ہوئی ایک معصوم فرشتے کی طرح پڑی تھی۔دل بے اختیار ہم سب کے دل وجان سے زیادہ پیارے آقا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد یہ کہتا تھا يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۔‘‘ 99

مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کی ڈائری کا ایک ورق

مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور جو اُن دنوں پرائیویٹ سیکرٹری تھے نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے:۔

’’سات آٹھ نومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب کو رات گیارہ بجے کے قریب حضور کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو خاص دعاؤں کے لئے محلّہ جات ربوہ میں اعلان کرایا گیا۔اور ایک جانور صدقہ بھی کیا گیا۔اس سے دو دن پہلے اونٹ بطور صدقہ ذبح کیا گیا تھا۔جو -/۶۵۰ روپے میں آیا تھا اور ایک دن پہلے ایک گائے اور بچھڑے کا صدقہ بھی کیا گیا تھا۔اس سے پہلے ایک دن میں سات جانور صدقہ کے طور پر اکٹھے ذبح کئے گئے تھے نیز عرصہ تقریباً ایک ماہ سے روزانہ ایک جانور بطور صدقہ ذبح کیا جاتا رہا

اور نقدی بھی صدقہ کے طور پر دی گئی۔

۲۱-۱۱-۶۵ کو جب حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضور کی بیماری پر ۷۰ جانور صدقہ کے طور پر ذبح کئے گئے جن میں ایک اونٹ اور ایک بچھڑا شامل تھا۔ -/۴۰۰ روپے نقد صدقہ کئے گئے۔ لوگوں نے -/۳۸۰۰ روپے صدقہ کے لئے دفتر میں دئے۔ بالآخر شب ایک بج کر بیس منٹ پر ۸-۱۱-۶۵ کو حرکت قلب بند ہوگئی سورۂ یٰسین سنا دی گئی تھی۔ اسی دوران چند منٹوں کے بعد ہونٹ ہلے پھر سینہ ابھرا، پھر پیٹ پر بھی اثر دیکھا گیا اس طرح سے جسم میں بھی گرمی آ گئی لیکن کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اور حضور ۲:۲۰ پر ۸-۱۱-۶۵ کو اپنے مالک حقیقی کے پاس چلے گئے۔ اس ایک گھنٹہ کے اندر جو چہرے پر بیماری کے اثرات تھے وہ دور ہو کر چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ وفات کے چند منٹ بعد خاکسار کو بھی حضور کی زیارت کا موقعہ ملا۔ حضور اوپر کی منزل کے شرقی جانب کے لمبے کمرے میں تھے۔

۸-۱۱-۶۵ کو ساری رات دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کھلا رہا اور فون پر احباب کے استفسارات کے جوابات دیئے گئے۔ حضور کے صندوق کے لئے سرگودھا آدمی بھجوایا گیا۔ اگلے دن تک جنازہ محفوظ رکھنے کے لئے برف کے بیس بلاکوں کا انتظام کیا گیا۔ اس سے اگلے دن پھر ۲۰ بلاک منگوائے گئے جس کمرہ میں حضور کا جسدِ اطہر تھا وہاں پنکھے چلتے رہے جس سے کمرہ بہت ٹھنڈا رہا۔

اس صندوق کے اندر ایسی مصالحہ دار چادر لگائی گئی جو دیمک وغیرہ سے محفوظ رکھتی ہے اور اوپر جستی چادر لگا کر چادر پر سفیدہ کیا گیا۔

جہاں صندوق قبر میں رکھا جانا تھا اس جگہ کے گرد سیمنٹ سے ساڑھے چار انچ کا پردہ پختہ اینٹوں سے بنایا گیا جس کے اوپر لکڑی کے بالے رکھے گئے اور اندر صندوق کو رکھ کر چپ بورڈ کا فریم لگایا گیا۔ اور اسے ریت سے بھر دیا گیا۔ اور پھر اوپر تختہ دے کر اور مضبوط بالے لگا کر سب حصے کو ریت سے بھر دیا گیا''۔ 100

اخبار الفضل میں دردناک سانحہ کی مفصل خبر

اخبار الفضل نے ۹ نومبر ۱۹۶۵ء کے پرچہ میں اس نہایت لرزہ خیز اور دردناک سانحہ ارتحال کی مفصل خبر حسب ذیل الفاظ میں شائع کی:۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم
کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کا وصال

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ

ربوہ ۸ نومبر بروز دوشنبہ۔ خدائی مقدرات کے ماتحت بالآخر وہ المناک گھڑی آن پہنچی جس کے تصور سے مومنوں کے دل لرز رہے تھے، جسموں پر کپکپی طاری تھی اور آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ یعنی سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود قریباً ستتر ۷۷ سال تک بفضل اللہ تعالیٰ دنیا کو بیشمار فیوض و برکات سے نوازنے، علوم و معارف سے مالا مال کرنے، تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے ایک عالمگیر نظام کے ذریعہ دنیا کے چپّہ چپّہ پر اسلام کا جھنڈا لہرانے اور اطراف و جوانبِ عالم میں لاکھوں انسانوں کو حلقہ بگوشِ اسلام بنانے اور دنیا کو ایک عظیم الشان روحانی انقلاب سے ہمکنار کرنے کے بعد مورخہ ۷، ۸ نومبر ۱۹۶۵ء مطابق ۱۳، ۱۴ رجب ۱۳۸۵ھ کی درمیانی شب جو دوشنبہ کی رات تھی ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر اس جہانِ فانی سے رحلت فرما کر اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ. کُلُّ مَنۡ عَلَیۡہَا فَانٍ وَّ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِکۡرَامِ۔ (الرحمٰن: ۲۷، ۲۸)

اس میں شک نہیں کہ ہمارے لئے یہ انتہائی روح فرسا اور جگر پاش خبر ہے جس کو سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے اور دل و دماغ کو ایک بجلی کا سا دھکا لگتا ہے۔ مگر حقیقت بہرحال حقیقت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ ہم عظیم صدمہ کی اس گھڑی میں اپنے پیارے امام نوّر اللہ مرقدہ کے مبارک الفاظ میں احباب جماعت کو یہ کہتے ہیں:۔

> "ابتلاؤں کا آنا ایسی ضروری بات ہے کہ نبیوں کی کوئی جماعت ایسی نہیں ہوئی کہ جس پر ابتلاء نہ آئے ہوں...... ابتلاء تمہارے لئے خوف و خطر کا باعث نہیں ہو سکتے۔ مومن کو کبھی ڈر نہیں ہوتا۔ اس پر جب ابتلاء آتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس ابتلاء کے ساتھ ہی خدا کی مدد بھی آ رہی ہے"۔ 101

نیز اس موقعہ پر ہم حضور پُر نور کی انتہائی درد دل سے کی ہوئی ایک نصیحت اور دعا بھی احباب جماعت تک پہنچانا ضروری سمجھتے ہیں۔ جو حضور نے ۱۹۵۵ء میں اپنی بیماری کے آغاز میں فرمائی تھی۔ حضور نے فرمایا:۔

''ہر انسان جو پیدا ہوا ہے اس نے مرنا ہے۔ ان گھڑیوں میں جب میں محسوس کرتا تھا کہ میرا دل ڈوبا کہ ڈوبا مجھے یہ غم نہیں تھا کہ میں اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔ مجھے یہ غم تھا کہ میں آپ لوگوں کو چھوڑ رہا ہوں۔

اے میرے وفادار آقا! میں تجھے تیری ہی وفاداری کی قسم دیتا ہوں۔ اِن کمزوروں نے اپنی کمزوریوں کے باوجود تجھ سے وفاداری کی۔ تُو طاقتور ہوتے ہوئے اِن سے بیوفائی نہ کیجیؤ۔ یہ بات تیری شان کے شایان نہیں اور تیری پاکیزہ صفات کے مطابق نہیں۔ میں اِن لوگوں کو تیری امانت میں دیتا ہوں۔ اے سب امینوں سے بڑے امین اِس امانت میں خیانت نہ کیجیؤ۔ اور اس امانت کو پوری وفاداری کے ساتھ سنبھال کر رکھیو......۔

اے میرے عزیزو! تم سے کوتاہیاں بھی صادر ہوئیں تم سے قصور بھی ہوئے مگر میں نے یہ دیکھا کہ ہمیشہ ہی خدا تعالیٰ کی آواز پر تم نے لبیک کہا۔ تم موت کی وادیوں میں سے گزر کر بھی خدا تعالیٰ کی طرف دوڑتے رہے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں (اکیلا) نہیں چھوڑے گا......

ہمارا خدا سچا خدا ہے، زندہ خدا ہے، وفادار خدا ہے۔ تم ہمیشہ اس پر توکل رکھو اور اپنی اولاد کو بھی اس پر توکل رکھنے کی تلقین کرو...... میں نے ساری عمر جب بھی اس رنگ میں اخلاص کے ساتھ دعا کی ہے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اُس دعا کے قبول ہونے میں دیر ہوئی ہو۔ اگر تم اس رنگ میں اپنے رب سے محبت کرو گے اور اس کی طرف جھکو گے تو وہ ہمیشہ تمہاری مدد کے لئے آسمان سے اترتا رہے گا۔ ایک دولت میں تمہیں دیتا ہوں ایسی دولت جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ ایک علاج میں تمہیں بتاتا ہوں وہ علاج جو کسی بیماری میں خطا نہیں کرے گا، ایک عصا میں تمہارے حوالے کرتا ہوں ایسا عصا جو تمہاری عمر کی انتہائی کمزوری میں بھی تمہیں سہارا دے گا۔ اور تمہاری کمر کو

سیدھا کرے گا۔

اے میرے خدا! تُو اپنے اِن بندوں کے ساتھ ہو۔ جب انہوں نے میری آواز پر لبیک کہی تو انہوں نے میری آواز پر لبیک نہیں کہی بلکہ تیری آواز پر لبیک کہی۔ اے وفادار اور صادق الوعد خدا اے وفادار اور سچے وعدوں والے خدا تُو ہمیشہ اِن کے اور ان کی اولادوں کے ساتھ رہیو اور ان کو کبھی نہ چھوڑیو۔ دشمن ان پر کبھی غالب نہ آئے اور یہ کبھی ایسی مایوسی کا دن نہ دیکھیں جس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں سب سہاروں سے محروم ہو گیا ہوں۔ یہ ہمیشہ محسوس کریں کہ تُو ان کے دل میں بیٹھا ہے، ان کے دماغ میں بیٹھا ہے اور ان کے پہلو میں کھڑا ہے **اللّٰھم آمین**......خدا کرے کہ میری عدم موجودگی میں تم غم نہ دیکھو......ہم سب خدا کی گود میں ہوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے پاس کھڑے ہوں''۔[102]

حضور پُرنور اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان بشارتوں اور مہتم بالشان آسمانی پیشگوئیوں کے بموجب ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے الہامِ خاص سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر انکشاف فرمایا کہ آپ ہی مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی کے مصداق اور اولوالعزم فرزندِ موعود ہیں۔ جس کے ذریعہ دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کی مہتم بالشان بشارتیں پوری ہونی مقدر ہیں۔ ان پیشگوئیوں کے بموجب آپ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو خلیفۃ المسیح الثانی کی حیثیت سے خلافتِ احمدیہ کی مسندِ جلیلہ پر متمکن ہوئے۔ آپ کے ۵۲ سالہ عظیم الشان اور موعود عہدِ خلافت کا ہر دن اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے مہتم بالشان نشانوں غیر معمولی فضلوں اور رحمتوں اور برکتوں سے معمور رہا اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے بموجب اسلام کو چار دانگِ عالم میں عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں اور ساری دنیا نے اس امر کا مشاہدہ کیا کہ آپ واقعی ایک خدائی نور تھے جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ خدا کا سایہ ہر آن آپ کے سر پر رہا آپ جلد جلد بڑھے اور اسیروں کی رستگاری کا موجب بنے۔ آپ نے زمین کے کناروں تک شہرت پائی اور دنیا کی قوموں نے آپ سے برکت پائی۔ اور بالآخر آپ کے متعلق تمام آسمانی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے بعد آپ اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ دنیا نے دیکھ لیا اور اس امر کی گواہی دی کہ آپ واقعی ایک نہایت ہی بابرکت وجود اور آسمانی نور

تھے جس نے کرّہٗ ارض کو کم و بیش ۵۲ برس تک منور اور خدا کی برکتوں سے معمور کئے رکھا۔ خدائی مقدرات کے ماتحت یہ آسمانی وجود بظاہر ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو کر مولائے حقیقی سے جا ملا ہے لیکن اس کے انوار و برکات اب بھی جاری و ساری ہیں اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک جاری و ساری رہیں گے۔ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ (الانعام:۹۷)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ایک نہایت اہم پیغام

۸ نومبر ۱۹۶۵ء کی شب مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد نے ربوہ کی مسجد مبارک میں نماز عشاء پڑھائی اور پھر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا حسب ذیل پیغام پڑھ کر سنایا:۔

’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج ہمارا محبوب آقا جو رحمت کا نشان تھا، رحمت بن کر آیا۔ رحمت بن کر رہا اور عالم کے گوشے گوشے میں جس کے دورانِ خلافت میں اس کی کوشش سے رحمت للعالمین ﷺ کا جھنڈا گاڑا گیا سلامتی کا پیغام پہنچایا گیا وہ مصلح موعود خلیفہ ہم سے جدا ہو کر اپنے پیارے اللہ تعالیٰ کے حضور میں سرخرو ہو کر حاضر ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

ہمارے دل غم سے بھر گئے ہیں۔ یہ جدائی برداشت سے باہر نظر آتی ہے مگر یہ نازک وقت رونے سے بڑھ کر دعاؤں کا وقت ہے جماعت احمدیہ کے لئے یہ تیسرا زلزلہ ہے جو بوجہ کثرتِ جماعت اور قلّتِ صحابہ کے، جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چہرہ دیکھا اور صحبت اٹھائی تھی بہت بڑا ہے کیونکہ جب زمانہ گزرتا ہے الٰہی سلسلہ پھیل جاتا ہے تو بعض کمزوریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں اور اس وقت تو ہر وقت کے ناصح خلیفہ کی لمبی علالت بھی بعض غفلتوں اور کمزوریوں کو بیمار طبائع میں پیدا کرنے کی وجہ بن گئی۔

اِس وقت جبکہ آپ سب کے دل دردمند ہیں اور ایک اہم فیصلہ کا وقت ہے ہم سب کو اپنا دکھ بھول کر دعا میں لگ جانا چاہیئے اور صدقِ نیت سے اپنی کمزوریوں کا جائزہ لے کر سچا عہد خدا تعالیٰ سے کرنا چاہیئے کہ ہم اپنے قلوب کو صاف کریں گے اور نیک نمونہ احمدیت کا بننے میں کوشاں رہیں گے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش حضرت خلیفہ اول کی تمنا اور اس ہمارے تازہ زخمِ جدائی دے

جانیوالے موعود خلیفہ کی تڑپ تھی۔ پس دعا کریں اور بہت دعا کریں کہ خداتعالیٰ ہم کو پاک کرے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔ہم فتنوں سے بچیں صادق ہوں اور صادقوں کے ساتھ رہیں خلافت سے وابستہ رہیں ہمیں خدائے کریم ورحیم ایسا بننے سے بچائے کہ ہم شماتتِ اعداء کا موجب بن جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا ایک انذاری الہام ہے ''انّی مھینٌ من اراد اھانتک''[103] دریدہ دہن مخالفین کے لئے اس کا بڑی شان سے پورا ہونا آپ سب کے علم میں ہے اور بعض افراد کو ذاتی تجربہ بھی ہے کہ جو حد سے بڑھا اور آپؑ کی اہانت کی وہ ذلیل ہوا۔مگر آپ صرف یہ سوچ کر مطمئن نہ ہوں کہ یہ دشمنانِ اسلام واحمدیت کے لئے ہی تنبیہہ ہے بلکہ ڈریں اُس خدائے غالب سے جس کو ہرگز پروانہیں کہ وہ اہانت کرنے والا دشمن ظاہر کے لباس میں ہے یا اپنا ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے۔اگر آپ خدانخواستہ تقویٰ کی راہوں سے دور جا پڑے یا نفاق وفساد اختیار کیا یا اپنے قول وفعل سے کسی رنگ میں بھی ظاہر کر دیا کہ آپ وہ نہیں جو آپ کو ہونا چاہئے تھا اور آپ کے دل روحانیت سے خالی ہو رہے ہیں آپ کی زبانیں بے لگام ہو رہی ہیں۔احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے نور کا پرتَو آپ پر نمایاں پڑا ہوا نظر نہیں آ رہا اور زمانہ دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ یہ لوگ تو وہی نام نہاد مسلمان نظر آتے ہیں۔جس خصوصیت کا دعویٰ تھا وہ کہاں ہے؟ تو آپ یاد رکھیں کہ اسی ذیل میں آ جائیں گے اور اپنے آقا کی اہانت کرنے والے ٹھہریں گے۔اگر ایسا ہوا اور خدا نہ کرے کہ ہو تو ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ کہیں کے نہ رہیں گے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو دعاؤں سے نصرت طلب کرنے کی توفیق بخشے اور نیک ارادوں میں استقامت عطا فرمائے۔

اس وقت ایک بڑی چوٹ آپ کو لگی ہے۔آپ کے دل درد سے بھرے ہوئے اور نرم ہیں اس وقت سے فائدہ اٹھائیں اور تڑپ تڑپ کر اپنے مولا کو پکاریں۔وہی ہمارا حافظ وناصر ہو جائے۔ ہماری کمزوریوں کو معاف فرمائے۔ہمارے گناہوں پر ہمارا غفار وستار خدا ستاری کی چادر ڈال دے اور بخشش سے نوازے۔

اے ہمارے ازلی ابدی خدا بیڑیاں پکڑ کر آ اور ہماری خاص نصرت فرما۔اپنا دستِ رحمت پھر ہماری جانب بڑھا اور ہم کو اسے مضبوطی سے تھامے رکھنے کی توفیق بخش۔

ہمیں وہ نمونہ بنا جو ہمارے سردار ہمارے آقا چاہتے تھے۔نیکی اور تقویٰ کے بیج ہمارے دلوں اور گھروں میں ڈال دے اور ناپاکیوں، بداخلاقیوں سے پاک فرما۔اے ہمارے قادر وقدیر ومقتدر

خدا قریب و مجیب خدا سمیع و بصیر خدا ہماری دعاؤں کو سن اور ہم کو غلط قدم اٹھانے سے بچا لینا۔ یہ نازک وقت ہم پر آیا ہے دستگیری فرما راہنمائی فرما اور ہم کو مبارک فیصلہ کی توفیق بخش۔ تُو ہی بہتر جاننے والا ہے۔

ربنا اھدنا الصراط المستقیم ربنا انا نعوذبک من جھد البلاء و درک الشقاء و سوء القضاء و شماتة الاعداء.

یا اللہ مدد فرما۔ آمین مبارکہ‘‘[104]

ایک پیغام۔ آسمانی نصرت کا مجسم نشان

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا یہ پیغام خدا تعالیٰ کی آسمانی نصرت کا مجسم نشان تھا جس کا ظہور حضرت مصلح موعود کے وصال کے معاً بعد ہوا۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضور انور کے اس حادثہ جانگداز کا سب سے نمایاں اثر آپ ہی کے نازک وجود پر ہوا اور اپنے مقدس و مبارک بھائی کی نعش کو دیکھ کر سچ مچ آپ کی آنکھوں میں پورا جہان تاریک ہو گیا۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کی غیبی قوت نے اپنے فضل سے آپ کو فوری سہارا دیا آپ کی ایسی دستگیری فرمائی کہ آپ کے قلم سے نہایت مختصر وقت میں ایسی اثر انگیز تحریر نکلی جس نے لاکھوں غمزدہ دلوں کو طمانیت اور تسکین سے بھر دیا یقیناً یہ روح القدس کا کرشمہ بلکہ معجزہ تھا۔ چنانچہ آپ خود فرماتی ہیں:۔

’’جس وقت میرے محبوب بھائی سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی نے اس جہان میں آخری سانس لیا اور وہ اپنے محبوبِ حقیقی کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ ایک لمحہ کے لئے محسوس ہوا کہ میں گری جا رہی ہوں۔ دنیا میری نظروں میں اندھیر ہو گئی۔ مگر اس وقت گویا ایک دستِ رحمت نے مجھے سہارا دیا۔ میرے دل کو سنبھال لیا اور ایک غیبی طاقت نے مجھے کھڑا کر دیا۔ اندرونِ قلب سے ایک آواز نکلتی معلوم ہوئی کہ

ایسے مبارک اور مفید وجود جب دنیا سے جاتے ہیں تو یہ وقت مہجور پسماندگان کے لئے محض رونے کا وقت نہیں ہوتا۔ بلکہ خود کو سنبھالنے اور جتنی بھی طاقت اللہ تعالیٰ کسی کو بخشے دوسروں کو سنبھالنے اور دعاؤں کا وقت ہے۔

اور یہی ان کے لئے محبت کا بہترین اظہار اور ان کے احسانوں کا بدلہ ہے کہ دعا سے ان کی تمناؤں اور مقاصد کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کریں اور اس وقت کی یہ تڑپ اس ولی و رفیق و نصیر کو پکارنے میں صَرف ہونی چاہیئے تا کہ اس کا ہاتھ ہمیں سنبھال لے۔ گمراہی سے غلط قدم

اٹھانے سے بچالے ہمارا ناصر ہو جائے اور اس عاشقِ ربِّ کریم کو اس دنیا سے جنت اعلیٰ میں بشارتیں ہی ہمارا خدا پہنچاتا رہے۔

غرض مَیں نے اسی جذبہ کے ماتحت اس وقت جسدِ مبارک کے گرد کھڑے ہوئے لڑکوں کو بھی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اس وقت کی خاص اہمیت کو پیشِ نظر رکھ کر دعائیں کرنے اور اپنے فرائض کو سمجھنے اور رخصت ہونے والے پیارے کے عہد جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے موقعہ پر آپؑ کے پاس کھڑے ہو کر کئے تھے ان کی یاد دلا کر اس طرح سے ان سب کو بھی عہدِ واثق کرنے اور ہمیشہ خدماتِ دین کے لئے کمر بستہ رہنے کی تلقین کی اور کچھ بعد میں لکھ کر باہر بھی بھیجا جو مسجد میں سنایا گیا اور الفضل میں چھپ چکا ہے۔ گو ہر وقت میرا دل ڈوبا جاتا تھا۔ مگر اپنے آپ کو سنبھالے رکھا''۔[105]

عشاق کی دیوانہ وار ربوہ میں آمد

مورخہ ۷ نومبر کو تاروں، ٹیلیفون اور ریڈیو پاکستان سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تشویشناک علالت کی خبر سننے کے بعد سے ہی بیرون جات کے احباب ہوائی جہازوں، ریلوں، موٹروں اور بسوں وغیرہ کے ذریعہ بہت کثیر تعداد میں ربوہ پہنچنے شروع ہو گئے تھے۔ اور پھر ۸ نومبر کو ریڈیو پاکستان سے حضور کے وصال کی خبر نشر ہونے کے بعد سے تو باہر سے آنے والے احباب کا ایک تانتا بندھ گیا۔ ہوائی جہازوں اور ریل گاڑیوں کے علاوہ موٹروں اور بسوں وغیرہ سے اس کثرت سے احباب آ رہے تھے کہ ایک حد تک جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کی آمد کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ ایک اندازہ کے مطابق مورخہ ۸ نومبر کی سہ پہر تک بیرون جات کے پندرہ اور بیس ہزار کے درمیان احباب ربوہ پہنچ چکے تھے۔ اس کے بعد سے بھی احباب کی آمد کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ملک کے کونہ کونہ سے احباب کھنچے چلے آ رہے تھے۔ ان میں دور و نزدیک، شہر و دیہات ہر علاقہ اور ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔

پُرسوز و پُردرد دعائیں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال کے وقت جو کہ مورخہ ۸ نومبر بروز دوشنبہ صبح دو بج کر ۲۰ منٹ پر ہوا تھا۔ احباب کثیر تعداد میں احاطہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں موجود تھے اور سب غم واندوہ

کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ وصال کے معاً بعد احباب ہزاروں کی تعداد میں مسجد مبارک میں آ جمع ہوئے اور فجر تک نوافل ادا کرتے رہے۔ احباب کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ نماز فجر پڑھانے سے قبل محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے احباب سے خطاب کرتے ہوئے احباب کو بکثرت دعائیں کرنے کی تحریک کی۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کا محبوب بندہ محمود (اللہ آپ سے راضی ہو) اپنے پیارے آقا سے جاملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضور نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت اسلام کے لئے وقف رکھا۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی حضور کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف رکھیں اور دنیا میں اسلام کو سربلند کرنے کے لئے قربانیاں پیش کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ ان ایام میں ہمیں خصوصیت سے بکثرت استغفار کرنی چاہیئے اور خاص طور پر سورۂ فاتحہ کو کثرت سے پڑھنا چاہیئے۔ اُس وقت جملہ حاضرین پر خاص رقت کا عالم طاری تھا۔ نماز فجر میں رکوع کے بعد قیام اور سجدوں کے دوران بہت گریہ وزاری سے دعا کی گئی۔ ان دعاؤں کے دوران لوگوں کی چیخیں نکل نکل گئیں اور ہچکیوں اور سسکیوں کی دردناک آوازوں سے مسجد گونج اٹھی۔

غسل

نماز فجر کے معاً بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو غسل دیا گیا۔ غسل حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد، مکرم سید عبدالرزاق شاہ صاحب، مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب مربی سلسلہ مقیم کراچی، مکرم صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال اور مکرم مولوی محمد احمد صاحب جلیل نے دیا۔

مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کی روایت کے مطابق اس میں محترم سید داؤد احمد صاحب بھی شامل تھے۔

آخری زیارت کا شرف

ہزاروں کی تعداد میں احباب بیرون جات سے ربوہ پہنچ رہے تھے اور ان کی آمد کا سلسلہ ہر لمحہ جاری تھا اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ حضور کے چہرۂ مبارک کی زیارت کا موقع دینے کا انتظام اولین فرصت میں کیا جائے تا کہ سب احباب زیارت کا شرف حاصل کر سکیں اور کوئی فرد بھی ایسا نہ ہو کہ جو اپنے آقا کی آخری زیارت کے شرف سے محروم رہ جائے۔ چنانچہ ۸ نومبر کو ساڑھے سات بجے صبح سے

ہی زیارت کا سلسلہ شروع کر دیا گیا جو تمام دن اور پھر رات کو نصف شب کے بعد تک جاری رہا۔ باری باری کچھ وقت کے لئے مستورات کو زیارت کا موقع دیا گیا اور کچھ وقت کے لئے مردوں کو۔ جملہ احباب باری باری ایک قطار کی شکل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے جنازہ کے پاس سے گزر کر زیارت کا شرف حاصل کرتے رہے۔ زیارت حاصل کرنے والوں کی قطاریں قصر خلافت کے اندر سے شروع ہو کر باہر سڑک پر دور دور تک پھیلی ہوئی نظر آتی تھیں۔ کسی وقت بھی ان طویل قطاروں میں کمی نہیں آئی باہر سے آنے والے احباب ربوہ پہنچتے ہی ان قطاروں میں آ آ کر شامل ہو جاتے رہے قطاریں اس قدر طویل تھیں کہ بعض احباب کو اپنی باری کے لئے کئی کئی گھنٹے کھڑے رہ کر انتظار کرنا پڑا۔

اس موقع پر احباب کی بے تابی اور اضطراب کی حالت قابل دید تھی اور ایک نشان کا درجہ رکھتی تھی ہر شخص اس انتظار میں بے حال ہوا جا رہا تھا کہ اسے اپنے جان و دل سے عزیز محسن آقا کے چہرۂ مبارک کی آخری بار ایک جھلک نصیب ہو جائے احباب جب آخری زیارت کا شرف حاصل کر کے قصر خلافت سے باہر آتے تھے تو ان کی حالت ہی اور ہوتی تھی۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل فگار نظر آتا تھا۔ بعض احباب کی تو شدت غم سے چیخیں بھی نکل جاتیں اور بعض بچوں کی طرح روتے اور بلکتے ہوئے باہر آتے۔106

روداد اجلاس مجلس انتخاب خلافتِ احمدیہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال کے بعد قواعد مقررہ انتخابِ جانشین کے مطابق نئے خلیفہ کا انتخاب عام حالات میں ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر ہونا چاہیئے تھا۔ چنانچہ اراکین مجلس انتخاب کو اطلاع دی گئی اور اخبار الفضل میں بھی اعلان کیا گیا۔ مورخہ ۸۔۹ نومبر کی درمیانی شب بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں مجلس انتخاب خلافت کا باقاعدہ اجلاس منعقد ہوا۔

سیکرٹری مجلس مشاورت نے ضابطۂ انتخاب منظور شدہ مجلس مشاورت ۱۹۵۷ء پڑھ کر بتایا اور کارروائی اجلاس زیر صدارت حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ شروع ہوئی۔ ہر رکن مجلس انتخاب سے مقررہ حلف نامہ پر دستخط بھی لئے گئے۔ اور صدر مجلس نے زبانی طور پر بھی حلف لیا۔ حلف کے مقررہ الفاظ حسبِ ذیل ہیں:۔

’’میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اعلان کرتا ہوں کہ میں خلافت احمدیہ کا قائل ہوں اور کسی

ایسے شخص کو ووٹ نہیں دونگا جو جماعت مبایعین میں سے خارج کیا گیا ہو یا اس کا تعلق احمدیت یا خلافتِ احمدیہ کے مخالفین سے ثابت ہو''۔

پھر تلاوت قرآن مجید ہوئی جو محترم صدر مجلس کے ارشاد پر مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نے کی۔

بعدازاں حضرت صدر مجلس نے سب حاضرین سمیت دعا فرمائی اور پھر فرمایا کہ:۔

''ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آج صبح دو بجکر بیس منٹ پر اپنے حقیقی مولا سے جا ملے ہیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اب حضور کے بعد جانشینی کا سوال درپیش ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زندگی میں انتخاب خلافت کے متعلق ایک ضروری ریزولیوشن مجلس مشاورت ۱۹۵۷ء نے پاس کیا تھا جسے حضور نے منظور فرماتے ہوئے مجلس انتخابِ خلافت مقرر فرما دی تھی جس کے اراکین کی فہرست مطابق ریزولیوشن مرتب کر کے امراء جماعت احمدیہ کو بھجوا دی گئی تھی۔آپ وہ اراکین مجلس انتخاب خلافت ہیں جن کا کام اپنے حلف کے مطابق جو آپ نے ابھی اٹھایا ہے نئے خلیفہ کا انتخاب کرنا ہے۔سو اب آپ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے جو امانت انتخابِ خلیفہ کی آپ کے سپرد کی گئی ہے اسے پوری دیانت کے ساتھ ادا کریں اور اپنی رائے پیش فرمائیں''۔

اس مختصر مگر پُراثر خطاب کے بعد حضرت صاحبِ صدر نے انتخاب کرایا اور اراکین کی بہت بھاری اکثریت کی آراء کے مطابق حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سلّمہٗ ربّہٗ کے خلیفہ ثالث منتخب ہونے کا اعلان فرمایا۔

اس مرحلہ پر محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے صاحب صدر کی اجازت سے جماعتی اتحاد کی برکات اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے انتخاب میں خدائی ہاتھ کا ذکر کرتے ہوئے پُراثر مختصر تقاریر فرمائیں۔اس موقعہ پر جملہ اراکین پر آسمانی سکینت کے نزول کا ایمان افروز منظر نظر آ رہا تھا۔ہر دل اس انتخاب پر مطمئن تھا اور ہر زبان پر الحمدللہ کا کلمہ جاری تھا۔احباب نے اصرار فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ابھی ہماری بیعت قبول فرمائیں۔آپ اس وقت پچھلی صفوں پر مسجد کے شمالی جانب تشریف فرما تھے۔احباب کی درخواست پر آپ صدر مجلس، سیکرٹری مشاورت اور محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سلّمہٗ ربّہٗ اور محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلّمہٗ ربّہٗ کی معیت میں مسجد مبارک کے محراب میں تشریف لائے وہ

عجیب سماں اور نہایت پُر کیف نظارہ تھا۔اپنے پیارے امام سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی کی جدائی کے احساس سے دل زخمی تھے۔آنکھوں سے آنسو جاری تھے مگر جماعتی اتفاق و اتحاد اور مومنوں کے قلوب کی اس یگانگت کو دیکھ کر کہ سب کے سب رکن منتخب خلیفہ کی بیعت کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔نفوس میں اطمینان پیدا تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے نزول فرما رہے ہیں۔اب نہ کوئی اختلاف رائے تھا اور نہ کسی قسم کی کشمکش تھی۔

بیعت لینے سے پہلے منتخب خلیفہ کے لئے قواعد مقررہ کے مطابق ضروری تھا کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے تجویز فرمودہ الفاظ ذیل میں قسم کھائے کہ:۔

’’میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں خلافت احمدیہ پر ایمان لاتا ہوں اور میں ان لوگوں کو جو خلافت احمدیہ کے خلاف ہیں باطل پر سمجھتا ہوں اور میں خلافت احمدیہ کو قیامت تک جاری رکھنے کے لئے پوری کوشش کروں گا اور اسلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے انتہائی کوشش کرتا رہوں گا اور میں ہر غریب اور امیر احمدی کے حقوق کا خیال رکھوں گا اور قرآن شریف اور حدیث کے علوم کی ترویج کے لئے جماعت کے مردوں اور عورتوں میں ذاتی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی کوشاں رہوں گا‘‘۔

چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے کھڑے ہو کر تشہد اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد رقّت بھرے الفاظ میں اس عہد کو دہرایا۔عہد دہرانے کے بعد حضور نے فرمایا کہ:۔

> ’’یہ ایک عہد ہے جو صمیمِ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر یہ یقین رکھتے ہوئے کہ وہ عالم الغیب ہے۔میں نے آپ لوگوں کے سامنے دہرایا ہے۔میں حتی الوسع تبلیغِ اسلام کے لئے کوشش کرتا رہوں گا۔اور آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا سلوک کروں گا۔چونکہ آپ نے مجھ پر ایک بھاری ذمہ داری ڈالی ہے اس لئے میں آپ سے امید رکھتا ہوں کہ آپ بھی اپنی دعاؤں اور مشوروں سے میری مدد کرتے رہیں گے کہ خدا تعالیٰ میرے جیسے حقیر اور عاجز انسان سے وہ کام لے جو احمدیت کی تبلیغ،اسلام کی اشاعت اور توحید الٰہی کے قیام کے لئے ضروری ہے۔اور اپنی رحمت فرماتے ہوئے میرے دل پر آسمانی نور نازل فرمائے اور مجھے وہ کچھ سکھائے جو انسان خود نہیں سیکھ سکتا۔

میں بڑا ہی کم علم ہوں، نااہل ہوں، مجھ میں کوئی طاقت نہیں، کوئی علم نہیں۔ جب میرا نام تجویز کیا گیا تو میں لرز اٹھا اور میں نے دل میں کہا کہ میری کیا حیثیت ہے پھر ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ ہمارے پیارے امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں اپنی بہت سی نعمتوں اور برکتوں سے نوازا تھا فرمایا ہے ۔

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

جب ہمارے پیارے امام نے ان الفاظ میں اپنے خدا کو مخاطب فرمایا ہے اور اس کے حضور اپنے آپ کو ''کِرمِ خاکی'' قرار دیا ہے تو میں تو اس اپنے آپ کو ''کِرمِ خاکی'' کہنے والے سے کوئی بھی نسبت نہیں رکھتا۔

لیکن ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ میں بے شک ناچیز ہوں اور ایک بے قیمت مٹی کی حیثیت رکھتا ہوں لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ مٹی کو بھی نور بخش سکتا ہے اور اس مٹی میں بھی وہ طاقتیں اور قوتیں بھر سکتا ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتیں وہ اس مٹی میں ایسی چمک دمک پیدا کر سکتا ہے جو سونے اور ہیروں میں نہ ہو۔

غرضیکہ میرے پاس ایسے الفاظ نہیں جن سے میں اپنی کمزوریوں کو بیان کر سکوں۔ اس لئے آپ دعاؤں سے میری مدد کریں۔ جہاں تک ہو سکے گا میں آپ میں سے ہر ایک کی بھلائی کی کوشش کروں گا۔ اختلاف تو ہم میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اختلاف کو انشقاق اور تفرقہ اور جماعت میں انتشار کا موجب نہیں بنانا چاہیئے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات کے وقت اور بعد میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ہر فرد نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم جماعت میں تفرقہ پیدا نہیں ہونے دیں گے اور اس کے لئے جو قربانی ہمیں دینی پڑے ہم دیں گے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ ہم اپنے مفاد کی خاطر جماعت کے مفاد کو قربان کر دیں بلکہ بہرصورت ہم جماعت کے مفاد کو مقدم کریں گے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی کامیابی عطا فرمائی اور جو کام خدا تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا تھا انہوں نے پوری طرح نبھایا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ

ہم اس کو ترقی دیں اور اس میں کمزوری نہ آنے دیں۔

اس بارے میں کل ایک دوست نے مجھ سے بات کرنا چاہی تو میں نے کہا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے خاندان میں کوئی فرد اپنے مفاد کے لئے جماعت کے مفاد کو قربان نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا ہر فرد خدا کا ہے مسیح موعود کا ہے جماعت کا ہے۔ ہماری طرف سے کوئی کمزوری اور فتنہ نہ ہوگا۔

پس اب خدا تعالیٰ نے جو یہ ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈالی ہے اور اس کام کے لئے آپ نے مجھے منتخب کیا ہے۔ میں بہت کمزور انسان ہوں۔ اس لیے آپ کا فرض ہے کہ آپ دعاؤں سے میری مدد کریں کہ خدائے تعالیٰ مجھے توفیق بخشے کہ میں اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کر سکوں اور خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام میں کوئی روک پیدا نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کام ترقی کرتا چلا جائے حتیٰ کہ دنیا کے تمام ادیانِ باطلہ پر غالب آ جائے۔

آپ مجھے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ پائیں گے کیونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ہماری اسی طرح تربیت کی ہے۔ میں چھوٹا تھا اور اب اس عمر کو پہنچا ہوں ہم نے یہی محسوس کیا کہ حضور کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ میرے بچے دنیا کے لئے خیر کا منبع ہوں کسی کو ان سے تکلیف نہ پہنچے۔ اسی خواہش کا حضور نے اپنے ایک شعر میں یوں اظہار فرمایا ہے ؏ الٰہی خیر ہی دیکھیں نگاہیں

پھر مجھے جو ماں ملی (یعنی حضرت اماں جان) جس نے میری تربیت کی ویسی ازواج مطہرات کے بعد ماں کسی کو نہیں ملی۔ یعنی حضرت اماں جان۔ وہ ایسی تربیت کرتی تھیں کہ دنیا کا کوئی ماہر نفسیات ایسی تربیت نہیں کر سکتا۔‘‘

فرمایا۔’’مجھے یاد ہے کہ ایک دو یتیم بچوں (بہن بھائی) کو حضرت اماں جان نے پالا تھا آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے نہلایا دھلایا اور ان کی جوئیں خود نکالیں۔ مجھے وہ کمرہ بھی یاد ہے جہاں دستر خوان بچھا تھا اور جس پر حضرت اماں جان نے اپنے ساتھ ان بچوں کو کھانے کے لئے بٹھایا۔ لیکن معلوم نہیں مجھے اس وقت کیا سوجھی کہ مَیں ان کے ساتھ نہ بیٹھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دن مجھے حضرت اماں جان نے

کھانا نہیں دیا۔ یہاں تک کہ شام کو میں نے خود مانگ کر کھانا کھایا۔
اس میں ایک سبق تھا کہ جس کو دنیا یتیم کہتی ہے مسکین کہتی ہے۔خدائے تعالیٰ کے بندے سمجھتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی حفاظت کریں اوران کے نگران بنیں‘‘۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے عہد دہرانے اور دردمندانہ خطاب فرمانے کے بعد تمام اراکین نے بیعت کی اور کسی ایک فرد نے بھی تامل نہیں کیا۔ الفاظ بیعت کے ہر جملہ دہرانے پر درد وکرب کے ساتھ ساتھ دلوں پر سکینت نازل ہورہی تھی ایک یقین اور قربانی کا جذبہ ابھر رہا تھا۔ دل دھل کر پاک و صاف ہورہے تھے اور خدا کی جماعت بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصّف:۵) کا نظارہ پیش کررہی تھی۔ اس موقعہ پر مجلس انتخاب کے ۲۰۶/اراکین حاضر تھے باقی ۳۵/اراکین پاکستان سے باہر ہونے کے باعث اور بعض بیمار و معذور ہونے کے باعث اجلاس میں ظاہری طور پر شامل نہیں ہو سکے۔

یہ ساری کارروائی ساڑھے دس بجے شب تک ختم ہوگئی۔ مسجد مبارک کے باہر ہزارہا احمدی ماہیٔ بے آب کی طرح منتظر تھے۔ ان کا اصرار تھا کہ ان کو بھی بیعت کرنے کا ابھی موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ حضور کی اجازت سے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا گیا۔ مسجد کھچا کھچ بھر گئی اور جملہ حاضرین نے پگڑیوں وغیرہ کو پکڑ کر الفاظِ بیعت دہرا کر خلیفۂ وقت کی بیعت کی۔ پھر ایک لمبی اور پُرسوز دعا ہوئی اور مصافحہ وملاقات کے بعد جملہ احباب مسجد سے روانہ ہوئے۔ ہر احمدی کا دل زخمی تھا مگر اس کے باوجود اس کی روح اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر سجدہ ریز تھی کہ اس نے محض اپنے فضل سے جماعت کو کامل اتحاد اور مکمل یکجہتی کی نعمت سے نوازا ہے اور دشمنانِ سلسلہ کی جھوٹی خوشیوں اور توقعات کو پامال کر دیا ہے۔
فللّٰہ الحمد ربّ السمٰوات ورب الارض و رب العالمین۔ [107]

خلافت ثالثہ کا قیام اور جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلانِ عام

مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری وسیکرٹری مجلس مشاورت کی طرف سے الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء کے صفحہ اول پر نہایت جلی قلم سے حسب ذیل اعلان شائع کیا گیا:۔

’’بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم
وَ عَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْد

خلیفۃ المسیح الثالث کا انتخاب

تمام احبابِ جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آج مورخہ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء بعد نماز عشاء مسجد مبارک ربوہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی مقرر کردہ مجلس انتخابِ خلافت کا اجلاس بصدارت جناب مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ منعقد ہوا جس میں حسب قواعد ہر ممبر نے خلافت سے وابستگی کا حلف اٹھایا اور اس کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سلّمہٗ ربّہٗ کو آئندہ کیلئے خلیفۃ المسیح منتخب کیا۔ اراکین مجلس انتخاب نے اُسی وقت آپ کی بیعت کی جس کے بعد آپ نے خطاب فرمایا اور پھر تمام موجود احباب نے جن کی تعداد اندازاً پانچ ہزار تھی رات کے ساڑھے دس بجے آپ کی بیعت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کو منظور فرما کر نہایت بابرکت فرمائے۔ اس طرح ہم ایک دفعہ پھر ایک نازک دور میں سے گزر کر الوصیت کی پیشگوئی کے مطابق ایک ہاتھ پر جمع ہو گئے ہیں۔ والحمدللہ

سیکرٹری مجلس مشاورت''

جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے کا منظر

خلافتِ ثالثہ کے قیام کے اگلے روز ۹ نومبر ۱۹۶۵ء کو حضرت صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث نے بہشتی مقبرہ ربوہ کے وسیع احاطہ میں حضرت مصلح موعود کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں ربوہ اور پاکستان کے طول وعرض سے قریباً پچاس ہزار احباب نے شرکت کی جس کے بعد غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے ہزارہا قلوب، غمناک واشکبار آنکھوں اور عاجزانہ و دردمندانہ دعاؤں کے درمیان خدا کے اس مقدس اور موعود خلیفہ کا جسد اطہر سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس کی خبر دیتے ہوئے اخبار الفضل نے تحریر کیا کہ:۔

''ربوہ ۱۰ نومبر۔ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کا جسدِ اطہر کل مورخہ ۹ نومبر ۱۹۶۵ء بروز سہ شنبہ ساڑھے چھ بجے شام غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے ہزارہا قلوب، غمناک واشکبار آنکھوں، سوز وگداز سے معمور عاجزانہ ودردمندانہ دعاؤں کے درمیان بہشتی مقبرہ میں حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا کے مزار اقدس کی چاردیواری کے اندر سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس طرح وہ نہایت ہی مقدس ومطہر اور سراپا خیر وبرکت وجود جس کی ولادت باسعادت، خدمتِ اسلام کے محیر العقول کارناموں سے معمور زندگی اور خدائی مقدرات کے ماتحت جس کا وصال اَن گنت اور مہتم بالشان خدائی نشانوں کا مظہر تھا، ستتر سال تک جس نے دنیا کو بے شمار فیوض وبرکات سے نوازا،

جوعلم و معرفت کا ایک بحرِ زخّار تھا جو علوم ظاہری و باطنی کا مخزن و معدن تھا۔ جو قدرت اور رحمت اور قربت اور فضل اور احسان کا نشان تھا۔ جسے خدا نے اپنے الہام خاص میں فتح وظفر کی کلید قرار دیا اور فی الواقعہ جس نے اسلام کو دنیا بھر میں فتح یاب کر دکھایا۔ جو ستتر سال تک تشنگانِ روحانیت کو سیراب کرتا اور ان کے دل و دماغ پر بڑی شان اور محبت و شفقت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ جس نے دنیا میں شرق سے لے کر غرب تک ایک عظیم الشان روحانی انقلاب برپا کر دکھایا۔ منشائے خداوندی اور تقدیرِ الٰہی کے ماتحت اس جہانِ فانی سے ہمیشہ ہمیش کے لئے روپوش ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نماز جنازہ سہ پہر کے وقت ۴ بجکر ۴۰ منٹ پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث نے بہشتی مقبرہ کے وسیع و طویل احاطہ میں پڑھائی جس میں ربوہ کے مقامی احباب سمیت ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے قریباً ۵۰ ہزار مومنوں نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ شمعِ احمدیت کے یہ پروانے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال کی خبر سن کر کمال درجہ غم و اندوہ، اور بے تابی کے عالم میں اپنے جان و دل سے بڑھ کر عزیز آقا اور نہایت ہی مشفق و محسن اور عظیم روحانی باپ کے آخری دیدار کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے ملک کے کونہ کونہ سے دیوانہ وار کھنچے چلے آئے تھے۔ ان کی آمد کا سلسلہ نماز جنازہ شروع ہونے تک مسلسل جاری رہا۔

ہونٹوں پہ آہ سرد جبینوں پہ غم کی دھول
آنکھوں میں سیل اشک چھپائے ہوئے چلا

دن ڈھل چلا تو درد نصیبوں کا قافلہ
کاندھوں پہ آفتاب اٹھائے ہوئے چلا

آخری زیارت کا سلسلہ جو مورخہ ۸ نومبر بروز دوشنبہ صبح ساڑھے سات بجے شروع ہوا تھا مورخہ ۹ نومبر کو اڑھائی بجے بعد دوپہر جنازہ اٹھانے کے وقت تک مسلسل ۳۱ گھنٹے جاری رہا کیونکہ آخر وقت تک احباب ریل گاڑیوں، موٹروں اور بسوں کے ذریعہ برابر ربوہ پہنچ رہے تھے۔ آخر جنازہ اٹھانے کے مقررہ وقت یعنی ۲:۳۰ بجے بعد دوپہر آخری زیارت کے سلسلہ کو مجبوراً بند کرنا پڑا اور آخری وقت میں پہنچنے والے بہت سے احباب کو آخری زیارت کے شرف سے محروم رہنا پڑا۔ اس موقعہ پر محرومِ دیدار احباب کی بے تابی اور اضطراب کی حالت قابل دید تھی وہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے اور ڈیوٹی پر مقرر افراد کی منتیں کرتے بے حال ہوئے جا رہے تھے کہ انہیں اپنے جان و دل سے عزیز آقا

کے پُرنور اور مبارک چہرہ کی آخری بار ایک جھلک نصیب ہو جائے۔ ایسے احباب کو سمجھانے اور تسلی دینے میں کچھ وقت لگا اور جنازہ قصرِ خلافت سے (ظہر اور عصر کی باجماعت نمازوں کے بعد جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسجد مبارک میں اکٹھی پڑھائیں) ۲:۳۰ کی بجائے پونے تین بجے سہ پہر اٹھایا گیا۔ قصرِ خلافت کے اندر سے جنازہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے اور چارپائی پر رکھا۔ جس کے ساتھ بہت لمبے لمبے بانس لگے ہوئے تھے تاکہ ہزاروں ہزار احباب بآسانی کندھا دینے کا شرف حاصل کر سکیں۔ جنازہ کے قصرِ خلافت کے اندر سے باہر آنے کے بعد احاطہ قصرِ خلافت میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کے علاوہ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید انجمن احمدیہ کے ناظر و وکلاء صاحبان اور ہر دو انجمنوں کے دیگر ارکان، افسرانِ صیغہ جات، مبلغین سلسلہ، ممبران انجمن احمدیہ وقف جدید، امرائے اضلاع، مجالس عاملہ انصار اللہ و خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے اراکین اور غیر ملکی طلباء نے جنازہ کو کندھا دینے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی قصرِ خلافت کے احاطہ میں تمام وقت جنازہ کو کندھا دیا۔ جنازہ قصرِ خلافت کے غربی دروازہ سے محلّہ دارالصدر غربی کی کوٹھیوں کی جانب سے باہر سڑک پر لایا گیا اور پھر نصرت گرلز ہائی سکول سے ملحق ٹیوب ویل والی سڑک پر پہنچا وہاں سے سیدھا دفاتر صدر انجمن اور تحریک کی درمیانی سڑک پر سے ہو کر بائیں جانب گول بازار میں سے گزرا اور فضل عمر ہسپتال کی بڑی سڑک پر سے ہوتا ہوا بہشتی مقبرہ پہنچا۔ نصف میل کے اس راستہ کو چار بلاکوں (صدر بلاک، رحمت بلاک، برکات بلاک اور یمن بلاک) میں تقسیم کر کے سڑک کے دونوں طرف احباب کو جماعت وار کھڑا کیا گیا تھا اور یہ تمام راستہ قطار وار کھڑے ہوئے انسانوں سے پٹا پڑا تھا۔ جنازہ کے آگے آگے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد تھے۔ دورویہ کھڑے ہوئے احباب اس حال میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے بلند آواز سے درود شریف پڑھتے جاتے تھے۔ اور جوں جوں جنازہ آگے بڑھتا جاتا تھا دورویہ کھڑے ہوئے احباب ایک خاص نظام اور ترتیب کے ماتحت جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کرتے جاتے تھے۔ لوگوں کی بے پناہ کثرت اور ان کی وارفتگی کے باعث جنازہ کو بار بار روک کر اور ترتیب بحال کر کے آگے بڑھنا پڑتا تھا اس طرح نصف میل کا یہ فاصلہ پونے دو گھنٹوں میں طے ہوا۔ اس عرصہ میں ہزاروں ہزار افراد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں لاکھ مرتبہ درود بھیجا اور مسلسل پونے دو گھنٹے

تک ربوہ کی فضا درود کی آوازوں سے گونجتی رہی۔

نمازِ جنازہ اور ایک عہد کی تجدید

جنازہ کے بہشتی مقبرہ پہنچنے پر مقبرہ کے وسیع وعریض احاطہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نمازِ جنازہ پڑھائی جس میں ربوہ کے مقامی احباب سمیت ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے قریباً پچاس ہزار افراد نے شرکت کی۔صرف مردوں کی ہی لمبی لمبی ۷۷ صفیں بنیں۔مستورات جو بہت کثیر تعداد میں بیرون جات سے ربوہ آئی تھیں۔نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئیں البتہ انہوں نے اپنے آقا کے چہرۂ مبارک کی آخری زیارت کا شرف حاصل کیا۔

صفوں کی ترتیب کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نماز جنازہ پڑھانے سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے جنازہ کے سامنے قبلہ رخ کھڑے ہو کر لاؤڈ سپیکر پر احباب جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

”میں چاہتا ہوں کہ نماز جنازہ ادا کرنے سے قبل ہم سب مل کر اپنے ربّ رؤوف کو گواہ بنا کر اس مقدس مونہہ کی خاطر جو چند گھڑیوں میں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہونے والا ہے اپنے ایک عہد کی تجدید کریں اور وہ عہد یہ ہے کہ ہم دین اور دین کے مصالح کو دنیا اور اس کے سب سامانوں اور اس کی ثروت اور وجاہت پر ہر حال میں مقدم رکھیں گے اور دنیا میں دین کی سربلندی کے لئے مقدور بھر کوشش کرتے رہیں گے۔اس موقع پر ہم اپنے ایک اور عہد کی تجدید بھی کرتے ہیں۔اگرچہ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں یہ بہشتی مقبرہ قادیان کے بہشتی مقبرہ کے ظل کی حیثیت سے ان تمام برکات کا حامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس بہشتی مقبرہ کے ساتھ وابستہ کی ہیں لیکن حضرت اماں جان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ اولاد جو پنجتن کہلاتی ہے اور ان میں سے جو وفات یافتہ یہاں مدفون ہیں اور خاندان کے دوسرے وفات یافتہ افراد بھی جن کا مدفن اس مقبرہ میں ہے ہم ان کے تابوتوں کو مقدر وقت آنے پر قادیان واپس لے جائیں گے اور ان تمام امانتوں کو جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہوئے اولین وقت میں ان جگہوں پر پہنچا دیں گے جن کی طرف وہ حقیقی طور پر اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے اور جہاں انہیں پہنچانا ضروری ہے اور جس کا ہم نے عہد کیا ہوا ہے“۔

اس عہد کی تجدید کے وقت صفوں میں کھڑے ہوئے احباب پر ایسا رقّت اور سوز و گداز کا عالم طاری ہوا کہ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور انشاء اللہ انشاء اللہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ درد و سوز اور رقت کے عالم میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۴ بجکر ۴۰ منٹ پر نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں تکبیر تحریمہ سمیت چھ تکبیریں تھیں نماز کے دوران سوز و گداز کی حالت میں بعض احباب کی چیخیں نکل گئیں اور فضا ہچکیوں اور سسکیوں کی دردناک آواز سے گونج اٹھی۔

بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین

نماز کے بعد ۴ بجکر ۴۵ منٹ پر جنازہ حضرت اماں جان نوّر اللہ مرقدہا کے مزار اقدس کی چار دیواری کے اندر لے جایا گیا۔ چار دیواری کا احاطہ محدود ہونے کے باعث خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کے علاوہ صرف ان احباب کو ہی جنہوں نے قصر خلافت کے احاطہ میں جنازہ کو کندھا دیا تھا جنازہ کے ہمراہ چار دیواری کے اندر جانے کی اجازت دی گئی۔ باقی ہزاروں ہزار افراد چار دیواری سے باہر بہشتی مقبرہ کے احاطہ میں دعائیں کرتے اور درود شریف پڑھتے رہے۔

تابوت کو قبر کے اندر اتارنے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دیگر فرزندان اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر افراد اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے علی الخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے دیرینہ طبّی خادم حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے بھی حصہ لیا۔ بعد ازاں چار دیواری کے اندر موجود افراد نے لحد کو مٹی دی جس کے بعد شام کو ۶ بجکر ۳۵ منٹ پر تدفین مکمل ہوئی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے جسدِ اطہر کو حضرت اماں جان نوّر اللہ مرقدہا کے مزار اقدس کے پہلو میں جانب شرق دفن کیا گیا ہے۔

قبر تیار ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک پُرسوز رقت آمیز دعا کرائی۔ یہ دعا بھی درد و سوز اور تضرّع ابتہال کے لحاظ سے ایک خاص شان کی حامل تھی۔ (اس کے بعد) ہزاروں ہزار سوگوار احباب ۶ بجکر ۴۰ منٹ پر بہشتی مقبرہ سے واپس ہوئے''۔ 108

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے مؤقر جریدہ ''صدق جدید'' لکھنؤ میں ''ایک تجدید عہد'' کے زیر عنوان حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے نماز جنازہ سے قبل تجدید عہد کئے جانے کے واقعہ کو بیان کیا اور پھر یہ عہد شائع کرنے کے بعد اپنے قارئین سے ایک سوال کیا ہے جو یہ تھا کہ:۔

''یہ تقریر جماعت احمدیہ (قادیانی) کے نئے امام نے سابق امام کے جنازے کے سامنے لاؤڈ سپیکر پر کی۔اس بحث میں نہ الجھئے کہ عہد لینے والا کون تھا اور اس کے عقیدے کیا ہیں اور کیا نہیں۔ نظر صرف اس پر جمایئے کہ خود یہ عہد کیسا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس سے کوئی سبق ملتا ہے یا نہیں؟'' 109

قادیان دارالامان میں اندوہناک خبر کی اطلاع اور نماز جنازہ

۸ نومبر کی صبح قادیان دارالامان میں حضرت مصلح موعود کے وصال مبارک کی خبر سنتے ہی مقامی طور پر قادیان کے احمدیہ محلّہ میں غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔اشکبار آنکھوں اور غمگین دلوں اور لڑکھڑاتے قدموں سے سبھی اہالیان احمدیہ محلّہ دارالمسیح میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے شروع ہو گئے۔کچھ دیر بعد احباب جماعت کثیر تعداد میں مسجد مبارک میں جمع ہوئے۔اس جانکاہ صدمہ کے سبب سبھی بے حال ہوئے جا رہے تھے۔محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آگے بڑھے اور محراب میں کھڑے ہو کر بڑے ہی مؤثر اور دلنشیں انداز میں اس صدمہ عظیمہ پر احبابِ جماعت کو اسلامی صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھانے اور غیر معمولی دعاؤں پر زیادہ زور دینے اور کثرت سے استغفار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

رقّت سے پُر بھرّائی ہوئی آواز میں آپ نے حاضر الوقت احباب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا یہ وقت ہر انسان پر آنا ضروری ہے۔آپ میں سے ہر شخص اپنے اُس گہرے روحانی تعلق کی وجہ سے اس صدمہ کی وجہ سے اندوہگیں ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور نے اپنے ۵۱ سالہ دورِ خلافت میں جس طرح جماعت کے سروں پر ایک مشفق باپ کی طرح اپنا مبارک ہاتھ رکھا۔اور ہر موقعہ پر جماعت کی بہترین رہنمائی فرمائی۔وہ ایک کھلی کتاب ہے۔آپ نے فرمایا جماعت کے ہر فرد کو حضور انور سے جو والہانہ عقیدت اور سچی محبت تھی وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔مجھے اس کا احساس ہے۔اور حضور کے ساتھ احبابِ جماعت کا یہ گہرا روحانی تعلق ہی ہے کہ اب حضور کے مقدس وجود کو اپنے اندر نہ پا کر اور حضور کی جدائی سب پر شاق گزرتی ہے۔

آپ نے فرمایا اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اپنے سروں سے حضور کے بابرکت سایہ کے اٹھ جانے سے آج ہم اپنے تئیں گویا یتیم محسوس کرتے ہیں لیکن برگزیدہ اور باخدا روحانی جماعت کے افراد ہونے کی وجہ سے ہمارے دل اس یقین سے معمور ہونے چاہئیں کہ ہمارا زندہ خدا ہمیں ہمیشہ

کے لئے یتیم نہیں رہنے دے گا۔ وہ اپنی خاص حکمتوں کے تحت ایسے افراد کو کھڑا کرتا چلا جائے گا جو جماعت کی صحیح قیادت کرتے چلے جائیں۔اس لئے احباب جماعت کو سب سے پہلے تو اس صدمہ عظیمہ کو اعلیٰ درجہ کے اسلامی صبر کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے ۔بوجہ تقاضا فطرت بےشک اس وقت ہماری آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔اور دل نہایت درجہ غمگین ہیں لیکن ہماری زبانوں پر کوئی ایسی بات یا کلمہ نہیں آنا چاہیئے جو اسلامی تعلیمات اور احمدیت کی روایات کے خلاف ہو اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے منافی ہو۔

آپ نے فرمایا دوسرے نمبر پر اس وقت ہمیں بہت زیادہ استغفار کرنا چاہیئے ۔اور خاص دعاؤں میں لگ جانا چاہیئے ۔کہ اللہ تعالیٰ جماعت کی خاص راہنمائی فرمائے۔اور جماعت کی صحیح قیادت کے سامان فرمائے۔

آپ نے فرمایا اس وقت جماعت پر نئے خلیفہ کے انتخاب کی ایک بھاری اور نازک اہم ذمہ داری آن پڑی ہے۔دوست دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انتخاب میں حصہ لینے والوں کی اپنے فضل سے خود راہنمائی فرمائے اور اس شخص کو سامنے لائے جو اس کی نظر میں موزوں اور اس اہم ذمہ داری کے قابل ہو۔اور یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور جماعت کی وحدت کو قائم رکھے۔

محترم صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے بعد حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے بھی اسی طرح کے جذبات کا اظہار فرمایا۔ بعدۂ ایک پُرسوز اجتماعی دعا کی گئی جس میں مردوں کے علاوہ مستورات اور بچوں نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔مستورات مسجد مبارک کے شمالی طرف بیت الفکر اور دالان حضرت اماں جان میں جمع تھیں۔

نظارت علیا کی طرف سے ملک کی بڑی بڑی جماعتوں کو بذریعہ تار اس اندوہناک خبر سے آگاہ کیا گیا۔ بعد نماز عصر مسجد مبارک میں حضور کی نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔[110]

ریڈیو پاکستان سے وفات، نمازِ جنازہ اور تدفین کی اطلاعات

ریڈیو پاکستان نے ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو اپنے مختلف نیوز بلیٹنوں میں چار مرتبہ حضرت مصلح موعود کی وفات کی اطلاع نشر کی اور اگلے روز نماز جنازہ اور تدفین کی بھی خبر نشر کی گئی۔[111]

اہم شخصیات کے تعزیتی پیغامات

حضرت مصلح موعود کے وصال پر نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کی اہم شخصیات نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کے نام دلی ہمدردی اور تعزیت کے برقی یا تحریری پیغامات ارسال کئے جن میں سے چند بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کا پیغامِ تعزیت

Mirza Nasir Ahmad Sahib Rabwah

I am grieved to learn of sad demise of Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad. May his soul rest in peace and God grant you and members of your family and his followers courage to bear this loss.

Mohammad Ayub Khan

ترجمہ: مرزا ناصر احمد صاحب ربوہ

مجھے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی افسوسناک وفات کی خبر سن کر سخت صدمہ پہنچا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی روح پر سکینت نازل فرمائے اور آپ کو اور آپ کے افرادِ خاندان کو اور مرزا صاحب مرحوم کے متبعین کو اس نقصان کے برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کرے۔

محمد ایوب خان (صدر پاکستان)

جناب ملک امیر محمد خاں گورنر مغربی پاکستان کا پیغامِ تعزیت

Mirza Nasir Ahmad Rabwah

Deeply grieved to learn of sad (demise) news of your revered father Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad. Please accept yourself and convey to other members of family and Ahmadia Community my heartfelt condolences and sympathies in this great loss. May the departed soul rest in peace.

Malik Amir Mohammad Khan

Governer West Pakistan

ترجمہ: مرزا ناصر احمد۔ ربوہ

آپ کے واجب الاحترام والد مرزا بشیر الدین محمود احمد کی افسوسناک وفات کی خبر سے مجھے شدید صدمہ ہوا۔ براہ کرم اس صدمۂ عظیم پر میری طرف سے دلی تعزیت اور ہمدردی قبول فرمائیں اور تعزیت اور ہمدردی کا یہ پیغام دوسرے افرادِ خاندان اور جماعت احمدیہ تک بھی پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح پر سکینت نازل فرمائے۔

ملک امیر محمد خاں

گورنر مغربی پاکستان [112]

صدر لائبیریا ولیم وی ایس ٹب مین کا تعزیتی مکتوب

صدر لائبیریا نے انچارج لائبیریا مشن مبارک احمد صاحب ساقی کو حسب ذیل تعزیتی مکتوب لکھا:۔

''جناب ساقی صاحب!

میں نے ابھی ابھی حضرت محمود احمد صاحب جماعت احمدیہ کے سربراہ کی وفات کے متعلق پڑھا۔ میں جماعت احمدیہ لائبیریا کو دلی تعزیت پیش کرتا ہوں اور ان کے روحانی سربراہ کی وفات پر گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ مہربانی کر کے میرے ان جذبات کو اپنے مرکز تک بھی پہنچا دیں۔

آپ کا مخلص

ولیم وی۔ ایس ٹب مین

(صدر مملکت لائبیریا۔ مغربی افریقہ)

(حضور کے وصال کی خبر ریڈیو لائبیریا پر تین بار ٹیلیویژن پر دو بار نشر کی گئی اور لائبیریا کے تمام روزناموں میں یہ خبر اشاعت پذیر ہوئی۔)[113]

پاکستانی اخبارات میں سانحہ ارتحال اور جلیل القدر خدمات کا تذکرہ

پاکستانی اخبارات نے سیدنا حضرت مصلح موعود کی رحلت کی خبر نمایاں طور پر شائع کی۔ علاوہ ازیں تصاویر دے کر حضور کی گراں بہا دینی، قومی اور ملکی خدمات بالخصوص تحریک آزادی کشمیر اور قیام واستحکام پاکستان میں حضور کی زریں مساعی کا پوری فراخدلی سے تذکرہ کیا جیسا کہ درج ذیل تفصیل سے معلوم ہوگا۔

☆ اخبار ”دی لیڈر“ کراچی ۸ نومبر ۱۹۶۵ء

THE LEADER

MONDAY, NOVEMBER 8, 1965

"Mirza Bashiruddin Passes Away

LAHORE Nov, 8: Mirza Bashiruddin, spiritual leader of the Ahmadi Community, died in Rabwah this morning, reports reaching here said.

He was seriously ill for the last three weeks - PPA"

مرزا بشیرالدین صاحب وفات پاگئے

لاہور۔ ۸ نومبر۔ موصولہ رپورٹس کے مطابق مرزا بشیر الدین صاحب، احمدیہ جماعت کے روحانی پیشوا، آج صبح ربوہ میں وفات پاگئے۔

آپ گذشتہ تین ہفتوں سے شدید بیمار تھے۔ پی پی اے

☆ روزنامہ ڈان ۹ نومبر ۱۹۶۵ء

Tuesday, November 9, 1965 **DAWN**

"Head of Ahmadiyya community dies

RABWAH. Nov 8: Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad, Head of the Ahmadiyya community, passed away here at 12:15 a.m. today after a protracted illness. He was 77.

Members of the Ahmadiyya community are pouring in from all parts of Pakistan and from many foreign countries to pay their last homage to their departed leader.

The body will be laid to rest tomorrow after the new chief has (been) named by the electoral college meeting here for the purpose."

ربوہ۔ ۸ نومبر۔ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ آج صبح سوا بارہ بجے ایک

لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے۔آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔
جماعت احمدیہ کے افراد پاکستان کے تمام حصوں اور متعدد بیرونی ممالک سے ربوہ پہنچ رہے ہیں تاکہ اپنے امام کو آخری خراج عقیدت پیش کر سکیں۔آپ کو کل نئے خلیفہ کے انتخاب کے بعد دفن کیا جائے گا اور خلیفہ کے انتخاب کے لئے انتخاب خلافت کمیٹی کا اجلاس ہو رہا ہے۔

☆ مارننگ نیوز کراچی ۹ نومبر ۱۹۶۵ء

Tuesday, November 9, 1965. Rajab 14, 1385.

Ahmadiyya Chief Passes Away

RABWAH, Nov. 8: Mirza Bashiruddin Mahmood Ahmad, head of the Ahmadiyya sect passed away here early this morning after a protracted illness He was 77.

Members of the Ahmadiyya community are pouring in from all parts of Pakistan and from many foreign countries to pay their last homage to their departed leader.

The body will be laid to rest tomorrow after the new Chief (has been) named by the electoral college meeting here for the purpose.

AYUB'S MESSAGE

President Mohammad Ayub Khan in a condolence message to Mirza Nasir Ahmad has said: "I am grieved to learn of the sad demise of Mirza Bashiruddin Mahmud Ahmad. May his soul rest in peace and God grant you and members of your family and his followers courage to bear this loss".

Late Mirza Bashiruddin Mahmud Ahmad was born at Qadian (India), the pre-independence headquarters of the Ahmadiyya movement in Januray 1889. He has left behind 13

sons and 9 daughters besides over 3 million followers and a network of missions all over the world according to a Press release of the Ahmadiyya Jamaat here.[114]

ترجمہ: جماعت احمدیہ کے سربراہ وفات پا گئے

’’ربوہ ۸ نومبر: احمدیہ فرقہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد آج صبح یہاں لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے۔آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔

احمدیہ فرقہ کے ارکان پاکستان کے ہر گوشہ سے اور متعدد بیرونی ممالک سے اپنے جدا ہونے والے سربراہ کو آخری خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے بڑی تعداد میں یہاں آرہے ہیں۔

آپ کا جسدِ خاکی کل نئے سربراہ کے انتخاب کے بعد دفنایا جائے گا۔اس غرض کے لئے انتخاب خلافت کمیٹی کا اجلاس یہاں منعقد ہو رہا ہے۔

صدر ایوب کا پیغام

صدر مملکت محمد ایوب خان صاحب نے ایک تعزیتی پیغام میں مرزا ناصر احمد صاحب کو لکھا ہے:۔

’’مجھے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات حسرت آیات کا سن کر سخت صدمہ پہنچا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی روح کو امن عطا کرے اور خدا تعالیٰ آپ کو اور آپ کے افرادِ خاندان کو اور مرزا صاحب مرحوم کے متبعین کو اس نقصان کے برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کرے‘‘۔

احمدیہ جماعت کے پریس ریلیز کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود احمد مرحوم جماعت احمدیہ کے آزادی سے پہلے کے مرکز قادیان (انڈیا) میں جنوری ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے اپنے بعد تیرہ بیٹوں ،نو بیٹیوں کے علاوہ تیس لاکھ سے زائد متبعین اور دنیا بھر میں احمدیہ مشنوں کا ایک جال چھوڑا ہے۔‘‘

☆ **امروز ۹ نومبر ۱۹۶۵ء:**

’’مرزا بشیر الدین محمود انتقال کر گئے

لاہور۔۸ نومبر۔جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد آج صبح ربوہ میں انتقال کر گئے۔انہیں کل صبح دس بجے جماعت کے نئے سربراہ کے انتخاب کے بعد ربوہ میں دفن کیا جائے گا۔

انتقال کے وقت مرزا صاحب کی عمر ۷۷ برس تھی وہ ۱۹۱۴ء میں اپنی جماعت کے خلیفہ مقرر

ہوئے وہ دو مرتبہ یورپ بھی گئے۔انہوں نے افریقہ یورپ اور امریکہ میں جماعت کی طرف سے تبلیغی مشن قائم کرنے میں گہری دلچسپی لی۔انہوں نے دوسرے ملکوں میں ۹۶ مشن قائم کئے۔اس وقت تک جماعت کی طرف سے ۱۵۲ مشن قائم کئے جا چکے ہیں۔انہوں نے ۱۹۲۲ء میں شدھی تحریک کی مخالفت کی اور آریہ سماجیوں کے خلاف مناظرے کئے۔ ۱۹۳۱ء میں کل ہند کشمیر کمیٹی کی قیادت کی۔تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور ۱۹۴۸ء میں احمدی رضا کاروں کی ایک بٹالین تیار کر کے کشمیر میں لڑنے کے لئے بھیجی ان کے ماننے والوں کی تعداد تیس لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے اور دنیا میں ۲۹۱ مساجد تعمیر کرنے کے علاوہ تبلیغی اداروں کا جال پھیلایا۔ اِن کی جماعت نے کلام پاک کا جرمن ولندیزی، انڈونیشین اور سواحیلی زبان کے علاوہ اور کئی زبانوں کے ترجمے شائع کئے۔ان کی جماعت کے ارکان ان کے جنازے میں شریک ہونے کے لئے پاکستان کے مختلف حصص اور بیرونی ملکوں سے ربوہ پہنچ رہے ہیں۔‘‘

☆ **اخبار مشرق ۹ نومبر ۱۹۶۵ء:**

’’مرزا بشیر الدین محمود انتقال کر گئے

صدر کی طرف سے اظہار تعزیت

راولپنڈی، پیر۔صدر ایوب خان نے جماعت احمدیہ کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کیا ہے انہوں نے مرحوم کے بیٹے مرزا ناصر احمد کے نام ایک پیغام میں دعا کی ہے کہ خدا مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد کا انتقال اتوار کورات کے دو بجکر بیس منٹ پر ہوا تھا۔ وہ سپٹی سیمیا کے عارضہ میں مبتلا تھے اور گذشتہ تین روز سے ان کی حالت تشویشناک تھی۔

مرحوم کی رسم تدفین منگل کی صبح کو ربوہ میں ادا کی جائے گی۔اس سے قبل جماعت احمدیہ کے نئے خلیفہ کا انتخاب عمل میں آئے گا۔مرزا بشیر الدین ۵۱ سال تک جماعت کے سربراہ رہے ہیں انہوں نے ۷۶ سال کی عمر میں انتقال کیا ہے۔ان کی وفات کی خبر سن کر احمدیہ فرقہ کے ارکان بڑی تعداد میں ربوہ پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔غیر ممالک سے بھی احمدی پاکستان پہنچ رہے ہیں۔‘‘

☆ **نوائے وقت لاہور ۹ نومبر ۱۹۶۵ء:**

’’احمدیہ فرقہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود انتقال کر گئے

لاہور ۸ نومبر۔احمدیہ فرقہ کے مذہبی پیشوا مرزا بشیر الدین محمود احمد کا آج صبح ربوہ میں انتقال ہو گیا۔آپ عرصہ دراز سے بیمار تھے آپ کی عمر ۷۷ سال تھی اور آپ کی تدفین ربوہ میں کل ہوگی۔احمدیہ فرقہ کے نئے مذہبی سربراہ کے انتخاب کے لئے ربوہ میں انتخابی کونسل کا اجلاس ہو رہا ہے اور نئے سربراہ کا انتخاب مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تدفین سے پہلے کیا جائے گا۔آپ کو ۱۹۱۴ء میں جماعت کا سربراہ منتخب کیا گیا تھا۔آپ نے ساری دنیا میں بالعموم اور افریقہ یورپ اور امریکہ میں بالخصوص احمدیہ مشن کھولے اس سلسلہ میں آپ دو مرتبہ خود یورپ گئے۔آپ نے کل ۹۶ مشن قائم کئے یہ مشن افریقہ کے مغربی ساحل کے ملکوں میں خصوصیت سے عیسائی مشنوں کے مقابلے میں کام کر رہے ہیں۔تحریک پاکستان کے دوران مرحوم مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کی حمایت کی۔۱۹۲۲ء میں آریہ سماجیوں نے یوپی میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم شروع کی تو مرزا صاحب نے ارتداد کو روکنے کے لئے کافی کام کیا۔آپ نے قرآن پاک کا ایک درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ کرایا۔جن میں ڈچ، جرمن، انڈونیشین اور سواحیلی شامل ہیں۔آپ ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی تھے۔۱۹۴۸ء میں آپ نے جہاد کشمیر میں حصہ لینے کے لئے رضا کاروں کی فرقان بٹالین تیار کر کے ہائی کمان کے سپرد کر دی۔مرزا بشیر الدین محمود احمد کے جنازہ میں شرکت کے لئے احمدیہ فرقہ کے لوگ ربوہ پہنچ رہے ہیں ان میں سے کئی سمندر پار ملکوں سے آرہے ہیں۔“

☆ **پاکستان ٹائمز لاہور ۹ نومبر ۱۹۶۵ء:**

”امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد سوموار کی صبح کو ربوہ میں ایک لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے۔آپ کی عمر ۷۷ سال تھی۔آپ کو منگل کو صبح دس بجے ربوہ میں ہی دفن کیا جائے گا۔آپ کی تدفین سے قبل انتخاب خلافت کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوگا۔جس میں نئے خلیفہ کا انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔

ربوہ سے موصول ہونے والی اطلاع سے مظہر ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد پاکستان کے تمام حصوں سے بہت بڑی تعداد میں ربوہ میں اپنے جدا ہونے والے امام کو آخری خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے پہنچ رہے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ۱۹۱۴ء میں خلیفہ منتخب کیا گیا تھا آپ نے تمام دنیا میں اور خاص طور پر افریقہ، یورپ اور امریکہ میں مشن کھولے اس سلسلہ میں آپ نے دو دفعہ یورپ کا دورہ بھی کیا آپ

نے بیرونی ممالک میں ۹۶ مشن قائم کئے اور اب ان کی تعداد ۱۵۲ ہو گئی ہے۔

جماعت احمدیہ کے مشن کو افریقی ممالک میں اور خاص طور پر مغربی ساحل پر بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جہاں پر انہیں عیسائی منادوں کی شدید مخالفت کے مقابلہ میں بڑی جانفشانی سے کام کرنا پڑا ہے۔ جبکہ تحریک پاکستان اپنے پورے زور پر تھی تو مرزا صاحب نے مسلم لیگ کی پُرزور تائید کی۔ اس سے قبل ۱۹۲۲ء میں آپ نے آریہ سماج کی طرف سے شدھی تحریک کی جو مسلمانوں کو بڑی تعداد میں ہندو بنانے کے لئے یوپی کے علاقہ میں بڑے زور سے شروع کی گئی تھی۔ بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔

قرآن کریم کی تقریباً ایک درجن سے زائد زبانوں میں تراجم اور تفاسیر کے علاوہ آپ نے اپنے بعد علمی لٹریچر کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے۔''

☆ روزنامہ جنگ راولپنڈی ۹ نومبر ۱۹۶۵ء:

''لاہور ۸ نومبر۔ احمدیہ فرقے کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ربوہ میں آج صبح وفات پا گئے۔ ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔ وہ تین ہفتے سے بیمار تھے ان کو کل دفنانے سے پہلے ربوہ میں احمدیہ فرقے کا انتخابی ادارہ ان کی جگہ فرقے کے نئے خلیفہ کا انتخاب کرے گا۔ بشیر الدین محمود احمد کو ۱۹۱۴ء میں خلیفہ منتخب کیا گیا تھا انہوں نے افریقہ یورپ اور امریکہ میں احمدیہ فرقے کے مشن قائم کئے اس سلسلے میں انہوں نے دو مرتبہ یورپ کا سفر بھی کیا تھا غیر ممالک میں انہوں نے جو احمدیہ مشن قائم کئے تھے ان کی کل تعداد ۹۶ سے ۱۵۲ تک پہنچ چکی ہے۔ احمدیہ مشن کو خاص طور پر افریقہ کے مغربی ساحلی علاقوں میں کافی کامیابی ہوئی۔ جہاں انہوں نے عیسائی مشنریوں کی زبردست مخالفت کی موجودگی میں بڑی محنت سے کام کیا۔ تحریک پاکستان کے دوران مرزا صاحب نے اپنی جماعت کی پوری طاقت مسلم لیگ کے ساتھ شامل کر دی۔ ۱۹۲۲ء کے دوران یوپی میں انہوں نے ہندوؤں کی شدھی تحریک کے چیلنج کا مقابلہ کیا شدھی تحریک کے تحت بہت سے مسلمانوں کو آریہ سماجیوں نے ہندو بنانا شروع کر دیا تھا۔ مرزا صاحب کی نگرانی میں ایک درجن سے زیادہ غیر ملکی زبانوں میں قرآن حکیم کے تراجم ہوئے اور تفسیریں لکھی گئیں۔ ان زبانوں میں ڈچ، جرمن، انڈونیشین اور سواحیلی بھی شامل ہیں۔ انہوں نے ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی سربراہی بھی کی۔ انہوں نے کشمیر کی جنگ آزادی میں حصہ لینے کے لئے ۱۹۴۸ء میں احمدیہ رضا کاروں کی ایک پوری بٹالین تیار کی اور بلا معاوضہ اس کی خدمات تحریک کی ہائی کمان کے سپرد کر دیں۔ مرزا صاحب نے اپنے پیچھے قریباً ۳۰ لاکھ عقیدتمند، بیسیوں مشن

اور تمام دنیا میں ۲۹۱ مساجد چھوڑی ہیں۔ اپنے خلیفہ کو آخری خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے پاکستان اور دنیا کے مختلف حصوں سے ان کے پیرو ربوہ میں جمع ہو رہے ہیں۔‘‘

☆ **روزنامہ حریت کراچی ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء:**

’’مرزا بشیر الدین محمود انتقال کر گئے

لاہور ۸ نومبر (اے پی پی + پی پی اے) جماعت احمدیہ کے راہنما مرزا بشیر الدین محمود احمد کا گذشتہ رات ربوہ میں ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر انتقال ہو گیا۔ وہ پانچ چھ سال سے علیل تھے اور پچھلے دو تین ہفتے سے ان کی طبیعت زیادہ خراب تھی۔ ۷۷ سالہ مرزا بشیر الدین محمود جماعت احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بیٹے اور جماعت کے دوسرے خلیفہ تھے وہ مرزا صاحب کے پہلے خلیفہ حکیم نورالدین کی وفات پر ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء میں خلیفۂ دوم منتخب ہوئے تھے۔ احمدیہ جماعت کے اراکین انتقال کی خبر سن کر پاکستان کے گوشے گوشے سے اور بیرونی ملکوں سے ربوہ پہنچ رہے ہیں تا کہ اپنے مرحوم راہنما کا آخری دیدار کر سکیں۔ مرزا صاحب کو کل فرقے کے نئے راہنما کے انتخاب کے بعد سپرد خاک کیا جائے گا۔ جماعت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس اس کا انتخاب کرے گی۔ انہوں نے بیرونی ملکوں میں احمدیہ فرقے کی نشر و اشاعت کے لئے جو مراکز قائم کئے تھے ان کی تعداد ۹۶ اور مشنریوں کی تعداد ایک سو باسٹھ ہے۔

ہزاروں عورتیں، بچے اور مرد مرزا صاحب کے آخری دیدار اور ان کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے ربوہ پہنچ رہے ہیں۔ علالت شدید ہو جانے کی خبر سن کر ہی بہت سے معتقدین ربوہ روانہ ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب کی نماز جنازہ کل صبح دس بجے بہشتی مقبرہ گراؤنڈ میں ہو گی۔ یہیں انہیں سپرد خاک کیا جائے گا۔ نماز جنازہ احمدیہ جماعت کے نئے قائد پڑھائیں گے جن کا انتخاب آج رات کیا جائے گا۔ مرزا صاحب نے تیرہ بیٹے اور نو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔‘‘

☆ **روزنامہ جنگ کراچی ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء:**

’’احمدیہ فرقے کے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود انتقال کر گئے

آج صبح انہیں ربوہ میں دفن کیا جائے گا۔ آج ہی نئے پیشوا کا اعلان کر دیا جائیگا۔

لاہور ۸ نومبر (پ پ ا۔ اپ پ) احمدی فرقہ کے مذہبی پیشوا مرزا بشیر الدین محمود احمد کل رات

سوا بارہ بجے ربوہ میں انتقال کر گئے۔ وہ گزشتہ تین ہفتوں سے بیمار تھے ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔ انہیں کل صبح ربوہ میں دفن کیا جائے گا۔ تمام دنیا میں مرحوم کے ۳۰ لاکھ معتقدین ہیں اور ان کے مبلغوں اور داعیوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ پاکستان کے کونہ کونہ اور دنیا کے مختلف حصوں سے احمدی اپنے مرحوم رہنما کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے بڑی تعداد میں ربوہ پہنچ رہے ہیں۔ ان کی تدفین سے پہلے فرقہ کے نئے رہنما کا نام اعلان کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے احمدیوں کی مجلس انتخاب کا اجلاس شروع ہو گیا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے جو ۱۹۱۴ء میں اپنے فرقہ کے خلیفہ منتخب کئے گئے تھے بڑی پُر مشقت زندگی گزاری۔ انہوں نے یورپ، امریکہ اور افریقہ میں خاص طور پر زبردست تبلیغی مساعی کیں اور اس مقصد کے لئے دو بار مغربی ممالک کا دورہ بھی کیا۔ احمدیہ تبلیغی وفود کو افریقہ کے مغربی ساحل پر واقع ممالک میں خاصی کامیابی بھی ہوئی۔ مرزا صاحب نے اپنی یادگار کے طور پر خاص مذہبی لٹریچر چھوڑا ہے۔ انہوں نے سیاسی تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۲۲ء میں انہوں نے یوپی میں آریہ سماجیوں کی شدھی سنگھٹن تحریک کا مقابلہ کیا اور ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی قیادت کی اور ۱۹۴۸ء کی تحریک آزادی کشمیر میں حصہ لینے کے لئے احمدیہ رضا کاروں کی ایک بٹالین کی خدمات حکومت کو پیش کیں۔ مرحوم کی نماز جنازہ کل صبح بہشتی مقبرہ گراؤنڈ میں ہوگی اور انہیں ۱۰ بجے کے قریب وہیں دفن کیا جائے گا۔ نماز جنازہ ان کے جانشین پڑھائیں گے۔ مرزا صاحب جنوری ۱۸۸۹ء میں قادیان میں پیدا ہوئے تھے انہوں نے اپنے پسماندگان میں تیرہ بیٹے اور ۹ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ڈھاکہ میں آج انجمن احمدیہ ڈھاکہ تیجگاؤں اور نرائن گنج کا ایک اجلاس ہوا جس میں احمدیوں کے مذہبی رہنما مرزا بشیر الدین محمود کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔"

☆ **روزنامہ "انجام" کراچی مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء:**

"احمدیہ فرقہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود انتقال کر گئے

۵۱ سال تک احمدی فرقہ کی قیادت کی، ۷۷ سال کی عمر میں وفات

ربوہ ۸ نومبر (اپ پ + پ پ ا) کل نصف شب کے بعد ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد ۷۷ سال کی عمر میں وفات پا گئے وہ ایک عرصہ سے سخت علیل تھے۔ احمدی فرقے سے تعلق رکھنے والے افراد پاکستان کے مختلف علاقوں اور بعض دوسرے ممالک سے بھی

یہاں پہنچ رہے ہیں تا کہ اپنے امام جماعت کی آخری رسوم میں شریک ہوسکیں۔ جماعت کے نئے سربراہ کے انتخاب کے بعد کل مرزا بشیر الدین کو سپرد خاک کر دیا جائیگا۔ وہ جماعت احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور جماعت کے خلیفہ ثانی تھے وہ خلیفہ اول حافظ حاجی حکیم نورالدین کی وفات پر ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو خلیفہ دوئم منتخب ہوئے تھے۔ اس طرح انہوں نے مسلسل ۵۱ سال احمدی فرقے کی قیادت کی اس وقت اس فرقے کے پیروکار ساری دنیا خاص طور پر افریقہ، یورپ اور امریکہ میں موجود ہیں جن کی تعداد تقریباً تیس لاکھ بتائی جاتی ہے مرزا بشیر الدین نے اپنی کوششوں سے ۲۹۱/احمدی مساجد بھی قائم کی ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف، اچھے مقرر اور شاعر تھے۔ جماعت احمدیہ کے ایک پریس ریلیز کے مطابق انہوں نے تحریک آزادی کشمیر میں نمایاں خدمات انجام دیں وہ ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر تھے۔ پریس ریلیز میں مزید بتایا گیا ہے کہ مرزا بشیر الدین نے قیام پاکستان کی تحریک میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ یوپی میں اوائل ۱۹۲۲ء میں آریہ سماج نے جب شدھی تحریک چلا رکھی تھی اس وقت انہوں نے اس تحریک کو کچلنے میں بھی کافی سرگرم حصہ لیا۔

مرزا بشیر الدین کی نماز جنازہ بہشتی مقبرہ گراؤنڈ میں کل صبح دس بجے پڑھائی جائے گی اور وہیں انہیں دفن کیا جائے گا۔ نماز جنازہ منتخب خلیفہ سوم پڑھائیں گے۔

صدر محمد ایوب خان نے مرزا بشیر الدین کی وفات پر مرزا نصیر (ناصر) احمد کو ایک تعزیتی پیغام بھیجا ہے جس کا متن حسب ذیل ہے مجھے مرزا بشیر الدین محمود کی وفات پر صدمہ پہنچا ہے اللہ انہیں سکون عطا کرے خدا آپ کو، ان کے پسماندگان کو اور پیروکاروں کو صبر جمیل عطا کرے۔''

☆ نئی روشنی کراچی ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء:

''لاہور ۹ نومبر۔ احمدیہ فرقے کے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود کو آج صبح ربوہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ مرحوم کے جنازے میں شرکت کے لئے دنیا کے گوشے گوشے سے ان کے معتقدین آئے تھے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے جو ۱۹۱۴ء میں اپنے فرقہ کے خلیفہ منتخب کئے گئے تھے بڑی پُرمشقت زندگی گزاری۔ انہوں نے یورپ امریکہ اور افریقہ میں خاص طور پر زبردست تبلیغی مساعی کیں اور اس مقصد کے لئے دو بار مغربی ممالک کا دورہ بھی کیا۔ احمدیہ تبلیغی سینٹر کو افریقہ کی مغربی ساحل پر واقع ممالک میں خاصی کامیابی بھی ہوئی۔ مرزا صاحب نے اپنی یادگار کے طور پر خاص مذہبی لٹریچر چھوڑا ہے۔ انہوں نے سیاسی تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۲۲ء میں انہوں نے یوپی میں آریہ

سماجیوں کی شدھی سنگھٹن تحریک کا مقابلہ کیا اور ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی قیادت کی اور ۱۹۴۸ء کی تحریک آزادی کشمیر میں حصہ لینے کے لئے احمدیہ رضا کاروں کی ایک بٹالین کی خدمات حکومت کو پیش کیں۔ مرحوم مرزا بشیر الدین محمود کے فرزند اکبر مرزا نصیر الدین (ناصر) احمد کو کل رات احمدیوں کا نیا خلیفہ منتخب کیا گیا۔ مرزا نصیر (ناصر) احمد جو مرزا غلام احمد کے پوتے ہیں ۱۵ نومبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے آکسفورڈ سے ایم اے کیا۔ مرزا بشیر الدین محمود مرحوم کی نماز جنازہ ربوہ میں آج صبح ہوئی۔ صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے صاحبزادے کو مندرجہ ذیل تعزیتی پیغام ارسال کیا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات کی خبر سن کر مجھے دلی صدمہ پہنچا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی روح کو سکون اور آپ کو آپ کے متعلقین کو اور ان کے پیروؤں کو اس عظیم نقصان کو برداشت کرنے کی ہمت اور قوت عطا فرمائے۔“

☆ **روزنامہ مشرق لاہور ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء :**

”مرزا بشیر الدین محمود کو ربوہ میں سپرد خاک کر دیا گیا

جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود کو کل بعد نماز عصر ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں ان کی والدہ کے پہلو میں اماناً سپرد خاک کر دیا گیا۔ نماز جنازہ میں پچاس ہزار افراد نے شرکت کی۔ یہ لوگ اپنے روحانی پیشوا کی آخری زیارت کے لئے پاکستان کے ہر خطے سے آئے ہوئے تھے۔ بہت سے حضرات غیر ممالک سے یہاں پہنچے تھے۔

مرزا صاحب نے یہ وصیت کی تھی کہ جب بھی موقع ملے ان کے خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ قادیان (مشرقی پنجاب) میں دفن کیا جائے چنانچہ انہیں ربوہ میں اماناً دفن کیا گیا ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود کی تجہیز و تکفین کی رسومات میں شرکت کے لئے سوگوار احمدیوں کی آمد کا سلسلہ پیر کی صبح سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اور جنازہ کے وقت تک آنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔ تدفین کے لئے منگل کی صبح دس بجے کا وقت مقرر تھا لیکن مشرقی پاکستان اور غیر ممالک سے آنے والے احمدیوں کے انتظار میں تدفین میں تاخیر ہوتی رہی اور بالآخر عصر کے بعد تدفین ہوئی۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ۵۱ سال بعد یہ مرحلہ آیا کہ وہ اپنے رہنما سے محروم ہو گئی اور اسے نئے رہنما کے انتخاب کا مسئلہ درپیش آیا۔ بانی جماعت مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد پہلے خلیفہ مولوی نورالدین منتخب ہوئے تھے۔ وہ اپنی وفات تک چھ سال اسی منصب پر رہے۔ ان کے بعد مرزا غلام احمد

کے بڑے صاحبزادے مرزا بشیر الدین محمود ۱۹۱۴ء میں خلیفہ ثانی منتخب ہوئے۔

اب سے چند سال قبل جب مرزا صاحب کی صحت خراب ہوئی تو انہوں نے اپنے جانشین کے انتخاب کے لئے قواعد وضوابط مرتب کر دیئے تھے۔احمدیہ جماعت کی مجلس شوریٰ نے ۱۹۵۷ء میں ان قواعد وضوابط کی منظوری دے دی تھی۔

احمدیہ جماعت کی مجلس انتخاب خلافت کا کل رات ربوہ میں اجلاس جس میں ۳۸۲ میں سے ۲۰۵/ارکان شریک ہوئے (یہ اعداد وشمار درست نہیں۔اصل تعداد ۲۴۱ تھی جس میں سے ۲۰۶/ارکان حاضر تھے۔ملاحظہ ہو الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۵ء) جو ارکان مجلس کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکے ان میں سے بیشتر غیر ملکی ارکان ہیں۔یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے دو امیدوار تھے۔اکثریت نے مرزا ناصر احمد کو ووٹ دیا۔یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ دوسرا نام کس کا تھا۔“

(نوٹ: اخبار کی خبر میں دو امیدوار لکھنا درست نہیں ہے۔مجلس انتخاب خلافت کمیٹی میں کوئی بھی امیدوار نہیں ہوتا۔کمیٹی کے ممبران اپنے نام کے سوا کسی دوسرے کا نام تجویز کرتے ہیں۔)

☆ ”تعمیر“ راولپنڈی۔۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء:

”لاہور ۸ نومبر۔احمدیہ فرقہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کا آج صبح ربوہ میں انتقال ہو گیا ان کی عمر ۷۷ سال تھی وہ کافی عرصہ سے علیل تھے انہیں کل ربوہ میں سپرد خاک کیا جائے گا۔وہ ۱۹۱۴ء میں احمدیہ فرقہ کے خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔انہوں نے دنیا کے بیشتر ممالک اور خاص طور پر افریقہ، یورپ اور امریکہ میں احمدیہ مشن قائم کئے۔اس سلسلہ میں انہوں نے دو بار یورپ کا دورہ کیا۔انہوں نے بیرونی ممالک میں ۱۹۶ احمدیہ مشن قائم کئے اور اس طرح دنیا بھر میں احمدیہ مشنوں کی کل تعداد ۱۵۲ تک پہنچ گئی ہے۔انہوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ۱۹۳۱ء میں شدھ تحریک کی سخت مخالفت کی تھی۔انہوں نے قرآن پاک کا ایک درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ کیا۔اور اس کے علاوہ بھاری تعداد میں گرانقدر ادبی سرمایہ چھوڑا۔اس کے علاوہ انہوں نے ۱۹۴۸ء میں کشمیر میں لڑنے کے لئے احمدیہ رضا کاروں کی ایک بٹالین تیار کی تھی۔پاکستان اور دنیا کے بیشتر ممالک سے جماعت کے ارکان اپنے امام کو آخری خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے بڑی تعداد میں ربوہ پہنچ رہے ہیں۔“

☆ نوائے وقت۔۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء:

مشہور کالم نویس م ش (محمد شفیع) لاہور کی ڈائری میں لکھتے ہیں:۔

’’۷۷سال کی عمر میں ربوہ (مغربی پاکستان) میں سوموار کی صبح کو مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفة المسیح الثانی کے انتقال سے تاریخ احمدیت کا ایک دور ختم ہو گیا۔ان کی جگہ ان کے سب سے بڑے بیٹے ۵۶ سالہ مرزا ناصر احمد کو جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایم اے ہیں، جماعت کا تیسرا خلیفہ منتخب کیا گیا ہے۔ انتقال سے بہت عرصہ پہلے خلیفہ دوم نے خلیفہ سوم کے انتخاب کیلئے ایک انتخابی ادارہ قائم کر دیا تھا، جس میں بانی سلسلہ احمدیہ کے خاندان کے افراد کے علاوہ صدر انجمن کے عہدہ دار اور اضلاعی شاخوں کے امیر شامل تھے،ایک مقامی روزنامہ کی اطلاع کے مطابق مقابلہ دو’’امیدواروں‘‘میں تھا۔

(نوٹ: خاندان سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی بیٹے تھے جو انتخاب خلافت ثالثہ کے وقت وفات پا چکے تھے۔)

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے ۱۹۱۴ء میں خلافت کی گدی پر متمکن ہونے کے بعد جس طرح اپنی جماعت کی تنظیم کی اور جس طرح صدر انجمن احمدیہ کو ایک فعال اور جاندار ادارہ بنایا اس سے ان کی بے پناہ تنظیمی قوت کا پتہ چلتا ہے۔اگرچہ ان کے پاس کسی یونیورسٹی کی ڈگری نہیں تھی لیکن انہوں نے پرائیویٹ طور پر مطالعہ کر کے اپنے آپ کو واقعی علامہ کہلانے کا مستحق بنا لیا تھا۔انہوں نے ایک دفعہ ایک انٹرویو میں مجھے بتایا تھا۔میں نے انگریزی کی مہارت’’سول اینڈ ملٹری گزٹ‘‘کے باقاعدہ مطالعہ سے حاصل کی۔ان کے ارشاد کے مطابق جب تک یہ اخبار خواجہ نذیر احمد کے دورِ ملکیت میں بند نہیں ہو گیا۔انہوں نے اس کا باقاعدہ مطالعہ جاری رکھا۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی عمر میں سات شادیاں کیں۔جن سے ۲۳ بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئے۔وہ تعدد ازدواج کے زبردست حامی تھے۔اور سالانہ جلسہ کے موقع پر عورتوں اور مردوں کے اجتماع میں کھلے بندوں تعدد ازدواج کی ضرورت اور اہمیت بیان کرتے تھے۔

مرزا صاحب ایک نہایت سلجھے ہوئے مقرر اور منجھے ہوئے نثر نگار تھے اور ہر ایک موقع کو بلا دریغ استعمال کرتے تھے جس سے جماعت کی ترقی کی راہیں کھلتی ہوں۔جماعتی نقطہ نگاہ سے ان کا یہ ایک بڑا کارنامہ تھا کہ تقسیم برصغیر کے بعد جب قادیان ان سے چھن گیا تو انہوں نے ربوہ میں دوسرا مرکز قائم کر لیا ان کا یہ یقین واثق تھا کہ فتح کے ذریعے انہیں ان کا مرکز اول یعنی قادیان مل کر رہے گا۔یہ ایک وجہ تھی کہ نہ تو خود انہوں نے اور نہ ان کی جماعت کے لوگوں نے قادیان کے مکانوں کے کلیم داخل کئے۔‘‘

☆ **مشرق ۔۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء:**

''میں نے ربوہ میں کیا دیکھا'' کے زیر عنوان مشرق کے وقائع نگار خصوصی نے لکھا:۔

''تالمود میں یہ پیشگوئی آئی ہے کہ مسیح کا جب دوبارہ ظہور ہوگا تو اس کے بعد ہی اس کا بیٹا خلیفہ بنے گا اور پھر اس کے بعد مسیحِ موعود کا پوتا خلیفہ بنے گا۔

یہ بات جماعت احمدیہ کے ایک رکن نے میرے اس سوال کے جواب میں کہی کہ مرزا بشیر الدین محمود کے انتقال کے بعد کس شخص کے خلیفہ منتخب ہونے کا امکان ہے۔کون کون حضرات امیدواروں میں شامل ہیں۔انہوں نے واضح جواب دینا مناسب خیال نہیں کیا۔کہنے لگے ہمارے ہاں کوئی امیدوار نہیں ہوتا۔اور پھر وہ انتخاب کے پیچیدہ ضوابط بیان کرنے لگے۔میں نے پھر اصرار کیا کہ آخر لوگوں کے ذہن میں کچھ نام تو ہوں گے، جن میں سے کوئی ایک منتخب ہو جائے گا؟ انہوں نے کہا اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''البتہ تالمود میں یہ پیشگوئی آئی ہے کہ'' اور اس ''پیشگوئی'' کی تعبیر یوں نکلی کہ اس گفتگو کے دو گھنٹے بعد ہی مجلس انتخاب کا اجلاس ختم ہوا تو احمدیت کے بانی مرزا غلام احمد کے پوتے مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث منتخب ہو چکے تھے۔اس اجلاس کی روئداد منظر عام پر نہیں لائی گئی۔کیونکہ بعد میں جب فرقے کے عام لوگ اپنے نئے خلیفہ کی بیعت کے لئے جمع ہوئے تو صرف اتنا اعلان کیا گیا کہ خلیفہ کے انتخاب کے جو قواعد مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی زندگی میں مرتب کر دیئے تھے ان کے مطابق مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس ہوا۔اس میں دو سو پانچ نمائندے حاضر ہوئے اور انہوں نے مرزا ناصر احمد کو خلیفہ وقت مقرر کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔

یہ مجلس ۱۹۵۷ء میں بنائی گئی تھی اور اس میں بارہ مختلف زمروں کے لوگ نامزد کئے گئے تھے اس کے تین سو بیاسی ارکان میں سے قریباً ساٹھ تو احمدی فرقے کی مختلف تنظیموں کے عہدیدار تھے اور ۸۸ رکن ایسے افراد تھے جو کم از کم ایک سال کسی بیرونی ملک میں تبلیغ کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔ مجلس کے ارکان کی باقی تعداد تمام تر مرزا غلام احمد کے پرانے ساتھیوں پر مشتمل تھی اور ان کے بھی دو درجے تھے ایک تو وہ لوگ جو مرزا صاحب کی زندگی میں ان پر ''ایمان'' لے آئے تھے اور ان کی وفات کے وقت تک جن کی عمر کم از کم بارہ سال تھی احمدی فرقے کی اصطلاح میں ان حضرات کو ''صحابہ'' کہا جاتا ہے۔مجلس انتخاب خلافت کی فہرست میں ایک سو اکانوے نام درج تھے۔ان کے علاوہ چھبیس حضرات اس وصف کی بناء پر مجلس میں شامل کئے گئے کہ وہ مرزا غلام احمد کے ان رفقاء کے سب سے

بڑے لڑکے تھے جن کا ذکر مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء سے قبل اپنی کتابوں میں کیا تھا۔

اس طرح اس مجلس کے ارکان کی کل تعداد تین سو بیاسی بنتی تھی لیکن ان میں سے ۱۷۷ یعنی ۴۸ فیصد سے زائد ارکان شریک اجلاس نہیں ہوئے۔ جماعت احمدیہ کے ذمہ داران اس کی توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ بیرونی ممالک میں جو ارکان مقیم تھے وہ پہنچ نہیں سکے اور باقی لوگ بیمار تھے۔ (یہ اعداد و شمار درست نہیں۔ اصل تعداد ۲۴۱ تھی جس میں سے ۲۰۶ حاضر تھے اور باقی ۳۵ افراد بیرون ملک ہونے یا بیمار و معذور ہونے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ ملاحظہ ہو الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۵ء) مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس ربوہ کی مسجد مبارک میں ۸ نومبر کو رات کے نو بجے شروع ہوا۔ اس وقت مرزا بشیر الدین کے انتقال کو صرف انیس گھنٹے گزرے تھے اور ان کی میّت مسجد کے قریب ہی قصرِ خلافت کے ایک کمرہ میں پڑی ہوئی تھی۔ باہر ان کی زیارت کرنے والے عقیدتمندوں کی قطاریں لگی ہوئی تھیں اور ادھر مسجد کے ایک عقبی دروازے پر مجلس انتخاب کے ارکان کا ایک ہجوم تھا۔ ایک ایک شخص کی باقاعدہ شناخت ہوتی تھی اور پھر اس کو اندر جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ یہ سلسلہ تقریباً سات بجے سے شروع تھا اور دو گھنٹے جاری رہا۔ اس دوران اور اجلاس کے اختتام تک ''مسجد'' کے تمام دروازے بند تھے کھڑکیاں اور روشن دان بھی بند تھے۔ اور رائفلوں سے مسلح خدام پہرہ دے رہے تھے۔

اجلاس ۵۵ منٹ جاری رہا۔ اس دوران کیا کچھ ہوا اس کا علم مجلس کے ارکان کے سوا کسی کو نہیں اتنا معلوم ہو سکا کہ مرزا ناصر احمد کے علاوہ ایک نام اور تجویز کیا گیا تھا لیکن دوسو پانچ میں سے ''واضح اکثریت'' نے فیصلہ دیا کہ خلافت مرزا غلام احمد کے پوتے ہی کا حق ہے اس فیصلے کا جب اعلان کیا تو مجھے معاً تالمود کی پیشگوئی یاد آئی جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا کہ مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں میں اس کا تذکرہ کیا تھا۔

پیشگوئیاں درست ثابت کرنا احمدیہ فرقے کا بنیادی مشن ہے اور اس مشن کی وضاحت خود مرزا ناصر احمد صاحب نے انتخاب سے اگلے روز ایک مختصر ملاقات میں کی۔ ان کا کہنا ہے کہ پیشگوئیوں کی سچائی منطق یا دلیل سے نہیں بلکہ معجزہ سے ثابت ہوتی ہے اور یہ سامان جماعت احمدیہ کے پاس موجود ہے۔ مرزا صاحب نے کہا ہماری تحریک اس عقیدے پر قائم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے میں اسلام کے دوبارہ غلبہ پانے کی پیشگوئی کی تھی اور اس کی تکمیل کے لئے ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے۔

اسلام کے دوبارہ غلبہ پانے کی پیشگوئیوں پر اپنے مؤقف کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اللہ نے احمدیہ جماعت کو اس مقصد کے لئے کھڑا کیا ہے اس مقصد کے حصول کے لئے تلوار یا طاقت کی ضرورت نہیں کیونکہ انسان اس غلطی کو تسلیم کر چکا ہے کہ تلوار کے ذریعہ غلبہ پانے کی کوشش ہمیشہ ناکام ہوئی ہے۔ شیطان نے اس زمانے میں اسلام کے خلاف دجل کا ہتھیار استعمال کرنا شروع کیا ہے چنانچہ اس کے مقابلے کے لئے دلائل کی نہیں بلکہ ''معجزات'' اور ''نشانیوں'' کی ضرورت ہے یہ دونوں چیزیں جماعت احمدیہ کو دی گئی ہیں۔ ہم دنیا کے سامنے یہی چیز پیش کرتے ہیں، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہم اپنا کام جاری رکھیں گے۔

اور مرزا صاحب نے ایک روسی سائنسدان کا قصہ سنایا کہ وہ پاکستان سائنس کانفرنس میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ میں نے اس کو ربوہ بلایا اور اس کے سامنے دعوت پیش کی۔ ''معجزات بیان کئے پیشگوئیاں سنائیں اور جب میں نے اس کو بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالشویک انقلاب سے کئی سال پہلے روس کے زوال کی پیشگوئی کر دی تھی تو وہ حیران رہ گیا۔ وہ جب واپس گیا تو اس پر مذہب کا اتنا اثر ہو چکا تھا کہ روسی حکومت نے اس کو معتوب ٹھہرایا۔

مرزا ناصر احمد گفتگو کر رہے تھے اور ان کے خدام قریب کھڑے اپنی پگڑیوں کے پلو سنبھالے یہ اہتمام کر رہے تھے کہ کوئی مکھی ان کے قریب نہ آ جائے۔ ان کے والد کی تدفین کا وقت قریب آ رہا تھا لیکن وہ بڑے سکون کے ساتھ یہ نکتہ میرے ذہن نشین کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ دہریت کا مقابلہ فلسفیانہ دلائل سے نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ فلسفے کی سطح پر ہر دلیل کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ دہریے کو صرف معجزہ قائل کر سکتا ہے۔ اس نقطہ نظر کے درست ہونے کا ثبوت انہوں نے یہ پیش کیا کہ آجکل اسی وجہ سے عیسائی ممالک میں اسلام پھیل رہا ہے۔

اس ملاقات کے بعد میں نے بہشتی مقبرہ کا رخ کیا۔ جہاں تھوڑی دیر بعد ہی مرزا بشیر الدین محمود کو سپرد خاک کیا جانے والا تھا۔ یہ وسیع قبرستان فرقے کے ان ارکان کے لئے وقف ہے جو اپنی جائیداد کا کچھ حصہ احمدیت کی تبلیغ کے لئے وصیّت کر جاتے ہیں اور پھر اس کے اندر ایک چھوٹا سا احاطہ ہے جو مرزا غلام احمد کے خاندان کے افراد کے لئے مخصوص ہے۔

اس احاطے میں مرزا بشیر الدین محمود کی والدہ کے پہلو میں ایک پختہ لحد تیار تھی۔ لیکن احاطے میں سب سے نمایاں چیز ایک سائن بورڈ تھا۔ جس پر احمدی فرقے کے لئے یہ ہدایت درج تھی کہ جب بھی

موقع ملے ”حضرت مسیح موعود کے خاندان کے افراد کی میتیں یہاں سے نکال کر قادیان لے جا کر دفن کی جائیں۔اس ہدایت کے مطابق مرزا بشیر الدین محمود کو بھی پاکستان کی خاک میں امانتاً دفن کیا گیا ہے“۔[115]

☆ **روزنامہ ”انجام“ ۱۱نومبر ۱۹۶۵ء:**

”احمدیہ فرقہ کے نئے سربراہ

احمدیہ فرقہ کے ۷۷سالہ سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کے انتقال کے بعد خلافت کے ارکان انتخابی ادارہ نے ان کے ۵۶سالہ بڑے صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد کو ان کا جانشین منتخب کرلیا۔

مرزا بشیر الدین محمود سپرد خاک کر دیئے گئے

لاہور ۹ نومبر۔آج ربوہ کے بہشتی مقبرے میں احمدی فرقے کے ۷۷سالہ سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کو اندرون و بیرون ملک کے ۶۰ ہزار غمگساروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔نماز جنازہ کی قیادت احمدی فرقے کے نئے منتخب سربراہ حافظ ناصر احمد نے کی۔نماز جنازہ کا وقت ٹھیک دس بجے مقرر کیا گیا تھا لیکن اس میں شرکت کی خاطر آنیوالوں کا پانچ گھنٹے تک انتظار کیا گیا۔ان کے مکان سے بہشتی مقبرے کی سڑک کے دونوں طرف ہزاروں افراد چار گھنٹے تک ان کے انتظار میں چشم پُرنم کھڑے رہے۔ان میں مرد عورتیں بچے اور بوڑھوں کی تعداد کافی تھی جو اپنی جماعت کے سربراہ کا آخری دیدار کرنے کے لئے پوری متانت اور سنجیدگی کے ساتھ مختلف دعاؤں کا ورد کر رہے تھے۔“

☆ **انصاف راولپنڈی ۱۱نومبر ۱۹۶۵ء:**

ہفت روزہ انصاف راولپنڈی ۱۱نومبر میں لکھتا ہے:۔

”فرقہ احمدیہ کے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود احمد بڑا عرصہ علیل رہنے کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**۔مرزا صاحب فرقہ احمدیہ کے امام ہونے کے علاوہ کشمیر کے تعلق میں ایک بڑی سیاسی اہمیت کے مالک تھے آپ کو اگر کشمیر کی تحریک آزادی کے بانیوں میں سے قرار دیا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔مرزا صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے بانی اور صدر اول تھے۔اب سے پینتیس سال قبل اسی کمیٹی نے جموں و کشمیر میں تحریک آزادی کو فروغ دیا۔اور اس کی آبیاری کی۔ ۱۹۳۱ء میں اور اس کے بعد جو ریاست گیر ایجی ٹیشن کئی بار ظہور پذیر ہوئی اس کی قیادت اور حمایت کشمیر کمیٹی کرتی رہی۔دیگر تحریکوں کی طرح سیاسی تحریکیں بھی مالی امداد کے بغیر نہیں چل سکتیں۔چنانچہ

۱۹۳۱ء میں کشمیر کمیٹی اور جماعت احمدیہ نے کشمیر کی ایجی ٹیشن کے لئے بھاری رقوم خرچ کیں اور درجنوں احمدی وکلاء نے مفت خدمات ریاستی عوام کے لئے پیش کیں۔ چنانچہ جہاں بھی کشمیر کا ذکر آتا ہے مرزا صاحب کا ذکر خیر بھی لازمی طور پر آتا ہے۔ ۱۹۳۱ء کے بعد ڈوگرہ حکومت کی شہ پر شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ پر بعض رجعت پسند ریاستی حضرات نے الزام لگایا کہ وہ بھی احمدی ہو گئے ہیں اور ان کے ذریعہ احمدی فرقہ ریاست کشمیر کے مسلمانوں کو ہی احمدی بنانا چاہتے ہیں۔ اس طرح سے ریاستی مسلمانوں میں پھوٹ کی ابتدا پڑ گئی جو کہ سالہا سال تک جاری رہی لیکن اس الزام تراشی کے باوجود کشمیر کے معاملات میں مرزا صاحب کی دلچسپی اس سے کم نہیں ہوئی۔“ 116

☆ روزنامہ نئی روشنی کراچی ۔۱۲ نومبر ۱۹۶۵ء:

”امام جماعت احمدیہ کا انتقال

امام جماعت احمدیہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد فضل عمر کا بعمر ۷۷ سال ربوہ کے مقام پر انتقال ہو گیا۔ اختلاف عقائد کے باوجود اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ پاکستان کی ایک منظّم و فعال جماعت کے سربراہ تھے اور اس جماعت نے مختلف فلاحی کاموں اور ملکی مسائل میں حصہ لینے سے کبھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ ۱۹۳۱ میں جب تحریک آزادی کشمیر کا عملی آغاز ہوا۔ برصغیر کی سیاسیات پر بھی اس کا گہرا اثر پڑا تو ڈوگرہ شاہی ظلم و تشدد کے خلاف جو پہلی آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم ہوئی تھی اس کے صدر بھی جناب مرزا بشیر الدین احمد ہی مقرر ہوئے تھے اور بعد میں دوسرے صدر حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال منتخب کئے گئے۔ جنگی مقاصد حالیہ کے فنڈ میں بھی مرزا صاحب نے حال ہی میں ایک لاکھ روپیہ کا عطیہ دیا۔ اپنی جماعت کی فلاح اور بہبود کے لئے انہوں نے جماعت داؤدی بوہرہ کے داعی سیدنا مولانا طاہر سیف الدین صاحب اور جماعت اسماعیلیہ کے امام ہز رائل ہائنس کریم آغا خاں کی مانند اپنی جماعت کے لئے انہوں نے تعلیمی، تربیتی، اصلاحی معاشرتی ادارے قائم کئے۔ اور ایک جماعتی فنڈ قائم کیا جس میں ہر رکن جماعت بلا چون و چرا مقررہ رقم دیتا ہے جس سے جماعت کے تمام کام چلتے ہیں۔ فری ہسپتال اور ڈسپنسریاں بھی قائم کی جاتی ہیں۔ عقائد سے قطع نظر اس قسم کے رفاہی و تنظیمی کام دوسروں کے لئے قابل تقلید ہیں۔ بہرحال مرزا صاحب ایک طبقہ کے امام اور بڑے پاکستانی تھے۔ ان کا انتقال ان کی جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی جماعت و پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔“

☆ غیر مبائعین کے ترجمان "THE LIGHT" کا تبصرہ

غیر مبائعین کے انگریزی ترجمان "THE LIGHT" نے ۱۶ نومبر ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں لکھا:۔

"A Great Nation-Builder

The death of Mirza Bashiruddin Mahmud Ahmad, Head of the Ahmadiyya Movement (Rabwah) rang the curtain down on a most eventful career, packed with a multitude of far-reaching enterprises. A man of versatile genius and dynamic personality, there was hardly any sphere of contemporary thought and life during the past half century, from religious scholarship to missionary organisation, even political leadership, on which the deceased did not leave a deep imprint. A whole network of Islamic missions and mosques scattered over the whole world, the deep penetration of Islamic preaching in Africa transplanting the long-entrenched Christian missions are a standing monument to the deceased's imaginative planning, organisational capacity and unflagging drive. There has hardly been a leader of men in recent times who commanded such deep devotion from his followers, not only when alive, but even after death, when 60,000 people rushed from all parts of the country to pay their last homage to their departed leader. In the story of the Ahmadiyya Movement the Mirza Sahib's name will go down as a great Nation Builder, who built up a well-knit community in the race of heavy odds, making it a force to be counted with. We offer the bereaved family our deep condolences in this great loss."

ترجمہ:۔ ’’امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات انتہائی طور پر پُر از واقعات ایک ایسی زندگی کے اختتام پر منتج ہوئی ہے جو دور رس نتائج کے حامل بے شمار عظیم الشان کارناموں اور مہمات سے لبریز تھی۔ آپ علوم وفنون پر حاوی ایک نابغۂ روزگار وجود اور بے پناہ قوت عمل سے مالا مال شخصیت تھے۔ گزشتہ نصف صدی کے دوران دینی علم وفضل سے لے کر تبلیغ واشاعتِ اسلام کے نظام تک اور مزید برآں سیاسی قیادت تک فکر وعمل کا بمشکل ہی کوئی ایسا شعبہ ہوگا جس پر مرحوم نے اپنے منفردانہ اثر کا گہرا نقش نہ چھوڑا ہو۔ دنیا بھر میں پھیلا ہوا اسلامی مشنوں کا ایک جال، اطراف و جوانب میں تعمیر ہونے والے مساجد اور عرصہ دراز سے قائم شدہ عیسائی مشنوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی تبلیغِ اسلام کا افریقہ میں وسیع وعمیق نفوذ۔ یہ وہ کارہائے نمایاں ہیں جو مرحوم کی تخلیقی منصوبہ بندی، تنظیمی صلاحیت اور انتھک جدوجہد کے حق میں ایک مستقل اور پائیدار یادگار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حالیہ زمانہ میں بمشکل ہی انسانوں کا کوئی اور ایسا لیڈر رہا ہوگا جو اپنے متبعین کی اتنی پُر جوش محبت اور جاں نثاری کا مستحق ثابت ہوا ہو۔ پھر آپ کے متبعین کی طرف سے پُر جوش محبت اور جاں نثاری کا اظہار صرف آپ کی حیات تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ اس کے بعد بھی اس کا اظہار اسی شدت سے ہوا جبکہ ملک کے تمام حصوں سے ۶۰ ہزار لوگ اپنے جدا ہونے والے امام کو آخری نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے آئے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں مرزا صاحب کا نام ایک ایسے عظیم معمارِ قوم کے طور پر زندہ رہے گا جس نے شدید مشکلات کے علی الرغم ایک متحد ومربوط جماعت قائم کر دکھائی اور اسے ایک ایسی قوت بنا ڈالا کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس عظیم نقصان پر آپ کے سوگوار خاندان کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتے ہیں‘‘۔

حضرت مصلح موعود کا سانحہ ارتحال اور ہندوستانی اخبارات

بھارت کے مسلم اور غیر مسلم پریس نے بھی حضرت مصلح موعود کے سانحہ ارتحال کی خبریں شائع کیں۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے اخبار ’’صدق جدید‘‘ کی ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں ایک تعزیتی شذرہ سپرد قلم فرمایا۔ جس میں حضرت مصلح موعود کی عظیم الشان اسلامی اور علمی خدمات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا:۔

’’عقیدے ان کے جیسے بھی ہوں قرآن وعلوم قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا صلہ اللہ انہیں عطا فرمائے اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگذر کا فرمائے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق ومعارف کی جو تشریح تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند وممتاز مرتبہ ہے‘‘۔[117]

☆ **روزنامہ حقیقت لکھنؤ۔۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء**

امام جماعت احمدیہ کی رحلت

مندرجہ عنوان کے تحت روزنامہ حقیقت لکھنؤ مجریہ ۱۰ نومبر میں جناب ایڈیٹر صاحب مکرم انیس احمد صاحب عباسی بی۔اے کاکوروی کا حسب ذیل نوٹ شائع ہوا:۔

’’امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی رحلت اس اعتبار سے ایک بڑا سانحہ ہے کہ ایک بہت ہی قابل اور ممتاز ہستی برصغیر سے اٹھ گئی۔ مذہبی اختلافات سے قطع نظر مرزا صاحب مرحوم کی ذات بہت سی صفات کی حامل تھی۔ ان کا تبحر علمی، حیرت انگیز ذہانت اور سیاسی فراست کا بہت سے ممتاز غیر احمدی افراد کو بھی اعتراف تھا۔ چنانچہ آج سے تقریباً تیس سال قبل مرزا صاحب مرحوم نے یوپی کے دورہ میں ایک روز دن بھر خان بہادر حافظ ہدایت حسین صاحب ایم۔ایل۔سی بیرسٹر مرحوم کے یہاں کانپور میں قیام کیا تھا۔ حافظ صاحب سے چند روز بعد جب ملاقات ہوئی تو راقم السطور نے ان کو مرزا صاحب کا بہت معترف پایا۔ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ ایسے قابل وفاضل دماغ لیڈر اگر مسلمانوں میں چند ہی پیدا ہو جائیں قوم کی حالت سنبھل جائے۔ راقم السطور کو خود بھی کئی دفعہ مرزا صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اور ہر دفعہ وہ ان کی غیر معمولی قابلیت، سیاسی بصیرت وفراست سے بہت متاثر ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان میں وہ تمام جوہر تھے جو ایک بڑے قائد میں ہونے چاہئیں۔ مذہبی عقائد سے اختلاف رکھنے کی بناء پر کسی بڑی شخصیت کی اعلیٰ صفات اور اس کی قومی خدمات کی قدر و وقعت نہ کرنا بہت ہی افسوسناک کمزوری ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے‘‘۔[118]

☆ **روزنامہ ٹریبیون انبالہ۔۹ نومبر ۱۹۶۵ء**

جماعت احمدیہ کے روحانی پیشوا کی وفات

روزنامہ ٹریبیون انبالہ مورخہ ۶۵-۱۱-۹ میں مندرجہ عنوان سے جو خبر شائع ہوئی اس کا ترجمہ ذیل

میں درج کیا جاتا ہے:۔

’’کراچی ۸ نومبر مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ آج جماعت کے مرکز ربوہ میں وفات پا گئے۔موصوف کے دفن کرنے سے پہلے جماعت کے نئے خلیفہ (روحانی پیشوا) کا جماعت کی طرف سے انتخاب کیا جائے گا۔مرزا صاحب موصوف کے مرید ’’احمدی‘‘ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ان میں ایک قابل قدر شخصیت سر محمد ظفر اللہ خاں ہیں جو اس وقت انٹرنیشنل عدالت کے جج اور قبل ازیں یونائیٹڈ نیشنز جنرل اسمبلی کے صدر رہ چکے ہیں‘‘۔[119]

☆ روزنامہ سماج کٹک۔۱۳ نومبر ۱۹۶۵ء

’’جماعت احمدیہ پر غم کے بادل‘‘

کٹک (اڑیسہ) کے اڑیسہ زبان میں شائع ہونے والے روزنامہ ’’سماج کٹک‘‘ میں حضور کے فوٹو کے ساتھ مندرجہ بالا عنوان سے ایک تفصیلی نوٹ شائع ہوا۔جس کا اردو ترجمہ مکرم مولوی سید محمد موسیٰ صاحب مبلغ سلسلہ نے ارسال فرمایا ہے۔جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

’’جماعت احمدیہ کے لیڈر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ۸ تاریخ کو جماعت کے مرکز ربوہ میں رحلت فرما گئے۔آپ کی تدفین سے قبل جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد منتخب ہوئے۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد کے مختصر سوانح حیات

مرزا بشیر الدین محمود احمد مرزا غلام احمد صاحب کلنکی اوتار کے بڑے صاحبزادے تھے آپ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں قادیان کی سرزمین میں پیدا ہوئے اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء میں خلیفۃ المسیح الثانی منتخب کئے گئے۔آپ کی زندگی میں جماعت احمدیہ کو انتہائی ترقی حاصل ہوئی اور امریکہ، افریقہ، انگلینڈ، جرمنی، سپین، انڈونیشیا، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ وغیرہ دنیا کے مختلف حصوں میں احمدیہ مشن قائم ہوئے۔رحلت کے وقت آپ کی عمر ۷۷ سال کی تھی‘‘۔[120]

مکرم مولوی محمد موسیٰ صاحب نے یہ اطلاع دی ہے کہ اسی طرح کے نوٹ ’’روزانہ ماتر وبھومی‘‘ ’’روزانہ تنسترٍ‘‘، ’’روزانہ کلنگ‘‘ میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ نیز اُڑیہ زبان میں ریڈیو کے ذریعہ بھی حضور انور کی رحلت کی خبر نشر ہوئی۔

☆ اخبار روشنی سرینگر۔۱۱ نومبر ۱۹۶۵ء

اخبار روشنی سرینگر ۱۱ نومبر میں بعنوان ’’آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر جناب مرزا بشیر الدین

محمود صاحب کی وفات حسرت آیات‘‘ کے تحت حسب ذیل نوٹ شائع ہوا:۔

’’ہم نے یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ۸ نومبر کی صبح کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو سدھار گئے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

آپ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد و مہدی چہاردہم کے فرزند تھے اور ایک جیّد عالم اور مفکّر تھے۔ تقریر کرنے میں شاید ہی کوئی آپ کا ثانی تھا یہاں تک کہ ’’اسلام کا اقتصادی نظام‘‘ اور ’’اسلام کا نظام نو‘‘ جیسے دقیق موضوعات پر ایک ایک ہی صحبت میں جو تقاریر ہوئیں وہ کتابی صورت میں شائع ہو کر مقبولِ عام ہو چکی ہیں۔ آپ کے عالم و فاضل ہونے کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس سر ظفر اللہ خاں صاحب بھی آپ کے مریدوں میں سے ہیں اور انہی کے الفاظ میں آپ کی ذات صفاتِ حسنہ کا ایک ایسا دلکش مجموعہ پیش کرتی ہے جس کا ایک شخص کے وجود میں ہونا بہت نادر ہے۔‘‘...... ظاہری اور باطنی علوم کا سرچشمہ بھی ہیں۔ آپ تخیل اور عمل کے میدانوں کے یکساں شہسوار ہیں۔ آپ کی زندگی کا بہت سا حصہ ذکر و فکر میں گذرتا ہے لیکن میدان عمل میں آپ ایک اولوالعزم اور جری قائد بھی ہیں‘‘۔ لیکن افسوس آپ بھی وہیں چل دیئے جہاں ایک نہ ایک دن سبھوں نے چلنا ہے۔

جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ہر کشمیری دل سے مداح ہے کیونکہ تحریک حریت کشمیر میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ۱۹۳۱ء میں جب تحریک کشمیر شروع ہوئی تو آپ ہی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر تھے اور یہ آپ ہی کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ تحریک پروان چڑھی اور اس کا غلغلہ چار دانگ عالم میں ہوا۔ باوجود اس امر کے کہ ہم آپ کی جماعت میں شامل نہیں ہیں پھر بھی آپ ’روشنی‘ کے آغاز ہی سے ۱۹۵۸ء تک برابر اس کا شوق سے مطالعہ فرماتے تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی تھی۔ ۱۹۴۸ء میں قادیان سے ہجرت کرنے کے بعد آپ نے ضلع جھنگ میں ’’ربوہ‘‘ کے نام سے ایک نئی بستی بسائی تھی۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے آپ بیمار تھے اور بالآخر وہیں مولا سے جا ملے۔ آپ کی تجہیز و تکفین اطلاع کے مطابق ۹ نومبر کی صبح کو ربوہ میں عمل میں لائی گئی۔

ملک بھر میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے سارے ممالک میں جہاں جہاں کہ جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کے مشن ہیں آپ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا گیا۔اس المناک حادثہ میں ہمیں آپ کے فرزند جناب مرزا وسیم احمد صاحب ناظر امور عامہ، دوسرے متعلقین اور افراد جماعت سے دلی ہمدردی ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا کرے اور مرحوم کو سایۂ رحمت میں جگہ دے۔آمین‘‘۔[121]

سنگاپور پریس میں وفات کی خبر

سنگاپور کے ایک روزنامہ ملائشیا ملیالی (MALAYSIA MALAYALI) نے اپنی ۱۷ نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں حضرت مصلح موعود کے وصال کی خبر حسب ذیل الفاظ میں دی:۔

’’احمدیہ مسلم روحانی لیڈر مرزا بشیر الدین محمود احمد جماعت کے مرکز ربوہ (پاکستان) میں ۸ نومبر کو وفات پا گئے ہیں۔ جماعت کے نئے خلیفہ یا روحانی لیڈر کا انتخاب کیا جائے گا۔مرزا صاحب احمدیہ جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد (صاحب) کے خاص موعود بیٹے تھے۔ جو ۱۱ جنوری ۱۸۸۹ء کو قادیان پنجاب میں پیدا ہوئے۔اور ۱۹۱۴ء کو اپنی جماعت کے دوسرے خلیفہ منتخب کئے گئے۔ آپ اپنی خلافت میں تقریباً نصف صدی تک اپنی جماعت کی قیادت فرماتے رہے۔آپ کا اہم ترین کام یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مذہبِ اسلام کی تبلیغ کے کام کو دنیا بھر میں زمانہ کے موجودہ تقاضوں کے مطابق ایک نئے اسلوب اور جدید طریق پر کامیابی سے چلایا‘‘۔[122]

جناب دامنؔ اباسینی کا نذرانہ عقیدت

جناب دامن اباسینی صاحب گلارچی براستہ بدین ضلع حیدرآباد تحریر فرماتے ہیں کہ

’’حضرت بشیر الدین محمود احمد صاحب کا سانحہ ارتحال صرف جماعت احمدیہ کے لئے جگر خراش نہیں ہے بلکہ ان بیشمار اربابِ نظر کے لئے بھی پیغامِ درد ہے جو ان کے افکار و اعمال سے ذہنی و روحانی فیضان حاصل کرتے تھے۔

یقین کیجئے میں ایک غیر احمدی ہوں مگر ریڈیو پر حضور کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر سن کر چونک پڑا۔فرطِ جذبات سے فراموشی کا عالم طاری ہوگیا۔اس وقت ایک شاعر پر کیا گذرتی ہے۔اسے آپ کا دل جانتا ہوگا۔سازِ روح کے تار جھنجھنا اٹھے۔ڈوبی ہوئی لَے میں ایک ٹوٹا پھوٹا نغمہ اُبھرا۔ جسے نذرِ عقیدت کے طور پر ارسال کررہا ہوں۔‘‘

ذرّے ذرّے میں انتشار ہے آج؟ روحِ کونین بے قرار ہے آج
چھن گئی کیا امانتِ کبریٰ؟ قوم کی قوم سوگوار ہے آج
گیسوئے روزگار برہم ہیں؟ گُل کی آنکھوں میں اشکِ شبنم ہیں
آسماں تک اداس ہیں، گویا چاند تارے شریکِ ماتم ہیں
شور ہے، میرِ کارواں اُٹھا؟ محرمِ رازِ کُن فکاں اُٹھا
محفلِ ذکر و فکر ویراں ہے دینِ فطرت کا ترجماں اُٹھا
مئے عشقِ رسولؐ رکھتا تھا؟ میکشی کے اصول رکھتا تھا
چشمِ اہلِ نظر کا تارا تھا عام حُسنِ قبول رکھتا تھا
جانشینِ مسیحؑ ثانی تھا حجتِ پاک کی نشانی تھا
روحِ عزم و عمل کا فتویٰ ہے اِک نئے دَور کا وہ بانی تھا
ایک دانا فقیر تھا، نہ رہا ایک روشن ضمیر تھا، نہ رہا
کارواں کو خدا پہ چھوڑ گیا کارواں کا امیر تھا، نہ رہا [123]

نذر حسین او۔ٹی۔لالیاں کا نذرانۂ عقیدت

نذر حسین صاحب او۔ٹی۔لالیاں لکھتے ہیں کہ:

راقم امام جماعت احمدیہ (ثانی) سے ایک ملاقات کے دوران ان کے بلند اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔اوران کی بزرگانہ شخصیت کے ماتحت ان سے ایک دنیوی الجھن کے متعلق طالب دعا ہوا۔ ان کی دعا سے وہ عقدۂ لاینحل سلجھ گیا۔ان کی وفات پر اس نظم میں اپنے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔

کس لیے وقف الم ہے آج ربوہ کی زمیں ناصبور و محوغم ہے آج ربوہ کی زمیں
کس لیے نالہ بدم ہے آج ربوہ کی زمیں نوحہ خواں با چشم نم ہے آج ربوہ کی زمیں
ہیں زبانیں دم بخود اظہار کی طاقت نہیں حکم قدرت سے مگر انکار کی طاقت نہیں
ہے کہاں جو سیر روحانی کراتا تھا ہمیں اورمعارف دین و دنیا کے بتاتا تھا ہمیں
بہر تالیف قلوب اکثر بلاتا تھا ہمیں نصرتِ اسلام کے خطبے سناتا تھا ہمیں
وادیٔ ارواح میں خود آج محو سیر ہے ہر نشان زندگی جس کا نشان خیر ہے

تو نے اے فضل عمر ہم کو دیا درس حیات
سیف حق تیری زباں تیرا قلم شاخ نبات

جُوئے کوثر ہر سخن ،سلک دُرر ہر ایک بات
تھی سراپا تیری ہستی پیکرِ عزم وثبات

فیض صحبت سے تری کھلتے تھے اسرار نہاں
تھی گریزاں تیرے دم سے جہل کی تاریکیاں

جب تلک ہو گی صدا تہلیل اور تکبیر کی
جب تلک محتاج ہو گی ہر دعا تاثیر کی

جب تلک سنّت ادا ہو گی یہاں شبیر کی
اور محو سجدہ پیشانی جوان و پیر کی

کارنامے تیرے پائندہ رہیں گے دہر میں
تیرے فرمودات بھی زندہ رہیں گے دہر میں

124

مؤرّخ کشمیر جناب کلیم اختر کا زبردست خراج تحسین

مورّخ کشمیر جناب کلیم اختر نے حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی کی عظیم شخصیت کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔اوراس ضمن میں حسب ذیل مقالہ سپرد قلم کیا:۔

’’سیاسیاتِ کشمیر کا بانی اور کشمیریوں کا محسن وغمگسار رہنما حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے یہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے؟

(غالبؔ)

’’کسی انسان کی عظمت وشوکت اور خلوص وانسانیت کا پتہ اُس وقت لگتا ہے جب وہ مشیّتِ ایزدی کے مطابق اس بھری دنیا کو چھوڑ کر دُور بہت دُور فلک کی نیلگوں وسعتوں میں گم ہو جاتا ہے۔ اور اُس جانے والے سے وابستہ افراد اُس کی زندگی کے نقوش کے درخشندہ چراغوں کی روشنی کو ڈھونڈتے بھی ہیں۔اوراس کے جلائے ہوئے چراغوں کی لَو تیز تر کرنے کی سعی بھی کرتے ہیں۔وہ لوگ خوش بخت اور عظیم ہوتے ہیں جن کے بعدان کے معتقدین اُسی تڑپ اور ولولے سے اُن کے مشن کو چلاتے ہیں۔اور میری ادنیٰ سی دانست میں میرزا بشیرالدین محمود احمد کا شماران لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی عقل وفراست،حکمت وتدبر اور محنت اور جرأت سے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے عُمرِ عزیز صَرف کردی۔

میرزا بشیرالدین محمود احمد۔ایک فرقہ کے خلیفہ اور امام تھے۔انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی جماعت کی تنظیم وتربیت،ضبط ونظم،نشرواشاعت کے لئے جو کچھ کیا ہے اُس سے انکار ممکن نہیں ہے۔گو

ان کے لئے ان کا یہ کام مذہبی فریضہ، دینی عقیدہ اور ایمان کی حیثیت رکھتا تھا۔مگر دینی و مذہبی مصروفیات کے علاوہ انہوں نے ہندی مسلمانوں کی سماجی، تعلیمی اور معاشرتی زندگی کے سنوارنے کے لئے جو کچھ کیا وہ لائق صد تحسین ہے۔ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے ان میدانوں میں جو کچھ کیا ہے اس کی تحقیق اور اس کا جائزہ مجھ ایسے عامی کا کام نہیں ہے۔ میں تو اس مختصر سے مضمون میں صرف اس عظیم المرتبت انسان کی جدائی کا سوگ اور غم منا رہا ہوں۔جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے میری جنم بھُومی (ریاست جموں وکشمیر) کے عوام کی محکومی ومظلومی کے خلاف آواز بلند کی۔ نہ صرف آواز بلند کی بلکہ اس کے لئے عملی جدوجہد کی ایک ایسی روشن مثال قائم کی جو آج تاریخ کشمیر کا ایک درخشندہ اور روشن باب بن چکی ہے۔

کشمیر کمیٹی کی تشکیل

کشمیری عوام کے لئے جب بھی ہندوستان اور اب پاکستان سے آواز بلند ہوئی۔حقیقت یہ ہے کہ اس میں میرزا صاحب (مرحوم ومغفور) کا ہمیشہ عمل دخل رہا۔انہوں نے ۱۹۳۱ء میں تحریکِ حریت کشمیر کے آغاز سے بہت پہلے کشمیری عوام کی رستگاری کے لئے کوششیں کیں۔اور برطانوی حکومت کو مہاراجہ کشمیر کے ناروا مظالم وتشدد سے آگاہ کیا۔اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ کشمیر کے مسئلہ آزادی کو غیر ممالک میں سب سے پہلے میرزا صاحب نے ہی پیش کیا۔ یہ درست ہے کہ جماعت احمدیہ کی کتابوں اور حضرت میرزا غلام احمد صاحب کی تصانیف میں کئی مقامات پر کشمیریوں کی رستگاری اور آزادی کے واضح اشارے ملتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے کئی مقامات پر ایسی پیشگوئیاں بھی کی ہیں جن کی رُو سے کشمیری عوام کی آزادی ضروری ہے۔ چنانچہ انہی پیشگوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا تڑپتا ہوا دل عملی کام کے لئے مچلا۔

- آپ نے علامہ اقبال کی رفاقت سے کشمیر کمیٹی کی تشکیل کی۔
- اس میں ہندوستان کے چوٹی کے لیڈروں کو جمع کیا۔
- کشمیریوں کے لئے وظائف مقرر کئے۔
- رضا کاروں کی دیکھ بھال کا انتظام کیا۔
- کشمیر کے سیاسی لیڈروں اور کارکنوں کو فکرِ معاش سے آزاد کیا......اور
- مَیں ایک مصدّقہ اطلاع کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ کشمیر کی بیشتر سیاسی جماعتوں کو میرزا صاحب

مرحوم ومغفور سے جماعتی رنگ میں بھی اور ذاتی طور پر بھی امداد حاصل ہوئی۔
کشمیر کے ہر مکتبِ فکر کے سیاسی لیڈر کو میرزا صاحب کی اس ہمدردی اور کوشش کا اعتراف ہے۔ اور تازیست رہے گا۔

دوبار شرفِ گفتگو

کشمیر سے میرزا صاحب کو جو محبت وعقیدت تھی۔اس کے اظہار اور بیان کے لئے کئی کتابیں درکار ہیں۔راقم الحروف کو ان سے گفتگو کرنے کا دوبار شرف حاصل ہوا۔ دونوں مرتبہ اس عظیم اور محبوب انسان نے اپنی علالتِ طبع کے باوجود کئی گھنٹے قصرِ خلافت میں ملاقات کا وقت دیا۔ایک بار ہم بہت سے دوست مشہور اور متقدر صحافی مولوی ظہور الحسن صاحب (جو میرے بڑے واجب الاحترام دوست اور بزرگ ہیں) کی وساطت سے ملے۔میرزا صاحب......سوئٹزرلینڈ سے تشریف لائے تھے۔ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا۔ہم نے ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ جو آپ نے قبول فرمائی۔ان کے پرائیویٹ سیکرٹری نے کہا کہ ملاقات صرف دس منٹ کے لئے ہوگی۔مگر جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ان میں سے بہت سے لڑکے کشمیر کی ریاست کے رہنے والے ہیں۔تو انہوں نے وقت کی پابندی ختم کر دی۔آپ نے ہمیں کشمیر کی ریاست کی کہانی اور سیاست کے سارے اسرار و رموز سے آگاہ کیا۔ان کا پُرنور چہرہ کشمیر کا نام سنتے ہی سرخ اور پُر جلال ہوگیا۔آنکھوں میں چمک تھی۔ مگر ایسے معلوم ہوتا تھا کہ آبدیدہ ہیں۔شیرِ کشمیر کا ذکر بڑی محبت سے کیا۔اُس کی مشکلات کا تذکرہ کیا۔ اور وہ باتیں بتائیں جو انہوں نے اُس وقت کے وزیر اعظم چودھری محمد علی کو کشمیر سے متعلق کہی تھیں۔ اس ملاقات کے دوران میں فرمایا کہ کشمیر کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہے۔مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔(اور پھر مولوی ظہور الحسن صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا) اس سے پوچھو۔جس نے اپنی عُمرِ عزیز کا بیشتر حصہ اس تحریک میں گزارا ہے۔

کشمیر کے لئے انہوں نے کشمیر کمیٹی بنائی۔ چودھری ظفر اللہ خاں، شیخ بشیر احمد اور دیگر وکلاء کو کشمیریوں کے مقدمات کے لئے بھیجا اور جنگِ کشمیر کے دوران جماعت احمدیہ کی ''فرقان فورسز'' محاذ پر لڑتی رہیں۔

سیاسیاتِ کشمیر کا بانی

میرزا صاحب کو کشمیریوں کے مقدمہ میں جو دلچسپی اور اُنسیت تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہی

لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اس مسئلہ کو اولیت دی۔اس کے لئے قربانیاں دیں اور اس کے لئے وہ وہ کچھ سنا۔اور برداشت کیا جو صرف اُن جیسے بڑے ظرف والا انسان ہی سن کر برداشت کر سکتا تھا۔

میرزا صاحب عملاً گزشتہ کئی سالوں سے جماعتی سرگرمیوں سے علیحدہ تھے۔مگر مجھے یقین ہے کہ وہ اس گوشہ نشینی میں بھی کشمیر کی صورتحال سے باخبر رہتے ہوں گے۔

جماعت احمدیہ سے وابستہ لوگوں کو تو اس بات پر غم اور افسوس ہے کہ ان کا عظیم رہنما اور مذہبی پیشوا ان سے بچھڑ گیا ہے۔اور مَیں آج حیران وغمگسار ہوں کہ سیاسیاتِ کشمیر کا بانی، کشمیریوں کا محسن اور ہمدرد اور ایک عظیم انسان جو ''مَرد مومن'' بھی تھا اور ''مرد مجاہد'' بھی اس دنیا سے اٹھ گیا ہے۔

میں سوچتا ہوں۔کیا اُن کے جانے کے بعد بھی ربوہ سے کشمیریوں کے لئے آواز اٹھتی رہے گی؟

جماعت احمدیہ کے کارکن اور ایثار پیشہ نوجوان اب بھی ''فرقان فورسز'' میں حصہ لیں گے؟

کیونکہ کشمیر جل رہا ہے۔کشمیر کی آزادی کی منزل قریب ہے۔کشمیریوں کو اس منزل کا راستہ میرزا بشیر الدین محمود احمد نے دکھایا تھا۔مگر افسوس کہ وہ جس نے اس چراغ کو روشن کیا تھا۔کشمیریوں کی آزادی کا دن دیکھنے سے پہلے ہی چل بسا۔انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

اس لئے ہم سب کا اور بالخصوص جماعت احمدیہ کا فرضِ اولین ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تحریکِ کشمیر میں دلچسپی لیں۔کیونکہ یہ وہ امانت ہے جو ان کا عظیم المرتبت قائد ان کے سپرد کر گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریقِ رحمت کرے اور جنت الفردوس میں جگہ بخشے۔

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سوگوار۔کلیم اختر۔لاہور'' 125

جناب راغب مرادآبادی کا شذرہ اور اشعار

موت العالم،موت العالَم

امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد اتوار اور پیر کی درمیانی شب کو تقریباً سوا دو بجے اس عالم فانی سے راہگزارائے عالم جاودانی ہوئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

موت سے کس کو رستگاری ہے آج وہ، کل ہماری باری ہے

موصوف کی عمر بوقت سفر آخرت ۷۷ برس تھی۔آپ نے بقید حیات نہایت خلوص، محبت،فکر و

تدبر، عزم و ہمت اور بے لوثی سے جماعت احمدیہ کی ہر جہتی خدمات انجام دیں۔ دنیا کے بیشتر ملکوں میں مسیحیوں کے خلاف باقاعدہ اور نہایت منظم طریقے پر خصوصاً بلادِ عرب و امریکہ میں مساجد تعمیر کرائیں۔اور دنیا کی قریب قریب ہر معروف ومقبول زبان میں قرآن مجید کے تراجم شائع کرائے۔ قیام پاکستان کی تحریک میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ بھارت کے حالیہ جارحانہ حملہ کے خلاف آپ نے ایک لاکھ روپیہ کا گراں قدر عطیہ اپنی طرف سے اور کئی لاکھ روپے کا عطیہ صدر انجمن ربوہ کی طرف سے صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے قائم کردہ دفاعی فنڈ میں دیا۔ ۹ نومبر کو جماعت احمدیہ کے نئے منتخبہ صدر اور (امام) حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد نے نماز جنازہ پڑھائی اور لاکھوں دل شکستہ و اشکبار سوگواروں کے ہجوم میں مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔

ہوئے پیارے خدائے لم یزل کو — انیسِ دین بشیر الدین محمود
مگر محسوس ہوتا ہے یہ دل کو — کہ ہیں مرحوم جیسے اب بھی موجود

تاریخیں:۔ آسودۂ ''گوشہ خموشی محمود''

۱۳۸۵ھ

تھے ''رونقِ کل حضرت محمود احمد''

۱۹۶۵ء

اے خاکِ بسیط اب نہ ملے گا تجھ کو
شاہ شاہاں مثالِ محمود احمد

۱۳۸۵ھ

ربوہ کی فضا میں اب نہ ہوگا کوئی
گوہر افشاں مثالِ محمود احمد

۱۳۸۵ھ

ادارہ ''سفینہ'' اس سانحہ عظیم میں جماعت احمدیہ کا شریک رنج وغم ہے۔

ازقلم۔راغب مرادآبادی (کراچی)'' [126]

نامور ادیب ابوظفر نازش رضوی کے قلم سے

بلند پایہ خدمات کا ایمان افروز تذکرہ

پاکستان کے مشہور ومعروف ادیب و فاضل اور محقق جناب ابوظفر نازش صاحب رضوی نے

حضرت مصلح موعود کی شاندار دینی خدمات پر حسب ذیل مقالہ میں تفصیلی روشنی ڈالی:۔

اظہارِ حقیقت۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی زندگی کا ایک ایک سانس اسلام کی سربلندی کیلئے وقف تھا

''حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ سے میری پہلی ملاقات دسمبر ۱۹۳۹ء کے پہلے ہفتہ میں بمقام قادیان ایک خاص صورتحال کے تحت ہوئی۔ اور وہاں میرا قیام دسمبر کے اخیر تک رہا۔ اس عرصہ میں مجھے حضرت صاحب سے تین بار شرفِ ملاقات حاصل ہوا اور ہر بار میں ان کی مقناطیسی کشش سے نہایت متاثر ہوا۔ میں ایک پشتینی پختہ کار شیعہ ہوں اس لئے بظاہر میرا قادیان جانا اور پھر مہینہ بھر وہاں قیام کرنا ایک عجیب سی بات تھی مگر حالات کچھ ایسے تھے کہ میرا قادیان جانے کے بغیر چارۂ کار نہ تھا۔

میں اُس زمانہ میں دہلی میں مستقل طور سے مقیم تھا۔ بات یہ ہوئی کہ ان دنوں میری کچھ نظمیں یکے بعد دیگرے اخبارات و رسائل میں شائع ہوئیں جن سے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کا پہلو نکلتا تھا۔ اس پر حکومت کی طرف سے میرے خلاف خفیہ تفتیش ہونے لگی اور مقدمات مرتب کئے جانے لگے۔ اسی اثناء میں میرا ایک نہایت معزز غیر مسلم دوست اپنے بعض دیگر اسی نوعیت کے افعال پر حکومت کے زیرِ عتاب تھا۔ اُس سلسلہ میں میرا نام بھی خفیہ طور پر شامل تفتیش کر لیا گیا۔ چنانچہ میرے اُس غیر مسلم دوست کی گرفتاری عمل میں آئی مگر میری گرفتاری کسی وجہ سے چند گھنٹوں کے لئے ملتوی کر دی گئی۔ اِس پر میرے چند بااثر اور مخلص شیعی و سنّی دوست جو ملکی حالات سے زیادہ باخبر اور جماعتِ احمدیہ سے حسنِ ظن رکھتے تھے دہلی میں اکٹھے ہوئے اور میرے بچاؤ کی تدابیر پر بحث ہونے لگی۔ انہوں نے طویل بحث کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ وہ حکومت کے اعلیٰ ارکان سے مل کر میرا معاملہ رفع دفع کرانے کی کوشش کریں۔ مگر مجھے فوراً دہلی کو چھوڑ دینا اور چند دن کسی ایسے مقام پر چلا جانا چاہیئے جہاں کسی قسم کی چالاکی، شرارت اور جاسوسی کا امکان نہ ہو۔

اس سلسلے میں ان کی نظر قادیان پر پڑی اور مجھے مشورہ دیا کہ میں چند دن کے لئے وہاں چلا جاؤں۔ چنانچہ میں کسی دوسرے دوست یا عزیز کو بتائے بغیر قادیان پہنچ گیا اور وہاں میں نے یہ ظاہر کیا کہ وہاں کی عظیم الشان لائبریری سے استفادہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ چونکہ اس مقصد کے لئے اکثر اعلیٰ علمی ذوق رکھنے والے افراد وہاں پہنچ جایا کرتے تھے اس لئے میری بات پر یقین کر لیا گیا اور

سچ مچ کسی نے زیادہ ٹوہ لگانے کی کوشش نہ کی۔

میں پہلے دن ہی مطمئن ہو گیا میرا قیام مہمان خانے میں ہوا۔ وہاں مجھے پتہ چلا کہ امام صاحب جماعت احمدیہ کے پرائیویٹ سیکرٹری جناب چوہدری بشیر احمد خان بی۔اے۔ایل ایل۔ بی ہیں (جو آجکل لاہور میں اوتھ کمشنر ہیں) وہ نہ صرف میرے شناسا تھے بلکہ میرے استاد بھی رہ چکے تھے۔ میں ان سے ملا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ میری خواہش پر انہوں نے حضرت صاحب سے میری ملاقات کا فوراً انتظام کر دیا۔

ملاقات کا انتظام ہوتے ہی میں دار الخلافت پہنچا اور جب چند سیڑھیاں طے کر کے اندر پہنچا تو حضرت صاحب گاؤ تکئے سے ٹیک لگائے قالین سے مفروش کمرے میں تشریف فرما تھے۔ میں رسمِ سلام ادا کر کے جب مصافحہ کر چکا تو مختصر سے وقفہ کے بعد آپ نے فرمایا:۔

''قادیان دارالامان ہے یہاں آپ کو سو فیصد امن اور سکون میسر رہے گا''

حضرت صاحب کے اس فقرے پر مجھے بہت تعجب ہوا۔ قادیان کو دارالامان تسلیم کر کے ہی میرے شیعی اور سنّی دوستوں نے مجھے وہاں بھیجا تھا مگر حضرت صاحب کا میرے حالات سے قطعاً ناواقف ہوتے ہوئے مجھے خاص طور پر ''امن'' کا یقین دلانا بڑی ہی استعجاب انگیز بات تھی۔

قادیان کے سالانہ جلسے تک میرا معاملہ سلجھ چکا تھا مگر میں مزید چند روز قادیان میں قیام پذیر رہا۔ اس موقع پر میرے چند احمدی دوست بھی قادیان پہنچ گئے تو باقی دنوں کے لئے میری رہائش کا انتظام محترم چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے دولت کدہ پر ہو گیا۔ جہاں میں نے خلوص اور عقیدت کا بے نظیر نظارہ دیکھا۔ ان دنوں حضرت صاحب بے حد مصروف تھے پھر بھی میری ضروریات کے متعلق آپ دریافت فرماتے رہے۔

دوسری مرتبہ ۱۹۴۰ء میں مجھے ایک سیاسی مشن پر قادیان جانا پڑا۔ اس زمانے میں ہندو اپنی سنگھٹنی شرارتوں کا ایک خاص منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس موقع پر مرحوم و مغفور امام صاحب جامع مسجد دہلی اور سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ اور دیگر چوٹی کے مُسلم اکابر نے مجھے نمائندہ بنا کر بھیجا کہ حضرت صاحب سے اس باب میں تفصیلی بات چیت کروں اور اسلام کے خلاف اس فتنے کے تدارک کے لئے ان کی ہدایات حاصل کروں۔ یہ مشن بہت خفیہ تھا کیونکہ ہندوستان کے چوٹی کے مسلمان اکابر جہاں یہ سمجھتے تھے کہ ہندوؤں کے اُس ناپاک منصوبے کا موثر جواب مسلمانوں کی طرف

سے صرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی دے سکتے ہیں۔ وہاں وہ عام مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ حضرت صاحب کو اپنا رہبر تسلیم کر چکے ہیں۔

میں اس سلسلے میں قادیان تین دن مقیم رہا۔ اور حضرت صاحب سے کئی تفصیلی ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں دو باتیں مجھ پر واضح ہوگئیں ایک یہ کہ حضرت صاحب کو اسلام اور حضور سرور کائنات علیہ السلام سے جو عشق ہے اس کی مثال اِس دور میں ملنا محال ہے۔ دوسرے یہ کہ تحفظِ اسلام کے لئے جو اہم نکات حضرت صاحب کو سوجھتے ہیں وہ کسی دیگر مُسلم لیڈر کے ذہن سے مخفی رہتے ہیں۔ میرا یہ مشن بہت کامیاب رہا اور میں نے دہلی جا کر جو رپورٹ پیش کی اس سے مسلم زعماء کے حوصلے بلند سے بلند تر ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت صاحب سے میری ایک ملاقات شملہ میں ہوئی۔ اس ملاقات کے دوران میں نے محض اپنی ذاتی حیثیت سے یہ تجویز پیش کی کہ کوئی ایسا فارمولا تلاش کر لیا جائے جس سے شیعہ اور احمدی فرقوں کے درمیان اشتراک عمل کی کوئی راہ پیدا ہو جائے۔ پھر رفتہ رفتہ اسلام کے دوسرے چھوٹے فرقوں کو شامل کر لیا جائے۔ یہاں تک کہ بالآخر اختلافِ عقائد کے باوجود تمام مسلم فرقوں میں تعمیری کاموں کے لئے اتحاد و اتفاق ہو جائے۔ میرے نزدیک اس کے دو فائدے تھے ایک یہ کہ اس طرح مسلمانانِ ہند بحیثیت مجموعی دشمنانِ اسلام کا ہر پہلو سے موثر اور نتیجہ خیز مقابلہ کر سکیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ اسلام کے مختلف فرقے خدا اور رسول ﷺ کا نام درمیان میں لا کر ایک دوسرے پر جو کیچڑ اُچھالتے ہیں وہ بند ہو جائے گا۔ حضرت صاحب نے اصولی طور پر میری یہ تجویز بہت پسند فرمائی لیکن وہ ان دنوں بہت مصروف تھے اور یہ مسئلہ وقت طلب تھا اس لئے آپ نے مجھے قادیان آنے کی دعوت دی تا کہ وہاں اطمینان سے اس تجویز کے تمام پہلوؤں پر غور و خوض کیا جا سکے۔ میں نے یہ دعوت قبول کر لی مگر میری مصروفیتوں نے بعد میں مجھے قادیان جانے کی اجازت نہ دی۔

تشکیلِ پاکستان کے بعد مولانا عبدالرحیم صاحب درد مرحوم کی دعوت پر میں ربوہ میں ایک سالانہ جلسہ میں شریک ہوا اور کئی دوستوں سے ملاقی ہوا۔ اس موقع پر بھی حضرت صاحب سے میری ایک مختصر سے ملاقات ہوگئی مگر کوئی خاص گفتگو نہ ہو سکی۔

فروری ۱۹۵۶ء کے پہلے ہفتے میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب موجودہ امام جماعتِ احمدیہ کے ارشاد پر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پروفیسر خان نصیر احمد خان لاہور تشریف لائے اور مولانا عبدالمجید سالک مرحوم مغفور، چوہدری عبدالرشید تبسم ایم۔اے اور مجھے موٹر کار میں ربوہ لے گئے کہ وہاں ایک

انعامی مقابلۂ تقاریر اور مشاعرہ کا انعقاد تھا جس میں ہماری شرکت ضروری سمجھی گئی۔ ربوہ میں اس روز شام کو پہلے انعامی مقابلۂ تقاریر ہوا جس میں ہم تینوں نے جج کے فرائض انجام دیئے اور پھر مولانا عبدالمجید سالک مرحوم ومغفور کی زیرِ صدارت مشاعرہ ہوا۔ یہ دونوں تقریبیں بہت کامیاب رہیں۔

دوسرے دن حضرت صاحب نے بعد دوپہر ہم تینوں کو چائے پر یاد فرمایا۔ میں حضرت صاحب سے گزشتہ ملاقاتوں میں ان کی بے مثال سیاسی بصیرت اور اسلام سے متعلق انتہائی غیرت کا تہ دل سے قائل ہو چکا تھا۔ لیکن اس چائے پر ان کی زندگی کا ایک اَور گوشہ میرے سامنے آیا جس سے میں ابھی تک ناواقف تھا۔ اس گوشے کا تعلق لطافتِ طبع اور ذوقِ ادب سے تھا۔ چائے شروع ہوئی تو چند نوجوانوں نے مووی کیمرہ سے حضرت صاحب سمیت ہم سب کی تصاویر لیں۔ اور چند منٹ تک یہ نوجوان اس کمرے میں موجود رہے پھر معلوم نہیں۔ وہ ازخود ہی چلے گئے یا حضرت صاحب نے اشارہ فرمادیا کہ وہ چلے جائیں۔ بہرحال اب ہم تینوں ادیب تھے اور حضرت صاحب۔ اَور کوئی نہ تھا۔ باتوں باتوں میں گزشتہ رات کے انعامی مقابلۂ تقاریر اور مشاعرے کا ذکر آ گیا۔ مولانا سالک مرحوم نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی غیر معمولی انتظامی قابلیت کو بہت سراہا اور کہا کہ اگر اسی قسم کی متانت اور شائستگی قائم رہے تو ایسے ادبی اجتماع اکثر منعقد ہوتے رہنے چاہئیں ان کی افادیت بہت ہے۔ حضرت صاحب نے سالک صاحب مرحوم کی یہ تجویز پسند فرمائی۔ پھر ادبیات پر گفتگو شروع ہوگئی مجھے اس بات سے سخت حیرت ہوئی کہ حضرت صاحب کا ادبی ذوق نہایت منجھا ہوا اور انتہائی دقیقہ رس ہے۔ ادب کی نازک لطافتوں کا ذکر آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کو اِن پر صرف عبور ہی حاصل نہیں بلکہ یہ خود اُن کی طبیعت کا حصہ ہیں۔ کسی نظام کا سربراہ یا کسی قوم کا پیشوا ہونا جدا بات ہے اور انتہائی لطیف ادبی ذوق کا حامل ہونا قطعی طور پر دوسری چیز ہے۔ پھر آپ کا اپنا کلام بھی بہت ہی بلند پایہ ہے۔

حضرت صاحب نے خواہش فرمائی کہ سالک صاحب اپنا کلام سنائیں۔ سالک صاحب نے پہلے تو معذرت چاہی۔ پھر امتثالِ امر کے طور پر انہوں نے اپنے نہایت بیش قیمت اور پاکیزہ اشعار سنائے جو مکمل دوغزلوں پر مشتمل تھے۔ سالک صاحب کا کلام حضرت صاحب نے بہ دل پسند فرمایا۔ پھر مجھے ارشاد ہوا میں نے بھی دوغزلیں پیش کیں۔ حضرت صاحب نے ان پر بھی اپنی خاص پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

بعدہٗ تبسم صاحب کی باری آئی انہوں نے اپنی ایک دوغزل پیش کی جس کا مصرعہ اُولیٰ سماعت

فرماتے ہی حضرت صاحب نے پہلو بدلا اور بالخصوص توجہ مبذول فرمائی۔ غزل کا مطلع یہ تھا ؎

اُسے کام کیا ہے سلوک سے کہ جو فیضیاب شہود ہے جو نگاہ جلوہ شناس ہو تو نفس دلیلِ صعود ہے

تبسّم صاحب نے یہ مطلع پڑھا تو حضرت صاحب بہت محظوظ ہوئے اور مکرّر پڑھنے کو فرمایا۔

پھر ہم نے حضرت صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے کلام سے ہمیں مستفیض فرمائیں اِس پر حضور نے فرمایا:۔

''آپ حضرات شاعری کی نیت سے شعر کہتے ہیں اِس لئے آپ شاعر ہیں۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ تبلیغ کی خاطر ہوتا ہے ہم اُسے شاعری نہیں سمجھتے''۔

سالک صاحب یہاں بھی مزاح سے نہ چُو کے فوراً بول اٹھے:۔

''میں اور نازش غیر احمدی ہیں آپ ہمیں تبلیغ فرمائیے''۔

اس پر حضرت صاحب مسکرائے اور از راہ کرم اپنے چند بلیغ اشعار فرما دیئے جنہیں سن کر ہم سب بہت لطف اندوز ہوئے۔

میری درخواست پر حضرت صاحب نے اپنی چھوٹی تقطیع کی ایک کتاب ''کلامِ محمود'' اپنے دستخط ثبت فرما کر مجھے مرحمت فرمائی جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد سے میری آخری ملاقات ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔ اُس وقت محترم حکیم یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال بھی میرے ہمراہ تھے۔ ہم محض حضرت صاحب سے ملاقی ہونے ربوہ گئے تھے۔ ربوہ میں داخل ہوتے ہی ہم نے حضرت صاحب کے سیکرٹری کو ٹیلیفون پر اپنی آمد کی اطلاع دی تو چند ہی منٹ میں شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر ''الفضل'' ہمارے پاس پہنچ گئے۔ شیخ صاحب انتہائی مخلص آدمی ہیں۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ معلوم ہوا کہ حضرت صاحب کی طبیعت ناساز ہے آج ملاقات نہیں ہو سکے گی اور جمعہ کے دن ویسے ہی ملاقاتیں بند ہیں۔ ہم نے سیکرٹری صاحب سے عرض کیا کہ ہماری آمد کی اطلاع بہر حال حضرت صاحب تک پہنچا دیں۔ انہوں نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ ہم نمازِ عصر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ سیکرٹری صاحب نے آ کر فرمایا کہ کل یعنی جمعہ کی صبح ہمیں حضرت صاحب نے چائے پر یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ جمعہ کو صبح آٹھ بجے ہم حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا دیئے گئے۔ اس وقت حضرت صاحب علیل الطبع اور بہت کمزور تھے۔ آپ ایک بے بستر کی چارپائی پر استراحت فرما تھے۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے تو آپ نے

اٹھنے کی کوشش کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ تکلیف نہ فرمائیں اور آرام فرمار ہیں۔اس پر آپ لیٹے رہے۔ہم قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔مزاج پُرسی کے بعد آپ نے حکیم یوسف حسن صاحب سے فرمایا:۔

''آپ کا رسالہ نیرنگ خیال مدت سے ہمارے مطالعہ میں ہے آپ اسے زندہ رکھنے اور ترقی دینے کے لئے بڑے عزم واستقلال سے کام لے رہے ہیں جو قابلِ تعریف ہے''۔

حکیم صاحب نے حضور کا بہت بہت شکریہ ادا کیا کہ آپ نیرنگ خیال میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔پھر حضور نے حکیم صاحب سے فرمایا:۔

''آپ نے ایک دفعہ قادیان آکر ہماری بچی کا علاج کیا تھا اس وقت بڑے بڑے ڈاکٹر اور حکیم مرض کی تشخیص نہیں کر سکے تھے۔ہم نے آپ کو لاہور سے بلوایا تو آپ کے علاج سے بچی تندرست ہو گئی۔یہ سب خداوند تعالیٰ کا فضل تھا''۔

اب یہ اتنے لمبے عرصہ کا واقعہ تھا کہ اسے خود حکیم یوسف حسن صاحب بھی بھول چکے تھے۔حضرت صاحب کے ارشاد پر حکیم صاحب نے حافظے پر زور دیا تو انہیں یہ واقعہ بمشکل یاد آیا۔حکیم صاحب اور میں حضرت صاحب کی غیر معمولی قوتِ حافظہ پر سخت حیران ہوئے بالخصوص اس لئے کہ اب حضرت صاحب بیمار بھی تھے۔پھر حضرت صاحب میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور حکیم صاحب سے فرمایا:۔

''نازش صاحب احمدی شیعہ ہیں۔یہ ہمارے پرانے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔انہوں نے اپنا قلم ہمارے حق میں استعمال کیا ہے اس لئے کہ ہمارے مخالف ہم سے مخالفت محض برائے مخالفت کرتے رہے ہیں اور ہم ہمیشہ حق پر ہوتے رہے ہیں۔نازش صاحب نے حق کی حمایت میں کوتاہی نہیں کی''۔

حضرت صاحب اب مجھ سے مخاطب ہوئے فرمایا:۔

''آپ کے کتنے بچے ہیں؟ وہ کیا کیا کرتے ہیں؟ اگر وہ زیر تعلیم ہیں تو ان سب کو ربوہ بھیج دیں ہمارے یہاں ان کی رہائش اور خوراک کا سب انتظام ہو جائے گا۔وہ شیعہ رہتے ہوئے یہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں گے''۔

میں حضور کی اس انتہائی مخلصانہ پیشکش سے بے حد متاثر ہوا اور بصمیم قلب شکریہ بجالایا۔

افسوس کہ وہ وجود جو انسانیت کے لئے سراپا احسان و مروّت تھا آج اس دنیا میں نہیں۔وہ

عظیم الشان سپر آج پیوند زمین ہے جس نے مخالفین اسلام کی ہر تلوار کا وار اپنے سینے پر برداشت کیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ اسلام کو گزند پہنچے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی وفات سے جماعت احمدیہ یقیناً بہت غمگین ہے کیونکہ اس کا وہ امام اور سربراہ رخصت ہو گیا جس نے اس جماعت کو بنیان مرصوص بنا دیا۔لیکن اس جماعت سے باہر بھی ہزاروں ایسے افراد موجود ہیں جو اختلاف عقائد کے باوجود آپ کی وفات کو دنیائے اسلام کا ایک عظیم سانحہ سمجھ کر بے اختیار اشکبار ہیں۔آپ نے دنیا کے بیشمار ممالک میں چارسو کے قریب مساجد تعمیر کرائیں۔تبلیغ اسلام کیلئے تقریباً یکصد مشن قائم کئے جو عیسائیت کی بڑھتی ہوئی رَو کے سامنے ایک آہنی دیوار بن گئے۔مختصر یہ کہ حضرت صاحب نے اپنی زندگی کا ایک ایک سانس اپنے مولیٰ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کیلئے وقف کر رکھا تھا۔خدا ان سے راضی ہوا وہ خدا سے راضی ہوئے۔اگر میں ایک شیعہ ہوتے ہوئے انہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتا ہوں تو یہ ایک حقیقت کا اظہار ہے محض اخلاقی رسم نہیں۔ 127

حکیم یوسف حسن ایڈیٹر نیرنگ خیال کا بیان

مکرم نازش رضوی کے ساتھ مکرم حکیم یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال لاہور بھی شرفِ ملاقات سے مشرف ہوئے تھے۔اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’اس کے بعد ہم رخصت ہوئے۔نازش رضوی اور میں میرزا صاحب کے حافظہ اور اخلاق کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔مرزا صاحب یقیناً بڑے علم دوست،علم نواز اور صلح کل کی طبیعت کے مالک تھے۔ہر شخص کی قابلیت اور خدمت کے مطابق اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور سرپرستی فرماتے تھے۔‘‘ 128

نامور ادیب،صحافی اور مشہور محقق مولانا غلام رسول مہر کا بیان

جناب شیخ عبدالماجد صاحب لاہور سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

’’مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے مصور مجلّہ ’’فاروق سووینئر‘‘ ۱۹۶۵ء،۱۹۶۶ء،۱۹۶۷ء کی ترتیب وتدوین میرے سپرد رہی ہے۔اس سلسلہ میں مجھے گذشتہ جماعتی سرگرمیوں کے نقوش کی تلاش تھی۔میں اخویم برادرم محمود احمد صاحب (ابن مکرم ومحترم عبدالجلیل صاحب عشرت) کے ہمراہ ۲۰ اور ۲۵ دسمبر ۱۹۶۶ء مولانا غلام رسول مہر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔پتہ چلا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

کے چند خطوط آپ کے پاس محفوظ ہیں جو جماعت کی ملّی سرگرمیوں پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔خطوط کے تذکرہ پر فرمانے لگے مختلف نامور شخصیات کے خطوط میرے پاس محفوظ ہیں جن سے گذشتہ تاریخ کی تصحیح میں مدد مل سکتی ہے ان میں ''حضرت صاحب'' کے بھی خط ہیں۔میرا ارادہ ہے کہ ان تمام خطوط پر مشتمل مع مناسب حواشی کی ایک کتاب تالیف کروں۔مگر موجودہ کام میں اتنا مصروف ہوں کہ پرانے ذخیرہ کی چھان بین کر کے ''خطوط'' نکالنا میرے بس کی بات نہیں۔کئی صندوق اور الماریوں میں پرانے مسودات پڑے ہیں معلوم نہیں کس صندوق یا الماری کے کس خانہ میں یہ خطوط مل سکیں گے۔ جب کبھی فرصت ہوئی آپ کے حوالہ کر دیے جائیں گے۔

فرمانے لگے مولوی محمد اسماعیل صاحب پانی پتی میرے محترم ہیں وہ بھی متعدد مرتبہ کہہ چکے ہیں۔مجھے ندامت محسوس ہوتی ہے کہ یہ مطالبہ اب تک پورا نہیں کر سکا۔لاچار ہوں اتنا وقت نہیں نکال سکتا۔

میرے ہاتھ میں تاریخ احمدیت جلد ششم مؤلفہ مولانا دوست محمد شاہد تھی جس میں مربوط اور مبسوط طور پر ''آزادی کشمیر اور جماعت احمدیہ'' کا تذکرہ۔حضرت اقدس مصلح موعود کی زیر ہدایت وکلاء کی قربانیاں۔کشمیر کے لیے عالمی پروپیگنڈا۔احمدیہ فرقان فورس وغیرہ امور کا تذکرہ تقریباً تین صد صفحات پر محیط ہے۔یہ کتاب مولانا کو پیش کی۔خوش ہوئے۔سرسری طور پر کہیں کہیں سے پڑھنے لگے۔کہنے لگے۔آپ لوگوں کی کسی کتاب میں اس عظیم الشان انسان کے عظیم کارناموں کی مکمل عکاسی نہیں ملتی۔ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے، کئی ملاقاتیں کی ہیں، پرائیویٹ تبادلہ خیالات کیا ہے۔مسلم قوم کے لیے تو ان کا وجود سراپا قربانی تھا۔

فرمایا۔ایک رات مجھے راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا۔وہ سفر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔انسانیت کے لیے اس شخص کے دل میں بڑا درد تھا اور جہاں کہیں مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کا معاملہ درپیش ہوتا آپ کی قابل عمل تجاویز ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں۔ایسے موقع پر آپ کا رواں رواں قومی درد سے تڑپ اٹھتا تھا۔فرقہ بازی کا تعصب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا۔مرزا صاحب بلا کے ذہین تھے۔سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

میں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ (PRACTICAL POLITICS) پریکٹکل پالیٹکس میں ایسا کام کرتا ہو جیسا مرزا صاحب کا کام کرتا تھا۔بے لوث

مشورہ، واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل۔ یہ انکی خصوصیت تھی۔ مجھے ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔ کہنے لگے۔ میں نے محترم محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کو تعزیت کا خط لکھا ہے۔ اور اس خط میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ حضرت صاحب سے متعلقہ تعزیتی فقرات کو شائع بھی کرا سکتے ہیں۔ افسوس! مسلمانوں نے مرزا صاحب کی قدر نہیں کی۔ سخت مخالفت کی آندھیوں کے باوجود میں نے مرزا صاحب کو کبھی افسردہ اور سرد مہر نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب کے دل کی شمع ہمیشہ روشن رہی۔ ہم یاس وافسردگی کی تصویر بنے ان سے ملاقات کے لیے جاتے اور جب باہر آتے تو معلوم ہوتا کہ نا امیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں۔ اور مقصد میں کامیابی سامنے نظر آ رہی ہے۔ وزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے اور پھر اس پر بس نہیں ہر نوع کی قربانی اور تعاون کی پیشکش بھی ساتھ ہوتی۔ جس سے ہم میں جرأت اور حوصلہ کے جذبات پیدا ہوتے۔ [129]

چوہدری محمد اکبر خان بھٹی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کا خراجِ تحسین

ایک اور غیر احمدی دوست چوہدری محمد اکبر خان بھٹی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور تحریر کرتے ہیں:

''جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ذات مرجع خلائق تھی۔ وہ جب بھی لاہور آتے تو ان کی تقریر سننے والوں میں غیر احمدی، ہندو، مسلم سامعین کی تعداد احمدی حضرات کے مقابلہ میں کم نہ ہوتی تھی۔ خاص طور پر ان کا دلکش انداز تقریر دلوں کو مسخر کئے بغیر نہ رہتا تھا۔ مجھے بالخصوص ان کی ایسی تقریروں کا سماں یاد ہے جو احمدیہ ہوسٹل ڈیوس روڈ کے وسیع صحن میں شامیانے تلے ہوتی تھیں۔ وجیہہ مقرر مسلمان شرفاء کے مقبول لباس میں سفید پگڑی، لمبا کوٹ اور شلوار میں ملبوس جب لب کشائی کرتا تو ایک عجیب شان بے نیازی سے کھڑا ہو جاتا۔ بایاں ہاتھ کمر کے پیچھے رکھ لیتا اور سوائے کبھی کبھی پگڑی کے شملے کو چھو لینے کے اس سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں نہ آتی جو عام طور پر بولنے والوں سے اپنی بات پر زور دینے کے سرزد ہوتی رہی۔ وہ آواز کے نمایاں اتار چڑھاؤ کے بغیر روانی سے بولتا جاتا۔ اہم مسائل پر یوں گفتگو کرتا جیسے وہ انہیں زندگی کے عام مسائل (PROBLEMS) سمجھتا ہو۔ ایک مسئلے کو اٹھا کر دوسرے مسئلے میں پیوست نہ کرتا۔ بلکہ ایک بات پر سیر حاصل تبصرہ کرنے کے بعد پھر دوسری بات کرتا نہ آنکھیں مٹکاتا، نہ کولہے ہلاتا، نہ ہاتھ اور بازوؤں سے بے پناہ فلک شگاف اشارے کرتا بس یہ کیفیت ہوتی جیسے کوئی اسے پیغام دے رہا ہو، اور وہ یہی پیغام سامعین تک بے کم وکاست پہنچا رہا ہو۔ وہ مخالفین پر رکیک حملے نہ کرتا، نہ شعر خوانی کرتا، نہ چھیڑ خانی کرتا، تین تین چار چار گھنٹے اس

ربط اور ضبط سے بولتا جیسے کوئی کتاب پڑھ کر سنا رہا ہو۔فقرے مکمل،دلائل معقول،احساس ذمہ داری حد کو پہنچا ہوا،تجاویز تعمیری،نکتہ چینی جائز،ہر تقریر میں ایک پیغام ہوتا اور ہر پیغام پر عمل پیرا ہونے کے لیے واضح ہدایات سن کر مزا ہی آ جاتا۔بے اختیار دل میں یہ کیفیت پیدا ہوتی الحمدللہ ایک معقول اور فاضل آدمی کی باتیں سننے کا موقع ملا۔مجھے اس کے مخالف مقررین کی مقررانہ حرکات سکنات کبھی بھی اتنی زیادہ مضحکہ خیز معلوم نہ ہوئیں جتنی کہ اس کی تقریر کو سننے کے فوراً بعد۔ایک دفعہ میں دلّی دروازہ کے باہر ایک مسجد میں جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی تقریر سننے گیا۔نماز تو ان کے پیچھے نہ پڑھی کیونکہ سنا تھا کہ وہ عامۃ المسلمین کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے۔مگر نماز کے بعد ان کی تقریر نہایت غور سے سنی۔عالمی مسائل سے لے کر ملکی مسائل تک ایسے انداز میں زیر بحث آئے کہ باید شاید۔اصل میں ان کی شخصیت ایسی جاذب تھی کہ آدمی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے مخصوص حلقہ کے علاوہ بھی ان کی تجاویز عام مسلمانوں کے لیے مفید ہو سکتی تھیں۔اور اگر انکو محض تعصب کی بناء پر قیادت کا وسیع میدان نہیں ملا تو اس سے ملّت اسلامیہ اور ملک دونوں کو نقصان ہی ہوا ہے۔اس سلسلہ میں اس امر کا تذکرہ خاص طور پر ایک تلخی اپنے اندر رکھتا ہے کہ کشمیر کمیٹی کی قیادت ان سے چھین لی گئی اس کے بعد مسئلہ کشمیر کا جو حشر ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔

اس ضمن میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا بھی شاید بے محل نہ ہوگا۔ہفتہ وار ’’پارس‘‘ کے ایڈیٹر لالہ کرم چند ایک دفعہ اخبار نویسوں کے وفد کے ساتھ قادیان کے سالانہ اجلاس میں شامل ہوئے وہاں سے واپس آئے تو یکے بعد دیگرے کئی مضامین مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی قیادت،فراست اور شخصیت کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا کہ مخالفوں میں کھلبلی مچ گئی۔مجھے خود کہنے لگے ہم تو ظفراللہ کو بڑا آدمی سمجھتے تھے۔(سر ظفراللہ ان دنوں وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر تھے)مگر مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت طفل مکتب کی ہے۔وہ ہر معاملے میں ان سے بہتر رائے رکھتا ہے اور بہترین دلائل پیش کرتا ہے اس میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے۔ایسا آدمی بآسانی کسی ریاست کو بام عروج تک لے جا سکتا ہے۔لالہ کرم چند پارس کے یہ مضامین پارس میں شائع ہوئے تو ایک آریہ سماجی شاعر نے جل کر اپنے اخبار میں لکھا:۔

تیرے گیت گائے ہوئے آ رہے ہیں
عجیب شے ہے مرزا تیری مہمانی

ظفر اللہ ہے قادیانی جنم کا
کرم چند دو روز کا قادیانی

لالہ کرم چند نے سن کر کہا:۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

تقسیم ملک کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے لاء کالج لاہور کے مینارڈ ہال میں ملکی ترقی کے امکانات پر چند تقریریں کی تھیں۔ ان تقریروں میں انہوں نے ایک فاضل یونیورسٹی لیکچرار کی طرح نقشہ جات، بلیک بورڈ اور گراف کی امداد سے بعض نکات کی وضاحت کی تھی۔ مجھے ایک نکتہ یاد ہے اور وہ یہ کہ افسوس ہے کہ تقسیم ملک سے پہلے ان جزائر کی طرف توجہ نہ دی گئی جو ساحل ہند کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ لکا دیپ اور سرندیپ بالا دیپ وغیرہ ان ساحلی جزیروں کی آبادی اکثر و بیشتر مسلمانوں پر منحصر ہے اور ان کی اہمیت دفاعی نقطہ نگاہ سے بہت زیادہ ہے۔ ارشادات سن کر سامعین میں عام تأثر یہ پایا جاتا تھا کہ کاش تقسیم کی کارروائی کے وقت خلیفہ صاحب کا اشتراک عمل حاصل کر لیا جاتا۔

بے جا تعصب اور خود فریبی نے قومی سطح پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہاتھ سے کھو دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ حقیقت مجھ پر طالبعلمی کے زمانہ میں ہی منکشف ہو گئی تھی کہ آدمی کو دشمنوں کے پروپیگنڈے سے اندھا دھند متاثر نہیں ہونا چاہیے۔ میں مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے متعلق جن باتوں کو ان کے کارنامے سمجھنے پر علیٰ وجہ البصیرت مجبور ہوں وہ مختصراً یہ ہیں۔ اول ہائی کورٹ میں مخالف احمدیت کے تحقیقات کے سلسلے میں ان کا کردار اور فاضل جج کے سوالات کے جواب میں ان کی توضیحات، لوگ حیران تھے کہ وہ ایسے ماحول کی مشکلات سے کیسے عہدہ برآ ہوں گے مگر انہوں نے دیگر مسائل کے علاوہ وحی کی حقیقت جیسے مافوق الفطرت مسائل پر ایسی توضیحات پیش کیں کہ سننے والے انگشت بدنداں رہ گئے۔

ایک جج نے نجی صحبت میں اعتراف کیا کہ انہیں اپنی ساری فضیلت کے باوجود ان مافوق الفطرت مسائل کے متعلق رتی بھر واقفیت نہیں تھی۔ مرزا محمود احمد کی توضیحات کو سن کر ان کے چودہ طبق روشن ہو گئے اور پہلی بار بعض اسلامی نظریات کا صحیح صحیح علم ہوا۔ ان کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ وہ انگلستان کے سفر پر اپنی بیگمات کو ساتھ لے کر گئے اور جب تعدد ازدواج کے اسلامی نظریہ کے مخالف عیسائیوں نے بیویوں کے ساتھ انصاف کے امکانات کا مسئلہ اٹھایا تو اس شیر نے مردانہ وار جواب دیا کہ اخبار

نویس خواتین فرداً فرداً میری بیگمات سے ہی پوچھ کر دیکھ لیں۔ میں نے اپنی شعوری زندگی میں بڑے بڑے مسلمان لیڈروں اور قائدین فکر کو بنیادی اسلامی نظریات کے متعلق معذرت کے انداز میں باتیں کرتے دیکھا ہے مگر خدا کی قدرت دیکھیے کہ مہذب اور متمدن دنیا کے مرکز لندن میں بیٹھ کر اپنے قول وفعل سے اسلامی نظریات کی مردانہ وار حمایت مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی کے حصے میں آئی۔

ان کا تیسرا کارنامہ جسے ان کا آخری پیغام سمجھا جانا چاہیے یہ ہے کہ انہوں نے اہل مذہب کو عام اس سے کہ وہ عیسائی ہوں، یہودی ہوں، ہندو ہوں یا سکھ اس خطرے سے آگاہ کیا جو خدا پرستوں کو خدا کے نام سے بیزار تحریک کے ہاتھوں درپیش ہے۔انہوں نے پکار کر کہا اے خدا پرستو! اے خدا کو ماننے والو! خدائی مذہب کے سر پر جو مہیب خطرہ منڈلا رہا ہے وہ ایک ایسی تحریک کا بنیادی اصول ہے جو اپنے خطرناک ہتھیاروں سے مسلح ہو کر خدا پر ایمان کی بنیاد ہی کو ڈھا دینے پر آمادہ ہے۔اس تحریک نے تمہارے اندر اس حد تک نفوذ کر رکھا ہے کہ اب مسلمانوں کے بیٹے بیٹیاں مسلمان گھروں میں اور مسلمان کے دانشور مسلمانوں کی مجلسوں میں خدا ہی کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور جب خدا ہی کے وجود کا انکار ہو گیا تو نبوت شریعت کے نقوش کس طرح دلوں میں قائم رہ سکتے ہیں۔آؤ سب اہل مذہب لامذہبیت کے اس طوفان کا مقابلہ مل کر کریں۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر خدا پر یقین رکھنے والے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی اس آواز پر انکی زندگی میں کان دھرتے تو خدا جانے اس شخص کی قائدانہ صلاحیت اور قوت تنظیم اس خطرے کے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی کیسی کیسی مؤثر تجاویز کو جامۂ عمل پہناتی۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

المختصر ان کی زندگی، ان کی وضع قطع، ان کے لباس، ان کی تحریر و تقریر میں بے شمار خصوصیات ایسی تھیں جن پر اسلامی تحریک اور اسلامی معاشرہ بجا طور پر فخر کرسکتا ہے۔'' 130

نامور صحافی ضیاء الدین احمد برنی کا خراج عقیدت

ملک کے نامور صحافی جناب ضیاء الدین احمد برنی نے ماہنامہ ''کتابی دنیا'' دسمبر ۱۹۶۵ء کے صفحہ نمبر ۱۱ پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا:۔

''مرزا بشیر الدین محمود احمد''

''کوئی پچپن سال پہلے کی بات ہے کہ سنگم تھیٹر دہلی میں میں نے مرزا صاحب کی پہلی اور آخری تقریر سنی تھی۔مجمع بہت صاف ستھرا تھا۔اور تقریر بھی سورہ فاتحہ کی تفسیر سے متعلق تھی۔تقریر بہت

اعلیٰ پایہ کی تھی۔کراچی میں آکران سے ملاقات بھی ہوگئی۔یہ ملاقات پین اسلامک اسٹیم شپ کمپنی کے مینیجنگ ڈائریکٹر مسٹر عبدالمجید اسمٰعیل (مرحوم) کے یہاں دعوت کے موقع پر ہوئی تھی۔مرزا صاحب بڑے پُر مذاق اور متواضع بزرگ تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ بہت بڑے عالم بھی تھے مگران کی ساری زندگی کافی ہنگامہ خیز رہی ہے ......مرحوم کی ''خلافت'' کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ انہوں نے غیر ممالک میں اپنے مشن قائم کئے۔ اور تبلیغ کی نئی راہیں نکالیں۔ان کے زمانہ میں دنیا کی متعدد زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی ہوا۔ مرحوم خود بھی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ان کی موت ایک لحاظ سے بہت بڑا سانحہ ہے اور نقصانِ عظیم۔باوجود خلیفہ ہونے کے وہ بھی ہماری طرح اللہ کی مغفرت کے محتاج ہیں۔اوراس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا ان کی مغفرت فرمائے۔ان کے صاحبزادے مرزا ناصر احمد صاحب اور دیگر اعزّا کی خدمت میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں''۔ 131

☆ ہفت روزہ ''لاہور'' کا اداریہ

''جس نے ہر سانس لیا دینِ محمدؐ کے لئے''

جناب ثاقب صاحب زیروی مدیر''لاہور'' نے ۱۵ نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں حسب ذیل اداریہ لکھا:۔

''اس ہفتے ۸ نومبر ۶۵ء (بروز پیر) کو ایک ایسی پاکیزہ روح اپنے قفسِ عنصری سے پرواز کر کے اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جاملی۔ دینِ ربّانی (اسلام) کے ایک ایسے مخلص دردمند خادم اور انسانیت کے ایک ایسے سچے سرپرست نے اس دارِ فانی کو خیر باد کہا۔جس کے دل و دماغ عمر بھر اسلام ہی کے چہرے کی چمک دمک کو بڑھانے اور اُسی کی رعنائی و دلفریبی میں اضافہ کرنے میں کوشاں رہے۔

وہ جاں نثارِ اسلام جو دنیا کے کسی بھی خطّے میں نہ صرف ضُعفِ دینِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھ نہ سکتا تھا۔ہر جگہ اس کا جھنڈا نصب کرنے کی فکر میں بھی رہتا تھا۔جس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا اور جاگنا صرف اور صرف خدمتِ دینِ محمدﷺ کے لئے وقف تھا۔اور جس نے اسلام کے پرستاروں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے دلوں میں خدمتِ دینِ متین کی ایسی شمعیں روشن کیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نورِ اسلام کی تنویر لازوال پھیل گئی اور اسلام کے

جیالے مجاہدوں نے تثلیث اور الحاد پر اس شان سے یلغار کی کہ باطل ہر محاذ پر حق سے پچھاڑ کھا کر بھاگنے لگا اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں سے لے کر یورپ و امریکہ کے رفیع الشان ایوانوں تک اسلام کے براہین قاطعہ کی عظمت اور ہیبت چھا گئی۔

وہ بلند کردار انسان جو صحت و توانائی کے اعتبار سے کسی مضبوط اور مستحکم جُثّے کا انسان نہیں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی آواز کو ایسی گرج، گونج، تاثیر بلکہ سحر ودیعت فرمائے تھے کہ اس کے حق پرستانہ نعرے معاندینِ اسلام کو لرزہ براندام کر دیتے تھے۔

وہ صاحبِ علم روحانیت جو کسی یونیورسٹی کا فارغ التحصیل نہ تھا۔ جس کے پاس کسی قسم کی نصابی علم کی کوئی سند نہیں تھی۔ لیکن اُس کے دل میں اپنے دین کے لئے درد دیکھ کر انعام کے طور پر خدائے ذوالجلال نے اسے ایسا علمِ لُدنی عطا کیا تھا اور اپنے کلامِ پاک (قرآن کریم) کے رموز و معانی سمجھنے اور سمجھانے کی ایسی معرفت اور صلاحیتیں عطا کی تھیں کہ وہ دنیا بھر کے علوم وفنون سے متعلق سوالات کا جواب اور دنیا و جہان کے علمی، سیاسی، اقتصادی، صنعتی عنصروں اور اُلجھنوں کا حل قرآن کریم ہی سے پیش کرنے پر قادر تھا۔ جسے ناز تھا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن کریم کا فہم عطا فرمایا ہے اور جو ہمیشہ اپنے رب کی اس عطا کو اپنا نایاب سرمایۂ حیات تصور کرتا رہا۔

وہ شیدائے اسلام جس نے ایک مختصر اور غریب جماعت کے دلوں میں اپنے رب کی رضا و خوشنودی کے حصول کی ایسی سچی تڑپ پیدا کی کہ وہ ہمہ وقت اس کے دین کے لئے اپنی ہر شے کو قربان کر دینے کے لئے مستعد رہنے لگی۔ یہاں تک کہ افریقہ، یورپ اور امریکہ میں اسلام کے ایک سو کے لگ بھگ ایسے مستحکم تبلیغی و اشاعتی مشن قائم ہو گئے جن کے ذریعہ مادیت پرست اور تعیّش پسند ملکوں میں ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے انسان پیدا ہوئے جو آج صبح و شام اپنی مساجد کے بلند میناروں سے اللہ اکبر اور اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کی بابرکت صدائیں بلند کرتے اور اٹھتے بیٹھتے محسنِ انسانیت سیّد ولدِ آدم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔

اِسلام کا وہ فتح نصیب جرنیل جس نے اسلام کے مبلّغوں کو دلائل و براہینِ قاطعہ کے جدید اسلحہ سے لیس کر کے اہلِ فرنگ اور الحاد پرستوں پر انہی کے مرغوب ہتھیاروں سے حملہ کیا اور پچھاڑا۔

وہ غمگسارِ دینِ محمد ﷺ جس کی راتوں کی نیند اور دنوں کا چین حرام ہو گیا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ متحدہ ہندوستان کے علاقہ ملکانہ میں ہندو پرچارکوں اور آریوں نے شدھی کی تحریک سے کمزور طبائع

مسلمانوں کو دینِ حقہ سے منحرف کرنے کی ہمہ گیر مہم شروع کر دی ہے۔اس نے دشمنانِ اسلام کو للکارا اور اس للکار کے ساتھ ہی ان مادہ پرستوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے اپنے سینکڑوں شیر میدان میں اتار دیئے جو اس وقت تک دشمن سے جنگ آزما رہے جب تک آریہ مت کا قافیہ پوری طرح تنگ نہ ہو گیا۔اور اسلام اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ قلوب واذہان پر پھر مستولی نہیں ہو گیا۔

وہ عاشقِ کلام پاک جس نے اللہ تعالیٰ کے حمید و مجید کلام (قرآن) کے انوار کو اقصائے عالم میں پھیلانے کے لئے اس کا ایک درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ کرا کے اسلام کی اساسی تعلیم کو تثلیث و دہریت کے نرغہ میں آئی ہوئی انسانیت کے قلوب میں جاگزیں کیا۔

وہ دردمندِ انسانیت جس کی نگاہ نکتہ شناس نے ۳۱ء میں سب سے پہلے خطّۂ جنت نظیر کشمیر کے باسیوں کے ہاتھوں سے جبر و تشدد اور اُس محکومی و مجبوری کو پڑھا جو صدیوں سے ان کے ضمیروں، روحوں اور دلوں کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھی اور جس نے اس درد و کرب کو پڑھتے ہی ان اسیروں کی رستگاری و رہائی کے لئے ایک ایسی ملک گیر سیاسی و اخلاقی مہم شروع کی کہ اس کی قائم کردہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے چند ہی مہینوں میں کشمیر کے کونے کونے میں جذبِ حُریت کی چنگاریاں سُلگا دیں۔جن کے شعلے آج ایسے خطرناک الاؤ کی صورت اختیار کئے ہوئے ہیں کہ بھارت کی جابر اور وسیع ذرائع والی حکومت بھی اس میں جل کر بھسم ہوا چاہتی ہے۔

وہ جید اور باعمل جلیل القدر فرزندِ اسلام جو گفتار نہیں کردار کا غازی تھا اور جس نے جنگِ کشمیر شروع ہونے پر صرف جہاد کے کاغذی فتوؤں اور تائیدی بیانوں ہی پر اکتفانہ کیا بلکہ اپنے خرچ پر فوراً اس مہم کو سر کرنے کے لئے باقاعدہ ایک فورس قائم کر کے اسے سربراہانِ وقت کے حوالے کر دیا اور پھر اس عاشقِ قرآن کی قائم کردہ فرقان فورس نے میدانِ جنگ میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ تاریخ استحکام پاکستان اور تاریخ جنگ آزادئ کشمیر انہیں ہمیشہ اپنے سینے کے ساتھ لگا کر رکھے گی۔

وہ نکتہ رس اور نکتہ پرور مذہبی رہنما جس کی قیادت کی انگلیاں ہمیشہ قلوب وضمائر کی نبض پر رہتی تھیں اور جس کی ایک آواز پر اور جس کی انگلی کے ایک اشارے پر بڑے بڑے سکالر، سائنسدان، پروفیسر، قانون دان یہاں تک کہ دنیوی زندگی سے وابستہ اس کا ہر ارادت مند ہر وقت اپنے سارے دنیوی تانے بانے سے منہ موڑ کر خدمتِ اسلام کے لئے نکل پڑنے کو تیار رہتا تھا۔امریکہ و یورپ کی عیسائی حکومتوں ہی کو اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب وہ کسی ملک کو اپنے حکومتی مذہب کی تبلیغ کے

لئے چنتی ہیں تو انہیں اپنے ملکی میزانیوں کا کتنا بڑا حصہ علیحدہ کر دینا پڑتا ہے۔لیکن اسلام کی تاریخ ہمیشہ اس بات پر مفتخر و نازاں رہے گی کہ اس کے اس صاحبِ نظر فرزند نے ان وسیع الذرائع حکومتوں کے سرکاری مذہب پر حملہ کرنے کے لئے اپنے صرف گزارہ الاؤنس پر آئے ہوئے متوکل علی اللہ شیروں کے ذریعہ اس بصیرت، حکمت اور جُزرسی سے بھرپور وار کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہر مقام سے تثلیث کا خیمہ اکھڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اسلام کے دیوانوں نے مادیت پرست فرزانوں کے ہر مرکز پر اسلام کا جھنڈا نصب کر دیا۔

وہ رضائے خداوندی کے عطر سے ممسوح وجود جس کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ ہر طرف اسلام کا نور پھیلے۔ ہر طرف قرآن کریم کی تنویر نظر آئے اور ہر ملک، ہر قریہ اور ہر بستی میں اُسی کے محبوب و مقبول رسول اور آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجا جائے۔

وہ ماہر نفسیات سلطان البیان جو روحوں کے رباب پر اس حسن سے نغمہ زنی کرتا تھا کہ روحیں اور دل جھنجھنا کر اپنے آپ کو بے تابانہ خدمتِ دینِ یزدانی کے لئے پیش کر دیا کرتے تھے۔

وہ شہسوار ملکِ روحانیت جو سرتاپا شفقت تھا۔سراپا محبت تھا۔دلداری و دلنوازی جس کی طبیعتِ ثانیہ تھی۔اگر اسلام کے اس بلند حوصلہ اور جلیل القدر فرزند کے نگاہوں سے اوجھل ہو جانے پر بھی روحیں سوگوار اور آنکھیں اشکبار نہ ہوتیں تو یقیناً مہر و وفا اور احسان شناسی کی اقدار سر پیٹ کر رہ جاتیں۔ اور انسانیت اپنے آپ کو بے سہارا اور لاوارث محسوس کرنے لگتی۔

اگر الٰہی تقدیروں کا رخ موڑا جاسکنا ممکن ہوتا۔اگر قضا و قدر کے فیصلوں کے لئے کسی قسم کی التجا و گزارش کی گنجائش ہوتی تو ہم اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کر کے بھی اپنے رب سے التجا کرتے کہ وہ صرف ستتر سال ہی کی عمر میں اسے اپنے پاس نہ بلالے۔لیکن اس قادر و توانا کے حضور ایسے کسی قیاس کی بھی کہاں گنجائش و مجال ہے۔اور یوں بھی ایک سچے مسلمان کے لئے جو اسلام ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا سمجھتا ہو۔اپنے جلیل و قدیر خدا کی رضا کے حصول سے بڑھ کر کونسی شے ہے۔لہذا ہم اُسی کے ارشادِ پاک کے تحت **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون** پڑھتے ہوئے اُس سے یہی التجا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کہ ’’اے ہمارے مالک و مختار خدا! تُو اپنے اس محبوب بندے کو اس کی نیکیوں کے بہترین اجر دیتے ہوئے اسے اس کے حبیبِ پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قربتِ خاص سے نوازیو۔اور اس کی امنگوں اور آرزوؤں کو اپنے فضل سے شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے اس کے تمام ارادتمندوں کے دلوں

میں ایسی چنگاریاں سُلگا دیجیو کہ ان میں سے ہر ایک جب تک زندہ رہے میرزا بشیر الدین محمود احمد ہی کا مشن اور اشاعت وعظمتِ اسلام کی وہی تڑپ لے کر زندہ رہے۔ وہ جب تک جئے اقصائے عالم پر اسلام اور اس کے نقیب وداعی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کا جھنڈا گاڑنے کے لئے جئے۔ حتی کہ اسلام کے اُس بطلِ جلیل کا مشن پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ اس طرح کہ دنیا میں صرف ایک ہی مذہب ہو اسلام۔ اور دنیا بھر میں صرف ایک ہی رسول ہو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اے ہمارے عظیم و کریم خدا تُو ایسا ہی کر''۔

محبانِ اسلام کے لئے یہ حقیقت سکون بخش ہی نہیں حد درجہ اطمینان آفرین بھی ہے کہ مسلمانوں کی اس چھوٹی سی غریب جماعت کو خدائے قدوس وعظیم کی عطا کردہ بصیرت کے طفیل اپنے اس عظیم و محبوب رہنما کے بعد ایک ایسا قائد و رہنما (حافظ میرزا ناصر احمد) چننے کی سعادت و توفیق ملی۔ جسے اپنے پیشرو والی آفاقی اور لازوال تڑپ خون میں عطا ہوئی ہے۔ اور جس کی رگ رگ میں اسی جذب و عزم کے جوہروں سے مملو خون موجزن ہے جسے اپنی آکسفورڈ کی سندِ فضیلت سے کہیں زیادہ ناز اس سعادت واعزاز پر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کا حافظ ہے۔ جسے انگریزی زبان پر عبور و دسترس سے کہیں زیادہ فخر اس بات پر ہے کہ وہ اُس اُمّ الالسنہ عربی کا ماہر ہے۔ وہ پاکیزہ زبان جس میں اس کا حبیب ومطاع (صلی اللہ علیہ وسلم) گفتگو فرمایا کرتا تھا۔ اور جسے خدائے عظیم و برتر نے اپنے آخری اور مکمل وجامع صحیفے کے لئے منتخب کیا۔ جسے قومی تعلیم وتربیت کے بے پناہ تجربہ کے ساتھ ساتھ درس و تدریس اور قومی تنظیم وتعمیر کے شعبوں پر بھی کامل عبور و دسترس حاصل ہے اور جس کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کا ایسا چشمہ چڑھایا ہوا ہے کہ وہ بھی ہر دینی و دنیوی عقدہ کا حل قرآن کریم ہی سے پیش کرنے پر ایمان ویقین رکھتا ہے۔ لاریب! وہ کامگار جماعت جسے یکے بعد دیگرے ایسے دردمند اور رہنما نصیب ہوں۔ وہ اپنے مقدر کی بلندی اور سرفرازی پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے اس ناز کی لاج رکھے۔ آمین ثم آمین!''

ایڈیٹر ماہنامہ ''رفتارزمانہ'' کا زبردست خراج تحسین

محترم مبارک احمد صاحب ایمن آبادی ایڈیٹر ماہنامہ رفتار زمانہ (لاہور) نے دسمبر ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں حسب ذیل افتتاحیہ شائع کیا:۔

برصغیر پاک وہند کی ایک مایہ ناز شخصیت اٹھ گئی

قادیانی جماعت کے مشہور مذہبی وروحانی پیشوا مرزا بشیر الدین محمود احمد کا المناک انتقال

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

مرزا بشیر الدین محمود احمد بانی سلسلہ احمدیہ کے فرزند ارجمند اور جماعت کے دوسرے خلیفہ تھے آپ کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی۔ احمدی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی لوگوں کو بتلا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک ایسا لڑکا عطا فرمائے گا۔

(۱) جس کا نام محمود ہوگا۔ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔

(۲) اس کے ذریعہ سے حق ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کریں گے۔

آپ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کے زمانۂ خلافت میں جو اکاون سال تک ممتد ہے دنیا کے ہر ایک حصہ میں تبلیغی مراکز قائم کئے گئے چنانچہ انگلستان، امریکہ، جرمنی، ہالینڈ، مغربی افریقہ، مشرقی افریقہ، بلاد عربیہ اور انڈونیشیا وغیرہ ممالک میں نوّے سے زائد تبلیغی مراکز قائم ہو چکے ہیں جہاں تبلیغ اسلام کا کام وسیع پیمانہ پر ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے زمانہ میں متعدد غیر ملکی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع ہوئے اور بیرونی ممالک میں سینکڑوں مساجد تعمیر ہوئیں۔ آپ نے اپنے پیچھے ہزارہا صفحات کا ایک عظیم الشان لٹریچر یادگار چھوڑا ہے جو قریباً پونے دوسو کتب ورسائل پر مشتمل ہے اور جس میں تفسیر، کلام، فقہ، اخلاق، روحانیات، سیاسیات وغیرہ اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ اور نہایت قیمتی معلومات سے لبریز ہے۔

آپ نے تبلیغ اسلام کے عظیم الشان کام کے ساتھ ساتھ دوسرے اہم امور میں بھی مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اور ہر موقعہ پر مسلمانوں کی دینی اور دنیوی بہبودی میں رہنمائی کی تدابیر اختیار کی ہیں۔

۲۳-۱۹۲۲ء میں جب یو۔ پی کے علاقہ میں فتنہ ارتداد کا زور ہوا۔ اور آریہ سماج نے وہاں پر لاکھوں مسلمانوں کو شدھ کر کے ہندو بنایا۔ تو آپ ہی نے اس تحریک کا مقابلہ کر کے آریوں کو شکست دی۔ آپ نے اپنی جماعت کے سینکڑوں افراد کو اس علاقہ میں بھجوایا۔ جنہوں نے ہر طرح کی تکلیف برداشت کر کے آریہ سماج کی تحریک کو ناکام کیا۔ اور وہ مسلمان جو ہندو ہو چکے تھے انہیں دوبارہ اسلام کا

حلقہ بگوش بنایا۔ آپ کی اس انمول اسلامی خدمت کا اعتراف دوسرے مسلمانوں نے بھی کیا۔

مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو درست اور مضبوط کرنے کے لئے بھی آپ نے نہ صرف نیک تحریکیں کیں بلکہ عملی طور پر تدابیر اختیار کرنے میں ان کی مدد کی۔ مسلمانوں کو آپ نے توجہ دلائی کہ چونکہ ان کی اقتصادی حالت کمزور ہے اس لئے دوسری قومیں ان کی عزت نہیں کرتیں انہیں چاہیئے کہ وہ تجارت کی طرف زیادہ توجہ کریں اور ہر شہر اور ہر قصبہ میں اپنی دکانیں کھولیں اور جس طرح ہندو لوگ صرف اپنے لوگوں سے سودا خریدتے ہیں مسلمانوں کو بھی یہ طریق اختیار کرنا چاہیئے کہ ان کی تجارت کامیاب ہو اور ان کی مالی حالت مضبوط ہو۔ ہندوستان کے طول وعرض میں مبلغین بھیج کر جگہ جگہ مسلمانوں کی قومی غیرت وحمیت کے جذبات کو ابھارا اور ان میں زندگی کی رَو چلائی۔ اس تحریک سے مسلمانوں نے اپنی دکانیں کھولیں اور ہندو سرمایہ داروں اور بیوپاریوں کا مقابلہ کیا۔

امام جماعت احمدیہ کا ایک زرّیں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۲۷ء کے قریب بعض ہندوؤں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہایت دلآزار کتب لکھیں۔ جس میں اس مجسم پاک زندگی پر ناپاک حملے کئے گئے تھے آپ نے اس کے تدارک کے لئے سیرۃ النبی ﷺ کے جلسوں کو قائم کیا۔ تا کہ اسی ذریعہ سے تمام لوگوں کو معلوم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کتنی پاکیزہ اور اعلیٰ تھی اور انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ جماعت کے سرخیل تھے۔

۱۹۲۴ء میں آپ انگلستان تشریف لے گئے۔ تا کہ ان ممالک میں تبلیغی جدوجہد کا بنفس نفیس مشاہدہ کریں۔ انہیں ایام میں آپ نے انگلستان میں ایک شاندار مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ جو اس وقت مبلّغین اسلام کا مرکز ہے اور اس میں دن رات اعلاء کلمۃ اللہ کا مقدس کام ہو رہا ہے۔

۱۹۳۱ء میں کشمیر کے متعلق یہ تحریک پیدا ہوئی کہ وہاں کے مسلمان جو تعداد کے لحاظ سے بڑی بھاری اکثریت رکھتے ہیں لیکن حکومت میں ان کا حصہ نہ ہونے کے برابر ہے ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ اور ریاست کے مظالم سے انہیں نجات دلائی جائے اس کام کیلئے شملہ میں ایک کانفرنس ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر شامل ہوئے اور ایک آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کر کے حضرت امام جماعت احمدیہ کو متفقہ طور پر اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے اہل کشمیر کے لئے اس تندہی اور خوش اسلوبی سے کام کیا کہ خدا کے فضل سے کشمیری مسلمانوں کے اکثر مطالبات تسلیم کر لئے گئے۔

یہاں تک کہ آپ کی براہ راست کوششوں کے ماتحت ۱۹۳۴ء میں وہاں پر اسمبلی قائم ہوئی۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کی کوشش سے احمدیوں کی ایک رضا کار بٹالین قائم ہوئی جس نے دو برس تک محاذ کشمیر میں نا قابل فراموش خدمات انجام دیں۔ اس وقت بھی جماعت احمدیہ اہل کشمیر کی بہبودی کے لئے برابر کام کر رہی ہے۔

۱۹۴۷ء میں جب ملکی تقسیم کا سوال پیدا ہو کر باؤنڈری کمیشن کا تقرر ہوا۔ تو آپ نے مسلمانوں کی بہبودی کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ اس اہم کام کے لئے قادیان سے لاہور آ کر کئی دن رہے اور بڑی تگ و دَو کر کے باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایسا مواد فراہم کیا جو مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید تھا۔ اور اس موقع پر انگلستان سے اپنے خرچ پر ایک ماہر فن مسٹر سپیٹ (SPATE) کو بلوایا کہ حد بندی کے کام میں وہ مسلمانوں کے نمائندہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی امداد کرے۔ اس سے قبل مسلم لیگ اور اس کے مخالف پارٹیوں کے درمیان جو کشمکش تھی اسے دور کرنے کے لئے بھی امام جماعت احمدیہ نے انتھک کوشش فرمائی۔ اور دہلی میں جا کر تمام مسلمان لیڈروں سے مل ملا کر اس کام کو انجام دیا۔

۱۹۴۷ء کے قیامت خیز انقلاب میں جماعت احمدیہ کو بھی اپنے مرکز قادیان سے نکلنا پڑا۔ لیکن آپ کے تدبر اور اولوالعزمی نے نہ صرف قادیان کے مرکز کو سنبھالا بلکہ باوجود سخت مشکلات کے جماعت کے لئے ایک نئے مرکز کی طرح ڈالی۔ آپ نے ضلع جھنگ میں ربوہ نام سے ایک بستی آباد کی ہے جس میں جماعت کے تمام دفاتر قائم ہو چکے ہیں اور اس کی آبادی بڑی سرعت سے بڑھ رہی ہے۔ مملکت پاکستان میں آپ نے یہ ایک مثال قائم کی ہے کہ بلند ہمت انسان حکومت پر بوجھ نہیں ہوتے۔ وہ دوسروں کے سہارے کی بجائے خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر سر بلند ہوتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کی ترقی اور وسعت کے پیش نظر آپ نے جماعتی نظام کی سہولت کے لئے مختلف صیغہ جات قائم کئے ہیں۔ ہر محکمہ کو نظارت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۱۹۵۵ء میں آپ دوسری بار بغرض علاج یورپ تشریف لے گئے جہاں آپ کی صدارت میں مغربی دنیا میں تبلیغ اسلام کی مہم تیز کرنے کے لئے ایک اہم کانفرنس منعقد ہوئی اس سفر میں متعدد انگریز آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے داخل اسلام ہوئے۔

۱۹۵۷ء میں آپ نے شدید بیماری کے باوجود قرآن مجید کی ایک مختصر مگر جامع اور معرکۃ الآرا

تفسیر نہایت قلیل عرصہ میں لکھی جو تفسیر صغیر کے نام سے شائع ہوئی۔ سنا ہے کہ اس کا تیسرا ایڈیشن بلاک پر شائع ہو رہا ہے۔

بہرحال اس محنت شاقہ کے بعد آپ کی صحت پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ آپ اس کے بعد بسترِ علالت سے اٹھ نہ سکے اور بالآخر ۷،۸ نومبر ۱۹۶۵ء کی شب کو انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ کی بے مثال شخصیت عالمگیر شہرت کی حامل تھی۔ چنانچہ آپ کی وفات پر نہ صرف پاکستان بلکہ بیرونی ممالک کے پریس نے بھی گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے جو آپ کی بلند پایہ عظمت کا واضح ثبوت ہے۔

بعض زعمائے ملت کے تاثرات

بالآخر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض مشہور زعمائے ملّت و عمائد قوم کی چند آراء و تاثرات ہدیۂ قارئین کر دی جائیں:۔

☆ برصغیر ہند و پاکستان کے مشہور مسلم لیڈر اور شاعر حضرت مولانا ظفر علی خانصاحب ایڈیٹر ''زمیندار'' احرار کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے اور قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے۔۔ تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔۔ مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے۔۔ مرزا محمود کے پاس مبلّغ ہیں۔ مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ملک میں اس نے اپنا جھنڈا گاڑ رکھا ہے''۔ 132

☆ مصوّرِ فطرت شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے آپ کی قلمی تصویر ان الفاظ میں کھینچی:۔

''اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی علمی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا۔ اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں''۔ 133

☆ ۱۹۱۹ء میں لاہور میں مؤرخ اسلام پروفیسر سید عبدالقادر صاحب ایم۔ اے کی صدارت میں مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی اسلامیہ کالج لاہور کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں خلیفہ صاحب نے

’’اسلام میں اختلافات کا آغاز‘‘ کے موضوع پر تقریر فرمائی۔اس جلسہ میں پروفیسر صاحب نے آپ کا تعارف کرواتے ہوئے کہا:۔

’’حضرات! عام طور پر قاعدہ ہوتا ہے کہ جب کوئی صاحب لیکچر کے لئے تشریف لائیں تو صدر انجمن حاضرین سے ان کا تعارف کرواتا ہے۔لیکن آج کے لیکچرار اس عزت، اس شہرت اور اس پایہ کے انسان ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحب ناواقف ہوں۔آپ اس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا اور بالخصوص عیسائی عالم میں تہلکہ مچادیا تھا‘‘۔[134]

پروفیسر صاحب مذکور نے تقریر کے اختتام پر فرمایا:۔

’’میں نے بھی کچھ تاریخی اوراق کی ورق گردانی کی ہے۔اور آج شام کو جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی معلوم ہے اور اس پر میں اچھی طرح رائے زنی کرسکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفل مکتب ہوں اور میری علمیت کی روشنی اور جناب مرزا صاحب کی علمیت کی روشنی میں وہی نسبت ہے جو اس لیمپ (جو میز پر تھا) کی روشنی کو اس بجلی کے لیمپ کی روشنی سے (جو اوپر آویزاں تھا) ہے۔

حضرات! جس فصاحت اور علمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت مشکل باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہیں کا حصہ ہے اور یہاں بہت کم لوگ ہوں گے جو ایسے ادق باب کو بیان کرسکیں۔میرے خیال میں تو لاہور میں بھی ایسا کوئی شخص نہیں ہے۔۔۔میں خواہش کرتا ہوں کہ ایسے ایسے قابل انسان ہماری سوسائٹی میں ہوں۔میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسی زبردست علمیت اور شخصیت کا انسان ہماری سوسائٹی کا ممبر بن جائے تو سوسائٹی کو چار چاند لگ جائیں گے۔‘‘

☆ آپ کے بارہ میں میاں سلطان احمد صاحب وجودی کے تاثرات بھی کچھ کم دلچسپی کے حامل نہیں وہ لکھتے ہیں:۔

’’مرزا بشیر الدین محمود احمد میں کام کرنے کی قوت حد سے زیادہ ہے وہ ایک غیر معمولی شخصیت کے انسان ہیں۔وہ کئی گھنٹوں تک رکاوٹ کے بغیر تقریر کرتے ہیں۔ان کی تقریر میں روانی اور معلومات زیادہ پائی جاتی ہیں۔وہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں ان کو مل کر ان کے اخلاق کا گہرا اثر ملنے والوں پر ہوتا ہے۔تنظیم کا ملکہ ان میں موجود ہے وہ پچاس سال کی عمر میں کام کرنے کے لحاظ سے نوجوان معلوم ہوتے ہیں۔اور اردو زبان کے ایک بڑے سرپرست ہیں‘‘۔

☆ حضرت مولانا محمد علی جوہر نے اپنے اخبار ''ہمدرد'' میں لکھا:۔

''ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظّم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں، جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظّم فرقہ کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔ جن اصحاب کو جماعت احمدیہ قادیان کے اس جلسۂ عام میں جس میں مرزا صاحب موصوف نے اپنے عزائم اور طریق کار پر اظہار خیالات فرمایا شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ ہمارے خیال کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے''۔

☆ مدیر سیاست فدائے ملت جناب سید حبیب صاحب نے اپنی اشاعت ۱۶ دسمبر ۱۹۳۰ء میں لکھا:۔

مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں۔ تو جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے میدانِ تصنیف میں جو کام کیا ہے وہ بلحاظ ضخامت و استفادہ ہر تعریف کا مستحق ہے۔ اور سیاسیات میں اپنی جماعت کو عام مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو چلانے میں آپ نے جس عمل کی ابتدا کر کے اس کو اپنی قیادت میں کامیاب بنایا ہے وہ بھی ہر منصف مزاج اور حق شناس انسان سے خراج تحسین وصول کر کے رہتا ہے۔ آپ کی سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے۔ اور نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے میں سائمن کمیشن کے روبرو مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ پیش کرنے میں مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے''۔

☆ اسی طرح ایڈیٹر اخبار ''مشرق'' گورکھپور مولانا حکیم سید ابراہیم برہم نے لکھا ہے:۔

''جناب امام صاحب جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔ سرفروشی کی اور جیل خانہ جانے سے خوف نہ کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر کو عدل و

انصاف کی طرف مائل کیا۔اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں کے ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیت سے مرعوب نہیں اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے'' ۔[135]

☆ مشہور صحافی وقار انبالوی اپنے روزنامہ ''سفینہ'' کی ۱۳ نومبر ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:۔

''گزشتہ اتوار کو امیر جماعت احمدیہ نے لاہور کے اخبار نویسوں کو اپنی نئی بستی ربوہ کا مقام دیکھنے کی دعوت دی اور انہیں ساتھ لے کر وہاں کا دورہ کیا۔اس دورے کی تفصیلات اخباروں میں آ چکی ہیں۔ایک مہاجر کی حیثیت سے ربوہ ہمارے لئے ایک سبق ہے ساٹھ لاکھ مہاجر پاکستان آئے لیکن اس طرح کہ وہاں سے بھی اجڑے اور یہاں پر بھی کسمپرسی نے انہیں منتشر کر رکھا۔ یہ لوگ مسلمان تھے۔ربّ العالمین کے پرستار اور رحمۃ للعالمین کے نام لیوا، مساوات واخوت کے علمبردار لیکن اتنی بڑی مصیبت بھی انہیں یکجا نہ کر سکی اس کے برعکس ہم اعتقادی حیثیت سے احمدیوں پر ہمیشہ طعنہ زن رہے ہیں لیکن ان کی تنظیم، ان کی اخوت اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کی حمایت نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا قادیان آباد کرنے کی ابتدا کر دی ہے مہاجر بن کر وہ لوگ بھی آئے جن میں خدا کے فضل سے ایک ایک آدمی ایسی بستیاں بسا سکتا تھا لیکن ان کا روپیہ ان کی ذات کے علاوہ کسی غریب مہاجر کے کام نہ آ سکا۔ربوہ ایک اور نقطہ نظر سے بھی ہمارے لئے محلِّ نظر ہے۔وہ یہ کہ حکومت بھی اس سے سبق لے سکتی ہے اور مہاجرین کی صنعتی بستیاں اس نمونے پر بسا سکتی ہے۔اس طرح ربوہ عوام اور حکومت کے لئے ایک مثال ہے اور زبان سے کہہ رہا ہے کہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والے منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں اور عملی کام کرنے والے کوئی دعویٰ کئے بغیر کچھ کر دکھاتے ہیں'' ۔[136]

غیر از جماعت معززین کے تعزیتی خطوط

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال پر غیر از جماعت اصحاب نے بھی دلی صدمہ محسوس کیا۔ چنانچہ ان کی طرف سے بکثرت ہمدردی اور تعزیت کے خطوط موصول ہوئے۔ایسے چند ایک خطوط درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

☆ مظفرعلی صاحب قریشی شجاع آباد ضلع ملتان

شجاع آباد ضلع ملتان کے ایک معزز غیر احمدی نوجوان مظفر علی صاحب قریشی نے ۱۱ نومبر ۶۵ء کو مولانا دوست محمد شاہد صاحب کے نام مندرجہ ذیل مکتوب تحریر فرمایا ہے:۔

''محترم ومکرم قبلہ مولوی صاحب

سلام مسنون

حضرت مرزا صاحب کی رحلت کی خبرسن کرازحد افسوس ہوا۔آپ میرے نزدیک اس صدی کی بزرگ ترین ہستی تھے۔آپ نے دین اسلام کی اشاعت کے لئے جو کچھ کیا وہ غیر جانبدار مبصر کے لئے ایک خزینہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ آپ کے روحانی پیشوا تھے۔ جو صدمہ آپ کو پہنچ سکتا ہے اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔ بہرحال اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور آپ لوگوں کو صبر جمیل عطا کرے۔فقط

مظفرعلی شجاع آباد''

☆ خان نذر محمد خانصاحب ایڈووکیٹ جھنگ

جھنگ کے ممتاز ایڈووکیٹ خان نذر محمد خان صاحب نے ملک ولایت خان صاحب ربوہ کو مندرجہ ذیل مکتوب لکھا ہے:۔

''صدر جھنگ ۶۵/۱۱/۹ مکرم معظم برادر

السلام علیکم۔ جناب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی صاحب کی وفات کی خبرسن کر افسوس ہوا ہے۔ جلسہ ربوہ سالانہ میں دو مرتبہ ان کے ارشادات عالیہ سننے کا مجھے شرف حاصل ہے۔ پہلے ایام تعلیم میں بمقام بریڈلاء ہال لاہور میں صاحب موصوف کی بلند پایہ تقریر سننے کا اتفاق ہوا ان کی وفات سے ان کا خلاپُر کرنا بہت مشکل امر ہے ایک برگزیدہ ہستی دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔خدا حضرت صاحب مرحوم کو غریق رحمت فرماوے اور ہمیں اور آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے''۔

☆ احمد نگر کی یونین کونسل نے لکھا کہ:

''بخدمت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ

یونین کونسل کا یہ خاص اجلاس حضرت امام جماعت احمدیہ کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں اپنے سابقہ تعلقات کی وابستگی کا اظہار کرتا ہے آپ کا اس یونین کے ساتھ خاص

تعلق ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرماوے۔اور آپ کے والد محترم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔آمین۔"

(چیئر مین یونین کونسل نمبر ۳۹۔احمد نگر)

☆ سید غلام شبیر شاہ صاحب میر پور آزاد کشمیر

میر پور آزاد کشمیر کے ایک غیر از جماعت معزز دوست سید غلام شبیر شاہ صاحب نے ایک احمدی مکرم منشی علم الدین صاحب کے نام یہ خط لکھا:۔

"مکرمی جناب منشی علم الدین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔آج کی ریڈیو نشریات انتہائی رنج وغم کے عالم میں سنی گئیں جبکہ یہ خبر نشر ہوئی کہ آج جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ربوہ میں انتقال ہو گیا ہے۔صاحب موصوف ایک بلند اخلاق غریب پرور و دیگر کئی صفات کے علاوہ تنظیم احمدیہ کے علمبردار تھے انہوں نے نمایاں طور پر قومی و مذہبی خدمات انجام دی ہیں۔مجھے صاحب کی وفات سے دلی دکھ ہوا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ انہیں اللہ تبارک اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ اپنے تمام ہم خیال حضرات کو میری دلی ہمدردیوں کا اظہار فرما دینا۔

راقم سید غلام شبیر شاہ آف ناڑ"

☆ مشتاق احمد قریشی راولاکوٹ آزاد کشمیر

مشتاق احمد قریشی نے اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ

"جناب ایڈیٹر صاحب الفضل ربوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پرسوں کا اخبار دیکھ کر بڑی ذاتی کوفت ہوئی جس میں حضرت خلیفہ صاحب کی اچانک وفات کا لکھا ہوا تھا۔دل میں رنج والم لے کر بار بار پڑھا مگر بحیثیت ایک فوجی کرافٹ E.M.E میں ہونے سے کچھ بھی نہ کر سکا۔البتہ اتنا ضرور کیا کہ حضرت صاحب کی روح مبارک کو لاکھوں درود بھیجنے اور ان کی روح کے لئے قرآن مجید پڑھنے کا مصمم وعدہ کیا خداوند کریم حضرت صاحب کو اپنے خاص بندوں میں جگہ دے۔آمین ثم آمین۔میں چند ایک کتابیں پڑھنے سے احمدیت کے اتنا قریب ہو چکا ہوں۔گو میں ابھی تک اس دائرہ سے محروم ہوں مگر انشاء اللہ جلد وہ دن آئے گا جب میں بھی ایک احمدی کی

حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کر سکوں گا۔ آپ بھی دعا کیا کریں کہ خدائے برتر مجھے جلد از جلد اس جماعت کا رکن بنائے۔ آمین۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفہ صاحب کو جنت میں جگہ دے۔ اوران کے طفیل جماعت احمدیہ کو دنیا میں سرفراز کرے۔ (آمین ثم آمین)

سی ایف این الیکٹریشن مشتاق احمد قریشی

راولاکوٹ آزاد کشمیر‘‘ 137

☆ محمد ارشاد خان لائلپور

’’لائنز انٹرنیشنل‘‘ ڈسٹرکٹ ۳۰۵ مغربی پاکستان کے زون چیئرمین (زون نمبر۲) لائل پور جناب محمد ارشاد خان صاحب سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال پر گہرے غم والم اور تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مکتوب میں رقمطراز ہیں:۔

’’محترم مدیر صاحب الفضل ربوہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت امام جماعت احمدیہ (خداتعالیٰ ان کی مقدس روح پر کروڑوں رحمتیں اور اربوں فضل نازل فرمائے) آسمانِ انسانیت کے وہ درخشندہ وتابندہ قمر تھے کہ جن کے بغیر آج انسانیت تہی داماں و سربگریباں ہو کے رہ گئی ہے۔ ایک موقعہ پر آپ نے نعرۂ تکبیر، اسلام اور آقائے مدنی ﷺ کے بعد ’’انسانیت زندہ باد‘‘ کا نعرہ لگوایا تھا۔ اور میرا ایمان ہے کہ اُسی روز سے انسانی بلند قدروں کا صحیح شعور قلوب میں زندہ ہوا اور یہی شعور واحساس آنے والی بے شمار نسلوں کے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتا رہے گا۔ حضرت اقدس کا ایک شعر آج بار بار زبان پر آیا

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پرواہ نہ کر

آپ نے ایک بھرپور عملی زندگی گزارتے ہوئے واقعی طوفانِ حوادث اور حالات کے تھپیڑوں کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج جب میں نے اس جری قائد اور اس عظیم رہنما کے انتقال کی خبر سنی تو دل بے اختیار بھر آیا۔

میری طرف سے ان سب دوستوں تک ہمدردی کا پیغام پہنچا دیجئے جو اس صدمہ کو اپنے دلوں کی دھڑکنوں میں محسوس کر رہے ہیں۔ خدا حافظ۔‘‘ 138

صدر پاکستان محمد ایوب خان اور ایک لیبر لیڈر کے تاثرات

حضرت مصلح موعود کے ایک صاحبزادے مرزا رفیق احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''۱۹۶۲ء کا ذکر ہے مجھے گردہ کی شدید تکلیف ہوئی اور میرے بڑے بھائی ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے کہا کہ ربوہ میں گرمی بہت ہے آپ مری چلے جاؤ، کیونکہ گرمی کا اثر بھی گردہ پر ہوتا ہے۔ میں اس ڈاکٹری مشورہ کے بعد مری چلا گیا۔

ان دنوں سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم بھی مری آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو خط لکھا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنا تعارف بھی کروایا اور یہ بھی لکھا کہ یہ ملاقات جماعتی طور پر نہیں بلکہ میری ذاتی خواہش کے پیش نظر ہے۔ چند دنوں کے بعد ان کا جواب آیا کہ آ کر مل لیں۔ ان کے دیے ہوئے دن اور وقت پر میں پریذیڈنٹ ہاؤس پہنچا۔ میری ان سے تقریباً سوا گھنٹہ ملاقات رہی، میں نے اس دوران میں انہیں حضور کی تصنیف ''دیباچہ تفسیر القرآن'' پیش کی جسے انہوں نے بڑے احترام سے قبول کیا اور چند منٹ اسے پڑھا اور پھر کہنے لگے: ''میں آپ کو حضور کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ ۱۹۵۰ء میں اپنے کوئٹہ کے قیام کے دوران حضرت صاحب نے سٹاف کالج کے تمام افسران کی دعوت کی میں بھی مدعو تھا، چائے ختم ہوئی تو حضور تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور ابتداء اس طرح کی کہ پاکستان کو جغرافیائی اور فوجی نقطہ نظر سے کہاں کہاں سے اور کس طرح خطرہ ہوسکتا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اب تو وقت کا ضیاع ہوگا کیونکہ ایک مذہبی راہنما کو فوج کے نقطہ نظر کی کیا خبر اور خطرات کی نشاندہی سے کیا کام۔ دراصل میں اپنے آپ کو اس علم کا ماہر سمجھتا تھا اس لیے طبیعت میں اکتاہٹ محسوس ہوئی لیکن جب انہوں نے یہ مضمون ختم کیا اور اپنی تقریر ختم کی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ آج پہلے دن میں نے سٹاف کالج میں داخلہ لیا ہے۔ جس شخص کو خدا نے ایسا زبردست دماغ دیا ہو اور غیر متعلقہ علوم میں اس کی دسترس اس غضب کی ہو، دینی علوم میں اس کے ادراک کا کیا عالم ہوگا۔''

اسی طرح مکرم صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں:

''ہمارے ایک احمدی دوست ڈاکٹر لطیف صاحب سرگودھا نے فرمایا ایک دفعہ ایک لیبر لیڈر میرے پاس آئے۔ وہ ساری دنیا کا دورہ کر کے آئے تھے اور اپنے سفر کے حالات سنا رہے تھے کہ میں امریکہ کے صدر نکسن سے بھی ملا، برطانیہ، فرانس اور جرمنی کے سربراہوں سے بھی ملاقات کی۔ چواین

لائی کو بھی دیکھا، ان سب میں ماؤزے تنگ حیرت انگیز دماغی صلاحیتوں کا مالک ہے۔اس فقرہ کے بعد اچانک خاموشی چھا گئی۔اس کی نگاہیں ٹکٹکی باندھے ایک جانب دیکھ رہی تھیں۔ میں نے دیکھا تو کارنس پر پڑی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تصویر پر ان کی نگاہیں جمی ہیں جس کو غالباً شروع میں میرے گھر آ کر انہوں نے نوٹ نہیں کیا تھا۔ میں نے ان کی محویت توڑتے ہوئے پوچھا، کیا ہوا۔ کہنے لگے یہ سچ ہے کہ ماؤزے تنگ عظیم شخصیت ہے لیکن حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب سے ان کی زندگی میں ایک بار میری ملاقات ہوئی جس کو تادم آخر نہ بھول سکوں گا، اس دماغ کا انسان روئے زمین پر نہ مل سکے گا، افسوس نادرِ روزگار ہستی بہت جلد ہم سے جدا ہوگئی۔'' 139

عہد خلافت ثانیہ کی عظیم الشان ترقیات پر ایک نظر

جماعت احمدیہ کے مرکزی نظم ونسق اور عالمی وسعت اور بین الاقوامی نظام تبلیغ پر ایک طائرانہ نظر

حضرت مصلح موعود خدا کی قدرتوں کا مجسم اور چلتا پھرتا نشان اور ایک عہد آفریں اور تاریخ ساز شخصیت تھے جو مطلع عالم پر صدیوں بلکہ ہزاروں سال کے بعد نمودار ہوتی ہے۔آپ نے ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو جب مسند خلافت پر قدم رکھا تو خلافت احمدیہ کے خلاف باغیانہ تحریک پورے زور سے اٹھ کھڑی ہوئی جس نے سلسلہ احمدیہ کا پورا نظام تہ و بالا کر کے رکھ دیا اور اس خدا کی پاک جماعت کی تباہی اور بربادی کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا۔

خلافت ثانیہ کے آغاز میں صدر انجمن احمدیہ کے مقتدر ممبروں نے اپنی ایک متوازی انجمن بنالی تھی۔مرکزی خزانہ خالی ہو چکا تھا اور بیرون ہند کوئی باقاعدہ جماعتی مشن موجود نہیں تھا (اگر چہ حضرت فتح محمد سیال صاحب بطور پہلے مبلغ جولائی ۱۹۱۳ء میں لندن پہنچ چکے تھے) ان حالات میں آپ نے ۱۲ را پریل ۱۹۱۴ء کی پہلی شوریٰ میں قبل از وقت پیشگوئی فرمادی کہ

> ''میں تمام زبانوں اور تمام قوموں میں تبلیغ کا ارادہ رکھتا ہوں اس لئے کہ یہ میرا کام ہے کہ تبلیغ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بڑا ارادہ ہے اور بہت کچھ چاہتا ہے مگر اس کے ساتھ میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا ہی کے حضور سے سب کچھ آوے گا...... کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود سے خود وعدہ کیا ہے کہ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کو ہم وحی کریں گے'' 140

چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا جس کا اندازہ کرنے کے لئے حضرت مصلح موعود کی رحلت کے وقت دنیائے احمدیت کے نقشہ پر صرف ایک طائرانہ نظر ڈالنا کافی ہوگا۔اس نقشہ سے جماعت کے مضبوط و مستحکم نظم ونسق،اس کی عالمی وسعت اوراس کے عالمگیر تبلیغی نظام کی ایک جھلک نمایاں ہوتی ہے۔

صدرانجمن احمدیہ قادیان (شعبہ جات)

۱۔امیر جماعت قادیان و ناظر اعلیٰ
۲۔ناظر دعوۃ وتبلیغ و ناظر تعلیم
۳۔ناظر بیت المال
۴۔ایڈیشنل ناظر امور عامہ
۵۔ایڈیٹر بدر
۶۔ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ قادیان
۷۔ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام مڈل سکول قادیان
۸۔صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان

مبلغین کرام بھارت

۱۔مبلغ مقیم سرینگر
۲۔مبلغ مظفر پور (بہار)
۳۔مبلغ مقیم شیموگہ
۴۔انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی
۵۔انچارج احمدیہ مشن حیدرآباد
۶۔مبلغ دہلی
۷۔انچارج مبلغ کیرالہ
۸۔انچارج کلکتہ مشن
۹۔مبلغ کالی کٹ
۱۰۔مبلغ ضلع کیرنگ
۱۱۔مبلغ کوٹار
۱۲۔مبلغ سونگڑہ

صدرانجمن احمدیہ پاکستان (نظارتیں)

صدر۔صدرانجمن احمدیہ پاکستان

۱۔نظارت علیاء
۲۔نظارت تعلیم
۳۔نظارت دیوان
۴۔نظارت صنعت وتجارت
۵۔نظارت بیت المال
(الف) نظارت بیت المال آمد
(ب) نظارت بیت المال خرچ
۶۔نظارت امور خارجہ
۷۔نظارت اصلاح وارشاد
۸۔نظارت زراعت
۹۔نظارت امور عامہ

۱۰۔نظارت بہشتی مقبرہ
۱۱۔نظارت ضیافت
۱۲۔نظارت تعمیرات
۱۳۔نظارت جائیداد واملاک
۱۴۔نظارت وظائف وصدقات
۱۵۔نظارت تالیف وتصنیف
۱۶۔نظارت صحت
۱۷۔نظارت افتاء
۱۸۔نظارت خدمت درویشاں
۱۹۔ناظر شبان
۲۰۔ممبران صدر انجمن احمدیہ

دیگر شعبہ جات

ا۔پرائیوٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح
۲۔افسر جلسہ سالانہ
۳۔اصلاح وارشاد مقامی
۴۔دارالقضاء
۵۔انچارج صیغہ زودنویسی
۶۔انچارج خلافت لائبریری
۷۔محاسبہ کمیٹی
۸۔فضل عمر ہسپتال
۹۔چیف میڈیکل آفیسر
۱۰۔امانت وخزانہ
۱۱۔محاسب
۱۲۔انچارج شعبہ رشتہ ناطہ
۱۳۔پراویڈنٹ فنڈ
۱۴۔مشیر قانونی
۱۵۔آڈیٹر
۱۶۔شعبہ تاریخ احمدیت [141]

تحریک جدید انجمن احمدیہ

ا۔وکالت علیاء
۲۔وکالت دیوان
۳۔وکالت تبشیر
۴۔ وکالت مال اول
۵۔ وکالت مال ثانی
۶۔وکالت جائیداد
۷۔ وکالت تعلیم
۸۔وکالت طباعت
۹۔وکالت اشاعت
۱۰۔وکالت صنعت وحرفت
۱۱۔ وکالت تجارت
۱۲۔وکالت قانون
۱۳۔دفتر کمیٹی آبادی
۱۴۔امانت تحریک جدید [142]

وقف جدید انجمن احمدیہ

ناظم وقف جدید

ذیلی تنظیمیں

ا۔صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ ۲۔صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۳۔صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ

تعلیمی اداروں کے سربراہ

ا۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ ۲۔ پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ

۳۔ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ ۴۔ پرنسپل جامعہ نصرت گرلز کالج ربوہ

۵۔ ہیڈ مسٹرس نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ ۶۔ پرنسپل انٹرمیڈیٹ کالج گھٹیالیاں

۷۔ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول گھٹیالیاں

۸۔ ہیڈ مسٹرس احمدیہ گرلز ہائی سکول سیالکوٹ شہر

مرکزی اخبار و رسائل

ا۔ ریویو آف ریلیجنز ۲۔ روزنامہ الفضل ربوہ ۳۔ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

۴۔ ماہنامہ خالد ربوہ ۵۔ ماہنامہ الفرقان ربوہ ۶۔ ماہنامہ مصباح ربوہ

۷۔ ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ ۸۔ ماہنامہ تحریک جدید ربوہ

نظام امارت اضلاع پاکستان

صوبہ پنجاب:	امیر ضلع سرگودھا و امیر صوبائی صوبہ پنجاب و بہاولپور
امیر ضلع راولپنڈی	امیر ضلع جہلم امیر ضلع گجرات
امیر ضلع لاہور	امیر ضلع گوجرانوالہ امیر ضلع سیالکوٹ
امیر ضلع شیخوپورہ	امیر ضلع جھنگ امیر ضلع ملتان
امیر ضلع لائلپور	امیر ضلع ساہیوال امیر ضلع بہاولپور
امیر ضلع بہاولنگر	امیر ضلع رحیم یار خان
امیر ضلع مظفر گڑھ	امیر ضلع ڈیرہ غازی خان
صوبہ سندھ:	امیر ضلع تھرپارکر و حیدرآباد ڈویژن

امیر ضلع حیدر آباد امیر ضلع خیر پور ڈویژن امیر ضلع نواب شاہ

صوبہ سرحد: امیر ضلع پشاور امیر ضلع مردان امیر ضلع کیمبل پور

صوبہ بلوچستان: امیر ضلع کوئٹہ وقلات ڈویژن

کراچی: امیر ضلع کراچی

مشرقی پاکستان: امیر مشرقی پاکستان

تقرر مربیان و معلّمین کرام

۱۹۶۵ءتک درج ذیل اضلاع اور مقامات میں با قاعدہ مربیان و معلمین کام کر رہے تھے۔

نظارت اصلاح وارشادمرکزیہ:

لاہور، راولپنڈی، ملتان، کراچی، پشاور، بہاولنگر، جہلم، کیمبل پور، ڈیرہ اسماعیل خاں، رحیم یار خان، خان پور، جہلم (چکوال)، نواب شاہ، ساہیوال، اوکاڑہ، گجرات، تھرپارکر (کنری)، سکھر (شکار پور)، ڈیرہ غازی خاں، گجرات (چک ۲۰)، ڈھاکہ، چٹا گانگ، دیناج پور، کومیلہ (شمس پور)، کشتیا (اتھامی)، کوٹلی آزاد کشمیر، حیدر آباد، بہاولپور۔

صیغہ اصلاح وارشادمقامی:

لائل پور (فیصل آباد)، جھنگ، سیالکوٹ، سرگودھا، سمندری، شیخوپورہ، گوجرہ، گوجرانوالہ، ڈسکہ، چک منگلا۔

عملہ معلّمین اصلاح وارشادمقامی

پاکستان کے درج ذیل مقامات میں معلّمین سلسلہ کام کر رہے تھے۔ گوجرانوالہ و چنڈ، گھوگھیاٹ، کوٹ سلطان، چونڈہ، ڈاہرانوالی، سانگلہ ہل، روڑہ، کتھووالی، جھنگ، بیداد پور، بدوملہی، پکّا نسوانہ، بھڑتانوالہ، پھاہے والی، آنبہ، چک ۳۳ جنوبی (سرگودھا)[143]

بیرونی ممالک کے مشن اوران کے انچارج

۱۔انگلستان مشن	انچارج بشیر احمد رفیق صاحب
۲۔ماریشس	مولوی فضل الٰہی بشیر صاحب
۳۔نائیجیریا مشن	شیخ نصیر الدین احمد صاحب

۴۔امریکہ مشن	چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بنگالی
۵۔غانا مشن	مولوی عطاءاللہ کلیم صاحب
۶۔شام مشن	السید منیر الحصنی صاحب
۷۔انڈونیشیا مشن	سید شاہ محمد صاحب
۸۔فلسطین مشن	مولوی جلال الدین قمر صاحب
۹۔ٹانگانیکا مشن	مولوی محمد منور صاحب
۱۰۔ملایا مشن	مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری
۱۱۔بورنیو مشن	مولوی بشارت احمد نسیم صاحب
۱۲۔سیرالیون مشن	مولوی بشارت احمد بشیر صاحب
۱۳۔سنگاپور مشن	مولوی محمد زہدی صاحب
۱۴۔عدن مشن	عبداللہ الشبوطی صاحب
۱۵۔سپین مشن	مولوی کرم الٰہی ظفر صاحب
۱۶۔ہالینڈ مشن	حافظ قدرت اللہ صاحب
۱۷۔سوئٹزرلینڈ مشن	چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ
۱۸۔فرانکفرٹ مشن (جرمنی)	چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ
۱۹۔ہمبرگ مشن (جرمنی)	مولوی فضل الٰہی انوری صاحب
۲۰۔نورمبرگ مشن (جرمنی)	مسٹر عمر ھافر صاحب
۲۱۔ٹرینیڈاڈ مشن	بشیر احمد آرچرڈ صاحب
۲۲۔لائبیریا مشن	مولوی مبارک احمد ساقی صاحب
۲۳۔سکینڈے نیویا مشن	سید کمال یوسف صاحب
۲۴۔ملائیشیا مشن	مولوی بشارت احمد نسیم صاحب امروہی
۲۵۔ٹوگولینڈ مشن	مرزا لطف الرحمٰن صاحب
۲۶۔کینیا مشن	الحاج مولوی نورالحق انور صاحب
۲۷۔آئیوری کوسٹ مشن	مولوی محمد افضل صاحب قریشی
۲۸۔گیمبیا مشن	مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی

بیرونی ممالک میں احمدیہ مساجد

نام ملک	تعداد	نام ملک	تعداد
انگلستان	۱	مغربی جرمنی	۲
ہالینڈ	۱	سوئٹزرلینڈ	۱
یونائیٹڈ سٹیٹ امریکہ	۳	انڈونیشیا	۶۰
ملایا	۲	سیلون	۲
برما	۲	بورنیو	۳
ماریشس	۶	مشرقی افریقہ	۲۰
سیرالیون	۴۰	نائیجیریا	۴۰
غانا	۱۶۱	کل تعداد	۳۴۴

بیرونی ممالک میں احمدیہ درسگاہیں

نام ملک	تعداد
نائیجیریا	۱۰۔سکول
غانا	۱۶۔پرائمری سکول۔۲۔مڈل سکول۔۱۔سیکنڈری سکول۔۱۔عربی سکول
سیرالیون	۱۵۔پرائمری سکول۔۲۔سیکنڈری سکول
مشرقی افریقہ	۳۔سکول
کل تعداد	۵۰

بیرونی ممالک سے شائع ہونے والے اخبارات وجرائد

ملک	اخبار
امریکہ	AHMADIYYA GAZETTE
	THE MUSLIM SUNRISE
جرمنی	DER ISLAM
انڈونیشیا	SINAR ISLAM

نائیجیریا	THE TRUTH
سیلون	THE MESSAGE
مشرقی افریقہ	MAPENZI YA MUNGU (سواحیلی)
	EAST AFRICAN TIME
	VOICE OF ISLAM(لوگنڈا)
لندن	THE MUSLIM HERALD
کوپن ہیگن	AKTIVE ISLAM
ہالینڈ (ہیگ)	AL ISLAM
کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ)	AL-ASR
سیرالیون	THE AFRICAN CRESCENT
غانا	THE GUIDANCE
ماریشس	LE MESSAGE

بجٹ سال ۱۹۶۵ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات کے سال تک جماعت احمدیہ کا سالانہ مجموعی بجٹ ۷۲،۱۹،۱۷۳ (بہتر لاکھ انیس ہزار ایک صد تہتر روپے) تک پہنچ چکا تھا۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

بجٹ صدر انجمن احمدیہ ۳۴،۲۴،۲۵۳

بجٹ تحریک جدید انجمن احمدیہ ۳۶،۲۴،۹۲۰

بجٹ وقف جدید انجمن احمدیہ ۱،۷۰،۰۰۰ [144]

عظیم الشان روحانی فتوحات اور تحریکات پر ایک طائرانہ نظر

☆ ۱۰۰ کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات۔

☆ ممالک بیرون میں ۳۱۱ مساجد کی تعمیر۔

☆ ۴۶ ممالک میں احمدیہ مشنوں کا قیام۔

☆ ۱۶۴/ واقفین زندگی نے بیرونی ممالک میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔

☆۱۶ زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت۔
☆۲۴ ممالک میں ۴۷ تعلیمی مراکز کا قیام۔
☆۲۸ دینی مدرسوں اور ۱۷ ہسپتالوں کا قیام۔
☆۴۰ کے لگ بھگ اخبارات ورسائل کا اجراء۔
☆حضور کی ۲۲۵ کتب ورسائل کی تصنیف۔
☆۱۰ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی قرآنی تفسیر۔

حضرت مصلح موعود کی تحریکات

۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۵ء

نومبر ۱۹۱۶ء۔آنریری مبلغین کے لئے تحریک۔
دسمبر ۱۹۱۶ء۔خواتین کو تبلیغ فنڈ کی پہلی تحریک۔
دسمبر ۱۹۱۷ء۔تحریک وقف زندگی۔
مئی ۱۹۲۲ء۔حفظ قرآن کی تحریک۔
مارچ ۱۹۲۳ء۔شدھی کے خلاف جہاد کی تحریک۔
فروری ۱۹۲۵ء۔چندہ خاص کی تحریک۔
فروری ۱۹۲۵ء۔تبلیغِ احمدیت کی خاص تحریک۔

۱۹۲۸ء

جولائی ۱۹۲۸ء۔لاوارث بچوں اور عورتوں کی خبر گیری کی تحریک۔
خصوصی جلسہ ہائے سیرت النبی ﷺ کی تحریک۔
دسمبر ۱۹۲۸ء۔گھروں میں درس جاری کرنے کی تحریک،تعلیم نسواں کی خاص تحریک۔
۱۹۲۸ء۔جہاد بالقرآن کی خصوصی تحریک۔

۱۹۳۰ء

۱۹۳۰ء۔نفلی روزوں کی خاص تحریک۔خود حفاظتی کی تحریک۔

۱۹۳۱ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز تحریر اختیار کرنے کی تحریک۔

اتحاد بین المسلمین کی تحریک ۔
صنعت وحرفت کی طرف توجہ کی تحریک ۔
خواتین میں بہادری پیدا کرنے کی خاص تحریک ۔
مسلم کانفرنس کے قیام کی تحریک ۔
فروری ۔ اہل کشمیر کے لئے مالی وجانی قربانیوں کی پُر زور تحریک ۔
دسمبر ۔ قادیان میں مکان بنانے کی تحریک ۔

۱۹۳۲ء، ۱۹۳۳ء

جنوری ۱۹۳۲ء ۔ پیغام احمدیت پہنچانے کی زبردست تحریک ۔
جنوری ۱۹۳۲ء ۔ تحریک مصالحت ۔
۱۹۳۳ء ۔ اردو سیکھنے کے لئے کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھنے کی تحریک ۔

۱۹۳۴ء

جنوری ۔ احمدیوں کی تربیت کے لئے تحریک سالکین ۔
نومبر ۔ تحریک جدید کا اجراء ۔

۱۹۳۷ء

عالمگیر جنگ کی خبر اور خاص دعاؤں کی تحریک ۔
نومبر ۔ روایات صحابہ بانی سلسلہ احمدیہ محفوظ کرنے کی تحریک ۔
دسمبر ۔ مستقل وقف کی تحریک ۔

۱۹۴۰ء

غیر مبائعین کو تبلیغ کی خاص تحریک ۔
مارچ ۔ صحابہ مسیح موعود علیہ السلام کو تبلیغ احمدیت میں سرگرم عمل ہونے کی تحریک ۔

۱۹۴۲ء، ۱۹۴۳ء

مئی ۱۹۴۲ء ۔ قادیان کے غرباء کے لئے غلہ کی تحریک ۔
جون ۱۹۴۲ء ۔ مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے دعا کی تحریک ۔
جولائی ۱۹۴۲ء ۔ احمدی نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہونے کی تحریک ۔

ستمبر ۱۹۴۲ء ۔ بیرونی مبلغین کے لئے خصوصی دعا کی تحریک ۔
ستمبر ۱۹۴۲ء ۔ مربیان کو ذکر الٰہی کی اہم تحریک ۔
اکتوبر ۱۹۴۲ء ۔ ہندوستان میں دعوت الی اللہ کی خاص تحریک ۔
اکتوبر ۱۹۴۳ء ۔ دعوت الی اللہ کی خاص تحریک اور مباحثات سے ممانعت ۔
وقف زندگی برائے دیہاتی مربیان ۔

۱۹۴۴ء

مارچ ۔ خاندان مسیح موعود علیہ السلام کو وقف کی خاص تحریک ۔
مارچ ۔ وقف جائیداد کی تحریک ۔
مارچ ۔ وقف زندگی کی وسیع تحریک ۔
مارچ ۔ تعلیم الاسلام کالج کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی تحریک ۔
ماہرین علوم پیدا کرنے کی تحریک ۔
اپریل ۔ حفاظ پیدا کرنے کی تحریک ۔
مئی ۔ رضا کارانہ دعوت الی اللہ کی ولولہ انگیز تحریک ۔
مئی ۔ تسبیح وتحمید اور درود شریف کی اہم تحریک ۔
مئی ۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تحریک ۔
جون ۔ نوجوانوں کو بالالتزام نماز تہجد کی تحریک ۔
جولائی ۔ ہندوستان میں سات مراکز اشاعت اسلام کی تحریک ۔
اگست ۔ بیویوں میں عدل وانصاف کی تحریک ۔
اکتوبر ۔ مشہور زبانوں میں تراجم قرآن اور لٹریچر کی تحریک ۔
دسمبر ۔ کمیونسٹ تحریک کا مطالعہ کرنے کی تحریک ۔
جماعت کو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود سے فائدہ اٹھانے کی تحریک ۔

۱۹۴۵ء، ۱۹۴۶ء

۱۹۴۵ء ۔ جماعت میں اعلیٰ تعلیم کی توسیع کیلئے سکیم ۔

۱۹۴۵ء۔ خاندانی وقف کی تحریک۔

۱۹۴۵ء۔ تحریک وقف تجارت۔

۱۹۴۶ء۔ مسلمانان عالم کے لیے دعائے خاص کی تحریک۔

۱۹۴۶ء۔ نوجوانان احمدیت کو قربانیوں کی تحریک۔

۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۱ء

فروری۔ حفاظت مرکز کیلئے مالی قربانیوں، روزوں اور دعاؤں کی خاص تحریک۔

احمدی مہاجرین کے لئے کمبلوں، لحافوں اور توشکوں کی تحریک۔

اکتوبر۔ احمدیوں کو حفاظتی فنون سیکھنے کی تلقین۔

اکتوبر۔ ذکر الٰہی کی تحریک۔

انڈونیشیا، ایبے سینیا اور سعودی حکومت سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی تحریک۔

اشاعت اسلام کے لئے فقیرانہ رنگ پیدا کرنے کی ہدایت۔

۱۹۴۸ء۔ فتنہ صیہونیت کے مقابلہ کے لئے زبردست تحریک۔

جولائی ۱۹۴۹ء۔ قرآن کا اردو ترجمہ سیکھنے کی پُرزور تحریک۔

نومبر ۱۹۴۹ء۔ منافق طبع لوگوں کی اصلاح کی تحریک۔

۱۹۵۰ء۔ تبلیغ کے لئے جدید لٹریچر تیار کرنے کی تحریک۔

۱۹۵۰ء۔ دفاع وطن کی تیاری کی پُرزور تحریک۔

فروری ۱۹۵۱ء۔ دعاؤں کے چلہ کی خاص تحریک۔

مارچ ۱۹۵۱ء۔ تبلیغ کا حلقہ وسیع کرنے کی تحریک۔

۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۴ء

جنوری ۱۹۵۲ء۔ محاسبہ نفس کی دعوت۔

فروری ۱۹۵۲ء۔ قوم کی بے لوث خدمات بجالانے کی تلقین۔

۱۹۵۲ء۔ عالم اسلام کو دعوت اتحاد۔

۱۹۵۲ء۔ تعلق باللہ اور دعاؤں کی خاص تحریک۔

جولائی ۱۹۵۲ء۔صبر وصلوٰۃ کی پُر زور تحریک۔
اگست ۱۹۵۲ء۔مساجد کو ذکر الٰہی سے معمور کرنے کی تحریک۔
ستمبر ۱۹۵۲ء۔تحریک حج۔
۱۹۵۲ء۔خدمت پاکستان کی خصوصی تحریک۔
۱۹۵۳ء۔سات روزے رکھنے کی تحریک۔
۱۹۵۳ء۔سچائی اختیار کرنے کی تحریک۔
دسمبر ۱۹۵۳ء۔تحریک جدید میں شمولیت کی خاص تحریک۔
اکتوبر ۱۹۵۴ء۔پاکستان کے لئے تحریک دعا۔

۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۰ء

۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء۔فارغ التحصیل شاہدین کے لئے نئی سکیم۔
۱۹۵۵ء۔ضرورت زمانہ کے مطابق لٹریچر تیار کرنے کی تحریک۔
فروری ۱۹۵۵ء۔صدر انجمن احمدیہ کے لئے واقفین کی تحریک۔
۱۹۵۵ء۔مسلم فرقوں سے مغربی ممالک میں تبلیغ کی پُر زور اپیل۔
۱۹۵۶ء۔امریکہ میں نظام وصیت کے نفاذ کی پُر زور تحریک۔
۱۹۵۶ء۔قادیان کے لئے تحریک وقف زندگی۔
۱۹۵۸ء۔وقف جدید کی تحریک۔
جنوری ۱۹۵۸ء۔صد سالہ جوبلی منانے کی تحریک۔
جولائی ۱۹۵۸ء۔نوجوانان احمدیت کو سرگرم عمل رہنے کی تحریک۔
اگست ۱۹۵۸ء۔سینما بینی کے خلاف مؤثر آواز۔
نومبر ۱۹۶۰ء۔ایک الہامی دعا پڑھنے کی تحریک۔[145]

بعض اہم واقعات کا تذکرہ (۱۸۸۹ء سے ۱۹۶۵ء)

۱۸۸۹ء

۱۲ جنوری کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۱۸ جنوری بروز جمعہ آپ کا عقیقہ ہوا۔

۱۸۹۵ء

آپ کی تعلیم القرآن کی ابتدا ہوئی۔ مکرم حافظ احمد اللہ صاحب نے آپ کو قرآن کریم ناظرہ پڑھایا۔

۱۸۹۷ء

۷ جون کو آپ کے ختم قرآن کے موقع پر آمین کی یادگار تقریب ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس موقعہ پر ایک نظم بعنوان ''محمود کی آمین'' تحریر فرمائی۔

۱۸۹۸ء

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر باقاعدہ بیعت کی۔

آپ نے مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخلہ لیا۔

۱۸۹۹ء

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہ کے گروپ فوٹو میں پہلی دفعہ شامل ہوئے۔

۱۹۰۰ء

آپ نے انجمن تشحیذ الاذہان کی بنیاد رکھی۔

۱۹۰۲ء

اکتوبر میں آپ کا پہلا نکاح حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ (امّ ناصر) بنت حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب سے ہوا۔

۱۹۰۳ء

اکتوبر میں حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ کا رخصتانہ عمل میں آیا۔

۱۹۰۵ء

مارچ میں آپ نے میٹرک کا امتحان امرتسر میں دیا، نیز حضرت مولانا نور الدین (خلیفۃ المسیح الاول) سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۰۶ء

جنوری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے آپ صدر انجمن احمدیہ کی مجلس معتمدین میں بطور ممبر نامزد ہوئے۔

مارچ میں آپ کی ادارت میں رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء ہوا۔

۲۶ مئی کو آپ کے ہاں پہلے بیٹے صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب کی ولادت ہوئی جن کی جلد ہی وفات ہوگئی۔

جلسہ سالانہ میں پہلی دفعہ آپ نے پُر معارف تقریر کی۔

۱۹۰۷ء

ایک فرشتہ نے رؤیا میں آپ کو سورۃ الفاتحہ کی تفسیر سکھائی۔

۱۹۰۸ء

۲۷ راپریل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ لاہور کا سفر کیا۔

۲۶ مئی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر آپ کی نعش مبارک کے سامنے آپ نے تاریخی عہد کیا۔

۲۷ مئی کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

آپ کی پہلی تصنیف ''صادقوں کی روشنی کو کون دور کرسکتا ہے'' شائع ہوئی۔

مدرسہ احمدیہ کی بقاء کے لئے زبردست جدّ وجہد فرمائی۔

۱۹۰۹ء

دہلی، کپورتھلہ، لاہور، قصور اور فیروز پور میں پبلک لیکچر دیئے۔

جولائی میں سرزمین کشمیر کی طرف پہلا سفر کیا۔

۱۵ نومبر کو آپ کے ہاں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث) کی ولادت ہوئی۔

۱۹۱۰ء

فروری میں قادیان میں نماز مغرب کے بعد درس قرآن دینا شروع کیا۔

احمدی طلباء کے لئے تربیتی کلاس کا اجرا کیا۔

۲۴ جولائی کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے سفر ملتان کے دوران پہلی مرتبہ امیر مقامی مقرر ہوئے۔

۲۹ جولائی کو پہلی بار آپ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

۲۶ راگست کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے آپ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔

۱۹۱۱ء

انجمن انصار اللہ کا قیام عمل میں آیا۔ (یہ دعوت الی اللہ اور تربیت و اصلاح کے لئے پہلے ایک انجمن بنائی گئی تھی)

پادری ینگسن سے مدلل و مسکّت مذہبی گفتگو فرمائی۔

۲۵ ستمبر کو پہلا خطبہ عید الفطر ارشاد فرمایا۔

اکتوبر میں آپ کے ہاں حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی ولادت ہوئی۔

۱۹۱۲ء

ہندوستان کی مشہور اسلامی درسگاہوں کا دورہ کیا نیز سفر بلاد عرب اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

۶ تا ۸ را پریل ۱۹۱۲ء کو آپ مولانا شبلی نعمانی کے اصرار پر ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسہ میں شامل ہوئے۔

۱۹۱۳ء

۱۸ جون کو اخبار الفضل کا اجراء فرمایا۔

۱۹۱۴ء

جنوری میں انجمن ترقی اسلام قائم فرمائی۔

۱۳ مارچ کو خلافت اولیٰ کے زمانہ کا آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

۱۴ مارچ کو بعد نماز عصر مسجد نور قادیان میں خلافت ثانیہ کا انتخاب ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔

مسجد اقصیٰ قادیان میں درس القرآن کا آغاز فرمایا۔

حضور کی طرف سے ایک زبردست اشتہار شائع ہوا۔ ’’کون ہے جو خدا کے کام روک سکے‘‘

۱۰ را پریل ۱۹۱۴ء کو خلافت ثانیہ میں صدر انجمن احمدیہ کا پہلا اجلاس آپ کی صدارت میں ہوا۔

اِس دور کی پہلی مجلس شوریٰ ہوئی۔ جماعت احمدیہ کے نمائندوں کو خطاب کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنا پروگرام بیان فرمایا (یہی تقریر ’’منصب خلافت‘‘ کے عنوان سے کتابی شکل میں طبع ہوئی)۔

احمدیہ مشن لندن کا مستقل صورت میں قیام ہوا۔

نظامِ دکن کو تبلیغ کی خاطر ''تحفۃ الملوک'' شائع فرمائی۔

صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت میر حامد شاہ صاحب نے خلافت ثانیہ کی بیعت کر لی۔

(۱۹۱۴ء میں اختلاف کے موقع پر غیر مبائعین نے ۴ احباب کے نام جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والوں سے بیعت لینے کے لئے پیش کئے۔ (۱) حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب۔ (۲) حضرت سید حامد شاہ صاحب۔ (۳) حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری۔ (۴) جناب خواجہ کمال الدین صاحب۔ صرف خواجہ صاحب محروم رہے باقی دو احباب نے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کر لی تھی)۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے والئ بھوپال نواب سلطان جہاں کو احمدیت کی دعوت پر مشتمل خط رقم فرمایا۔

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تبلیغی وفود نے دورے کئے۔

منارۃ المسیح کی دوبارہ تعمیر کا آغاز۔

قدرتِ ثانیہ کے دوسرے دور کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ حضور کی تقاریر برکاتِ خلافت کے عنوان سے شائع ہوئیں۔ جلسہ سالانہ خلاف معمول پانچ دن جاری رہا۔

۱۹۱۵ء

حضور نے ''القول الفصل'' تصنیف فرمائی۔

حضرت صوفی غلام محمد صاحب نے سیلون میں احمدیہ مشن قائم کیا۔

حضور کی تصنیف ''حقیقۃ النبوۃ'' شائع ہوئی۔

حضرت صوفی غلام محمد صاحب نے ماریشس میں احمدیہ مشن قائم کیا۔

قادیان میں مبلغین کلاس کا اجرا۔

حضور کی بیان فرمودہ قرآن کریم کے پہلے پارہ کی تفسیر اردو اور انگریزی زبان میں شائع ہوئی۔

مشہور مخیّر خادم سلسلہ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب آف سکندر آباد دکن کی بیعت۔

قادیان سے ہفت روزہ فاروق کا اجرا۔

۱۹۱۶ء

مسٹر والٹر (سیکرٹری ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن لاہور) قادیان آئے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر کی بیوہ حرمت بی بی (تائی صاحبہ) نے بیعت کرلی۔اور''تائی آئی'' کا الہام پورا ہوا۔

حضور نے مسلم شریف کا درس عام جاری فرمایا۔

لاہور میں احمدی طلباء کی سہولت کے لئے ہوسٹل کا قیام۔

انجمن ترقی اسلام قادیان کی طرف سے قرآن مجید کے پہلے پارہ کے انگریزی ترجمہ کی اشاعت۔

قادیان میں منارۃ المسیح کی تعمیر مکمل ہوگئی۔

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ کی قادیان میں آمد اور حضرت خلیفۃ المسیح سے ملاقات۔

قادیان میں مستقل مرکزی''صادق لائبریری'' قائم ہوئی۔

اِسی سال حضور نے خواتین کے لئے تبلیغی فنڈ کی پہلی تحریک کی۔

۱۹۱۷ء

نور ہسپتال قادیان کی تکمیل۔

حضور نے زندگی وقف کرنے کی پہلی تحریک فرمائی۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا عزم انگلستان برائے تبلیغ۔

لائبیریا میں پہلی بار احمدیت کا پیغام پہنچا۔

سیلون سے انجمن احمدیہ کولمبو کی طرف سے اینگلو تامل میں ہفتہ واری اخبار The Message کا اجراء۔

آسٹریلیا میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت۔

پنجاب کے سابق چیف جسٹس اور یوپی کے سابق گورنر کو انگلستان مشن کی طرف سے تبلیغِ اسلام۔

۱۹۱۸ء

حضور کے دفتر میں ڈاک کا مستقل صیغہ پہلی بار قائم کیا گیا۔ پہلے افسر ڈاک مولوی عبدالرحیم صاحب نیرؔ مقرر ہوئے۔

حضور نے شدید بیماری کے عالم میں وصیت تحریر فرمائی۔

حضور نے جنگِ عظیم میں کام آنے والے مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم کے فنڈ میں ۵ ہزار روپیہ دیا۔

انفلوئنزا کی عالمگیر وبا پھیل جانے پر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمتِ خلق کے بارے میں ہدایت

کے تحت احمدی ڈاکٹروں اور طبیبوں نے خلقِ خدا کی بے لوث خدمات سرانجام دیں۔

تحریک ’’وقف زندگی‘‘ کا احیاء حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے اس پر خاص زور۔

جنگ عظیم کے خاتمہ پر دنیا کے ۱۸ مختلف حکمرانوں کو جماعت احمدیہ کی طرف سے تحفۃ الملوک کے انگریزی ترجمہ کی پیشکش کے ساتھ تبلیغ۔

۱۹۱۹ء

صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ نظارتوں کے متوازی نظام کا قیام۔

حضور نے حبیبیہ ہال لاہور میں ’’اسلام میں اختلافات کا آغاز‘‘ کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

حضور نے ہندوستان میں سول نافرمانی کی تحریک اور اس کے نتائج سے متعلق مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی۔

قادیان میں یتیم خانہ قائم کیا گیا۔

حضور نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے لئے ’’ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض‘‘ کے موضوع پر کتابچہ تصنیف فرمایا۔

گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کے مقام پر تعلیم الاسلام سکول کا اجراء۔

جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے گورنر پنجاب سے ملاقات کر کے تبلیغی لٹریچر پیش کیا۔ نیز ترکوں سے معاملہ کرتے وقت مسلمانان عالم کے جذبات کا خیال رکھنے کی اپیل کی۔

۱۹۲۰ء

حضور نے بریڈلاء ہال میں ’’مستقبل میں امن کا قیام اسلام سے وابستہ ہے‘‘ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

حضور نے بندے ماترم ہال امرتسر میں صداقت اسلام وذرائع ترقئ اسلام پر لیکچر دیا۔

نیویارک مشن کا آغاز۔

مولوی عبدالباری فرنگی محل کی درخواست پر الہ آباد میں معاہدۂ ترکیہ کے متعلق منعقد ہونے والی کانفرنس کے لئے حضور نے مضمون لکھا۔ جسے احمدیہ وفد نے وہاں پیش کیا (معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ)۔ 146

ہندوستان کے مختلف مقامات پر حضور نے متعدد معرکۃ الآراء لیکچر ارشاد فرمائے۔خاتم النبیین ﷺ کی شان کا اظہار۔دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا وغیرہ۔

حضور نے مسجد لندن کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔

پہلی یادگار مبلّغین کلاس جاری ہوئی۔

مسجد لنڈن کے لئے قطعہ اراضی خریدا گیا۔

حضور کی تصنیف ’’ترکِ موالات واحکامِ اسلام‘‘ شائع ہوئی۔

۱۹۲۱ء

حضور کا نکاح حضرت سیّدہ امّ طاہر صاحبہ سے ہوا۔

افریقہ کے ممالک سیرالیون، گولڈ کوسٹ اور نائیجیریا میں تبلیغِ اسلام کا آغاز۔

شکاگو امریکہ میں احمدیہ مشن کا آغاز۔مشن کی طرف سے انگریزی جریدہ ’’سن رائز‘‘ کا آغاز۔

حضور نے لاہور میں دو تقاریر فرمائیں۔’’ضرورت مذہب‘‘۔’’حقیقی مقصد اور اس کے حصول کے طریق‘‘

حضرت خلیفۃ المسیح کا سفرِ کشمیر، تبلیغی جلسوں کا انعقاد اور کشمیر میں احمدیت کی ترقی کا آغاز۔

حضور نے ’’تحفہ شہزادہ ویلز‘‘ تصنیف فرمائی۔

حضور کی تصنیف ’’آئینہ صداقت‘‘ شائع ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے مسلمانان ہند کی تحریک ’’ترک موالات‘‘ میں راہنمائی۔

شاہ بیلجیئم اور صدر برازیل کو اسلامی لٹریچر کی مزید پیشکش اور دعوتِ اسلام۔

سرزمین حجاز میں حضرت میر محمد سعید صاحب کے ذریعہ احمدیت کے پیغام کی اشاعت۔

افریقہ کی فینٹی قوم، سالٹ پانڈ اور لیگوس کے علاقہ میں احمدیت کی معجزانہ اشاعت، شاہ لیگوس کو تبلیغ ہزارہا افراد کی اجتماعی بیعت۔

۱۹۲۲ء

مصر میں مشن قائم کرنے کے لئے شیخ محمود احمد صاحب عرفانی قادیان سے روانہ ہوئے۔

جماعت کے وفد نے شہزادہ ویلز (ایڈورڈ ہشتم) کو تبلیغی کتاب ’’تحفہ شہزادہ ویلز‘‘ پیش کی۔

جماعت احمدیہ میں با قاعدہ مجلس مشاورت کا آغاز۔
حضور نے ایک سکیم کے مطابق پنجاب کی اچھوت اقوام میں تبلیغ شروع فرما دی۔
حضور نے جماعت میں حفظِ قرآن کی تحریک فرمائی۔
قادیان سے انگریزی اخبار ''البشریٰ'' کی اشاعت شروع ہوئی۔
امریکہ میں مسجد شکاگو کا قیام۔
مجلس حسن بیان کا قیام (نوجوانوں میں انگریزی اور عربی میں تقریر کا ملکہ پیدا کرنے کی منظّم کوشش)۔
احمدیہ گرلز سکول سیالکوٹ کا اجرا۔
احمدی مستورات کی تنظیم ''لجنہ اماء اللہ'' کا قیام۔

۱۹۲۳ء

حضور نے تحریک شُدھی کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔
جماعت احمدیہ کے زبردست حملوں کے نتیجہ میں آریوں نے تحریک شُدھی کو بند کرنے کا اعلان کر دیا۔
مسجد برلن کیلئے احمدی مستورات نے ایک لاکھ روپیہ فراہم کیا۔بعض مجبوریوں کی بنا پر مسجد برلن تو تعمیر نہ کی جا سکی مگر یہ روپیہ احمدی خواتین کے مشورہ سے اہم دینی اغراض پر صرف کیا گیا۔(اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت خامسہ میں یہاں مسجد ''خدیجہ'' کے نام سے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر ہو چکی ہے)۔
مسجد اقصیٰ قادیان میں توسیع۔
قادیان میں احمدیہ ٹورنامنٹ کا اجراء ہوا۔
محترم ملک غلام فرید صاحب جرمنی میں مشن قائم کرنے کے لئے برلن پہنچے۔
مجلس مشاورت نے ادنیٰ اقوام میں تبلیغِ اسلام کی اہمیت پر زور دیا۔اور ایک ٹھوس قابل عمل سکیم تیار کی گئی۔

۱۹۲۴ء

یوپی کے علاقہ ملکانہ میں ''شدھی'' اور ارتداد کے فتنہ کا سدِ باب کیا گیا۔جماعت کے ہر طبقہ سے مجاہدین نے اس جہاد میں حصہ لیا۔

حضور نے ۲۴ مئی کو ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘‘ پر کتاب لکھنی شروع کی۔ یہ کتاب ۶ جون کو مکمل ہوئی۔

امریکہ کے معروف مستشرق زویمر قادیان آئے۔

حضور اپنے پہلے سفرِ یورپ پر قادیان سے روانہ ہوئے۔

حضور دمشق پہنچے۔ اور ایک پیش گوئی ظاہری طور پر پوری ہوئی۔

حضور نے اٹلی کے وزیر اعظم مسولینی سے ملاقات کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ’’ویمبلے کانفرنس‘‘ میں شرکت کرنے کے لئے لنڈن تشریف لے گئے۔ درجن بھر علماء اور بزرگان سلسلہ بھی اس سفر میں ساتھ گئے تھے۔

حضور نے ’’ایسٹ اینڈ ویسٹ یونین‘‘ کے اجلاس میں پہلا انگریزی لیکچر دیا۔

ویمبلے کانفرنس میں حضور کا مضمون ’’احمدیت یعنی حقیقی اسلام‘‘ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے پڑھا۔

ایران اور شام میں تبلیغی کوششوں کا آغاز۔

حضور نے ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی۔

روس اور بخارا میں احمدی مبلغین کا داخلہ۔

افغانستان میں حضرت مولانا نعمت اللہ خان صاحب کو امیر کابل کے حکم پر شہید کر دیا گیا۔ اس ظالمانہ اقدام کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا۔

حضرت میر ناصر نواب صاحب اور حضرت سیدہ امۃ الحیٔ صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کا انتقال پُر ملال۔

حضور نے جلسہ سالانہ پر ’’بہائی ازم کی تاریخ وعقائد‘‘ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

حضور نے امیر امان اللہ خان شاہِ افغانستان پر اتمامِ حجت کے لئے ’’دعوۃ الامیر‘‘ شائع فرمائی۔

۱۹۲۵ء

جماعت کی مالی حالت اور دیگر اشاعت اسلام کے کاموں کے پیشِ نظر حضور کی طرف سے جماعت کو ایک لاکھ روپیہ چندہ جمع کرنے کی کامیاب تحریک۔

احمدی لڑکیوں اور خواتین کی خصوصی تعلیم کے لئے قادیان میں ’’مدرسہ خواتین‘‘ کا اجراء۔
۲۰-۱۹۱۹ء میں نظارتوں کے جس متوازی نظام کا اجراء ہوا تھا اسے صدر انجمن احمدیہ میں مدغم کر دیا گیا۔
حضور نے علمائے دیوبند کو تفسیر نویسی میں مقابلہ کا چیلنج دیا۔
حضور نے آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے لئے ’’آل مسلم پارٹیز کانفرنس پر ایک نظر‘‘ تصنیف فرمائی۔
مولانا جلال الدین صاحب شمس اور سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب شام میں مشن قائم کرنے کے لئے دمشق پہنچے۔
’’محکمہ قضا‘‘ کا اجراء۔
جاوا، سماٹرا میں تبلیغی مراکز کا قیام اور عیسائیت کی شکست۔
کلکتہ سے ماہوار رسالہ ’’احمدی‘‘ بنگلہ زبان میں جاری ہوا۔
افغانستان کے مظلوم احمدی شہیدوں کے ظالمانہ قتل پر لیگ آف نیشنز سے احتجاج۔
مسجد فضل لندن کی تعمیر کا آغاز۔ لندن کے لاٹ پادری کو تبلیغ اور دعوتِ مباہلہ۔
ایک کارٹون میں آنحضرت ﷺ کی توہین کرنے کے خلاف لندن مشن کی طرف سے احتجاج۔
مدینہ منورہ پر نجدیوں کے حملہ اور مزار اقدس حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بے حرمتی کے خلاف جماعت کی طرف سے شدید احتجاج۔
مزار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چار دیواری کی تعمیر۔
شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل جماعت میں داخل ہوئے۔

۱۹۲۶ء

قادیان میں پہلی بار ایک جلسہ میں ۲۴ زبانوں میں تقریریں کی گئیں۔
قادیان میں تار گھر کا افتتاح ہوا۔ پہلا تار حضور کی طرف سے ہندوستان کی بعض مشہور جماعتوں کے نام تھا۔
قادیان میں غرباء اور یتامیٰ کیلئے دارالشیوخ قائم کیا گیا۔
حضور نے قادیان میں قصرِ خلافت کی بنیاد رکھی۔
قادیان سے ’’احمدیہ گزٹ‘‘ جاری ہوا۔
مسجد فضل لندن کی تکمیل۔ سر شیخ عبدالقادر صاحب نے افتتاح کیا۔

حضور نے بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کے لئے انجمن انصار اللہ قائم فرمائی۔
افغانستان میں احمدیت کا چرچا۔
عراق میں احمدیت کی عام تبلیغ کی اجازت مل گئی (بعض غلط فہمیوں کی بناء پر حکومت عراق نے احمدیت کی تبلیغ پر پابندی عائد کر دی تھی۔حضور کی ہدایت کے مطابق حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب نے ارباب اختیار کی غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے اجازت حاصل کی)۔
لجنہ اماء اللہ کے تحت رسالہ ''مصباح'' شائع ہونا شروع ہوا۔
قادیان سے انگریزی اخبار ''سن رائز'' جاری ہوا۔
احمدی مستورات کے سالانہ جلسہ کا آغاز۔
پہلی بار جلسہ سالانہ کا اعلان اور پروگرام بڑے بڑے پوسٹروں پر شائع کیا گیا۔
حضور نے ''حق الیقین'' تصنیف فرمائی۔
سالٹ پانڈ میں تعلیم الاسلام سکول کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۹۲۷ء

''رنگیلا رسول'' نامی دلآزار کتاب کے ناشر کی بریت پر احتجاجی تحریک چلائی گئی۔
رسالہ ''ورتمان'' امرتسر کی توہینِ اسلام کے خلاف احتجاج (حکومت نے اسے ضبط کر لیا)۔
حضور کی اپیل پر مسلمانان ہند نے سارے ہندوستان میں یوم تحفّظ رسول کریم ﷺ منایا۔
مذہبی پیشواؤں کی حفاظت ناموس کے لئے جدوجہد کا آغاز۔ذی اثر اصحاب اور برطانوی پارلیمنٹ کے ارکان سے رابطہ قائم کر کے تعزیرات ہند میں نئی دفعہ ایزادی کرائی گئی۔
مسلمانان ہند کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کیلئے حضور انور کی طرف سے ایک مؤثر مہم کا آغاز (تجارت اور باہمی اتحاد پر غور)۔
قادیان کو ''سمال ٹاؤن کمیٹی'' کی حیثیت مل گئی۔
سیرالیون میں باقاعدہ مشن کا اجرا۔
حضور نے ہندو مسلم اتحاد کانفرنس سے جس میں چوٹی کے مسلم لیڈر موجود تھے، خطاب فرمایا۔
مسلمانان ہند کے حقوق کیلئے محضر نامہ پیش کیا گیا۔ جماعت احمدیہ کی کوششوں سے اس پر ہزاروں مسلمانوں نے دستخط کئے۔

مشہور مسلمان راہنما مولانا محمد علی جوہر کی قادیان میں آمد۔
حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری کا انتقال۔ جو سرخی کے چھینٹوں والے نشان کے گواہ تھے۔
''مستریوں'' کا منافقانہ حرکتوں کی وجہ سے اخراج اوران کے ناپاک فتنے کا آغاز۔
قادیان میں امۃ الحی لائبریری کا افتتاح ہوا۔
حضور نے ہندوستان میں سائمن کمیشن کی آمد پر ''مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت'' تصنیف فرمائی۔
شام میں مولانا جلال الدین صاحب شمس پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔
حضور نے جلسہ سالانہ پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے کارنامے کے موضوع پر خطاب فرمایا۔اس جلسہ پر حضور کی حفاظت کا پہلی بار خاص انتظام کیا گیا۔
شام میں السیّد منیر الحصنی جماعت میں داخل ہوئے جو بعد میں شام کے امیر ومربی بنے۔

۱۹۲۸ء

حضور نے جامعہ احمدیہ کا افتتاح فرمایا۔
حضور کی تجویز اوراپیل پر ہندوستان میں جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کا آغاز۔
حضور نے پہلی دفعہ ۴۵ کے قریب عربی اشعار کہے۔
حیفا مشن (فلسطین) کا اجرا۔
۱۸ دسمبر کو صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) کی ولادت ہوئی۔
۱۹ دسمبر کو قادیان میں ریلوے لائن پہنچ گئی (پہلی گاڑی پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور بزرگان جماعت امرتسر سے سوار ہوکر قادیان تشریف لائے اور دعاؤں سے افتتاح فرمایا)۔
ہندی رسالہ ''شدھی سماچار'' کے خلاف شدید احتجاج۔

۱۹۲۹ء

گورنر پنجاب کی خدمت میں ایڈریس اوراحمدیہ تحریک سے تعارف۔
حضور نے انقلابِ افغانستان پر تبصرہ کیااور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔
حضور نے اشاعت لٹریچر کے ضمن میں کتابوں کی قیمتوں میں کمی اوراخبارات کی توسیع کی طرف توجہ دلائی۔
حضور کشمیر تشریف لے گئے اوراہل کشمیر کو اخلاقی، ذہنی اور روحانی تغیّر پیدا کرنے کی دعوت دی۔

حفیظ جالندھری کی قادیان آمد پر مجلسِ مشاعرہ ہوئی جس میں حضور نے بھی شرکت فرمائی۔
حضور نشاط باغ میں خواجہ کمال الدین کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔
سائمن کمیشن کی رپورٹ پر حضور کا تبصرہ شائع ہوا جسے بہت سراہا گیا۔
نصرت گرلز سکول قادیان کا اجرا (اس سکول کی ایک شاخ خصوصی دینی تعلیم کیلئے وقف کی گئی)۔
آسٹریلیا میں جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ۔
قادیان میں سکھوں کا حملہ۔ مذبح خانہ کا انہدام اور مسلمانان ہند کی طرف سے شدید احتجاج۔ اس مقدمے میں مسلمانوں کی آئینی فتح۔
ذبیحہ گائے کے موضوع پر حضور کا مکتوب، ہندو سکھ اور مسلمان لیڈروں کے نام۔
حضرت مولانا حافظ روشن علی صاحب کا انتقال پُر ملال۔

۱۹۳۰ء

مشہور مسلم لیگی لیڈر شوکت علی قادیان آئے۔
حضور نے ''ندائے ایمان'' کے نام سے اشتہارات کا مفید سلسلہ شروع فرمایا۔
ڈچ حکومت کی ہدایت پر سماٹرا کے ڈچ کونسل مسٹر انڈریاسا کی قادیان میں احمدیت کے مطالعہ کیلئے آمد۔
اخبار ٹریبیون نے حضور کی وفات کی جھوٹی خبر شائع کر دی۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔
اس سال سے لجنہ اماء اللہ کو مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا حق ادا کیا گیا۔
سیاسی معاملات میں حضور کی طرف سے مسلمانوں کی راہنمائی اور سیاسی حلقوں میں مقبولیت۔
مستریوں کے فتنہ کا عروج۔ امرتسر سے دلآزار لٹریچر کی اشاعت، حضرت خلیفۃ المسیح کا عدیم المثال صبر اور احباب جماعت کو صبر کی تلقین۔ جماعت کی طرف سے حضور سے والہانہ عقیدت کا اظہار۔ جماعت قادیان کی طرف سے ''مستریوں'' کو مباہلہ کی دعوت۔
مقدمہ بلوہ قادیان کی سماعت۔

۱۹۳۱ء

مولانا رحمت علی صاحب نے جاوا میں مشن قائم کیا۔

لارڈ ارون وائسرائے ہند کو جماعت احمدیہ کے وفد نے تبلیغی رسالہ ’’تحفہ لارڈ ارون‘‘ پیش کیا۔
مولانا جلال الدین شمس نے کبابیر میں فلسطین کی پہلی احمدیہ مسجد ’’سیّدنا محمود‘‘ کا سنگ بنیاد رکھا۔
حضور نے الفضل میں کشمیر کے متعلق ایک سلسلۂ مضامین کا آغاز فرمایا۔
حضور نے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے قرآن ختم کرنے کے سلسلہ میں تقریب منعقد کی اور اس موقع پر ایک نظم بھی کہی جو ’’کلامِ محمود‘‘ میں شامل ہے۔
مردم شماری کے مطابق قادیان میں احمدیوں کی تعداد ۵۱۹۸ تھی۔
حضرت خلیفۃ المسیح کو کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ جماعت کے وکلاء، رضاکاروں اور کارکنوں نے کشمیری مسلمانوں کے مفادات کے لئے انتھک کوششیں کیں۔
۱۴راگست کو مسلمانان ہند اور جماعت ہائے احمدیہ نے حضرت صاحب کی اپیل پر ’’یوم کشمیر‘‘ منایا۔
گول میز کانفرنس لنڈن میں شامل ہونے والے وفد کے مسلمان ممبروں کی لنڈن مسجد میں آمد۔
علامہ اقبال کی طرف سے مشن کی خدمات کا اعتراف۔

۱۹۳۲ء

حضور نے مسلمانانِ کشمیر کے لئے ایک پائی فی روپیہ چندہ دینے کی تحریک فرمائی۔
کشمیر میں کشمیر کمیٹی کی کوششوں سے کشمیری مسلمانوں کو بنیادی حقوق مل گئے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ کی گراں قدر خدمات کا اعتراف۔ احمدیہ ٹریننگ کور کا قادیان میں اجرا۔
لندن میں ہونے والی گول میز کانفرنس کے متعلق حضور نے مسلمانوں کو اپنی رائے سے نوازا۔
حضور نے قادیان میں اپنی کوٹھی دارالحمد کی بنیاد رکھی۔
قادیان میں حضور اور چند ناظران کے دفاتر میں ٹیلیفون لگا۔
۸ر اکتوبر کو ہندوستان میں پہلا ملک گیر یوم تبلیغ منایا گیا۔ مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں سب نے اس میں حصہ لیا۔
قادیان کے مشرق میں آبادی کی ترقی، محلّہ دارالانوار کا افتتاح۔

۱۹۳۳ء

قادیان میں پہلی بار ہوائی جہاز کی آمد حضور اور کئی دیگر احباب نے تفریحی پرواز کی۔
ڈیٹن (امریکہ) میں مشن کا قیام۔

قادیان میں حضور نے اپنی کوٹھی دارالحمد کا افتتاح فرمایا۔

حضور نے حضرت اماں جان کی کوٹھی بیت النصرت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ جو انہوں نے صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے لئے تعمیر کروائی تھی۔

قائداعظم محمد علی جناح نے مسجد فضل لندن میں تقریر فرمائی۔

افغانستان کے ظالم شاہی خاندان کے خاتمہ کے بعد نادر شاہ کا عروج اور اس کا قتل (''آہ! نادر شاہ کہاں گیا'' کی پیشگوئی پوری ہوئی)۔

احراریوں کی فتنہ انگیزی پر حضور کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہوگئے۔

کانفرنس اتحاد مذاہب شکاگو کے لئے حضور نے افتتاحی پیغام ارسال کیا۔

حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا انتقال پُرملال۔

فلسطین کی پہلی احمدیہ مسجد ''سیّدنا محمود'' کا افتتاح ہوا۔

۱۹۳۴ء

حضور نے تربیت و اصلاح کی خاطر ایک اہم تحریک ''تحریک سالکین'' کے نام سے جاری فرمائی۔ یہ تحریک ۳ سال کے لئے تھی۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات، رؤیا اور کشوف کی جمع و تدوین کا کام شروع ہوا۔

مسجد فضل لائل پور (فیصل آباد) کا افتتاح حضور نے فرمایا اور ایک پبلک لیکچر ہال میں اہل لائلپور (فیصل آباد) پر صداقتِ احمدیت واضح فرمائی۔

کشمیری مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے ''آل انڈیا ایسوسی ایشن'' کا قیام۔

جماعت احمدیہ میں مسلمانان کشمیر کی امداد کے لئے ''کشمیر فنڈ'' کا اجراء۔

مصیبت زدگان بہار کی جماعت کی طرف سے امداد۔

حضور کی ہدایت پر مسلمانان کشمیر کے حقوق و مفادات کی حفاظت کرنے کے لئے سرینگر سے سہ روزہ ''اصلاح'' جاری کیا گیا۔

لیگوس (نائیجیریا) میں پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔

احرار کی طرف سے جماعت احمدیہ کے خلاف شورش برپا کی گئی۔ حکومت کی طرف سے احراریوں کی پشت پناہی۔ قادیان میں احرار کی کانفرنس قادیان کے قریب موضع رجادہ میں منعقد ہوئی۔

''تحریک جدید'' کا آغاز۔حضور نے جماعت کے سامنے ۱۹ مطالبات پیش فرمائے۔
مشرقی افریقہ، برما، نائیجیریا میں تبلیغی مشنوں کا قیام۔

۱۹۳۵ء

حضور نے تحریک جدید کا مستقل دفتر قائم کیا۔مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پہلے انچارج تحریک جدید بنے۔

حضور نے سکھوں کے ایک گوردوارہ کے لئے پانچ سو روپے کی رقم عطا فرمائی۔

ہندوستان سے باہر سب سے پہلے بلادِ عربیہ کے احمدیوں نے تحریک جدید پر لبیک کہا۔

جماعتِ فلسطین کی طرف سے چار سو شلنگ کے وعدے موصول ہوئے۔

قادیان میں حضور نے دارالصناعۃ کا افتتاح فرمایا۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر قادیان میں قاتلانہ حملہ۔

احراری شورش اپنے جوبن پر پہنچ کر خدا تعالیٰ کے ہاتھوں ناکام ہوئی۔

سنگاپور، ہانگ کانگ، برما اور جاپان میں تبلیغی کوششوں کا آغاز۔

تحریک جدید کا پہلا بجٹ ۲۸۲،۷ ۶۱ روپے کا تھا۔تحریک جدید کے تحت ۳ مربیان کا پہلا قافلہ قادیان سے بیرونِ ممالک روانہ ہوا۔

حضور پہلے سفرِ سندھ پر روانہ ہوئے۔

شاہ فیصل مسجد فضل لندن میں تشریف لائے۔

حبشہ میں ڈاکٹر نذیر احمد صاحب بلال کے توسط سے تبلیغی مساعی کا آغاز۔

قادیان میں بجلی پہنچ گئی۔

قادیان اور دوسرے مقامات پر جماعت ہائے احمدیہ میں حضور کی اجازت سے ''نیشنل لیگ کور'' کی تاسیس۔

زلزلہ کوئٹہ کے مصیبت زدگان کی جماعت کی طرف سے امداد۔

حضور کا نکاح سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ سے ہوا۔

تذکرہ مجموعہ الہامات رؤیا و کشوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلی دفعہ شائع ہوا۔

۱۹۳۶ء

ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے۔

ارجنٹائن میں احمدیہ مشن کا قیام۔

بوڈاپسٹ (ہنگری) میں احمدیہ مشن کا قیام۔تحریک جدید کے تحت یہ یورپ میں پہلا احمدیہ مشن تھا۔

ملک محمد شریف صاحب گجراتی سپین میں احمدیہ مشن قائم کرنے کے لئے میڈرڈ پہنچے۔

قادیان میں پہلا اجتماعی وقار عمل ہوا۔

البانیہ میں مولوی محمد دین صاحب نے احمدیہ مشن کی بنیاد رکھی۔

شیخ امری عبیدی صاحب (مشرقی افریقہ) کا قبول احمدیت۔

جلسہ سالانہ پر حضور نے ''فضائل القرآن'' کے سلسلے کا آخری لیکچر ارشاد فرمایا۔

اسی سال یوگوسلاویہ میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔

قادیان میں دارالصناعۃ کا اجراء (لوہے،لکڑی اور چمڑے کا کام سکھایا جاتا تھا)۔

راجہ پونچھ کو اسلامی لٹریچر کی پیشکش۔

مقدمہ قبرستان قادیان اور مخالفین کی فتنہ انگیزی۔

۱۹۳۷ء

سنگاپور میں پہلے فرد حاجی جعفر صاحب احمدیت میں داخل ہوئے۔

ییل یونیورسٹی امریکہ کے شعبۂ مذاہب کے پروفیسر جان کلارک آرچر کی قادیان آمد و حضور سے ملاقات۔

سیرالیون میں باقاعدہ تبلیغی مرکز کا قیام۔

تحریک جدید کے پہلے تین سال کے اختتام پر حضور نے اسے مزید سات سال کے لئے بڑھانے کا اعلان فرمایا اور یہ پہلا دس سالہ دَور دفتر اوّل کے نام سے موسوم کیا گیا۔

حضور نے تحریک جدید کے پہلے ۱۹ مطالبات میں مزید ۵ مطالبات شامل کئے۔

اٹلی اور پولینڈ میں تبلیغی کوششوں کا آغاز۔

مطالبہ وقف زندگی کے ضمن میں احمدی نوجوانوں کا قابل تعریف نمونہ۔

مصری صاحب کا فتنہ اور بانیان فتنہ کا جماعت سے اخراج۔

۱۹۳۸ء

مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر کا آغاز۔
مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ کا قیام اور ان کے منشور اور دستور کی تیاری۔
حضور نے مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لئے نئے حصّہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔
ایک زرتشتی ایرانی سیاح منوچہر آرین کی قادیان آمد اور قبول احمدیت۔
ایک رؤیا کی بناء پر حضور کا سفر حیدر آباد دکن شروع ہوا۔ یہی سفر ’’سیر روحانی‘‘ کے علمی مضمون کا باعث بنا۔
تحریک جدید کے تحت واقفین زندگی کی تربیت کے لئے قادیان میں دارالواقفین کا قیام۔
اُردو کے ممتاز ادیب مرزا فرحت اللہ بیگ کی قادیان آمد۔
مجلس خدام الاحمدیہ کے پہلے اجتماع (منعقدہ مسجد النور) سے حضور کا خطاب۔
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ’’سیر روحانی‘‘ کے ایمان افروز سلسلہ تقاریر کا آغاز فرمایا۔
حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بسمل کا انتقال۔

۱۹۳۹ء

حضور نے پندرہ سال سے کم عمر بچیوں کی تنظیم مجلس ناصرات الاحمدیہ قائم فرمائی۔
لوائے احمدیت (جماعتی پرچم) کے لئے کمیٹی کا تقرر۔
تعلیم ناخواندگان کی تحریک کا اجرا (خدام الاحمدیہ کے تحت قادیان کے ۹ محلّہ جات میں ناخواندگی ختم کرنے کی مہم)۔
سعودی عرب کے امیر فیصل اور مندوبین فلسطین کانفرنس کے نام حضرت امام جماعت احمدیہ کا پیغام۔
احمدیہ دارالبیعت لدھیانہ کی تعمیر۔
قرآن کریم کے گورمکھی اور ہندی تراجم کی اشاعت۔
سر جان ڈگلس ینگ چیف جسٹس پنجاب ہائیکورٹ کی قادیان میں آمد اور حضور سے ملاقات۔
دنیا بھر میں جماعت کی طرف سے پہلا یومِ پیشوایانِ مذاہب نہایت جوش وخروش سے منایا گیا۔

خلافت ثانیہ کی سلور جوبلی منائی گئی۔تین لاکھ روپیہ حضور کی خدمت میں جماعت کی طرف سے نذر کیا گیا جس سے حضور نے جماعتی ترقی کیلئے خلافت جوبلی فنڈ قائم فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے دست مبارک سے پہلی مرتبہ لوائے احمدیت اور لوائے خدام الاحمدیہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر لہرایا۔

خدام الاحمدیہ کا علمِ انعامی پہلی دفعہ مجلس کیرنگ اڑیسہ نے حاصل کیا۔

۱۹۴۰ء

حضور کی قائم کردہ ہجری شمسی تقویم پہلی دفعہ الفضل میں شائع ہوئی۔اور پھر یہ کیلنڈر جماعت میں رائج ہو گیا۔

یوپی اور سی پی میں احمدی علماء کے وفد نے خاص طور پر تبلیغ کی۔

بمبئی ریڈیو سے حضور کی تقریر ''میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں'' نشر ہوئی۔

بلاد عربیہ میں لٹریچر کی اشاعت کی طرف خاص توجہ دی گئی۔البشریٰ کی وسیع اشاعت۔

غیر مسلموں میں تبلیغ کیلئے ۳ مارچ کو یوم تبلیغ منایا گیا۔

حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری نے خلافتِ ثانیہ کی بیعت کر لی۔

نواب بہادر یار جنگ نے قادیان میں حضور کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

قادیان میں اجتماعی وقار عمل کا سلسلہ شروع ہوا۔حضور اور بزرگان سلسلہ بھی اس میں شریک ہوئے۔اس نمونہ سے ساری جماعت میں ایک نئی فعالیت پیدا ہوئی۔

چیف جسٹس آف انڈیا اور کمال یار جنگ ایجوکیشن کمیشن کی قادیان آمد۔

مصیبت زدگان ترکی کی امداد۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل حلالپوری کا انتقال۔

حضور نے مجلس انصار اللہ قائم کی۔پہلے صدر حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے۔

انگلستان میں پہلا مناظرہ مولانا جلال الدین صاحب شمس نے ایک پادری سے کیا۔

سرینگر میں احمدیہ مسجد کی تعمیر کا آغاز۔

۱۹۴۱ء

سلطان زنجبار کو احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا۔

حضور نے لاہور ریڈیو اسٹیشن سے ''عراق کے حالات پر تبصرہ'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ جسے دہلی اور لکھنؤ کے ریڈیو اسٹیشنوں سے بھی نشر کیا گیا۔

مسجد احمدیہ کوئٹہ کی بنیاد رکھی گئی۔

حضور نے رؤیا بیان فرمائی جس میں بتایا گیا تھا کہ حضور کو مستقبل میں ہجرت کر کے پہاڑوں کی وادی میں تنظیم کی غرض سے نیا مرکز قائم کرنا پڑے گا۔

متعدد اہم شخصیات (سر فریڈریک جیمز، سری جی ہورد، مہاراجہ آف پٹیالہ وغیرہ) کی مرکز سلسلہ آمد، حضور سے ملاقات اور مقامی صنعتی اور تعلیمی اور تنظیمی اداروں کا معائنہ۔

جنگ کے باعث بیرونی ممالک میں تبلیغ کی راہ میں مشکلات۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ صحابی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کا انتقال۔

جلسہ پر حضور نے قادیان کے غرباء کے لئے ملکی قحط کے پیشِ نظر غلّہ کی تحریک فرمائی۔

۱۹۴۲ء

مصر کے علامہ محمود شلتوت کا فتویٰ وفاتِ مسیحؑ کے بارہ میں ہفتہ وار ''الرسالۃ'' میں شائع ہوا۔

چینی مسلمانوں کی تنظیم نیشنل اسلامک سالویشن کے نمائندے شیخ عثمان کی قادیان آمد۔

پٹنہ کے مشہور ادیب سیّد اختر احمد اورنیوی کی قادیان آمد اور اشتراکیت اور اسلام کے معاشی نظام کے متعلق حضور سے استفادہ۔

قادیان کے اردگرد کے دیہات میں تبلیغی کوششیں تیز تر کی گئیں۔ متعدد بزرگوں نے اعزازی طور پر پیغام حق کی اشاعت میں حصہ لیا۔

حضرت سیٹھ عبداللہ الٰہ دین صاحب آف دکن نے صداقتِ اسلام اور صداقت احمدیت کے متعلق ساری دنیا کے مذاہب کو ایک لاکھ روپیہ کا انعامی چیلنج دیا۔ (جو آج تک کسی نے قبول نہ کیا)۔

ٹانگانیکا کے گورنر اور کمانڈر انچیف کو احمدیت کی تبلیغ۔

۱۹۴۳ء

حضور نے وقف زندگی اسکیم برائے دیہاتی مربّیان جاری فرمائی۔

مقامی تبلیغ کے دائرے کو امرتسر، سیالکوٹ، جالندھر اور ہوشیار پور کے اضلاع تک وسیع کیا گیا۔

نائیجیریا میں لیگوس کے مقام پر مسجد احمدیہ کی تعمیر اور افتتاح۔

حضور نے مجلس مشاورت کے دوران مخلوط تعلیم کی ممانعت فرمائی۔

قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ مکمل ہوگیا۔

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا دستورِاساسی حضور نے منظور فرمالیا۔

پنجاب کے ممبران اسمبلی کو حضور نے مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے بارے میں مشورہ دیا۔

قادیان سے غیر مبائعین کے وساوس کے ازالہ کے لئے مجلس رفقائے احمد کی طرف سے ماہنامہ الفرقان کا اجراء۔

۱۹۴۴ء

اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے المصلح الموعود ہونے کا دعویٰ فرمایا اور ہوشیار پور، لدھیانہ، لاہور اور دہلی میں عظیم الشان پبلک جلسوں میں اس دعویٰ کا اعلان فرمایا۔

۲۹ جنوری کو قادیان میں پہلی بار یوم مصلح موعود منایا گیا۔

فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد رکھی۔

قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کا اجراء۔

حضور نے الہام کی بناء پر معاہدہ حلف الفضول کا اجراء فرمایا۔

مسجد مبارک قادیان کی توسیع۔

مرکزی لائبریری کی ترقی کے لئے ٹھوس اقدامات۔

البانیہ کے بادشاہ کنگ ذوغو کو دعوتِ اسلام دی گئی۔

قادیان میں فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے چیف جسٹس کی آمد۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اور حضرت سیدہ امّ طاہر کا انتقال پُر ملال۔

حضور نے تحریک جدید کے پہلے دس سالہ دَور کے اختتام پر دفتر دوم کی بنیاد رکھی۔

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا پہلا بجٹ منظور کیا گیا۔

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے پہلے سالانہ اجتماع کا افتتاح مسجد اقصیٰ قادیان میں حضور نے فرمایا۔

حضور نے اپنا آخری نکاح سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ مہر آپا سے پڑھا۔

۱۹۴۵ء

مبلغین کے وفود کی یورپ کو روانگی۔

اٹلی اور جزیرہ سسلی میں تبلیغِ اسلام کا آغاز۔
قادیان سے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ترجمان ''طارق'' کا اجراء۔
قادیان میں سرکاری تربیتی سکاؤٹنگ کیمپ کا اہتمام۔
حضور نے لاہور میں ''اسلام کا اقتصادی نظام'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔
حضور نے بیرون ہند کے جملہ تبلیغی مشن تحریک جدید کے سپرد کر دیئے۔
حضور نے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں مساجد قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔
حضور نے جاپان میں ایٹم بم کے استعمال کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔
قادیان میں نظارت تعلیم اور مجلس خدام الاحمدیہ کے تعاون سے پہلی تعلیم القرآن کلاس کا انعقاد۔
حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی وفات۔
مسجد احمدیہ ٹبورا اور مسجد احمدیہ ESSIAH کا افتتاح۔
اسی سال ضلع وار نظام کے تحت پہلی دفعہ حضور نے آٹھ امراء اضلاع مقرر کئے۔

۱۹۴۶ء

قادیان میں فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا افتتاح ڈاکٹر سر شانتی سروپ بھٹنا گر نے کیا۔
صوبائی اور مرکزی انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی اور پاکستان کے قیام کیلئے جماعت احمدیہ کی طرف سے سرگرم تعاون اور گراں قدر خدمات۔
سیرالیون کی پہلی مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔
فرانس میں احمدیہ مشن کا قیام۔
سپین میں احمدیہ مشن کا احیاء ہوا۔
تحریک جدید کی رجسٹریشن ہوئی۔اس کا پورا نام تحریک جدید انجمن احمدیہ رکھا گیا۔
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا قادیان میں آخری سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ ۱۷۵ بیرونی خدام شریک ہوئے۔
جنوبی افریقہ میں مشن کی بنیاد۔
تعلیم الاسلام کالج قادیان میں ڈگری کلاسز کا اجرا۔
متحدہ ہندوستان کا آخری جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد ۳۹،۷۰۰ تھی۔ جلسہ کے موقعہ

پر حضور کی طرف سے دنیا کی آٹھ مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی تکمیل کا مژدہ جانفزا۔
قادیان میں صنعتی اداروں کی ترقی۔
اسی سال سوئٹزر لینڈ میں مشن قائم ہوا۔

۱۹۴۷ء

حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے سکھوں کو بھی پاکستان کی حمایت کی اپیل۔
باؤنڈری کمیشن کے سامنے پاکستان کے کیس کو مضبوط کرنے کیلئے مسلم لیگ کی درخواست پر جماعت احمدیہ کی اپیل اور گورداسپور کو پاکستان میں شامل کرنے کی بھرپور جدوجہد۔
ہالینڈ اور ملائشیا مشنوں کا قیام۔
قادیان میں پراونشل ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کانفرنس کا انعقاد۔
مشہور ریاضی دان ڈاکٹر ہارڈل ایف آر ایس اور جرمن فلاسفر ڈاکٹر آر برونا زکی قادیان آمد۔
ہجرت کا ابتلا، قادیان پر سکھوں کا حملہ اور متعدد احمدیوں کی شہادت۔سکھوں کے مظالم سے تنگ آ کر مسلمانوں کا قادیان میں اجتماع۔ بھارتی پولیس کے ایما پر بعض احمدی احباب کی گرفتاری۔ احمدیوں کی بخیریت پاکستان میں آمد۔۳۱۳ درویش مقامات مقدسہ کی حفاظت کیلئے مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ کی زیر امارت وہیں مقیم رہے۔
عارضی مرکز کا لاہور میں قیام۔مختلف مقامات پر ذیلی اداروں (سکول، جامعہ، کالج وغیرہ) کا اجراء۔
لاہور سے الفضل کا اجراء۔
آزاد کشمیر حکومت کی بنیاد رکھی گئی۔ پہلے صدر غلام نبی گلکار صاحب انور بنے۔ جو احمدی تھے۔
مشرقی پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور وزیر داخلہ سے اس علاقہ میں مسلمانوں کی حفاظت کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ کے وفد کی ملاقات۔
شاہ انگلستان، شہزادی الزبتھ، ولی عہد مراکش اور دیگر اہم شخصیات کو تبلیغِ اسلام۔
اس سال متعدد بزرگان سلسلہ مثلاً حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب، حضرت صوفی غلام محمد صاحب آف ماریشس اور حضرت مولانا شیر علی صاحب نے وفات پائی۔
لاء کالج لاہور میں حضرت خلیفۃ المسیح نے پاکستان کے استحکام کے متعلق تقاریر کا سلسلہ شروع فرمایا۔

پاکستان میں جماعت کا پہلا جلسہ سالانہ لاہور میں منعقد ہوا۔

۱۹۴۸ء

اُردن میں احمدیہ مشن کا قیام۔
کشمیر میں افواج پاکستان کی امداد کیلئے فرقان بٹالین کا قیام اور خدمات کا آغاز۔
حضور نے ۲۰ ستمبر کو نئے مرکز ربوہ کا افتتاح فرمایا۔ ربوہ میں ممتاز صحافیوں کی آمد۔
اہل سیالکوٹ پر حجت، حضور کا مقالہ ''احمدیت کا پیغام'' جلسہ عام میں پڑھا گیا۔
مرکزی تعلیم القرآن کلاس کا احمد نگر میں انعقاد۔
شاہ عبداللہ والئ شرق اردن کو تبلیغ۔ حضور نے شاہ کے نام خصوصی پیغام ارسال فرمایا۔
دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی کی اشاعت۔
حضور کا سفر کوئٹہ، مخالفین کی شورش، ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب کی شہادت۔
فرانس میں جماعت احمدیہ کا پہلا پبلک جلسہ منعقد ہوا۔
ربوہ میں پہلی عارضی عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۹۴۹ء

جرمن مشن کا قیام۔
ربوہ کا نقشہ تیار کیا گیا۔
مسقط میں تبلیغی مشن کا آغاز۔
حضور فرقان فورس کے مجاہدوں کا جائزہ لینے کیلئے محاذِ کشمیر پر تشریف لے گئے۔
گلاسگو مشن کا قیام۔
ربوہ میں پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔
فرانس میں پہلی سعید روح نے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔
جماعت احمدیہ نائیجیریا کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔
لبنان میں احمدیہ مشن کا قیام۔
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مستقل رہائش کے لئے ربوہ تشریف لائے۔
حضور نے مسجد مبارک کا سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ربوہ میں پہلا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ حضور نے صدر مجلس کی حیثیت سے مجلس خدام الاحمدیہ کی براہ راست نگرانی شروع فرمائی۔

فری ٹاؤن مشن مغربی افریقہ کا قیام۔

ربوہ میں ڈاکخانہ کا اجرا۔

تعلیم الاسلام سکول گھٹیالیاں کی ہائی سکول کے درجہ تک ترقی۔

سرگودھا کے کمپنی باغ میں حضور کا اہل سرگودھا سے خطاب۔

ربوہ میں جامعۃ المبشرین کا قیام۔

سلسلہ احمدیہ کے ممتاز خادم حضرت نواب محمد الدین صاحب کا انتقال۔

۱۹۵۰ء

بیرون پاکستان جماعت کا پہلا کالج گولڈکوسٹ میں جاری ہوا۔

حضور کی تصنیف ''اسلام اور ملکیتِ زمین'' شائع ہوئی۔

حضور نے تحریک جدید کے مختلف شعبوں کے لئے مفصل دستور العمل تجویز فرمایا۔

ربوہ باقاعدہ ریلوے اسٹیشن بن گیا۔

بورنیو مشن کی طرف سے احمدیت اور اسلام پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت۔

امریکن مشن کا ہیڈ کوارٹر واشنگٹن منتقل ہوا۔ مسجد واشنگٹن کا قیام۔

اہم مرکزی عمارات، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید، تعلیم الاسلام ہائی سکول، دفتر لجنہ اماء اللہ اور قصر خلافت کا حضور نے سنگ بنیاد نصب فرمایا۔

گلاسگو مشن سے ماہوار رسالہ ''The Muslim Herald'' جاری ہوا۔

ربوہ میں سٹیٹ بنک کے گورنر ڈاکٹر زاہد حسین کی آمد۔

تعلیم الاسلام کالج لاہور کی پہلی کانووکیشن اور حضور کا پُراثر خطاب۔

سیلاب زدگان کی جماعت احمدیہ کی طرف سے امداد۔

فرقان بٹالین کی کشمیر سے کامیاب مراجعت۔

احرار کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے متعدد احمدی پاکستان کے مختلف مقامات پر شہید ہوئے۔

حضور نے حیدرآباد کے تھیوسافیکل ہال میں ''اسلام اور کمیونزم'' کے موضوع پر لیکچر دیا۔

حضور کا سفر بھیرہ اور اہل بھیرہ سے خطاب۔

۱۹۵۱ء

عراق کی طرف سے مؤتمر عالمِ اسلامی کے نمائندہ عبدالوہاب عسکری ربوہ آئے۔

چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ اعلیٰ (آرچ بشپ آف کنٹربری) ڈاکٹر فِشر کو سیرالیون مشن کی طرف سے مقابلہ کی دعوت دی گئی۔

حضور نے مسجد مبارک ربوہ میں پہلا خطبہ ارشاد فرما کر افتتاح کیا۔

جامعہ نصرت (گرلز کالج) کا ربوہ میں حضور نے افتتاح فرمایا۔

سیلون میں باقاعدہ مشن کا اجرا۔ حلب میں نئے مشن کا قیام۔

ٹرینیڈاڈ میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔

ڈچ ترجمہ قرآن پر نظر ثانی۔

ربوہ میں تار گھر کا قیام۔

سمندری لائل پور (حال فیصل آباد) میں جماعت احمدیہ کی مسجد کو احراریوں نے نذر آتش کر دیا۔

۱۹۵۲ء

حضور نے افتاء کمیٹی کا احیاء کیا۔ یہ پہلے ۱۹۴۳ء میں قائم ہوئی تھی۔

دفاتر مجلس خدام الاحمدیہ کا سنگ بنیاد حضور نے نصب فرمایا۔

حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا انتقال پُر ملال۔

خلافت لائبریری کا قیام عمل میں آیا جو قصرِ خلافت کے ساتھ ایک پختہ عمارت میں قائم کی گئی۔

برما مشن کا تحریک جدید کی طرف سے احیاء اور استحکام۔

خدام الاحمدیہ کے ترجمان ''خالد'' کا ربوہ سے اجرا۔

صدر انڈونیشیا اور صدر لائبیریا کو انگریزی ترجمہ قرآن کریم کا تحفہ اور تبلیغِ اسلام۔

جماعت ہائے احمدیہ نے یوم مراکش اور تیونس منایا جس میں ان اسلامی ممالک کی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔

علامہ محمد بشیر الجزائری نمائندہ احتفال العلماء کی ربوہ آمد۔

یونیورسٹیوں کے متعدد امتحانات میں احمدی طلباء اول رہے۔ حضور کا اظہار خوشنودی۔

۱۹۵۳ء

اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے لئے ربوہ میں الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ کا قیام عمل میں آیا۔

احرار کی اینٹی احمدیہ تحریک کے دوران حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو گرفتار کر لیا گیا۔

جماعت احمدیہ کے خلاف ملک دشمن عناصر کی شدید فتنہ انگیزی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بابرکت راہنمائی اور دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعت کی معجزانہ حفاظت کا سامان۔

حضور نے صدر انجمن احمدیہ کراچی کے قیام کا اعلان کیا۔

دی اورینٹیل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی کا قیام۔

حضور نے ''فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ'' ربوہ کا افتتاح فرمایا۔

حضور نے مولوی دوست محمد شاہد صاحب کو تاریخ احمدیت لکھنے کا ارشاد فرمایا۔

فسادات پنجاب کے تحقیقاتی کمیشن کا قیام (ستمبر ۱۹۵۳ء)۔

قرآن کریم کے جرمن اور سواحیلی تراجم کی اشاعت۔

الفضل کی ایک سال کیلئے جبری بندش اور کراچی سے روزنامہ المصلح کا اجرا۔

جامعہ نصرت ربوہ میں ڈگری کلاسز کا اجرا۔

حضور نے تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور اس کے ہوسٹل کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اور کالج کی بنیاد میں دارالمسیح قادیان کی اینٹ نصب فرمائی۔

حضور نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید انجمن احمدیہ کے نئے دفاتر کا افتتاح فرمایا۔

اسی سال برما میں احمدیہ مشن قائم ہوا۔

۱۹۵۴ء

حضرت مصلح موعود کی طرف سے جماعت کے ایک وفد نے گورنر جنرل پاکستان غلام محمد صاحب کو ولندیزی ترجمۂ قرآن کا تحفہ پیش کیا۔

حضور نے دارالذکر لاہور کا سنگِ بنیاد رکھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا مسجد مبارک میں قاتلانہ حملہ سے شدید زخمی ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت اور معجزانہ شفایابی۔

فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت میں جماعت احمدیہ کی بطور فریق شرکت اور ملک کے اخبارات کے ذریعہ سے وسیع تبلیغ۔

سیرالیون سے اسلامی اخبار ''افریقن کریسنٹ'' کا اجرا۔

ہالینڈ مشن کی طرف سے جریدہ ''الاسلام'' کا اجرا۔

جڈونگ انڈونیشیا میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں شریک ہونے والے ۲۹ وزرائے اعظم کو اسلامی لٹریچر کی پیشکش۔

مسجد احمدیہ سالٹ پانڈ کا افتتاح۔گولڈکوسٹ کے وزیراعظم نکرومہ نے کیا۔

اخبار الفضل ربوہ سے شائع ہونا شروع ہوا۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب عالمی عدالت کے صدر منتخب ہوئے۔

قرآن کریم کے ڈچ ترجمہ کی اشاعت۔

ضیاء الاسلام پریس کا ربوہ میں قیام۔

حضور نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا صدر مقرر فرمایا۔

تعلیم الاسلام کالج لاہور سے ربوہ منتقل ہوا۔حضور نے نئی عمارت کا افتتاح فرمایا۔

سیلاب زدگان کی آمد۔حضور نے بنفس نفیس لاہور کے متاثرہ علاقوں کا دورہ فرما کر خدام اور جماعت کے کارکنوں کو ہدایات دیں۔

جاپان میں منعقد ہونے والی مذاہب عالم کانفرنس میں جماعت احمدیہ کے مبلغ نے اسلام کی نمائندگی کی۔

ہالینڈ کے وزیراعظم، وزیر تعلیم، جرمنی کے صدر، انڈونیشیا کے صدر، پاکستان کے گورنر جنرل اور دیگر شخصیات کو جرمن ترجمہ قرآن مجید کی پیشکش۔

۱۹۵۵ء

حضور نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تصنیف ''حقیقۃ الوحی'' کے اصل قلمی مسودہ کے آٹھ صفحات بطور تبرّک جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا کو بھجوائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے دوسری مرتبہ یورپ کا سفر اختیار فرمایا۔حضور کی صدارت میں لبنان میں

مبلغین یورپ کی کانفرنس، تبلیغ کے متعلق اہم فیصلے ۔متعدد یورپین احباب نے حضور کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ جرمنی کے ایک بہت بڑے مستشرق Kamaour نے حضور کے ہاتھ پر احمدیت قبول کی ۔حضور نے ان کا نام زبیر رکھا۔

لندن میں مربّیان کی عالمی کانفرنس حضور کی زیر صدارت شروع ہوئی ۔

مالٹا کے ایک انجینئر نے حضور کی بیعت کر کے مالٹا میں جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی ۔

حضور نے لندن میں ڈسمنڈ شا سے ملاقات فرمائی ۔

کالی منتن مشن (انڈونیشیا) کا قیام ۔

حضرت اماں جی سیدہ صغریٰ بیگم صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاول) کا انتقال پُر ملال ۔

سیلاب زدگان کی امداد (صدرانجمن احمدیہ نے بھی پندرہ ہزار روپیہ ریلیف فنڈ میں دیا)۔

ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کی پہلی کانووکیشن ۔وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی آمد ۔

مسجد ہیگ (ہالینڈ) کی بنیاد، تعمیر اور افتتاح ۔

اسی سال سوئٹزرلینڈ میں تحریک جدید کے تحت مشن قائم ہوا۔

۱۹۵۶ء

برما میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ سے مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر ۔

لائبیریا اور فلپائن میں تبلیغی مراکز کا قیام ۔

سپین میں تبلیغِ اسلام پر حکومت سپین کی پابندی کے خلاف اکناف عالم میں پھیلی ہوئی احمدی جماعتوں کی طرف سے شدید احتجاج اور اس ظالمانہ حکم کی واپسی ۔

حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ کا موجودہ عہدنامہ تجویز فرمایا۔

دفتر انصاراللہ مرکزیہ اور فضل عمر ہسپتال کا سنگ بنیاد حضور نے نصب فرمایا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد اور صاحبزادہ میاں عبدالسلام صاحب عمر (فرزند حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل) کا انتقال ۔

فتنہ منافقین کا سدباب ۔افراد جماعت کی طرف سے خلافت سے وابستگی کے عہد کی تجدید ۔

۱۹۵۷ء

سیلون کے طلباء کے وفد کی ربوہ میں آمد ۔

سفیر انڈونیشیا متعینہ پاکستان کا دورہ ربوہ۔
مسجد احمدیہ دارالسلام (تنزانیہ) کا افتتاح۔
مسجد ہمبرگ (جرمنی) کا افتتاح۔
تفسیر صغیر کی اشاعت۔
ادارۃ المصنفین کا ربوہ میں قیام۔
مشرقی افریقہ مشن کی طرف سے ایسٹ افریقن ٹائمز کا اجرا۔
جرمنی کے چانسلر، ڈچز آف کینٹ، لائبیریا کے وزیر دفاع اور شام کے صدر کو ترجمہ قرآن کریم اور اسلامی لٹریچر کی پیشکش۔
سکنڈے نیویا میں مشن کا قیام۔
فلپائن میں احمدیت کی اشاعت ہوئی۔
ماہنامہ تشحیذ الاذہان کا ربوہ سے اجراء۔
جامعۃ المبشرین کو جامعہ احمدیہ میں مدغم کر دیا گیا۔
یوگنڈا میں مسجد احمدیہ جنجہ اور مسجد احمدیہ کمپالا کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔
انتخاب خلافت کے متعلق ایک ضروری ریزولیوشن کی منظوری۔
حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا انتقال پُر ملال۔
۲۷ دسمبر کو حضور نے وقف جدید کی تحریک کا اعلان کیا۔

۱۹۵۸ء

فضل عمر ہسپتال ربوہ کا افتتاح۔
حضرت مریم صدیقہ صاحبہ نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی صدارت سنبھالی۔
مسجد نور فرینکفرٹ (جرمنی) کا افتتاح ہوا۔
سیرالیون میں مختلف مقامات پر تین مساجد کی تعمیر۔
حضور کی طرف سے تحریک ''وقف جدید'' کا آغاز۔
سیرالیون میں ''نذیر احمدیہ پرنٹنگ پریس'' کا اجراء۔
رومن کیتھولک فرقے کے نئے پوپ جان پال کو تبلیغ اسلام۔

سعودی عرب کے شہزادہ فواد الفیصل اور ہالینڈ کی ولی عہد شہزادی Beatrix کو ترجمہ قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کا تحفہ۔

ربوہ میں مشہور روسی سائنسدان Dr. Leonid Sedov، برطانوی سائنسدان Dr. Benneth اور اطالوی پروفیسر بارطولینی کی آمد۔

حضرت سیدہ ام ناصر محمودہ بیگم صاحبہ زوجہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور جماعت کے مشہور مناظر مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم کا انتقال۔

۱۹۵۹ء

تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین کی فہرست شائع ہوئی۔

سورابایا چری بون (انڈونیشیا)، فرانکفورٹ (جرمنی) اور سیرالیون میں عظیم الشان مساجد کی تعمیر۔

جنجه (یوگنڈا) میں مسجد احمدیہ اور مشن ہاؤس کی تعمیر۔

قرآن مجید کے جرمن ترجمہ کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت۔

جامعہ احمدیہ سے عربی جریدہ ''البشریٰ'' کا اجراء۔

سکنڈے نیویا مشن سے ایک تبلیغی جریدہ کا اجراء۔

انڈونیشین زبان میں ترجمہ قرآن کی تکمیل۔

فضل عمر ہسپتال کی یادگاری مسجد کی تعمیر۔

نائیجیریا کے گورنر جنرل سر جیمز رابرٹس، بھارتی لیڈر راجا ریہ ونود بھاوے اور تبت کے مذہبی جلاوطن راہنما دلائی لامہ کو تبلیغِ اسلام ۔ ترجمہ قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کی پیشکش۔

ربوہ میں مشہور مصری صحافی السید محمد عودہ کی آمد۔

افریقہ کے نو آزاد ممالک کے ستر راہنماؤں کو اسلامی لٹریچر کا تحفہ۔

۱۹۶۰ء

فینٹی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا آغاز۔

برٹش گی آنا میں اصلاحی مشن کا آغاز۔

پندرہ روزہ ''مسلم ٹارچ لائٹ'' کا برٹش گی آنا سے اجراء۔

اکرا(Accra) گھانا میں مشن ہاؤس کی نئی عمارت کی تعمیر۔
مسجد احمدیہ Atum اور مسجد احمدیہ Wa (افریقہ) کا افتتاح۔
رنگون میں مشن ہاؤس اور مسجد کی تعمیر۔
جامعہ نصرت ربوہ میں ڈگری کلاسز کا اجراء۔
امریکہ کے صدر آئزن ہاور، ہمرشولڈ (سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ)، شاہ حسین (والیٔ اردن)، آسٹریا کے صدر راڈلف شیرف، کانگو کے وزیراعظم پڑک لومبا اور دیگر اہم شخصیات کو قرآن مجید کا تحفہ۔
چیف جسٹس ایم۔آر کیانی، سردار دیوان سنگھ مفتون (ایڈیٹر ریاست) کی ربوہ میں آمد۔

۱۹۶۱ء

نگران بورڈ کا قیام۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔
(اس کی تفصیل تاریخ احمدیت جلد۲۱ کے صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲/اور ۱۵۷ تا ۱۶۰ میں بیان ہو چکی ہے۔)
آئیوری کوسٹ میں احمدیہ مشن کا اجراء۔
ماریشس مشن کی طرف سے پندرہ روزہ فرانسیسی جریدہ Le Message کا اجراء۔
سیرالیون کے قبیلہ کرانکو کے ۱۳۰۰/افراد نے ایک ہی دن میں احمدیت قبول کی۔
گھانا میں احمدیہ مشن نے حکومت سے تعلیمی اداروں میں مسلمان بچوں کو عیسائیت کی تعلیم نہ دینے کے احکام جاری کروائے۔
ڈینش ترجمہ قرآن کریم کے حصہ اول کی اشاعت کیکمہ اور لوئین زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی تکمیل۔
شہنشاہ حبشہ، صدر لائبیریا، صدر صومالیہ، صدر برطانیہ کی خدمت میں ترجمہ قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کا تحفہ۔
نیروبی (کینیا) میں شیخ مبارک احمد صاحب کی طرف سے ڈاکٹر بلی گراہم کو روحانی مقابلہ کا چیلنج۔
جامعہ احمدیہ کی نئی عمارت کا افتتاح۔
گھٹیالیاں سیالکوٹ میں تعلیم الاسلام کالج کا اجرا۔
حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا

انتقال پُر ملال۔

۱۹۶۲ء

رشتہ ناطہ کمیشن کا قیام۔
یتامیٰ مساکین کے لئے اقامۃ النصرت کا قیام۔
نائیجیریا میں مسلمان طلباء کی دینی تربیت کے لئے ریلیجس ٹریننگ سنٹر کا اجرا۔
ماریشس میں فضل عمر سیکنڈری کالج کا اجرا۔
جرمن مستشرق Kurt Frischler کی دلآزار کتاب ’’عائشہ‘‘ کے خلاف سیرالیون مشن کی طرف سے بھرپور احتجاج (حکومت کی طرف سے کتاب کی اشاعت پر پابندی)۔
ربوہ میں بی کلاس ریلوے اسٹیشن کی تکمیل۔
ربوہ ریلوے اسٹیشن پر صدر ایوب کا استقبال۔
جماعتی تاریخی میوزیم کمیٹی کا قیام۔
مسجد محمود زیورک کا سنگ بنیاد از دست مبارک حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ۔
مسجد نور راولپنڈی کی تکمیل، مسجد احمدیہ کلکتہ کی تعمیر کا آغاز۔
مشرقی پاکستان میں مجالس خدام الاحمدیہ کا پہلا سالانہ اجتماع۔
تعلیم الاسلام کالج میں ایم۔اے عربی کا اجراء۔
نصرت گرلز سکول کی نئی عمارت کی تعمیر۔
خدام الاحمدیہ کے مرکزی ہال کا سنگ بنیاد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے رکھا۔
ربوہ میں آل پاکستان فضل عمر بیڈمنٹن ٹورنامنٹ کا آغاز۔
تھائی لینڈ کے بادشاہ اور ملکہ الزبتھ کو تبلیغِ اسلام اور ترجمہ قرآن کریم اور اسلامی لٹریچر کی پیشکش۔
دفتر وقف جدید کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد اور تعمیر۔
حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب اور حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب نے انتقال فرمایا۔

۱۹۶۳ء

’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ کی ضبطی کے خلاف شدید احتجاج۔
کتاب کی بحالی اور وسیع اشاعت۔

صدر مملکت کے ریلیف فنڈ میں صدر انجمن احمدیہ کا چھ ہزار کا عطیہ۔

مینڈے زبان میں ترجمہ قرآن کریم کی اشاعت۔

بہشتی مقبرہ قادیان کی چار دیواری، تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے بشیر ہال اور تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں کے ہوسٹل کی تکمیل۔

سیرالیون میں اسلامک بک ڈپو کا اجراء۔

دی ڈیوک آف ایڈنبرا، شاہ کمبوڈیا کو تبلیغِ اسلام، اسلامی لٹریچر اور قرآن مجید کی پیشکش۔

محترم چوہدری ظفراللہ خاں صاحب جنرل اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے۔

وزیر تعلیم مغربی پاکستان کی ربوہ میں آمد۔

کراچی میں تعلیم الاسلام سیکنڈری سکول کا اجرا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرزند ارجمند حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت سیدہ عزیزہ بیگم ام وسیم صاحبہ زوجہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا انتقال پُر ملال۔

۱۹۶۴ء

دفتر وقف جدید کی نئی عمارت کا افتتاح۔

جزائر فجی میں مشن ہاؤس کی تعمیر۔

قمر الانبیاء فنڈ کا اجراء۔

شمالی بورنیو میں سربرآوردہ اصحاب کو تبلیغِ اسلام۔قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کی پیشکش۔

خلافت ثانیہ کے پہلے پچاس سال پورے ہونے پر اظہار مسرت، اکناف عالم میں پھیلے ہوئے احمدیوں کی طرف سے تجدید عہد۔

۱۹۶۵ء

مسجد احمدیہ ٹانگانیکا کا سنگِ بنیاد۔

خلافتِ ثانیہ کی آخری عیدالفطر مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھائی۔

خلافت ثانیہ کی آخری مجلسِ مشاورت تعلیم الاسلام کالج کے ہال میں منعقد ہوئی۔

خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع ملکی حالات کی وجہ سے نہ ہوسکا۔اسکی تمام رقم قومی دفاعی فنڈ

میں دے دی گئی۔

ربوہ سے ماہنامہ ’’تحریک جدید‘‘ کا اجراء ہوا۔

فری ٹاؤن (سیرالیون) میں مشن ہاؤس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

۷،۸ نومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب حضرت مصلح موعود کا انتقال پُر ملال ہوا اور ۹ نومبر کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔147

سیّدنا حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث

(قبل از خلافت کی مقدس حیات)

(اجمالی خاکہ از نومبر ۱۹۰۹ء تا نومبر ۱۹۶۵ء)

ولادت باسعادت

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ۱۵، ۱۶ نومبر ۱۹۰۹ء کی درمیانی شب قادیان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پہلی زوجۂ محترمہ حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ المعروف امّ ناصر کے ہاں پیدا ہوئے۔148

حضرت اماں جان کے زیرِ سایہ پرورش

ابتدائی عمر میں آپ کی دادی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ (حضرت اماں جان) نے آپ کو اپنے زیرِ سایہ پرورش اور تربیت کے لئے گود لے لیا۔ وہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کی روشنی میں اپنے چوتھے بیٹے مبارک احمد کا نعم البدل اور اپنا (پانچواں) بیٹا خیال فرماتی تھیں۔ اس کا کچھ تذکرہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اپنے ایک خط میں بھی کیا ہے جو اگلے صفحات پر دیا جارہا ہے۔149

بچپن میں بیماری اور شفاء

آپ کی عمر ایک سال سے کچھ زیادہ ہوگی جب آپ سخت بیمار ہوگئے۔ آپ کے مقدس والد حضرت سیدنا محمود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس تشریف فرما تھے کہ کئی بار پیغام آیا کہ میاں ناصر احمد تشویشناک طور پر بیمار ہیں مگر حضرت سیدنا محمود خود تو حضرت خلیفہ اوّل کی بیماری کے باعث احتراماً یہ سُنکر خاموش ہوگئے مگر حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا میاں، تم گئے نہیں، تم جانتے ہو یہ کس کی بیماری کی اطلاع دے کر گیا ہے۔ وہ تمہارا بیٹا ہی نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پوتا بھی ہے اس پر حضرت سیدنا محمود کو بادلِ ناخواستہ اٹھنا پڑا۔ ڈاکٹر بُلایا گیا اور خدا تعالیٰ نے چند دنوں کے بعد آپ کو شفا بخش دی۔150

حفظ قرآن اور مدرسہ احمدیہ میں داخلہ

۱۷/۱پریل ۱۹۲۲ء کو جبکہ آپ کی عمر تیرہ برس کی تھی آپ کو تکمیل حفظ قرآن کی سعادت نصیب ہوئی جس کی تاریخ ''حافظ قرآن'' کے الفاظ میں نکلی۔محترم حافظ سلطان حامد صاحب ملتانی مرحوم کو آپ کے استاد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔حفظ قرآن کریم کی تکمیل کے بعد آپ پہلے حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب سے پرائیویٹ طور پر عربی اور اردو وغیرہ پڑھتے رہے ازاں بعد دینی علوم کی تحصیل کے لئے مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

قومی وملّی خدمت کا جذبہ

جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء کے دوسرے روز ۲۷دسمبر کو جلسہ گاہ بالکل ناکافی ہوگئی جس پر راتوں رات اسے وسیع کر دیا گیا۔مدرسہ احمدیہ کے طلبہ اور دیگر اصحاب ساری رات مصروف عمل رہے۔شہتیریاں اٹھا کر لانے،اینٹیں اور گارا بہم پہنچانے میں پوری توجہ خلوص اور محنت سے کام کیا۔ان رضا کار طلباء میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب بھی شامل تھے جو ساری رات یہ خدمت بجالاتے رہے۔ 151

''ریز روفنڈ'' تحریک کے لئے جدّ وجہد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے تبلیغِ اسلام اور مسلمانوں کی اقتصادی وسماجی ترقی و بہبود کے لئے ۱۹۲۷ء میں ایک ریز روفنڈ جاری فرمایا تھا اس تحریک میں دوسرے احمدی طلبہ کے دوش بدوش حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد نے بھی سرگرم حصہ لیا۔چنانچہ سیّدنا المصلح الموعود نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء پر فرمایا:

> ''اس سال چھٹیوں کے ایّام میں ہمارے سکولوں کے طلباء ڈیڑھ ہزار روپیہ کے قریب چندہ جمع کر کے لائے.....چندہ لانے والے طلباء میں میرا لڑکا ناصر احمد بھی تھا جو ایک سو چھتیس روپیہ لایا تھا حالانکہ اسے کبھی اس سے پہلے دوسرے لوگوں سے چندہ لینے کا موقع نہ ملا تھا۔'' 152

مولوی فاضل میں کامیابی

جولائی ۱۹۲۹ء میں آپ نے جامعہ احمدیہ قادیان سے پنجاب یونیورسٹی کا امتحان ''مولوی فاضل'' پاس کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک دُعا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جولائی ۱۹۳۱ء کو اپنے بعض صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کے قرآن مجید ناظرہ کی تکمیل پر آمین لکھی۔ جس میں اپنے فرزندِ اکبر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

مرا ناصؔر ۔ مرا فرزند اکبر
ملا ہے جس کو حق سے تاج و افسر

پھر سب کے لئے دعا کرتے ہوئے فرمایا:۔

الٰہی دور ہوں ان کی بلائیں ہوں بحر معرفت کے یہ شناور
پڑیں دشمن پہ ہی اس کی جفائیں سمائے علم کے ہوں مہر انور

الٰہی تیز ہوں ان کی نگاہیں یہ قصر احمدی کے پاسباں ہوں
نظر آئیں سبھی تقویٰ کی راہیں یہ ہر میداں کے یارب پہلواں ہوں

ثریا سے یہ پھر ایمان لائیں
یہ پھر واپس ترا قرآن لائیں

بی۔اے کی ڈگری

مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۳۴ء میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

شادی کی تقریب

اگست ۱۹۳۴ء میں آپ کی شادی حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی صاحبزادی حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ بارات ۴ راگست ۱۹۳۴ء کو قادیان سے مالیرکوٹلہ گئی جس میں حضرت اماں جان، حضرت امّ ناصر صاحبہ، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب تشریف لے گئے۔

۵/اگست ۱۹۳۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی مالیر کوٹلہ میں رونق افروز ہوئے اور یہ مقدس قافلہ ۶/اگست ۱۹۳۴ء کو قادیان واپس پہنچ گیا۔

سفر انگلستان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم سے آپ ۶ستمبر ۱۹۳۴ء کو انگلستان تشریف لے گئے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس موقعہ پر آپ کو اپنے دستِ مبارک سے مفصّل اہم اور ضروری نصائح تحریر فرما کر دیں۔ابتدائی نصیحت یہ تھی کہ:

''میں تم کو انگلستان بھجوار ہا ہوں اس غرض سے جس غرض سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضوان اللہ علیھم کو فتح مکہ سے پہلے مکہ بھجوایا کرتے تھے۔میں اس لیے بھجوار ہا ہوں کہ تم مغرب کے نقطہ نگاہ کو سمجھو تو اس زہر کی گہرائی کو معلوم کرو جو انسان کے روحانی جسم کو ہلاک کر رہا ہے تم ان ہتھیاروں سے واقف اور آگاہ ہو جاؤ جن کو دجال اسلام کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔غرض تمہارا کام یہ ہے کہ تم اسلام کی خدمت کے لئے اور دجالی فتنہ کی پامالی کے سامان جمع کرو۔''

آخر میں سب نصیحتوں کا خلاصہ حضور ہی کے الفاظ میں یہ تھا کہ:

''خدا کے بنو خدا کے۔ہم سب فانی ہیں اور وہی زندہ اور حاصل کرنے کے قابل ہے اس کا چہرہ دنیا کو دکھانے کی کوشش کرو۔اپنی زندگی کو اسی کے لئے کر دو۔ہر سانس اسی کے لئے ہو،وہی مقصود ہو،وہی مطلوب ہو،وہی محبوب ہو جب تک اُس کا نام دنیا میں روشن نہ ہو،جب تک اس کی حکومت دُنیا میں قائم نہ ہو،تم کو آرام نہ آئے،تم چین سے نہ بیٹھو۔'' [153]

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی الوداعی نظم

آپ کے سفرِ یورپ کے لئے روانگی پر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ایک دعائیہ نظم لکھی جس کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

جاتے ہو مری جان خدا حافظ و ناصر والی بنو امصار علوم دو جہاں کے
اللہ نگہبان خدا حافظ و ناصر اے ''یوسف کنعان'' خدا حافظ و ناصر

پہرہ ہو فرشتوں کا قریب آنے نہ پائے سر پاک ہو اغیار سے دل پاک نظر پاک
ڈرتا رہے شیطان، خدا حافظ و ناصر اے بندۂ سبحان خدا حافظ و ناصر

محبوبِ حقیقی کی ''امانت'' سے خبردار
اے حافظِ قرآن خدا حافظ و ناصر

انگلستان کا زمانہ قیام

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ستمبر ۱۹۳۴ء سے لے کر نومبر ۱۹۳۸ء تک انگلستان میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ ایک بار جولائی ۱۹۳۶ء میں قادیان تشریف لائے اور ۱۷ ستمبر کو واپس انگلستان تشریف لے گئے۔ انگلستان میں آپ آکسفورڈ سے بی۔اے کی ڈگری حاصل کرنے کے علاوہ تبلیغِ اسلام میں بھی مصروف رہے ایک رسالہ ''الاسلام'' بھی جاری فرمایا اور واپسی پر مصر میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے ساتھ کچھ عرصہ قیام فرمانے اور عربی تہذیب وتمدن اور طرز تعلیم وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ ۹ نومبر ۱۹۳۸ء کو بانیل مرام واپس قادیان دارالامان تشریف لائے۔

جامعہ احمدیہ کے پرنسپل کی حیثیت سے

یورپ سے آتے ہی آپ جامعہ احمدیہ کے پروفیسر مقرر کئے گئے۔ حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کے ریٹائرڈ ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو جامعہ احمدیہ کا پرنسپل مقرر فرمایا۔ پھر جون ۱۹۳۹ء سے اپریل ۱۹۴۴ء تک احمدیت کا یہ مرکزی ادارہ آپ کی نگرانی میں ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔

''مجلس خدام الاحمدیہ'' کی صدارت ونائب صدارت

فروری ۱۹۳۹ء سے لے کر اکتوبر ۱۹۴۹ء تک آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر رہے اور اکتوبر ۱۹۴۹ء سے نومبر ۱۹۵۴ء تک نائب صدر کا عہدہ سنبھالا جبکہ اس دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بنفس نفیس صدر تھے۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زیر نگرانی نوجوانان احمدیت کے محبوب

قائد کی حیثیت سے شاندار خدمات انجام دیں۔لوائے خدام احمدیت کی تیاری،مجلس کے اساسی لٹریچر کی اشاعت،نوجوانان احمدیت میں عملی انقلاب، باؤنڈری کمیشن کے لئے فراہمی مواد،حفاظت مرکز قادیان کی جدوجہد،تحریک آزادی کشمیر میں شمولیت،پاکستان میں مجلس کی سرگرمیوں کا احیاء’’رسالہ خالد‘‘ کا آغاز وغیرہ آپ کے عہد صدارت کے زندہ وتابندہ کارنامے ہیں جو تاریخ خدام الاحمدیہ میں ہمیشہ سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

وقف زندگی

۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو آپ نے اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دی۔

پرنسپل تعلیم الاسلام کالج

مئی ۱۹۴۴ء سے لے کر نومبر ۱۹۶۵ء (تا انتخاب خلافت) تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے قوم وملت کے نونہالوں کی تعلیمی رہنمائی فرماتے رہے۔اگست ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم عمل میں آئی مگر آپ کی ہمت وکوشش سے اس کالج کا دوبارہ قیام لاہور میں ہوا اور پھر آپ کی بے نظیر اور شبانہ روز محنت وکاوش کے نتیجہ میں ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کی شاندار عمارت کی تعمیر ہوئی اور اس عظیم الشان کالج نے آپ کی رہنمائی میں ایسی نمایاں ترقی کی کہ اسے ملک کے مشہور کالجوں میں نمایاں مقام حاصل ہوگیا۔

تقسیم ہندوستان کے وقت کارہائے نمایاں

اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے بعد آپ کچھ عرصہ قادیان میں مقیم رہے۔اور اس دوران قادیان کی حفاظت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا۔علاوہ ازیں ہزار ہا لٹے پٹے بے خانماں مسلمانوں کے لئے قادیان میں رہنے کا انتظام وانصرام فرماتے رہے جو کہ تاریخ کا ایک یادگار باب ہے۔آپ ۱۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو قادیان کی مقدس بستی سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔

فرقان بٹالین کی کمیٹی میں

جون ۱۹۴۸ء سے جون ۱۹۵۰ء تک فرقان بٹالین سرگرم عمل رہی جس میں احمدی مجاہدوں نے محاذ کشمیر پر شجاعت وبہادری کے بے مثال جوہر دکھائے اس بٹالین کے لئے حضرت سیدنا المصلح الموعود نے جو

کمیٹی مقرر فرمائی اس کا ایک ممبر آپ کو بھی نامزد فرمایا۔فرقان فورس کے فوجی اشارات میں آپ ’’فاتح الدین‘‘ کے نام سے موسوم ہوتے تھے۔

کشمیر آزاد کرانے کا عزم صمیم

فرقان بٹالین کو جب پہلی جنگ بندی کے بعد جون ۱۹۵۰ء میں دوسرے رضا کار مجاہدوں کی طرح سبکدوش کر دیا گیا تو آپ نے پُرشوکت اعلان فرمایا:

’’ہم نے کشمیر میں اپنے شہید چھوڑے ہیں جگہ جگہ ان کے خون کے دھبوں کے نشان چھوڑے ہیں ہمارے لئے کشمیر کی سرزمین اب مقدس جگہ بن چکی ہے ہمارا فرض ہے کہ جب تک ہم کشمیر کو پاکستان کا حصہ نہ بنالیں اپنی کوششوں میں کسی قسم کی کوتاہی نہ آنے دیں۔اگرچہ کامیاب جدوجہد کے بعد ’’فرقان‘‘ کو سبکدوش کیا جارہا ہے لیکن جس جہاد کا ہم نے خدا سے وعدہ کیا ہے اس میں سبکدوشی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ قربانیوں کا یہ دور چلتا چلا جائے اور اس نیت کی ہر قربانی سلسلہ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کرنے کا موجب ثابت ہوتی رہے۔‘‘[154]

سُنت یوسفی کے مطابق قیدوبند

۱۹۵۳ء میں احرار کی اینٹی احمدیہ تحریک کے نتیجہ میں لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا۔اسی مارشل لاء میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور آپ کو سنت یوسفی کے مطابق قیدوبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔یکم اپریل ۱۹۵۳ء کو گرفتاری ہوئی اور ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کو ان بزرگوں کی رہائی عمل میں آئی۔

مجلس انصاراللہ کی صدارت

۱۹۵۴ء میں آپ بطور نائب صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ مقرر ہوئے (اس دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بطور صدر مجلس انصاراللہ نگرانی فرمارہے تھے) پھر ۱۹۵۹ء سے آپ کو مجلس انصاراللہ کی زمام قیادت سپرد کی گئی۔(منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد پھر آپ نے یہ عہدہ ۱۹۶۸ء تک اپنے پاس

رکھا۔) جب آپ نے ابتدائی طور پر مجلس کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو ایک مرحلہ پر کسی خادم نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ میں بوڑھا نہیں ہوگیا۔ دراصل مجلس انصاراللہ جوان ہوگئی ہے۔

چنانچہ خدا کے فضل سے ایسا ہی ہوا اور آپ کی روحانی توجہ کی بدولت اس مجلس میں بیداری کی حیرت انگیز برقی رو پیدا ہوگئی اس کا وسیع دفتر اور ہال تعمیر ہوا، رسالہ ”انصاراللہ“ جیسے بلند پایہ تربیتی ماہنامہ کا اجراء ہوا اور عمر رسیدہ بزرگوں کی یہ تنظیم مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہو کر عالم شباب میں آگئی۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی صدارت

مئی ۱۹۵۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا صدر مقرر فرمایا۔ اس طرح اس نہایت اہم جماعتی ادارہ کی باگ ڈور آپ کو سونپ دی گئی اور یہ انتخاب بہت مبارک ثابت ہوا اور یہ ادارہ ہر جہت سے شاہراہ ترقی پر گامزن رہا۔

ناصر باسکٹ بال ٹورنامنٹ

۱۹۵۸ء میں آپ کی کوششوں سے آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ کا آغاز ہوا جو ۱۹۶۶ء میں آپ کے نام سے موسوم ہوا، یعنی ناصر باسکٹ بال ٹورنامنٹ۔

افسر جلسہ سالانہ

۱۹۵۹ء میں آپ افسر جلسہ سالانہ بنے اور نومبر ۱۹۶۵ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

آپ کی خلافت پر جماعت احمدیہ کا اجماع

حضرت سیدنا المصلح الموعود کے وصال پر ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو جماعت احمدیہ کا آپ کی خلافت پر اجماع ہوا اور ہزاروں سال کی یہ پیشگوئی (جو قدیم اسرائیلی احادیث کے مجموعہ طالمود میں چلی آرہی تھی) پوری ہوئی کہ:

“It is also said that he (The Messiah) shall die and his kingdom descend to his son and grandson.” [155]

یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسیح کے انتقال کے بعد اس کی بادشاہت اسکے بیٹے اور پوتے کو مل جائے گی۔

اس قدیم نوشتہ کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اکتوبر ۱۹۰۷ء میں الہامی بشارت دی گئی کہ:

۱۔ ''آپ کے لڑکا پیدا ہوا ہے (یعنی آئندہ کسی وقت لڑکا پیدا ہوگا)''

۲۔ ''اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْم'' (ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں)

۳۔ ''یَنْزِلُ مَنْزِ لَ الْمُبَارَکِ'' (وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا) [156]

مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے دسمبر ۱۹۳۰ء میں اپنی کتاب تفہیمات ربانیہ صفحہ ۱۳۶ پر لکھا کہ:

''صاف کھل گیا کہ شبیہ مبارک احمد آپ (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کے صلب سے نہ ہوگا بلکہ آپ کا پوتا ہوگا۔ اے منکرین سنو اور گوشِ ہوش سے سنو کہ مبارک احمد کا قائمقام اور شبیہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہونے والا مولود مسعود ہے جس کا نام صاحبزادہ ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا فرزند ارجمند ہے۔ کیا کوئی ہے جو ایمان لائے۔''

حضرت مصلح موعود کی پیشگوئی

حضرت مصلح موعود نے اپنے ایک مکتوب میں یہ پیشگوئی تحریر فرمائی:

''مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہوگا''۔ [157]

حضور نے ۲۷ دسمبر ۱۹۵۶ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خلیفہ ثالث کی نسبت یہ عظیم الشان خوشخبری دی کہ:

''جب بھی انتخاب خلافت کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی خلیفہ چنا جائے۔ میں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اس قانون کے ماتحت وہ چنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوگا اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہوگا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو، ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا۔''

نیز فرمایا:

''پس میں ایسے شخص کو جس کو خدا تعالیٰ خلیفہ ثالث بنائے۔ ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر کھڑا ہو جائے گا.... اگر دنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔'' [158]

خلافت ثالثہ کا پہلا دن اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تاریخی خطاب

۸نومبر کی شب نماز عشاء کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انتخاب خلافت ثالثہ کی کارروائی عمل میں آچکی تھی اور یوں ۹ نومبر ۱۹۶۵ء خلافت ثالثہ کے عہد مبارک کا پہلا دن تھا اس روز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسجد مبارک میں نماز فجر پڑھانے کے بعد حسب ذیل تاریخی خطاب فرمایا:

''میرے پیارے بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ساری جماعت جانتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۹۵۷ء میں بعض حالات کے پیشِ نظر خلافت کے متعلق ایک ''مجلس انتخابِ خلیفہ'' اور اس کے قواعد منظور فرمائے تھے۔ اِن قواعد کی روشنی میں کل شام اسی جگہ ہماری اسی مسجد (مبارک) میں وہ دوست جمع ہوئے جو اس مجلس کے رکن ہیں۔ اور جن کا فرض تھا کہ وہ ان مقررہ اور منظور شدہ قواعد کے مطابق آئندہ خلیفہ کے متعلق سوچ وبچار اور دعا کے ساتھ فیصلہ کریں۔ اور انہوں نے اپنے اس اجلاس میں (جس کی کارروائی کا بہت سا حصہ بوجہ مختلف جذبات کے میرے کانوں میں نہیں پڑ سکا) یہ بارِگراں خلافت میرے ان کمزور کندھوں پر رکھ دیا ہے اس لئے اب اس فرض کی تکمیل کے لئے جو کل شام سے شروع ہو چکا ہے، میں اپنے احمدی بھائیوں سے تجدید بیعت کراؤں گا۔

میں الفاظ بیعت دہراتا جاؤنگا میرے پیچھے آپ بھی دہراتے جائیں۔ آپ ایک دوسرے کے کندھوں پر ہاتھ رکھ لیں، ایک دوسرے کو دھکا نہ دیں اور اپنی توجہ کو اپنے ربّ کی طرف مرکوز رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں کہ وہ آپ سب کو اپنا یہ عہد بیعت نبھانے کی توفیق بخشے اور ان منافقوں کی طرح آپ کو نہ بنائے جن کے متعلق قرآن کریم نے یہ کہا ہے کہ وہ پیٹھ دکھا کر میدانِ جنگ سے بھاگ جاتے ہیں حالانکہ انہوں نے اپنے خدا سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دین کی جنگوں میں خواہ وہ کسی ہی نوعیت کی کیوں نہ ہوں اپنی پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ (احزاب:۱۶)

اب پہلے بیعت ہوگی۔ اس کے بعد میں چند الفاظ میں اپنے بھائیوں سے خطاب کرونگا''

(اس کے بعد بیعت ہوئی اور پھر دعا کی گئی جس میں گریہ وزاری اور آہ وبکا کا عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا)۔ پھر حضور نے تشہد، تعوذ اور فاتحہ شریف کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''آپ سب دوست جانتے ہیں کہ کل صبح سویرے دو بجکر بیس منٹ پر ہمارے پیارے امام اور مطاع کا وصال ہوگیا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں کے مطابق جو آپ نے اپنے موعود بیٹے مصلح موعود کے لئے کی تھیں۔آپ کا وجود جن برکات کا حامل تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جماعت کے جس فرد بشر سے بھی آپ بات کریں۔اسے بے شمار احسان یاد کرتے پائیں گے جو حضور نے وقتاً فوقتاً اس پر کئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جماعت کے دلوں میں آپ کے لئے بے انتہا محبت اور روحانی تعلق پیدا کیا ہوا تھا۔آپ اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اپنے محبوب سے جا ملے اور کچھ عرصہ یعنی چند گھنٹوں کے لئے یہ جماعت بظاہر لاوارث رہ گئی (آہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں اور کچھ لمحوں کے لئے آپ بھی رُک گئے)''

پھر فرمایا:

''یہ وقت الٰہی جماعتوں کے لئے بڑا نازک وقت ہوتا ہے گویا ایک قسم کی قیامت بپا ہو جاتی ہے۔ایسے وقت میں جہاں اپنے گھبرائے ہوئے ہوتے ہیں وہاں اغیار برائی کی امیدیں لئے جماعت کو تک رہے ہوتے ہیں اور خواہش رکھتے ہیں کہ شاید یہ وقت اس الٰہی جماعت کے انتشار یا اس میں کسی قسم کی کمزوری پیدا ہونے یا اس کے اتحاد، اس کے اتفاق اور اس کی باہمی محبت میں رخنہ پڑنے کا ہو لیکن جو سلسلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے قائم کیا جاتا ہے وہ ایسے نازک دوروں میں اپنی موت کا پیام نہیں بلکہ اپنی زندگی کا پیام لے کر آتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ قیادت کا انتقال ایک کندھے سے دوسرے کندھے کی طرف اس لئے نہیں کرتا کہ اس کا ایک بندہ بوڑھا اور کمزور ہوگیا۔اور وہ اس کو طاقتور اور جوان رکھنے پر قادر نہیں۔ کیونکہ ہمارا پیارا مولیٰ ہر شے پر قادر ہے بلکہ اس لئے کہ وہ دنیا پر ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ہر نگاہ میری طرف ہی اٹھنی چاہیے۔بندہ بڑا ہو یا چھوٹا آخر بندہ ہی ہے، تمام فیوض کا منبع اور تمام برکات کا حقیقی سرچشمہ میری ہی ذات ہے۔

یہ توحید کا سبق دلوں میں بٹھانے کے لئے وہ اپنے ایک بندے کو اپنے پاس بلا لیتا ہے اور ایک دوسرے بندہ کو جو دنیا کی نگاہوں میں انتہائی طور پر کمزور اور ذلیل اور نااہل ہوتا ہے، کہتا ہے کہ اٹھ اور میرا کام سنبھال، اپنی کمزوریوں کی طرف نہ دیکھ، اپنی کم علمی اور جہالت کو نظر انداز کر دے، ہاں میری طرف دیکھ کہ میں تمام طاقتوں کا مالک ہوں۔ میرے سے ہی امید رکھ اور مجھ پر ہی توکل کر، کہ تمام علوم کے سوتے مجھ سے ہی پھوٹتے ہیں، میں وہ ہوں جس نے تیرے آقا کو ایک ہی رات میں چالیس ہزار کے قریب عربی مصادر سکھا دیئے تھے اور میری طاقتوں میں کوئی کمی نہ آئی تھی، میں وہ ہوں جس نے نہایت نازک حالت میں سے اسلام کو اٹھایا تھا۔ اور جب انسان نے اپنی تلوار سے اسے مٹانا چاہا، تو میں اس تلوار اور اسلام کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس وقت دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں موجود تھیں۔ لیکن دنیا کی کوئی طاقت خواہ کتنی ہی بڑی تھی اسلام کو نہ مٹا سکی۔

ہمارا رب کہتا ہے کہ آج پھر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں دنیا میں اسلام کو غالب کروں گا اور اسلام دنیا پر غالب ہو کر رہے گا اور ان کمزور ہاتھوں کے ذریعہ سے غالب ہو کر رہے گا۔

ہم اپنی کمزوریوں کو کیا دیکھیں، ہماری نظر تو اُس ہاتھ پر ہے جو ہمیں اپنے کمزور ہاتھوں کے پیچھے جنبش کرتا نظر آتا ہے۔ ہم اپنی کم طاقتی کا خیال کیوں کریں کیونکہ ہمارا توکل تو اُس طاقت پر ہے کہ جس نے دنیا کی ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے اور اس کا اِحاطہ کیا ہوا ہے۔ کل شام کو اس مجلس انتخاب نے خاکسار کو منتخب کیا ہے اور خدا شاہد ہے کہ آج صبح بھی میری حالت ایسی تھی جیسے اُس شخص کی ہوتی ہے کہ جس کا کوئی عزیز فوت ہو جائے تو اس کو یقین نہیں آتا کہ اس کا وہ عزیز اس سے جدا ہو چکا ہے۔ مجھے بھی یقین نہیں آتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں یہ کیا ہوا (لوگوں کی آہ وزاری کی آوازیں)

جس کو خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے ڈھال بنایا تھا اس ڈھال کو اُس نے ہم سے لے لیا اور اس نے مجھے آگے کر دیا میں بہت ہی کمزور ہوں، بلکہ کچھ بھی نہیں۔ شاید مٹی

کے ایک ڈھیلے میں مدافعت کی قوت مجھ سے زیادہ ہو، مجھ میں تو وہ بھی نہیں۔لیکن جب سے ہمیں ہوش آئی ہے ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اگر یہ سچ ہے اور یقیناً یہ سچ ہے تو پھر نہ مجھے گھبرانے کی ضرورت ہے اور نہ آپ میں سے کسی کو گھبرانے کی ضرورت ہے۔جس نے یہ کام کرنا ہے وہ یہ کام ضرور کرے گا۔اور یہ کام ہوکر رہے گا۔

لیکن کچھ ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہوتی ہیں اور کچھ ذمہ داریاں آپ پر۔میں اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر آپ لوگوں کو گواہ ٹھہراتا ہوں اِس بات پر کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھ دی ہے، جہاں تک اُس نے مجھے توفیق عطا کی ہے، جہاں تک اُس نے مجھے طاقت دی ہے، آپ مجھے اپنا ہمدرد پائیں گے۔میں ہر لمحہ اور ہر لحظہ دعاؤں کے ساتھ اور اگر کوئی اور وسیلہ بھی مجھے حاصل ہوتو اس وسیلہ کے ساتھ آپ کا مددگار رہوں گا۔اور میں اپنے رب سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ آپ کو بھی یہ توفیق دے گا کہ آپ صبح وشام اور رات اور دن اپنی دعاؤں سے اپنے اچھے مشوروں سے، اپنی ہمدردیوں سے اور اپنی کوششوں سے میری اس کام میں مدد کریں گے کہ خدا تعالیٰ کی توحید دنیا میں قائم ہو، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرانے لگے۔(نعرہ ہائے تکبیر) آج دنیا آپ کو بھی کمزور سمجھتی ہے اور مجھے بھی، بہت ہی کمزور، لیکن ایک دن آئے گا کہ لوگ حیران ہوں گے اور وہ دیکھ لیں گے کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں کتنی بڑی طاقت تھی کہ بظاہر کمزور نظر آنے والا، مال سے محروم، وسائل سے محروم، دنیا کی عزتوں سے محروم، ہر طرف سے دھتکارا جانے والا، ذلیل کیا جانے والا، اور وہ سلسلہ جس کو دنیا نے اپنے پاؤں کے نیچے مسلنا چاہا، خدا تعالیٰ کے فضل نے اسے آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا ہے اور قرآن کریم جو کسی وقت صرف طاق کو سجاوٹ دے رہا تھا۔اس نے دلوں میں گھر کرلیا ہے اور پھر انسان کے دل سے علم کا بھی، نیکی وتقویٰ کا بھی اور دنیا کی ہمدردی اور غمخواری کا بھی ایک چشمہ بہہ نکلا ہے، اُسی طرح جس طرح ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے بوقت ضرورت پانی کا چشمہ بہہ نکلا تھا۔

دنیا انشاء اللہ تعالیٰ یہ نظارے دیکھے گی۔مگر ہم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتا رہے۔ ہر ایک نے دنیا سے بہرحال چلے جانا ہے۔آج ہم یہاں ہیں کل کا کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہوں گے۔ہمیں دعا کرتے رہنا چاہئے کہ ہم یہاں ہوں یا کسی اور دنیا میں، خدا تعالیٰ اس سلسلہ کو ایسے وجود بخشتا رہے جو پورے زور کے ساتھ، جو پورے توکل کے ساتھ، جو بکثرت دعاؤں کے ساتھ، اور جو پورے انابت الی اللہ کے ساتھ دین کے غلبہ کے لئے اور اس سلسلہ کے مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہنے والے ہوں اور یہ ذلیل سمجھا جانے والا گروہ خدا کی نگاہ میں ہمیشہ عزت پانے والا گروہ رہے جب ایسا ہو جائے گا تو پھر دنیا کی کوئی نظر ہمیں ذلیل نہیں کر سکتی اور یہ کمزور سمجھا جانے والا گروہ، خدائے عزوجل کے نزدیک جو کامل طاقتوں والا ہے، طاقتور گروہ قرار دیا جائے گا تا پھر دنیا کی طاقتیں ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔

خدا کرے کہ ہمارا خدا ہمیشہ ہمارے ساتھ ہو

خدا کرے کہ اس کی نصرت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے

خدا کرے کہ ہمارے کمزور طاقتوروں پر ہمیشہ بھاری رہیں

خدا کرے کہ ہمارے جاہل جب اچھے پڑھے لکھے لوگوں کے مقابل پہ آئیں تو انہیں شرمندہ کرنے والے ہوں۔

خدا کرے کہ ہمارے وجود میں خدا کا جلوہ دنیا کو نظر آنے لگے

خدا کرے کہ ہمارے چہروں سے اسلام کا نور اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی جھلک دنیا کو دکھائی دے۔

خدا کرے کہ ہماری زندگیوں میں ہی اسلام کا غلبہ دنیا میں قائم ہو جائے اللّٰھم اٰمین۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔''

(یہ خطاب ختم ہونے پر نعرہ ہائے تکبیر سے فضاء گونج اٹھی اور آپ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر واپس تشریف لے گئے) 159

مستورات سے پہلی بیعت

حضور انور ۸ نومبر کی شب انتخابِ خلافت کی کارروائی اور حاضر احباب سے بیعت لینے کے بعد مسجد مبارک سے قصر خلافت تشریف لے گئے اور ایک بند کمرہ میں کم وبیش ڈیڑھ گھنٹہ تک دعاؤں میں مصروف رہے۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو بہت سی عورتوں نے جو وہاں موجود تھیں بیعت لینے کی درخواست کی چنانچہ سینکڑوں خواتین نے اس وقت پہلی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ 160

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا احمدی مستورات سے پہلا خطاب

اگرچہ ۸ نومبر کی شب سینکڑوں خواتین بیعت سے مشرف ہو چکی تھیں تاہم ۹ نومبر کی صبح ساڑھے دس بجے کے قریب دوبارہ مستورات کو بیعت کا موقع دیا گیا۔ جہاں پر ہزاروں خواتین نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ یہ تقریب حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کے گھر میں عمل میں آئی۔ اس بیعت کے بعد اسی جگہ پر آپ نے مستورات سے پہلا خطاب فرمایا۔

اپنے اس خطاب میں تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آپ نے ۱۹۱۴ء میں انتخاب خلافت ثانیہ کے حالات بیان فرمائے۔ اور خلافت کے منکرین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

> ''ان حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس ذمہ داری کو اٹھایا۔ جو ذمہ داری کہ ایک الٰہی سلسلہ میں سب سے مشکل اور سب سے اہم ذمہ داری ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے رحم سے اور اپنی محبت کے طفیل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو یہ توفیق عطا کی کہ آپ اس فتنہ کو مٹا دیں۔ آپ نے جماعت میں ایک ایسا اتفاق، ایک ایسا اتحاد، ایک ایسی یکجہتی، ایک ایسی اخوت اور ایک ایسی برادری قائم کردی کہ اس کا نظارہ ہمیں سگے رشتوں میں بھی نظر نہیں آتا۔''

پھر اتفاق و اتحاد کی برکات اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی فتوحات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ:۔

> ''آپ میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے کہ اس اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے پوری کوشش کرے۔ اور اگر ضرورت ہو تو اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دے۔ اپنے بچوں

کو، اپنی بچیوں کو اور اپنے تمام رشتہ داروں کو سمجھائے کہ قوم کا اتحاد ہر قیمت پر ملحوظ رکھا جائے گا۔ اگر آپ نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور اسے پوری طرح نبھایا تو انشاء اللہ تعالیٰ دنیا کی کوئی طاقت ہمارے اس اتحاد واتفاق میں رخنہ پیدا نہ کرسکے گی۔ ہم لوگوں نے بہرحال اپنی ذمہ داریوں کو نبھانا ہے۔ ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہیں کہہ سکتے کہ جا تُو اور تیرا رب لڑے۔ ہم تو یہاں آرام سے بیٹھے ہیں۔

ہمیں ان فدایان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نمونہ دکھانا ہوگا۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے۔ آگے بھی لڑیں گے۔ اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ اور دشمن کو آپ تک ہرگز نہیں پہنچنے دیں گے جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا آگے نہ بڑھے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تو ایک اسوہ تھی ایک نمونہ تھی آپ نے اسلام کی مکمل تعلیم پیش فرمائی اور ساتھ ہی اس تعلیم کی اشاعت کی ذمہ داری آپ نے اپنے اوپر اور دیگر فدایان اسلام پر ڈالی۔ وہ زمانہ بیت گیا۔ اب اس آخری زمانہ میں یہ ذمہ داری حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے متبعین پر ڈالی گئی۔ ہاں یہ ذمہ داری مجھ پر اور آپ میں سے ہر ایک پر ڈالی گئی ہے۔ اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے رب سے یہ عہد باندھا ہے کہ ہم اپنی عزتوں کو قربان کر کے، اپنی جانوں کو قربان کر کے، اپنی خواہشات کو قربان کر کے، اپنے بچوں اور بچیوں کو قربان کر کے اور ہر قسم کی قربانی دے کر اس دین کی حفاظت کریں گے۔ اور اسلام کے غلبہ کی کوششوں کو جاری رکھیں گے۔ یہ ہے ہم میں سے ہر ایک کی ذمّہ داری!!!

پس اس ذمّہ داری کو سمجھیں اور دل میں پختہ عہد کریں کہ خواہ کچھ ہو جائے دعاؤں کے ذریعہ اور ہر قسم کی تدبیروں کے ذریعہ ہم قومی اتحاد کو قائم رکھیں گے اور اس فرض کو حتی الوسع احسن طور پر نبھانے کی کوشش کریں گے جو ہم پر خدائے تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی توفیق عطا کرے اور ہم پر وہ تمام فضل نازل فرمائے جن فضلوں کا وارث اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود علیہ السلام کو بنایا اور جن کی

بشارات آپ کو دی گئیں۔

آپ کو بہت بڑی بشارات دی گئی ہیں۔کوشش کریں کہ آپ اُن بشارات اُن برکات اور اُن فیوض سے حصہ لے رہے ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو، ہر آن آپ کی مدد کرے ہمیشہ آپ کی حفاظت کرے اور ہمیشہ ہی آپ کو اپنی پناہ میں رکھے اللّٰھم آمین۔'' [161]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا ایک اہم خطاب

۹ نومبر ۱۹۶۵ء ہی کا واقعہ ہے کہ حضور نے ظہر کے وقت بیعت کے بعد ہزار ہا مبائعین سے ایک اہم خطاب فرمایا جس میں بتایا کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے اس وقت تک مختلف ہاتھوں میں ہاتھ رکھ کر خدا تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔اگر دین کے معاملے میں دنیا کی ملاوٹ نہ ہو اور فی الواقعہ ہمارا اتحاد، ہمارا اتفاق، ہماری یکجہتی وایثار وقربانی میں ہماری یک رنگی اور خدا تعالیٰ اور اس کے منشاء کے مطابق ہم سب کا ایک ہو جانا ناممکن نہیں رہتا۔نیز فرمایا:

''میں نے آج سجدہ میں خاص طور پر یہ دعا کی کہ اے میرے ربّ! یہ احمدی جو میرے بھائی اور بزرگ ہیں۔ان پر تو اتنی رحمتیں نازل کر اور انہیں اتنی برکتیں عطا فرما کہ وہ اندازہ نہ کر سکیں اور انہیں ہر آن اپنی پناہ میں رکھ حتیٰ کہ وہ یہ سمجھیں اور یقین کریں کہ تیری فوجوں کے کیمپ اور خیمے ان کے چاروں طرف لگے ہوئے ہیں۔ آپ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری ان دعاؤں کو قبول فرمائے اور مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے۔اب میں رخصت ہوتا ہوں۔(نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے اور حضور اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمّدٍ و علٰی آل محمّدٍ کو دُہراتے ہوئے واپس تشریف لے گئے)۔'' [162]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تحریک جدید کے نام پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۱ نومبر ۱۹۶۵ء کو جملہ کارکنان تحریک جدید کو شرفِ ملاقات،

مصافحہ ومعانقہ عطا فرمایا۔ملاقات کے بعد مجلس تحریک جدید کے اراکین، وکلاء اور نائب وکلاء کی وساطت سے تحریکِ جدید کے تمام کارکنوں کو اسلام کو چاردانگ عالم میں پھیلاتے چلے جانے کا پیغام دیا۔حضور نے فرمایا کہ عربی زبان میں نثر اور خاص طور پر نظم میں ہندی تلوار کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ہاتھ میں ایک ہندی تلوار دی ہے اور وہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت۔حضور کا کام اب ہندی تلوار کی طرح اپنے جوہر دکھا رہا ہے۔ہم سب کا یہ فرض ہے کہ اس تلوار کی دھار کو کند نہ ہونے دیں اور اس بات کا اہتمام کرتے رہیں کہ ہمیشہ اسلام کی یہ ہندی تلوار اپنی کاٹ سے کفر کو نیست ونابود کرتی رہے اور اس کے ذریعہ اسلام کا جھنڈا بلند سے بلند تر لہراتا رہے۔

حضور نے فرمایا کہ اس وقت تو میرا یہی مختصر سا پیغام ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے تو یہ پیغام مختصر ہے لیکن معنوی حیثیت سے یہ ہر احمدی کی ساری زندگی پر حاوی پروگرام کا خاکہ ہے آخر احمدی اپنی زندگیوں کا اور کیا مصرف چاہتے ہیں۔ان کا یہی تو بہترین مصرف ہے کہ ان کا ہر ہر لمحہ اسلام کی تبلیغ میں گزارا جائے۔اور دنیا کے ہر چہار اطراف بھٹکتی ہوئی روحوں کو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر لا ڈالا جائے۔ 163

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اوّلین خطبہ جمعہ

قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۲نومبر ۱۹۶۵ء کو اپنے عہد خلافت کا پہلا خطبہ جمعہ مسجد مبارک میں ارشاد فرمایا۔حضور کا منشاء مبارک تو ایک اور مضمون بیان کرنے کا تھا مگر ۱۱نومبر کی شب کو ۱۹۱۴ء کی الفضل کے مطالعہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی ایک تقریر کے اقتباس کی طرف مبذول فرمائی۔

اس اقتباس میں ایک زبردست پیشگوئی کا ذکر تھا جو چند دن پیشتر پُرامن ماحول میں خلافت ثالثہ کے قیام سے پوری ہوئی تھی۔اس پر آپ نے ارادہ فرمایا کہ دوسرے مضمون کو چھوڑ کر اس پیشگوئی کے ظہور کا تذکرہ کیا جائے جو صداقت احمدیت کا تازہ نشان تھا۔

چنانچہ حضور نے سب سے پہلے اس پیشگوئی کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ کس طرح انجمن کے بعض عمائدین نے حضرت خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے تین موقف اختیار کئے۔ پہلے کہا جماعت احمدیہ میں خلافت ہونی ہی نہیں چاہئیے پھر یہ رائے دی کہ کوئی شخص خلیفہ مقرر

ہو جائے مگر اسکی بیعت جماعت پر لازمی نہ قرار دی جائے آخر میں یہ موقف اختیار کیا کہ بے شک خلیفہ کا انتخاب کرلو اور اس کی بیعت بھی لازم قرار دے لو ہم اُسکی بیعت کرلیں گے لیکن وہ خلیفہ صدر انجمن احمدیہ کا حاکم نہیں بلکہ ماتحت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کو جو اس محاذ پر استحکام خلافت کی جنگ لڑ رہے تھے یہ زبردست بشارت دی کہ ہم تمہیں یہ توفیق دیں گے کہ تم خلافت کو جماعت احمدیہ میں اسقدر مستحکم کردو گے کہ آئندہ اس قسم کا فتنہ جو مارچ ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ میں پیدا ہوا پھر کبھی پیدا نہ ہوگا۔

ان تاریخی واقعات کا ذکر کرنے کے بعد حضور نے حضرت مصلح موعود کے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ مارچ ۱۹۱۴ء کا حسب ذیل اقتباس پڑھ کر سنایا:

''اس وقت دشمن خوش ہے کہ احمدیوں میں اب تفرقہ پڑ گیا ہے اور یہ جلد تباہ ہو جائیں گے۔ اور اس وقت ہمارے ساتھ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا والا معاملہ ہے یہ آخری ابتلاء ہے جیسا کہ احزاب کے موقعہ کے بعد دشمن میں یہ جُرأت نہ تھی کہ مسلمانوں پر حملہ کرے ایسے ہی ہم پر یہ آخری موقع اور دُشمن کا (آخری) حملہ ہے۔ خدا تعالیٰ چاہے ہم کامیاب ہوں تو پھر دشمن ہم پر حملہ نہ کرے گا۔ بلکہ ہم دشمن پر حملہ کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب (کے موقع) پر فرمایا تھا کہ اب ہم ہی دشمن پر حملہ کریں گے اور شکست دیں گے اور دشمن اب ہم پر کبھی حملہ آور نہ ہوگا۔ ...... یہ ایک آخری ابتلا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔ دشمن کو پھر کبھی خوشی کا موقع نہ ملے گا۔''

پھر اقتباس کا اگلا حصہ حضور نے پڑھ کر سنایا جس میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''جنگیں تو احزاب کے بعد میں بھی ہوتی رہی ہیں لیکن پھر دشمن کو یہ حوصلہ نہیں ہوا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ اسی طرح یہ آخری فتنہ ہے۔ پس تم دعاؤں میں لگ جاؤ۔ یہ فتنہ احزاب والا ہے جس طرح وہاں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حالت تھی وہی اب یہاں ہماری حالت ہے۔ اور جو اُس وقت دشمن کی حالت ہوئی۔ وہی اب (ہمارے) دشمن کے ساتھ ہوگی۔ تمہیں چاہیے کہ تم آگے بڑھو اور دعا میں لگ جاؤ۔''[164]

یہ پُر شوکت اقتباس سنانے کے بعد فرمایا:

''اب جب خود آپ کا وصال ہوا۔تو ہم اس کے بعد کے دنوں کے حالات کو دیکھتے ہیں۔ ہر احمدی ایک موت کی سی حالت دیکھتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ہر ایک احمدی کے دل میں حضرت خلیفہ ثانی کی اتنی محبت پیدا کی تھی اور پھر آپ کو احباب جماعت پر اس کثرت اور وسعت کے ساتھ احسان کرنے کی،ان کے غموں میں شریک ہونے کی،ان کی خوشیوں میں شامل ہونے کی،ان کی ترقیات کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کرنے کی اس قدر توفیق دی تھی کہ ہر شخص سمجھتا تھا کہ گویا آج میری ہی موت کا دن ہے۔بعض احمدی حضور کی اس بیماری کے دوران اپنی کم عقلی کی وجہ سے،بعض نادانی کی وجہ سے،بعض کمزوری کی وجہ سے اور شاید بعض شرارت کی وجہ سے بھی اس قسم کی باتیں کیا کرتے تھے۔جو ہمارے کانوں میں بھی پڑتی تھیں کہ گویا جماعت میں بڑا تفرقہ پیدا ہو چکا ہے لیکن یہ باتیں اس وقت سے پہلے تھیں۔جب اس موہومہ تفرقہ نے اپنا چہرہ دنیا کے سامنے دکھانا تھا جب وہ وقت آیا تو وہ لوگ جو یہاں تھے وہ گواہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک شخص شاہد ہے اس بات کا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوج بھیجی ہے۔اور اس نے جماعت احمدیہ پر قبضہ کر لیا ہے اور جس طرح گڈریا بھیڑوں کو گھیر لیتا ہے۔اسی طرح اس فوج نے ہم سب کو گھیرے میں لے لیا ہے۔اور کہا کہ ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ہم تمہیں بھٹکنے نہ دیں۔اس وقت کسی کے دماغ میں خیال نہ تھا کون خلیفہ منتخب ہوتا ہے یا کون نہیں۔لیکن ہر دل یہ جانتا تھا کہ خلافت قائم رہے گی اور خلیفہ منتخب ہوگا اور خلافت کی برکات ہم میں جاری وساری رہیں گی۔

چند دن پہلے ہماری ایک احمدی بہن نے خواب دیکھی۔غالباً حضور کی وفات سے دو دن یا تین دن پہلے کی بات ہے۔یعنی اُس شام سے پہلی رات جب یہاں اجتماعی دعا ہوئی ہے اس بہن نے خواب یہ دیکھی کہ مسجد مبارک میں بہت سے احمدی جمع ہیں اور بڑی گریہ وزاری کے ساتھ دعا کر رہے ہیں۔وہ کہتی ہے کہ جب میں نے مغرب کی طرف نگاہ کی تو میں نے دیکھا کہ سینکڑوں ہزاروں فرشتے سفید لباس میں ملبوس بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتے چلے آرہے ہیں اور وہ دعا کرنے والے انسانوں کے

ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور اس طرح اپنے ربّ کے حضور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگ گئے ہیں۔

اس دن تو ہم نے یہ خیال کیا کہ اگر خدا چاہے۔اور ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے تو وہ حضور کو صحت عطا کر سکتا ہے۔وہ بڑی طاقتوں اور قدرتوں والا ہے۔چنانچہ یہاں اجتماعی دعا کا انتظام کیا گیا۔اور بڑی گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی گئی۔

لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ جو نظارہ اُس دن اس کو دکھایا گیا۔وہ اُس اجتماعی دعا کے وقت کا نظارہ نہ تھا۔بلکہ اس شام کا نظارہ تھا۔(مغرب کے بعد کا) جس شام کو مجلس انتخاب کے ممبر مسجد مبارک کے اندر مشورہ کر رہے تھے۔اور بوجہ ممبر ہونے کے میں اور خاندان کے بعض دوسرے افراد بھی اس میں شامل تھے۔لیکن خدا شاہد ہے کہ اس کارروائی کا بیسواں حصہ بھی میرے کان میں نہیں پڑا۔کیونکہ ہم لوگ پیچھے بیٹھے یہ دعا کر رہے تھے کہ اے خدا! جماعت کو مضبوط اور مستحکم بنا۔اور خلافت کو قائم رکھ اور دل میں یہ عہد کیا تھا کہ جو بھی خلیفہ منتخب ہوگا۔ہم اس سے کامل اتباع اور اطاعت کا حلف اٹھائیں گے اور جماعتی اتحاد اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ دیکھ کر خوشی خوشی،ہم واپس جائیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں تفرقہ پیدا نہیں ہوا۔اور ہمارا جو فرض تھا آرام کے ساتھ ہم اس سے سبکدوش ہو گئے۔

اس مسجد میں جو لوگ بھی اس اجلاس میں شامل تھے۔میرا یہی احساس تھا کہ ان میں سے کوئی شخص بھی وہ نہ رہا تھا جو پہلے تھا۔یعنی اس کے دماغ پر بھی اللہ تعالیٰ کا تصرّف تھا۔اس کی زبان پر بھی خدا تعالیٰ کا تصرّف تھا نہ کوئی بحث ہوئی اور نہ ہی کوئی جھگڑا۔سب ایک نتیجہ پر پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح پر یہ پیشگوئی پوری کی کہ یہ آخری ابتلاء ہے۔دشمن اس قسم کی خوشی پھر نہ دیکھے گا۔

چنانچہ بعض غیر مبائع اکابر کو یہ کہتے بھی سنا گیا ہے کہ سچی بات یہی ہے کہ خلافت کے بغیر جماعت ترقی نہیں کر سکتی اور اگر حضرت خلیفہ اوّل انتخاب خلافت کے متعلق اس قسم کے قواعد بنا جاتے جو حضرت خلیفہ ثانی نے جماعت پر احسان کرتے ہوئے بنائے۔تو پھر ۱۹۱۴ء والا تفرقہ پیدا ہی نہ ہوتا۔

تو حضرت خلیفہ ثانی کو جو اللہ تعالیٰ نے بتایا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی کہ ہم تجھے توفیق دیں گے کہ تم جماعت کی تربیت ایسے رنگ میں کر سکو کہ جب تمہیں ہمارا بلاوا آوے تو تمہیں یہ غم اور فکر نہ ہو کہ جب میں اس گھر میں داخل ہوا تھا تو اس وقت بھی ایک فتنہ تھا اور جب میں اس گھر سے جا رہا ہوں تو اس وقت بھی ایک فتنہ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ تسلی دی تھی کہ جب تم اس دنیا کو چھوڑو گے تو یہ فتنہ کبھی پیدا نہ ہوگا۔ جس کو تم نے شروع میں دیکھا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں نے اپنا کام دکھایا۔ اور جماعت کو اس طرح متحد اور متفق کر دیا کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مصرع کہا ہے۔ ''ہر سینہ شک سے دھو دیا۔ ہر دل بدل دیا''۔ یہ وہ نظارہ تھا۔ جو ہمیں اس وقت نظر آ رہا تھا۔ مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بھی اور باہر بیٹھے لوگوں میں بھی۔ ہر آدمی کی اپنی طبیعت، اپنا خیال اپنی سوچ و بچار، اپنا فکر و تدبر ہوتا ہے لیکن وقتِ انتخاب وہ اپنا وجود کلیۃً کھو بیٹھے تھے اور کسی اور کی گرفت میں تھے۔ اور وہی کچھ کر رہے تھے جو خدا اُن سے کروانا چاہتا تھا۔'' 165

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جامعہ احمدیہ میں ایک اہم خطاب

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جامعہ احمدیہ کے اساتذہ اور طلباء سے بروز ہفتہ بتاریخ ۱۳ نومبر ۱۹۶۵ء جامعہ کے ہال میں ایک اہم خطاب فرمایا۔ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جامعہ احمدیہ سے یہ سب سے پہلا خطاب تھا۔

اجلاس کی کارروائی شروع ہونے پر پہلے لئیق احمد صاحب طاہر نے سورۃ نور کے ساتویں رکوع کی تلاوت کی۔ اس کے بعد مکرم ومحترم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے حضور کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ سپاس نامہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میرا اس جامعہ سے بڑا دیرینہ اور گہرا تعلق ہے۔ جب میں نے ہوش سنبھالی یا

شاید اس سے بھی پہلے تو حضور خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات، ہدایات اور نصائح اور تربیت کے جو طریق تھے ان سے دل نے تاثر لیا تھا کہ یہی (جامعہ) وہ جگہ ہے جہاں علم کو حاصل کرنا ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں سے علم حاصل کرنے کے بعد اس کے استعمال کا طریق سیکھنا ہے۔ حفظ قرآن مجید کے بعد میں جامعہ احمدیہ میں آیا۔ اس وقت یہ مدرسہ احمدیہ کہلاتا تھا۔ میں چوتھی جماعت میں داخل ہوا تھا کیونکہ قرآن کریم کے حفظ کی وجہ سے اپنی عمر کے چند سال میں پہلے ہی خرچ کر چکا تھا۔ اور علاوہ حفظ قرآن کریم کے کچھ اور بھی پڑھتا رہا تھا۔ لیکن چوتھی جماعت میں داخل ہو کر بھی مجھے یہ احساس تھا کہ میں اپنے ہمجولیوں سے پیچھے رہ گیا ہوں یعنی عمر کے لحاظ سے جو میرے ساتھی بننے چاہئیں تھے وہ آگے ہیں اور میں پیچھے ہوں۔ اس احساس کے نتیجہ میں میں نے اپنے دل میں اس بچپن کے زمانے میں یہ فیصلہ کیا کہ میں اگلی جماعت کے لیے ایک سال کا انتظار نہیں کروں گا بلکہ جہاں تک ہوسکا پوری محنت اور کوشش کر کے ایک ایک سال میں ایک سے زائد امتحان پاس کرنے کی کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس وقت کے اساتذہ میری تعلیم پر بڑی محبت سے توجہ دیتے رہے۔ اور میں نے کافی حد تک اس کمی کو پورا کر لیا۔ اور دو دفعہ میں نے ایک کی بجائے دو سالوں کا امتحان دیا۔ اور اس طرح دو سال جو میں پیچھے تھا اپنی عمر کے لحاظ سے اپنی جگہ پر پہنچ گیا اور زندگی کی بہترین اور معصوم گھڑیاں جو بچپن کی ہوتی ہیں۔ میں نے اسی درس گاہ میں گزاریں اور بہترین دوست اسی درسگاہ میں پائے۔ جن پر میں اب بھی فخر کرسکتا ہوں۔ ان میں سے صرف پاکستانی ہی نہ تھے بلکہ میرے بڑے گہرے اور پیارے دوستوں میں سے انڈونیشیا (جاوا، سماٹرا) میں رہنے والے بھی بعض طلباء تھے جن میں ایک ابوبکر ایوب صاحب بھی ہیں۔ اُس وقت انڈونیشیا سے کافی طلباء مدرسہ احمدیہ میں پڑھنے آئے تھے۔ قریباً سب سے میری دوستی تھی لیکن گہری دوستی ایک طالب علم کی اسی سے ہوسکتی ہے، جس کا مزاج اور افتاد اس کی طبع کے مناسب ہو۔ ابوبکر ایوب صاحب بڑے ذہین بڑے شگفتہ دل طالب علم تھے اور ایک دو اور بھی تھے۔ جن میں ایک ہمارے مولوی محمد صادق صاحب (سابق مبلغ سماٹرا) جو یہاں بیٹھے ہیں اسی زمانہ کے ہیں، اور بعض دفعہ مجھے مزاحاً کہا کرتے کہ

میں آپ سے ایک سال آگے نکل گیا تھا جو درست ہے۔کیونکہ اس سال غالباً صرف انہوں نے ہی مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا اس کے بعد پھر جامعہ علیحدہ ہوا اور جامعہ کی بلڈنگ عمارت میں منتقل ہوئی جہاں بعد میں فضل عمر ہوسٹل بنا۔وہ عمارت تو قابل استعمال تھی۔لیکن اس کی چار دیواری کھنڈرات معلوم ہوتی تھی۔میں نے اور میرے بعض دوستوں نے اپنے طور پر یہ سکیم تیار کی کہ ہم ہر جمعہ کے روز وہاں اکٹھے ہوا کریں گے اور وقار عمل کے ذریعہ اس کی اصلاح کریں گے۔اس وقت ابھی اس قسم کا وقار عمل تو شروع نہیں ہوا تھا جس طرح خدام الاحمدیہ کے بننے کے بعد ہوا ہے لیکن ہم نے وقار عمل کا طریق بنایا اور ہم جمعہ والے دن وہاں اکٹھے ہو جایا کرتے تھے اور گھنٹہ دو گھنٹے بیرونی دیوار کے ان کھنڈرات کو درست کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ہمارے اساتذہ کے تعلق اور پیار کا یہ حال تھا کہ جب ہم پہلی دفعہ وہاں گئے اور حضرت حافظ روشن علی صاحب کو یہ علم ہوا کہ بعض طلبہ یہاں جمع ہوتے ہیں اور گھنٹہ دو گھنٹے وقار عمل کرتے ہیں تو اس کے بعد سے بلا ناغہ وہ بھی وہاں پہنچ جاتے اور چارپائی پر بیٹھ جاتے ہمیں کام کرتے دیکھتے اور نیکی کی باتیں بھی ہمارے کانوں میں ڈالتے جاتے۔اس طرح وہ وقت بھی ایک قسم کا تعلیمی اور تدریسی وقت ہی بن جاتا تھا۔

ہمارے معیارِ زندگی کا یہ حال تھا کہ میں دونی یا چونی کے میٹھے چنے خرید کر لے جاتا تھا اور ہم سب دوست وقار عمل کے بعد وہ میٹھے چنے کھایا کرتے تھے اور بڑے خوش ہوا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس انٹرٹین منٹ (تفریحی موقع) کا انتظام کیا ہے۔اب تو حالات بہت بدل گئے ہیں۔ان دنوں میں ہم نے بہت سادہ زندگی گزاری ہے اور اسی میں لطف بھی ہے۔اب بھی میری رائے اور میرے ذہن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔میں سمجھتا ہوں کہ جو لطف اس سادگی میں تھا وہ اس آج کے تکلف میں نہیں ہے۔یہ میرا پُرانا تعلق آپ طلبہ سے ہے چونکہ آپ میں سے ہر ایک میرا جامعہ احمدیہ کا فیلو ہے اس لیے میں اور آپ ایک ہی ادارہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اس کے بعد حضور نے مجھے دوسری تعلیم بھی دلوائی۔اور جب میں ۱۹۳۸ء میں

انگلستان سے واپس آیا تو حضور نے مجھے جامعہ احمدیہ میں بطور لیکچرار مقرر فرمایا آپ میں سے جو آج اساتذہ ہیں ان کے ساتھ بھی اس جہت سے میرا بڑا اقریبی رشتہ ہے کیونکہ وہ میرے کولیگ ہیں۔اور ہم ایک ہی درس گاہ کے اساتذہ ہیں۔ہاں کچھ پہلے آئے کچھ بعد میں آئے۔اور قیامت تک انشاءاللہ تعالیٰ آتے رہیں گے۔یہ سب بھی ایک خاندان ہے۔اساتذہ جامعہ احمدیہ کا!!! اس لیے میرے دل کی گہرائیوں میں آپ کی یاد بھی تازہ رہتی ہے اور آپ سے پیار بھی ہمیشہ بڑی شدت کے ساتھ میرے دل میں موجزن رہتا ہے آج میں ایک دردمند دل کے ساتھ بڑے واضح، غیر مبہم اور سادہ الفاظ میں بعض ضروری باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علموں کا نہ ختم ہونے والا خزانہ ہمارے ہاتھ میں دیا ہے۔کسی طرف سے بھی کوئی اسلام پر حملہ آور ہو ہم اس حملہ کا جواب نہایت خوبی سے دے سکتے ہیں۔اگر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پر عبور ہے۔اگر ہم محنت کریں اور غور کریں تو ہمیں کسی بھی حملے کو دیکھ کر کوئی گھبراہٹ لاحق نہیں ہوسکتی کیونکہ ہمیں پوری طرح مسلح کر دیا گیا ہے لیکن مذہب پر حملہ صرف علمی محاذ سے نہیں ہوتا۔اور نہ سب دنیا کی طبیعتیں علمی دلائل سے بدلی جاسکتی ہیں کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو دلائل کو جانتے اور سمجھتے ہیں لیکن ان کی طبائع میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

چنانچہ اسی سرگودھا کے علاقے کے ایک بہت بڑے زمیندار ایک دفعہ مجھے ملنے آئے۔اس وقت میری طبیعت میں تبلیغ کرنے کا بڑا جوش تھا۔میں نے انہیں تبلیغ شروع کی۔ابھی چند منٹ ہی میں نے ان سے بات کی تھی کہ وہ کہنے لگے ”میاں صاحب! تُسی مینوں کی سمجھاؤ دے ایہ گلاں تے میں پہلے ہی جانداہاں“۔مجھے کہنے لگے کہ قادیان سے لے کر اس وقت تک کوئی ایسا جلسہ نہیں جس میں مَیں نے شمولیت نہ کی ہو۔ہر جلسہ میں ہر تقریر کو سنا ہے۔جہاں تک آپ کے موقف اور اس موقف پر دلائل کا سوال ہے میں خوب جانتا ہوں اور مجھے ازبریاد ہے۔یہ باتیں میں بھی اتنے دلائل کے ساتھ بیان کرسکتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں احمدیت کو قبول کرنے کے

لیے تیار نہیں۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ میں اپنے علاقہ کا سردار ہوں۔ہماری اپنی عادتیں ہیں۔ہمارے اپنے طریق ہیں۔اگر ہم ان طریقوں کو چھوڑ دیں تو ہماری سرداری اور ہماری چوہدرقائم نہیں رہ سکتی۔کہنے لگا کہ ہم چوریاں بھی کرواتے ہیں۔ڈاکے بھی ڈلواتے ہیں۔ہم قتل بھی کرواتے ہیں۔ہم لڑکیوں کو اغوا بھی کرواتے ہیں اس کے بغیر ہماری چوہدرقائم نہیں رہ سکتی۔آج اگر میں بیعت کرلوں تو اسی وقت آپ کا انگوٹھا میری گردن پر ہوگا اور آپ کہیں گے کہ اب چوری نہ کرنا۔اب ڈاکہ نہیں ڈالنا ہوگا۔اب قتل نہیں کرنا ہوگا اور کسی لڑکی کو بےعزت نہ کرنا ہوگا۔اس وقت ہماری سرداری تو ختم ہوگئی۔پس میں کیسے مان لوں احمدیت کو؟ میں احمدیت میں داخل نہیں ہوسکتا!!!۔

اس قسم کے مسلمان اس وقت میرے اندازہ کے مطابق لاکھوں کی تعداد میں ہمارے ملک میں موجود ہیں جو احمدیت کو خوب سمجھتے ہیں۔اس کو سچا جانتے ہیں۔اسکی صداقت کے دل سے قائل ہیں مگر دنیا اور دنیا کی محبت انہیں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے سے روکے ہوئے ہے۔یہ لوگ سلسلہ احمدیہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتے جب تک ان کے دلوں میں ایک نیک تبدیلی پیدا نہ ہو یہ نیک تبدیلی محض دلائل سے پیدا نہیں ہوسکتی بیشک دلائل بھی بڑے ضروری ہیں۔ان کا جاننا بھی بہت ضروری ہے لیکن محض دلائل کافی نہیں ان کے ساتھ کچھ اور بھی چاہیے اور وہ ہے تعلق باللہ جب تک ہمارے مربی کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم نہیں ہوگا وہ عوام کے دلوں میں اس قسم کی تبدیلی پیدا نہیں کر سکے گا۔اور اس شعبہ کی طرف ہمارے اساتذہ کو بھی اور ہمارے عزیز بچوں کو بھی توجہ دینی چاہیے ورنہ وہ اس مقصد میں جس مقصد کے لیے انہوں نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں اور اپنے اوقاتِ عزیز کو خرچ کر رہے ہیں کامیاب نہیں ہوسکتے۔

ایک نوجوان بیس، بائیس سال کا پچیس سال کا اس درس گاہ سے نکلتا ہے اور وہ بطور مربی کے اس ملک میں یا بیرونی ممالک میں متعین ہوجاتا ہے اور اسے کام کرنا پڑتا ہے۔یہ نوجوان دلائل کے میدان میں بڑی عمدگی کے ساتھ بڑے حسن وخوبی

کے ساتھ اپنے حریف کو شکست دے سکتا ہے اور دیتا ہے لیکن یہ تمام شکستیں جو مخالف اس کے ہاتھ سے اُٹھاتا ہے وہ میرے نزدیک وہ نتیجہ پیدا نہیں کرسکتیں جو نتیجہ ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں۔اگر یہ بائیس سالہ نوجوان ایسا ہو کہ خدا تعالیٰ کے حضور اس کا سجدہ ریز ہونا گو دنیا سے پوشیدہ ہو لیکن اثر السجود سے اس کے چہرہ پر نور نظر آئے تو لوگ اس کی طرف جھکنے کے لیے مجبور ہو جائیں گے پہلے ڈرتے ڈرتے اپنے شبہات کے ساتھ اپنی ضرورتوں کے وقت وہ اس کے پاس آئیں گے۔اور خواہ تکلف سے کہیں لیکن کہیں گے کہ ہمیں یہ یہ تکلیف لاحق ہے۔ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ ہمارے لیے دعا کرو۔

جب ہمارا وہی نوجوان خدا تعالیٰ کے حضور تنہائی کی گھڑیوں میں جھکے گا اور اپنے رب کے حضور یہ دعا کرے گا کہ اے میرے خدا!! مجھے ہی تیری رضا کی خواہش نہیں ان کو بھی ہے۔اور میرے دل میں تڑپ ہے کہ یہ تیرے حضور میں جھکیں۔یہ ایک موقع ہے تُو انہیں اپنا چہرہ دکھا سکتا ہے میری دعا کو قبول کر اور انہیں یہ سمجھ عطا کر کہ وہ کام جو دعا سے ہوسکتا ہے وہ کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوسکتا۔کیونکہ کوئی دوسرا تیری قدرتوں اور طاقتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

جب اس کی دعائیں اپنے ماحول میں پوری ہونا شروع ہو جائیں گی تو لوگ صرف یہ نہیں کہیں گے کہ یہ احمدی نوجوان علمی دلائل سے پوری طرح مسلح ہے بلکہ وہ یہ بھی کہیں گے کہ وہ عام انسان جیسا نہیں ہے وہ ایک ایسا نوجوان ہے جس میں پتہ نہیں کیا رکھا ہے کہ جب وہ دعا کرتا ہے تو اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے تو پھر ان کے دلوں کے اندر نیک تبدیلی پیدا ہوسکتی ہے۔

اگر ہم تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مثلاً ہندوستان میں مسلمانوں نے جو تبلیغ کی اس میں کم از کم ۸۰ فیصدی اس قسم کے نمونہ کا اثر ہے اور شاید باقی ۲۰ فیصدی دلائل کا (اثر) ہے۔صوفی لوگ آتے تھے۔فقیرانہ زندگی بسر کرتے ہوئے کسی ایسی ایک جگہ کو منتخب کرتے جو شرک کا گڑھ ہوتا اور وہاں وہ بیٹھ جاتے اور اپنے رب کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے کہ اے خدا! تیرے یہ بندے تجھ سے

دور ہیں ایسا سامان پیدا کر کہ یہ تیرے قریب ہو جائیں۔خدا تعالیٰ الہامات کے ذریعہ،کشوف کے ذریعہ اور رؤیا صالحہ کے ذریعہ ان کے اثر کے نفوذ کے سامان پیدا کر دیتا۔اور وہ مشرک بتوں کی پوجا کرنے والے۔سانپوں کی پرستش کرنے والے۔ درختوں کی عبادت کرنے والے حیرت میں پڑ جاتے کہ ہم غیر اللہ کو پکارتے تو ہیں لیکن جواب کچھ نہیں پاتے اور ایک غیر مرئی ہستی کو یہ (مسلمان) لوگ پکارتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ ان کو جواب ملتا ہے بلکہ تقدیر کی تاریں کچھ اس طرح ہلتی ہیں کہ اگر وہ کہیں کہ ایسا ہو جائے تو ویسا ہو بھی جاتا ہے۔

اس ہتھیار کے ساتھ انہوں نے ان مشرکین کو اپنی طرف کھینچا۔پھر بعض علاقے ان میں سے اسلام پر قائم رہے اور بعض علاقے جب بعد میں ان صوفیاء کے نقش قدم پر چلنے والے پیدا نہ ہوئے پھر شرک میں مبتلا ہو گئے۔میں نے خود ہوشیار پور میں ایک مسلمان بزرگ کا مزار دیکھا جہاں اس وقت شِولنگ کی پوجا ہو رہی تھی حالانکہ وہ توحید کا گڑھ تھا پس انسان خدائے واحد کی طرف نمونہ کے ساتھ خدائے واحد کی طرف تقویٰ کے ساتھ،خدائے واحد کی طرف تزکیہ نفس اور دعا کے ساتھ کھینچا جا سکتا ہے اس کے بغیر نہیں۔'' 166

خلافت ثالثہ کے قیام پر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے جذبات تشکّر

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے خلافت ثالثہ کے قیام پر جذباتِ تشکر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''خلافت ثالثہ کا قیام جس احسن طریق پر ہوا جیسا فضل اور کرم خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر شر سے بچا کر نصرت فرما کر خیر کا در کھول دیا۔اس کے لیے جتنا بھی ہم شکر بجا لائیں کم ہے۔ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں پر اس نے اپنی ستاری کی چادر ڈال دی اور ہماری مدد کو ہمارا مولا خود آگے بڑھا ورنہ ہم کیا چیز ہیں۔کمزور انسان کو ذرا سی ٹھوکر بہت ہے۔اگر اس کی رحمت اور اس کا فضل شامل حال نہ ہو۔اس احسانِ عظیم کے لیے بھی ہم سب کو بہت شکر گزار ہونا اور رہنا چاہیئے اور دردِ دل کی دعاؤں سے ہر امر میں تعاون سے اطاعتِ کامل سے خلیفہ وقت کی مدد کرنا بھی ضروری ہے کہ ہم سب اپنا فرض اوّلین سمجھتے رہیں۔'' 167

اسی طرح آپ نے ماہنامہ الفرقان کے ’’فضل عمر نمبر‘‘ کے لیے ایک مضمون سپرد قلم کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

’’جو اس نے عطا کی تھی وہ نعمت اسے پہنچی
رویا کئے ہم ، اس کی امانت اسے پہنچی

دنیوی محبت، جسمانی تعلقات کے میل کی محبت، اغراضِ مشترکہ کی محبت سب فانی ہیں، بجز ایک محبت کے جو خدائے باقی ولم یزل ولایزال سے کی جائے۔ اور اس میں بھی وہ خاص الخاص محبت جس کے لیے خود خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو منتخب فرما کر اپنے لیے چُن لیتا ہے وہ سب سے بڑھ کر پائیدار اور اس کی رحمتوں کی جاذب بن جاتی ہے۔ وہی محبت الٰہی ہمارے پیارے، ہمارے خلیفہ مصلح موعود کو ودیعت فرمائی گئی تھی۔ انہوں نے اپنے مالک، اپنے خالق کے عشق میں، اس کے محبوب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عشق، اس محبوب کے عاشقِ صادق مسیح موعود علیہ السلام کے عشق اور ان کے دین کے لئے تڑپ میں اپنے وجود کو فنافی اللہ کر دیا۔ اس کی مخلوق سے بھی بہت محبت کی مگر محض للہ۔ تو خدائے کریم ان کی جانب جھک آیا اور ان کو اپنی جانب کھینچ لیا۔ خدا تعالیٰ جس کو اپنی محبت کی کشش سے کھینچ لیتا ہے مخلوق خود بخود اس کی جانب کھینچی چلی آتی ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ سعید رُوحوں میں اپنے آقا، اس مبارک وجود کی محبت اور تعلق اس قدر شدت سے پیدا ہوا کہ آج ایک ایک فردِ جماعت ان کی جدائی سے تڑپ اٹھا ہے، بیقرار ہے، اشکبار ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے جب تک ان کے کام پورے ہوئے اِس دنیا میں رکھا اور آخر وہ وقت آ گیا کہ وہ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھائے جائیں اور وہ وُدُود کریم خدا اپنی آغوش رحمت میں اٹھا کر لے گیا۔ اِنّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون

ہم روتے ہیں وہ خوش ہیں۔ وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ ہم یہاں تڑپتے رہ گئے۔ اب ان کی محبت، ان کی خدمات، ان کے احسانوں کا بدلہ یہی ہے کہ ہم آپ سب ان کے درجات کے بلند تر ہونے کی دعاؤں میں تا زیست لگے رہیں اور نیکی وتقویٰ اور خدماتِ دینی میں صدقِ نیت سے ترقی کریں۔ ہر قدم آگے بڑھے اور بڑھ کر کبھی پیچھے نہ ہٹے تا کہ بعد مُردن اور روزِ محشر میں ہم ان کے اور اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روبرو جن کی دعاؤں کا وہ ثمرہ تھے۔ اور سب سے بڑھ کر اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جن کی روح اقدس کی اسلام کی زبوں حالی کے لیے تڑپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمارے درمیان مبعوث فرما کر ہم پر احسان فرمایا۔ سرخرو ہو کر حاضر

ہوں۔اے محسن خدا! ہمارے رحمان ورحیم خدا ہم کو توفیق بخش۔آمین

☆ پھر خدا تعالیٰ ایک بار ہماری دستگیری کے لیے آگے بڑھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اس مرحوم وجودِ مبارک کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ہماری کمزوریوں کے باوجود گرتے ہوؤں کو تھام لیا، زخمی دلوں پر رحمت کے دستِ کرم سے مرہم لگا دیا اور ہم کو ایک مبارک ہاتھ پر جمع کر دیا۔ اور اسی کے لختِ جگر کی صورت میں گویا ان کو ہمیں واپس بخش دیا۔ **الحمد للّٰہ ربّ العالمین**

ہم سب کو دعاؤں میں لگے رہنا چاہیے اپنے مولا کے احسانِ عظیم کی یاد تازہ رکھنے کو اور اس کی نصرت مزید کے حصول کے لیے کہ یہ تیسرا ظہور قدرت ثانیہ کا بہت بہت مبارک ثابت ہو اور اس عہد کو خدائے کریم بہت بابرکت بنادے۔اس سایۂ رحمت کو بہت وسیع کر دے احمدیت ترقی کرے۔ہم وہ بن جائیں جو ہم کو بننا چاہیئے۔تمام عالم کے لئے ہم نیک نمونہ ہوں اور وہ مقصد پورا ہو جس کے لئے حضرت مسیحِ موعود تشریف لائے اور جس کے لئے ہمارے مرحوم محبوب خلیفہ ثانی نے عمر بھر اپنی جان کی بازی لگا کر اپنی تمام طاقتیں صرف کر دیں۔اسلام کا جھنڈا بلند ہو، توحید کا ڈنکا تمام عالم میں گونج اٹھے۔

اب ہمارے خدا! ایسا ہی کر، ہم تیرے دامنِ کرم سے وابستہ رہیں اور تو ہم کو کبھی نہ چھوڑ، ہم کو اپنا ہی بنالے۔آمین۔" [168]

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا تعلیم الاسلام کالج سے روح پَرور خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جامعہ احمدیہ کے اساتذہ اور طلبہ کو بیش قیمت نصائح کرنے کے بعد ۲۵ نومبر ۱۹۶۵ء کو تعلیم الاسلام کالج میں بھی تشریف لے گئے اور اپنے روح پَرور خطاب سے نوازا۔اس روز حضور از راہ شفقت اساتذہ اور طلباء کی درخواست پر ٹھیک ۱۱:۳۰ بجے کالج میں تشریف لائے۔مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ حضور انور کالج میں تشریف لائے تھے۔اس کالج میں کہ جس کی ایک ایک اینٹ حضور کی نگرانی میں رکھی گئی تھی۔اُس کالج میں کہ جس کی تعمیر کے وقت گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ سے بے نیاز اور جاڑوں کی سرد یخ بستہ ہواؤں سے بے پروا ہو کر حضور چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے کام کی نگرانی خود فرمایا کرتے تھے۔اُس وقت حضور کی تشریف آوری سے کالج کی فضا پر عجیب سرود و کیف کا عالم طاری تھا۔

ہال کے سامنے اساتذہ اور طلباء کے بعض نمائندوں نے حضور کا استقبال کیا اور مصافحہ کا شرف

حاصل کیا اس کے بعد حضور کالج ہال میں تشریف لائے۔ جہاں طلباء اپنے محبوب آقا کے لیے چشم براہ تھے۔حضور کے کرسی صدارت پر تشریف فرما ہونے کے بعد تلاوت کلام پاک سے اجلاس کا آغاز ہوا۔جس کے بعد مکرم پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج نے کالج کے اساتذہ اور طلباء کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا۔ازاں بعد حضور نے ایک روح پرور تقریر فرمائی۔[169]

حضور انور نے اس خطاب میں نہایت بلیغ انداز میں زمانہ طالب علمی سے لیکر تعلیم الاسلام کالج کی سربراہی تک کے واقعات اور تعلّق باللہ کے ذاتی مشاہدات پر بصیرت افروز رنگ میں روشنی ڈالی۔ چنانچہ فرمایا۔

’’میں اس درس گاہ سے قبل مختلف دوروں سے گزرا ہوں۔طالب علمی کے زمانہ میں پہلے میں نے قرآن کریم حفظ کیا۔پھر دینی اور عربی تعلیم حاصل کی۔اور پھر دنیوی تعلیم کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔گورنمنٹ کالج میں پڑھا۔پھر انگلستان گیا اور آکسفورڈ میں بھی پڑھا۔جب میرا تعلیمی زمانہ ختم ہوا اور میں انگلستان سے واپس آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھے جامعہ احمدیہ میں بطور استاد کے لگا دیا۔اس وقت مجھے عربی تعلیم چھوڑے قریباً دس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔اس لیے میرے دماغ نے کچھ عجیب ہی کیفیت محسوس کی۔کیونکہ وہ علوم جو میرے دماغ میں اب تازہ نہیں رہے تھے۔وہی علوم مجھے پڑھانے پر مقرر کر دیا گیا۔اور میں نے دل میں کہا کہ اللہ خیر کرے اور مجھے توفیق دے کہ میں اپنی ذمہ داری کو صحیح طور پر نبھا سکوں۔تھوڑے ہی عرصہ بعد مجھے جامعہ احمدیہ کا پرنسپل بنا دیا گیا۔اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کے پیار اور حسن کا عجیب تجربہ ہوا۔وہ یہ کہ مولوی فاضل میں ایک پرانا فلسفہ پڑھایا جاتا رہا ہے (شاید اب بھی پڑھایا جاتا ہے) آج سے ہزاروں سال پہلے اس دنیا کے متعلق انسانی دماغ جس طرح سوچتا رہا ہے وہی فکر و تدبر (بالفاظ دیگر فلسفہ) جن کتابوں میں درج کیا گیا ہے وہی مولوی فاضل کے کورس میں شامل تھیں اب دنیا بدل چکی، حقیقتیں نئے رنگ میں ہمارے سامنے آگئیں اس لیے اس زمانہ کے انسانی دماغ کی سوچ ہمارے دماغ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔لیکن ان کو بطور حقائق کے پڑھایا جاتا تھا۔اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس پرچہ کو جامعہ میں مشکل ترین پرچہ سمجھا جاتا تھا اور اکثر

طلباء اس پرچہ میں فیل ہوجاتے تھے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں بھی مَیں بڑا پریشان ہوتا تھا اور کڑھتا تھا کہ ایک چیز جو مشکل نہیں اسے مشکل ترین بنا دیا گیا ہے، کیونکہ آج آپ کسی بچے کو یہ کہیں کہ آسمان ٹھوس ہیں اور ان میں ستارے اس طرح ٹکے ہوئے ہیں جس طرح ایک دلہن کے دوپٹے پر سونے کے ستارے لگائے ہوتے ہیں۔ تو اگرچہ کتابی علوم پر اس بچے کو اتنا عبور نہ بھی ہو۔ لیکن جس ماحول میں وہ پیدا ہوا اور اس نے پرورش پائی۔ اس کی وجہ سے اس بچے کا دماغ بھی ان باتوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔

میں حیران ہوتا تھا کہ یہ ذرا سی مشکل ہے اور اس کے لیے تھوڑے سے زاویہ کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ مسئلہ حل ہوجاتا ہے کیوں استاد اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ چنانچہ جب میں پرنسپل بنا تو یہ پرچہ پڑھانے کا ذمہ میں نے خود لے لیا۔ ہمارے ایک بزرگ استاد تھے مولوی ارجمند خان صاحب آپ میں سے بھی اکثر انہیں جانتے ہیں کیونکہ وہ یہاں بھی کام کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت سے ان کلاسز سے نوٹ تیار کئے تھے جنہیں ہمارے محترم بزرگ سید سرور شاہ صاحب یہ علم پڑھایا کرتے تھے، خان صاحب کا خیال یہ تھا کہ اگر کبھی موقعہ ملا تو وہ صحیح رنگ میں اس پرچہ کو پڑھایا کریں گے۔ جب انہیں یہ پتہ چلا کہ ایک نوجوان جوان مضامین سے دس سال تک آؤٹ آف ٹچ (غیر متعلق) رہا ہے۔ اب ہمارا پرنسپل لگا دیا گیا ہے۔ اور پھر یہ جو فلسفہ کا مشکل ترین پرچہ ہے اس نے خود اپنے ذمہ لے لیا ہے تو وہ کچھ گھبرائے..... اور ایک دفعہ مجھے ملے تو کہنے لگے میاں صاحب! آپ نے کیا ظلم کیا ہے یہ پرچہ آپ کیسے پڑھائیں گے۔ میں نے اس علم کے متعلق بڑی محنت سے نوٹ تیار کئے ہیں۔ آپ یہ پرچہ مجھے دے دیں۔ میں نے کہا نہیں میں نے نیت کرلی ہے کہ یہ پرچہ میں خود ہی پڑھاؤں گا باقی دیکھیں کہ اب اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے چنانچہ جب فلسفہ کا مضمون میں نے پڑھانا شروع کیا تو مجھے طلباء کو صرف یہ بات سمجھانے کے لیے کہ یہ مضمون آسان ترین مضمون ہے دو تین لیکچر دینے پڑے اور بتایا کہ یہ فلسفہ کا مضمون نہیں بلکہ تاریخ فلسفہ کا مضمون ہے جو آپ لوگ یہاں پڑھتے

ہیں اور آپ کو اس امر کے معلوم کرنے کی کوشش کی ضرورت نہیں کہ آسمان ٹھوس ہے یا نہیں بلکہ صرف اتنا سمجھنا ہے کہ انسانی دماغ پر ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ جس میں وہ ان باتوں کو صحیح تسلیم کرتا تھا۔

لیکن بعد میں جب سائنس اور دیگر علوم نے ترقی کی اور ساتھ ہی انڈسٹری نے بھی ترقی کی۔اور وہ دُور بینیں جن تک پہلے کی تخیل کی رسائی نہ تھی بننے لگیں اور انسان کو اس عالم کے متعلق نئے نئے انکشاف ہوئے تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ پُرانے خیالات ان نئے علوم میں فٹ ان (fit in) نہیں کرتے لیکن پہلے زمانہ میں لوگ اسی طرح سوچا کرتے تھے۔پس اس رنگ میں مَیں نے انہیں وہ فلسفہ پڑھایا۔

اسی طرح منطق کے متعلق میں نے انہیں کہا کہ اصطلاحیں ہیں اور کوئی چیز نہیں اگر منطق واقعی اس طریق فکر کا نام ہے جس کے مطابق ہمارا دماغ کام کرتا ہے اور اصطلاحوں میں طریقِ بیان کا نام ہے تو ایک بچہ بھی اسی طرح سے سوچتا ہے۔اگر ایک بچہ کے سامنے دو چیزیں رکھی جائیں خواہ وہ گنتی نہ جانتا ہو اور خواہ زبان سے چار نہ کہہ سکے لیکن اس کی سمجھ اور عقل میں یہی ہو گا کہ یہ چار چیزیں ہیں۔یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ انہیں چار کی بجائے آٹھ سمجھنے لگ جائے۔

تو دن رات صبح شام ہمارا دماغ ان طریقوں پر کام کرتا ہے۔صرف ہم نے کچھ اصطلاحیں بنالی ہیں اور اس علم کو منطق کا نام دے دیا ہے۔اس میں کوئی مشکل نہیں ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ میری کلاس جب پہلی دفعہ یونیورسٹی میں گئی تو جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے سارے کے سارے طلبہ پاس ہو گئے اس وقت مجھے اپنے رب کی قدرتوں کا مزید یقین ہوا اور میں نے سمجھا کہ علوم کا سیکھنا اور سکھانا بہت حد تک اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے اور کمزور انسان ہونے کی حیثیت سے ہماری کوششوں میں جو کمی رہ جاتی ہے۔اس کمی کو ہم اپنی دعاؤں سے پورا کر سکتے ہیں۔یہ تجربہ ۱۹۴۰۔۴۱ء سے اب تک مجھے رہا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ اس کالج میں بھی سب سے کم لیکچر دینے والا میں ہی تھا۔اگر دوسرے اساتذہ سوسو لیکچر دیتے تو میں چالیس پچاس سے زیادہ لیکچر نہ دے سکتا تھا۔شاید کچھ غفلت کی وجہ سے اور کچھ اپنی

دیگر ذمہ داریوں کی وجہ سے۔بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے حضور دعائیں کرنے کی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل رہا ہے کہ جو پرچہ بھی میں پڑھاتا رہا ہوں (اکنامکس اور پولیٹیکل سائنس پڑھاتے تھے) اس کے بڑے اچھے نتائج نکلتے رہے ہیں ایک کلاس میری ایسی تھی کہ جس کے متعلق ایک دفعہ مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں نے کچھ حصّے اس کو صحیح رنگ میں نہیں پڑھائے اور اس میں طلبہ کمزور ہیں۔امتحان سے پندرہ بیس دن پہلے مجھے خیال آیا کہ ایک عنوان ایسا ہے کہ اگر میں اس کے متعلق ان کو نوٹ تیار کر کے دے دوں تو خدا کے فضل سے یہ طلبہ بڑا اچھا نتیجہ نکال لیں گے۔ چنانچہ میں نے ایک نوٹ تیار کیا اور کوشش کر کے میں نے خود طالب علموں کے پاس پہنچایا اور ان کو کہا کہ اس کو یاد کرلو۔چنانچہ جب پرچہ آیا تو اس میں تین سوال ایسے تھے جو میرے اس نوٹ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور چونکہ وہ مختصر اور کمپری ہینسو (مکمل) تھا اور تازہ تازہ ان کے ذہن میں تھا اس لیے میرا خیال ہے کہ اس سال نصف سے زیادہ طلبہ نے اس پرچہ میں فرسٹ ڈویژن حاصل کیا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے فضل فرما دیا۔

پس میرا اپنے سارے زمانہ میں یہ تجربہ رہا ہے کہ جب ہم اپنے رب کی طرف عاجزی اور انکساری کے ساتھ جُھکتے ہیں تو وہ اپنے فضل اور رحم کی بارشیں ہم پر کرتا ہے۔ہمارا خدا بخیل نہیں بلکہ بڑا دیالو خدا ہے۔اگر کبھی ہم کامیاب نہیں ہوتے تو اس کا سبب صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم بعض دفعہ لاپرواہی سے کام لیتے ہیں اور اس کی طرف جُھکنے کی بجائے دوسرے دروازوں کو کھٹکھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور وہ دروازے کھولے نہیں جاتے۔تو اُس زمانہ میں جب میں جامعہ میں تھا میں نے اپنا دل و دماغ اس ادارے کو دے دیا تھا اور بڑی محنت سے اس کی نشوونما کی طرف توجہ کی تھی اور اس زمانہ میں جب میں نے حساب لگایا تو مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ پہلے یا دوسرے سال جتنے جامعہ احمدیہ کے واقفین زندگی تبلیغ اسلام کے میدان میں اُترے اس سے پہلے پانچ یا سات سال کے طلبہ کی مجموعی تعداد بھی اتنی نہ تھی۔اور اس زمانہ کے بہت سے طالب علم ہیں جو اس وقت تبلیغی میدان میں کام

کررہے ہیں۔

پھر۱۹۴۴ء میں جب میں اپنی بیگم کی بیماری کی وجہ سے ان کے علاج کے لیے دہلی گیا ہوا تھا اچانک ایک دن ڈاک میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا خط مجھے ملا کہ یہاں قادیان میں ایک کالج کھولنے کا فیصلہ ہوا ہے اور حضرت صاحب نے تمہیں اس کالج کا پرنسپل مقرر فرمایا ہے۔ میں بڑا پریشان ہوا کہ پہلے جب میں عربی قریباً بھول چکا تھا مجھے جامعہ میں لگا دیا گیا اب جب میرا ذہن کلّی طور پر اس چیز کی طرف متوجہ ہو چکا ہے تو مجھے وہاں سے ٹرانسفر کر کے ایک انگریزی ادارے کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ اس وقت صرف انٹرمیڈیٹ کالج تھا۔ خیر خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس ذمہ داری کو بھی نبھانے کی توفیق دے۔ اور ہماری کوششوں میں برکت ڈالے۔ ابتداء بالکل چھوٹے سے کام سے ہوئی۔ اس جماعت پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس میں جو ساتھی ملتے ہیں وہ بڑے پیار سے کام کرنے والے اور تعاون کرنے والے ہوتے ہیں۔ گو بہت سے میری طرح بالکل raw (خام) تھے۔ میں اس وجہ سے raw تھا کہ اس میدان سے بالکل ہٹ چکا تھا۔ اور عربی کی طرف متوجہ ہو چکا تھا اور اکثر ان میں سے وہ تھے جو ایم اے پاس کرتے ہی وہاں آ گئے تھے۔ انہیں کوئی تجربہ نہ تھا بلکہ صرف آپ کے افیشیئیٹنگ پرنسپل میاں عطاء الرحمٰن صاحب ہی ہیں جنہیں کچھ تجربہ تھا۔ باقی سب raw ہی تھے۔ ہم نے جو کوششیں کیں وہ تو کیں ہمارے جو وسائل تھے شاید آپ ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

ایک چھوٹی سی مثال سے اس کو واضح کر دیتا ہوں وہ یہ کہ ایک لمبے عرصہ تک پرنسپل کے دفتر کے سامنے چک بھی نہ تھی۔ دروازہ یونہی کُھلا رہتا تھا۔ پھر ان چکوں کے حصول کے لیے محترم قاضی محمد اسلم صاحب کو سپیشل سفارش کرنی پڑی تب جا کر اس دفتر کو چکیں نصیب ہوئیں اور ایک حد تک اطمینان اور پرائیویسی جو کام کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے میسر آئی۔

پھر مالی لحاظ سے بھی خُدا تعالیٰ کا میرے ساتھ عجیب سلوک رہا ہے کہ میں نے کبھی نہیں سوچا اور نہ دیکھا اور نہ پتہ کیا کہ ہمارے کھاتوں میں کتنی رقم ہے۔ ہمیشہ یہ سوچا

کہ جو خرچ آ پڑا ہے وہ ضروری ہے کہ نہیں۔اور اس خرچ میں کوئی فضول خرچی تو نہیں، ناجائز حصّہ تو نہیں۔اگر جائز ضرورت ہوتی تو پھر یقین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم کرتے ہوئے اس جائز ضرورت کو پورا کرنے کی ذمہ داری لی ہوئی ہے۔پھر جب سال گزرتا حساب کرتے تو ساری رقوم ایڈجیسٹ ہو جاتیں اور کبھی فکر یا تردد کرنا نہیں پڑا اور نہ یہ کالج جس میں آپ اس وقت بیٹھے ہیں کبھی نہ بنتا۔

جب میں نے اس کالج کا نقشہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور پیش کیا تو آپ مُسکرائے اور فرمایا کہ اتنا بڑا کالج بنانے کے لیے میرے پاس پیسے نہیں۔میں تمہیں ایک لاکھ روپیہ کالج کے لیے اور پچاس ہزار روپیہ ہوسٹل کے لیے دے سکتا ہوں اور یہ نہیں کرنے دونگا کہ کالج کی بنیادیں اس نقشہ کے مطابق بھر لو اور پھر میرے پاس آجاؤ کہ جی! آپ کا دیا ہوا لاکھ روپیہ خرچ ہو گیا ہے۔کالج کی صرف بنیادیں بھری گئی ہیں۔تکمیل کے لیے اور پیسے دو۔

پس انجینئر سے مشورہ کر کے اس نقشہ پر سُرخ پنسل سے نشان لگواؤ کہ ایک لاکھ سے بلڈنگ کا اتنا حصہ بن جائے گا۔وہ میں نے تم سے بنا ہوا لے لینا ہے۔

میں نے اس وقت جُرأت سے کام لیتے ہوئے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ٹھیک ہے۔میں حضور سے پیسے مانگنے نہیں آیا نقشہ منظور کرانے آیا ہوں اس کے لیے حضور دعا فرماویں۔میں لکیریں لگوا کر لے آوٴں گا لیکن مجھے اجازت دی جائے کہ جماعت سے عطایا وصول کر سکوں۔حضور نے فرمایا: ٹھیک ہے عطایا وصول کرو لیکن وہ لکیریں ڈلوا کر لاؤ۔

میں نے نقشہ پر مشورہ کرنے کے بعد لکیریں ڈالیں پھر حضور نے منظوری دی کہ کام شروع کر دو لیکن اس کے بعد نہ مجھے یاد رہا کہ وہ لکیریں کس حصّہ پر ڈالی گئی تھیں نہ حضور کو یہ کہنے کی ضرورت پڑی کہ لکیریں کہیں اور ڈالی گئی تھیں اور کالج کا پھیلاؤ زیادہ ہو گیا ہے اور رقم کا مطالبہ کر رہے ہو۔

تو اللہ تعالیٰ ہر مرحلہ پر آگے بڑھنے کی توفیق دیتا چلا گیا۔جب ہم ایک جگہ پہنچتے تو میں اپنے ساتھیوں کو جو تعمیر کا کام کر رہے تھے کہہ دیتا کہ اگلا کام بھی شروع کرا دو

جب وہ حصہ بن جاتا تو پھر میں کہتا کہ اب اگلا حصّہ بھی بنا لو۔ میں شاہد ہوں اِس بات کا اور پورے یقین اور وثوق کے ساتھ آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ آج تک مجھے (جو خرچ کرنے والا تھا) پتہ نہیں کہ یہ رقم کہاں سے آئی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ سب آمد خزانہ میں جاتی ہے اور سب خرچ چیکوں کے ذریعہ ہوتا ہے لیکن کبھی ہم نے اس کو سمیٹا نہیں۔ یہ کالج کی عمارت ہوسٹل اور دوسری جو بلڈنگیں ہیں وہ سب ملا کر ایک لاکھ مربع فٹ سے اوپر ہیں۔ اور میرا ارف اندازہ ہے کہ ان پر چھ اور سات لاکھ روپیہ کے درمیان خرچ آیا ہے۔ بعض دفعہ اچھے پڑھے لکھے غیر از جماعت دوست آتے ہیں اور ان سے بات چیت ہوتی ہے تو وہ یقین نہیں کرتے کہ اتنی تھوڑی رقم میں اتنی بڑی عمارت کھڑی ہوسکتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم ان سے کوئی چالا کی کر رہے ہیں صحیح رقم بتانے کے لیے تیار نہیں۔

تو جہاں تک ضروریات اور اسباب کا سوال ہے اللہ تعالیٰ نے ۴۴ء سے ہی اس ادارے پر اپنا خاص فضل کیا ہے اور اپنی رحمتوں کے سائے میں اسے رکھا ہے۔ وہ ہماری کمزوریوں کو اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ دیتا ہے اور نتائج محض اس کے فضل سے اچھے نکلتے ہیں۔ میرے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرے ساتھیوں کے دل میں بھی کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا ہوگا کہ یہ سب کچھ ہماری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ہم اپنی کوششوں کو خوب جانتے ہیں اور ہم سے زیادہ ہمارا رب جانتا ہے جس ادارے پر اللہ تعالیٰ نے اس کثرت کے ساتھ اپنے فضل اور احسان کئے ہوں اس ادارہ کی طرف منسوب ہونے والے خواہ وہ پروفیسر ہوں یا طلبہ، ان سب کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب کی حمد کرتے رہیں تاکہ اس کے فضلوں کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔

جہاں تک میرے جذبات کا سوال ہے تو جو میرے جذبات پہلے جامعہ احمدیہ کے متعلق تھے وہی جذبات میرے دل میں اِس ادارہ کے متعلق پیدا ہوئے اور میں نے اپنے دل کو، اپنے دماغ کو اور اپنے جسم کو اس ادارہ کے لیے خدا کے حضور بطور وقف پیش کر دیا اور بڑی محبت اور پیار کے ساتھ اس کو چلانے کی کوشش کی۔ اور ان طلباء کو

جو یہاں تعلیم پاتے تھے میں نے اپنے بچوں سے زیادہ عزیز سمجھا۔ بے شک میں نے جہاں تک مناسب سمجھا سختی بھی کی لیکن اس وقت سختی کی جب میں نے اسے اصلاح کا واحد ذریعہ پایا اور بعد میں مجھے اس دکھ کی وجہ سے راتوں جاگنا پڑا کہ کیوں میرے ایک بچے نے مجھے اس سختی کے لیے مجبور کر دیا حتیٰ کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ کئی راتیں ہیں جو میں نے آپ کی خاطر جاگتے گزار دیں اور ہمیشہ ہی آپ کے لیے دُعائیں کرتا رہا۔ اور پھر میں نے اپنے رب کا پیار بھی محسوس کیا کیونکہ وہ اپنے فضل سے میری اکثر دُعائیں قبول کرتا رہا اور کبھی کسی موقع پر بھی میرے دل میں ناکامی و نامرادی یا ناامیدی کا خیال تک پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی اُن دلوں میں پیدا ہونا چاہیئے جنہوں نے اس کام کو کرنا ہے۔

میری ایک ہی خواہش ہے اور ایک ہی تڑپ ہے وہ یہ کہ آپ اپنے دلوں کی کھڑکیاں اپنے رب کی طرف کھولیں اور اسی کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں اور ضرورت اور احتیاج کے وقت اسی کی طرف رجوع کریں ہمارا خدا زندہ خدا ہے اور بڑی طاقتوں والا ہے۔ اگر آپ کے دل اس نہج پر نشو ونما پانے لگیں تو پھر ساری دُنیا آپ کے قدموں پر آگرے گی۔ مگر پھر بھی آپ اس پر کوئی فخر نہ کریں گے کیونکہ جو چیز آپ کو مل چکی ہوگی وہ ساری دنیا اور اس کے تمام مال واسباب سے زیادہ قیمتی ہوگی۔'' 170

جلسہ سالانہ کی ارتقائی تاریخ پر ایک بصیرت افروز خطبہ جمعہ

جلسہ سالانہ کے مبارک ایام قریب تر آچکے تھے اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۶ نومبر ۱۹۶۵ء کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں پہلے تو اس عظیم روحانی اجتماع سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات کا متن پڑھا بعدازاں جلسہ سالانہ کی ارتقائی تاریخ اور جماعتی ذمہ داریوں پر بصیرت افروز رنگ میں روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔

''ان مبارک اور دعاؤں بھرے الفاظ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ کی ابتداء کی۔ اور خدا تعالیٰ کا فعل یہ گواہی دیتا ہے اس نے جو کچھ بتایا تھا وہ اپنے وقت پر پورا ہوا۔ اور جب ہم گزشتہ جلسوں کی حاضری پر طائرانہ نظر ڈالتے

ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ایک ابتلاء کے سال کے کوئی جلسہ ایسا نہیں گزرا جس میں آنے والوں کی تعداد، حضرت مسیح موعود کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی تعداد، اُن برکتوں اور رحمتوں اور فضلوں سے حصہ پانے والوں کی تعداد، جو فضل اور رحمت اور برکت اللہ تعالیٰ نے جلسہ میں شمولیت کرنے والوں کے لئے مقدر کر رکھی ہے بڑھتی نہ چلی گئی ہو۔

البتہ میں نے بتایا ہے کہ ایک سال چھوٹے سے ابتلاء کا دور جماعت پر ضرور آیا۔ اس سے بھی آج ہمیں سبق لینے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے پہلے جلسہ میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشاورت کے لئے منعقد فرمایا تھا ۷۵/احباب شریک ہوئے اور پھر یہ تعداد ان تمام مخالفتوں کے باوجود اور ان تمام کوششوں کے باوجود جو جماعتِ احمدیہ کو مٹانے کے لئے مخالف کرتے رہے سال بسال بڑھتی ہی چلی گئی۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ ۱۹۰۷ء میں ہوا اس میں بدر ۹ جنوری ۱۹۰۸ء کے مطابق حاضرین کی تعداد تین ہزار تھی۔

اب اگلے جلسہ سے ابتلاء کا دور شروع ہوا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ۱۹۰۸ء میں جو پہلا جلسہ ہوا، یا یوں کہیے کہ خلافت اولیٰ کے زمانہ کا پہلا جلسہ اس میں یہ تعداد گر کر دو ہزار پانچ سو (۲،۵۰۰) پر آ گئی۔ کچھ تو شاید اس وجہ سے کمی ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر بہت سے لوگ دیوانہ وار قادیان کی طرف دوڑے۔ ممکن ہے انہوں نے یہ سمجھ لیا ہو کہ ہم نے اس سال قادیان کی زیارت تو کر ہی لی ہے دوبارہ جانے کی ضرورت نہیں۔

کچھ شاید اس لئے کمی ہوئی ہو کہ بعض لوگ دوبارہ سفر کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس کمی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض لوگوں نے جماعت کے ایک حصہ میں یہ خیال پیدا کر دیا تھا کہ مرکز کے ساتھ وابستگی (چونکہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں رہے۔ صرف خلافت ہی ہے) ضروری نہیں رہی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو اپنی خلافت کے سارے عرصہ

میں استحکام جماعت کی طرف ہی ساری توجہ دینی پڑی کیونکہ جماعت کو سنبھالنا بہت ضروری تھا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد کا ایک سیلاب اُمڈ آیا تھا اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں بھی بعض کمزوریاں ظاہر ہونے لگی تھیں۔ پس حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی ساری توجہ اور کوشش اور ساری جدّ وجہد یہی رہی کہ جماعت کو سنبھالا جائے اور جماعت کا استحکام مضبوط کیا جائے اور اس امر کا ثبوت ہمیں جلسوں کی تعداد سے ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ میں جو آخری جلسہ ۱۹۱۳ء میں ہوا اس میں الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء کے مطابق حاضرین کی تعداد پھر تین ہزار تک پہنچ گئی گویا حضور نے جو استحکام جماعت کی طرف توجہ دی اس کا نتیجہ ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل کے زمانہ خلافت کے آخری جلسہ میں بھی حاضری ۱۹۰۷ء کے جلسہ کی تعداد تک پہنچ گئی۔ گویا وہ کمزوریاں اور خامیاں جو اس وقت حضور کی دوربین اور باریک بین نگاہ دیکھ رہی تھی انہیں حضور (حضرت خلیفہ اوّل) دُور کرنے میں کامیاب ہوگئے اور جماعت کو پھر سے مستحکم بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔ اور پھر جلسہ میں حاضری کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ کی برکات اور اسکے فضلوں کا ایک دھارا تھا جو ۱۹۱۴ء سے بہنا شروع ہوا اور جماعت کو کہیں سے اُٹھا کر کہیں تک لے گیا۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء کا جلسہ جو خلافتِ ثانیہ کا پہلا جلسہ تھا اس میں حاضری کی تعداد گری نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھی حالانکہ یہ جلسہ ایسے وقت میں منعقد ہوا جبکہ ایک گروہ جماعت سے علیحدہ ہو گیا تھا، خلافت کا منکر ہو چکا تھا۔ یہ جلسہ ایسے وقت میں ہوا جبکہ سینکڑوں آدمی خلافت سے منحرف ہو کر خلافت کی تنظیم سے باہر نکل چکے تھے۔

بظاہر ۱۹۱۴ء کے جلسہ کی حاضری کم ہو جانی چاہیے تھی لیکن خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ یہ تعداد گری نہیں بلکہ بڑھی۔ چنانچہ الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء کی رپورٹ کے مطابق اس جلسہ میں ۳۲۵۰ مہمان باہر سے شامل ہوئے۔ اس طرح اڑھائی سو کی حاضری زیادہ ہوئی۔ اڑھائی سو کی اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ ان نامساعد حالات میں بھی ۹ فیصدی کا اضافہ ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے زمانہ کے آخری

جلسہ ۱۹۶۴ء میں حاضری کا اندازہ ۸۰ ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان کا ہے۔یعنی بعض لوگوں کا تو خیال ہے کہ اس جلسہ پر حاضری ایک لاکھ تھی اور غالباً اخبار میں بھی یہی چھپا ہے لیکن بعض لوگ جو کنزرویٹو خیال کے ہیں یعنی بہت محتاط اندازہ لگانے والے ہیں۔وہ مردوں اور عورتوں کی حاضری کا اندازہ ۸۰ ہزار بتاتے ہیں۔

پس خلافت ثانیہ کے زمانہ میں جماعت نے جو ترقی کی اس سے وہ بشارتیں پوری ہوئیں جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تھیں۔ایک سرسری اور طائرانہ نظر آپ تمام گزشتہ جلسوں پر ڈالیں تو آپ کے سامنے گراف کی شکل میں ایک تصویر آجاتی ہے کہ کس طرح یہ جماعت چھوٹی سی بلندی سے تیزی کے ساتھ آسمان کی طرف چڑھتی گئی اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اندازہ کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات کے موقع پر ۳۵ ہزار اور ۴۵ ہزار کے درمیان دوست باہر سے ربوہ تشریف لائے تا کہ حضور کا دیدار کر سکیں اور جنازے میں شامل ہوسکیں۔اس طرح ایک بڑا مالی بار جماعت کے کندھوں پر پڑا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر، مسیح موعود کے مشن کی کامیابی کی خاطر اور الٰہی برکات کے حصول کی خاطر جن کے ہمیں وعدے دیئے گئے ہیں۔ہمیں اپنے مالوں کو بہرحال قربان کرنا پڑے گا کیونکہ مومن اپنے کو خدا کے فضلوں سے محروم کرنا ہرگز پسند نہیں کرتا۔

اس لئے تمام احباب جماعت کو درد بھرے دل کے ساتھ، نہایت محبت اور پیار کے ساتھ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ آئندہ جلسہ سالانہ پر پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں آئیں تا دُنیا بھی یہ دیکھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشکردہ بشارات کے پورا ہونے میں کوئی وقفہ نہیں ہوا۔اور یہ جماعت خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے کچھ اس طرح تیار کی ہے کہ وہ ہرگز گوارا نہیں کرتی کہ اس کی زندگی کا ایک منٹ بھی ایسا گزرے جس میں اس نے خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو جذب نہ کیا ہو اور تا دنیا مشاہدہ کرے کہ ہر قسم کی رحمتیں، ہر قسم کے فضل اور ہر قسم کی بشارتیں دین کے لئے اور دنیا کے لئے اس جماعت کو دی گئی ہیں۔

پس ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ان میں سے ہر ایک بشارت سے ہم وافر حصہ

لینے والے ہوں۔اوراس میں شک نہیں کہ اس کے لئے آپ کواس سال زیادہ مالی قربانی دینی پڑے گی لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ مالی قربانی کئے بغیر آپ ان فضلوں کے وارث بھی نہیں بن سکتے جن فضلوں کا وارث آپ کو خدا تعالیٰ بنانا چاہتا ہے۔وہ دن قریب ہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو خارق عادت طور پر ترقی بخشے گا اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اس میں شامل ہوں گے لیکن ان دنوں کو قریب تر لانے کے لئے ہمیں بھی بہت کچھ قربانیاں دینی ہوں گی۔

جب قربانی کا لفظ مُنہ سے نکلتا ہے تو شرم محسوس ہوتی ہے کیونکہ جو کچھ خدا سے ہمیں ملا اس میں سے ایک حصّہ کو پھر اسی کی طرف واپس لوٹا دینے کو ہم کس مُنہ سے قربانی کہہ سکتے ہیں؟

بہرحال جو کچھ اس نے ہمیں دیا ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہیئے کہ اسکے حضور ہم واپس کردیں اوراس کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں خرچ کردیں اپنے اوقاتِ عزیزہ کو بھی، پنے مالوں کو بھی، اپنی دلچسپیوں اور خواہشات کو بھی اوراپنے آراموں کو بھی۔

تاہم اس کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بنیں۔اوّل تو تمام جماعت کو جو اکناف میں پھیلی ہوئی ہے آج میں یہ پیغام دیتا ہوں کہ خدا کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے آپ اپنے سالانہ جلسہ پر ضرور آئیں۔ممکن ہو اور جہاں تک اللہ تعالیٰ آپ کو طاقت اور استطاعت بخشے آپ اس میں شمولیت کی کوشش کریں۔

دوسرے میں ان احباب جماعت کی خدمت میں جو ربوہ سے باہر رہتے ہیں یہ کہتا ہوں کہ اب جلسہ کے ایّام میں مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے کام اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ربوہ کے رضا کار اس تمام کام کو خوش اسلوبی سے سرانجام نہیں دے سکتے۔

اس لئے اے نوجوانانِ احمدیت! اے خدام الاحمدیہ جلسہ کے کام کے لئے اپنی خدمات پیش کرو اور بطور رضا کار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کرو۔ان دنوں میں دراصل کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کون میزبان اور کون مہمان ہے۔کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہم سب ہی مہمان ہیں اور ہمارا میزبان اللہ کا وہ مسیح ہے جس نے اس لنگر کو جاری کیا جہاں خدا کے فرشتوں کی لائی ہوئی روٹی تقسیم ہوتی ہے۔

اہالیان ربوہ کو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ رہے جو طاقت رکھتے ہوئے بھی اپنی خدمات کو رضا کارانہ طور پر پیش نہ کرے۔ بے شک بعض مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ پس جہاں تک جائز مجبوری اور ضرورتوں کا تعلق ہے کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے اور باوجود یہ کہ آپ ان مجبوریوں کی وجہ سے اس خدمت سے محروم ہو جائیں پھر بھی اپنے فضلوں میں آپ کو برابر کا شریک ٹھہرا لے۔

لیکن جن کو کوئی مجبوری نہیں ان میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ جلسہ کے لئے اپنی خدمات کو پیش کرے۔'' 171

اس ولولہ انگیز خطبہ نے پوری جماعت خصوصاً اہل ربوہ میں زبردست جوش و خروش پیدا کر ڈالا اور اسی ہزار سے زائد فدائی ربوہ کی مقدس سرزمین میں جمع ہو گئے۔ 172

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خدام الاحمدیہ سے خطاب

اسی روز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے عہدیداران کے ریفریشر کورس کے موقعہ پر جامعہ احمدیہ ہال میں ۲۶ نومبر ۱۹۶۵ء کو خدام الاحمدیہ ربوہ سے پہلی بار خطاب فرمایا۔ جس میں نوجوانانِ احمدیت کو نہایت پُر زور الفاظ میں تلقین فرمائی کہ خدام الاحمدیہ اس لائحہ عمل کو اپنائے جو حضرت مصلح موعود نے اُن کے سامنے رکھا تھا نیز بتایا کہ احمدیت کو ایسے خدام کی ضرورت ہے جن کے دلوں میں اسلام کی محبت رچی ہو۔ اپنے عمل، اپنی ادا، اپنے فکر اور اپنے تدبّر کو احمدیت کے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرو۔ حضور نے ہدایت فرمائی کہ خدام الاحمدیہ سے متعلق حضرت مصلح موعود کے خطبات وارشادات کتابی شکل میں شائع کئے جائیں۔

(چنانچہ حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے ''مشعل راہ'' کے نام سے ایک مبسوط کتاب ۱۹۷۰ء میں شائع کرنے کی سعادت پائی۔)

حضور نے اپنے خطاب میں وقار عمل کی اہمیت وضرورت اور افادیت پر بھی خاص زور دیا۔ اور تاکیدی ہدایت فرمائی کہ وقارِ عمل جس رنگ اور جس شکل میں اور جس جذبہ اور ذوق وشوق کے ساتھ قادیان میں منایا جاتا تھا۔ اسی جوش وخروش کے ساتھ اب بھی منایا جانا چاہیئے۔ اس ضمن میں حضور نے

بعض چشم دید واقعات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ابتدا میں خدام الاحمدیہ کے پاس سامان نہیں ہوتا تھا۔ہم محلے میں مختلف دوستوں سے کدالیں،ٹوکریاں وغیرہ جمع کرتے اور ان پرنشانی لگا لیتے اور وقارِ عمل کے بعد پھر انہیں واپس پہنچا دیتے تھے۔اس لئے وقارِ عمل کے بعد بھی کئی گھنٹے تک مجھے وہاں ٹھہرنا پڑتا تھا۔تا کہ کوئی چیز ضائع نہ ہو۔اس سے عزّت اور اعتماد قائم رہتا ہے۔اگر کوئی چیز ضائع ہو جاتی یا ٹوٹ جاتی تو ہم اسکی قیمت ادا کر دیتے تھے۔پھر آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی کہ کئی سو کدالیں اور کئی سو ٹوکریاں جو وقارِ عمل کے لئے ضروری تھیں خدام الاحمدیہ نے خود خریدلیں۔

وقارِ عمل میں حصہ لینے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بسا اوقات خود بھی تشریف لاتے۔کدال کا استعمال کرتے اور ٹوکری بھی اٹھاتے تھے۔وہ ایک عجیب سماں ہوتا اور ساری جماعت اس سے حظ اُٹھا رہی ہوتی تھی۔اور ان حالات میں کوئی شخص بھی اپنے گھر بیٹھے رہنے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ایک جذبہ تھا۔جو قادیان کے سارے احمدیوں میں پیدا ہو جاتا۔اور وہ اپنے ضروری کاروبار کو چھوڑ کر بھی وقارِ عمل میں حصّہ لینے کے لئے نکل پڑتے جن لوگوں کو لاہور جانا ہوتا اور وہ صرف آدھا گھنٹہ کام کر سکتے تو وہ آدھ گھنٹہ کے لئے ہی آجاتے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم نے دارالانوار میں وقارِ عمل منایا۔اس دن محترم ملک غلام فرید صاحب نے ریویو کی طباعت کے سلسلہ میں لاہور جانا تھا۔گاڑی چلنے سے پہلے ان کے لئے صرف نصف گھنٹہ تک وقارِ عمل میں حصّہ لینے کا موقع تھا۔وہ آکر شامل ہو گئے۔جب وہ آدھ گھنٹہ کے بعد جانے لگے۔تو ہمارے نوجوانوں میں سے بعض نے انہیں روکا کہ آپ باہر کیوں جا رہے ہیں؟انہوں نے اسے دھکا دیا۔اور چلے گئے۔میرے پاس شکایت پہنچی تو میں نے سوچا کہ انہیں واقعی کوئی ضروری کام ہوگا۔ورنہ وہ نہ جاتے۔اور وہ تھے بھی انصار میں سے۔لیکن ان کو خوف لاحق ہوا کہ میں کہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں ان کی شکایت نہ کر دوں وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ یہ حالات تھے۔مجھے صرف آدھ گھنٹہ کا وقت ملتا تھا۔میں نے

مناسب نہ سمجھا کہ میں اس وقارِعمل میں حصّہ لینے سے محروم رہوں۔پس میں تو اپنی محبت اور شوق سے اس میں شامل ہوا تھا۔اور آخری وقت تک کام کرتا رہا۔اگر میں حلقہ توڑ کر نہ جاتا تو گاڑی نہ ملتی اور جماعتی کام کو نقصان پہنچتا۔

ان کی اس معذرت خواہی کو سن کر میں مسکرایا اور کہا کہ میں نے آپ کی شکایت نہیں کی۔شکایت تو آخری مرحلہ ہے۔اگر آپ غلطی کرتے تو پہلے میں خود آپ کو سمجھاتا اور اگر میں سمجھتا کہ سمجھانے کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا تب میں آپ کی شکایت کرتا۔یہ مثال بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے دلوں میں وقارِ عمل کا بڑا شوق اور جذبہ تھا.....وقارِعمل کے پیچھے جو روح ہے وہ اسلام کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔اور وہ یہ کہ کسی جائز کام کرنے سے ہمیں عار نہیں۔اور یہ روح کوئی معمولی چیز نہیں۔یہ عادت ایسی ہے کہ دنیا اسے دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے۔اور پھر اکثر امور میں انسان کسی دوسرے کا محتاج نہیں رہتا۔اور جہاں تک اور جس وقت اور جو کام وہ اپنے ہاتھ سے کر سکتا ہے۔وہ کبھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اور شخص یہ کام اس کے لئے کرے۔

میں حضرت (اماں جان) کی تربیت میں رہا ہوں اور بچپن کے زمانہ سے ہی میں نے خاص طور پر یہ نوٹ کیا ہے کہ بیماری کے دنوں میں بھی جب آپ کو پیاس لگتی تو تین چار خادمائیں موجود ہونے کے باوجود اُٹھ کر خود جاتیں اور پانی کا گلاس بھرتیں اور پی لیتیں،بعض دفعہ یہ دیکھ کر ہمیں تکلیف بھی ہوتی کہ آپ کمزور ہیں بیمار ہیں کیوں ایسا کرتی ہیں۔لیکن وہ کہتی تھیں کہ طاقت رکھتے ہوئے کیوں میں کسی دوسرے سے ایسا کام کرواؤں۔بچپن کا یہ سبق میری طبیعت میں غیر شعوری طور پر راسخ رہا۔‘‘

حضور نے اپنے خطاب کے آخر پر فرمایا:

’’یہی چیزیں سکھانے کے لئے خدام الاحمدیہ کو قائم کیا گیا ہے۔پس جس غرض سے خدام الاحمدیہ کو قائم کیا گیا ہے اس غرض کو مدّنظر رکھ کر اپنے عمل،اپنی ادا،اپنے فکر اور تدبّر کے طریق کو اس طرح ڈھالیں کہ آپ سمجھیں نہ سمجھیں لیکن غیر یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہ احمدی لوگ ہم سے بہت اونچے اور بہت بلند ہیں۔ان کی قیادت

ہمارے لئے فخر کا باعث ہے۔ اور ان کے پیچھے چلنا ہمارے لئے عزّت کا موجب ہے اگر آپ لوگ احمدیت کا یہ رُعب اور اثر قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو انشاء اللہ دنیا خود بخود احمدیت کی طرف کھنچتی چلی آئے گی اور خدائے تعالیٰ نے جو فیصلہ آسمان پر کیا ہے وہ زمین پر بھی عملاً ہمیں پورا ہوتا نظر آئے گا۔“ [173]

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کا شکریۂ احباب اور درخواست دعا

الفضل مورخہ یکم دسمبر ۱۹۶۵ء کے صفحہ ا پر حضرت سیدہ بشریٰ بیگم مہر آپا صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا درج ذیل مکتوب شائع ہوا۔

” اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

عزیز ترین احباب جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال پر جس کا کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (الرحمٰن:۲۸) کے مطابق واقع ہونا ایک دن مقدر تھا آپ سب میں سے ہزاروں نے خود آ کر مجھ سے تعزیت فرمائی جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اسی طرح اس ضمن میں سینکڑوں تاریں، خطوط اور ریزولیوشن بھی وصول ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

آپ سب کے اس اظہارِ خلوص و محبت اور ہمدردی پر میرا مغموم و مہجور دل بے اختیار آستانۂ الوہیت پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہزاروں سلام اور درود بھیجتے ہوئے جُھک جاتا ہے۔ آپ ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے باہمی محبت وخلوص کا بیج بویا ہے اور آج آپ ہی کی برکت سے ہر احمدی ایک دوسرے کے لئے بے لوث محبت رکھتا ہے۔ ہزاروں ہزار سلام اُس محسن پر جس کے طفیل ہمیں یہ انعام ملا۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالک

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی کو جماعت کے ہر فرد سے اس قدر گہری محبت اور عشق تھا کہ بعض اوقات یہ محبت، یہ تعلق اپنے بیوی بچوں پر بھی سبقت لیجاتا ہوا نظر آتا۔ اس روحانی اولاد کی فلاح

و بہبود کے لئے اکثر و بیشتر میں نے آپ کو کرب کی سی کیفیت میں مبتلا دیکھا۔

اگر چہ میرا حال **قلبی یحزن و العین تدمع** کا آئینہ دار ہے لیکن جب میں آپ سب کے دُکھ دیکھتی ہوں تو آپ کا درد وکرب اپنے درد وکرب سے سبقت لے جاتا ہوا نظر آتا ہے۔ اُس وقت میرا دل آپ سب کے لئے شدید محبت و رحم کی وجہ سے تڑپنے لگتا ہے۔ پھر میں اپنے غم کو چھپانے کی کوشش کرتی ہوں اِس لئے کہ ہر آنے والی عزیز بہن اور بھائی کو میں کسی طرح تسکین دے سکوں اور ان کا حوصلہ بندھا سکوں۔ اِس سے کسے انکار کہ یہ غم اور دُکھ اپنے رنگ میں عجیب ہے جو انفرادی بھی ہے اور مجموعی بھی۔

میں دل سے چاہتی ہوں کہ ہر عزیز بہن اور بھائی کو ان کی ہمدردی و اخلاص کے مظاہرے پر جو اُنہوں نے اپنے تاروں اور خطوط میں کیا ہے خود انفرادی طور پر جواب دوں لیکن فی الحال ایسا کرنا میری طاقت سے باہر ہے، اس لئے اِس نوٹ کے ذریعہ آپ سب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین

جماعت کا ہر فرد مجھے بیحد عزیز ہے اور میرے لئے قابلِ احترام ہے انشاء اللہ ہمیشہ ہی میری دُعاؤں میں مقدم ہوگا۔ آپ ہمیشہ انشاء اللہ مجھے اپنے دُکھ سُکھ میں اپنا شریک پائیں گے۔ **وماتوفیقی الاّ باللّٰہ۔**

آج میں بھی اس مقدس و معصوم تعلق کی وساطت سے جو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میرے اور آپ کے درمیان بنا رکھا ہے آپ سب کی خدمت میں نہایت دردمند دل کے ساتھ دُعا کی درخواست کرتی ہوں۔ آپ میرے لئے دُعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ مجھے ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے۔ صحیح معنوں میں خدمتِ دین کی توفیق دے۔ میں اسکی مخلوق کی حقیقی معنوں میں مونس و غمخوار بنوں۔ میرا وجود نافع الناس ہو۔ میرا انجام ہر جہت سے بخیر ہو۔ اور جب میں اس فانی دُنیا سے اُٹھوں تو اللہ تعالیٰ کے حضور اور اس کے رسول اور خلفاء کے سامنے میں اس حال میں پہنچوں کہ میں ہر لحاظ سے سرخرو ہوں۔ **اللّٰھم ربنا اٰمین**۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔

محتاج دعائے خاص

محزون و دلفگار ’’مہر آپا‘‘　　۲۸/۱۱/۱۹۶۵ ‘‘

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا روح پرور پیغام

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا یہ پیغام جلسہ سیرت حضرت فضل عمر منعقدہ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۶۵ء بعد نماز مغرب مسجد مبارک ربوہ میں چوہدری عبدالعزیز صاحب مہتمم مقامی خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے پڑھ کر سُنایا:

”بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۲۷/۱۱/۱۹۶۵ (بوقت ۴:۳۰ بجے شام)

برادران خدام الاحمدیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

کیا لکھوں کیونکر لکھوں دل ودماغ نظر سب کمزور ہورہے ہیں۔وہ میرے سب سے زیادہ پیارے بھائی مجھے ہمیشہ بہت چاہنے والے بھائی،میرے محسن بھائی،عمر میں بہت کم فرق ہونے کے باوجود بچپن سے گودوں میں اُٹھانے والے میرے ناز بردار بھائی تھے۔آج ان سے جُدا ہوکر مجھے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت (اماں جان) کی بھی جُدائی دراصل گویا اب ہوئی ہے۔اب کون ہمارے بچپن کی باتیں کرے گا! کون ان مشترکہ یادوں کے ذکر تازہ کرے گا۔اور کون کرسکتا ہے؟ جنہوں نے وہ زمانہ دیکھا ہی نہیں وہ بجز کتابی علم اور ذہن میں نقشہ تصور میں لانے کے اور کیا سوچ اور کہہ سکتے ہیں۔گویا ہمارا زمانہ تو ختم ہوگیا اب آپ لوگوں کا ہے۔آپ نے ان کی شان دیکھی ان کے کام دیکھے ان کی برکات سے ان کی نصائح سے مستفید ہوئے۔ان کا جمال بھی دیکھا جلال بھی دیکھا۔یہ سب باتیں اظھر من الشمس ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ محمود کا نام محمود کے کام تاقیامت تمام دنیا میں سورج کی طرح روشن نظر آتے رہیں گے۔اور تاریخ عالم کا بہت نمایاں سنہری باب ہوں گے۔اللہ تعالیٰ کی نصرت،فضل وکرم اور رحمت سے جو کارہائے نمایاں اس مُبارک وجود نے سرانجام دئے،دنیا نے دیکھے اور دیکھتی رہے گی۔یہ تو سب کچھ سب پر ظاہر ہی ہے میں نے ان کی کم عُمری کا زمانہ دیکھا۔آپ تو میں بچہ ہی تھی مگر یاد اس وقت کی بفضلِ خدا تازہ رہی اور ہے تیرہ چودہ سال کی عمر سے ایک نمایاں شخصیت نظر آنے لگی تھی۔سنجیدگی سے کتب کا مطالعہ بغور کرتے،دینی

باتوں دینی علوم اور تحقیق کا شوق تھا۔میز پر ایک طرف قرآن کریم ہے۔اپنی دینی کتب واحادیث رکھی ہیں تو دوسری جانب انجیل بھی رکھی ہے اور دیگر مذاہب کے کتب ورسائل بھی۔آنکھیں اکثر آشوب کر آتی تھیں مگر پڑھتے رہتے تھے۔عجیب شخصیت تھی کہ ساتھ ہی دل بہلانے کے سامان بھی مہیا رہتے۔کشتی چلانا۔نشانہ اندازی وغیرہ غلیل سے بہت ایک زمانہ میں شغف رہا جس سے نشانے باندھ کر مشق کیا کرتے پرُ مذاق باتیں کرتے تو دل سُنکر باغ باغ ہو جاتا۔مگر یہ سب ایک وقتی تفریح اور ذرا آرام لینے کی خاطر ہوتا تھا۔ہرگز کبھی انہوں نے کسی اصل کام میں حرج نہیں آنے دیا۔اس عمر میں بھی نہ وہ کبھی خشک مزاج ہوئے نہ سرد مہر۔بہت بامحبت بہت پیار کرنے والے رہے گھر کی رونق بھی تھے اور روشنی بھی جس کو اللہ تعالیٰ نے ایک زمانہ کے لئے روشن نشان بنانا مقدر فرمایا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میری ہوش کے زمانہ میں آپ بہت مؤدب رہتے تھے اور بچپن کی بے تکلفی کو ختم کر چکے تھے۔آپ کا مقام خوب پہچان چکے تھے اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا برتاؤ ان کے ساتھ اپنی یاد کے زمانہ سے میں نے ایسا ہی دیکھا جیسا بڑے جوان بیٹوں سے ہوتا ہے۔باہر بھیجنا یا کوئی کام سمجھانا غرض کچھ کہنا ہو تو ان سے بات کا طریق آپ کا ایسا تھا کہ اب اس عمر کے چودہ پندرہ سال کے لڑکوں سے نہ والدین کرتے ہیں نہ لڑکوں میں اتنی ذمّہ داری کا احساس اور فراست نظر آتی ہے مگر وہ زمانہ اور تھا مسیح موعود علیہ السلام کے نور کا اثر تھا اور خدا تعالیٰ کی مشیت اپنی نصرت سے ان کو جس مقام پر کھڑا کرنا تھا اس کے لئے تیار کرنے میں خود ممد تھی آپ لوگوں کے لئے عمر پندرہ سال خدام میں شمولیت کی جو وہ مقرر فرما گئے انہوں نے اس وقت کی اپنی سمجھ عقل دوراندیشی دینی جوش وغیرہ کا اندازہ لگا کر بہت ٹھیک مقرر فرمائی ہے اور اس کو ایک نیک فال بنایا ہے خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ راستی پر قائم رکھے اور نیکی میں قدم بڑھتے رہیں۔آپ سب کے ارادے نیک نیتوں کے ساتھ مبارک اور صادق ہوں اور خدا تعالیٰ آپ کا ناصر رہے۔

خدام الاحمدیہ خدامِ احمد اور فدائے دین احمد رہیں۔خلافت سے وابستہ رہیں۔اس غم میں بھی ہم کو جو خوشی خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بخشی اس کا سچّے دل سے شکر گزار عملاً بھی اور قولاً بھی ہم سب کو ہونا اور رہنا چاہئیے۔کیسا کرم فرمایا کیسا ہاتھ تھام کر بیڑا پار لگایا ہے کہ اس کے احسان کو سوچ کر ایک لرزہ آجاتا ہے کہ شکریہ بھی تو ادا نہیں کر پاتے، جو شکریہ کا حق ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر فتنہ سے بچالیا

قلوب کو اپنے قبضہ میں کر لیا دلوں کی آنکھیں کھول دیں اور جس کو اس نے چُنا اس کے ہاتھ پر ہم سب کو جمع کر دیا۔ الحمدللہ رب العالمین

دُعاؤں میں لگے رہیں اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے نصرت طلب کرتے رہیں وہ جماعت کو بڑھائے تعداد کے لحاظ سے بھی مگر سب سے بڑھ کر روحانی ترقی عطا فرماتا جائے ہمیشہ ہمارے قدم آگے بڑھ کر پیچھے نہ ہٹیں وہی ہمارا دستگیر ہو راہنمائی فرماتا رہے۔ آمین۔

مبارکہ" [174]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی فضل عمر جونیئر ماڈل سکول میں تشریف آوری

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث انتخابِ خلافت کے بعد پہلی بار ۲ دسمبر ۱۹۶۵ء کو فضل عمر جونیئر ماڈل سکول میں تشریف لائے۔ حضور نے اپنے خطاب میں پیاری احمدی بچیوں اور بچوں کو بتایا کہ آپ جب بڑے ہوں گے تو یہ دنیا بہت بدل چکی ہوگی۔ احمدیت دُنیا میں پھیل جائیگی۔ اُس وقت کام بھی بہت زیادہ کرنا ہوگا۔ آج سے بیس سال کے بعد آپ کی ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی۔ اس کے لئے آپ کو ابھی سے تیار ہونا چاہیئے۔ سکول کے سٹاف کو نصیحت فرمائی کہ جغرافیہ پڑھاتے وقت اُنہیں وہ مُلک نقشے پر دکھائے جائیں۔ جن میں احمدیوں کی کثرت ہے۔ ایک زبردست ہتھیار تیار کرنے کے لئے ان کے ہاتھ میں یہ بچے دیئے گئے ہیں۔ بڑے پیار اور محبت سے انہیں دنیوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دی جائے۔ اسلامی باتیں اُن کے کانوں میں ڈالی جائیں تا جب اُن کے سکھانے کا وقت آئے۔ تو یہ واقعی اس کے اہل ثابت ہوں۔ [175]

وزیر تعلیم ہندوستان کو قرآن کریم کا تحفہ

مکرم عبدالحمید عاجز صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۶۵ء کو شری ایم سی چھاگلا وزیر ہند گورداسپور تشریف لائے۔ محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ (اور) محترم صاحبزادہ صاحب (مرزا وسیم احمد) کے ہمراہ (خاکسار) ان سے ملنے کے لئے گیا۔ محترم میاں صاحب نے چائے کے موقعہ پر ان کی خدمت میں ایک انگریزی نسخہ قرآن مجید کا پیش کیا۔'' [176]

ڈنمارک میں کشمیر کمیٹی کا قیام

ڈنمارک کے احمدی احباب نے دسمبر ۱۹۶۵ء میں کشمیریوں کی جدّ و جہد آزادی کی حمایت کے لئے کشمیر کمیٹی کے نام سے ایک تنظیم قائم کی ۔ جس کے روحِ رواں ڈنمارک کے نامور نو احمدی جناب عبدالسلام میڈسن صاحب تھے ۔ اس بارہ میں اخبار ’’پاکستان ٹائمز‘‘ (لاہور) نے اپنی ۱۴ دسمبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں حسب ذیل خبر شائع کی :۔ (انگریزی متن)

Danish Muslims form Kashmir Committee

KARACHI, Dec. 13: Danish Muslims have formed a Kashmir Committee to support the freedom struggle of the Kashmiris, according to information reaching here.

They propose to collect funds for the Kashmiris besides starting a campaign to enlighten the Danish people about the righteousness of the freedom fight of Kashmiri people.

Recently Mr. Abdus Salam Madsen, a Danish Muslim and member of the organising committee of the movement, appeared thrice on the Danish television with an Indian journalist and explained the genesis of the Kashmir problem besides rebutting the arguments of the Indian journalist.

About the 'dialogue' between the Indian and Mr. Madsen, 'Folkeskolen', a Danish weekly, wrote that Mr. Madsen was the winner as he had all the arguments on his side.

In Finland, the National Finnish Radio and Television Company recently posed a question about Kashmir to elicit the opinion of its listeners whether they favoured Kashmir joining Pakistan or India. The overwhelming majority of replies from the people gave the verdict that Kashmir should go to Pakistan.This

was widely publicised in Finland through the National Press. PPA.

(ترجمہ)’’ڈنمارک کے مسلمانوں نے کشمیر کمیٹی بنالی

کراچی۔ یہاں پہنچنے والی اطلاعات کے مطابق ڈنمارک (سکنڈے نیویا) کے مسلمانوں نے کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کی حمایت کرنے کے لئے ایک ’’کشمیر کمیٹی‘‘ تشکیل دی ہے۔ یہ کمیٹی کشمیریوں کی امداد کے لئے چندہ اکٹھا کرے گی۔ اور ڈنمارک کے لوگوں کو کشمیریوں کی جنگ آزادی سے متعارف کرانے کے لئے ایک تحریک چلائی جائے گی۔

حال ہی میں ڈنمارک کے ایک مشہور مسلمان جناب عبدالسلام میڈسن (احمدی) نے جو اس تحریک کی مجلس منتظمہ کے رکن بھی ہیں۔ ڈنمارک ٹیلی وژن پروگراموں میں تین دفعہ ایک بھارتی صحافی کے ساتھ شرکت کی اور مسئلہ کشمیر کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے بھارتی صحافی کے (بودے) دلائل کا مسکت جواب بھی دیا۔

جناب میڈسن اور بھارتی صحافی کے درمیان اس مکالمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈنمارک کے ایک ہفتہ وار اخبار FOLKESKOLEN نے لکھا ہے کہ اس مباحثہ میں میدان جناب میڈسن کے ہاتھ رہا۔ کیونکہ ان کے دلائل ہمہ پہلو حاوی نظر آتے تھے۔

کچھ دن پہلے فن لینڈ میں قومی ریڈیو اور ٹیلی وژن نے سامعین کے سامنے کشمیر کا سوال رکھتے ہوئے اس کے پاکستان یا بھارت سے الحاق کے بارے میں رائے معلوم کرنا چاہی تھی۔ لوگوں کی غالب اکثریت نے یہ فیصلہ دیا کہ کشمیر پاکستان کو ملنا چاہیئے۔ فن لینڈ کے قومی پریس میں اس فیصلہ کی وسیع اشاعت ہوئی ہے۔‘‘ 177

ایک عظیم روحانی انقلاب کی خبر

۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے القائے ربّانی کے تحت خطبہ جمعہ کے دوران یہ خبر دی:

’’میں جماعت کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال جماعتِ احمدیہ کے لئے نہایت ہی اہم ہیں۔ کیونکہ دنیا میں ایک روحانی انقلابِ عظیم پیدا ہونے والا

ہے۔میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کونسی خوش بخت قومیں ہوں گی۔جو ساری کی ساری یا ان کی اکثریت احمدیت میں داخل ہونگی۔وہ افریقہ میں ہونگی یا جزائر میں یا دوسرے علاقوں میں۔لیکن میں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن دُور نہیں جب دنیا میں ایسے ممالک اور علاقے پائے جائیں گے جہاں کی اکثریت احمدیت کو قبول کرلے گی اور وہاں کی حکومت احمدیت کے ہاتھ میں ہوگی وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (المدثر:۸) خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔کہ جب میں تمہیں ان نعمتوں سے نوازوں تو تمہارا فرض ہوگا کہ تم بنی نوع انسان سے نرمی اور محبت کا سلوک کرو۔اور ان کی ایذاءدہی کو خدا کی خاطر سہہ لو۔اگر ان کے منہ سے سخت کلمات نکلیں۔اگر وہ بےہودہ حرکتیں کریں۔اگر وہ تمہیں چڑائیں۔تو باوجود اس کے کہ تم انہیں اپنی طاقت سے خاموش کرا سکتے ہو۔اور انہیں بےہودہ حرکتوں سے باز رکھ سکتے ہو۔ہم تمہیں یہی کہتے ہیں کہ ہماری رضا کی خاطر صبر سے کام لینا۔اور ان پر سختی نہ کرنا۔پس اپنے ربّ کو خوش کرنے کے لئے،اسکی برکات کے حصول کے لئے اسکی رحمتوں کو جذب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم صبر سے کام لو۔ٹھٹھے کے مقابلہ میں ٹھٹھا اور ہنسی کے مقابلہ میں ہنسی اور ظلم کے مقابلہ میں ظلم نہ کرو۔

وہ زمانہ چونکہ قریب ہے اس لئے میں آپکو پھر تاکید سے کہتا ہوں۔کہ جب کسی قوم پر اس قسم کی عظیم نعمتیں نازل ہورہی ہوں تو اس قوم کو بھی ایک عظیم قربانی دینی پڑتی ہے پس اپنے نفسوں کو اس قربانی کے لئے تیار کرو۔اپنی طبیعتوں کو اس طرف مائل کرو کہ ہم احمدیت کے لئے،اسلام کے لئے،محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں میں گاڑنے کے لئے خدائے قادر و توانا کے جلال اور عظمت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے کسی قربانی سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ہماری جانیں،ہمارے مال اور ہماری عزّتیں سب خدا کے لئے ہیں۔اور خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔اگر ہماری جماعت ایثار اور فدائیت کا یہ نمونہ دکھائے تو اللہ تعالیٰ اس جماعت کو دین و دنیا کی حسنات سے کچھ اس طرح نوازے گا۔کہ دنیا کے لئے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوجائے گی۔‘‘

اس ضمن میں مزید فرمایا:

’’ابھی ابھی مجھے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا وہ کشف یاد آ گیا۔جس میں ان کو دو تین سو سال بعد کا نظارہ دکھایا گیا کشف میں انہوں نے دیکھا۔کہ بعد میں آنے والے لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کس قدر احمق تھے وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے آپ کو قبول نہ کیا۔

اتنی بڑی صداقت، اتنے روشن اور واضح دلائل، خدا کی نصرت کے اتنے نمایاں نمونے دیکھنے کے بعد کیا وجہ ہوسکتی تھی کہ انہوں نے مسیح محمدی کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔مطلب یہ کہ آنے والی نسلیں نہ ماننے والوں کو بڑی تعجب کی نگاہ سے دیکھ رہی تھیں۔

ایسا ہی ہوگا۔یہ ایک حقیقت ہے۔جس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔اور وہ وقت قریب آ رہا ہے۔جب دنیا انکارِ مہدیٔ معہود کو حیرت واستعجاب سے دیکھے گی اگرچہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی فتح،نصرت اور کامیابی کا انتہائی زمانہ تین سو سال تک بتایا ہے لیکن حضور کے بعض کشوف اور الہامات یہ بتاتے ہیں کہ وہ آخری فتح جس میں اسلام دنیا پر غالب آ جائیگا شائد کچھ دیر چاہتی ہو۔لیکن ان آنیوالے پچیس تیس سالوں میں بعض ممالک اور علاقوں میں احمدیّت کو کثرت حاصل ہو جائے گی۔(انشاء اللہ)اور وہاں کے رہنے والے اپنی زندگیاں تعلیم احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے مطابق گذارنے والے ہوں گے۔مگر اس انقلابِ عظیم کے لئے جو دروازہ پر کھڑا ہے۔کتنی ہی قربانیاں ہیں جو آپ کو دینی ہوں گی۔پس آپ کو وہ قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔خدا تعالیٰ اپنے فضلوں کی بارش آپ پر کرنا چاہتا ہے۔لیکن پہلے وہ یہ دیکھے گا کہ آپ ان فضلوں کے مستحق بھی ہیں یا نہیں۔‘‘ 178

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا قادیان کے جلسہ سالانہ پر پیغام

۱۱۔۱۲۔۱۳ دسمبر ۱۹۶۵ء کو قادیان دارالامان میں ۷۴ ویں جلسہ سالانہ کا انعقاد عمل میں آیا جس میں

ہندوستان کے طول وعرض سے شمع احمدیت کے پانچسو پروانے جمع ہوئے۔جلسہ کے پہلے اور دوسرے روز جالندھر ریڈیو کے نمائندے بھی موجود تھے۔۱۵دسمبر کو جلسہ کی کارروائی کا ایک حصہ نشر کیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس روح پرور اجتماع کے لئے نہایت اہم پیغام ارسال فرمایا جو احمدیہ مشن رنگون کے توسط سے بذریعہ تار قادیان پہنچا۔یہ پیغام حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت قادیان نے اپنی افتتاحی تقریر کے بعد پہلے اجلاس میں پڑھ کر سنایا۔پیغام کا انگریزی متن معہ ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

MESSAGE

Dwellers on Sacred and Holy Soil and Ardent Pilgrims flocking there.

Assalam-o-Alaikum-wa-Rahmatullah-wa-Barakatohu.

God grant that you always live under angels' protection. May Allah's mercy and blessings remain over you like cool shielding shadow and turn you all into noble and worthy models for others to follow. May your hearts be properly moulded for Divine Light to shine therefrom. May you be invested with attraction and charm to draw whole world unto you. May you live always in perfect peace and unity well always occupied with sympathy, loving service and desire for welfare of mankind so that world around you be in deep gratitude to you. May you never feel need knocking other doors than of the Beneficent Lord. Always

remember us in your prayers. Allah be with you all. Amen

Mirza Nasir Ahmad

Khalifatul Masih III Imam Jamat Ahmadiyya

ترجمہ: اے ارض پاک کے رہنے والو،اور اے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے مشتاق زائرین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔خدا کرے آپ ہمیشہ فرشتوں کی حفاظت میں رہیں اور خدا تعالیٰ کا رحم اور اس کا فضل ہمیشہ آپ پر ایک ٹھنڈے اور محافظ سایہ کی طرح قائم رہے۔خدا تعالیٰ آپ تمام کو نیک اور دوسروں کے لئے قابل تقلید اعلیٰ نمونہ بنائے۔خدا کرے آپ کے دل ایسے بن جائیں کہ ان سے ہمیشہ روحانی شعاعیں پھوٹتی رہیں۔اور خدا تعالیٰ آپ کو ایسی دلکشی اور حسن عطا کرے کہ ساری دنیا آپ کی طرف کھنچتی چلی آئے۔خدا کرے آپ ہمیشہ مکمل امن اور اتحاد کے ساتھ رہیں۔اور آپ کے دلوں میں انسانیت کے لئے ہمدردی، بہبود اور پُر خلوص خدمت کا جذبہ موجزن رہے۔تا کہ دُنیا آپ کی ہمیشہ ممنون اور شکر گذار رہے۔اللہ کرے آپ کو رحیم و کریم خدا کے دروازے کے سوا کسی اور کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

آپ ہمیشہ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔خدا تعالیٰ آپ تمام کے ساتھ ہو۔آمین۔

مرزا ناصر احمد

خلیفۃ المسیح الثالث ۔امام جماعت احمدیہ

(مورخہ ۹ نومبر ۱۹۶۵ء۔براستہ رنگون احمدیہ مشن)[179]

بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تحریک

۱۷ دسمبر ۱۹۶۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے عہدِ خلافت کی پہلی تحریک فرمائی جو بھوکوں کو کھانا کھلانے سے متعلق تھی۔ چنانچہ فرمایا:

”آج میں ہر ایک کو جو ہماری کسی جماعت کا عہدیدار ہے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ذمّہ دار ہے اس بات کا کہ اس کے علاقہ میں کوئی احمدی بھوکا نہیں سوتا۔دیکھو میں یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ آپ کو خدا کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا۔

اگر کسی وجہ سے آپ کا محلّہ یا جماعت اس محتاج کی مدد کرنے کے قابل نہ ہو تو

آپ کا فرض ہے کہ مجھے اطلاع دیں۔ میں اپنے ربّ سے امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ مجھے توفیق دے گا کہ میں ایسے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کردوں۔انشاءاللہ تعالیٰ
یہ ایک بڑی اہم ذمہ داری ہے۔آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کو ہر وقت یادرکھیں اوراس کے متعلق ہر وقت سوچتے رہیں۔کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے۔جس پر عمل کرنے سے بڑے خوش کن نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔وہ قوم جس کے ہر فرد کومعلوم ہو کہ میری ذمّہ داری ساری قوم نے اپنے سر پر اٹھائی ہوئی ہے۔اس کے دل میں کتنا سکون اور کتنا اطمینان ہوگا۔اوراپنے ربّ کی حمد کے کتنے گہرے جذبات اس کے دل میں موجزن ہوں گے۔اوراپنے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنی محبت جوش میں آئیگی؟ ایک پُرامن، پُرسکون، اخوّت والا، محبت والا، پیار والا معاشرہ قائم ہوجائیگا۔ جس پر دنیا رشک کرنے لگے گی'' ۔180

مخلصین جماعت نے اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس فریضہ کی طرف خصوصی توجہ دی۔جس تک بھی یہ آواز پہنچی اس نے شاندار طرز عمل اور مظاہرہ کرتے ہوئے لبیک کہا اوراپنے ماحول میں تمام احمدی احباب کا جائزہ لے کران کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کی۔اس عظیم تحریک کا فیض صرف احمدی احباب تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اس کے فیض واثرات سے غیر احمدی بھی متمتع ہونے لگے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام احمدی بچوں کے نام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے دسمبر ۱۹۶۵ء کے آخر میں احمدی بچوں کی عالمی تنظیم اطفال الاحمدیہ کے نام بھی ایک روح پرور پیغام دیا۔جس کا متن درج ذیل ہے۔

''پیارے بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اسلام کو دنیا میں غالب کرے گا۔اور دنیا کی سب قومیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں گی۔اور یہ کام خدائے غفور ورحیم نے جماعت احمدیہ کے سپرد کیا ہے۔اورآپ اس جماعت کے اطفال ہیں۔بڑے ہوکر آپ نے تبلیغِ اسلام اور قوموں کی تربیت کی ذمہ داری

سنبھالنی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ آپ اسی عمر میں دین کی باتیں سیکھیں۔اور خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار اپنے دلوں میں پیدا کریں۔آپ کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے اطفال الاحمدیہ کی تنظیم قائم کی گئی۔اُمید ہے کہ آپ اس کے پروگرام میں شوق سے حصّہ لیتے رہیں گے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا کرے۔آمین

مرزا ناصر احمد
خلیفۃ المسیح الثالث [181]

حضور کا یہ پیغام کتاب ''طفل امروز قائدِ فردا'' میں اشاعت پذیر ہوا۔جو جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء کے موقع پر مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے چھپی تھی۔اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر کی تالیف تھی۔

خلافت ثالثہ کے عہد مبارک کا پہلا سالانہ جلسہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے رمضان المبارک کے پیشِ نظر جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء کے لئے انّیس،بیس،اکیس دسمبر کی تاریخوں کی منظوری عطا فرمائی تھی۔چنانچہ خلافتِ ثالثہ کے عہد مبارک کا پہلا جلسہ سالانہ انہی تواریخ پر انعقاد پذیر ہوا۔اور یہ حقیقت ہے کہ اس جلسہ کی راہ میں بہت سی مشکلات تھیں۔اوّل تو پاکستان اور بیرونی ممالک سے پچاس ہزار مخلصین ۸ نومبر کو حضرت مصلح موعود کے وصال پر ربوہ تشریف لا چکے تھے۔دوسرے اس جلسہ کے ایّام میں عام تعطیلات نہ تھیں۔تیسرے پاکستان کے تعلیمی اداروں میں امتحانات ہو رہے تھے۔چوتھے تازہ پاک بھارت جنگ کے نتیجہ میں ہنگامی حالات رُونما ہو چکے تھے۔اور لوگوں کے لئے فراغت کا حصول نہایت درجہ مشکل ہو چکا تھا۔

لیکن اِن تمام رکاوٹوں کے باوجود اس عظیم الشان اور تاریخ ساز انقلاب آفریں روحانی اجتماع میں اسّی ہزار سے زائد طیورِ ابراہیمی شامل ہوئے۔[182]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ایمان افروز تقاریر

اس جلسہ کی رونق حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وجودِ مقدّس اور اس کی روحِ رواں حضور کی حقائق ومعارف سے لبریز اور وجد آفریں تقاریر تھیں۔جن کی مسحور کن کیفیت نے ایک کیف آور سماں باندھ دیا۔

ایمانوں کو ایک نئی تازگی اور قلوب واذہان کو ایک نئی جلا بخشی۔روحوں کو نئی بالیدگی سے ہمکنار کیا۔اور ہر دِل زبانِ حال سے پکار اُٹھا کہ فی الواقعہ خدا ہی خلیفہ بناتا ہے۔اور پھر جسے خلافت کے منصبِ جلیلہ پر فائز فرماتا ہے۔اس کو علوم ومعارف کے بے شمار خزانے بھی عطا کر دیتا ہے۔اس کی زبان اور بیان کو غیر معمولی اعجاز سے نوازتا ہے۔وہی اسے جذب وکشش اور قوّتِ قدسی سے مالا مال کرتا ہے۔وہی مومنین کے قلوب پر تصّرف کر کے اسے اس کی بے پناہ محبت وعقیدت اور جانثاری اور فدا کاری کا مستحق ثابت کر دکھاتا ہے۔اور پھر اس کے لئے آسمانی نصرتوں اور تائیدوں کے لاتعداد دروازے کھول دیتا ہے۔یہی آسمانی نشان ۱۹۶۵ء کے اس تاریخی جلسہ کے موقع پر چشمِ فلک نے دیکھا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اس مبارک تقریب پر افتتاحی خطاب کے علاوہ بھی درج ذیل تین نہایت ہی ایمان افروز اور روح پرور تقاریر ہوئیں۔

- احمدی خواتین سے پر معارف خطاب (۲۰ دسمبر۔اجلاس اوّل)
- اہم جماعتی اور قومی امور پر بصیرت افروز تقریر (۲۰ دسمبر۔اجلاس دوم)
- حضرت مصلحِ موعود کے عظیم الشان کارناموں کا ایمان افروز تذکرہ۔(۲۱ دسمبر)

افتتاحی خطاب

حضور نے تشہّد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۔اے خدائے بزرگ وبرتر کی برگزیدہ اور محبوب جماعت: خدا کرے کہ اس کے قُرب کی راہیں آپ پر ہمیشہ کھلی رہیں۔

۔اے نورِ محمدی کے پروانو! خدا کرے کہ دنیا کی کوئی شمع کبھی تمہیں اپنی طرف مائل نہ کر سکے۔

۔اے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت گزار جماعت اور آپ کے جانثارو! خدا آپ کے نفوس اور اموال میں برکت ڈالے اور آپ ہمیشہ ان بشارتوں کے وارث بنے رہیں جو آسمان سے آپ کے لئے نازل کی گئی ہیں۔

۔اے مصلحِ موعود کے فیوض اور قوتِ قدسی سے تربیت یافتہ جماعت! خدا کرے

کہ آپ اس مقام تربیّت سے کبھی نیچے نہ گریں۔

۔اے جان سے زیادہ عزیز بھائیو! میرا ذرّہ ذرّہ آپ پر قربان کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے جماعتی اتحاد اور جماعتی استحکام کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھانے کی توفیق عطا کی کہ آسمان کے فرشتے آپ پر ناز کرتے ہیں۔آسمانی ارواح کے سلام کا تحفہ قبول کرو۔تاریخ کے اوراق آپ کے نام کو عزت کے ساتھ یاد کریں گے۔اور آنے والی نسلیں آپ پر فخر کریں گی۔کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اِس بندۂ ضعیف اور ناکارہ کے ہاتھ پر متّحد ہو کر یہ عہد کیا ہے۔کہ قیامِ توحید اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے قیام اور غلبۂ اسلام کے لئے جو تحریک اور جو جدّ وجہد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع کی تھی۔اور جسے حضرت مصلح موعود نے اپنے آرام کھو کر، اپنی زندگی کے ہر سُکھ کو قربان کر کے، اکناف عالم تک پھیلایا ہے۔آپ اس جدو جہد کو تیز سے تیز تر کرتے چلے جائیں گے۔

میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔اور میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں کا بھوکا ہوں۔میں نے آپ کی تسکینِ قلب کے لئے، آپ کے بار ہلکا کرنے کے لئے، آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے، اپنے ربّ رحیم سے قبولیتِ دعا کا نشان مانگا ہے۔اور مجھے پورا یقین اور پورا بھروسہ ہے اُس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو ردّ نہیں کرے گا۔‘‘

اِن پُر درد اور نہایت درجہ اثر انگیز کلماتِ طیّبات کے بعد حضور نے احبابِ جماعت کو تحریک فرمائی کہ ہم خدا تعالیٰ کی محبت کی تلاش میں یہاں جمع ہوئے ہیں پس اپنے اوقات کو زیادہ سے زیادہ دعاؤں میں خرچ کریں۔جلسہ کے دوران بے آرامیاں بھی سہنی پڑیں تو بشاشت کے ساتھ برداشت کریں۔اپنی دعاؤں میں اکنافِ عالم میں پھیلے ہوئے خدامِ دین، اپنے لاکھوں ہموطن بھائیوں اور کشمیر کے مسلمان بھائیوں کو ضرور یاد رکھیں کہ ان پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔وہ قیدیوں کی طرح ہیں۔اور راہِ نجات ان پر بند نظر آ رہی ہے۔لیکن ہمارا خدا بڑی طاقتوں والا اور بڑی قدرتوں والا خُدا ہے۔وہ اگر چاہے تو ایک آن میں اُن کے حالات کو بدل سکتا ہے۔

آخر میں فرمایا:

’’پچھلے دنوں ہر نماز میں اپنے ربّ سے خاص طور پر میں یہ دعا کرتا رہا ہوں کہ اے خدا! تو ہمارے کمزوروں کو طاقت بخش اور ہمارے بیماروں کو شفا دے۔اور ہم سب کی پریشانیوں کو دُور فرما۔اور ہمارے اندھیروں کو نُور سے بدل دے۔اور ہم پر اپنی بڑی رحمتیں نازل کر اور ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے بھر دے۔اور احمدیت کو جس مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ہمیں اس مقصد میں جلد تر کامیابی عطا فرما تا کہ ہم اپنی آنکھوں سے یہ نظّارہ دیکھ لیں کہ ساری دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی ہے‘‘۔183

احمدی خواتین سے پُر معارف خطاب

حضور کا یہ خطاب نہایت بیش قیمت ہدایات اور نصائح پر مشتمل تھا جس میں حضور نے احمدی خواتین کو تاکید فرمائی کہ اپنے اوقات کو ضیاع سے بچانے اور اعمال صالحہ سے معمور کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔بچوں کی ایسی تربیت کریں کہ اُن کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت سمندر کی طرح موجزن ہو۔اور وہ دین کی خاطر ہر وقت ہر قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔حضور نے خواتین کو اپنے شب و روز دعاؤں سے معمور رکھنے کی زبردست تلقین فرمائی۔اور اس ضمن میں اُن کے سامنے اپنی ایک مثال بیان فرمائی اور بتایا کہ:

’’ایک دن میں اپنے کالج کے دفتر میں بیٹھا تھا۔طالب علموں کے فارم یونیورسٹی میں جانے تھے۔دفتر کے ایک کلرک نے ڈیڑھ دوسو فارم میرے سامنے رکھ دیئے۔ ان فارموں پر میں نے دستخط کرنے تھے۔اور یہ کام قریباً پندرہ بیس منٹ کا تھا۔دستخط کرنے کا کام ایسا نہیں جس کے لئے ذہنی طور پر توجہ کی ضرورت ہے۔اس لئے میں ان فارموں پر دستخط بھی کرتا رہا۔اور ساتھ ساتھ درود بھی پڑھتا رہا۔دو تین منٹ کے بعد مجھے خیال آیا کہ میں اپنے ایک بھائی کو نیکی سے محروم کر رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے اس کلرک کو جو میرے پاس کھڑا تھا۔کہا۔دیکھو میں فارموں پر دستخط کر رہا ہوں اور درود بھی پڑھ رہا ہوں۔تمہیں اس وقت کوئی کام نہیں تم صرف میرے دستخطوں کے بعد فارم اٹھا رہے ہو۔تم فارم بھی اٹھاتے رہو اور ساتھ ساتھ مختصر سا درود **اللّٰھم صلّ**

علی محمد و آل محمد بھی پڑھتے رہو۔ تو تمہیں اس میں کوئی دقّت محسوس نہیں ہوگی۔ کام بھی کرتے رہو گے اور درود بھی پڑھتے رہو گے چنانچہ اس کلرک نے درود پڑھنا شروع کر دیا اور جب میں نے فارموں پر دستخط کئے۔ تو اس نے بڑا ابشاش چہرہ بنا کر مجھے بتایا کہ میاں صاحب! میں نے اتنی بار (اس نے دو تین سو کے درمیان مجھے کوئی عدد بتایا) درود پڑھ لیا ہے۔'' [184]

اہم جماعتی اور قومی امور پر بصیرت افروز تقریر

حضرت مصلح موعود کے اسوۂ حسنہ کے مطابق حضور نے ۲۰ دسمبر کو جلسہ کے دوسرے دن کے اجلاس دوم میں اس ایمان افروز تقریر میں عمومی رنگ کے بعض اہم امور پر روشنی ڈالی۔ اور سب سے پہلے سلسلہ کے نئے مطبوعہ لٹریچر خریدنے اور اس سے استفادہ کی تحریک کرتے ہوئے سب سے اوّل یہ اصولی وضاحت فرمائی کہ:

''ہمارے لٹریچر میں بنیادی اہمیت کی حامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں۔ اور ان کے بعد خلفاء کی کُتب۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو علم کا اتنا بڑا خزانہ عطا کیا گیا تھا کہ اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل حل کرنے کے لئے ضروری مواد موجود ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے بعد علم کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اللہ بڑا دیالو ہے۔ اس نے چاہا ہے کہ علم کے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں۔ چنانچہ ہر سال ایسی کتب شائع ہوتی ہیں۔ جو واقعی بڑی کار آمد اور مفید ہوتی ہیں۔ جن کو خدا نے توفیق دی ہے۔ انہیں نئی کتب تصنیف کرنے میں پوری جدّ وجہد کرنی چاہیئے۔ درجنوں کتب اعلیٰ علمی معیار کی ہر سال شائع ہونی چاہئیں جو حضور کے پیش کردہ دلائل پر مشتمل ہوں۔ ان میں نیا مواد شائع نہ بھی ہو۔ تو بھی وہ دنیا پر یہ ثابت کریں گی کہ جس طرح قرآن مجید ایک زندہ کتاب ہے اسی طرح حضور کی کتب بھی ایک زندہ لٹریچر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس میں سے نئے نئے معارف نکلتے چلے آتے ہیں اور ان کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔''

ازاں بعد حضور نے سلسلۂ احمدیہ کے نظام، صدر انجمن احمدیہ اور اس کے دائرہ کار، تحریک جدید

اور اس کے قیام کی غرض، وقفِ جدید اور اسکی اہمیت پر روشنی ڈالی۔اور فرمایا:

''اگر آپ تحریک جدید، وقفِ جدید اور صدر انجمن احمدیہ کے لئے حسبِ ضرورت مبلّغین مہیّا کرنے کی ذمّہ داری اُٹھالیں تو خدا تعالیٰ تھوڑے ہی عرصے میں دنیا میں ایک انقلاب پیدا کردے گا۔''

ازاں بعد حضور نے جماعت کی ذیلی تنظیموں کے فرائض بیان فرمائے اور انہیں توجہ دلائی کہ آئندہ سال وہ اپنی تمام مجالس کو باقاعدہ منظّم اور فعّال بنائیں۔علاوہ ازیں خدّام الاحمدیہ کو حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حسب ذیل الہام بطور ماٹو عطا فرمایا:

''تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔''[185]

حضور نے تاکیدی الفاظ میں فرمایا۔

''خدام الاحمدیہ کو عجز وانکسار، تذلّل اور تواضع کا نمونہ ہونا چاہیئے۔یہ کوئی دنیوی جماعت نہیں۔یہ ایک دینی جماعت ہے۔اس کے ہر فرد کا عجز وانکسار، تذلّل اور تواضع کے اوصاف سے متّصف ہونا ضروری ہے۔جب خدا کے مسیح کو عاجزانہ راہیں اختیار کرنے کی ضرورت تھی تو ہم متّبعین کو بدرجہ اولیٰ عاجزانہ راہوں کی ضرورت ہونی چاہیے اور ہے۔''[186]

اِن اہم جماعتی امور پر بلیغ روشنی ڈالنے کے بعد حضور نے پاک بھارت جنگ کے دوران ظاہر ہونے والی خدائی قدرتوں اور نصرتوں کے عظیم الشّان جلووں کا اس ولولہ انگیز انداز میں تذکرہ فرمایا کہ فضا نعروں سے گونج اُٹھی۔

پھر حضور انور نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے ان پیہم اور مسلسل افضال پر اگر ہم قیامت تک اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں تو بھی شکر کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔جماعتِ احمدیہ کو اور پوری پاکستانی قوم کو ان غیر معمولی افضال پر جو اللہ تعالیٰ نے اس پر نازل کئے ہیں صحیح معنوں میں اس کے شکر گزار بندے بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ضمناً میں یہ بتادیتا ہوں کہ شکر کس طرح ادا کیا جاتا ہے۔

شکر کا پہلا اور سب سے مقدم طریق یہ ہے کہ ہم کامل توکل صرف اللہ تعالیٰ پر ہی

رکھیں۔مادی طاقتیں اوران کے مادی اسباب ووسائل کتنے ہی زیادہ اورعظیم کیوں نہ ہوں ہم ان سے کبھی مرعوب نہ ہوں۔وہ خدا کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتیں جتنی حیثیت مٹی کا ایک ذرہ رکھتا ہے۔

شکر کا دوسرا طریق یہ ہے کہ ہم اپنی مادی کمزوری اور قلت تعداد کی وجہ سے کبھی مایوس نہ ہوں وہ خدا جس کے کُن کہنے سے دنیا پیدا بھی ہوجاتی اور فنا بھی ہوجاتی ہے۔چشم زدن میں ہماری کمزوری کو طاقت میں اور قلت کو کثرت میں بدل سکتا ہے۔جیسا کہ اس نے حالیہ جنگ میں کر کے دکھا دیا۔پس شکر کا ایک طریق یہ ہے کہ ہم مایوسی کو قریب نہ آنے دیں اور خدا پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے اس بات پر یقین رکھیں کہ ہمارا خدا ضرور ہماری مدد کرے گا اور ہمیں کامیابی عطا فرمائے گا۔

شکر کا تیسرا طریق ہمارے خدا نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ کہ جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوتا۔پس ہم پر اللہ تعالیٰ ہی کا نہیں بلکہ اپنے محسنوں کا شکر بھی واجب ہے۔اس لئے ہم کو یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہر وہ فرد اور ہر وہ ملک جس نے اس نازک موقع پر پاکستان کی مدد کی ہے ہم ان کے شکر گزار رہیں گے اور کبھی ان سے بے وفائی نہیں کریں گے۔

اگر ہم اس طرح اور اس رنگ میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کے احسانوں پر اس کے شکر گزار بنیں گے تو وہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم:۸) کے وعدہ کے مطابق پہلے سے بھی زیادہ فضل کے ساتھ ہم کو نوازے گا اور آئندہ ہمیں پہلے سے بھی بڑھ کر کامیابیاں عطا فرمائے گا۔اے خدا تو ہمیں صحیح معنوں میں اپنے شکر گزار بندے بنا اور ہم کو اپنے اُن فضلوں سے نواز جن سے تُو اپنے شکر گزار بندوں اور قوموں کو ہمیشہ نوازتا چلا آیا ہے۔(آمین)[187]

حضرت مصلح موعود کے عظیم الشّان کارناموں کا ایمان افروز تذکرہ

حضور نے اس تاریخی جلسہ سالانہ کے آخری اجلاس میں پیشگوئی مصلح موعود کی ایک ایک صفت کو بیان کر کے ثابت فرمایا کہ وہ لفظاً لفظاً پوری ہو چکی ہے۔اور ہم سب اس کے شاہد ہیں۔حضور نے اس

ایمان افروز تقریر میں حضرت مصلح موعود کے عظیم الشان کارناموں کا تذکرہ اس درجہ شرح وبسط سے فرمایا کہ گویا دن ہی چڑھا دیا۔ اِس یادگار تقریر کا ایک حصّہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

''اس پیشگوئی میں جو دوسری بات ہمیں مصلح موعود کے متعلق بتائی گئی ہے یہ ہے کہ:

''وہ علوم ِظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا''

اور یہ اس لیے کہ ''تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو'' اور ''تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں''

ہم میں سے ہزاروں لاکھوں نے خود مشاہدہ کیا کہ قرآن کریم کی سچی متابعت اور اس مطہر صحیفہ سے کامل محبت اور اخلاص کے فیض سے اس پاک وجود مصلح موعود کی نظر اور فکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو تمام فیوض کا سرچشمہ ہے ایک نور عطا ہوا جس سے علم الٰہی کے عجیب وغریب لطائف اور نکات جو کلام الٰہی اور کتاب مکنون میں پوشیدہ تھے اس پر کھلنے لگے اور دقیق معارف ابرنیساں کے رنگ میں اس پر برسنے لگے اور خدائے وہاب نے اپنی رحمانیت سے اس کے فکر اور نظر کو ایک ایسی برکت عطا کی کہ اس کے آئینہ فکر ونظر پر کامل صداقتیں منکشف ہونے لگیں، سو جو جو علوم و معارف اور دقائق وحقائق اور لطائف ونکات اور ادلّہ وبراہین اسے سوجھے اور جنہیں اس نے تفسیر کبیر اور اپنی دوسری کتب میں بیان کیا وہ اپنی کمیت اور کیفیت میں ایسے کامل مرتبہ پر واقع ہیں کہ جو یقیناً خارق عادت ہے اور جس کا مقابلہ کسی دوسرے کے لیے ممکن نہیں کیونکہ تفسیر کا خارق عادت معجزہ اس کی کسی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ اسے غیبی تفہیم اور خدائے صمد اور قدوس کی تائید سے اس نے لکھا تھا اور یہی خوارق اس کا عالی منزلت اور حسن واحسان میں مسیح محمدی کا تمثیل ہونا ثابت کرتے ہیں اور خدائی بشارات والٰہی تفہیم کے مطابق دین و دنیا کے علوم ونکات کے بیان میں وہ اپنے ہم عصروں سے اس قدر سبقت لے گیا کہ اس کی تقریروں کو سن کر اور اس کی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے اور پرائے اس اعتراف پر مجبور ہوئے کہ اس کے بیان کردہ علوم ومعارف ایک دوسرے ہی عالم سے ہیں جن کا دنیوی تعلیم وتدریس

سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور جو تائیدات الٰہیہ کے خاص رنگ سے رنگین ہیں۔اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت نے حضرت مصلح موعود کو علوم ظاہری اور باطنی میں جو برتری عطا کی تھی اور اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنے کے لیے جو قوتیں آپ کو بخشی گئیں ان کو دنیا پر ثابت کرنے کے لیے آپ نے متعدد بار للکارا۔مگر کوئی نہ تھا جو آپ کے مقابلہ پر آنے کی جرأت کرتا۔۱۹۱۷ء میں آپ نے تمام دنیا کو مندرجہ ذیل الفاظ میں چیلنج دیا:

''میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد تمام دنیا کو چیلنج دیتا ہوں کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے اور آ کر ہم سے مقابلہ کرے۔مجھے تجربہ کے ذریعہ ثابت ہوگیا ہے کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور کوئی مذہب اس کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا۔کیونکہ خدا تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے اور ایسے حالات میں قبول کرتا ہے جب کہ ظاہری سامان بالکل مخالف ہوتے ہیں اور یہی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی بہت بڑی علامت ہے۔اگر کسی کو شک وشبہ ہے تو آئے اور آزمائے۔ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔اگر کوئی ایسے لوگ ہیں جنہیں یقین ہے کہ ہمارا مذہب زندہ ہے تو آئیں۔ان کے ساتھ جو خدا کا تعلق اور محبت ہے اس کا ثبوت دیں۔اگر خدا کو ان سے محبت ہوگی تو وہ مقابلہ میں ضرور ان کی مدد اور تائید کرے گا۔

میں ان کو چیلنج دیتا ہوں کہ مقابلہ پر آئیں تا کہ ثابت ہو کہ خدا کس کی مدد کرتا ہے اور کس کی دعا سنتا ہے۔آپ لوگوں کو چاہیے کہ اپنی طرف سے لوگوں کو اس مقابلہ کے لیے کھڑا کریں۔لیکن اس کے لیے یہ نہیں ہے کہ ہر ایک کھڑا ہو کر کہہ دے کہ میں مقابلہ کرتا ہوں۔بلکہ ان کو مقابلہ پر آنا چاہیے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائم مقام ہوں۔اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس کی دعا قبول کرتا ہے۔میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہماری ہی دعا قبول ہوگی افسوس ہے کہ مختلف مذاہب کے بڑے لوگ اس مقابلہ پر آنے سے ڈرتے ہیں۔اگر وہ مقابلہ کیلئے نکلیں تو ان کو ایسی شکست نصیب ہوگی کہ پھر مقابلہ کرنے کی انہیں جرأت ہی نہ رہے گی۔''[188]

۱۹۳۶ء میں آپ نے فرمایا:

’’قرآن کریم کو وہ عظمت حاصل ہے جو دنیا کی اور کسی کتاب کو حاصل نہیں اور اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کی مذہبی کتاب بھی اس فضیلت کی حامل ہے تو میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے سامنے آئے۔ اگر کوئی وید کا پیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے۔ اگر کوئی توریت کا پیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے۔ اگر کوئی انجیل کا پیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے اور قرآن کریم کا کوئی ایسا استعارہ میرے سامنے رکھ دے جس کو میں بھی استعارہ سمجھوں۔ پھر میں اس کا حل قرآن کریم سے ہی نہ پیش کردوں تو وہ بیشک مجھے اس دعویٰ میں جھوٹا سمجھے۔ لیکن اگر پیش کردوں تو اسے ماننا پڑے گا کہ واقعہ میں قرآن کریم کے سوا دنیا کی اور کوئی کتاب اس خصوصیت کی حامل نہیں۔‘‘ [189]

۱۹۳۴ء میں آپ نے فرمایا:

’’صرف یہی نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام میں ہی یہ بات تھی بلکہ آپ آگے بھی یہی چیز دے گئے ہیں۔ اور آپ کے طفیل مجھے بھی ایسے قرآن کریم کے معارف عطا کیے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا ہو اور کسی مذہب کا پیرو ہو، قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قرآن سے ہی اس کا جواب دونگا۔ میں نے بارہا دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآن میرے مقابلہ میں لکھو۔ حالانکہ میں کوئی مامور نہیں ہوں مگر کوئی اس کے لیے تیار نہیں ہوا۔ اور اگر کسی نے اسے منظور کرنے کا اعلان بھی کیا تو بے معنی شرائط سے مشروط کرکے ٹال دیا۔ مثلاً یہ کہ بند کمرہ ہو۔ کوئی کتاب پاس نہ ہو۔ مگر اتنا نہیں سوچتے کہ اگر خیال ہے کہ میں پہلی کتب اور تفاسیر سے معارف نقل کرلوں گا۔ تو وہی کتب تمہارے پاس بھی ہوں گی۔ تم بھی ایسا ہی کرسکتے ہو۔ پھر اگر میں دوسری کتب سے نقل کرونگا۔ تو خود اپنے ہاتھ سے اپنی ناکامی ثابت کردونگا۔ کیونکہ میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ نئے معارف بیان کرونگا۔ لیکن مقابلہ کے وقت جب پرانی تفاسیر سے نقل کرونگا تو خود ہی میرے لیے شرمندگی اور ندامت کا موجب ہوگا۔ مگر میں جانتا ہوں یہ سب بہانے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی کو سامنے آنے کی جرأت ہی نہیں۔‘‘ [190]

پھر مارچ ۱۹۴۴ء میں آپ نے دنیا کو للکارا اور چیلنج کیا کہ:

’’اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کے ذریعہ مجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے اور میرے اندر اس نے ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے کہ جس طرح کسی کو خزانہ کی کنجی مل جاتی ہے اسی طرح مجھے قرآن کریم کے علوم کی کنجی مل چکی ہے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آئے اور میں قرآن کریم کی افضلیت اس پر ظاہر نہ کرسکوں۔ یہ لاہور شہر ہے یہاں یونیورسٹی موجود ہے۔ کئی کالج یہاں کھلے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے علوم کے ماہر اس جگہ پائے جاتے ہیں میں ان سب سے کہتا ہوں دنیا کے کسی علم کا ماہر میرے سامنے آجائے۔ دنیا کا کوئی پروفیسر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی سائنس دان میرے سامنے آجائے اور وہ اپنے علوم کے ذریعہ قرآن کریم پر حملہ کر کے دیکھ لے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے ایسا جواب دے سکتا ہوں کہ دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کے اعتراض کا رد ہو گیا۔ اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں خدا کے کلام سے ہی اس کو جواب دونگا اور قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ سے ہی اس کے اعتراضات کو رد کر کے دکھا دونگا۔‘‘ [191]

پھر فرمایا:

’’ایسا انسان جس کی صحت کبھی ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی۔ اس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اس لیے زندہ رکھا کہ اس کے ذریعہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے مہیا کرے۔ پھر میں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا۔ مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لیے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا اور وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے کہ جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے قرآن سکھایا گیا ہے تو میں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ

پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔خدا نے مجھے علم قرآن بخشا اور اس زمانہ میں اس نے قرآن سکھانے کے لیے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے۔کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔دنیا زور لگا لے۔وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں۔یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے۔دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی۔اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دے گا۔اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا۔اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے..... میں اس سچائی کو نہایت کھلے طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں یہ آواز وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی آواز ہے یہ مشیت وہ ہے جو زمین و آسمان کے خدا کی مشیت ہے یہ سچائی نہیں ٹلے گی۔نہیں ٹلے گی اور نہیں ٹلے گی۔اسلام دنیا پر غالب آ کر رہے گا۔مسیحیت دنیا میں مغلوب ہو کر رہے گی۔اب کوئی سہارا نہیں جو عیسائیت کو میرے حملوں سے بچا سکے۔خدا میرے ہاتھ سے اس کو شکست دے گا۔اور یا تو میری زندگی میں ہی اس کو اس طرح کچل کر رکھ دے گا کہ وہ سر اٹھانے کی بھی تاب نہیں رکھے گی۔یا پھر میرے بوئے ہوئے بیج سے وہ درخت پیدا ہوگا۔جس کے سامنے عیسائیت ایک خشک جھاڑی کی طرح مرجھا کر رہ جائے گی۔اور دنیا میں چاروں طرف اسلام اور احمدیت کا جھنڈا انتہائی بلندیوں پر اڑتا ہوا

دکھائی دے گا۔‘‘ 192

پھر آپ نے فرمایا:

’’خدا تعالیٰ کی صفت علیم جس شان اور جس جاہ وجلال کے ساتھ میرے ذریعہ سے جلوہ گر ہوئی۔اس کی مثال مجھے خلفاء کے زمرہ میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔میں وہ تھا جسے کل کا بچہ کہا جاتا تھا، میں وہ تھا جسے احمق اور نادان قرار دیا جاتا تھا مگر عہدۂ خلافت کو سنبھالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم اتنی کثرت کے ساتھ کھولے کہ اب قیامت تک امت مسلمہ اس بات پر مجبور ہے کہ میری کتابوں کو پڑھے اوران سے فائدہ اٹھائے۔

وہ کون سا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا مسئلہ نبوت،مسئلہ کفر،مسئلہ خلافت،مسئلہ تقدیر،قرآنی ضروری امور کا انکشاف،اسلامی اقتصادیات،اسلامی سیاسیات اوراسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔مجھے خدا نے اس خدمت دین کی توفیق دی،اوراللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلق قرآن کے معارف کھولے جن کو آج دوست دشمن سب نقل کر رہے ہیں۔مجھے کوئی لاکھ گالیاں دے۔مجھے لاکھ برا بھلا کہے۔جو شخص اسلام کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے لگے گا۔اسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا۔اور وہ میرے احسان سے کبھی باہر نہیں جا سکے گا،چاہے پیغامی ہو یا مصری،ان کی اولادیں جب بھی دین کی خدمت کا ارادہ کریں گی وہ اس بات پر مجبور ہوں گی کہ میری کتابوں کو پڑھیں اوران سے فائدہ اٹھائیں بلکہ میں بغیر فخر کے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں سب خلفاء سے زیادہ مواد میرے ذریعہ سے جمع ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔پس مجھے یہ لوگ خواہ کچھ کہیں خواہ کتنی بھی گالیاں دیں ان کے دامن میں اگر قرآن کے علوم پڑیں گے تو میرے ذریعہ ہی۔اور دنیا ان کو یہ کہنے پر مجبور ہو گی کہ اے نادانو! تمہاری جھولی میں تو جو کچھ بھرا ہوا ہے وہ تم نے اسی سے لیا ہے پھر اس کی مخالفت تم کس مونہہ سے کر رہے ہو۔‘‘ 193

خدا تعالیٰ نے کہا تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اس کے متعلق

میں نے بہت سی تفصیلات جمع کی تھیں لیکن اس وقت میں صرف وہ نقشہ ہی پیش کر سکتا ہوں جو میں نے اس غرض کے لئے تیار کروایا ہے۔اور وہ یہ ہے۔

۱۔ تفسیر۔اس سلسلہ میں حضور کی ایک کتاب تو تفسیر کبیر ہے جو خود اتنی عجیب تفسیر ہے کہ جس شخص نے بھی غور سے اس کے کسی ایک حصہ کو پڑھا ہوگا۔وہ یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا۔کہ اگر دنیا میں کوئی خدارسیدہ بزرگ پیدا ہوتا۔اور وہ صرف یہ حصہ قرآن کریم کا تفسیری نوٹوں کے ساتھ شائع کر دیتا۔تو یہ اس کو دنیا کی نگاہ میں بزرگ ترین انسانوں میں سے ایک انسان بنانے کے لئے کافی تھا۔لیکن اس پر ہی بس نہیں۔قرآن کریم پر اور بہت سی کتب لکھیں اور میرا خیال ہے کہ حضور نے صرف قرآن کریم کی تفسیر پر ہی آٹھ دس ہزار صفحات لکھے ہیں۔تفسیر کبیر کی گیارہ مجلدات (اب دس جلدیں) بھی ان میں شامل ہیں۔

۲۔ کلام کے اوپر حضور نے دس کتب اور رسائل لکھے۔

۳۔ روحانیات، اسلامی اخلاق اور اسلامی عقائد پر اکتیس کتب اور رسائل تحریر فرمائے۔

۴۔ سیرت وسوانح پر تیرہ کتب ورسائل لکھے۔

۵۔ تاریخ پر چار کتب ورسائل۔

۶۔ فقہ پر تین کتب ورسائل۔

۷۔ سیاسیات قبل از تقسیم ہند ۲۵ کتب ورسائل۔

۸۔ سیاسیات بعد از تقسیم ہند وقیام پاکستان ۹ کتب ورسائل۔

۹۔ سیاسیات کشمیر پندرہ کتب اور رسائل۔

۱۰۔ تحریک احمدیت کے مخصوص مسائل وتحریکات پر ایک کم سو کتب ورسائل۔

ان سب کتب ورسائل کا مجموعہ ۲۲۵ بنتا ہے تو جیسا کہ فرمایا تھا کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔

ان پر ایک نظر ڈال لیں تو ان میں علوم ظاہری بھی نظر آتے ہیں اور علوم باطنی بھی نظر آتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ جب بھی آپ نے کوئی کتاب یا رسالہ لکھا۔ہر شخص

نے یہی کہا کہ اس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا۔ سیاست میں جب بھی آپ نے قیادت سنبھالی یا جب بھی آپ نے سیاست کے بارہ میں قائدانہ مشورے دیئے بڑے سے بڑا مخالف بھی آپ کی بے مثال قابلیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔ غرض حضور کے علوم ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کے متعلق ایک بڑی تفصیل ہے جس کے ہزارویں حصہ میں بھی میں نہیں جا سکتا۔ صرف ایک سرسری سی چیز آپ کے سامنے رکھ کر اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔ پھر دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ اقوام عالم پر ظاہر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ وہ علوم و معارف جو اللہ تعالیٰ کی موہبت سے آپ کو عطا ہوئے ان کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کیا جائے اگر خالی اردو میں ہی وہ علوم لکھے جاتے تو آپ کا دعویٰ بے معنی بن کر رہ جاتا کیونکہ غیر ممالک اور غیر اقوام اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکتیں۔ پس اگر اس مصلح موعود کے ذریعہ سے دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ تمام اقوام عالم پر ظاہر ہونا تھا۔ تو اس کے ذریعہ ظاہر ہونے والے علوم و معارف کا ترجمہ تمام دنیا کی زبانوں یا دنیا کی ان زبانوں میں ہونا ضروری تھا جو دنیا کے اکثر حصوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ مجھے ابھی خیال آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو تدبیر کی کہ دنیا کے بہت سے ممالک صرف دو تین قوموں کے سیاسی اقتدار کے نیچے آ گئے۔ اس میں دنیا کے لئے ایک بڑا روحانی فائدہ مضمر تھا اور وہ فائدہ یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ مسیح محمدی کو بھیجے تو اشاعت اسلام کا کام آسان ہو جائے ورنہ مسیح محمدی کے زمانہ میں اس وقت تک آپ کا پیغام تمام دنیا میں نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک دنیا کی ساری زبانوں میں اس کا ترجمہ نہ کیا جاتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت دنیا کی اقوام میں سے کچھ قومیں انگریزوں کے اقتدار کے نیچے آ گئیں کچھ فرانسیسیوں کے اقتدار کے نیچے آ گئیں اور کچھ جرمنوں کے اقتدار کے نیچے آ گئیں۔ اس لیے ہم اسلام کا پیغام ان تین زبانوں کے ذریعہ اقوام عالم کی خاصی بڑی تعداد تک پہنچا سکتے ہیں۔ اگر روسی اور چینی بھی شامل کر لئے جائیں تو میرا خیال ہے کہ ۸۰، ۹۰ فیصدی آبادی کو ہمارا پیغام پہنچ جاتا ہے ورنہ ہمارے لئے بہت زیادہ جدوجہد اور کوشش اور قربانیوں اور مال خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اللہ

تعالیٰ کے سارے ہی کام حکمت سے پُر ہوتے ہیں۔

غرض یہ ضروری تھا کہ ان علوم و معارف کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کروایا جاتا چنانچہ اس کی طرف حضور نے خاص توجہ دی۔اور بڑی کوشش فرمائی۔سب سے ضروری کام تو قران کریم کے صحیح تراجم کا دنیا میں پھیلانا تھا۔چنانچہ اس سلسلہ میں حضور نے جو کام شروع کروائے ان میں سے کچھ تو پورے ہوگئے ہیں اور کچھ پورے ہونے والے ہیں۔

انگریزی زبان میں ترجمہ قرآن کریم جیسا کہ آپ جانتے ہیں شائع ہو چکا ہے۔ اسی طرح انگریزی زبان میں تفسیر القرآن بھی شائع ہو چکی ہے۔جرمن زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔نیز سورہ کہف کی تفسیر بھی شائع ہو چکی ہے۔ڈچ زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ڈینش زبان میں قرآن کریم کے پہلے سات پاروں کا ترجمہ مع مختصر تفسیری نوٹ شائع ہو چکا ہے۔مشرقی افریقہ کے لیے سواحیلی زبان میں ترجمہ مع مختصر تفسیری نوٹ شائع ہو چکا ہے۔لوگنڈی زبان میں قرآن کریم کے پہلے پانچ پاروں کا ترجمہ مع تفسیری نوٹ شائع ہو چکا ہے۔مغربی افریقہ کے لیے مینڈی زبان میں پہلے پارہ کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ کئی تراجم کیے جارہے ہیں۔فرانسیسی زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔نظر ثانی ہو رہی ہے۔

ہسپانوی زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے نظر ثانی ہو رہی ہے۔اٹالین زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔نظر ثانی ہو رہی ہے۔روسی زبان میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے نظر ثانی کروانی باقی ہے۔پرتگیزی زبان میں ترجمہ تیار ہے نظر ثانی کروانی باقی ہے۔ ڈینش زبان میں بقیہ تئیس پاروں کا ترجمہ مع تفسیری نوٹ تیار ہے۔طباعت کا انتظام کیا جارہا ہے۔مشرقی افریقہ کے لیے ککو یوزبان میں ترجمہ تیار ہے۔نظر ثانی کروانی باقی ہے۔ککمبا زبان میں ترجمہ تیار ہے نظر ثانی کروانی باقی ہے۔مغربی افریقہ کے لیے مینڈی زبان میں بقیہ ۲۹ پاروں میں سے ۲۰ پاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے ۹ پاروں کا ترجمہ کروایا جارہا ہے۔انڈونیشین زبان میں دس پاروں کا ترجمہ مع مختصر تفسیری نوٹ مکمل ہے۔بقیہ زیر تکمیل ہے۔

تراجم قرآن کریم کے علاوہ بہت سی کتب کا حضور نے مختلف زبانوں میں ترجمہ کروایا۔اوران کی اشاعت کروائی۔مثلاً احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔اسلامی اصول کی فلاسفی وغیرہ۔جن کتابوں کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کروایا گیا ہے ان کی فہرست بڑی لمبی ہے تفصیل بیان نہیں کی جا سکتی۔غرض قرآن کریم کے علوم اور معارف جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے تھے ضروری تھا کہ ان کو کثرت سے دنیا میں پھیلایا جاتا اور یہ کام ہو نہیں سکتا تھا جب تک کہ ان کے تراجم دوسری زبانوں میں نہ کرائے جاتے۔اوراس کام کو بڑی حد تک حضرت مصلح موعود نے پورا کیا۔اور بہت سا کام جو باقی ہے وہ انشاء اللہ اپنے وقت پر ہو جائے گا۔

پھر دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ بنی نوع انسان پر ظاہر کرنے کے لیے تمام دنیا میں مساجد کا ایک جال پھیلایا جانا ضروری تھا۔حضور نے اس کی طرف بھی خاص توجہ دی۔اوراللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک کئی ممالک میں مساجد تعمیر کروائی جا چکی ہیں۔

مساجد کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ مساجد دینی علوم سیکھنے کے لیے درس گاہوں کا کام دیتی ہیں اور تربیت کے لیے مساجد کا ہونا نہایت ضروری ہے۔اگر مسجد کو اخلاص نیک نیتی اور اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (التوبہ:۱۰۸) کے طور پر بنایا جائے۔تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔اگر ایک نمازی بھی نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس قسم کی مساجد کے لیے نمازی پیدا کر دیتا ہے۔غرض مساجد انسانی معاشرہ کے اندر بڑا ضروری کردار ادا کرتی ہیں۔حضرت مصلح موعود نے اس طرف خاص توجہ دی اور آپ کے مبارک عہد میں جو مساجد تعمیر ہوئیں ان کی فہرست درج ذیل ہے:

امریکہ	۳	انگلستان	۱	سوئٹزرلینڈ	۱
ہالینڈ	۱	فلسطین	۱	برما	۲
ماریشس	۶	انڈونیشیا	۷۰	غانا	۱۶۲
سیرالیون	۳۰	نائیجیریا	۲۰	یوگینڈا	۴

کینیا	۳	ٹانگانیکا	۲	جرمنی	۲
شمالی بورنیو	۳				
کل	۳۱۱				

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات پر مساجد زیرِتعمیر ہیں:

۱۔ہمالے (غانا) ۲۔مساکا (یوگنڈا) ۳۔ٹانگا (تنزانیہ) ۴۔گیمبیا (جس کے گورنر جنرل جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا تھا کہ ایک احمدی دوست مقرر ہوئے ہیں) ۵۔فری ٹاؤن (سیرالیون) ۶۔نائیجیریا میں اس وقت پانچ مساجد زیرِتعمیر ہیں ۷۔ڈنمارک میں احمدی بہنوں کی کوشش اور چندہ سے ایک مسجد بنانے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔اور اس کا انتظام کیا جارہا ہے۔پھر دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ اقوام عالم پر ظاہر کرنے کے لیے یہ بھی نہایت ضروری تھا کہ ایسے مخلصین کا ایک گروہ تیار کیا جائے جو نامساعد حالات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اکناف عالم میں پھیل جائیں اور ملک کے قریہ قریہ میں اسلام کی نورانی شمعیں فروزاں کرتے چلے جائیں۔حضور کی توجہ سے ۱۶۴/ایسے واقفین پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں مندرجہ ذیل ممالک میں اسلام کی اشاعت کا فریضہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

۱۔انگلستان ۲۔فرانس ۳۔سوئٹزرلینڈ ۴۔ہالینڈ ۵۔سپین ۶۔ڈنمارک ۷۔سویڈن ۸۔ہنگری ۹۔فجی ۱۰۔اٹلی ۱۱۔روس ۱۲۔جرمنی ۱۳۔انڈونیشیا ۱۴۔سنگاپور ۱۵۔ملائشیا ۱۶۔جزائرفجی ۱۷۔بورنیو ۱۸۔برما ۱۹۔ہانگ کانگ ۲۰۔ایران ۲۱۔جاپان ۲۲۔فلپائن ۲۳۔سیلون ۲۴۔شام ۲۵۔لبنان ۲۶۔عدن ۲۷۔دوبئ ۲۸۔فلسطین ۲۹۔اردن ۳۰۔مسقط ۳۱۔مصر ۳۲۔غانا ۳۳۔سیرالیون ۳۴۔ٹوگولینڈ ۳۵۔لائبیریا ۳۶۔آئیوری کوسٹ ۳۷۔نائیجیریا ۳۸۔گیمبیا ۳۹۔کینیا ۴۰۔یوگنڈا ۴۱۔تنزانیہ ۴۲۔ماریشس ۴۳۔برٹش گی آنا ۴۴۔ٹرینی ڈاڈ ۴۵۔ڈچ گی آنا ۴۶۔ارجنٹائن

گویا حضور نے اپنے عہد مبارک میں ۴۶ ملکوں میں اپنے مشن قائم کیے اور ان مشنوں نے جو کام کیا وہ اتنا زیادہ ہے کہ اسے مہینوں میں بھی بیان نہیں کیا جاسکتا۔غیر ممالک میں ہماری جماعتیں بڑی ہی مخلص ہیں۔ان کے ممبران نام کے احمدی یا

مسلمان نہیں۔ بلکہ وہ توحید باری پر پختگی سے قائم ،محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت میں سرشار ہیں۔ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا ہے انہیں سچی خوابیں آتی ہیں۔اور ہر رنگ میں وہ روحانی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔حضور کے وصال پر ان احباب کی طرف سے جو خطوط مجھے موصول ہوئے ہیں۔ان سے ان کے اخلاص کا علم ہوتا ہے۔ان خدا رسیدہ اور خدا کے جاں نثاروں میں سے ایک کا ایک خواب میں بطور نمونہ سناتا ہوں۔تا وہ دوستوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔وہ خدا رسیدہ اور دین اسلام کا شیدائی ایک حبشی تھا۔جس کا رنگ سیاہ اور ہونٹ لٹکے ہوئے تھے۔ دنیا کی مہذب قومیں اسے حقارت سے دیکھتی تھیں۔مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خدا تعالیٰ کی نظر کرم اس پر پڑی اور وہ اس سے ہم کلام ہوا۔ یہ ہیں ہمارے دوست امری عبیدی اور ان کا انتخاب میں نے اس لیے بھی کیا ہے کہ وہ کچھ عرصہ ہوا جوانی کی عمر میں فوت ہو گئے ہیں۔ یہ دوست احمدیت کے شیدائی اور فدائی تھے۔ربوہ میں کچھ عرصہ رہ کر گئے تھے۔وہ خواب بین انسان تھے انہیں بڑی واضح اور سچی خوابیں خدا تعالیٰ نے دکھائیں۔ایک دفعہ انہوں نے سنایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسٹر جولیس نیریرے کرسی پر بیٹھے ہیں مجھے دیکھ کر وہ کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی کرسی پر مجھے بٹھا دیا۔

کچھ عرصہ تک وہ اس خواب کی کوئی اور تعبیر سمجھتے رہے لیکن یہ خواب اس طرح پوری ہوئی کہ آزادی کے بعد جو لیجسلیٹو کونسل بنی۔اس کے افریقن ممبران کی ایک سوسائٹی تھی اور جولیس نیریرے جو ٹانگا نیکا افریقن نیشنل یونین کے پریذیڈنٹ ہونے کے باعث لیجسلیٹو کونسل کی افریقن پارٹی کے لیڈر تھے۔ اس سوسائٹی کے صدر تھے۔دوسرے سال جب اس سوسائٹی کا انتخاب ہوا۔تو مسٹر جولیس نیریرے کو دوبارہ صدر چن لیا گیا۔سوسائٹی کے اس اجلاس میں مسٹر جولیس نیریرے موجود نہیں تھے۔انہیں اطلاع بھجوائی گئی چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے شیخ امری عبیدی کو جو اس وقت لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بن چکے تھے کو بازو سے پکڑا

اور کرسی پر بٹھا دیا اور کہا یہ آپ کے چیئر مین ہیں۔ گویا خواب میں جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا خدا تعالیٰ نے اسے لفظ بلفظ پورا کر دیا۔ اور یہ اسلام اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا نتیجہ تھا۔ جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اسلام کے گرویدہ ہو رہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ خالی دلائل کے ساتھ یہ اخلاص پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے قوت قدسیہ کی ضرورت ہے اور اس کے لیے اس نور کی ضرورت تھی جو ربوہ میں بیٹھا تھا اور اس کی نورانی کرنیں ایک طرف افریقہ کے ممالک میں پہنچ رہی تھیں تو دوسری طرف یورپ اور امریکہ کے ممالک کو روشن کر رہی تھیں۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے جو کچھ کہا تھا وہ لفظ بلفظ پورا ہوا کہ:

''وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔''

''وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔'' 194

فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک اور اس پر والہانہ لبیک

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد کی تعمیل میں ۱۹ دسمبر کو جلسہ میں احباب کے سامنے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بے مثال کارناموں اور عظیم الشان اَن گنت احسانوں کی یادگار کے طور پر ۲۵ لاکھ روپے کا ایک فنڈ قائم کرنے اور اس کے لئے بڑھ چڑھ کر رقوم پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔ اس تحریک پر افراد اور جماعتوں نے جس طرح والہانہ لبیک کہا اس کا پتہ دو روز بعد چلا۔ جب مورخہ ۲۱ دسمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے اختتامی خطاب میں اس تحریک کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اِس فنڈ سے ''فضل عمر فاؤنڈیشن'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جائیگا۔ اور اس سے جو آمد پیدا ہوگی وہ غلبۂ دین کے اُن عظیم الشّان کاموں کی تکمیل پر خرچ ہوگی جنہیں حضرت فضل عمر نے جاری فرمایا نیز حضور نے تحدیثِ نعمت کے طور پر بھی اعلان فرمایا کہ اس تحریک کے پیش ہونے کے بعد ایک دن کے اندر اندر اللہ تعالیٰ کے فضل سے افراد اور جماعتوں کی طرف سے فوری طور پر پندرہ لاکھ روپے کے وعدے پیش کر دیئے گئے۔ 195

جس سے اُن بے پناہ جذباتِ عقیدت وفدائیت کا پتہ چلتا تھا۔جو حضرت مصلح موعود کی خدا نما شخصیت کے لئے مخلصین جماعت کے دلوں میں بحرِ زخّار کی طرح موجزن تھے۔

ایک عظیم الشان خوشخبری

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنی اختتامی تقریر میں اللہ تعالیٰ کے پیہم نازل ہونے والے فضلوں اوراس کے اَن گنت احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ خوشخبری سنائی کہ مغربی افریقہ کے مُلک گیمبیا، جو اسی سال آزاد ہوا ہے، کے قائمقام گورنر جنرل کی تقرری کے لئے چار نام پیش ہوئے تھے ان چار ناموں میں سے جناب الحاج ایف۔ ایم سنگھیٹے (سنگھاٹے) کا بطور قائمقام گورنر جنرل تقرر منظور ہوا ہے۔جو وہاں کے مشہور قومی لیڈر ہونے کے علاوہ نہایت مخلص احمدی ہیں۔اور جماعت احمدیہ گیمبیا کے پریذیڈنٹ ہیں۔یہ خوشخبری سُنکر احباب پر ایسی اہتزاز کی کیفیت طاری ہوئی کہ فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھے۔وہ خلافتِ ثالثہ کے نئے مبارک دور کے خوشکن آغاز اوراس میں ملنے والی اس مسرّت انگیز خبر پر ایک دفعہ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجداتِ شکر بجا لائے۔اورانہوں نے جذباتِ تشکّر سے لبریز ہوکر اللہ اکبر، احمدیت زندہ باد، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث زندہ باد کے پُر جوش وفلک شگاف نعرے عجیب والہانہ انداز میں بلند کئے۔جس سے ربوہ کی ساری فضا ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی تحمید وتمجید سے گونج اُٹھی۔پھر ایک اورمسرت انگیز خبر جو احباب کے لئے اور بھی ازدیادِ ایمان وایقان کا موجب ہوئی، یہ تھی کہ خلافتِ ثالثہ کے قیام کے بعد سے جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء تک کے مختصر سے عرصہ میں بیرونی ملکوں سے پچاس افراد کے قبولِ احمدیت کی اطلاع موصول ہوئی۔یہ خوشخبریاں غلبۂ دین کے متعلق اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان کو پختہ سے پختہ تر کرنے اورخدمت دین کے عزائم اورحوصلوں کو بلند سے بلند تر کرنے کا موجب بنیں۔ 196

احمدی خواتین کا جلسہ سالانہ

احمدی خواتین کا جلسہ سالانہ مورخہ ۱۹ دسمبر کو شروع ہوکر دعاؤں اور ذکر الٰہی کے روح پرور ماحول میں تین روز تک جاری رہ کر مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۵ء کو نہایت کامیابی اور خیر وخوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔اس جلسہ میں صدارت کے فرائض مختلف اوقات میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ اور محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری شاہنواز صاحب نے انجام دیئے۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا رُوح پَرور افتتاحی خطاب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لختِ جگر حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے احمدی خواتین کے جلسہ سالانہ پر حسب ذیل افتتاحی خطاب فرمایا۔

”اَعوذ باِللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ جلسہ پہلا جلسہ ہے جس میں آپ سب بہنیں اپنے محبوب خلیفہ مصلح موعود کی جُدائی کے بعد شامل ہو رہی ہیں۔ گو وہ ایک عرصہ سے خود تشریف لا کر بظاہر شرکت جلسہ نہیں فرماتے تھے مگر ان کی برکات ان کی دُعائیں ہر لحہ آپ کے شاملِ حال ہوتی تھیں اور انکے وجود کا اس دُنیا میں اور اس شہر میں موجود ہونا ہی بڑی خوشی اور تسکین کا موجب ہوتا تھا۔ اِس وقت ہم سب کے دل آپ کی فرقت کو بیشک بہت دُکھ سے محسوس کر رہے ہیں اور قدرتاً غمگین ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے احسان وکرم کو دیکھ کر اور اس پہلو کو سوچ کر خوشی بھی اِس غم میں شامل ہے اور ہونی چاہیئے کہ اس نے کیسا فضل فرمایا ہے کہ بغیر کسی اختلاف و شقاق کے خلافت کا قیام فرمایا اور ہم سب کو ایک ہاتھ پر جمع فرما دیا۔ شماتتِ اعداء سے جماعت کو بچا لیا اور قدرتِ ثانیہ کے سلسلہ کو تیسری بار پھر بہت بابرکت بنا کر اپنی نصرت سے جاری فرما کر ہمارے زخمی دلوں پر رحمت کا ہاتھ رکھ کر سکون بخشا۔ اس احسان کو یاد رکھیں اور دُعاؤں میں مشغول رہیں کہ خدا تعالیٰ تمام جماعت کو نیکی اور تقویٰ میں ترقی بخشے ہمارے دلوں اور گھروں میں نیکی تقویٰ اور ایمانِ کامل کے بیج بودے اور بدیوں، ناپاکیوں، بداخلاقیوں سے پاک فرمائے ہم ایسے نیک نمونے احمدیت کے بنیں کہ ہم میں سے ہر ایک کو جس مقام پر بھی ہوں دیکھ کر ہی لوگ احمدیت کی طرف مائل ہوتے جائیں۔ تبلیغ محض اتنا اثر نہیں کر سکتی جب تک نمونہ اعلیٰ اخلاق اور اعمال صالح کا دُنیا کو نظر نہ آجائے۔ پس نیکیوں میں اخلاقِ حسنہ میں ترقی کریں۔ کوشش اصلاحِ نفس اور دُعا سے نُصرت طلب کرنے کے ساتھ کہ وہ آپ کو ایسا ہی نمونہ بنا دے کہ جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمنّا اور اس ابھی تازہ رخصت ہونے والے آپ کے پیارے خلیفہ کی خواہش اور تڑپ تھی۔ اور ان ارواحِ پاک کو بشارتیں ہی اللہ تعالیٰ پہنچاتا رہے۔

آپ سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے محبت کرنیوالوں کیلئے یہ قیامِ خلافت دوہرا احسانِ الٰہی ہے۔ایک تو خلافت کا احسن طریق سے قیام پھر یہ کہ وہ شخص آپ کو دیا جو آپ کے محبوب خلیفہ کا لختِ جگر ہے گویا اسی کا وجود دوسری صورت میں آپ کو دوبارہ بخش دیا گیا یہ بالکل درست ہے کہ جو بھی خلیفہ منتخب ہوتا سب کے سر اسی طرح جھکتے ہم سب کے دل اسی طرح شرح صدر سے اس کو قبول کرتے مگر یہ کیسا احسان مزید ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص موعود بیٹے کو جب اس نے واپس بُلایا تو اسکے چاہنے والوں کیلئے اسکی نشانی آپ کا موعود پوتا جس کی خاص بشارت آپکو حق تعالیٰ نے دی تھی آپ کے لئے کھڑا کر دیا کہ لو یہ تمہارے پیارے کا پیارا اسی مبارک وجود کا حصّہ اسی کا لختِ دل تمہارے دلوں کی تسکین تمہاری رہنمائی اور احمدیت کی خدمت کے لئے تم کو دیا جاتا ہے پس ہمیں اس پہلو سے بھی بیحد شُکر یہ درگاہِ الٰہی میں زبان سے بھی اور عمل سے بھی ہر وقت بڑھ چڑھ کر ادا کرنا چاہیئے تا کہ شکر گزار بندے بنیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت اور اُس کے فضل کے ہر قدم پر ہر کام میں ان کے ساتھ رہنے کے لئے بھی دُعائیں کرنا ہمیشہ فرض جانیں۔یہ دُعائیں شُکرِ نعمت ہو کر خود آپ سب کے لئے بھی افضالِ الٰہی کی جاذب بنیں گی۔دُعا وہ تخم ہے جس کو بونے والا کبھی گھاٹے میں نہیں رہتا۔یہ وہ پودا ہے جو کبھی بے ثمر نہیں ہوتا۔خدا تعالیٰ آپ کے اس سفر کو جو محض للہ آپ نے اختیار کیا ہے آپ کے لئے مبارک کردے اور آپ یہاں سے فیض یاب ہو کر جائیں آپ کے دل نورِ ایمان سے پیشتر سے بڑھ کر منوّر رہوں۔خیر سے رہیں خیر کی واپسی ہو اور خیر سے پھر خدا آپ سب کو ملائے۔آمین۔'' 197

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا اختتامی خطاب

۲۱ دسمبر کو احمدی خواتین کے جلسہ سالانہ کے آخری اجلاس میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا اختتامی خطاب ایک خاص شان کا حامل تھا۔جس کا مکمل متن سپردِ قرطاس کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ابھی کل کی بات ہے کہ یہاں ہر فرد کی زبان پر یہی ذکر تھا کہ ''جلسہ قریب ہے'' ''جلسہ آ رہا ہے'' خدامِ دین اور تمام کارکن آپ کی آمد کے متعلق انتظاموں میں مشغول تھے۔آخر وہ دن آ پہنچا اور یہ مبارک اجتماع جس کی بُنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی تھی اس کے لئے

روحانی غذاؤں کا افتتاح ہوا۔تین روز آنکھ جھپکتے میں گزر گئے اور آج اختتام بھی ہو گیا۔رخصت کی گھڑی آ گئی اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور پھر جماعت کو روحانی وجسمانی ہر قسم کی ترقیوں کے ساتھ مرکز میں آنا زیادہ سے زیادہ تعداد میں نصیب ہو۔ ہر سال یہ مجمع بڑھتا چلا جائے۔آپ کے خادم میزبان بھی صحت اور سلامتی سے اسی طرح اخلاص اور صدق وخلوص سے ہمیشہ اس خدمت کے لئے کمر بستہ رہیں اور آپ بھی ان مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس کے لئے یہ سالانہ ملاقات خصوصی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقرر فرمائی تھی ایمان واخلاص کی دولت پیشتر سے بڑھ کر اپنے دلوں میں لے کر آئیں اور برکاتِ مزید حاصل کر کے روحانی خزانوں سے اپنی جھولیاں بھر بھر کر لے جائیں۔آپ کے دامن ان خزائن کو سمیٹنے کے لئے وسیع تر ہوتے جائیں اور ان کی حفاظت کی خدا تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرماتا رہے۔آمین۔آپ میری بہنیں اپنی ذمّہ داری کو سمجھیں۔غور کریں کہ آپ کو دینی پہلو سے بھی کتنی اہمیّت حاصل ہے اور پھر اپنے آپ کو اس قابل بنانے میں کوشاں رہیں کہ جو فرض خدا تعالیٰ نے آپ کے کاندھوں پر ڈالا ہے وہ بخوبی ادا ہو۔آپ آنے والی نسلوں کی مائیں ہیں۔آپ احمدیت کی عمارت کی بنیادیں ہیں۔آپ خود سوچ سکتی ہیں کہ اگر خدانخواستہ بنیاد کھوکھلی ہو تو عمارت کا کیا بنے گا؟ پس اپنے گھروں کا ماحول دینی بنائیں۔اپنی اولاد کی نیک تربیت کریں ان میں روحانیت پیدا کریں۔دعاؤں سے مولا کریم سے نصرت چاہتے ہوئے اپنی تمام طاقت اور کوشش اس امر کے لئے صرف کریں کہ آپ کے بچے خدائے واحد کے پرستار توحید کو مضبوطی سے پکڑنے والے اسلام واحمدیت کے شیدائی ہوں فدائی ہوں۔سچے مخلص خدامِ دین بنیں۔اگر آپ نے نیک اولاد اور نسل چھوڑی تو آپ اپنے مولا کے حضور میں سرخرو ہو کر حاضر ہوں گی ورنہ بصورتِ دیگر خدا نہ کرے کہ ایسا ہو لیکن خوف سے لرزتے ہوئے دل کیساتھ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ بدراہ اولاد بھی خود حشر میں آپ کی دامنگیر ہو گی کہ اے ماں تُو نے ہم کو تباہ کر دیا۔علاوہ دیگر نتائج کے۔**اللّٰھم احفظنا**۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو نیک توفیق اور نیکی میں استقلال بخشے اور آپ سب میں حقیقی احمدیت کا نُور چمکتا اور جھلکتا نظر آئے اور ہم آپ سب کبھی اس فہرست میں نہ آئیں جن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑے تہدیدی الفاظ میں ’’فتح اسلام‘‘ میں فرماتے ہیں کہ ’’بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کو میرا خداوند جو میرا متولّی ہے مجھ سے کاٹ کر جلنے والی لکڑیوں میں پھینک دے گا‘‘۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور ہمیں اپنا ہی بنا لے۔آمین۔ذکرِ الٰہی میں مشغول رہ کر اس

کے احسانوں کو یاد کر کے دُعا سے اس کی محبت کی بھیک اسی سے مانگ کر اس کی محبت کو دلوں میں پیدا کریں اس کے عشق کی آگ سے زہریلے شیطانی درخت کی جڑیں تک جلا کر پھینک دیں تا کہ روح اور دل پاک ہو کر اس کی نذر کرنے کے بکلّی قابل ہو جائیں اس آئینہ حق نما نورِ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت۔آپ کے بروز مہدی آخر الزمان مسیحِ دوراں کی محبت۔پھر ان کی عطا کردہ روشنی تمام عالم میں پھیلانے والے خلفاء کی محبت آپ کے دلوں میں رچ جانی چاہیئے اور تمام احکامِ شریعت حقّہ پر عاشقانہ رنگ میں عمل پیرا ہوں نہ کہ محض گلے پڑا ڈھول سمجھیں۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت۔پھر اس نورانی چہرے کو دوبارہ دکھانے والے ثریّا سے پھر ایمان لانے والے محسن مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ہی آپ کا اصل مقصود یعنی آپ کے خالق و مالک ذاتِ باری تک پہنچا سکتی ہے۔اسی نے یہ نور اپنا پیام دے کر آپ کی رہنمائی کے لئے دُنیا میں بھیجے۔اس نے اپنی رحمت سے یہ روشنی کے مینار آسمان سے زمین پر اُتارے کہ آپ راہِ ہدایت پائیں اور اس زینہ سے بامِ مرادِ وصل پر پہنچ سکیں۔

غیر احمدی بھی اس بات کے قائل ہیں اور اکثر اس کا اظہار کرتے بھی سُنے گئے ہیں کہ ''احمدی دعا بہت کرتے ہیں۔'' یہ بفضلہٖ تعالیٰ درست ہے مگر ہم کو اور بھی زیادہ دعاؤں پر زور دینا چاہیئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعاؤں کے مُعجزات آپ کے سامنے پیش کئے اور اپنی تعلیم میں دعا پر بے حد زور دیا ہے اور دُعا کی بہت تلقین کی ہے۔بار بار اور تکرار سے کثرت سے اس نعمتِ الٰہی سے مستفیض ہونے کی جانب جماعت کو توجہ دلائی ہے۔پس ہماری تو غذا بھی دُعا اور ہمارا عصا بھی دعا ہی ہونا چاہیئے۔

درود ہماری سب دعاؤں کی سردار دُعا ہے۔یہ وہ کلید ہے جس سے درِ اجابت وا ہو گا۔کیونکہ جب ہم خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب بندے اس کے پیارے اپنے محسن نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجیں گے۔ہمارے صلوٰۃ وسلام ان کے لئے آسمان پر ہماری جانب سے ہدیۂ محبت بن کر پہنچیں گے تو ہم پر بھی آسمان سے سلامتی کیسے نہ اُترے گی؟ ہمیشہ کثرت سے درود پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دُعائیں کریں اور اِس وقت بھی سب دُعا کریں جس کے بعد یہ مجلس اِس سال کیلئے برخاست ہو گی اور آئندہ کے لئے ہم خُدائے کریم سے خیر کے امیدوار اور طلب گار رہیں۔

اب آپ دُعا کریں پہلے تو اُس آپ سے رخصت ہو کر اپنے مولا کے حضور پہنچنے والے پیارے خلیفہ کے درجات کے بلند سے بلند تر ہونے کے لئے اس جلسہ میں خصوصاً یہ دُعا کرنا ضروری ہے کیونکہ اس وقت آپ کے دل دردمند ہیں۔دُعائے دردِ دل بہت اثر رکھتی ہے۔اور ایک خاص عرض

میری جانب سے ہے کہ یہ بھی دُعا کریں کہ جیسے ہم پانچوں بہن بھائی ایک سایہ میں پلے، ایک گود میں پرورش پائی اور کافی عرصہ تک ایک کمرے میں فرشتوں کے پہرے میں حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آرام کرتے تھے اسی طرح ہمارا خدا ہمیں اپنی آغوشِ رحمت میں بے حساب مغفرت فرما کر ہمارے آقا کے قدموں میں ہمارے والدین کے پاس پھر اکٹھا کر دے۔ اِس وقت وہ وقت وہ زمانہ میری نظروں میں پھر رہا ہے جب گویا ہر دم نور ہی نور برستا رہتا تھا۔ ایک رحمتوں بھرا سکون دلوں کو حاصل تھا۔ صبح وشام تازہ الہام اور بشارتیں کانوں میں پڑتیں اور مسرت بخش غذائے روحانی بن جاتیں۔ وہ روز وشب جنہوں نے دیکھے گردشِ لیل ونہار کبھی ان کو ان کے دلوں سے بھلا دینے پر قادر نہ ہو سکی۔

پھر دُعا کریں اپنے موجودہ خلیفۃ المسیح الثالث کے لئے کہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل اور نصرت ان کے ہر قدم پر ہر کام میں شاملِ حال رہے۔ ان کے دل وجان ودماغ زبان وقلم کو اپنی جناب سے آسمانی نُور اور برکات عطا فرمائے۔ خدماتِ دین کی توفیق بیش از پیش عطا ہو۔ صحت والی لمبی عمر کے ساتھ ان کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ برکتیں دے۔ ان کا عہد مُبارک کر دے۔ ان پر ان کے ربّ کا سایۂ رحمت رہے اور وہ کریم ورحیم خدا ان کو جماعت کے لئے رحمت کا سایہ بنا دے۔ ان کو دُعاؤں کی توفیق دے اور ان کی دُعاؤں کو خاص طور پر شرفِ قبولیت بخشتا رہے۔ وہ اپنے مصلح موعود محترم باپ کے نقشِ قدم پر چلنے والے بن کر ان کی زندہ تصویر بن جائیں اور تمام عالم کے لئے خداوند کریم کا ایک اعلیٰ انعام ثابت ہوں۔ آمین۔ نیز احمدیت کی ترقی کے لئے خصوصیّت سے جماعت کی روحانی ترقیوں کے لئے دنیا کے ہر گوشہ بلکہ چپّہ چپّہ پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور توحید کے پرچم کے بلند ہونے کے لئے دعائیں کریں۔ ساتھ ہی مبلّغین کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ صحتِ جسمانی وروحانی اور صدق وثابت قدمی کے ساتھ ان کو خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے کاموں کے بابرکت نتائج پیدا ہوں۔

اپنے لئے اپنی اولادوں اپنی نسلوں کے لئے دُعا دینی ودُنیوی روحانی وجسمانی ہر خیر کی کریں۔ اسی طرح اِس جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے اور جو نہیں آسکے ان کے لئے۔ درویشوں اور ہندوستان کے تمام احمدیوں کے لئے اور دور ونزدیک کے تمام احمدی بہن بھائیوں کے لئے دُعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور ہر خیر بخشے۔ مُرادیں برآئیں۔ تمام تکالیف

پریشانیاں ہر قسم کی دُور ہوں۔ نیکی تقویٰ تعلق باللہ ہمیشہ کے لئے عطا ہو کبھی زوال نہ آئے۔ انجام بخیر ہوں۔ نیک نسلیں چلیں جو ذکرِ خیر اور بلندیٔ درجات کی مغفرت کا موجب بنیں۔

نیز یہ دعا ہرگز نہ بھُولیں کہ فتح و نصرت عزّت و وقار کے ساتھ قادیان کی واپسی خدا تعالیٰ دکھائے اور وہ دن آئے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی امانتوں کو سب اہلِ خاندان (خاندان حضرت مسیح موعود) اور اہل جماعت آپ کے جسدِ مبارک کی آرام گاہ کے قریب لٹا کر اپنے فرض سے عُہدہ برآ ہو کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔ آمین۔ 198

جناب ثاقبؔ صاحب کا پُرسوز اور رقّت انگیز کلام

۲۰ دسمبر کے دوسرے اجلاس کے آغاز میں جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کرسیٔ صدارت پر رونق افروز تھے۔ شاعرِ احمدیت جناب ثاقبؔ زیروی صاحب کے تازہ کلام نے پورے مجمع کو تڑپا دیا۔

ثاقبؔ زیروی صاحب نے اپنی تازہ نظم ''پیمانِ شاعر۔ بہ روحِ مصلح موعود'' نہایت پُردرد لہجہ میں خوش الحانی سے پڑھ کر سُنائی۔ اِس نظم میں مکرم ثاقبؔ صاحب نے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال پُرغم و اندوہ سے مملو دلی جذبات کا اظہار کرنے کے علاوہ خلافتِ ثالثہ کے قیام اور شدید خوف کے بعد آسمانی سکینت کے نزول کے پُرکیف منظر کا وجد آفرین نقشہ عجب دلکش انداز میں پیش کیا تھا۔ آپ کی اِس نظم نے پہلے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے وصال کے ذکر پر احباب کے مجروح دلوں کے زخموں کو تازہ کر کے ان پر درد و کرب، سوز و گداز اور رقّت کا عالم طاری کر دیا اور پھر خلافتِ ثالثہ کے قیام پر آسمانی سکینت کے نزول کے ذکر پر احباب کو جذباتِ تشکر سے لبریز کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز کرا دیا۔ جب آپ نے حضرت المصلح الموعود کے وصال کا ذکر کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

اب نگاہیں تجھے ڈھونڈیں بھی تو کِس جا پائیں
جانے کب پائے سکوں پھر دلِ ویراں پیارے

کون افلاک پہ لے جائے یہ رودادِ الم
تیرا متوالا ابھی تک ہے پریشاں پیارے

تو احباب کا غم تازہ ہو گیا اور ہر طرف سے ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ عجب پُردرد منظر تھا۔ احباب جان و دل سے اپنے عزیز آقا سیّدنا حضرت المصلح الموعود کے حسن و احسان

کو یاد کر کے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں تھا اور احباب اپنے جذبات پر قابو پانے اور قلوب مضطر کو سنبھالنے کی کوشش میں دبی دبی آوازوں میں سسکیاں بھر رہے تھے اور دل ہی دل میں حضور کی بلندی درجات کے لئے دعائیں کرنے میں مصروف تھے۔

اس کے بعد ثاقب صاحب خلافتِ ثالثہ کے قیام کی طرف آئے اور آپ نے یکے بعد دیگرے حسبِ ذیل اشعار پڑھے

شکرِ ایزد تری آغوش کا پالا آیا
اپنے دامن میں لئے دولتِ عرفاں پیارے

جس کی ہر ایک ادا نافلۃً لک کی دلیل
جس کی ہر ایک نوا درد کا عنواں پیارے

دیکھ کر اس کو لگی دل کی بجھا لیتا ہوں
آنے والے پہ نہ کیوں جان ہو قرباں پیارے

اِس پرغم واندوہ میں ڈوبے ہوئے ہزاروں ہزار احباب کے چہروں پر یکدم امید اور مسرّت کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ خدائے حیّ و قیوم اور رحمٰن ورحیم کے احسانوں کو یاد کر کے جُھوم اُٹھے ایک ایک شعر پر مرحبا اور جزاک اللہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ احباب پر ایسا وارفتگی کا عالم طاری ہوا کہ ساری فضا دیکھتے ہی دیکھتے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث زندہ باد، اسلام زندہ باد، احمدیت زندہ باد کے پُر جوش نعروں سے گونج اُٹھی اُس وقت چند لمحوں کے اندر اندر احباب پر غم اور خوشی کے باہمی امتزاج کی ایک ایسی ناقابل بیان کیفیت وارد ہوئی جسکی یاد کبھی فراموش نہیں ہوسکتی۔ 199

علمِ انعامی کا اعزاز

۱۹۶۵ء میں علمِ انعامی حاصل کرنے کا اعزاز گذشتہ سال کی طرح مجلسِ خدام الاحمدیہ ربوہ کو حاصل ہوا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۰ دسمبر کے اجلاس دوم کے آغاز میں چوہدری عبدالعزیز صاحب ڈوگر مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کو اپنے دستِ مبارک سے عطا فرمایا۔ اور بارک اللہ لکم کی دعا سے بھی نوازا۔ اطفال کا علمِ انعامی ہر سال خدام الاحمدیہ کے مرکزی اجتماع کے موقع پر دیا جاتا تھا۔ مگر اس سال ہنگامی حالات کی وجہ سے اجتماع منعقد نہ ہوسکا۔ اس لئے حضور

نے اس موقع پر یہ علَم اوّل رہنے والی مجلس یعنی مجلس احمد نگر کے قائد محمد اسلم صاحب کو مرحمت فرمایا۔[200]

ریڈیو اور قومی پریس میں جلسے کا ذکر

یہ پہلا جلسہ سالانہ تھا جس کے موقع پر ریڈیو اور ٹیلی وژن کے نمائندوں نے لاہور سے ربوہ آکر جلسہ سالانہ کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی۔اور مختلف مناظر کی تصاویر اتاریں۔چنانچہ ریڈیو پاکستان کی قومی خبروں کے بلیٹن میں جلسہ کے افتتاحی اجلاس اور بالخصوص سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی افتتاحی تقریر کی خبر نشر ہوئی۔نیز قومی پریس میں بھی جلسہ کی کارروائی کی خبریں جلسہ کے ایام میں مع تصاویر شائع ہوتی رہیں۔[201]

بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے احباب

اس بابرکت اور تاریخی جلسہ سالانہ پر بہت سے احباب بیرون ملک سے بھی تشریف لائے تھے جن میں معروف اصحاب درج ذیل ہیں:۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت ہیگ،عبدالستار صاحب سوکیہ۔جنرل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس مع اہلیہ وصاحبزادی صاحبہ،محمد واسوا کزیٹو (یوگنڈا)،چوہدری مختار احمد صاحب ایاز (یوگنڈا)،اللہ دتہ صاحب گنائی (یوگنڈا)،حاجی عبدالحمید صاحب (نیروبی)۔[202]

دعاؤں اور ذکرِ الٰہی کا رُوح پَرور ماحول

جلسہ میں شمولیت اختیار کرنے والے مخلص احباب نے تقاریر جلسہ سے استفادہ کرنے کے علاوہ حتی الوسع اپنے اوقات ذکرِ الٰہی کے ماحول میں گذارے اور راتیں عبادات اور ذکرِ الٰہی میں بسر کیں۔ جلسہ کے مبارک ایام کے دوران مسجد مبارک میں باقاعدگی کے ساتھ نمازِ تہجدّ باجماعت ادا کی جاتی رہی۔جو حافظ قاری محمد عاشق صاحب نے پڑھائی۔

احباب علی الصبح چار بجے سے ہی مسجد میں پہنچنے شروع ہو جاتے یہاں تک کہ ساڑھے چار بجے تک مسجد اور اس کا صحن ہی نہیں بلکہ بیرونی احاطہ بھی نمازیوں سے پُر ہو جاتا۔بہت سے احباب مسجد کے اندر جگہ نہ ملنے کے باعث شدید سردی کے باوجود کھلے میدان کی ٹھنڈی زمین پر ہی کمال محویت کے عالم میں نماز ادا کرتے۔نماز کے دوران نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دنیا بھر میں غلبۂ اسلام پاکستان کی سالمیت واستحکام کامیابی وکامرانی نیز کشمیر کی آزادی کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔نماز تہجد

کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی جاتی اور پھر محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس قرآن مجید کا درس دیتے۔

قرآنی علوم و معارف سے مستفیض ہونے کے بعد احباب بکثرت بہشتی مقبرہ جا کر حضرت اماں جان، سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے مزاراتِ مقدسہ اور دیگر وفات یافتہ بزرگوں کے مزاروں پر جا کر دعا کرتے۔

وہاں دعا کرنے والوں کا ایک تانتا بندھا رہتا۔ بالخصوص حضرت اماں جان اور سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مزاراتِ مقدسہ پر تو دعا کرنے والوں کا اتنا ہجوم ہوجاتا کہ بعض احباب کو ان تک رسائی کے لئے ان مزارات مقدسہ کے گرد چاردیواری کے باہر انتظار کرنا پڑتا۔ جلسہ کے ایّام میں ان مزارات پر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور اس کثرت سے دعائیں کی گئیں کہ وہاں کی فضا بھی ہمہ وقت درود و سلام اور تحمید و تمجید سے معمور رہی۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مزارِ پُر انوار پر تو دعا کرتے وقت بعض احباب شدّتِ جذبات کی وجہ سے بچوں کی طرح روتے اور بلکتے ہوئے بھی دیکھے گئے۔

بہشتی مقبرہ میں مزاراتِ مقدسہ پر دعا سے فارغ ہونے کے بعد احباب بعجلت کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر جوق در جوق جلسہ گاہ میں پہنچ کر وہاں سارا دن اہم علمی اور دینی موضوعات پر علماء سلسلہ کی تقاریر سننے میں مصروف رہتے۔ اِس طرح اِن ایّام میں ان کے شب و روز عبادات دعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں ہی بسر ہوتے رہے۔ چنانچہ اس کثرت سے ذکر الٰہی بلند ہوا کہ تین دن اور تین رات تک ربوہ اور اس کا ماحول محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کے اذکارِ مقدس سے گونجتا رہا۔[203]

انتظامات پر طائرانہ نظر

جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء کا رنگ ڈھنگ ہی بالکل نرالہ تھا۔ اس کے جملہ انتظامات ایک نئے جوش و خروش کے آئینہ دار تھے۔ اور ان میں سلیقہ شعاری، نفاست، خدمت اور فرض شناسی کی ایک مثالی روح کارفرما نظر آتی تھی۔

جلسہ سالانہ کی اصل کارروائی، تقاریر اور جلسہ گاہ کے جملہ انتظامات مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد کے سپرد تھے اور استقبال اور قیام و طعام اور دیگر جملہ ضروریات کو پورا کرنے کی اہم ذمہ داریاں افسر جلسہ سالانہ سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کے فرائض میں شامل تھیں۔ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی، صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، چوہدری ظہور احمد

صاحب باجوہ، پروفیسر محمد ابراہیم صاحب ناصر اور صوفی بشارت الرحمٰن صاحب آپ کے نائبین تھے۔
جلسہ سالانہ کی قدیم روایات کے مطابق جلسہ کا کام مختلف شعبوں میں منقسم تھا۔جس کے لیے الگ الگ ناظم مقرر تھے۔جس کی تفصیل یہ ہے۔

ناظم سپلائی (پروفیسر حمید اللہ صاحب) ناظم سٹور (پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب) ناظم طبی امداد (صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب) ناظم انسپکشن (میاں عبدالرحیم احمد صاحب) ناظم مکانات (پروفیسر حبیب اللہ صاحب) ناظم معلومات (محمد ارشد صاحب ایم ایس سی) ناظم استقبال والوداع (مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب) ناظم حاضری معاونین (پروفیسر نصیر احمد خان صاحب) منتظم صفائی (مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیؔر) منتظم تعمیرات (خواجہ عبیداللہ صاحب) منتظم لکڑی (مولوی سلطان محمود صاحب انوؔر مربی سلسلہ) منتظم بازار (عبدالرزاق صاحب جامعہ احمدیہ) منتظم روشنی (محمد احمد صاحب انور حیدرآبادی) ناظم پرچی خوراک (صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب) ناظم مہمان نوازی حلقہ دارالصدر و دارالرحمت (سید مسعود احمد صاحب) ناظم مہمان نوازی حلقہ دارالعلوم (صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب)

مرکزی شعبہ جات کے لئے کھانا تیار کرنے کے لئے حسب معمول تین لنگر جاری کئے گئے۔ علاوہ ازیں بیمار اور عمر رسیدہ احباب کے لئے پرہیزی کھانا تیار کرنے کے لئے پہلی بار نیا لنگر بھی جاری کیا گیا۔ اِن لنگروں میں ناظم کے فرائض حسب ذیل حضرات نے ادا فرمائے۔

ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل (نظامت دارالصدر لنگر خانہ نمبر۱) (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (نظامت دارالعلوم لنگر نمبر۳) قریشی مقبول احمد صاحب (ناظم انتظام پرہیزی)

افسر رابطہ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب مقرر تھے۔ جلسہ سالانہ کے مرکزی دفاتر، دفتر وقفِ جدید کے عقب میں دفاتر انصاراللہ سے متصل میدان میں قائم کئے گئے تھے (یہاں اب جلسہ سالانہ کی نئی خوبصورت بلڈنگ تعمیر ہو چکی ہے)۔ 204

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے قیام کا وسیع پیمانے پر ضلع وار انتظام تھا۔ دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، جامعہ نصرت اور نصرت گرلز ہائی سکول کی عمارات مستورات کی قیام گاہیں تھیں۔ اور مرد جامعہ احمدیہ، ہوسٹل جامعہ احمدیہ، تعلیم الاسلام ہائی سکول معہ بورڈنگ ہاؤس نیز تعلیم الاسلام کالج اور فضل عمر ہوسٹل میں قیام فرما تھے۔ 205

دنیا کی چالیس زبانوں میں تقاریر

۱۹دسمبر کی شب کو(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیرِ صدارت دنیا کی چالیس زبانوں میں تقاریر ہوئیں اجلاس کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا جو مکرم عبدالغنی صاحب کریم انڈونیشین نے کی بعدۂ دنیا کی چالیس زبانوں میں تقاریر ہوئیں۔ان میں اردو، بنگالی اور پشتو کے علاوہ بھارت کی زبانوں میں سے ہندی، گورمکھی اور سنسکرت، یورپ کی زبانوں میں سے انگریزی، جرمن، ڈچ، فرانسیسی اور اطالوی، مشرق وسطیٰ کی زبانوں میں سے عربی اور فارسی، مشرقی افریقہ کی زبانوں میں سے سواحیلی اور لوگنڈی، مغربی افریقہ کی زبانوں میں سے فینٹی، اشانٹی چوئی، جنوب مشرقی ایشیا کی زبانوں میں سے انڈونیشین اور ملائی نیز چینی، ماریشس کی زبان کریول، جزائر فجی کی زبان فجی اور بعض دوسرے ممالک کی زبانیں شامل تھیں۔ان تقاریر میں بیرونی ممالک سے تشریف لائے ہوئے احباب کے علاوہ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے والے غیر ملکی طلبہ اور مبلغینِ اسلام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ان تقاریر کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک پُر معارف تقریر کا حسب ذیل اقتباس منتخب کیا گیا تھا:

> ’’میں خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا۔اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا اور ہر شخص جو میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا.... خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف کتنی بھی گالیاں دیں، مجھے کتنا بھی برا سمجھیں بہر حال دنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے، آج نہیں آج سے چالیس پچاس بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کچھ کہا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔میں بے شک اُس وقت موجود نہیں ہوں گا مگر جب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مورخ اِس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ اُس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے۔ اگر وہ میرے نام کو اُس تاریخ میں سے کاٹ ڈالے گا تو احمدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ کٹ جائے گا۔ایک بہت بڑا خلا واقع ہو جائے گا جس کو پُر کرنے والا کوئی نہیں

ملے گا‘‘ ۔[206]

مقررین نے حضور کی تقریر کے اِقتباس کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ سنایا۔جن غیر ملکی اصحاب اور غیر ملکی طلبہ نے اس پروگرام میں حصہ لیا ان کے اسماء یہ ہیں۔

ماریشس کے عبدالستار سوکیہ اور جناب احمد شمشیر سوکیہ، گھانا مغربی افریقہ کے جناب یوسف یاسن، جناب عبدالمالک اور جناب عبدالواحد، یوگنڈا مشرقی افریقہ کے جناب احمد واسوا کزیٹو انڈونیشیا کے جناب حسن بصری، جناب سفنی ظفر، اور جناب عبدالکریم غنی چین کے جناب محمد عثمان اور جزائر فجی کے جناب عبدالرؤف۔

یہ اجلاس اس حقیقت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی یہ بشارت کہ:

’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘

بڑی شان سے پوری ہوئی ہے اور اشاعت اسلام کے نظام کے وسیع سے وسیع تر ہونے کے ساتھ روز بروز پوری ہوتی چلی جارہی ہے چنانچہ اس میں شمولیت احباب کے لئے بہت ازدیاد ایمان کا موجب ہوئی اور انہوں نے بہت ذوق وشوق اور گہری دلچسپی کے ساتھ اس کی کارروائی کو سُن کر اپنے ایمانوں کو تازہ کیا۔آخر میں تحریک جدید کی اہمیت سے متعلق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک پر معارف تقریر کا ریکارڈ بھی سنایا گیا۔حضور کی تقریر خود حضور ہی کی آواز میں سُن کر احباب پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔انہوں نے یہ تقریر محبت وحقیقت کے بے پناہ جذبات سے سرشار ہوکر کمال محویت کے عالم میں سُنی جو ان کے لئے بہت ازدیادِ ایمان اور ازدیادِ علم وعرفان کا موجب ہوئی۔[207]

بزرگانِ سلسلہ اور فاضل علماء کی حقیقت افروز تقاریر

سلسلہ احمدیہ کے جن بزرگوں اور فاضل علماء نے اس موقع پر جلسہ سے خطاب فرمایا۔اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱۹دسمبر) حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری (تحریری پیغام۔آپ کا پیغام مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھ کر سنایا)، مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام)، شیخ محمد احمد صاحب مظہر (حضرت مسیح موعود کی قوتِ قدسیہ)، مرزا عبدالحق صاحب

ایڈووکیٹ (مغربی تہذیب کا بڑھتا ہوا اثر اور جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں)، مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ (اسلام کا عالمگیر غلبہ)، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت ہیگ (اشاعتِ اسلام کے وسائل) اسی تقریر کے آخر میں آپ نے فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک فرمائی۔[208]

(۲۰ دسمبر) جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے سابق صدر شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی لاہور (اسلام اور دنیا کے دیگر مذاہب)، صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں)، شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ (حقیقتِ جہاد)۔

(۲۱ دسمبر) مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (اسلامی عقائد)، جناب عبدالستار صاحب سوقیہ جنرل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس (ماریشس میں تبلیغِ احمدیت)، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیلِ اعلیٰ (افریقہ میں تبلیغِ اسلام)۔[209]

یہ سب پُر از معلومات اور عالمانہ و فاضلانہ تقریریں اپنے اپنے موضوع کے اہم پہلوؤں پر حاوی اور دلنشین تھیں۔ جو اوّل سے آخر تک گہری توجہ اور کامل دلچسپی سے سُنی گئیں۔

خدائی نصرتوں کا غیر معمولی اجتماع

الغرض خلافتِ ثالثہ کا یہ پہلا مبارک جلسہ تاریخ احمدیت میں ایک نئے سنگِ میل کی حیثیت سے ہمیشہ یادگار رہے گا۔ یہ تاریخی جلسہ اپنے دامن میں عظیم الشان نصرتوں اور کامرانیوں کو سمیٹے ہوئے شروع ہوا اور کامیابیوں کے نئے دروازے کھول کر بخیر وخوبی اختتام پذیر ہو گیا۔ متعدد مشکلات اور قسما قسم کی دقتوں کے باوجود (جن کی موجودگی میں اس اجتماع کی کامیابی کے امکانات بہت مخدوش نظر آ رہے تھے) خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ جلسہ ہر لحاظ اور ہر جہت سے خارق عادت طور پر کامیاب رہا۔ شمع احمدیت کے پروانوں کا ہجوم، غیر از جماعت احباب کی بکثرت آمد، بلند پایہ اور علمی تقاریر، پریس اور ریڈیو کی غیر معمولی دلچسپی، انتظاماتِ جلسہ کا معیاری رنگ اور سب سے بڑھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی وجد انگیز، روح پرور اور انقلاب انگیز تقریریں اور ''فضل عمر فاؤنڈیشن'' کا قیام اس جلسہ کی ایسی خصوصیات ہیں جن کی یاد قلوب و اذہان میں ہمیشہ تازہ رہے گی۔

یہ جلسہ احمدیت کی صداقت کا ایک تازہ اور خارق عادت نشان تھا جس کے اندر خدائی نصرتوں کے بہت ایمان افروز نظارے ہزاروں نفوس نے بچشم خود دیکھے۔ اس جلسہ نے ثابت کر دیا کہ اسلام

زندہ مذہب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے زندہ نبی۔نیز احمدیت آسمانی تحریک ہے اور نظامِ خلافت بڑا ہی بابرکت اور اعجاز نما نظام ہے جس کے ساتھ پوری امتِ مسلمہ کی تمام تر فلاح وبہبود اور عروج واقبال وابستہ ہے۔اس جلسہ نے یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح کر دی کہ خلیفہ اللہ ہی بناتا ہے اور وہ جسے خلعتِ خلافت سے نوازتا ہے اس کے پاک لبوں پر روحانی و مادی علوم اور فیضان وعرفان کے غیبی چشمے جاری فرما دیتا ہے۔اس کی زبان پر خالقِ کائنات کے خالص تصرف سے معارف وحقائق سے لبریز کلمات جاری ہوتے ہیں۔الفاظ اس کے مگر بُلوا خدا کا ہوتا ہے بالفاظِ دیگر اس کی پوری شخصیت کوثر وتسنیم کے انوار سے ڈھل کے ایک نئے رنگ میں جلوہ گر ہوتی اور ایک جدید قالب میں ڈھل جاتی ہے اور احمدی خدائے ذوالجلال کی قسم کھا کر یہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ انقلابِ روحانی انہوں نے خود مشاہدہ کیا یہی نہیں بلکہ احمدیوں کی آنکھوں نے سیدنا المصلح الموعود کو خلافتِ ثالثہ کے تاجدار کی صورت میں دیکھ لیا اور اس مقدس وجود کے ذریعہ سے ان کے کانوں نے سیّدنا المصلح الموعود کی پیاری اور دلکش آواز سُنی وہی عکس جمال محمد! وہی ظلّ جلال الٰہی جس کا نظارہ دیکھنے کو وہ ترس گئے تھے مولا نے اپنے فضل سے ان کو دکھا دیا۔**الحمد للہ علی ذالک**

حوالہ جات

(صفحہ 1 تا 360)

1 الفضل ۵ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۔ ۷ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۔ ۹ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۱

2 الفضل ۵ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

3 کتاب عبدالسلام مؤلفہ عبدالحمید چوہدری صفحہ ۲۴۔

ناشر Ahmad Salam,8,Campion Road,SW15 6NW,London

4 رسالہ ''اطلاعات'' کراچی ۱۶ جنوری ۱۹۶۵ء بحوالہ الفضل ۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

5 ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ بحوالہ رسالہ ''المنبر'' فیصل آباد ۲ جولائی ۱۹۶۵ء

6 بحوالہ بدر ۱۹ راگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

7 کتاب الحج از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ ۲۷۵ تا ۲۷۸

8 الفضل ۱۳ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

9 الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۸ و ۱۹ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۳

10 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۵ء صفحہ ۴۔ ۵ ناشر مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور سیکرٹری مشاورت

11 الفضل ۲۱ راپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

12 رپورٹ مشاورت ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۰۵ تا ۲۰۸

13 پاکستان ٹائمز لاہور ۲۸ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

14 تبصرہ نگار: مقبول الٰہی بحوالہ الفضل ۲۲ راپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۳، ۴

15 ''ٹورانٹو ڈیلی سٹار'' ۱۰ راپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۶۳

16 رسالہ انصاراللہ ربوہ جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۱ تا ۳۴

17 آزاد نوجوان ۔ مدراس ۲۵ جون ۱۹۶۵ء بحوالہ الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

18 ماہنامہ خالد ربوہ مئی ۱۹۶۵ء

19 بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان ۲۶ جولائی ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

20 اخبار الفضل ۲۳ راپریل ۔ ۲۷ مئی ۔ ۳۰ مئی ۔ ۳ جون ۔ ۱۲ جون ۔ ۲ جولائی ۔ ۳ جولائی ۔ ۱۸ جولائی ۔ ۲۴، ۲۵ جولائی ۔ ۲۹ جولائی ۱۹۶۵ء ۔ رسالہ تحریک جدید ربوہ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۸، ۹، ۱۵، ۱۶ ۔ اخبار بدر قادیان ۸ ۔ ۱۵ ۔ ۲۲ ۔ ۲۹ جولائی ۔ ۵ ۔ ۱۲ راگست ۱۹۶۵ء

21 اخبار الفضل ۲۵ ۔ ۲۶ راگست ۔ ۲۲ ستمبر ۔ ۶ نومبر ۱۹۶۵ء ۔ ماہنامہ تحریک جدید ربوہ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۱ ۔ ۱۲

22 تذکرہ صفحہ ۳۹ ۔ ایڈیشن ۲۰۰۴ء ۔ الہام مارچ ۱۸۸۲ء

23 الفضل ۱۳ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۳ ۔ ۴

24 ترجمہ از رسالہ انصاراللہ ربوہ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۴۳ ۔ ۴۴

25 ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل ۲۷ جولائی ۲۰۱۲ صفحہ ۲

26 سوانح حیات حضرت چوہدری غلام محمد خاں اور ان کی اولاد ۔ صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳ ۔ مؤلفہ ڈاکٹر غلام اللہ صاحب

27 الفضل ۲۶ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۳

28 ترجمہ ۔ بحوالہ الفضل یکم ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

29 پاکستان ٹائمز ۲۲/ اپریل ۱۹۶۵ء

30 الفضل ۲۶ جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۳، ۴

31 ’’شکر نعمت‘‘ از ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب ۔ مطبوعہ کینیڈا ۲۰۰۱ء

32 الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

33 الفضل ۴ جولائی ۱۹۶۵ء صفحہ ۳ تا ۵

34 تذکرہ صفحہ ۲۶۰ ۔ ایڈیشن ۲۰۰۴

35 لُجَّۃُ النُّور صفحہ ۶۷ مطبوعہ فروری ۱۹۱۰ء روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۴۰۸ ۔ تذکرہ صفحہ ۲۶۰ ۔ ایڈیشن ۲۰۰۴ء ۔ الہام ۱۸۹۸ء

36 ماہنامہ تحریک جدید اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

37 ہفت روزہ بدر قادیان ۲۶/ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

38 الفضل ۱۸/ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۸ ۔ ماہنامہ تحریک جدید ربوہ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۱ ۔ ۱۲

39 انصاراللہ ربوہ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۴

40 الفضل ۷ انومبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳، ۴

41 رَن کچھ سے چونڈہ تک ۔ ناشر مقبول اکیڈمی لاہور طبع نہم ۱۹۸۳ء صفحہ ۳۰ تا ۳۴

42 رن کچھ سے چونڈہ تک صفحہ ۳۵

43 ’’تاریخ پاک بھارت جنگ‘‘ صفحہ ۲۱ ۔ ۲۸ تلخیص ۔ ناشر مکتبہ عالیہ ۱۱ ۔ ایبک روڈ لاہور ۔ طبع سوم اکتوبر ۱۹۶۵ء

44 حق کے پرستار صفحہ ۸۸۴، ناشر تعمیر ادب لاہور طبع اول اکتوبر ۱۹۶۶ء

45 ہمارے غازی ہمارے شہید ۔ ناشر مکتبہ ’’میری لائبریری‘‘ ۔ ۱۲۳ ۔ لاہور

46 پاکستان میدان جنگ میں صفحہ ۲۴۴، ناشر بساط ادب ۔ چوک انارکلی لاہور

47 روزنامہ جنگ ۱۶ فروری ۱۹۸۳ء صفحہ ۵

48 KASHMIRIS FIGHT FOR FREEDOM, VOL. II, PG 1175, BY MUHAMMAD YUSUF SARAF

49 روزنامہ ''امروز'' ۲۵ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ اوّآخر

50 نوائے وقت مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۶۵ء

51 جنگ لاہور ۶ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۳

52 جنگ ۱۰ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۳

53 ''نوائے وقت'' ۲۰ ستمبر ۲۰۰۵ء

54 روزنامہ ''امروز'' لاہور مورخہ ۸ستمبر ۱۹۶۵ء

55 رن کچھ سے چونڈہ تک صفحہ ۲۷ تالیف خالد محمود۔ ناشر مقبول اکیڈمی ادبی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور طبع ستمبر ۱۹۸۳ء

56 رن کچھ سے چونڈہ تک صفحہ ۲۸۶ تالیف خالد محمود۔ ناشر مقبول اکیڈمی ادبی مارکیٹ چوک انارکلی لاہور طبع ستمبر ۱۹۸۳ء

57 الفضل ۱۰ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱

58 حق کے پرستار صفحہ ۳۷۰، ناشر تعمیر ادب چوک انارکلی لاہور طبع اوّل اکتوبر ۱۹۶۶ء

59 ''پاکستان میدان جنگ میں'' صفحہ ۲۴۵، ناشر بساط ادب چوک انارکلی لاہور نمبر ۲

60 ''وطن کے پاسبان'' صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۶

61 ''سیالکوٹ زندہ رہے گا'' صفحہ ۱۰۶۔ از اسلم ملک۔ ناشر اردو ادب اکیڈمی سیالکوٹ

62 ''سیالکوٹ زندہ رہے گا'' صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۱۔ از اسلم ملک۔ ناشر اردو ادب اکیڈمی سیالکوٹ

63 نوائے وقت لاہور ۲۵ر اگست ۱۹۷۷ء بحوالہ لاہور ۸ستمبر ۱۹۷۸ء صفحہ ۸

64 نوائے وقت لاہور۔ ۱۰ مارچ ۱۹۷۸ء

65 روزنامہ امروز مورخہ ۱۹۶۵۔۹۔۲۵ صفحہ اوّآخر

66 ''آخری کمانڈر انچیف'' مصنف لیفٹیننٹ جنرل گل حسن خاں مترجم ڈاکٹر محمود الرحمٰن۔ دوست پبلی کیشنز اسلام آباد صفحہ ۲۲۴ تا ۲۴۲

67 مکتوب جناب ناصر احمد صاحب باجوہ۔ صدر محلّہ دارالیمن شرقی ربوہ۔ مورخہ ۱۵ستمبر ۱۹۹۸ء ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ

68 الفضل ۲۰ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

69 الفضل ۲۲ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

70 بحوالہ الفضل ۱۱ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

71 بمطابق الفضل ۱۵ستمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۱

72 رسالہ ''لاہور'' لاہور ۸ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۵

73 لاہور ۸ستمبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۵

74 الفضل ۴ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

75 الفضل ۷ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

76 رن کچھ سے چونڈہ تک صفحہ ۲۱۴

77 روزنامہ جنگ لاہور ۶ ستمبر ۲۰۰۳ء

78 ماہنامہ خالد جنوری ۲۰۰۴ء صفحہ ۱۷

79 ہفت روزہ حرمت ۲۷ دسمبر ۹۶ تا ۲ ۱۰۔ جنوری ۱۹۹۷ء

80 ’’پاک فضائیہ تاریخ کے آئینہ میں‘‘ صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۶۔ ناشر ’’علم و عرفان‘‘ پبلشرز مال روڈ لاہور اشاعت اپریل ۲۰۰۱ء

81 ہمارے غازی ہمارے شہید۔ ناشر ادارہ میری لائبریری سلسلہ نمبر ۱۲۳ لاہور

82 روزنامہ مشرق لاہور ۵ نومبر ۱۹۶۵ء بحوالہ الفضل ربوہ ۷ نومبر ۱۹۶۵ء

83 الفضل ۵ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۶۔۷

84 الفضل ۲ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۶

85 روزنامہ جنگ لاہور اشاعت خاص۔ صفحہ الوئر ہاف کالم نمبر ۶

86 الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۹۲ء صفحہ ۴۔۵

87 الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۶۵ء

88 الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱

89 اخبار ’’امروز‘‘ لاہور مورخہ ۱۹/اکتوبر ۱۹۶۵ء بحوالہ الفضل ۱۲/اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱

90 الفضل ۲۳/اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱

91 کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں صفحہ نمبر ۱۱۲ تا ۱۱۶

92 الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۶۵ صفحہ ۶

93 الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۶۵ صفحہ ۱

94 رپورٹ از صدر لجنہ مرکزیہ بحوالہ ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء

95 الفرقان فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۳ تا ۴۵

96 تذکرہ صفحہ ۴۹۰۔۴۹۱۔ ایڈیشن ۲۰۰۴ء۔ الہام نومبر ۱۹۰۵ء

97 الفضل ۲۹/اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۲ کالم ۲

98 رؤیا وکشوف سیدنا محمود صفحہ ۱۷۵

99 الفضل ۳۰/اکتوبر، ۵، ۶ نومبر ۱۹۶۵ء۔ الفرقان فضل عمر نمبر، دسمبر ۱۹۶۵ء جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۱۔۱۳

100 غیر مطبوعہ ڈائری مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور

101 خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ مارچ ۱۹۲۲ء مطبوعہ الفضل ۴ ستمبر ۱۹۶۳ء

102 الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۵۵ء

103 تذکرہ صفحہ ۲۷۔ایڈیشن ۲۰۰۴ء۔الہام ۱۸۸۰ء

104 الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲

105 الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۔۲

106 الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

107 الفضل ۷ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱ تا ۳

108 الفضل ۱۱ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱-۶

109 اخبار ''صدق جدید'' لکھنؤ۔جلد ۱۶ نمبر ۷ بابت ۱۴ جنوری ۱۹۶۶ء

110 بدر ۱۱ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱

111 الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

112 الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱

113 الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

114 Morning News Nov 9, 1965

115 مشرق ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء بحوالہ الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴۔۵

116 بحوالہ الفضل ۲ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

117 اخبار ''صدق جدید'' لکھنؤ ۱۸ نومبر ۱۹۶۶ء بحوالہ الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۶۵ء ص ۸

118 روزنامہ حقیقت لکھنؤ۔۱۰ نومبر ۶۵ء

119 ٹریبیون انبالہ۔۹ نومبر ۶۵ء

120 روزنامہ سماج کٹک۔۱۳ نومبر ۶۵ء

121 بحوالہ بدر قادیان ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

122 الفضل ۱۵ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۶

123 الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء

124 ماہنامہ انصاراللہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نمبر ماہ مئی، جون، جولائی ۲۰۰۹ء

125 اخبار لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۶۵ء

126 ماہنامہ سفینہ نومبر دسمبر ۱۹۶۵ء بحوالہ ہفت روزہ لاہور ۲۴ جنوری ۱۹۶۶ء

127 الفضل ۱۴/ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳ تا ۵

128 روزنامہ الفضل ۲۸/ اپریل ۱۹۶۶ء

129 ماہنامہ خالد ربوہ ماہ نومبر دسمبر ۱۹۷۸ء صفحہ ۶۹۔۷۱

130 سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ ۵۵۵ تا ۵۵۹

131 بحوالہ الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۶۷ء صفحہ ۹

132 ''ایک خوفناک سازش'' صفحہ ۱۹۶ مصنفہ مظہر علی اظہر

133 اخبار عادل دہلی ۲۴؍اپریل ۱۹۳۳ء

134 تاثرات قادیان صفحہ ۱۶۱

135 تاثرات قادیان بحوالہ مشرق مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۷ء

136 ''سفینہ'' لاہور ۱۳ نومبر ۱۹۴۸ء

137 الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

138 الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

139 ملت کا فدائی صفحہ ۳۷ تا ۵۷ ۔ مرتبہ مرزا رفیق احمد صاحب

140 تذکرہ صفحہ ۱۳۹؍ایڈیشن چہارم ۲۰۰۴ء ۔ منصب خلافت ۔ صفحہ ۱۶-۱۹

141 قواعد وضوابط صدر انجمن احمدیہ پاکستان مرتبہ ۱۹۶۶ء، سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۶۶۔۱۹۶۵ء، رجسٹر غ۔م ریزولیوشن نمبر ۱۹۶۴۔ ۷۔ ۱۸/۹

142 خط نمبر ۲۰۱۳۔۷۔۲۵/۴ بنام انچارج شعبہ تاریخ احمدیت از وکیل الدیوان تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان

143 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ سال ۶۶-۱۹۶۵ء صفحہ ۱۳۰، ۱۶۷، ۱۶۸

144 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۵ء صفحہ ۷۷، ۱۹۷، ۲۰۴

145 ماہنامہ ''خالد'' ربوہ سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۳۰۳، ۳۰۴

146 مطبوعہ الفضل ۷ مئی ۱۹۶۰ء

147 ماہنامہ ''خالد'' ربوہ سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۹ ۔ جماعت احمدیہ سے متعلق تاریخی معلومات صفحہ ۶۳ تا ۱۰۹ ۔ مرتبہ عبدالسمیع خان صاحب

148 الحکم خصوصی پرچہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۹

149 حیات ناصر جلد اوّل صفحہ ۲۶

150 الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۷

151 الفضل ۳ جنوری ۱۹۲۸ء

152 تقریر دلپذیر صفحہ ۴۰ طبع اوّل

153 الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۳۴ء

154 الفضل ۲۳ جون ۱۹۵۰ء صفحہ ۸

155 طالمود ۔ جوزف بارکلے باب پنجم صفحہ ۳۷ مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء

156 تذکرہ طبع چہارم ۲۰۰۴ء ۔ صفحہ ۶۱۹، ۶۲۰

157 چربہ مکتوب الفضل ۸/اپریل ۱۹۱۵ء صفحہ ۵
158 خلافت حقہ اسلامیہ صفحہ ۱۶ تا ۱۸
159 الفضل ۳ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۔۸
160 تاریخ لجنہ جلد سوم صفحہ ۲۹۶
161 الفضل یکم دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۔۳
162 الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۳
163 ماہنامہ تحریک جدید ربوہ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶
164 الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۶
165 الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲ تا ۴
166 الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۔۴
167 الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲
168 الفرقان ربوہ ”فضل عمر نمبر“ دسمبر ۶۵ وجنوری ۶۶ء ۔ صفحہ ۹، ۱۰
169 الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱
170 الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۔۴
171 الفضل ۸ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۔۴
172 الفضل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱
173 الفضل ۲ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴
174 الفضل ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۳
175 مصباح فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۴ تا ۳۶
176 کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں صفحہ ۱۱۹
177 ترجمہ از الفضل ۱۷ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸
178 الفضل ۹ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
179 بدر ۲۳ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲
180 الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
181 الفضل ۲۸ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶
182 الفضل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱
183 الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲
184 الفضل ۲ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵، ۶

185 تذکرہ طبع چہارم صفحہ ۵۹۵۔ الہام ۱۸ مارچ ۱۹۰۷ء

186 الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳،۴

187 الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳،۴

188 زندہ مذہب صفحہ ۲۹۔ انوار العلوم جلد ۳ صفحہ ۶۱۲، ۶۱۳

189 فضائل القرآن صفحہ ۴۳۹

190 الفضل ۲۴/ اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۸

191 الفضل ۱۸ فروری ۵۸ء صفحہ ۳

192 الموعود صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۴۔ انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۶۴۷، ۶۴۸

193 خلافت راشدہ۔ انوار العلوم جلد ۱۵ صفحہ ۵۸۷، ۵۸۸

194 الفضل ''فضل عمر نمبر'' مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۹ تا ۱۲

195 الفضل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲

196 الفضل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲

197 الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۳

198 الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۳،۴

199 روزنامہ الفضل ۲ جنوری ۱۹۶۵ء۔ یہ نظم ۲۹ دسمبر کے الفضل کے صفحہ ۴ پر چھپ چکی ہے۔

200 الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

201 الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

202 الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

203 الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

204 الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۲ تا ۵

205 الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱ تا ۸

206 تقریر برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۱ء

207 الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

208 تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو اخبار الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

209 روداد کی تفصیل دسمبر ۱۹۶۵ء، جنوری ۱۹۶۶ء کے الفضل میں موجود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابۂ کرام کا انتقال

جیسے جیسے ماہ وسال آگے بڑھتے جارہے تھے اسی نسبت سے قدوسیوں کا یہ گروہ کم ہوتا چلا جارہا تھا۔ بہت سے پاک وجود جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے براہ راست فیض پایا اپنی چمک اور نور سے ایک عالم کو منور کرتے رہے اور پھر سال ۱۹۶۵ء میں ایک کامیاب دور حیات گذار کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ان کا تذکرہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

حضرت مولوی ظفر الاسلام صاحب

ولادت:۱۸۹۹ء بیعت:۰۸۔۱۹۰۷ء وفات:۸جنوری ۱۹۶۵ء

آپ کو بچپن میں اپنے والدین کے ہمراہ چھ ماہ قادیان میں رہنے اور اس دوران بار بار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا اعزاز حاصل ہوا۔آپ نے ربوہ میں وفات پائی۔[1]

آپ صاحبِ قلم تھے۔''فضل عمر کے زرّیں کارنامے'' آپ کی یادگار تالیف ہے۔اس کے علاوہ انسپکٹر بیت المال کے طور پر خدمت بجالانے کی توفیق بھی ملی۔آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

حضرت مولوی الف دین صاحب

ولادت:۱۸۸۲ء بیعت:۱۹۰۲ء وفات:۹جنوری ۱۹۶۵ء

آپ کی عمر چاند گرہن اور سورج گرہن (مارچ ۱۸۹۴ء) کے وقت ۱۴ سال کی تھی۔آپ کو تبلیغ حضرت مولوی فیض الدین صاحب اور مہر غلام حسین صاحب کے ذریعہ ہوئی۔اس اثر کے بعد آپ قادیان روانہ ہوئے۔تین اشخاص تھے ایک ان میں برہمن بھی تھا۔برہمن کو راستے میں عیسائیوں نے روک لیا۔وہ پہلے تو رک گیا۔لیکن ایک دن کے وقفہ کے بعد آخر قادیان آ ہی پہنچا۔

جب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس برہمن نے نجات کا مسئلہ پوچھا۔حضور نے فرمایا کہ:

''سناتن ۳۶ کروڑ دیوتاؤں اور آریہ تین خداؤں اور عیسائی بھی تین خداؤں کے قائل ہیں۔آپ یہاں ہمارے پاس ٹھہریں اور تحقیقات کریں۔(جو کہ توحید پرست ہیں)''[2]

آپ سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔

اولاد: سیف الدین سیف صاحب، نورالدین صاحب، ابراہیم ظفر صاحب، غلام محی الدین صاحب، سکینہ بی بی صاحبہ، زینب بی بی صاحبہ، رحمت بی بی صاحبہ، آمنہ بی بی صاحبہ، مبارکہ بیگم صاحبہ

حضرت مرزا محمد اسماعیل صاحب

ولادت:۱۸۸۳ء بیعت:۱۸۹۷ء وفات:۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء

آپ پانچویں یا چھٹی جماعت کے طالب علم تھے جب آپ کے ماموں حضرت مرزا خدا بخش صاحب مصنف ''عسل مصفّٰی'' آپ کو قادیان لے گئے اور آپ نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ میٹرک تک قادیان ہی میں تعلیم حاصل کی۔ آپ جھنگ سایل کے رہنے والے تھے۔۱۹۰۳ء میں لاہور آ گئے۔ اور یہاں ہی ملازمت اختیار کی۔ اندرون بھاٹی گیٹ میں آپ کی سکونت تھی۔

بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ بہت نیک اور متقی انسان تھے۔

اولاد: محمد احمد صاحب، صلاح الدین صاحب، محمد افضل نسیم صاحب، سلیمہ صاحبہ، طاہرہ صاحبہ۔ محمودہ صاحبہ[3]

حضرت حکیم محمد عمر صاحب لدھیانوی

ولادت:۱۸۸۶ء اندازاً وفات:۸ فروری ۱۹۶۵ء[4]

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور مخلص صحابی حضرت مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی کے فرزند تھے۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ عرصہ ہوا آپ نے اپنی تمام جائیداد جماعت کے نام وقف کردی ہوئی تھی۔ غرباء کے ساتھ ہمدردی آپ کا خاص وصف تھا۔[5]

چہرہ وجیہہ، انداز گفتگو پُر شوکت اور قد لمبا تھا۔

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے آپ کی وفات پر لکھا کہ:

''حکیم صاحب سلسلہ کے انتظامی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ لنگر خانہ مہمان خانہ آپ ہی کے زیر انتظام رہا۔ اور خلافت اولیٰ میں خوب بخوشی اسلوب خدمات بجا لائے۔ پھر میاں غلام رسول صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے زیر ہدایت ڈاکوؤں کے ایک گروہ کو نہایت حکمت عملی سے پکڑوا کر زمین کے مربعے انعام پائے۔ اور آخر ان کو فروخت کر کے قادیان میں بڑی بلڈنگ بنوائی اور اسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور سلسلہ کے لیے پیش کر دیا۔ اور وہاں نصرت گرلز سکول رہا۔

پھر ہجرت کے بعد سندھ میں قیمتی زمین حاصل کی۔ اور اسے آباد کر کے سب سلسلہ کے مفاد میں پیش کر دی۔ آپ ہر چند تین بیویاں حبالۂ نکاح میں لائے مگر پھر بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ربوہ میں رہائش تھی اور حضور پُر نور کی جانب سے ہر قسم کی ضرورت کے لیے آسائش مہیا کر دی گئی تھی۔ آپ تبلیغ احمدیت میں بہت حصہ لیتے رہے۔ حیدر آباد دکن میں اپنی ایک فنّی ایجاد (پارہ کا گلاس) کے ذریعہ کئی ایسے رؤسا کے پاس پہنچے جہاں باریابی حاصل کرنے کے لیے ہفتوں انتظار کرنا پڑتا تھا اور جہاں ان سے مالی معاوضہ حاصل کرتے وہاں کھل کر احمدیت کا پیغام بھی پہنچاتے جو اصل مقصود تھا۔‘‘ [6]

حضرت مستری غلام قادر صاحب

ولادت: ۱۸۸۵ء بیعت: ۱۹۰۶ء وفات: ۱۱ فروری ۱۹۶۵ء

آپ کا تعلق سیالکوٹ سے تھا۔ سالہا سال تک مسجد احمدیہ سیالکوٹ میں بطور خادم خدمات بجا لاتے رہے۔ آپ نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں آپ کے ایک فرزند مکرم غلام محمد صاحب نے قادیان میں شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔ جس کی تفصیل تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۸ تا ۱۹۰ پر موجود ہے۔

حضرت مستری صاحب نے یہ صدمہ بڑے حوصلہ اور صبر سے برداشت کیا۔ ۱۲ فروری ۱۹۶۵ء کو آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد محترم مولانا جلال الدین شمس صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت فرمائی۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ [7]

اولاد: غلام محمد صاحب، عبدالعزیز صاحب، رشیدہ بیگم صاحبہ، امۃ القدیر صاحبہ، زینب بی بی صاحبہ، امۃ القیوم صاحبہ

حضرت مریم بیگم صاحبہ

ولادت: ۱۸۹۰ء بیعت: ۱۹۰۱ء وفات: ۱۱ فروری ۱۹۶۵ء

آپ مکرم حاجی محمد اسماعیل صاحب (ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر لاہور) کی اہلیہ اور حضرت میاں محمد یوسف صاحب آف مردان کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۲ فروری ۱۹۶۵ء کو محترم مولانا جلال الدین شمس صاحب نے بعد نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ [8]

اولاد: فضل حق غازی، فضل الرحمٰن غازی مرحوم، سکینہ بیگم، طاہرہ بیگم، ناصرہ بیگم، نصیرہ بیگم [9]

حضرت بابا نور محمد صاحب

ولادت:اندازاً ۱۸۶۵ء بیعت: ۱۹۰۰ء وفات: ۲۷فروری ۱۹۶۵ء

آپ کا تعلق ڈہرانوالی ضلع گوجرانوالہ سے تھا۔آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔10

حضرت چوہدری رحیم بخش صاحب

ولادت:۱۸۷۵ءقریباً بیعت دستی:۱۹۰۷ء وفات:۱۴مارچ ۱۹۶۵ء

آپ مولوی عطاء اللہ صاحب فاضل سابق مبلغ فرانس کے والد ماجد تھے۔آپ ابتداء ہی سے پابند صوم وصلوٰۃ اور کم گو تھے۔اکثر خدا کے گھر میں بیٹھے تلاوتِ قرآن میں مصروف رہتے تھے۔دنیوی مجالس میں بہت کم حصہ لیتے۔سچی بات بڑی جرأت سے بیان کرتے اور مقامی جماعت میں ایک نمایاں اور بااثر وجود تھے۔آپ چک چھور ۱۱۷مغلیاں ضلع شیخوپورہ کے رہنے والے تھے۔11

اولاد

۱۔مولوی عطاءاللہ صاحب مولوی فاضل سابق مبلغ فرانس چک چھور ۱۱۷ضلع شیخوپورہ۔
۲۔چوہدری مشتاق احمد صاحب آکسفورڈ
۳۔چوہدری اسحاق منصور صاحب بی۔اے لاہور
۴۔رابعہ بی بی صاحبہ زوجہ محمد عبداللہ صاحب چک چھور
۵۔خورشید بیگم صاحبہ زوجہ محمد اسحاق ساقی صاحب
۶۔آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری مجید احمد کاہلوں صاحب آف جہانیاں

حضرت میاں معراج الدین صاحب پہلوان

ولادت:۱۸۸۰ء بیعت:قبل ۱۹۰۰ءیا۱۹۰۱ء وفات:۲۲مارچ ۱۹۶۵ء

آپ بھاٹی دروازہ محلّہ پٹرنگاں لاہور کے رہنے والے تھے۔

آپ حضرت حکیم سراج الدین صاحب کے بھائی تھے۔آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بار زیارت قتل لیکھرام کے کچھ عرصہ بعد لاہور میں کی۔جبکہ حضور بھاٹی دروازے میں کوئی تیس کے قریب مخلصین کے جَلو میں تشریف لے جا رہے تھے۔آپ کے ساتھ اس وقت میاں مولا بخش صاحب دکاندار بھی تھے۔جنہوں نے حضور کو دیکھتے ہی بے ساختہ کہا سبحان اللہ! یہ منہ جھوٹوں کا نہیں ہو

سکتا۔ مولا بخش صاحب احمدی نہیں ہوئے مگر مخالفت بھی نہیں کی۔ آپ کو لیکچر لاہور کے سننے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ یہ لیکچر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے بیرون بھاٹی دروازہ عقب مزار حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کے ایک منڈوہ (میلا رام) میں ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے پڑھا تھا۔ جلسہ میں حاضری کے بعد آپ گورداسپور بھی پہنچے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقدمہ کی پیشی کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ عدالت کے باہر ایک گراؤنڈ میں کھانا کھانے کے لیے دستر خوان بچھایا گیا اور حضرت مع اپنے خدام کے تشریف فرما ہوئے تو آپ بھی حضرت امام علیہ السلام کے سامنے ایک یا دو حضرات کے فاصلہ سے کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ

''میں نے دیکھا کہ حضور بالکل چھوٹا سا ٹکڑا روٹی کا توڑتے اور ذرا سا سالن لگا کر دہنِ مبارک میں ڈالتے اور دیر تک اسے چباتے رہتے چنانچہ اسی طرح تمام احباب کے کھانا کھا لینے کے بعد تک حضور علیہ السلام کھاتے رہے۔ جب سب خدام کھانا کھا چکے تو آپ نے بھی کھانا چھوڑ دیا۔ میں نے خیال کیا کہ اس عرصہ میں شاید آپ نے روٹی کا ۱/۴ حصہ ہی کھایا ہوگا۔ **صل علیٰ نبینا صل علیٰ محمدٍ** میری عمر اس وقت تخمیناً پندرہ سولہ سال کی ہوگی۔'' [12]

آپ حضرت مسیح موعود کے الہام **اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ** کے تحت دو عظیم الشان نشانات کے عینی شاہد تھے۔ جن کی تفصیل آپ ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

''ایک شخص مولوی ٹہلی (شیشم کا درخت) کے نام سے مشہور تھا۔ یہ میاں عبدالعزیز صاحب مغل کے مکان کے سامنے شیشم کے درخت پر چڑھ کر بکواس کیا کرتا تھا۔ ہم نے اسے دیکھا کہ وہ ایسا ذلیل ہوا کہ بالکل مخبوط الحواس ہو کر پرانے کپڑوں کی گانٹھ پیٹھ کے پیچھے اُٹھائے پھرتا تھا اور سر پر بھی چیتھڑے ہوتے تھے اور پاگلوں کی طرح پھرا کرتا تھا۔ اسی حالت میں مر گیا۔

ایک شخص پیر بخش نام ہوا کرتا تھا۔ رسالہ تائید الاسلام کا ایڈیٹر تھا۔ ایک دفعہ اس نے ہماری دکان پر کہا کہ تم کہا کرتے ہو **اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ** مرزا صاحب کا الہام ہے۔ میں ایک لمبے عرصہ سے توہین کر رہا ہوں مجھے کچھ نہیں ہوتا۔ شیخ عطاء اللہ صاحب نے ہمیں کہا کہ آج کی تاریخ نوٹ کرلو۔ یہ شخص پکڑا گیا ہے۔ بڑا امیر آدمی تھا۔ اس کا لڑکا حکومتِ افغانستان کی طرف سے ولایت میں مشینری خریدنے گیا تھا کہ وہاں ہی مَر گیا۔ جب اس کی وفات کی خبر پیر بخش کو پہنچی تو وہ خبر اس پر بجلی بن کر گری۔ چنانچہ اُسے فالج ہو گیا اور اسی مرض میں مبتلا ہو کر وہ مَر گیا۔'' [13]

اولاد:

ا۔ظہور دین صاحب ۲۔بختاور صاحبہ ۳۔سلیمہ صاحبہ

حضرت چوہدری جہان خاں صاحب مانگٹ آف مانگٹ اونچے

تحریری بیعت: اپریل ۱۹۰۷ء[14] دستی بیعت: مئی ۱۹۰۸ء[15] وفات:۲۳ مارچ ۱۹۶۵ء

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری و دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ اپنے ساتھیوں (حضرت چوہدری محمد خان صاحب اور محترم چوہدری سردار محمد خان صاحب) کی طرح ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کر کے احمدیت سے مشرف ہوئے آپ کو یہ خیال تھا کہ شاید آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیعت کرنے والوں میں سب سے آخری آدمی تھے۔شاید آپ کو اپنی بیعت کا سال یاد نہیں رہا یا آپ حضور کے آخری سفر لاہور میں آپ کی زیارت کے لئے گئے اور اس کا تاثر آپ کے دماغ پر غالب رہا۔جبکہ درست بات یہ ہے کہ اخبار ’’بدر‘‘ کے مطابق آپ کی بیعت ۱۹۰۷ء کی ہے۔[16]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت سے وابستہ ہو گئے اور تا وفات اس پر بڑے اخلاص سے قائم رہے۔خلافت سے بہت محبت تھی ۱۹۴۷ء میں ملک میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خواہش کے عین مطابق حافظ آباد کے سب احمدی گھرانوں کی حفاظت میں کامیاب ہو گئے۔آپ مانگٹ اونچا کے صدر جماعت بھی رہے۔بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔بڑے سخی،فراخ دل اور مہمان نواز تھے۔سلسلہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کیا۔احمدیت پر دل و جان سے فدا تھے۔نظام جماعت کی خوش دلی سے پابندی فرماتے۔

آپ نے اپنے ایک بیٹے محمد اسلم کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان بھیجا۔۱۹۴۸ء میں اسی بیٹے کو فرقان بٹالین میں بھرتی کروادیا۔باغسر کے مقام پر آپ کا بیٹا دفاع وطن کا جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔آپ نے اس صدمہ کو بڑے حوصلہ سے برداشت کیا اور لوگوں کو کہا کہ میرا بیٹا شہید ہوا ہے اس لئے کسی نے رونا نہیں۔غرضیکہ آپ نے اسلام احمدیت کی خاطر اپنے مال و اولاد تک کو قربان کر دیا۔

اولاد: آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔بیٹوں کے نام یہ ہیں:۔

محمد اسلم مانگٹ شہید۔چوہدری سلطان احمد مانگٹ۔چوہدری محمد افضل مانگٹ سابق امیر ضلع حافظ آباد[17]

حضرت چوہدری عبدالحق صاحب کاٹھ گڑھی

ولادت: تقریباً ۱۸۹۳ء بیعت: ۱۹۰۴ء وفات: ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء[18]

آپ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد کا نام حضرت چوہدری غلام نبی صاحب تھا۔آپ کے والد صاحب اور دادا حضرت چوہدری غلام احمد صاحب بھی صحابی تھے۔ غالباً ۱۹۰۷ء میں آپ خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاں احمدیہ بلڈنگز لاہور میں ملازم رہے۔ وہاں آپ کو پہلی بار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت و خدمت کا موقع ملا۔آپ بہت نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔تقسیم ہند کے بعد چک TDA-2 خوشاب میں باقی بھائیوں کے ساتھ رہائش اختیار کی۔۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء کو آپ کی وفات ہوئی۔آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ صحابہ میں تدفین ہوئی۔

اولاد: بیٹے: مکرم رانا سیف الرحمٰن خاں صاحب، مکرم رانا عزیز الرحمٰن خاں صاحب، رانا رشید الرحمٰن خاں صاحب، رانا مشتاق احمد خاں صاحب (چاروں بیٹے وفات پا چکے ہیں)

بیٹی: محترمہ سروری بیگم صاحبہ بیوہ مکرم رانا عبدالغفور خاں صاحب سابق پہرہ دار قصر خلافت ربوہ۔[19]

حضرت لیفٹیننٹ ڈاکٹر محمد الدین صاحب

ولادت: ۱۸۸۲ء بیعت: ۱۹۰۵ء وفات: ۲۲ مئی ۱۹۶۵ء

آپ ظفروال ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔آپ کا بیان ہے کہ:

(جہاں تک مجھے یاد ہے) اپریل ۱۹۰۵ء میں بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی، دستی بیعت ماہ دسمبر ۱۹۰۵ء بر موقعہ جلسہ سالانہ کی تھی اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی اور میں میڈیکل کالج لاہور میں سب اسسٹنٹ سرجن کلاس میں پڑھتا تھا۔ بیعت کرنے کے وقت بہت سے لوگ تھے چنانچہ ایک لمبی پگڑی پھیلا دی گئی تھی جس پر لوگوں نے ہاتھ رکھے ہوئے تھے بیعت کنندگان میں شیخ تیمور صاحب بھی تھے شیخ صاحب نے پہلے بھی بیعت کی ہوئی تھی مگر ہمارے ساتھ بھی شامل ہو گئے تھے۔حضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر شیخ صاحب کا ہاتھ تھا اور شیخ صاحب کے ہاتھ پر میرا ہاتھ تھا۔حضور الفاظ بیعت فرماتے جاتے تھے اور ہم سب بیعت کنندگان ان کو دہراتے جاتے تھے بیعت کے بعد حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی۔

جلسہ کے اختتام پر ہم پانچ ڈاکٹر کلاس کے طالب علموں نے حضور سے واپسی کے لیے اجازت چاہی تو حضور نے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ رسالہ الوصیت چھپ رہا ہے اس کو لے کر جاویں۔ چنانچہ ہم ٹھہر گئے اس کے دوسرے یا تیسرے روز رسالہ الوصیت چھپ کر آ گیا۔ ابھی گیلا ہی تھا کہ ہم کو اس کی ایک ایک کاپی عنایت کر دی گئی اور ساتھ ہی حضور نے ہم کو واپسی کی اجازت بھی دے دی۔ چنانچہ ہم رسالہ الوصیت لے کر واپس لاہور آ گئے۔ لاہور میڈیکل کالج کے ہاسپٹل اسسٹنٹ کلاس نے (جن میں مَیں بھی شامل تھا) ۱۹۰۶ء کے آغاز میں بعض مشکلات کی بناء پر سٹرائیک کر دی تھی اس میں احمدی میڈیکل طلباء بھی شامل تھے۔ حضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب اس کا علم ہوا تو حضور نے ازراہِ کرم ایک تاکیدی حکم ہم کو بھیجا کہ ایسی تحریکات میں حصہ لینا اسلام کے خلاف ہے اور جماعت احمدیہ کی بھی روایات کے خلاف ہے۔ اس لیے تم سب پرنسپل صاحب سے معافی حاصل کر کے کالج میں پھر داخل ہو جاؤ۔ ساتھ ہی پرنسپل صاحب میڈیکل کالج کو بھی لکھا اور ساتھ ہی سفارش بھی کی کہ ہماری جماعت کے طلباء کو معافی دے کر پھر داخل کر لیویں۔ چنانچہ ہم پانچوں احمدی طلباء معافی لے کر پھر داخل ہو گئے اس پر پیسہ اخبار لاہور نے ''مسیح کے پانچ حواری'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور احمدی جماعت پر بہت اعتراض کئے اس کے بعد باقی سارے لڑکے بھی معافی مانگ کر داخل ہو گئے۔ حضور کے بہت سے خطوط بھی میرے پاس تھے مگر افسوس ہے کہ مَیں بوجہ جنگ عظیم پر جانے کے محفوظ نہ رکھ سکا۔[20]

بہت نیک مخلص اور عبادت گزار بزرگ تھے عرصہ دراز تک علی الترتیب فوج، پولیس اور محکمہ جیل خانہ جات میں ملازم رہے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد قادیان میں سکونت اختیار کر لی اور محلّہ دارالبرکات میں صدر کی حیثیت سے انتظامی ذمہ داریاں بجالاتے رہے علاوہ ازیں کئی سال تک نور ہسپتال میں آنریری طور پر طبی خدمات انجام دیں۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔ خود اپنے گھر اور دوسروں کے گھروں پر جا جا کر بھی مریضوں کو دیکھتے اور نہایت بشاشت کے ساتھ بلامعاوضہ ان کا علاج کرنے کے لیے ہر وقت مستعد رہتے تھے۔[21]

آپ نے تین شادیاں کیں۔ وفات کے وقت آپ نے پانچ لڑکیاں اور چار لڑکے چھوڑے۔ پہلی شادی مسماۃ آمنہ بی بی صاحبہ بنت سربلند خان صاحب ساکن ریاست جموں، دوسری مسماۃ فاطمہ بی بی بنت حاجی محمد اسماعیل صاحب اور تیسری شادی مسماۃ امۃ الحئی بیگم بنت میاں محمد یوسف صاحب (مردان) سے کی۔

بیٹے: شریف احمد ایم۔اے سکواڈرن لیڈر رائیر فورس، ڈاکٹر عزیز احمد مرحوم، مبارک احمد لیفٹیننٹ کرنل واہ فیکٹری، سعید احمد کلرک گورنمنٹ ٹرانسپورٹ راولپنڈی، لئیق احمد [22]

حضرت قریشی مولوی عبیداللہ صاحب

ولادت: ۱۸۸۲ء بیعت: ۱۹۰۴ء وفات: ۲۷ مئی ۱۹۶۵ء [23]

(رجسٹر روایات جلد ۱۳ صفحہ ۱۳، رجسٹر میں آپ کا سال بیعت ۱۹۰۳ء درج ہے۔)

آپ لائل پور کے رہنے والے تھے۔

آپ فرماتے ہیں:

''میر ناصر نواب صاحب کے ذریعہ مجھے قادیان تعلیم کے لیے بھیجا گیا۔ حضور کی محبت کا اثر تھا کہ میں احمدی ہوگیا۔ ایک دفعہ حضور سیر کے لیے تشریف لے گئے کسی نے سوال کیا کہ حضور کی وفات کے بعد آپ پر درود پڑھنا ہو تو کس طرح پڑھیں تو آپ نے فرمایا اللّٰھم صل علٰی ہی پڑھنا چاہیے کیونکہ میں بھی اس میں شامل ہوں علیحدہ کی ضرورت نہیں۔''

اولاد: قریشی محمد عبداللہ صاحب، قریشی عبدالحق صاحب، قریشی رحمت اللہ صاحب، قریشی محمد نصراللہ صاحب، رشیدہ بیگم صاحبہ، حمیدہ بیگم صاحبہ، برکت بیگم صاحبہ

حضرت مولوی محمد حسن صاحب مولوی فاضل

ولادت: ۱۸۹۶ء بیعت: ۱۹۰۵ء وفات: ۳ جون ۱۹۶۵ء

آپ جڑانوالہ ضلع لائل پور کے رہنے والے تھے۔ حضرت مولوی نور محمد صاحب مانگٹ (جو ضمیمہ انجام آتھم کی فہرست ۳۱۳ اصحاب کبار میں شامل تھے) کے صاحبزادے تھے اور مدرسہ احمدیہ قادیان کے ابتدائی فارغ التحصیل طلباء میں سے تھے۔ نہایت مخلص نیک اور سلسلہ کے فدائی بزرگ تھے۔ [24]

اولاد: عبدالمجید صاحب، عبدالحفیظ صاحب، عبدالوحید صاحب، وحیدہ لطیف صاحبہ، مبارکہ احسن صاحبہ

حضرت حاجی محمد الدین صاحب تہالوی درویش قادیان

ولادت: ۱۸۸۱ء اندازاً بیعت: ۱۷ یا ۱۸ جنوری ۱۹۰۳ء وفات: ۱۷ جون ۱۹۶۵ء

حضرت حاجی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور بیعت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’ایک مقدمہ کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام ۱۹۰۳ء میں جہلم میں تشریف لائے۔ تو پہلی مرتبہ میں نے آپ کی زیارت کی۔ جبکہ عدالت سے باہر احاطہ کچہری میں جہاں کثرت سے لوگ جمع تھے۔ آپ حلقہ خدام کے اندر کرسی پر بیٹھ کر تقریر فرما رہے تھے اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید آپ کے کلمات سن کر زار زار رو رہے تھے۔ وہ نظارہ عجیب پُر کیف تھا۔ اب بھی جب یاد آتا ہے تو رقّت طاری ہو جاتی ہے۔ زبان اس کے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ دل چاہتا تھا کہ جان و مال سب حضور پر نثار کر دوں۔ اس زمانہ کے احمدیوں کی مخالفت کا سماں بھی مدنظر تھا۔ مگر حضور کی تقریر اور اس نظارہ سے میں ایسا متاثر ہوا کہ بیعت کیے بغیر لوٹنا محال ہو گیا۔ بیعت کر لینے پر بعض شریروں نے رستہ میں ہی قتل کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ مگر خدا کے فضل اور آپ کی دعاؤں کے طفیل سخت سے سخت مخالفتوں میں بھی کبھی پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی بلکہ اخلاص میں ترقی ہوئی۔

شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد آپ نے سیالکوٹ میں بھی خدا کے مقدس مہدی کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔ اس ایمان افروز واقعہ کا ذکر آپ کے قلم سے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

’’ایک مرتبہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق خاکسار کو علم ہوا کہ کسی تقریب پر سیالکوٹ تشریف لا رہے ہیں۔ تاریخ مقررہ پر میں بھی بشوقِ زیارت وہاں پہنچا۔ حضور ایک مکان کی اوپر کی منزل پر تشریف فرما تھے اور حاضرین ایک ہجوم کی صورت میں نیچے منتظرِ دیدار کھڑے تھے کہ اتنے میں حضرت نیچے تشریف لے آئے اور شرفِ زیارت سے حاضرین کو بہرہ اندوز فرمایا۔ ایک بڈھا جب حضور سے ملا تو دھاڑیں مار کے رونے لگا۔ حضور نے اسے تسلی دیتے ہوئے حالات دریافت فرمائے اس نے عرض کی۔ حضور میں حضرت امام مہدی کی آمد تک زندہ رہنے کی دعا کیا کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا بابا پھر تو آپ کی دعا کو خدا نے قبول فرمایا۔ اس پر وہ بہت خوش ہوا اور اپنا ایک پوتا حضرت کو پیش کر کے عرض کی کہ اس پر اپنا ہاتھ مبارک پھیریں اور اس کے حق میں دعا فرماویں۔ حضور نے دعا فرمائی اور اوپر تشریف لے گئے۔ جاتے وقت اتفاق سے آپ کا ایک جوتا جو بالکل سادہ تھا پاؤں سے اُتر کر نیچے آ رہا جسے خاکسار نے اُٹھا کر اپنے ہاتھ سے آپ کے پاؤں میں پہنا دیا۔ جس پر حضور نے متبسم صورت میں محبت بھرے الفاظ میں فرمایا۔ جزاک اللہ۔‘‘ [25]

حضرت حاجی صاحب کی پوری زندگی خدمتِ دین میں گزری۔آپ جماعت احمدیہ تہال متصل کھاریاں کے روحِ رواں اور ممتاز رُکن تھے اور علاقہ بھر میں اُن کی بزرگی اور پارسائی کی شہرت تھی۔ تقسیم ہند کے بعد سے ۱۹۶۴ء کے آخر تک بطور درویش قادیان مقیم رہے۔ اپنے خلوص، محبت، نیکی اور ریاضت کے اعتبار سے درویشانِ قادیان میں آپ کو ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔آپ ایک نہایت بزرگ شخصیت تھے اور آپ کا وجود درویشوں کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھا۔آپ کو حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ کی توفیق بھی ملی تھی۔آپ اس کمرہ میں سالہا سال تک مقیم رہے جو مسجد مبارک سے ملحق ہے۔آپ کی زندگی اپنے کمرے سے مسجد مبارک، بہشتی مقبرہ، بیت الدعا اور مسجد اقصیٰ تک جانے اور نہایت رقت کے ساتھ دعائیں کرنے اور پھر واپس اپنے گوشۂ تنہائی میں پہنچ کر تلاوت اور دعاؤں میں مصروف ہو جانے سے ہی عبارت تھی۔نہایت تیز آنچ پر اُبلتی ہوئی ہنڈیا کی طرح رقتِ قلبی سے دعاؤں کے اوقات میں آپ کی آواز بے اختیار صبر وضبط کے دائرے سے باہر ہو جاتی تھی۔بڑھاپے کے باوجود آپ بڑی باقاعدگی کے ساتھ مسجد مبارک میں نماز تہجد ادا کرتے اور پھر نماز فجر اور درس سے فارغ ہو کر بہشتی مقبرہ چلے جاتے۔اکثر اوقات صبح کے وقت بہشتی مقبرہ میں پہنچنے والے پہلے خوش نصیب آپ ہی ہوتے۔آپ ناشتہ سے فارغ ہو کر دفتر زائرین میں تشریف لے جاتے اور اپنے فرائض منصبی بجالانے میں منہمک ہو جاتے۔بڑھاپے میں آپ کو اپنے فرزند ڈاکٹر محمد احمد صاحب آف عدن کی وفات کا صدمہ سہنا پڑا۔مگر آپ نے صبر وثبات کا وہی بے مثال نمونہ دکھایا جو خدا والوں کا طرۂ امتیاز ہے۔چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی اس دردناک خبر کی اطلاع پہنچانے کے لیے مسجد مبارک گئے جہاں آپ ٹہل رہے تھے اور تار کے مضمون سے اطلاع دی۔آپ نے **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون** پڑھا اور فرمایا اچھا خدا کی مرضی۔اُن کے چہرے پر حزن وملال کی پرچھائیاں ضرور تھیں کیونکہ جگر کا ٹکڑا دائمی جدائی دے کر چل بسا تھا۔لیکن آپ نے زبان سے وہی ادا کیا جس کا مولائے حقیقی کی طرف سے حکم تھا۔[26]

جناب چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی نے آپ کے تفصیلی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

''حضرت حاجی صاحب موضع تہال متصل کھاریاں ضلع گجرات وحال مغربی پاکستان کے رہنے والے تھے اور اسی نسبت سے وہ تہالوی کہلاتے تھے۔میں انہیں ۲۹۔۱۹۲۸ء سے جانتا تھا جبکہ میں اپنے ماموں چودھری لعل خاں صاحب (مرحوم) جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کھاریاں کے گھر پر رہ کر

تعلیم حاصل کر رہا تھا۔حضرت حاجی صاحب میرے ماموں صاحب مرحوم کے ہاں اکثر آیا کرتے تھےلیکن اس زمانہ میں مَیں چونکہ احمدی نہ تھااورشعوربھی کم تھااس لیے میں صرف یہی جانتا تھا کہ یہ تہال والےمیاں محمدالدین صاحب ہیں۔

میرے ماموں صاحب اکثر اوقات حاجی صاحب کے اخلاص تقویٰ اور نیکی کا ذکر کیا کرتے تھے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان ایام میں مجھے ان الفاظ کا مفہوم بھی معلوم نہ تھا۔البتہ اتنا یاد ہے کہ حضرت حاجی صاحب کا جولباس ۱۹۲۹ء میں تھاوہی لباس اوروضع قطع ۱۹۶۵ء میں تھی۔

......ایک سعادت انہیں یہ بھی حاصل تھی کہ مسجد مبارک میں ایک لمبے عرصہ تک روزانہ دو تین نمازوں میں امام الصلوٰۃ ہوتے رہےاور پھرسیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مزارمبارک پر جو اجتماعی دعائیں ہواکرتی تھیں وہ اکثرطور پرآپ ہی کروایا کرتے تھے۔

آپ نے اُبلتی ہوئی ہنڈیا کی آوازسنی ہوگی حضرت حاجی صاحب فجر کی نماز کے بعدمزارمبارک پر جاکردعا کرتے تھےاس وقت ان کی وہی کیفیت ہوتی تھی۔اس وقت دعا کی طوالت اور قلبی رقت کا ایک عجیب منظرہوتا تھا۔یوں تو درویش بھائی بھی اکثران کی خدمت میں دعا کے لیے درخواست کرتے رہتے تھے۔لیکن حاجی صاحب کی بزرگی کی ایک بہت بڑی سند یہ تھی کہ سیدی حضرت قمرالانبیاء مرزا بشیراحمد صاحب قادیان کے جن چندبزرگوں کو جماعتی ترقیات کے لیے دعاؤں کے خطوط تحریرفرمایا کرتے تھےان میں سےایک حضرت حاجی صاحب بھی تھے۔

حاجی صاحب بڑےفروتن اورسادہ طبع بزرگ تھے۔ان کا لباس سادہ اورصاف ستھرا ہوتا تھا۔ سادگی،خودفراموشی اورتعلق باللہ میں گم رہنے کے باعث بعض اوقات یہ بھی دیکھا گیا کہ پاؤں میں مختلف قسم کے جوتے پہنے ہوتے تھے۔یعنی دائیں پاؤں میں گرگابی اور بائیں پاؤں میں دیسی وضع کا جوتا۔سوٹی ہمیشہ ہاتھ میں رکھتےاورتیز تیز چلتے تھےاورنگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے۔

......اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔حضرت صاحبزادہ مرزاوسیم احمد صاحب حضرت ام ناصر والے مکان میں مقیم ہیں وہ جب مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو اپنا جوتا یا چپل مسجد مبارک کے ساتھ والے مسقّف حصہ میں اتارتے ہیں۔حضرت حاجی صاحب ہمیشہ تاک میں رہتے جب صاحبزادہ صاحب جوتا اُتارکرمسجد میں تشریف لے آئے تو حاجی صاحب جوتے یا چپل کو جوڑکرسیدھا کر کے پیچھے کی طرف موڑکررکھ دیتے یہ ایک چھوٹی سی بات ہے۔لیکن اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان

بزرگوں کے دلوں میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کے لیے احترام وعقیدت کے کتنے گہرے جذبات تھے۔“ 27

ایک ایمان افروز واقعہ

آپ نے اس زمانہ میں بیعت کی جبکہ ہر طرف مخالفت کا بازار گرم تھا اور احمدی ہونا گویا اپنی موت کے پروانے پر دستخط کرنے کے مترادف تھا۔لیکن آپ نے اِن تمام حالات کا بڑی جرأت اور خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔آپ کی بہادری اور ثبات قدم کا ایک ایمان افروز واقعہ آپ کی نواسی محترمہ صائمہ مریم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپ اکثر یہ واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مخالفت میں اردگرد کے بارہ دیہات سے لوگ اس عزم کے ساتھ اکٹھے ہوئے کہ مجھے ختم کر کے دم لیں گے۔حاجی صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نے مجھے مارنا تو ہے ہی لیکن مجھے دو نفل نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ آپ قریب کی مسجد میں چلے گئے اور عبادت میں مصروف ہو گئے اور آپ کو وقت کا احساس نہیں رہا۔ باہر لوگوں نے چہ مگوئیاں شروع کر دیں کہ لگتا ہے کہ حاجی صاحب ڈر گئے ہیں۔ چنانچہ آپ فوراً باہر آئے۔آپ کے باہر آنے کی دیر تھی کہ ایک گھڑسوار اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا قریب آیا اور للکار کر بڑے رُعب سے بولا کہ کوئی بھی اس شخص کو ہاتھ نہ لگائے۔ چنانچہ اس کے اس رُعب اور دبدبے کی وجہ سے کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے قریب آتا۔لہٰذا تمام مجمع منتشر ہو گیا۔ آپ بتایا کرتے تھے کہ تبلیغ کے سلسلہ میں مَیں اردگرد کے قریباً سب دیہات میں گیا ہوں مگر میں نے اس شخص کو اپنی زندگی میں دوبارہ کبھی نہیں دیکھا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے غیبی مدد تھی۔

حضرت اماں جان کی شفقت ومحبت

حضرت اماں جان آپ سے بے حد شفقت کا سلوک فرمایا کرتی تھیں۔آپ کی نواسی صائمہ مریم صاحبہ لکھتی ہیں کہ ”نانا جان آپ کی شفقت ومحبت کا ایک نہایت ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری پہلی بیوی کے بطن سے میرے دو بچے ایک ہی دن میں فوت ہو گئے، اس نیک بی بی نے قابل تقلید نمونہ دکھایا۔قطعاً جزع فزع نہ کی بلکہ تسبیح وتحمید میں لگی رہیں۔ایک طرف اس کی یہ حالت تھی اور دوسری طرف وہ بیعت بھی نہ کرتی تھی۔ بالآخر میں اسے قادیان لے آیا۔حضرت اماں جان نے دو عزیز بچوں کے انتقال کا سنا تو آپ نے اس قدر شفقت اور محبت کا برتاؤ کیا اور اس قدر تسلی دی کہ جس سے اس کو اطمینان حاصل

ہوااور وہ اپنے گھر جا کر بھی حضرت اماں جان کے محبت بھرے کلمات کا ذکر کرتی رہی۔ بار بار یہ کہتی کہ حضرت اماں جان تو سگی ماں سے بھی زیادہ اچھا سلوک کرتی ہیں۔آپ کی اس محبت اور شفقت نے اس کی طبیعت کو بدل دیا اور اسی کے نتیجہ میں اس نے بالآخر احمدیت بھی قبول کر لی۔"

وفات

عام طور پر آپ کی صحت ہمیشہ اللہ کے فضل سے اچھی رہی لیکن آخری ایام میں بندش پیشاب کے مرض نے ایسا غلبہ پایا کہ آپ لمبا عرصہ صاحبِ فراش رہے۔۱۹۶۵ء میں جب آپ قادیان سے بیوی بچوں کو ملنے پاکستان آئے تو بیماری اور زیادہ شدت اختیار کر گئی۔ چنانچہ آپ کو میوہسپتال لاہور میں داخل کرایا گیا جہاں ۷۹ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہو گیا۔حاجی صاحب اللہ کے فضل سے موصی تھے اس لیے آپ کو بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص میں دفن کیا گیا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔آمین [28]

اولاد زوجہ اولیٰ حسین بی بی صاحبہ مرحومہ

غلام فاطمہ صاحبہ، ڈاکٹر محمد احمد صاحب عدنی (مکرم اکبر احمد عدنی صاحب حال ناظم جائیداد صدر انجمن احمدیہ ان کے پوتے ہیں)، امۃ اللہ صاحبہ، محمد عبداللہ صاحب، امۃ اللہ صاحبہ عرف عنایت، میجر سلطان احمد صاحب

اولاد زوجہ ثانی عائشہ بی بی صاحبہ

بشیر احمد صاحب، سکینہ عثمان صاحبہ، سلیمہ بیگم صاحبہ، مبارک احمد اعجاز صاحب، سلیمہ مبارک صاحبہ، صفیہ بیگم صاحبہ، نعیم احمد وسیم صاحب، لطیف احمد عارف صاحب، حلیمہ لطیف صاحبہ، رفیق احمد طارق صاحب، رشید احمد راشد صاحب، آمنہ طیبہ صاحبہ، وسیم احمد صاحب، بشریٰ صادقہ صاحبہ [29]

حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب سابق افسر امانت تحریک جدید

ولادت: ۲۴ جون ۱۸۷۶ء بیعت: ۱۸۹۶ء وفات: ۹/اگست ۱۹۶۵ء [30]

آپ پشاور میں پیدا ہوئے قرآن شریف ختم کرنے کے بعد ابتدائی تعلیم مشن سکول میں حاصل کی۔عنفوانِ شباب میں آپ کا رجحان تصوف کی طرف ہو گیا اور چورا شریف ضلع اٹک میں میاں نور محمد صاحب کی بیعت کر کے نقشبندی سلسلہ میں داخل ہو گئے۔۱۸۹۶ء میں حضرت مولانا غلام حسن خان

صاحب پشاوری کے ذریعہ آپ کو حضرت مسیح موعود کی مشہور تصنیف ’’ازالہ اوہام‘‘ ملی۔ جسے پڑھ کر آپ نے حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ جس کا جواب مولانا عبدالکریم صاحب کے قلم سے لکھا ہوا موصول ہوا کہ حضرت صاحب بیعت قبول فرماتے ہیں۔ (الحمدللہ) استغفار بہت پڑھا کریں۔ آپ ابتدا ہی سے نماز کے پابند تھے۔ بیعت کے بعد نماز میں خاص روحانی لذت محسوس کرنے لگے۔ ۸ دسمبر ۱۸۹۹ء کو مستقل طور پر ہجرت کر کے قادیان آ گئے اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں ریاضی کے اوّل مدرّس مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں آپ کو حضرت مصلح موعود، قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ شریف احمد صاحب اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے اساتذہ میں شمولیت کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔ ۲۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو آپ کا تقرر بطور ہیڈ کلرک رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو و انگریزی عمل میں آیا۔ دونوں رسالوں کی طباعت اور خریداروں سے خط و کتابت کے فرائض آپ ہی انجام دیتے تھے۔ یکم جولائی ۱۹۰۷ء کو آپ نائب ناظم میگزین اور صدر انجمن احمدیہ کی انتظامیہ کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۳۱/ اگست ۱۹۰۷ء سے ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی دسویں جماعت کو ریاضی پڑھاتے رہے۔ ۱۵ فروری ۱۹۰۸ء کو آپ مدرسہ میں مدرّسِ ریاضی مقرر ہوئے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا قیام ہوا تو انجمن کی نقدی رکھنے کے لیے حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے لوہے کی ایک الماری انجمن کو دی۔ اس الماری کی ایک چابی حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل) کے پاس رہتی اور ایک آپ کے پاس۔ انجمن کی ہدایت تھی کہ الماری دونوں کی موجودگی میں کھولی جائے۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء کی صبح کو حضرت اقدس کو الہام ہوا ’’سخت زلزلہ آیا اور آج بارش بھی ہوگی۔‘‘ یہ پیشگوئی جو تین دن میں پوری ہوگئی۔ قبل از وقوع جن خوش نصیبوں نے حضرت اقدس کی زبان مبارک سے سنی اُن میں آپ بھی شامل تھے۔ 31

خلافت اولیٰ کے عہد میں آپ نے قادیان کے تقریباً تمام شعبوں میں خدمات سرانجام دیں۔ جون ۱۹۰۹ء تک آپ مدرّسِ ریاضی رہے۔ جون سے آخر اگست ۱۹۰۹ء تک دفتر محاسب میں، جون ۱۹۱۰ء سے اگست ۱۹۱۱ء تک بطور سپرنٹنڈنٹ دفاتر، اگست ۱۹۱۱ء سے مئی ۱۹۱۴ء تک اسسٹنٹ مینیجر میگزین کی حیثیت سے کام کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل آخری ایام میں جب زیادہ بیمار ہو گئے تو آپ اپنے مکان پر ہی نماز پڑھتے تھے۔ کبھی کبھی نماز مغرب یا عشاء کے وقت آپ حضور کے پاس ہوتے تو فرماتے مجھے نماز پڑھاؤ اور حضور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔ انہی ایام میں آپ نے

خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ اوّل فوت ہو گئے ہیں اور حضرت میاں محمود احمد صاحب ان کی جگہ خلیفہ ہوئے ہیں۔آپ کو حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری اور مولانا محمد علی صاحب سے بہت حُسنِ عقیدت تھی۔ان دونوں صاحبوں نے چونکہ خلافتِ ثانیہ کی بیعت نہیں کی تھی اس لیے آپ نے بھی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔حضرت میر ناصر نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ نے تو خواب میں بھی دیکھا تھا کہ حضرت میاں صاحب خلیفہ ہو گئے ہیں۔آپ نے یہ جواب دیا کہ میرا خواب تو بالکل سچا تھا جس کے مطابق حضرت میاں صاحب خلیفہ ہو گئے ہیں مگر اس میں یہ تو نہیں بتایا گیا تھا کہ حضرت میاں صاحب کے عقائد بھی صحیح ہیں یا میں نے بیعت بھی کر لی ہے۔آپ کی بی بی نے بیعت کر لی اور گو آپ اپنے مؤقف پر قائم رہے لیکن ان کو آپ نے منع بھی نہیں کیا۔

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے قواعد اساسی آپ نے تجویز کیے۔یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء سے یکم نومبر ۱۹۴۳ء یعنی ۲۹ سال تک اس انجمن کے ماتحت کام کیا۔ابتدا میں آپ اکیلے ہی انجمن کا سارا کام کرتے تھے۔مینیجر اخبار پیغامِ صلح، مینیجر مطبع، پریس کیپر، سیکرٹری، محاسب، خزانچی، آڈیٹر، مہتمم تصنیفات، محرروں کو بھی کام سکھایا۔عرصہ تک آپ احمدیہ بلڈنگس کے امام الصلوٰۃ رہے۔جہاں مولوی محمد علی صاحب بھی آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔آپ کو خدا نے لحن داؤدی عطا فرمایا تھا۔آپ قرآن شریف کی تلاوت نہایت دلکش انداز میں فرماتے۔

ازل سے حضرت ماسٹر صاحب چونکہ نیک فطرت لے کر آئے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ ثانی کے دعویٰ مصلح موعود کے ابتدائی ایام میں ہی آپ پر نظامِ خلافت کی حقّانیت منکشف فرما دی اور آپ نے ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو فریقِ لاہور کے ایک اور بہت بڑے ذمہ دار رکن خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کے ساتھ حضرت مصلح موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔

یہ بیعت نماز جمعہ کے بعد مسجد اقصیٰ میں ہوئی۔حضرت مصلح موعود نے بیعت کے بعد آپ کو مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ مجھے آپ کی بیعت سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ آپ میرے استاد ہیں اور میری ہمیشہ خواہش رہتی تھی کہ آپ بیعت کر لیں۔

حضرت مصلح موعود نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۴ء کو اپنی معرکۃ آراء تقریر کے دوران مصلح موعود کے علوم ظاہری سے پُر کیے جانے کے پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ کا بھی بطور خاص ذکر کیا۔

چنانچہ فرمایا:

''میری تعلیم جس رنگ میں ہوئی ہے وہ اپنی ذات میں ظاہر کرتی ہے کہ انسانی ہاتھ میری تعلیم میں نہیں تھا۔میرے اساتذہ میں سے بعض زندہ ہیں اور بعض فوت ہو چکے ہیں...... ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کو خدا تعالیٰ نے اسی سال ہمارے ساتھ ملنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔وہ ہمارے حساب کے استاد تھے اور لڑکوں کو سمجھانے کے لیے بورڈ پر سوالات حل کیا کرتے تھے۔لیکن مجھے اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دیتے تھے کیونکہ جتنی دُور بورڈ تھا اتنی دور تک میری بینائی کام نہیں دے سکتی تھی اور پھر زیادہ دیر تک میں بورڈ کی طرف یوں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ نظر تھک جاتی۔ اس وجہ سے میں کلاس میں بیٹھنا فضول سمجھا کرتا تھا۔کبھی جی چاہتا تو چلا جاتا اور کبھی نہ جاتا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس میرے متعلق شکایت کی کہ حضور یہ کچھ پڑھتا نہیں۔کبھی مدرسہ میں آجاتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے جب ماسٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ شکایت کی تو میں ڈر کے مارے چھپ گیا کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس قدر ناراض ہوں۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب یہ بات سُنی تو آپ نے فرمایا۔آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ بچے کا خیال رکھتے ہیں اور مجھے آپ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسے چلا جاتا ہے۔ ورنہ میرے نزدیک تو اس کی صحت اس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے۔پھر ہنس کر فرمانے لگے اس سے ہم نے آٹے دال کی دوکان تھوڑی کھلوانی ہے کہ اسے حساب سکھایا جائے حساب آئے یا نہ آئے کوئی بات نہیں۔آخر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کونسا حساب سیکھا تھا۔اگر یہ مدرسہ چلا جائے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سُنکر ماسٹر صاحب واپس آگئے۔مَیں نے اس نرمی سے اور بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور پھر مدرسہ میں جانا ہی چھوڑ دیا۔کبھی مہینہ میں ایک آدھ دفعہ چلا جاتا تو اور بات تھی۔غرض اس رنگ میں میری تعلیم ہوئی۔'' 32

اگست ۱۹۴۷ء میں حضرت مصلح موعود نے آپ کے سپرد دفتر وکیل المال تحریک جدید میں مشنہائے بیرونِ ہند کا بجٹ تیار کرنے کا کام فرمایا اور آپ ۳۱ جنوری ۱۹۴۹ء تک تحریک جدید میں مفوضہ

فرائض سرانجام دیتے رہے۔ چند ماہ تک آپ نے محاسب صدر انجمن احمدیہ کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ بعدازاں آپ حضور کے ارشاد پر لاہور میں بیرونی جماعتوں کا ریکارڈ اکٹھا کرتے رہے۔ ۱۳دسمبر ۱۹۵۰ء تک اس عہدے پر خدمتِ سلسلہ بجالاتے رہے۔آپ بہت نیک، متقی اور خداترس موصی بزرگ تھے۔ قیام پاکستان کے بعد جلسۂ سالانہ میں حضرت مصلح موعود کی تقریر سے قبل آپ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔اسی طرح مشاورت میں بھی۔آپ کو تحریک جدید (دورِثانی) کے مجاہد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔[33]

اولاد

۱۔ولی اللہ صاحب۔فورمین اٹک آئل کمپنی کھوڑ

۲۔ہدایت اللہ صاحب۔سیکرٹری مرچنٹ نیوی کلب کراچی

۳۔عبداللہ صاحب۔سٹیشن ماسٹر ہارون آباد

۴۔عطاءاللہ صاحب۔ایجنٹ موٹرز۔لاہور

۵۔لیفٹیننٹ نعمت اللہ صاحب۔(پاکستان نیوی)

۶۔رضاءاللہ صاحب۔الیکٹریکل سپروائزر سرگودھا

۷۔خیرا لنساء صاحبہ۔(اہلیہ بابوعبدالقادر مرحوم اوورسیئر گوجر خان آپ ماسٹر صاحب کے بھانجے تھے۔)

۸۔برکت النساءصاحبہ۔(اہلیہ میاں محمد اسلم صاحب انسپکٹر پولیس لاہور پسر میاں محمد صادق صاحب)

۹۔نورالنساءصاحبہ۔(اہلیہ بابوعبدالقیوم صاحب خزانچی واہ سیمنٹ کمپنی۔آپ ماسٹر صاحب کے بھانجے تھے)

۱۰۔قمرالنساءصاحبہ۔(اہلیہ میاں محمد اعظم صاحب ولد میاں محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر امورِخارجہ راولپنڈی)۔

۱۱۔ طاہرہ اختر النساء صاحبہ۔(اہلیہ عطاء اللہ صاحب نسیم پسر میاں خدا بخش صاحب بھیروی کلرک ملٹری انجنیئرنگ سروسز لاہور چھاؤنی)۔[34]

حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب (معالج چشم) مہاجر دہلوی

ولادت:۱۸۸۶ء بیعت تحریری:۱۹۰۰ء بیعت دستی:۱۹۰۱ء وفات:۱۰/اگست ۱۹۶۵ء[35]

حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب قریشی الاصل تھے۔ والد ماجد کا نام قریشی مولا بخش تھا۔ دہلی کے مشہور فراش خانہ احاطہ جن صاحب محلّہ رودگروں میں بودوباش رکھتے تھے۔(مولوی بشیر الدین صاحب دہلوی کی کتاب ''واقعات دارالحکومت دہلی'' حصہ دوم صفحہ ۲۰۴ پر اس احاطہ کا ذکر ملتا ہے۔ مطبوعہ شمس مشین پریس آگرہ ۱۳۳۷ھ، ۱۹۱۹ء) حضرت منشی عبدالعزیز صاحب دہلوی مصنف ''حیرت کی حیرانی'' (جن کا ذکر حضرت مسیح موعود نے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۲۴ زیر نمبر ۲۲۰ اور ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۲ زیر نمبر ۵۴ میں فرمایا ہے) آپ کے سگے ماموں تھے۔ ڈاکٹر صاحب دہلی سے ہجرت کر کے ۱۹۳۰ء سے لے کر تقسیم ملک تک قادیان میں قیام پذیر رہے۔ آپ تحریک جدید کی پانچہزاری فوج میں شامل ہونے کا اعزاز رکھتے تھے۔[36]

حضرت ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلوی حلفیہ بیان دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''میں خداوند پاک کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ ذیل میں جو خواب میں درج کر رہا ہوں وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ میں ۱۹۰۱ء کے ابتدائی مہینوں میں احمدیت میں داخل ہوا۔ احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق اس طرح سے ہوئی کہ میں ریاست کپورتھلہ میں پڑھتا تھا چونکہ وہاں احمدی بہت تھے اور ہر جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ہوتا رہتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر جب میں سنتا تو اپنے پرانے خیالات کی بناء پر چنداں خیال نہ کرتا۔ لیکن خداوند پاک کے فضل سے دو احمدی دوست مجھے ایسے ملے کہ میرے پیچھے ہی پڑ گئے اور جب میں ان سے ملتا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کا ذکر کرتے رہتے۔ آخر میرا دل بھی کچھ اس طرف ہونے لگا اور میں بہت دعائیں کرتا رہتا۔

ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنگل میں جا رہا ہوں وہاں کوئی آبادی نظر نہ آئی۔ لیکن اسی جنگل میں مجھ کو جھونپڑا نظر آیا۔ اس جگہ بہت سے مسلمان جمع ہیں۔ میں بھی وہاں چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں اور آپ کی آمد کی بہت خوشیاں ہو رہی ہیں۔ میں بھی ٹھہر گیا۔ وہاں اس جھونپڑے کے باہر ایک پلنگ بچھا ہوا ہے اس پر بچھونا بچھایا گیا اور اس بچھونے پر سرہانے سے پائنتی تک کانچ کے ٹکڑے پھیلا دیئے گئے ہیں اور پھر اس پر سفید چادر بچھا دی اور کہنے لگے کہ اس پر حضور بیٹھیں گے۔ اسی اثناء میں حضور تشریف لائے۔ چہرہ بہت ہشاش ہے۔ نہایت ہی خوبصورت جوان ہیں اور اچھے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور سر پر ٹوپی ہے۔ لیکن حضور کھڑے ہیں اور اس پلنگ پر نہیں بیٹھے۔ اسی وقت نظارہ بدل گیا۔ اب دیکھتا ہوں کہ

میں قادیان کی طرف جا رہا ہوں راستہ میں آموں وغیرہ کے باغات ہیں اور میں خوشی سے قدم بڑھاتے چلا جا رہا ہوں اور دل میں کہتا ہوں کہ ان باغات کے پیچھے قادیان ہے۔ بعد میں آنکھ کھل گئی۔

اس خواب کو دیکھ کر میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ موجودہ مسلمان ویسے تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد شیدائی نظر آتے ہیں لیکن دراصل یہ حضور کی پیشگوئی کی بناء پر جو شخص آنے والا تھا وہ یہی حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ لہٰذا میں نے فوراً حضور کو بیعت کا ایک خط روانہ کر دیا اور جب خود بعد میں قادیان پہنچا تو خواب کے آخری حصہ والا نظارہ ہو بہو جا کر دیکھ لیا۔“ [37]

جناب صوبیدار عبدالمنان صاحب دہلوی رقمطراز ہیں:

”میرے والد بزرگوار ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ میں دہلی سے ریاست کپورتھلہ میں اپنے نانا جان کے پاس تعلیم کی غرض سے آ کر رندھیرا کالج میں داخل ہو گیا۔ مجھے قرآن پاک پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ میرے بزرگوں نے حضرت مولوی عبدالقادر صاحب کے پاس جو کہ محترم حکیم محمد عمر صاحب مرحوم کے والد تھے پڑھنے کے لیے بھیج دیا۔ حضرت مولوی صاحب کی تبلیغ کے زیر اثر میں مولوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے اپنے نام پر بیعت لینے کی اجازت دی ہوئی ہے اور ۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریری بیعت بھی کر لی۔

جنوری ۱۹۰۱ء کے پہلے ہفتہ میں قادیان آ کر حضرت مسیح موعود کے دستِ مبارک پر بھی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ بعد میں آپ کے والد صاحب نے بھی تحریری بیعت کر لی۔ آپ کی والدہ محترمہ نے ۳۷۔۱۹۳۶ء میں قادیان آ کر ایک سال رہائش رکھنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہٗ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ میرے بڑے بھائی عبدالرحمٰن صاحب دادی اماں کو بیعت کے لیے تحریک کرتے رہتے تھے۔ آخر کار دادی اماں نے فرمایا۔ اگر تمہارے حضرت صاحب سچے ہیں تو دعا کریں۔ میرا لڑکا عبداللطیف جو کئی سال سے لاپتہ ہے وہ مجھے یہاں آ کر (قادیان) مل جائے۔ اس صورت میں مَیں احمدیت کو سچا مان لوں گی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا ادھر حضور کو خط لکھا اور ادھر کچھ دنوں بعد چچا جان قادیان آ گئے۔ ان کے واپس جانے کے بعد دادی اماں مرحومہ نے بیعت کر لی اور کچھ دن بعد وفات پا گئیں۔

والد صاحب کے دو چھوٹے بھائی ابھی حیات ہیں ایک نے بیعت کر لی تھی مگر اب مدت سے

خاموش ہیں۔آپ کی چھوٹی ہمشیرہ سے تین لڑکے اور ایک لڑکی موجود ہیں۔

والد صاحب فرماتے کہ میں بیعت کے بعد کپورتھلہ واپس آ گیا۔ایک دن مہاراجہ صاحب اپنے باورچی خانہ کے قریب سے گزر رہے تھے۔حقہ پڑا دیکھ کر ناراض ہوئے۔باورچی نے اپنی جان بچانے کے لیے میرا نام لگا دیا۔میں اس وقت مہاراجہ کے باورچی خانہ کے حساب کتاب پر ملازم تھا۔ مہاراجہ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو۔عبدالرحیم قادیان والے مرزا صاحب کے مرید ہیں اور احمدی حقہ نہیں پیتے۔اس لیے یہ عبدالرحیم کا حقہ نہیں ہوسکتا۔

والد صاحب نے کبھی احمدیت کو نہیں چھپایا۔اپنے خاندان پر حجت قائم کردی۔بڑے سے بڑے افسر کو بھی تبلیغ کرتے ہوئے نہیں جھجکتے تھے۔عاجز جب ۱۹۳۶ء میں بندرابن گیا تو وہاں کی مسجد کے امام صاحب کو تبلیغ شروع کر دی وہ میری باتیں بڑے غور اور دلچسپی سے سنتے رہے۔میں جب بات ختم کر چکا تو انہوں نے مجھے بتایا میں تو پہلے ہی احمدی ہوں۔آپ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب دہلوی سے معلوم کر لیں۔میں نے آ کر والد صاحب سے ذکر کیا تو والد صاحب نے بتایا وہ تو میرے ذریعے بیعت کر چکے ہیں۔

دہلی اور بندرابن میں ہندوؤں کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات تھے۔ہندوؤں کو اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔بلکہ لٹریچر مہیا کر کے ان میں تقسیم کرتے تھے۔ہندو آپ کے بہت معتقد تھے بڑے بڑے پنڈت والد صاحب کو بندرابن کے ان مندروں میں بلا لیتے تھے جن کے باہر بورڈ آویزاں تھے کہ یہاں مسلمان داخل نہیں ہوسکتا۔ان کی وجہ سے باقی ہندو بھی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسجد احمدیہ لنڈن کے لیے تحریک فرمائی اس پر تمہاری والدہ نے اپنا سارا زیور اتار کر حضور کی خدمت میں اسی وقت پیش کر دیا۔جب جلسہ سے تمہاری والدہ گھر آئیں تو مجھ سے پوچھنے لگیں کہ یہ میرا زیور کس کا ہے؟ میں نے کہا تمہارا۔اس پر کہنے لگیں۔اگر یہ میں کسی کو دے دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔میں نے جواب دیا نہیں۔اس پر فرمانے لگیں میں نے چندہ مسجد لندن میں حضور کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔والد صاحب فرماتے ہیں مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔

۱۹۳۰ء میں والد صاحب نے ہم تین بھائیوں مکرم عبدالرحمٰن صاحب، مکرم عبدالمنان صاحب و مکرم عبدالقادر صاحب کو قادیان مدرسہ احمدیہ میں اس غرض سے داخل کیا کہ یہ مولوی فاضل پاس کر

کے مبلغ کے طور پر کام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کی اس خواہش کو اس رنگ میں پورا کیا کہ آج جبکہ والد صاحب وفات پا چکے ہیں آپ کے یہ تینوں لڑکے مرکز احمدیت قادیان، ربوہ میں سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔ والد صاحب کی یہ خواہش بھی ان کی زندگی میں ہی پوری ہوگئی۔مکرم عبدالرحمٰن صاحب دہلوی کے ذریعہ مکرم لیفٹیننٹ بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے اسلام قبول کیا۔مولوی عبدالقادر صاحب فاضل حال درویش نے ایام جنگ میں اٹلی میں جا کر پوپ کو مسیح کی آمد ثانی کی اطلاع دی۔اسی طرح اس عاجز کو بھی تبلیغ کی توفیق ملتی رہی۔ چنانچہ ۱۹۴۴ء میں پانچ اور ۱۹۴۷ء میں سات کس کو بیک وقت بیعت کروائی۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ جب تک میں تمام دنیا کے لوگوں کے لیے دعا نہیں کر لیتا میں رات کو نہیں سوتا۔عاجز اس بات کا شاہد ہے کہ خواہ بیمار ہوں یا کتنی ہی سردی کیوں نہ ہو اس ضعیف العمری میں بھی ہر وقت باوضو رہتے تھے۔اکثر ٹھنڈا پانی استعمال کرتے تھے پاکی کا بڑا خیال رکھتے تھے جب بھی میں رات کو باہر سے آتا یا سوئے ہوئے میری آنکھ کھلتی خواہ گرمی ہو یا سردی۔نوافل،تہجد یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام بڑے ترنم سے پڑھتے تھے۔وفات سے تین دن قبل بھی یہ شعر بڑے ترنم سے پڑھ رہے تھے۔

امروز قومِ من، نشناسد مقامِ من
روزے بگِریہ یاد کند وقت خوشترم

تقسیم ملک کے بعد والد صاحب قادیان سے آکر نمک میانی (نزد بھیرہ ضلع سرگودھا) میں آباد ہوئے۔عاجز کے بار بار لکھنے پر کہ اب آپ اپنی باقی زندگی مرکز ربوہ میں بسر کریں ۱۹۶۱ء سے میانی کو خیر آباد کہہ کر ربوہ تشریف لے آئے۔ پھر باوجود وہاں کے لوگوں کے پیغامات،خطوط اور خود آ کر والد صاحب سے واپس میانی چلنے کی درخواست کرنے کے آپ یہی جواب دیتے اب میں ربوہ میں ہی رہنے کا ارادہ کر کے آیا ہوں۔زندگی کا کچھ پتہ نہیں۔یہاں پر ہی انجام بخیر ہو تو بہتر ہے۔۲۶،۲۷،۲۸ مارچ ۱۹۶۵ء کو تینوں دن بڑے شوق سے باوجود ضعیف العمری کے قصرِ خلافت سے چل کر تعلیم الاسلام کالج کے ہال میں جا کر مجلس مشاورت میں شمولیت فرماتے رہے۔سلسلہ کی تقریبات میں شمولیت کا خاص شوق تھا۔اکثر فرماتے میں نے آج تک ایک بھی جلسہ سالانہ نہیں چھوڑا۔مشاورت

کے ختم ہونے کے اگلے دن صبح تقریباً آٹھ نو بجے والد صاحب کی طبیعت میں اچانک خاص قسم کا ضعف پیدا ہوا۔وہ گھر میں گر پڑے۔عاجز اسی وقت گھر پہنچا۔ڈاکٹر صاحب کو دکھایا علاج شروع ہو گیا سب بہن بھائی معہ اہل وعیال پہنچ گئے۔اس عرصہ میں کثرت پیشاب کی تکلیف شروع ہوگئی۔نیند بالکل اڑ گئی۔جمعہ کی نماز میں دعا کی تحریک کی گئی۔نماز جمعہ کے معاً بعد ڈیڑھ بجے نیند آئی اور پھر آنکھ کھل گئی۔ پھر متواتر نیند آنے لگی اور اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا یہ نشان ہمیں دکھایا۔الحمدللہ

علاج

ابتداء میں محترم ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب پھر مسلسل محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے دو ماہ تک والد صاحب کا علاج کیا۔جس سے آرام آ گیا۔مگر اس دوران کافی کمزور ہو چکے تھے۔ ۱۰/اگست ۱۹۶۵ء کو طبیعت بہتر معلوم ہوتی تھی۔مگر پانچ بجے شام اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا۔آپ کے منہ میں پانی ڈالا گیا۔دو گھونٹ پینے کے بعد اپنے مولیٰ کے دربار میں تشریف لے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔وفات پر سب بہن بھائی پہنچ گئے۔سوائے مولوی عبدالقادر صاحب درویش قادیان کے جو نہ پہنچ سکے۔[38]

اولاد از اہلیہ اوّل

عبدالربّ صاحب، عبدالرحمٰن، ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب، صوبیدار عبدالمنان صاحب، مولوی عبدالقادر صاحب دانش درویشِ قادیان، عبدالستار صاحب، عبدالرشید صاحب، امۃ العزیز بیگم صاحبہ اہلیہ حافظ شفیق احمد صاحب نجیب آبادی، عبدالسلام صاحب

اولاد از اہلیہ دوم

محمد عبدالشکور صاحب (المعروف شکور بھائی چشمے والے)، امۃ الرشید بیگم صاحبہ اہلیہ محمد یمین خان پیامؔ شاہجہانپوری، امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی، امۃ اللطیف بیگم صاحبہ اہلیہ عبدالکریم شاد صاحب نیلہ گنبد، امۃ الحئی صاحبہ[39]

حضرت مولوی محمد افضل صاحب اوجلوی دھرمپورہ لاہور

ولادت: ۱۸۸۷ء بیعت: ۱۹۰۳ء[40] وفات: ۵ نومبر ۱۹۶۵ء[41]

میاں محمد افضل صاحب سکنہ اوجلہ ضلع گورداسپور حال مکان نمبر ۷ گلی نمبر ۵۷ نیا دھرم پورہ لاہور

نے ۱۸۹۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ان ایام میں گو آپ بچے ہی تھے اور پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔مگر چونکہ آپ کے تایا حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی پٹواری اور آپ کے حقیقی چچا منشی عبدالمجید صاحب بیعت کر چکے تھے اور ۳۱۳ صحابہ ؓ کرام میں شامل تھے اسی طرح آپ کے والد ماجد منشی عبدالحق صاحب پٹواری بھی بیعت کر چکے تھے۔اس لئے آپ کا بیعت کر لینا آسان تھا۔آپ فرماتے ہیں کہ جن ایام میں کرم دین سکنہ بھیں کے ساتھ مقدمات چل رہے تھے۔ان ایام میں میری بیوی نے بھی بیعت کر لی تھی گو وہ ان ایام میں بہت کم عمر تھی مگر بڑی عورتوں کے ساتھ مل کر اس کے لئے بھی بیعت کرنا آسان تھا۔

آپ فرماتے ہیں:۔

’’جب میں نے سکول چھوڑا تو اس وقت سب سے پہلا منشی رسالہ تشحیذ الاذہان کا میں ہی مقرر ہوا تھا اور میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی کھایا تھا‘‘[42]

آپ کے بھتیجے فیض الرحمان صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ان کو میں نے ایک درویش کی حالت میں پایا۔وہ اپنے کام میں مگن رہتے تھے۔دنیا داری سے بے رغبتی تھی۔نہایت کم گو تھے۔صرف ضرورت کے وقت بات کرتے تھے۔کسی کے کام میں مداخلت نہیں کرتے تھے۔بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔خود نماز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کیا کرتے تھے۔انکی ایک مختصر سی لائبریری بھی تھی۔اس میں بیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف تھیں۔ان کتابوں کا بھی مطالعہ کرتے رہتے الفضل اخبار باقاعدگی سے منگواتے اور اس کا ایسے مطالعہ کرتے تھے جیسے کوئی درسی کتاب توجہ سے پڑھی جاتی ہے۔الفضل کے ابتدائی لفظ سے شروع کرتے اور آخری لفظ تک نہایت انہماک سے مطالعہ کرتے تھے۔ہر معاملہ میں وقت کی سخت پابندی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا پابند بنانے کی کوشش کرتے۔آپ نے نہایت تنگ دستی کی زندگی بھی گزاری لیکن کبھی اس تنگی کا شکوہ نہ کیا۔اپنی آمدنی کے مطابق چندہ باقاعدگی سے آخری وقت تک ادا کرتے رہے۔ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی شکر گذاری کے کلمات ہی زبان سے ادا کیے۔

ان کی اپنی اولاد کوئی نہیں تھی۔انکی اہلیہ کا نام سردار بیگم تھا۔آپ کی ایک بیٹی پیدا ہوئی جو بڑی ہو کر فوت ہوگئی۔اسکے بعد آپ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔آپ کے ایک ربیب تھے جن کا نام احمد جان تھا۔ان کی اولاد اس وقت موجود ہے۔

حضرت ڈاکٹر سید ولایت شاہ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن افریقہ

ولادت قریباً: ۱۸۷۹ء[43]

بیعت: ۱۸۹۹ء[44] وفات: ۲۸ نومبر ۱۹۶۵ء بمقام نیروبی

آپ ضلع سیالکوٹ کے مشہور قصبہ سمبڑیال کے ماحول میں واقع ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ جہاں آپ کا خاندان ایک گدی کا مالک تھا۔اس گدی کے بعض مرید اس وقت بھی مشرقی افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔آپ اپنے خاندان میں اکیلے ہی احمدی تھے۔ بیعت کرتے ہی آپ کے خاندان کے سب لوگ آپ کے مخالف ہوگئے اور آپ نے بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ان سے قطع تعلق کر لیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے نیروبی میں اپنی بیعت اور مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سنائے۔ جو بہت ایمان افروز تھے۔جس کے مطابق:

حضرت ڈاکٹر صاحب نے کئی سال تک ہندوستان میں ملازمت کی پھر ۱۹۱۳ء کے لگ بھگ دوسرے ڈاکٹروں کے ساتھ جن کو ہندوستان سے بھرتی کیا گیا تھا، مستقل طور پر مشرقی افریقہ تشریف لے گئے اور کینیا کے متعدد شہروں میں طبی خدمات بجالاتے رہے اور بالآخر ریٹائرڈ ہوکر نیروبی میں آباد ہوگئے اور اپنی پریکٹس شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے خوب کمایا اور بڑی جائیداد پیدا کی اور اپنے فن میں اس درجہ کامیاب ہوئے کہ ایک مرتبہ حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ:

''افریقہ کی کمائی صرف ڈاکٹر ولایت شاہ صاحب نے کھائی ہے۔'' وجہ یہ کہ اور احمدی ڈاکٹر جو افریقہ پہنچے ان میں سے بعض تو کامیاب ہی نہ ہوئے اور واپس چلے آئے اور بعض کو اللہ تعالیٰ نے مال تو خوب دیا۔لیکن اُن کو اولاد ایسی ملی جس کو دین سے محبت نہ تھی۔مگر حضرت ڈاکٹر ولایت شاہ صاحب مشرقی افریقہ کے وہ ممتاز بزرگ تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مال و جائیداد سے بھی نوازا اور نیک اولاد سے بھی۔ چنانچہ آپ کے بڑے صاحبزادے سید محمد اقبال شاہ صاحب نیروبی کے پریذیڈنٹ بنے اور قابل رشک خدمات انجام دیں۔حضرت ڈاکٹر صاحب کو حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ آپ ہر مالی جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔آپ نے ۱/۴ حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی۔آپ کا جنازہ صوفی محمد اسحاق صاحب امیر و مبلغ انچارج کینیا نے پڑھایا اور آپ نیروبی کے احمدیہ قبرستان (قطعہ موصیان) میں دفن کیے گئے۔[45]

حضرت شاہ صاحب کے قبول احمدیت کا واقعہ آپ ہی کے قلم سے درج ذیل کیا جاتا ہے۔آپ

تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''میں نے بچپن میں اپنے والد بزرگوار سے سنا ہوا تھا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ لیکن بعد ازاں آپ کے مخالفین سے عجیب عجیب باتیں سنیں۔ کوئی کہتا تھا کہ امام مہدی عرب میں پیدا ہوں گے۔ اُن کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ مرزا صاحب پنجاب میں پیدا ہوئے والدین کے نام بھی عبداللہ اور آمنہ نہیں ہیں۔ کوئی کہتا امام مہدی وہ ہوگا جس کو بچپن میں سمال پاکس کا ٹیکا کیا جائے گا تو اس کے بازو سے خون کی بجائے دودھ نکلے گا۔ اس کو اسی وقت مروا دیا جائے گا تا کہ وہ عیسائیوں کی نہ صلیبیں توڑ سکے نہ اُن سے جنگ کر سکے۔ کوئی کہتا تھا مرزا صاحب ہر وقت دستانے پہنے رہتے ہیں کیونکہ اُن کو کوڑھ کی بیماری ہے۔ کوئی کہتا کہ مرزا صاحب بجائے محمدؐ کے اپنا کلمہ پڑھواتے ہیں۔ کوئی کہتا کہ مرزا صاحب کوئی بڑے عالم بھی نہیں۔ مولوی نور دین صاحب سے مضامین لکھوا لیتے ہیں۔ انگریزی مضامین لکھوانے کے واسطے ایک انگریز چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ مسلمان علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا ہوا ہے۔ ایسے بیانات نے مجھے احمدیت سے اس قدر بدظن کر دیا کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ میں کبھی احمدی ہو جاؤں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے نوازا اور محض اپنے فضل و کرم سے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ میں آخر کار احمدی ہو گیا۔

میں امریکن مشن ہائی سکول سیالکوٹ کی پانچویں جماعت میں تھا کہ ماسٹر بدر دین صاحب نے مجھے آغا محمد باقر خان قزلباش رئیس اعظم و میونسپل کے ہاں ان کے دو چھوٹے بھائیوں کا ٹیوٹر مقرر کروا دیا اور مجھے بورڈنگ ہاؤس چھوڑ کر آغا صاحب کے ہاں رہنا پڑا۔ ایک دن میں اُن کی بیٹھک کے باغیچہ میں کھڑا تھا کہ سامنے بازار سے کثیر التعداد ارتھیاں اور جنازے گذر رہے تھے جو طاعون کی وباء سے ہلاک ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر میرا دل کانپ اٹھا۔ خیال آیا کہ جب شہر میں اتنے لوگ مر رہے ہیں تو خدانخواستہ مجھ پر بھی تو اس مرض کا حملہ ہو سکتا ہے۔ اتفاقاً مجھے قرآن کریم کے بارہ میں خیال آ گیا جو میں نے گاؤں میں پڑھا تھا لیکن تلاوت جاری نہ رکھنے کی وجہ سے وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ میری تلاوت صحیح ہے۔ اگر خدانخواستہ اس حالت میں فوت ہو جاؤں تو قیامت کے روز پہلا سوال قرآن کریم کے بھولنے کے بارہ میں ہوگا۔ جس کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکوں گا۔ پھر سوچنے لگا کہ صحیح تلاوت کہاں سے اور کس سے سیکھی جاوے۔ اگر کسی مسجد کے مُلا سے پوچھوں تو وہ کہے گا اتنے بڑے ہو

کرتم کو قرآن شریف بھی پڑھنا نہیں آتا۔ آخر کار یہ تدبیر سوجھی کہ کہیں درس ہوتا ہو تو اس میں شامل ہو کر سنوں۔ اس طرح میری کمزوری پر بھی پردہ پڑا رہے گا اور صحیح تلاوت بھی سیکھ جاؤں گا۔ آخر کار یہی تدبیر میری ہدایت کا موجب ہوئی۔ چنانچہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سارے شہر میں آجا کر صرف ایک جگہ قرآن شریف کا درس ہوتا ہے اور وہ بھی احمدیوں کے ہاں یعنی میر حامد شاہ صاحب مغرب کی نماز کے بعد درس دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میری اصل غرض صحیح تلاوت سیکھنا ہے ترجمہ تفسیر اور مرزا صاحب کے بارہ میں دلائل کی طرف توجہ نہیں دوں گا۔ اگلے دن جب میں احمدیہ مسجد کی طرف روانہ ہونے لگا تو آغا صاحب نے دیکھ لیا۔ پوچھنے لگے۔ شاہ صاحب آج تم کہاں چلے ہو۔ میں نے کہا احمدیہ مسجد میں درس سننے کے واسطے جانا چاہتا ہوں۔ کہنے لگے درس سُن کر تم مرزائی ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا میں نے صرف تلاوت سننی ہے۔ ان کے خصوصی عقائد کی طرف دھیان نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا یاد رکھو تم پر ضرور اثر ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم وہاں نہ جاؤ۔ اگلے دن آغا صاحب پھر باغیچہ میں ہی بیٹھے تھے۔ اس لیے اس دن بھی نہ جا سکا۔ تیسرے دن خوش قسمتی سے موقع مل گیا اور میں درس میں شامل ہو گیا۔ آغا صاحب کو بھی پتہ لگ گیا۔ لیکن انہوں نے مجھے جانے سے منع نہ کیا۔ میں ہر روز بلا ناغہ درس میں شامل ہوتا رہا۔ مجھے سوال یا اعتراض کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ ترجمہ اور تفسیر سن کر میرے شکوک اور شبہات خود بخود رفع ہو گئے۔ مخالفین کے سب افتراء فاسد علی الفاسد ثابت ہوئے اور میں نے انشراح صدر سے ۱۸۹۹ء میں بیعت کر لی۔ ایک پادری صاحب نے جو ہمیں انجیل پڑھایا کرتے تھے۔ مجھے بہکانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن میں اپنے سلسلہ کا لٹریچر پڑھ کر ان کے قابو میں نہ آیا۔ بلکہ ان کو لاجواب کر دیا۔ آخر کار ایک دن کہنے لگے کہ مجھے پتہ لگ گیا ہے تم مرزائی ہو گئے ہو۔ میں نے کہا ہاں! وہی لوگ تو ہیں جن کے سامنے تم لوگ نہیں ٹھہر سکتے۔‘‘[46]

حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

’’اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبات جو حضرت کی زبان مبارک سے سنے کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ۱۹۰۶ء میں جب میں بلوچستان سے سکول ماسٹری چھوڑ کر لاہور میڈیکل سکول میں داخل ہونے کے لیے آیا تو داخلہ ہو چکا تھا لیکن ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی سفارش سے ڈاکٹر پیری نے ملٹری کلاس میں داخل کرنا منظور کر لیا پڑھائی شروع ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ سیکنڈ تھرڈ اور فورتھ ایئر والوں نے بعض شکایات کی وجہ سے ہڑتال کر دی اور سکول جانا

چھوڑ دیا جب میں نے کہا کہ ہم فرسٹ ایئر والوں کو کوئی شکایت نہیں تو ہم کس طرح ہڑتال میں شامل ہوں تو وہ قہر کی نظروں سے دیکھنے اور دھمکانے لگے۔ اس پر ہمیں بھی شمولیت کے لیے مجبور ہونا پڑا کیونکہ نہ شامل ہونے والوں کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کیا جاتا تھا۔ پرنسپل صاحب نے جب بورڈنگ ہاؤس سے نکال دیا تو رائے میلا رام صاحب نے ہم کو اپنی ایک کوٹھی رہنے کے واسطے دے دی۔ جب ہڑتال طول پکڑ گئی تو میں نے اور شیخ عبدالحکیم صاحب بسملؔ نے جو میرے ہم جماعت تھے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب سے پوچھا کہ داخل ہو جائیں یا نہ؟ وہ کہنے لگے کہ ہم کچھ نہیں کہتے بڑے گھر جاؤ اور اور پوچھ آؤ ہم رات کے دو بجے چوری چوری کوٹھی سے بھاگے اور اگلی صبح قادیان روانہ ہو گئے مسجد مبارک میں پہنچے تو اپنا ماجرا بیان کیا حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی گئی تو حضور تشریف لائے اور ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ میں ہڑتال کو بغاوت خیال کرتا ہوں اگر تم لوگوں کو کچھ شکایات ہیں تو لکھ کر باادب پیش کرو۔ تم میرے مرید ہو تو واپس جاؤ اور سکول میں داخل ہو جاؤ۔ ہم دونوں واپس آ گئے اور اگلے دن کالج کے احاطہ کی پچھلی دیوار پر چڑھ کر اندر داخل ہوئے اور اپنے نام پھر درج رجسٹر کرائے۔ سامنے پھاٹک سے اندر جانا ناممکن تھا اگر کوئی بند گاڑی میں بھی بیٹھ کر جاتا تھا تو پکٹنگ والے ڈنڈوں سے گھوڑے کو چوان اور سواریوں کا منہ توڑ دیتے تھے چند دنوں کے بعد سارے طلباء داخل ہو گئے سرغنے اور مانیٹر سکول سے نکال دیئے گئے اور پڑھائی پھر شروع ہو گئی یہ ہڑتال کامیاب ہوئی سب شکایات رفع کر دی گئیں۔[47]

مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے حسب ذیل نوٹ سپردِ قلم فرمایا:

''ابتداء میں سکول ماسٹر تھے بعد میں ذاتی محنت اور جدوجہد سے ڈاکٹری کی طرف توجہ کی اور ڈاکٹری کا امتحان پاس کر کے مشرقی افریقہ میں ۱۹۱۳ء میں پہنچے۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب مرحوم کے علاوہ اور بھی کئی احمدی بزرگ اور صحابہ اس ملک میں موجود تھے۔ مشرقی افریقہ میں مختلف اوقات میں کم از کم دو درجن کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اپنے کاموں کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ ان میں سے ہر ایک بزرگ نے اسلام کی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت کے لیے جدوجہد میں ہر طرح اور ہر ممکن طریق سے حصہ لیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم بھی کینیا کے مختلف شہروں، کسمّوں، نیری، مچاکوس، ممباسہ، نیروبی اور نکورو وغیرہ میں مقیم رہے اور اس عرصہ میں سلسلہ کا لٹریچر جہاں بھی رہے تقسیم کرتے رہے اور اپنے ملنے جلنے والوں میں اسلام کی تبلیغ اور احمدیت کا تذکرہ کرتے رہے ہر

جگہ اپنے نیک نمونہ سے خیر سگالی کی فضا پیدا کرنے میں کوشاں رہے۔سلسلہ کے جس کام اور جس ضرورت کے لیے جب بھی اور جس وقت بھی تحریک کی گئی برابر حصہ لیتے اور بڑے شوق سے حصہ لیتے۔چندوں کی ادائیگی کا عرصہ دراز تک یہ طریق رہا کہ جنوری یعنی سال کے شروع میں سال کا پیشگی چندہ ادا کر دیتے۔

وصیت کا،تحریک جدید کا اور اسی طرح بعض دوسرے چندے بھی مقامی ضروریات تبلیغ،تعمیر مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر میں دل کھول کر مالی امداد دیتے رہے۔گورنمنٹ کینیا کے محکمہ میڈیکل سے اسسٹنٹ سرجن ہو کر ریٹائرڈ ہوئے اور ریٹائر ہونے کے بعد نیروبی میں پرائیویٹ پریکٹس شروع کر دی۔اپنے بیماروں کو معمول کے مطابق جا کر دیکھتے اور پھر ایک خاص وقت میں گھر پریکٹس کے لیے بیٹھتے۔بیماروں کو دیکھنے جب جاتے تو پیدل سارا سفر کرتے۔اپنے گھر میں پودوں کی دیکھ بھال خاص شغف سے کرتے۔اس سے ان کی ورزش بھی ہو جاتی اور صحت کے قائم رکھنے میں مدد رہی۔اپنے عرصہ ملازمت میں جہاں جہاں بھی مقیم رہے ڈاکٹر صاحب موصوف شجر کاری کا خاص خیال رکھتے ان کا یہ محبوب مشغلہ تھا۔بلکہ بعض ایسے درخت جو حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم نے ہسپتالوں اور ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کے مکانوں کے آس پاس لگوائے،ان کے لڑکوں نے ان کے پھل بھی کھائے۔ایک دفعہ نیروبی سے سو میل کے فاصلہ پر ایک نہایت ہی پُر فضا جگہ نیری Nyeri میں ان کے لڑکے مرحوم ڈاکٹر سید انور شاہ صاحب کو ملنے گیا وہ اس جگہ کے ہسپتال کے انچارج لگے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے یہ لوکاٹ کے درخت لگائے تھے اور اب مَیں اس کے پھل کھاتا ہوں۔

سلسلہ کے لٹریچر میں جو مشرقی افریقہ میں تبلیغی لحاظ سے اور اسلام کی برتری وعظمت کو قائم کرنے میں بہت ہی مفید ثابت ہوا۔آپ اس کی اشاعت میں مالی امداد آپ دیتے رہے۔قرآن مجید کے سواحیلی ترجمہ،کشتی نوح کے سواحیلی ترجمہ میں آپ نے اور آپ کے بیٹوں نے بلکہ بعض بیٹیوں نے بھی حصہ لیا۔

پرانے بزرگوں کی بالخصوص ان کے دل میں بہت قدر و عظمت تھی۔ان کا اکثر ذکر خیر کرتے۔ سلسلہ کے خدام سے اختلاف ہوتا تو خاموشی سے اصلاح حال کی کوشش فرماتے۔پابند شریعت تھے۔ بچوں کی دینی تعلیم و تربیت ذاتی توجہ اور کوشش سے کی ہے اور اپنے لڑکوں کو بچپن میں ہی قادیان بھجوا دیا۔چنانچہ قادیان کی تعلیم و تربیت کی برکت سے سب بچے سلسلہ کے خادم اور سلسلہ سے اخلاص رکھنے والے ہیں۔‘‘ [48]

اولاد

سید محمد اقبال شاہ صاحب۔ڈاکٹر سید انور شاہ صاحب۔(الفضل ۵ فروری ۱۹۶۶ء کے مطابق حضرت ڈاکٹر صاحب کے چار لڑکے اور دولڑکیاں ہیں۔)

حضرت چوہدری غلام محمد سدھو صاحب آف پریم کوٹ

ولادت:۱۸۶۳ء بیعت:(سن کی تعیین نہیں ہوسکی) وفات:۷دسمبر ۱۹۶۵ء

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور احمدیت کے شیدائی اور بہت مخلص وجود تھے۔

اولاد: چوہدری محمد اسماعیل سدھو صاحب [49]

حضرت منشی سربلند خان صاحب

ولادت:۱۸۸۵ء بیعت:۱۹۰۴ء وفات:۹دسمبر ۱۹۶۵ء[50]

حضرت منشی صاحب کو احمدیت سے دلچسپی پیدا کرنے کا موجب آپ کے چچا حضرت منشی گوہر علی صاحب تھے اور آپ کو بیعت کی تحریک حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے کی۔آپ نے ۲۶/اکتوبر ۱۹۳۸ء کو، جبکہ آپ ہیڈ منشی دفتر نہر ڈویژن مظفر گڑھ کے عہدے پر فائز تھے، اپنے قلم سے قبولِ احمدیت کے حالات لکھے۔جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک کے بعض اہم واقعات بھی تھے۔آپ اپنی اس غیر مطبوعہ تحریر میں فرماتے ہیں کہ

''اس عاجز نے ورنیکلر مڈل سکول ۱۹۰۱ء میں پاس کیا تھا اور اس کے بعد میں اپنے چچا صاحب مرحوم منشی گوہر علی صاحب احمدی (جو نہر سدھنائی تحصیل کبیر والا ضلع ملتان میں پٹواری تھے) کے پاس چلا گیا۔چچا صاحب مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی تھے اور ان کے پاس اخبار''الحکم'' آیا کرتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف کردہ کتب بھی تھیں۔جن کو میں مطالعہ کیا کرتا تھا۔گو مَیں اصل باشندہ خاص کوٹلہ افغاناں تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور کا تھا اور صرف اتنا سنا ہوا تھا کہ امام مہدی علیہ السلام آ گئے ہوئے ہیں۔مگر یہ کوئی پتہ نہیں تھا کہ کہاں آئے ہوئے ہیں؟ اور نہ ہی کوئی مذہبی معاملات سے دلچسپی تھی۔اخبار الحکم اور کتب کے مطالعہ سے چونکہ طبیعت میں انکساری اور خوف خدا کا مادہ تھا، دل یہی چاہتا تھا کہ فوراً بیعت کر لینی چاہیے۔دوسری طرف ملّانوں کا شوروغوغا اور مخالفت بھی زوروں پر تھی اور چنداں مذہب کی واقفیت نہ تھی اور قرآن شریف سے اس سے پہلے بالکل ناآشنا تھا۔

میرے چچا صاحب مرحوم نے ایک ملاں ضعیف العمر اپنی لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے رکھا ہوا تھا۔ جس کو اردو پڑھنا نہیں آتا تھا اس کے ساتھ میں نے سمجھوتہ کرلیا کہ مَیں آپ کو اردو پڑھایا کروں گا آپ مجھے قرآن شریف پڑھایا کریں۔ چنانچہ میں مکتب میں چلا جاتا اور چھوٹے چھوٹے بچوں سے قرآن شریف سنتا رہتا اور خود بھی ملاں صاحب سے پڑھتا رہتا۔ چنانچہ میں نے قرآن شریف ختم کرلیا اور حضرت چچا صاحب مرحوم کے پاس تفسیر محمدی حافظ محمد لکھوکے والے کی تصنیف تھی اس کو مطالعہ کرتا رہتا اور کچھ فقہ کی کتب حضرت چچا صاحب مرحوم نے لڑکیوں کو پڑھانے کے واسطے منگوائی ہوئی تھیں، ان کو پڑھتا رہتا۔ حتیٰ کہ مجھے دینی شوق دن بدن بڑھتا گیا اور جوں جوں سلسلہ احمدیہ سے واقفیت ہوتی گئی۔ توں توں خیالات بھی وسیع ہوتے گئے اور ملانوں کے ساتھ تبادلہ خیالات ہوتا رہا اور اگر میرے دل میں کوئی اعتراض پیدا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اخبار الحکم میں انہی اعتراضات کا حل آجاتا اور میرا ایمان مضبوط ہوتا گیا۔ سال ۰۲۔۱۹۰۱ء میں بے کار رہا اور کوئی ملازمت کا سلسلہ بھی نہ بنا اور یہی شوق مطالعہ کتب واخبار رہا۔ گویا میرا حافظہ ایسا نہیں تھا کہ ہر ایک بات کو یاد رکھتا اور باوجود اس کے کہ میرا علم کچھ بھی نہ تھا مگر مخالفوں کی باتوں کا اس پر بالکل اثر نہیں ہوتا تھا۔ غالباً شروع سال ۱۹۰۳ء میں مَیں نے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا اور بیعت بھی کی تھی جس سے شوقِ زیارت بڑھتا گیا اور میرے چچا مرحوم نے کوشش کر کے محکمہ نہر میں بعہدہ پٹواری نہر سال ۱۹۰۳ء میں ملتان میں ملازم کرا دیا اور میری تقرری بعہدہ پٹواری نہر شجاع آباد میں جولائی ۱۹۰۳ء کو ہوگئی۔ اتفاق سے میں ملازم پٹوار ہی تھا کہ حکم آگیا کہ ان کو ٹریننگ پٹوار نہر کے لیے امرتسر بھیجا جائے اور مَیں سال ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۳ء تک گھر بھی نہیں گیا تھا اور قادیان جانے کا شوق بھی ضرور تھا۔ چنانچہ احکام جاری ہوگئے اور مجھے امرتسر دوم ڈویژن میں غالباً ماہِ نومبر کے اخیر میں جبکہ ماہِ رمضان المبارک تھا۔ بھیجا گیا اور دوم ڈویژن اپر باری دوآب اُن دنوں گورداسپور سے لاہور تک تھا۔ میری تقرری جناب ڈپٹی کلکٹر صاحب بہادر میر عبدالوحید صاحب نے لاہور ڈویژن میں فرمائی۔ مگر میر صاحب بہت ہی نیک طبیعت کے تھے اور نمازی تھے اور قادیان میں بھی ان کا آفس تھا۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور میری تقرری تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں فرماویں تا کہ میں آسانی سے گھروں میں آجاسکوں۔ چنانچہ جناب میر صاحب نے میرے عرض کرنے پر میری تعیناتی تحصیل بٹالہ ضلعداری سیکشن کنجر متصل دھرمکوٹ بگہ فرمائی اور میں نے شکریہ ادا کیا۔ سیکشن کنجر سے ضلعدار صاحب لالہ ڈوگرمل صاحب نے جو

بہت نیک اور اچھے آدمی تھے میری تقرری دھاریوال کے نزدیک بیری ننگل میں فرمائی۔ وہاں میرے کئی ایک ہم قوم لوگ تھے جو میرے ساتھ بہت محبت کرتے تھے اور جس پٹواری کے ساتھ مجھ کو لگایا تھا وہ مسلمان امرتسر کا باشندہ تھا مگر احمدیت کا سخت دشمن تھا اور میرے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا نہ تھا۔ ماہِ دسمبر میں موقعہ عید پر اور جمعۃ الوادع پر مَیں پہلی دفعہ قادیان گیا مگر افسوس کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان دنوں اکثر گورداسپور مقدمات کی وجہ سے رہا کرتے تھے۔ مَیں زیارت سے مشرف نہ ہو سکا اور واپس بیری ننگل آ گیا۔ چونکہ پٹواری نہر سخت مخالف تھا۔ اس واسطے میں ضلعدار صاحب لالہ ڈوگرمل صاحب کی خدمت میں قلعہ لال سنگھ پہنچا اور عرض کی کہ مجھے بجائے مسلمان پٹواری کے کسی ہندو پٹواری کے ساتھ لگایا جاوے۔ چنانچہ ضلعدار صاحب نے میری درخواست کو قبول فرما لیا اور مجھے ریلوے اسٹیشن چھینہ کے پٹواری منشی نتھو رام صاحب کے ساتھ لگا دیا اور چھینہ سے تھوڑی دور میری چچازاد ہمشیرہ موضع شیر پور متصل ہرسیاں رہتی تھی۔ جو قادیان سے ۴ یا ۵ میل کا فاصلہ ہے۔ یہاں سے مجھے موقع مل گیا اور مَیں ہر جمعہ کو قادیان چلا جاتا اور شام کو واپس آ جاتا اور اردگرد کے احمدی دوست بھی واقف ہو گئے۔ خصوصاً سیکھواں والے مولوی امام الدین صاحب وغیرہ جنہوں نے مجھے ترغیب دی کہ جلدی بیعت کر لو۔ چنانچہ ایک جمعہ پر قادیان پہنچ کر مولوی امام الدین صاحب یا جمال الدین صاحب نے میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بعد نماز جمعہ عرض کی کہ اس لڑکے کی بیعت لی جاوے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ عصر کی نماز کے بعد اور دیگر دوستوں کو کہہ دیا جاوے پھر عصر کی نماز کے بعد فرمایا کہ شام کی نماز کے بعد اور پھر شام کی نماز کے بعد فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد۔ چنانچہ عشاء کی نماز کے بعد مسجد مبارک میں جہاں عام طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام شہ نشین ہوا کرتے تھے، بیعت کنندگان کو بلایا۔ مَیں آگے بڑھا اور حضور کے دست مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کئی اور دوست بھی تھے جن کا نام یاد نہیں اور بیعت لی اور بیعت کے بعد میرے اندر کوئی ایسی لہر دوڑ گئی جیسے بجلی اثر کرتی ہے۔ اس کے بعد مَیں ٹریننگ پٹوار نہر پوری کر کے امتحان امرتسر دے کر واپس ملتان چلا گیا اور میرے چچا صاحب مرحوم نے میرے نام اپنے خرچ پر رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری کرا دیا جو دو سال برابر ان کے خرچ پر میرے نام آتا رہا۔ اس کے بعد مَیں خود اپنے خرچ پر مستقل خریدار ہو گیا اور اخبار بدر کا بھی خریدار بن گیا اور پھر عام طور پر جلسہ سالانہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جاتا رہا اور فیضیاب ہوتا رہا۔

ایک جلسہ سالانہ غالباً ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کا تھا جس میں مسجد اقصیٰ میں سیڑھیوں کے پاس جنوب مشرق ایک کونے پر مکان تھا جو غیر احمدیوں کا تھا جن کے مکان پر چند ایک دوست بوجہ کثرت ہجوم چڑھ گئے اور مکان والوں نے برا بھلا کہا۔ اس برا بھلا کہنے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے کانوں سے سنا..........حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز باجماعت فرض ظہر وعصر ادا کر کے تقریر شروع فرمائی۔ اس وقت وہ تقریر ایسی جلالی رنگ رکھتی تھی جس میں حضور نے قادیان کے لوگوں پر احسانات کا تذکرہ فرمایا اوران کی مخالفت کا ذکر فرمایا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت کوئی غضب الٰہی نازل ہونے والا ہے۔ بعد خاتمہ تقریر جلسہ برخاست ہوا اور میں مسجد سے نکل کر چوک بازار میں مسجد کے پاس ہی آیا تھا کہ دو سکھ سردار جوان پڑھ معلوم ہوتے تھے مگر تقریر سن کر آئے تھے اور ذکر کر رہے تھے کہ بڑی عجیب تقریر تھی۔ اگر ہم کو خبر ہوتی تو ہم ہر روز سننے کے لئے آتے۔

اسی طرح ایک دن صبح کو مَیں اور میرے چچا زاد بھائی (جہاں اب محلّہ دارالرحمت ہے) جنگل گئے اور واپسی پر ہمارا خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کبھی بازار کی طرف سیر کو جاویں۔ تو کیا خوب ہو۔ چنانچہ ہم مسجد مبارک کے نیچے والے دروازے میں جا کھڑے ہوئے کیونکہ حضرت مسیح موعود عام طور پر صبح کو سیر کے لیے جایا کرتے تھے اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم وکیل بھی دروازہ پر کھڑے تھے اور عام طور پر حضرت صاحب باہر کی طرف سیر کو جایا کرتے تھے مگر اس دن خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت! آج بازار کے راستہ سیر کو چلیں۔ چنانچہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ بازار کے راستہ چلو۔ جب حضرت چوک بازار میں پہنچے اور لوگ آگے پیچھے دوڑتے ہوئے آ گئے۔ ایک شخص نے جو کسی دوسرے ملک کا باشندہ معلوم ہوتا تھا۔ قدم بوسی کے لیے جھک گیا مگر میں پاس ہی کھڑا تھا۔ حضرت صاحب نے اس کو کاندھے سے پکڑ اوپر اٹھا لیا اور فرمایا کہ ’’دیکھو مصافحہ کرنا چاہیے۔‘‘ پھر حضرت صاحب بڑے بازار سے ہو کر شمال کی طرف کو سیر کو چل دیے۔ بازار سے نکل کر دو رویہ قطاریں بنائی گئیں۔ کیونکہ راستہ مشکل سے ملتا تھا۔ ریتی چھلہ میں جہاں اب مشین یعنی کارخانہ ہے ایک درخت کھڑا ہے۔ ان کے نیچے حضور آ کر ٹھہر گئے اور آگے چلنے سے رُک گئے اور فرمایا کہ آج میں جماعت پر خوش ہوں۔ اس کے بعد بمعہ خدام واپس آ گئے۔‘‘[51]

حضرت منشی صاحب نے اپنی تمام زندگی داخلِ سلسلہ ہونے کے بعد جماعت کی خدمت میں گزار دی۔ ۱۹۳۸ء تک آپ محکمۂ انہار میں ملازم تھے اس عرصہ میں ملتان، ڈیرہ غازیخان اور

مظفر گڑھ کے علاقے میں جماعتی خدمات انجام دیتے رہے۔ریٹائرڈ ہونے کے بعد آپ نے مستقل رہائش قادیان میں اختیار کر لی اور محلّہ دارالفتوح میں پریذیڈنٹ حلقہ مقرر ہوئے اور تقریباً ۱۸ برس تک صدر انجمن احمدیہ قادیان کے دفتر جائیداد، پراویڈنٹ فنڈ میں مصروف عمل رہے۔آپ ملنساری اور خوش مزاجی کے باعث اپنے تمام حلقۂ احباب میں مقبول تھے۔

ہجرت کے بعد لاہور تشریف لے آئے اور عرصہ تک جودھامل بلڈنگ میں فرائض امامت سرانجام دیتے رہے۔نیز نماز فجر کے بعد درسِ قرآن دیتے اور شام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات پڑھ کر سناتے تھے۔تلاوت پُرسوز لہجے میں کرتے۔اٹھتے بیٹھتے ذکرالٰہی میں مصروف رہتے تھے۔اگرچہ آپ کی دنیوی تعلیم صرف مڈل تک تھی مگر عربی زبان اور دیگر دینی علوم میں سلسلے کا لٹریچر اپنے ذاتی شوق سے مطالعہ کر کے کافی مہارت پیدا کر لی تھی۔گفتگو کے دوران بڑے عالمانہ طریق سے جواب دیتے تھے اور امتحان انصاراللہ میں ہمیشہ فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے تھے۔

آپ لاہور میں اپنے بیٹے چوہدری محمد افضل صاحب کے ہاں مقیم تھے۔۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو آپ ربوہ تشریف لے آئے اور ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء کو انتقال فرمایا اور مقبرۂ بہشتی میں سپرد خاک کیے گئے۔[52]

اولاد

مولوی نور احمد صاحب ریٹائرڈ آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ، چوہدری محمد اسلم صاحب، چوہدری محمد اکرم صاحب، چوہدری محمد افضل صاحب، مولوی محمد اجمل صاحب شاہد، چوہدری محمد ارشد صاحب، اقبال بیگم صاحبہ، سعیدہ بیگم صاحبہ، رفیقہ بیگم صاحبہ۔[53]

حضرت مولوی احمد علی صاحب دوالمیال

ولادت: تقریباً ۱۸۷۰ء [54] بیعت: ستمبر ۱۹۰۳ء وفات: ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء [55]

دوالمیال ضلع جہلم میں میاں محمود احمد صاحب کے ہاں پیدا ہوئے آپ کے خاندان کا بیشتر حصہ اس بستی سے دو میل جانب غرب ڈہری سیداں میں آباد ہے۔ بیعت سے قبل آپ اہلِ حدیث فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کی ابتدائی تعلیم پرائمری تھی۔ کچھ عرصہ بھیرہ میں رہ کر علم حاصل کیا۔گلستان و بوستان پڑھی اور صرف ونحو اور عربی کا علم مولوی خان ملک صاحب کھیوالی سے سیکھا۔تعلیم کے بعد چند سال سکول میں مدرس رہے۔ بعد ازاں کچھ عرصہ محکمۂ پٹوار میں ملازمت کی اس پیشہ میں رشوت عام تھی۔ایک مرتبہ آپ کو سانپ نے ڈس لیا۔مگر خدا تعالیٰ نے رحم فرمایا دوسری مرتبہ ہیضہ سے بیمار ہو گئے

اور صدقہ و خیرات سے جان بچی۔آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان حوادث کا حقیقی سبب رشوت ہے۔اس لیے پٹوار کو چھوڑ دیا اور محکمہ کالری ڈنڈوت ضلع جہلم میں بحیثیت منشی ملازم ہو گئے۔ 56

حضرت مولوی صاحب کی قبول احمدیت اور پہلے سفر قادیان اور بیعت کے روح پرور حالات آپ ہی کے قلم سے درج ذیل کیے جاتے ہیں۔

''میں ڈنڈوت میں محکمہ کالری میں ملازم تھا۔وہاں مولوی عطا محمد صاحب جہلمی اوورسیئر تھے ان کے پاس سے اخبار الحکم کا پرچہ ملا۔جس میں حضرت صاحب کی تفسیر سورۃ فاتحہ درج تھی۔میں نے اُس کا مطالعہ کیا بعد میں دل میں نماز پڑھنے کا خیال پیدا ہوا۔اُسی وقت کپڑے دھلائے اُن کو پہنا نماز پڑھی۔بعدہٗ روٹی کھائی۔شام کو ان کے پاس گیا مزید معلومات حاصل کیں ایام الصلح اور ضرورت الامام کتاب دی۔آخر تاکید کی کہ اس شخص کو دیکھنا چاہیے۔میں نے چھٹی کی درخواست دے دی۔انیس روز کی رخصت منظور ہوئی قادیان گیا۔

جب ملکوال گیا تو ایک ہندو نے مجھے کہا کہ ''مرزے کی شکل تبدیل شدہ ہے۔چہرہ کسی کو دکھاتے نہیں''۔مجھے غصہ آیا۔قریب تھا کہ لڑائی ہو جاوے لیکن لوگوں نے لڑائی رکوا دی اس نے مجھ سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ میں نے کہا کہ لاہور سے آگے۔اُس نے کہا کہ قادیان جاتے ہو۔میں نے کہا، ہاں۔تو اس نے پہلی بات کو پھر دھرایا۔

جب میں بٹالہ آیا تو ایک مولوی صاحب کو دیکھا کہ وعظ کر رہے ہیں کہ قادیان نہ جانا۔لیکن میں اس طرف متوجہ نہ ہوا۔آخر دیوانی وال کے تکیے پر گیا۔وہاں مسجد میں نماز پڑھی۔ان ملنگوں نے جو چوپٹ کھیل رہے تھے۔پوچھا کہ کہاں سے آتے ہو۔میں نے کہا کہ ضلع جہلم سے۔اس نے کہا کہ مرزے نے بڑا کام کیا کہ چاروں کونوں سے سب کو اکٹھا کیا۔آخر وہاں سے چل کر عصر کے وقت قادیان آیا۔اتفاقاً بھیرہ کے نجم الدین صاحب مل گئے۔جو دو ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں کتابیں بیچتے ہوئے آئے تھے۔وہ مجھے مسجد مبارک میں جو ان دنوں چھوٹی تھی لے گئے۔اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔حضرت صاحب بمع احباب وہاں تشریف رکھتے تھے۔مجھے ان کے چہرے کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج کی کرنوں سے ان کے چہرے کی کرنیں زیادہ روشن ہیں۔میں نے چونکہ احوال الآخرت (از حافظ محمد لکھوکے) پڑھی ہوئی تھی جب میں نے حضرت صاحب کا حلیہ ملایا تو بالکل اس کے موافق تھا۔اتنے میں خواجہ کمال الدین صاحب نے اعلان کیا کہ اگر کسی نے بیعت کرنی ہو تو کر لے۔چنانچہ میں

نے اور دو آدمیوں نے حضرت صاحب کی بیعت کر لی۔ بعدہٗ حضرت صاحب نے دعا مانگی۔

حضرت صاحب نے خواجہ صاحب سے (ایک مقدمہ کے) حالات دریافت فرمائے۔خواجہ صاحب نے کہا کہ حضور کوئی صورت بچاؤ کی نظر نہیں آتی۔

حضور نے مسکرا کر فرمایا کہ خواجہ صاحب میں آپ کا کہا مانوں یا عالی بارگاہ کا،ادھر سے تو مجھے آواز آتی ہے کہ تم بری ہو۔آپ سمجھتے ہیں کہ بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔آخر کار مقدمہ خارج ہوا اور آپ بری ہو گئے۔ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میں بہت تنگ ہوں سارا گاؤں مخالف ہے۔صرف دو بیل رہ گئے تھے وہ بھی چوری ہو گئے۔ایک دوسرے نے بھی اپنی مصیبت کا ذکر کیا۔فرمایا:

’’اے بھائیو! تم ابھی بچوں کی مانند ہو تم پر مصائب آئیں گے۔تم کو چاہیے کہ خدا کی درگاہ میں گڑگڑا کر دعائیں مانگو۔وہ وقت قریب ہے کہ جب تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔تمہاری درخواست بارگاہ الٰہی میں ہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔بلکہ ابھی تم کو بہت سی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔وہ کیا؟ خدا تعالیٰ کے حکم سے ایک سکول بنانا چاہتا ہوں۔تم کو اولادیں وقف کرنی پڑیں گی۔تم سے اولاد طلب کروں گا۔جن کو اس سکول میں تعلیم دوں گا۔پھر ان کو تعلیم حاصل کرا کے غیر ممالک میں بھیجوں گا تا کہ وہ دوسرے ملکوں میں اسلام کی اشاعت کریں۔‘‘

مَیں ۱۷۔۱۸ روز تک رہا۔حضرت اقدس کی مٹھی چاپی بھی کی۔جب میں جانے لگا تو خود ہی فرمایا کہ میں تیرے واسطے پھر بھی دعا کروں گا۔اس وقت میری داڑھی اور مونچھ کچھ نہ تھی۔اس کے علاوہ کوئی بات یاد نہیں‘‘۔[57]

اولاد

۱۔ اللہ دتہ صاحب (بغیر شادی کے جوانی میں ہی فوت ہو گئے)

۲۔ غلام محمد صاحب مرحوم

۳۔ شریف بی بی صاحبہ مرحومہ اہلیہ صوبیدار غلام حسین صاحب[58]

۱۹۶۵ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابۂ کرام کے علاوہ ۱۹۶۵ء میں تابعین کی صف اول سے تعلق رکھنے والے کئی ایسے مخلصین وفات پا گئے جن میں علمی اور قلمی جہاد کرنے والے مشاہیر بھی شامل تھے۔ مثلاً مولانا محمد اسماعیل صاحب یادگیری، حضرت سید بشارت احمد صاحب، جناب محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان وغیرہ۔ تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔

خواجہ ظہور شاہ صاحب

(وفات: ۳ جنوری ۱۹۶۵ء)

مولانا جلال الدین شمسؓ صاحب کے خسر اور حضرت خواجہ عبید اللہ صاحب ریٹائرڈ ایس ڈی او کے بھانجے تھے۔ تبلیغ کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔[59]

محمد حیات صاحب ملتانی

(وفات: ۱۵۔۱۶ جنوری ۱۹۶۵ء)

آپ مولوی محمد منور صاحب مجاہد مشرقی افریقہ کے خسر تھے۔ ۱۹۱۵ء میں بیعت کی۔ ۱۹۵۰ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے سے پہلے قریباً ۳۰ سال تک ملتان میں سیکرٹری مال اور محاسب کی خدمات بجالاتے رہے۔ بعدازاں کچھ عرصہ آنریری انسپکٹر بیت المال کی حیثیت سے بھی کام کیا۔[60]

کیپٹن ڈاکٹر محمد دین صاحب

(وفات: ۱۷ جنوری ۱۹۶۵ء)

آپ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ میر پور آزاد کشمیر تھے۔ تہجد گزار، مالی جہاد میں سرگرم، مہمانوں اور غریبوں کے خادم تھے اور سلسلۂ احمدیہ کی خدمت کے لیے دل و جان سے مستعد رہتے تھے۔ ۱۹۲۹ء سے مارچ ۱۹۶۰ء تک سرکاری ملازمت کے دوران شملہ، امرتسر، گجرات، پونچھ، تراڑکھیل، کوٹلی، ڈھڈیال، بھمبر اور میر پور میں طبی خدمات بجالاتے رہے اور مختلف عہدوں پر فائز رہ کر خدمت سلسلہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ حکومتِ پاکستان کی طرف سے مرحوم کو ''تمغۂ خدمت پاکستان'' ملا۔

ماسٹر خیرالدین صاحب مرحوم سابق نائب ناظر تعلیم قادیان کے چھوٹے بھائی تھے۔[61]

بابا جان محمد صاحب درویش

(وفات قادیان: ۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء)

معمر اور موصی بزرگ تھے۔ کئی سال تک مختلف مقدس مقامات پر اخلاص و وفا سے پہرا کی ڈیوٹی پر متعین رہے۔ کئی سال دار المسیح میں حضرت اماں جان کے کنویں والے صحن کے حصے میں قیام فرما رہے۔ رُکَّعًا سُجَّدًا کی تصویر تھے۔[62]

مکرم چوہدری فیض احمد گجراتی صاحب اپنی تالیف ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' میں محترم بابا جان محمد صاحب گھٹیالیاں کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابتدائے درویشی میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشاد کی تعمیل میں جو لوگ اپنے اہل و عیال اور مال و منال کی محبتوں اور قربتوں کو ترک کر کے درویشانہ زندگی کے ذریعہ سے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے قادیان تشریف لائے تھے۔ انہی میں سے ایک ہمارے بزرگ اور درویش بھائی بابا جان محمد صاحب بھی تھے۔ آپ کا اصل وطن موضع گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ (مغربی پاکستان) تھا اور اسی نسبت سے آپ ''باباجان محمد گھٹیالیاں'' کہلاتے تھے۔ باباجی نے اپنی درویشی کے کئی سال حضرت اماں جان کے کنویں والے صحن کے حصے میں گزارے۔

باباجی اسی صحن میں ننگی کھری چارپائی پر بیٹھ کر ایک تکیئے کے اوپر بڑی تقطیع اور جلی حروف والا قرآن کریم رکھ کر بہت بلند آواز میں تلاوت کرتے رہتے تھے۔ اور نمازوں کے اوقات میں مسجد کا رخ کرتے تھے یا پھر اپنا مخصوص ایلومنیم کا پیالہ لئے کھانا لینے لنگر خانہ جایا کرتے تھے۔

درویشی کے ابتدائی ایام میں آپ مختلف مقامات پر پہرہ وغیرہ کی ڈیوٹی پر متعین رہے۔ لیکن جب بڑھاپے نے توانائیاں چھین لیں اور بہت ضعیف ہو گئے تو ڈیوٹیاں معاف ہو گئیں۔ اور تلاوت قرآن کریم، نمازیں اور دعائیں ہی اجزائے زندگی ہو گئیں۔

باباجی کی درویشی کے طفیل ان کی اہلیہ زینت بی بی صاحبہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہ نومبر ۱۹۵۳ء میں پاسپورٹ اور ویزا لے کر قادیان کی زیارت اور باباجی سے ملاقات کے لئے قادیان آئیں۔ اور نہایت مختصر سی علالت کے بعد ۲ دسمبر ۱۹۵۳ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔ اور اس طرح وہ خوش قسمت خاتون درویشی کے لئے اپنے خاوند کی قربانی دے کر اس قربانی کا اجر پا گئی۔[63]

منشی سید وراثت علی صاحب

(وفات:۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء)

سونگھڑہ کے مشہور ولی اللہ اور صاحبِ کشف حضرت حاجی حسن علی صاحب کے پوتے تھے۔ جنہوں نے فرمایا تھا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام پیدا ہو گئے ہیں۔مگر ہنوز ظہور فرما نہیں ہوئے۔64

چوہدری ظفر الحسن صاحب

(وفات:۳ فروری ۱۹۶۵ء)

آپ کے بیٹے مکرم چوہدری ندیم احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مطابق آپ ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) میں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات کے قدیم گاؤں پہیلاں کے ایک راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام مولوی فضل الرحمٰن صاحب تھا۔۱۹۳۲ء میں فوج میں ملازمت اختیار کی۔آپ کو بہت سی پیشہ وارانہ اسناد اور ملٹری ایوارڈز جن میں برماسٹار اور دوسری جنگ عظیم کا وار میڈل شامل تھے، ملے۔

آپ کی پہلی شادی محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ بنت محترم حافظ عبیداللہ صاحب مجاہد ماریشس سے ہوئی جو کہ حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کی پوتی تھیں۔جو ایک حادثہ میں وفات پا گئیں تھیں۔دوسری شادی محترمہ نسیم ظفر صاحبہ سے ہوئی۔پہلی شادی سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی جبکہ دوسری بیوی سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

مربیان کرام کا بہت احترام کرتے تھے۔دینی احکام کی انتہائی سختی سے پابندی کرتے اور اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دیتے۔بہت سی خوبیوں کی بنا پر اپنوں اور غیروں میں بہت مقبول تھے۔آپ زعیم انصاراللہ حلقہ رام سوامی کراچی اور تادمِ آخر اسی حلقہ کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔65

سید محمد یوسف صاحب ناظم جائیداد

(وفات:۱۹ فروری ۱۹۶۵ء)

آپ نے ۱۶ برس کی عمر میں حضرت مصلح موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ملازمت کو خیرباد کہہ کر شدھی کے خلاف جہاد میں شامل ہو گئے اور اپنی ملازمت کے دوران سفارش نہ ہونے کے باوجود اپنے ہمعصر تمام اہلکاروں سے زیادہ ترقی پائی۔۱۹۵۴ء سے آخر دَم تک صدر انجمن احمدیہ کے مختارِ عام کی حیثیت سے بھی گراں قدر خدمت سرانجام دی۔66

خان غلام سرور خان صاحب درّانی آف چارسدہ

(وفات:۲۰فروری ۱۹۶۵ء)

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر لکھا۔

’’مرحوم سلسلہ احمدیہ کے ساتھ اخلاص رکھنے والے تھے اور جماعتی خدمات بجالانے کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔مرحوم میں بعض مخصوص صفات اور خوبیاں تھیں۔بہت نڈر اور بہادر تھے۔ہر مجلس میں احمدیت کا پیغام پہنچاتے بے حد مہمان نواز اور ہمدرد تھے،غرباء اور مساکین کی امداد کرتے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے حد درجہ محبت رکھتے۔بلکہ سب خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لیتے وقت ضرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے۔مجھے ان کی وفات پر بے حد رنج ہے۔‘‘ 67

میاں محمد ابراہیم صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سماعیلہ ضلع گجرات

(وفات:۲۳فروری ۱۹۶۵ء)

احمدیت کی جیتی جاگتی تصویر اور پُر اثر اور باوقار شخصیت تھے۔موصی تھے اور تحریک جدید کی پانچہزاری فوج کے مجاہد تھے۔فصل تیار ہوتی تو مقررہ چندہ نکال کر علیحدہ رکھ لیتے اور پھر باقی کو استعمال کرتے ایک بیگہ زمین وقف جدید کے لیے وقف کر رکھی تھی اور تبلیغ کا زبردست جذبہ رکھتے تھے۔ 68

مصلح الدین سعدی صاحب

(وفات:۲۵فروری ۱۹۶۵ء)

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ کے چھوٹے بھائی اور ایک مخلص زندہ دل اور غیور احمدی تھے۔خدمتِ خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔چٹا گانگ کے Lion کلب اور رائفل کلب کے سرگرم رکن تھے اور کئی سال تک متعدد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔چٹا گانگ میں ۱۹۶۰ء کے قیامت خیز سیلاب میں کلب کی طرف سے خدمتِ خلق کے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔چٹا گانگ کے اعلیٰ سرکاری حکام آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔مشرقی پاکستان کے گورنر جنرل اعظم خان نے آپ کی شاندار مساعی کو بہت سراہا اور اُن کے کارناموں کی وجہ سے صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان سے آپ کی خصوصی ملاقات ہوئی۔چٹا گانگ پریس نے آپ کی وفات کی خبر شائع کرتے ہوئے آپ کی ملّی خدمات کو خراجِ تحسین ادا کیا۔ 69

الشیخ عباس عبداللہ عودہ کبابیر فلسطین

(وفات: ۷ مارچ ۱۹۶۵ء)

چوہدری محمد شریف صاحب مجاہد بلادِ عربیہ ومغربی افریقہ کے خُسرِ محترم تھے۔ حضرت مصلح موعود سے والہانہ عشق رکھتے تھے۔ 70

صوبیدار حمید احمد صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ہڈیارہ ضلع لاہور

(وفات: ۲۲ مارچ ۱۹۶۵ء)

بچپن میں جب اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ مسیح محمدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیر کر برکت بخشی۔ تبلیغ کا ازحد شوق تھا۔ 71

شیخ غلام جیلانی صاحب ساماں ضلع کیمبل پور درویش قادیان

(وفات: ۱۶ مئی ۱۹۶۵ء)

بہت ہی کم گو اور صوفی منش بزرگ تھے۔ مسجد مبارک قادیان میں ''دارالفکر'' سے ملحق ان کی ایک مخصوص نشستگاہ تھی۔ جہاں وہ گھنٹوں بیٹھے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ 72

آپ نے درویشی کا اکثر حصہ دار المسیح کے اندر رہ کر گزارا۔ پہلے آپ مسجد مبارک سے ملحق حضرت اماں جان کے دالان میں مقیم رہے اور پھر حضرت اماں جان کے کنویں والے صحن کے غربی جانب والے ایک حجرے میں گوشہ نشین رہے۔ اور نہایت خاموشی اور صبر وسکون کے ساتھ درویشی کے پندرہ سال گزار کر اپنی منزل مقصود کو پا گئے۔

آپ کا تعلق کیمبل پور (اٹک) سے تھا۔ وفات سے قریباً دو سال قبل آپ اپنے وطن گئے تھے وہاں آپ سرطان کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ واپس قادیان آئے۔ احمدیہ ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ آخر کار آسمانی بلاوا آ گیا اور آپ ۱۶ مئی ۱۹۶۵ء کو اپنے مالک حقیقی کے حضور ہو گئے۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں تدفین ہوئی۔ 73

لطیف احمد صاحب طاہر بی۔اے

(وفات: ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء)

چوہدری خلیل احمد صاحب ناصؔر مجاہد امریکہ کے منجھلے بھائی تھے۔تقسیم ملک سے قبل کئی سال تک خدام الاحمدیہ دہلی کے سرگرم ممبر رہے۔تقسیم کے فوراً بعد پُر آشوب ماحول میں حفاظت قادیان کے لیے کراچی کے احمدی نوجوانوں کے گروپ کو لے کر مرکز میں پہنچے اور قیمتی خدمات سرانجام دیں۔

کراچی میں بھی کئی اہم عہدوں پر فائز رہے۔ڈھاکؔہ میں کئی سال تک خدام الاحمدیہ کے قائد کا فریضہ بجالاتے رہے۔حتّٰی کہ جب ان کی عمر چالیس سال سے متجاوز ہوگئی تو صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی استثنائی ہدایت کے ماتحت قیادت انہی کے سپرد رہی۔عمر کے آخری ایام میں قریباً آٹھ مہینے تک جماعت ڈھاکہ کے قائم مقام امیر بھی رہے۔۲۰ مئی ۱۹۶۵ء کو قاہرہ کے قریب پی۔آئی۔اے کے ایک المناک حادثے کا شکار ہوئے۔

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے ایک تعزیتی خط میں رقم فرمایا:۔

”برادرم لطیف طاہر سے میرے گہرے مخلصانہ تعلقات تھے ان کا ذہن ایک خاص جلا اور کشش رکھتا تھا۔اخلاق بہت پیارے اور دلکش تھے۔ان کی صحبت میں کبھی تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔بلکہ اختتام پر تشنگی کا احساس باقی رہتا تھا۔اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں اپنے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ دے۔اس سے زیادہ کیا دعا ہم ان کے لیے کر سکتے ہیں۔اُن کے انخلا سے دل کا ایک خانہ مستقلاً خالی ہوگیا۔[74]

الحاج مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل ہائیکورٹ یادگیر حیدرآباد دکن

(وفات:۲۰ مئی ۱۹۶۵ء)

حضرت الحاج سیٹھ حسن صاحب کے داماد تھے اور انہی کے خرچ پر قادیان میں دینی تعلیم حاصل کی۔ان کا وجود جنوبی ہند کی احمدی جماعتوں کے لیے بہت مفید تھا۔ساری عمر قلمی ولسانی جہاد میں گزری۔کامیاب مناظر تھے۔دینی کتابوں سے والہانہ عشق تھا۔اُن کا سرمایہ کتابیں ہی تھیں۔کتب کو جمع کرنے اور سلیقہ سے سجانے کے خوگر تھے جونہی فرصت ملتی تصنیف وتالیف میں منہمک ہو جاتے۔ آپ کے قلم سے ۱۶ کے لگ بھگ علمی رسائل اور کتب شائع ہوئیں۔جن میں خطباتِ جمعہ،عیدین و نکاح بہت مشہور ہے۔جو حضرت مصلح موعود کے ۱۹۱۴ء تا ۱۹۵۴ء یعنی چالیس سالہ خطبات کا نہایت گرانقدر انڈیکس ہے۔

یادگیر کی احمدیہ لائبریری آپ ہی کی یادگار ہے۔توکل،صوم وصلوٰۃ کی پابندی،عشق رسول، جوشِ تبلیغ اور خاندان مسیح موعود سے محبت ان کی سیرت وشمائل کے جزو اعظم تھے۔[75]

چوہدری غلام احمد صاحب ایم۔اے سیکشن آفیسر سول سیکرٹریٹ لاہور

(وفات:۲۹مئی ۱۹۶۵ء)

آپ چوہدری فضل احمد صاحب ناظر تعلیم کے برادر اصغر تھے۔قریباً چھ سال احمدی ہوسٹل لاہور کے آنریری سپرنٹنڈنٹ رہے۔ نیز لاہور میں متعدد جماعتی خدمات بجالانے کی سعادت نصیب ہوئی۔[76]

چوہدری فیض عالم صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مالو کے بھگت ضلع سیالکوٹ

(وفات:۵جولائی ۱۹۶۵ء)

آپ کو ذاتی مطالعہ،غوروفکر کی عادت اور قدرتی ذہانت کے سبب کتاب اللہ سے مضامین و مسائلِ دینیہ کے استخراج واستنباط کا خاص ملکہ حاصل تھا۔بارُعب شخصیت کے حامل تھے۔اندازِ گفتگو سادہ لیکن بہت دلکش تھا۔پُرجوش داعی الی اللہ تھے۔گاؤں کے اعلیٰ نمبردار تھے۔سرکاری افسروں تک حق کی آواز پہنچانے میں یدِطولیٰ حاصل تھا۔[77]

ماسٹر خدا بخش صاحب کانپوری

(وفات:۲۹جولائی ۱۹۶۵ء)

صاحب رؤیا اور نافع الناس بزرگ تھے تبلیغ کا بہت شوق اور ملکہ تھا انہوں نے کانپور میں تبلیغ کا حق ادا کردیا۔کامیاب مناظرے بھی کیے جن سے کئی سعید روحوں پر حق کھل گیا۔بابوعبدالغفار صاحب (شہید احمدیت) مالک فوٹوسٹیٹ کمپنی حیدرآباد آپ کے بڑے صاحبزادے تھے۔[78]

حضرت مولوی سید بشارت احمد صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن

ولادت:دسمبر۱۸۸۵ء بمطابق یکم ربیع الاوّل۱۳۰۲ھجری

بیعت تحریری:۱۹۰۶ء وفات:۵ستمبر۱۹۶۵ء

آپ کا خاندان برہان پور سے حیدرآباد دکن آکر قیام پذیر ہوا تھا۔آپ کے والد صاحب کا نام میر احمد علی صاحب تھا۔آپ کی والدہ سردار بیگم صاحبہ حیدرآباد دکن کی معروف و مشہور شخصیت امیر محمد شکور جمعدار صاحب کی صاحبزادی تھیں۔آپ کی ایک بہن غریب النساء بیگم عرف حاجی بیگم صاحبہ اور دو بھائی میر فضل علی عرف فضل احمد اور میر سعادت علی عرف سید علی احمد تھے۔آپ کے والد صاحب کی وفات ۳۸ سال کی عمر میں ۱۸۹۱ء میں ہوئی جبکہ آپ کی اس وقت عمر ساڑھے سات آٹھ سال کی تھی۔آپ کی قبول احمدیت کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مسلمان مولوی عبدالغفور دھرمپال نے ارتداد اختیار کیا اور''ترک اسلام'' کتاب لکھی۔آپ کو شدید خواہش پیدا ہوئی کہ اگر کسی نے اس کا جواب لکھا ہے تو وہ بھی پڑھا جائے۔

آپ کو ایک احمدی بزرگ مولوی بہاؤالدین خاں صاحب سے پتہ چلا کہ حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب نے''ترک اسلام'' کا جواب''نورالدین'' نامی کتاب میں لکھا ہے جس کو پڑھ کر مولوی عبدالغفور دھرمپال دوبارہ مسلمان ہوگیا ہے اور اُس نے اپنا نام غازی محمود رکھ لیا ہے۔

آپ نے اس کتاب کا مطالعہ کیا۔اس سے قبل آپ نے اپنے استاد محترم مولوی عبدالمقتدر صدیقی صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور قادیان کا ذکر سنا ہوا تھا۔ایک رات اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا اور رات کے تین بجے تک اس کو پڑھ لیا۔

اس کتاب کے مطالعہ کا آپ پر یہ اثر ہوا کہ جونہی یہ کتاب آپ نے پڑھی تو آپ نے صبح تک سات فل سکیپ سائز کے کاغذات پر اپنے بچپن سے لیکر اب تک کے تمام حالات لکھے اور حضور سے اپنے دامن کو باندھتے ہوئے استدعا کی کہ حضور میرے لئے دُعا فرمائیں۔

آپ کی اس تحریری بیعت کا سن ۱۹۰۶ء ہے۔آپ کو حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت کا باوجود شدید خواہش اور کوشش کے بوجوہ موقعہ نہ ملا۔

ابتدائی دینی تعلیم کے بعد

آپ نے دارالعلوم کالج سے مولوی اور مولوی عالم تک تعلیم حاصل کی۔اور پنجاب یونیورسٹی سے فارسی کے امتحانات دیئے۔

آپ کی شادی حضرت مولوی میر محمد سعید صاحب آف حیدرآباد دکن کی صاحبزادی سے ہوئی۔

۱۳،۱۴/اکتوبر ۱۹۱۰ء کو حیدرآباد دکن میں حضرت میر ناصر نواب صاحب نے آپ کے نکاح کا اعلان کیا جس کا تفصیلی ذکر ''سفر نامہ ناصر'' میں درج ہے۔آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام امتہ اللہ بشیر صاحبہ تھا۔آپ کے بھائی میر فضل علی عرف فضل احمد صاحب کی شادی حضرت مولوی سید محمد رضوی صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی اور چھوٹے بھائی میر سعادت علی عرف سید علی احمد صاحب نواب سراج الدین خاں صاحب کے داماد تھے۔جو رشتہ میں ان کے ماموں تھے اور آپ کی اکلوتی بہن غریب النساء بیگم صاحبہ عرف حاجی بیگم کی شادی نواب اکبر یار جنگ سے ہوئی جو نامور وکیل ہونے کے علاوہ حیدرآباد ریاست کے ہوم سیکرٹری کے معزز عہدہ پر فائز تھے۔

اس وقت بعض لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ احمدی ہونے کے بعد لوگ آپ سے رشتہ داریاں نہ کریں گے۔خدا تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت کے نشان دکھلا کر ان کے مونہہ بند کر دیئے۔

آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کی خصوصی خدمات کی توفیق عطا فرمائی۔ جماعت احمدیہ حیدرآباد کے طویل المدت آپ امیر رہے۔نیز چالیس سال تک تنظیمی اور تبلیغی خدمات بجالاتے رہے۔[79]

تصانیف:

بشارت احمد، خاتمہ بشارت احمد[80]

تصدیق احمدیت اور عقائد احمدیہ جیسی بلند پایہ علمی و تحقیقی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔[81]

چوہدری عبدالمالک صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار

(وفات: ۲۴/ستمبر ۱۹۶۵ء)

بہت نیک مخلص اور فدائی احمدی تھے۔آپ نے ۱/۸ حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صاحبزادی اور آٹھ فرزند عطا فرمائے۔جن میں میجر حمید احمد کلیم سابق پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۃ المسیح و ناظم جائیداد بھی ہیں۔[82]

آپ کا تعلق بہلول پور چک ۱۲۷ ر۔ب تحصیل و ضلع فیصل آباد سے تھا۔

حضرت عبدالوحید خان صاحب سنوری

(وفات: یکم/اکتوبر ۱۹۶۵ء)

۱۹۰۳ء میں بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ گو حضور کی زندگی میں شرف زیارت حاصل نہ کرسکے۔ احمدیت کے لیے بہت غیرت اور جوش رکھتے تھے۔ ۱۹۱۴ء سے باقاعدہ جلسہ سالانہ میں شریک ہوتے رہے۔[83]

شیخ محمد محبوب صاحب دیودرگ (بھارت)

(وفات: ۲۸/اکتوبر ۱۹۶۵ء)

پُرجوش داعی الی اللہ تھے اور مہمان نوازی کی صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔[84]

چوہدری نور محمد صاحب منٹگمری (ساہیوال)

(وفات: ۹ دسمبر ۱۹۶۵ء)

مرحوم پاکپتن کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۱۹۱۵ء میں احمدیت کی نعمت حاصل کی اور پاکپتن کی جماعت کے صف اول کے مخلصین میں رہے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور اکثر نماز تہجد ادا کرتے تھے کوشش کرتے تھے کہ مسجد میں آکر باجماعت نماز ادا کریں۔ اصلاح وارشاد کا کام بڑی گرم جوشی سے کرتے تھے۔ چندہ باقاعدگی سے ادا کرتے اور اپنی تنخواہ میں سے سب سے پہلے چندہ ہی ادا فرمایا کرتے ...... کچھ عرصہ سے آپ جماعت احمدیہ منٹگمری میں ضلعوار نظام کے کلرک تھے۔ بڑی محنت اور دیانتداری سے اپنے فرائض ادا کرتے تھے۔

۱۹۵۳ء کے فسادات میں مرحوم کی شدید مخالفت ہوئی۔ ان دنوں آپ ماڑی، ہزارہ، قبولہ میں پٹواری کے طور پر کام کر رہے تھے۔ مختلف قسم کی ایذائیں پہنچا کر احمدیت سے انکار پر مجبور کیا گیا۔ مرحوم کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ تکالیف کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور نہایت صبر واستقلال کے ساتھ تمام حالات کا مقابلہ کیا۔[85]

حضرت میاں محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان

(وفات: ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء)

۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کا خط لکھا۔ ۱۹۰۹ء کے قریب اپنے بڑے بھائی محمد یاسین صاحب کے ساتھ مستقل طور پر ہجرت کر کے قادیان آگئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا:

’’خداتعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا ہے کہ آپ دونوں اس جگہ دکان کھولیں۔‘‘ اور ساتھ ہی ایک دن مولوی محمد علی صاحب کے ذریعہ مبلغ ۱۰ روپے بغرضِ تجارت عطا فرمائے۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا یہ ۱۰ روپے نہیں ہیں بلکہ (۱۰۰۰) ہزار روپیہ بلکہ اس بھی زیادہ۔ چنانچہ آپ نے قادیان میں کتابوں کی دکان شروع کر دی اور سلسلہ کا لٹریچر وسیع پیمانے پر شائع کرنے کا بیڑا اُٹھالیا۔ متعدد ٹریکٹ اور رسائل جن میں قادیان گائیڈ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے خود مرتب کیے اور ہزاروں کی تعداد میں ملک بھر میں پھیلا دیئے۔[86] اس طرح متعدد بزرگوں اور اہلِ قلم سے بھی کتب اور رسائل لکھوائے۔ آپ نے بچوں بڑوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ کتب ہزاروں کی تعداد میں شائع کیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ بعض کتب کے پندرہ بلکہ بیس ایڈیشن چھاپے گئے۔ آپ تبلیغی جذبہ سے سرشار تھے۔ آپ کی زندگی کا مایہ ناز شاہکار ’’احمدی جنتری‘‘ ہے۔ جو آپ نے ۱۹۱۸ء میں جاری فرمائی اور باوجود نامساعد حالات کے ۱۹۶۶ء تک اپنی نگرانی میں شائع کرتے رہے۔ اس جنتری میں تاریخوں اور مہینوں کے اندراج کے علاوہ اسلام کی فضیلت اور احمدیت کے مخصوص مسائل پر دلچسپ اور سیر حاصل مضمون اور اعتراضات کے جوابات بھی ہوتے تھے۔ علاوہ ازیں اہم دینی مباحث پر دلچسپ نوٹ اور لطائف وظرائف بھی درج کیے جاتے تھے۔ الغرض یہ جنتری معلومات کا ایک مرقع تھی۔ قادیان میں آپ کی دکان عین بازار میں تھی اور سلسلہ کے بعض بزرگ مثلاً حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب بالالتزام آپ کی دکان پر تشریف رکھتے تھے۔ ربوہ میں آپ کی باقاعدہ دکان نہ تھی۔ مگر اشاعت کا شوق بدستور کارفرما تھا۔ درثمین، کلام محمود، ادعیۃ الفرقان، ادعیۃ الرسلؐ اور ادعیۃ المسیح الموعودؑ کی اشاعت خاص اہتمام سے فرماتے تھے۔ ان کی سادگی اور دینداری کی وجہ سے خالدِ احمدیت، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کو ان کے ساتھ خاص محبت تھی اور وہ آپ کو حدیثِ نبوی ’’اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْن‘‘ کا مصداق سمجھتے تھے۔ معاملہ کے نہایت صاف تھے۔ رزقِ حلال کے لیے کوشاں رہتے۔ بہت متوکل تھے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی اُن سے خاص سلوک تھا۔ دعا اُن کی روح کی غذا تھی۔

وفات سے ایک ہفتہ قبل انہیں جنابِ الٰہی کی طرف سے بتا دیا گیا کہ بعد نماز جمعہ میرا جنازہ ہوگا۔ انتقال سے تین روز قبل آپ نے اپنا علاج بند کروا دیا اور فرمایا اب میں اس دنیا میں رہنا نہیں چاہتا۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے۔[87]

آپ کے ایک پوتے مکرم فخر الحق شمس صاحب مربی سلسلہ اس وقت اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ربوہ کے طور پر خدمت بجا لا رہے ہیں۔

حضرت شیخ رشید احمد صاحب کپورتھلوی

ولادت: ۱۹۰۰ء بیعت: پیدائشی احمدی وفات: ۱۱، ۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کے فرزند، جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کے بھائی اور شیخ کظیم الرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ہیڈ کلرک نظارت اصلاح وارشاد کے بہنوئی تھے۔ مرحوم بہت نیک، مخلص پابندِ صوم وصلوٰۃ، خاموش طبیعت، ملنسار اور خوش خلق بزرگ تھے۔ (اولاد کوئی نہیں تھی۔)[88]

حکیم مولوی عبد الرحیم صاحب ملکانہ درویش قادیان

(وفات: ۲۸ دسمبر ۱۹۶۵ء)

موضع صالح نگر ضلع آگرہ آپ کا اصل وطن تھا۔ آپ بچپن ہی سے قادیان چلے آئے تھے اور یہیں رہ کر مدرسہ احمدیہ میں تعلیم پاتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ کو انسپکٹر بیت المال مقرر کیا گیا۔ آپ نے اپنے فرض کو اتنے خلوص اور خوش اسلوبی سے ادا کیا کہ ہندوستان بھر کی جماعتیں ان کے اس امتیاز کا ذکر کرتی ہیں۔ جماعتی مسائل سے واقفیت اور اپنی دینداری کے باعث وہ ایک کامیاب انسپکٹر کی حیثیت سے جماعت کی خدمت کرتے رہے اور آخری چند سالوں میں مرکز ہی میں رہ کر نظارت علیاء کے دفتر میں کام کرتے رہے اور ساتھ ہی طباعت کا کام جاری رکھا۔[89]

حوالہ جات

(صفحہ 369 تا 416)

1 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ، الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۶۵ء

2 رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۳ صفحہ ۱۵۶

3 الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۱، لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۲۲۹

4 الفضل ۱۰ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

5 آپ کے والد صاحب کا نام ۳۱۳ اصحاب کی فہرست میں ۱۳۱ نمبر پر درج ہے۔ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۲۔
تاریخ وفات ۳۱ دسمبر ۱۹۲۰ء۔الفضل ۶ جنوری ۱۹۲۱ء صفحہ ۱

6 بدر قادیان ۱۱ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

7 الفضل ۱۴ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

8 الفضل ۱۶ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

9 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۲۶۲

10 الفضل ۱۳ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

11 الفضل ۷/ اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

12 رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۷ صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷

13 رجسٹر روایات صحابہ جلد ۷ صفحہ ۲۱۵ تا ۲۱۷، الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۸۔''لاہور تاریخ احمدیت'' صفحہ ۲۵۲، ۲۵۳۔
مؤلفہ شیخ عبدالقادر صاحب فاضل مطبوعہ فروری ۱۹۶۶ء

14 بدر ۲۵/ اپریل ۱۹۰۷ء۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء کرام پیر کوٹ ثانی ضلع حافظ آباد از مولانا سلطان احمد
پیر کوٹی صفحہ ۹۲ تا ۹۶

15 حیات قدسی صفحہ ۲۷۷

16 اخبار بدر قادیان ۲۵/ اپریل ۱۹۰۷ء

17 الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۱، الفضل ۱۶ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۴ مضمون محترمہ صادقہ قمر صاحبہ ایم۔اے

18 الفضل ۲۳ جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

19 الفضل ۵ جون ۲۰۱۰ء صفحہ ۶

20 رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱ صفحہ ۵۳، ۵۴

21 الفضل ۲۷ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

22 تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۳۰۷،از قاضی محمد یوسف فاروقی احمدی، مردان ۱۹۵۹ء

23 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔ الفضل ۴ جون ۱۹۶۵ء

24 الفضل ۹ جون ۱۹۶۵ء صفحہ ا

25 رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۳ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳، الفضل ۲۳ جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

26 بدر ۲۴ جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۲، ۲ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۹

27 اخبار بدر ۲ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۹، ۱۰

28 الفضل انٹرنیشنل ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء تا ۳/ اکتوبر ۲۰۰۲ء صفحہ ۱۱

29 فہرست اولاد مرتبہ جناب مبارک احمد اعجاز صاحب ۹/۱۱ دارالصدر غربی ربوہ ۱۹۹۱۔۰۲۔۱۸

30 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ، الفضل ۱۱/ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۸، اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۱۵ طبع اوّل ۱۹۶۱ء

31 تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۷

32 الموعود صفحہ ۷۸، ۷۹ طبع اوّل ناشر الشرکۃ الاسلامیہ

33 اصحاب احمد جلد دہم طبع اوّل ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۴ تا ۴۰، الفضل ۱۱/ اگست ۱۹۶۵ء

34 اصحاب احمد جلد دہم طبع اول ۱۹۶۱ء صفحہ ۲۳

35 ریکارڈ بہشتی مقبرہ۔ الفضل ۱۳/ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۸۔ الفضل ۱۲/ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ا پر آپ کی عمر ۸۶ سال درج ہے۔

36 تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین از وکالت مال اول تحریک جدید ربوہ، صفحہ ۱۵۷، نمبر ۳۱۲۴، کمپیوٹر کوڈ ۲۹۷۸

37 بشاراتِ رحمانیہ صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹ مرتبہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشر۔ مطبع اللہ بخش سٹیم پریس قادیان بار اوّل ۱۵ دسمبر ۱۹۳۹ء

38 الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۵۔ عالمگیر برکات ماموز زمانہ صفحہ ۱۸۷ تا ۱۹۲۔ مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشر

39 احمدی بچہ مرتبہ صوبیدار عبدالمنان صاحب محلہ دارالصدر ربوہ

40 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

41 الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

42 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۱۸۹

43 الفضل ۵ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

44 الفضل ۵ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۶

45 الفضل ۵ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۶۔ مضمون صوفی محمد اسحاق صاحب امیر و مبلغ انچارج کینیا

46 غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت۔ مکتوب محررہ ۱۵ جنوری ۱۹۶۰ء

47 رجسٹر روایات صحابہ جلد نمبر ا۔ صفحہ ۱۷۳ تا ۱۷۷

48 الفضل ۵ دسمبر ۱۹۶۵ء

49 الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

50 رجسٹر روایات صحابہ نمبر۳ صفحہ ۱۷۹، ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء

51 رجسٹر روایات صحابہ جلد۳ صفحہ ۱۷۸ تا ۱۸۳

52 الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸،الفضل ۶ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵،لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۳۴۱، ۳۴۲ از مولانا شیخ عبدالقادر صاحب

53 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۳۴۲ از مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ لاہور۔اشاعت ۲۰ فروری ۱۹۶۶ء

54 رجسٹر روایات صحابہ جلد ۱۳ صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰

55 الفضل ۲۶ دسمبر ۱۹۶۵ء

56 بیان غیر مطبوعہ مؤرخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۹ء بیان نویس مرزا نثار احمد صاحب ولد صوبیدار غلام حسین صاحب ڈیری سیداں۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ

57 الحکم ۲۱ جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ مرتبہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور

58 غیر مطبوعہ مکتوب ملک حبیب اللہ خاں صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ چکوال مؤرخہ ۲۱ فروری ۱۹۹۱ء۔ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ

59 الفضل ۶ جنوری ۱۹۶۵ء

60 الفضل ۱۹، ۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء

61 الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۸۔ ۱۳ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

62 اخبار بدر ۲۸ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۔ ۲۹ جولائی ۱۹۶۵ء صفحہ ۹

63 وہ پھول جو مرجھا گئے حصہ اول صفحہ ۸۷، ۸۸

64 بدر یکم اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

65 الفضل ۱۳ فروری ۱۹۹۰ء صفحہ ۶

66 الفضل ۲۴ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

67 الفضل ۴ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

68 الفضل ۱۸ مارچ، ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۶، کتاب پانچہزاری مجاہدین صفحہ ۳۵۶ مرتبہ حضرت چوہدری برکت علی خان صاحب گڑھشنکری ناشر تحریک جدید انجمن احمدیہ ربوہ

69 الفضل ۲۸ فروری، ۲۴/ اپریل، ۱۴ مئی ۱۹۶۵ء۔الفرقان ستمبر ۱۹۶۵ء

70 الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

71 الفضل یکم/ اپریل ۱۹۶۵ء

72 اخبار بدر ۲۰ مئی، ۲۹ جولائی ۱۹۶۵ء۔بدر ''درویشان قادیان نمبر'' ۲۰۱۱ء صفحہ ۱۶۴

73 ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ اوّل صفحہ ۸۸، ۸۹

74 الفضل ۲۶ مئی، ۲۵ جولائی ۱۹۶۵ء

75 اخبار بدر ۲۷ مئی، ۲، ۳، ۱۰ جون ۱۹۶۵ء ۔ الفرقان ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۳۲، کتاب وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت صفحہ ۳۵
76 الفضل ۲ جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۵
77 الفضل ۱۰/ اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۵
78 الفضل ۲۴/ اگست ۱۹۶۵ء
79 تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ''حیدر آباد دکن کی تاریخ احمدیت'' مؤلفہ سید جہانگیر علی صاحب صفحہ ۸۶ تا صفحہ ۱۷۷
80 ''قادیانی مذہب'' مؤلفہ پروفیسر الیاس برنی کا مفصل و مکمل جواب
81 بدر ۲۱/ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۰، کتاب وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت صفحہ ۱۲
82 الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶
83 الفضل ۱۹/ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۴
84 بدر ۴ نومبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۵
85 الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶
86 قادیان گائیڈ مطبوعہ ۲۵ نومبر ۱۹۲۰ء، دیگر کتابوں کی فہرست کے لیے ملاحظہ ہو رسالہ ''وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَت'' صفحہ ۴۲، ۴۳ از میاں عبدالعظیم صاحب درویشِ قادیان
87 الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۶۵ء، الفضل ۴ تا ۸ فروری ۱۹۶۶ء مضمون حافظ مبین الحق صاحب شمس ابن حضرت میاں محمد یامین صاحب، احمدی جنتری ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ مرتبہ حافظ مبین الحق صاحب
88 الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۶۵ء
89 ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ اول صفحہ ۱۱۱

۱۹۶۵ء کے متفرق اہم واقعات

خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب

ولادت

۱۔ مرزا توصیف احمد صاحب ابن مرزا رفیق احمد صاحب (۷فروری ۱۹۶۵ء)

۲۔ نواب ساجد احمد خان صاحب ابن نواب زادہ حامد احمد خان صاحب (۱۸فروری ۱۹۶۵ء)[1]

۳۔ امۃ السمیع صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب (۲۸مارچ ۱۹۶۵ء)

۴۔ صوفیہ احمد صاحبہ بنت چوہدری ناصر محمد سیال صاحب (۱۵/اگست ۱۹۶۵ء)

۵۔ فائزہ احمد صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب (۲۰ستمبر ۱۹۶۵ء)

۶۔ مرزا محمود احمد صاحب ابن مرزا نسیم احمد صاحب (۷انومبر ۱۹۶۵ء)[2]

شادی

۱۔ صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ہمراہ صاحبزادی امۃ الحسیب صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب۔ تقریب شادی مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۶۵ء بروز اتوار عمل میں آئی۔[3]

۲۔ سید امین احمد صاحب ابن حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب ہمراہ محترمہ راشدہ مبارکہ صاحبہ بنت نواب محمد احمد خاں صاحب۔ تقریب شادی مورخہ ۱۴/اکتوبر ۱۹۶۵ء بروز جمعرات عمل میں آئی۔[4]

۳۔ مرزا شمیم احمد صاحب ابن مرزا رشید احمد صاحب ہمراہ محترمہ فوزیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب۔ شادی کی تقریب مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۶۵ء کو عمل میں آئی۔[5]

۴۔ سید نسیم احمد شاہ صاحب ابن حضرت سید عزیز اللہ شاہ صاحب ہمراہ مہ رخ پروین صاحبہ بنت مکرم سید بشیر احمد شاہ صاحب سابق مینیجر دواخانہ خدمت خلق ربوہ۔ شادی کی تقریب مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۶۵ء کو منعقد ہوئی۔[6]

احمدیوں کی نمایاں کامیابیاں اور اعزازات

۱۔صوفی کریم اللہ صاحب زیروی ابن صوفی خدا بخش صاحب عبد زیروی انسپکٹر وقف جدید ربوہ ۱۹۶۴ء میں PHARMACOLOGY(علم ادویہ) میں پی۔ایچ۔ڈی کرنے امریکہ گئے تھے۔انہیں وہاں پر ایک گھاس جسے ''SPIRIT WEED'' کہتے ہیں تجزیہ کے لئے دی گئی تھی۔یہ ایک پودا ہے جو امریکہ میں ہوتا ہے اور جسے جانور کھالیں تو مر جاتے ہیں اس پر پہلے تحقیقات نہیں ہوئی تھیں صوفی کریم اللہ صاحب کو اس تجزیہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔جس پر ان کے پروفیسر نے ریمارکس دیئے کہ:

''میں خوش ہوں کہ آپ نے اس مسئلہ پر جو آپ کو تفویض کیا گیا تھا۔اتنے قلیل عرصہ میں اس قدر اہم کام کر لیا ہے۔''[7]

۲۔حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کے پوتے جناب سید جمیل لطیف صاحب نے ڈویژنل مباحثات سرگودھا میں اردو مباحثہ میں اوّل انعام اور نسیم احمد صاحب سیفی نے انگریزی مباحثہ میں دوسرا انعام حاصل کیا۔[8]

۳۔تعلیم الاسلام کالج کی کشتی رانی ٹیم نے پنجاب یونیورسٹی کے مقابلہ جات میں چیمپین شپ جیت لی۔[9]

۴۔قانتہ شاھدہ صاحبہ(بنت قاضی محمد رشید صاحب وکیل المال اوّل) یونیورسٹی کی طرف سے ڈین مالیرکوٹلہ گولڈ میڈل، محمد حسین مبارک علی گولڈ میڈل، خلیفہ محمد حسین جوبلی گولڈ میڈل کی مستحق قرار پائیں۔[10]

۵۔امۃ الواحد صاحبہ(بنت گیانی واحد حسین صاحب مربی سلسلہ احمدیہ) نے جغرافیہ میں یونیورسٹی بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور ڈاکٹر قاضی سعید الدین سلور میڈل کی حقدار پائیں۔ [11]

۶۔مرزا منیر احمد صاحب(ابن محترم مرزا نصیر احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ جنرل ہائی کورٹ پشاور) پشاور یونیورسٹی سے انجینئرنگ سال سوم الیکٹریکل کے امتحان میں دوم رہے۔[12]

۷۔حبیب کمال الدین صاحب(ابن مولوی روشن دین صاحب مجاہد مسقط) نے ایم ایس سی آنرز کے امتحان میں یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔[13]

۸۔ فیروزہ فائزہ صاحبہ ربوہ (بنت عبدالرحمٰن صاحب جنید ہاشمی سپرنٹنڈنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ) بی۔اے کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اوّل رہیں اور پانچ تمغوں کی مستحق قرار پائیں۔[14]

۹۔قریشی مقبول احمد صاحب (مبلغ انگلستان) کو پنجاب یونیورسٹی کانووکیشن میں ایم۔اے عربی میں اوّل آنے پر دو تمغے دیئے گئے۔[15]

۱۰۔کل ھند مجلس تعمیر ملت حیدر آباد کے زیر اہتمام یوم رحمۃ للعالمین ﷺ کے تحت تحریری انعامی مقابلہ میں جامعہ احمدیہ قادیان کے طالب علم مولوی خورشید احمد صاحب انور اوّل قرار پائے۔[16]

سعید داؤد احمد صاحب کی مراجعتِ وطن

سیرالیون کے مخلص احمدی نوجوان سعید داؤد احمد صاحب نے جامعہ احمدیہ ربوہ میں اڑھائی سال تک دینی تعلیم کا مقررہ کورس مکمل کر لیا۔ جس پر ۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء کو بعد نمازِ مغرب اُن کے اعزاز میں وسیع پیمانے پر ایک عشائیہ دیا گیا۔ جس میں جامعہ احمدیہ کے طلباء ممبران سٹاف اور بعض مرکزی بزرگ علماء کے علاوہ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقفِ جدید نے بھی شرکت فرمائی۔ جامعہ احمدیہ کی طرف سے جناب عطاء الکریم صاحب (ابن مولانا ابوالعطاء صاحب) نے الوداعی ایڈریس پیش کیا۔ اور وہ اگلے روز ۲۵ جنوری کو بذریعہ چناب ایکسپریس واپس اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ ریلوے اسٹیشن پر مقامی احباب کی ایک کثیر تعداد نے انہیں نہایت گرم جوشی اور دلی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔[17]

تعلیم الاسلام انٹرمیڈیٹ کالج گھٹیالیاں میں ایشیا فاؤنڈیشن پاکستان کے ایڈوائزر کی آمد

مکرم عبدالسلام اختر صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں نے تحریر فرمایا کہ مورخہ ۲۷ جنوری ۶۵ء کو مسٹر درانی جو ایشیا فاؤنڈیشن (پاکستان) کے پروگرام ایڈوائزر ہیں انٹرمیڈیٹ کالج گھٹیالیاں میں تشریف لائے اور آپ نے کالج کی لائبریری کا ملاحظہ فرمایا۔ اس سے قبل ایشیا فاؤنڈیشن کی طرف سے کالج کو تین قسطوں میں بعض نہایت بیش قیمت کتب بطور پیشکش دی جا چکی ہیں۔ جو طلباء اور اساتذہ کے لئے نہایت مفید ثابت ہوئیں۔ ایشیا فاؤنڈیشن کے نمائندے لائبریری کی ترتیب و تزئین کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور آپ نے مزید کتب بھی دینے کا وعدہ فرمایا۔ تین بجے کے قریب

واپس تشریف لے گئے۔‘‘ [18]

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی پیشگوئی اور آریہ سماج کی تباہ حالی

۱۹۰۳ء میں جبکہ دیانندی تحریک زوروں پر تھی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے پیشگوئی فرمائی:

’’یہ خیال مت کرو کہ آریہ یعنی ہندو دیانندی مذہب والے کچھ چیز ہیں......جس مذہب میں خدا کے ساتھ مکالمہ کا تعلق نہیں اور صدق وصفا کی روح نہیں اور آسمانی کشش اُس کے ساتھ نہیں اور فوق العادت تبدیلی کا نمونہ اُس کے پاس نہیں وہ مذہب مُردہ ہے، اس سے مت ڈرو ابھی تم میں سے لاکھوں اور کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لو گے‘‘۔[19]

اس پیشگوئی کے عین مطابق شری ویریندر جی ایڈیٹر اخبار پرتاپ (جالندھر) نے اپنے اخبار کی ۷فروری ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں آریہ سماج کی تباہ حالی کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان دیا کہ:

’’کوئی وقت تھا کہ پنجاب میں اس کا طوطی بولتا تھا،لیکن آج یہ ایک بے جان لاش بن گیا ہے‘‘

’’وہ دن دور نہیں جب اس کا کہیں نام ونشان تک نظر نہ آئیگا‘‘

ایڈیٹر صاحب پرتاپ کے اس بیان کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔

’’آریہ سماج بڑھ رہا ہے۔لیکن کدھر؟ تباہی اور بربادی کی طرف پچھلے آٹھ برس میں پنجاب میں آریہ سماج کی سرگرمیوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو کوئی بھی بے لاگ شخص یہ کہے بغیر نہ رہ سکے گا کہ جہاں تک اس صوبہ کا تعلق ہے آریہ سماج ایک بے جان جماعت بن گیا ہے کوئی وقت تھا کہ پنجاب میں اس کا طوطی بولتا تھا۔کوئی تحریک پنجاب میں ایسی نہ چل سکتی تھی جس پر آریہ سماج اثر انداز نہ ہوتا تھا۔اسے ایک زبردست طاقت سمجھا جاتا تھا۔دوسرے صوبوں کی آریہ سماجیں بھی رہنمائی کے لئے پنجاب کی طرف دیکھا کرتی تھیں اور سمجھا یہ جاتا تھا کہ اس دیش میں آریہ سماج کا کوئی مرکز ہے تو پنجاب۔لیکن آج حالت کیا ہے؟ یہ ایک بے جان لاش بن گیا ہے۔وہ اس لئے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں گزشتہ آٹھ برس سے اس کی باگ ڈور چلی آرہی ہے وہ اسے اپنے ذاتی مفاد کیلئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔آریہ سماج کا ہت ان کے سامنے نہیں ہے۔ان کا صرف ایک ہی نشانہ ہے کہ کسی طرح آریہ سماج ان کے قبضہ میں رہے۔جب تک آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب پر ان کا قبضہ نہ ہوا تھا انہیں کوئی نہ پوچھتا

تھا۔کوئی ان کی ایسی سنتھا (تنظیم) نہ تھی جس کے ذریعہ ان کی چودھر قائم ہوسکتی۔نہ ہی ان کے پاس کوئی ایسی جائداد تھی جس کے ذریعہ وہ اپنے محل کھڑے کر سکتے۔آریہ پرتی ندھی سبھا، پنجاب پر قابض ہونے کے بعد کئی شکھشا سنتھائیں ان کے تحت آ گئیں ان آٹھ برس میں وہ خود ایک بھی نئی سنتھا کھڑی نہیں کر سکے لیکن جو پرانی سنتھائیں تھیں ان پر کسی نہ کسی طرح اپنا قبضہ قائم رکھنے کی کوشش میں مصروف ہیں گویہ اسی صورت میں رکھ سکتے ہیں۔اگر آریہ سماج میں دھڑے بندی پیدا کر دیں تاکہ مختلف دھڑوں کی لڑائی سے وہ اپنا الّو سیدھا کر سکیں۔چنانچہ ان کی یہ کوشش کامیاب ہو رہی ہے۔آج حالت یہ ہے کہ شملہ، بٹالہ، موگہ میں آریہ سماج کے جھگڑے عدالتوں تک جا پہنچے ہیں۔اب نواشہر کے بھی جانے لگے ہیں۔پٹھانکوٹ میں بھی آریہ سماج کے حالات افسوسناک شکل اختیار کر رہے ہیں۔آریہ سماجوں میں دھڑے بندی تو پہلے بھی ہوا کرتی تھی لیکن اس وقت آریہ سماج کے نیتا اسے سلجھانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔آج اس کے نیتا اسے ہوا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔چنانچہ ہر سماج میں دھڑے بنائے جا رہے ہیں۔جس وقت موجودہ دھڑے کا آریہ پرتی ندھی سبھا پر قبضہ ہوا تھا تو اس کے ایک سرکردہ رکن نے کہا تھا کہ وہ پنجابی ریجن میں ایسے حالات پیدا کر دیں گے کہ وہاں کے آریہ سماجی کبھی بھی اکٹھے ہو کر ان کے ہاتھ سے پھر سبھا نہیں چھین سکیں گے۔آج یہی ہو رہا ہے۔جتنے لڑائی جھگڑے ہیں وہ سب پنجابی ریجن میں ہیں۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہریانہ میں بیشتر آریہ سماجیں بالکل بوگس ہیں اس لئے وہاں کسی میں دھڑے بندی پیدا کرنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔پنجابی ریجن کی آریہ سماجیں اس وقت تک کافی سرگرم رہی ہیں۔لیکن اب حالات ایسے پیدا کئے جا رہے ہیں کہ وہ بھی خاموش ہو جائیں۔لوگوں کو اب ان سماجوں کے جلسوں میں دلچسپی ختم ہوتی جا رہی ہے۔جتنا دان (چندہ) لوگ پہلے آریہ سماج کیلئے دیا کرتے تھے اب نہیں دیتے۔دیں بھی کیوں جبکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ آریہ سماج کی کیا حالت ہو رہی ہے؟ جبکہ اس کے ادھیکاری اس نئی جائداد کو خود ہی بانٹنے کو تیار ہو جائیں تو لوگوں میں ان کیلئے وشواش کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ آریہ سماج کی کچھ پرانی روایات ہیں آج انہیں بھی مٹی میں ملایا جا رہا ہے۔خبر شائع ہوئی ہے کہ لدھیانہ میں دیانند کالج کے لئے چندہ جمع کرنے کیلئے بمبئی سے فلمسٹار منگوائے جا رہے ہیں۔آج رشی دیانند کی آتما ان تمام واقعات کو دیکھ کر تڑپ رہی ہوگی اور سوچ رہی ہوگی کہ کیا انہوں نے آریہ سماج اسی لئے قائم کیا تھا کہ اس کا آخر میں یہی حشر ہو جواب ہو رہا ہے۔آریہ سماج ایک نہایت ہی شاندار سنتھا رہی ہے لیکن جو حشر آج اسکا ہو رہا ہے

اسے دیکھ کر دل بیٹھ جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب اس کا کہیں نام ونشان تک نظر نہ آئیگا۔خانہ جنگی بڑی سے بڑی سنستھا کو بھی لے ڈوبتی ہے اور جب اسے ہوا دینے والے وہی لوگ ہونگے جن کے ذمہ اسکی پرورش ہوتو وہ تباہی سے کیسے بچ سکتی ہے کاش کہ پنجاب کے آریہ سماجی آج بھی آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ لیکھرام اور شردھانند کی آریہ سماج کا کیا انجام ہو رہا ہے۔“ [20]

مسجد قمر دارالصدر غربی ربوہ کا سنگ بنیاد

۵فروری ۱۹۶۵ءکو بعد نمازِ جمعہ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ربوہ کے محلّہ دارالصدر غربی الف کی مسجد کا اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھا۔ پہلے آپ نے وہ اینٹ نصب کی جس پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے دعا کروائی گئی تھی۔ بعدازاں آپ نے اپنی طرف سے ایک اینٹ نصب فرمائی۔ بعدہٗ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے صحابہ میں سے حضرت میاں محمد بوٹا صاحب موذّن اور حضرت مستری عبدالعزیز صاحب نے اینٹیں رکھیں۔اس کے بعد بعض اور احباب نے بھی اینٹیں رکھیں۔ان میں علی الترتیب حسبِ ذیل احباب شامل تھے مکرم چوہدری محمد صدیق صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ،مکرم ملک محمد رفیق صاحب صدر محلّہ دارالصدر غربی،مکرم چوہدری محمد حسین صاحب امام الصلوٰۃ مسجد ھذٰا،مکرم صوبیدار غلام رسول صاحب سیکرٹری تعمیر کمیٹی،مکرم کیپٹن شیر ولی صاحب،مکرم ملک عطاء الرحمٰن صاحب ایس۔ڈی۔او اور مکرم چوہدری محمد شریف صاحب خالد ایم۔اے،آخر میں حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے اجتماعی دعا کرائی۔جس کے بعد جملہ حاضرین میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ [21]

مناظرہ ڈاور

۱۰راپریل ۱۹۶۵ءکو ربوہ کے ماحول میں واقع بستی ڈاور میں ختم نبوت کے موضوع پر مولانا قاضی محمد نذیر صاحب اور سائیں لال حسین صاحب اختر کے مابین ایک مناظرہ ہوا۔ یہ مناظرہ ۵ گھنٹے کے قریب نہایت پُرامن طریق سے جاری رہا۔سی آئی ڈی کے نمائندے بھی موجود تھے۔اس مناظرہ میں خداتعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو عظیم الشان فتح دی اور شرفاء اور سنجیدہ طبع لوگ اس کے بعد سلسلہ احمدیہ کی تحقیقات کی طرف مائل ہونے لگے۔جماعت کی طرف سے پیش کئے گئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے دلائل کا جواب دینا تو بہت دور کی بات ہے فریق ثانی احمدی مناظر کے بہت سے عام

مطالبات کا جواب دینے سے سراسر قاصر رہا۔ جس کی وجہ سے اس کے آس پاس کے تمام علاقے میں احمدیہ علم الکلام کی دھاک بیٹھ گئی۔

......اگلے روز ۲۰/اپریل کو دو مسئلوں پر مناظرہ مقرر تھا کہ ۱۹، ۲۰/اپریل کی درمیانی شب کو پولیس کی طرف سے ڈاور میں ڈھول پیٹ کر یہ اعلان کیا گیا کہ تحصیل چنیوٹ میں پندرہ روز کے لئے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی ہے اسلئے کوئی مناظرہ اور جلسہ نہیں ہوسکتا۔ 22

مجلس انصاراللہ ضلع گوجرانوالہ کا تربیتی اجتماع

۱۸/اپریل ۱۹۶۵ء کو احمدیہ مسجد گوجرانوالہ میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی صدارت میں اس ضلع کی مجلس انصاراللہ کا نہایت کامیاب تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری، مولوی محمد صادق صاحب مجاہد سماٹرا، مولوی نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ اور جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے تقاریر فرمائیں۔ آخر میں (حضرت) صاحبزادہ صاحب نے توحید حقیقی کے موضوع پر ایمان افروز خطاب فرمایا۔ 23

مسجد سیالکوٹ چھاؤنی کی افتتاحی تقریب

گذشتہ سال ۱۹۶۴ء کے آخر میں احمدیہ مسجد سیالکوٹ چھاؤنی کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اِس سال یہ پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اور اسکی افتتاحی تقریب ۱۱/اپریل ۱۹۶۵ء کو حضرت بابو قاسم الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع سیالکوٹ کی زیرِ نگرانی عمل میں آئی۔ 24

احمدیہ گرلز ہائی سکول لاہور کا افتتاح

۲۳/اپریل ۱۹۶۵ء کو چوہدری اسداللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے مکرم قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے (کینٹب) کی معیت میں اور دیگر احباب اور مستورات کی ایک بھاری تعداد کی معیت میں لاہور میں جماعت احمدیہ کے پہلے گرلز ہائی سکول کا افتتاح فرمایا اور دعا کرائی۔ 25

برطانوی تاریخ دان ربوہ میں

مشہور برطانوی تاریخ دان پی۔ ہارڈی ایم۔اے کینٹب۔ پی۔ ایچ۔ ڈی لندن مرکزِ احمدیت دیکھنے کی غرض سے ۲ مئی ۱۹۶۵ء کو بذریعہ موٹر کار لاہور سے ربوہ تشریف لائے۔ آپ لندن سکول

آف اورینٹیئل اینڈ افریقن افیئرز LONDON SCHOOL OF ORIENTAL AND AFRICAN AFFAIRS سے وابستہ تھے۔اور گذشتہ دو سال سے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ میں بطور پروفیسر کام کر رہے تھے۔اور عنقریب انگلستان جانے والے تھے۔آپ کو متعدد مسلم ممالک کی سیاحت کا موقع ملا۔آپ کی خواہش تھی کہ پاکستان میں اپنے قیام کے دوران آپ جماعت احمدیہ کا مرکز بھی دیکھیں۔چنانچہ اپنے وطن واپس جانے سے قبل اپنی اس خواہش کی تکمیل کے سلسلہ میں ہی آپ یہاں تشریف لائے تھے۔

آپ نے ربوہ میں تعلیمی ادارہ جات اور خلافت لائبریری دیکھنے کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے دفاتر بھی دیکھے۔اور علی الخصوص بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے بارہ میں معلومات حاصل کیں۔اور ان میں خاص دلچسپی کا اظہار فرمایا۔آپ نے بعض بزرگانِ سلسلہ اور تعلیمی ادارہ جات کے اساتذہ سے تبادلہ خیالات بھی کیا۔اور اِس امر پر بھی خاص خوشی کا اظہار فرمایا کہ ربوہ ایک نئی اور دور افتادہ بستی ہونے کے باوجود تعلیم اور تبشیر کا ایک اہم مرکز ہے۔اور اِس سلسلہ میں ہر طرح خود کفیل واقع ہوا ہے۔آپ نے خاص طور پر تعلیم الاسلام کالج میں سائنسی علوم کی تدریس کے وسیع انتظامات کے متعلق اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میں یہاں سائنسی علوم میں گہری دلچسپی اور ان کی ترویج وترقی سے متعلق مساعی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔

آپ ربوہ میں چند گھنٹہ قیام کرنے اور نہایت مصروف وقت گذارنے کے بعد چار بجے سہ پہر لاہور واپس تشریف لے گئے۔[26]

ربوہ میں کمیونٹی ہال کی تعمیر

مورخہ ۳ جولائی ۱۹۶۵ کو ٹاؤن کمیٹی ربوہ کی طرف سے ایک کمیونٹی ہال کی تعمیر کا آغاز ہوا۔محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اپنے دست مبارک سے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔[27]

بیت الحمد مارٹن روڈ کراچی کا سنگ بنیاد

۱۹۴۸ء میں مکرم چوہدری محمد حسین صاحب والد مکرم چوہدری عبدالمجید صاحب نے بیت الحمد مارٹن روڈ کی بنیاد ڈالی۔ابتداء میں مکرم چوہدری محمد حسین صاحب اکیلے ہی اس مقام پر چٹائی بچھا کر

نماز پڑھ لیتے اور چٹائی لپیٹ کر سامنے چوہدری رشید احمد صاحب کے کوارٹر میں رکھ دیتے ۔ کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہا۔اس کے بعد اور احمدی احباب بھی شامل ہونے لگے۔

بعد ازاں چھپر ڈال کر اور رسیاں باندھ کر حد بندی کی گئی جو پولیس نے ہٹا دی۔ دو تین مرتبہ ایسا ہوا۔لیکن عبادت کا سلسلہ جاری رہا۔اس دوران مکرم چوہدری محمد حسین صاحب کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح حکومت کی طرف سے نماز با جماعت پڑھنے کی اجازت مل جائے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۴۹ء میں ڈپٹی کمشنر کراچی جناب محمد اسحٰق صاحب ، جو مشہور قانون دان خالد اسحٰق صاحب کے والد تھے، نے عارضی شیڈ بنا کر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔

مکرم چوہدری صاحب نے اس زمین کی الاٹمنٹ کیلئے کوششیں شروع کر دیں ۔ چونکہ مساجد کی الاٹمنٹ کے متعلق حکومت کی پالیسی ایسی تھی جس کے تحت زمین کی الاٹمنٹ ناممکن تھی تاہم مکرم چوہدری صاحب نے ہمت نہ ہاری اور بالآخر انتہائی نامساعد حالات سے گزر کر وزارت محنت حکومت پاکستان سے باضابطہ الاٹمنٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔مکرم چوہدری صاحب یہ خوشخبری لے کر جب مکرم چوہدری عبد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کے پاس پہنچے تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے علم تھا کہ یہ امر محال ہے بلکہ ناممکن ہے لیکن آپ کے انہماک کو دیکھ کر آپ کی دل شکنی کے خوف سے منع نہیں کرتا تھا۔ یہ الاٹمنٹ آپ کی کوششوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

بیت الحمد مارٹن روڈ کے پلاٹ کی الاٹمنٹ ۱۹۵۱ء میں ہوئی۔اسکی چار دیواری کی تعمیر کا سنگ بنیاد ۲۳ مارچ ۱۹۵۲ء کو رکھا گیا۔ یہ سنگ بنیاد مکرم چوہدری عبد اللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے نصب فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جب ۱۹۵۳ء میں کراچی کے دورہ پر تشریف لائے تو اس وقت اس مسجد کی تعمیر جاری تھی ۔حضور نے ۲۸ / اگست ۱۹۵۳ء کو اس زیر تعمیر مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔حضور نے فرمایا کہ:

’’سب سے پہلے تو میں اللہ تعالیٰ کا اس امر پر شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہماری جماعت کو یہاں ایک مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی ۔خصوصاً جبکہ پہلے بھی جماعت ایک وسیع ہال بنا چکی ہے جس میں نمازیں ادا کی جاتی ہیں ۔ (حضور کا اشارہ احمدیہ ہال کراچی کی طرف تھا۔ مؤلف) گو وہ ہال کراچی کی

ضروریات کے لحاظ سے کافی نہیں ۔ بہرحال اب اللہ تعالیٰ نے جماعت کو یہاں بھی (یعنی مارٹن روڈ میں ۔ مؤلف) ایک مسجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی ہے......آج ہی مجھے جماعت کی طرف سے ایک چٹھی ملی تھی کہ اس مسجد کا نام رکھ دیا جائے ۔ مسجد کا نام تو مسجد ہی ہے ۔ یہی نام اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے ۔ باقی محلوں کے لحاظ سے اور شہروں کے لحاظ سے اگر اس مسجد کا بھی کوئی نام رکھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ۔ لیکن اس کا نام مسجد کراچی رکھنا مناسب نہیں کیونکہ ابھی جماعت نے بڑھنا اور ترقی کرنا ہے اور یہ مسجد اتنی وسیع نہیں کہ سارے کراچی کے احمدی یہاں نماز پڑھ سکیں ۔ درحقیقت مسجد کراچی وہی کہلائے گی جس میں کراچی کے تمام موجودہ اور آئندہ آنے والے احمدی سما سکیں ۔‘‘

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، صدر ۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اپنے دورہ کراچی اگست ۱۹۶۵ء کے موقع پر اس مسجد کی تعمیر نو کا سنگ بنیاد رکھا ۔

اس کی موجودہ عمارت کی تعمیر کا آغاز ۱۹۷۷ء میں ہوا ۔ اس سلسلے میں ایک کمیٹی قائم ہوئی جس نے فنڈز کے حصول کے لیے کام شروع کیا ۔ ۱۹۷۸ء میں اس کی عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی جبکہ فنشنگ کا کام بعد میں مکمل ہوا ۔ [28]

سالانہ اجتماعات کی منسوخی

۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کی وجہ سے ہنگامی حالات تھے جن کی بناء پر انصار اللہ مرکزیہ، لجنہ اماء اللہ اور خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماعات منسوخ کر دیئے گئے ۔ [29]

بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی

امریکہ

سیّد جواد علی صاحب واشنگٹن سے چار سو میل دور البانیہ کے مسلمانوں کے کئی آباد خاندانوں کی دعوت پر تقریر کے لئے تشریف لے گئے جہاں تین دن تک تبلیغی گفتگو جاری رہی۔ یہ سفر بہت کامیاب رہا۔ واشنگٹن میں ٹیلی وژن اور براڈ کاسٹنگ ایسوسی ایشن کے نمائندوں کا ایک بڑا اجتماع ہوا۔ آپ نے اس اجتماع میں مدعو امریکن نمائندوں میں بکثرت لٹریچر تقسیم کیا۔ اور کئی ایک سے تبلیغی گفتگو کی۔ اس کے علاوہ واشنگٹن میں مدیرانِ جرائد ایسوسی ایشن کی ایک اعلیٰ پیمانے کی کانفرنس ہوئی۔ آپ نے اِس کانفرنس سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے احمدیت پر گفتگو کرنے کے علاوہ نمائندگان میں سینکڑوں کی تعداد میں اشتہارات تقسیم کئے۔

نوے طلباء کا ایک گروپ مشن ہاؤس واشنگٹن میں آیا۔ آپ نے اسلام اور احمدیت کے موضوع پر لیکچر دیا۔ اور طلباء کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے۔ چند دن بعد طلباء اور اساتذہ کی طرف سے شکریہ کا حسبِ ذیل خط موصول ہوا۔

’’ایولان ہائی سکول کے دسویں جماعت کے طلباء کی طرف سے ہم آپ کا ۲۸/اپریل کے لیکچر کا بہت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ نے اسلام کے بارے میں تاریخ اور اعتقادات پر جو دلچسپ معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ بڑی معلومات افزاء ہیں۔ نوجوان ہونے کی حیثیت سے ہم علم کے بہت مشتاق ہیں۔ خاص طور پر وہ علم جو انسانیت سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ کے لیکچر سے ہمیں بہت علم حاصل ہوا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک اور نمونہ ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ یہ کہ خدا اور انسان کی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے۔ ہم دوبارہ آپ کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔‘‘

جنوبی فلوریڈا میں ایک مذہبی کانفرنس ہوئی۔ اِس میں سیّد جواد علی صاحب نے اسلام کی نمائندگی کی۔ اسلام کے علاوہ یہودی، پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک نمائندوں نے حصہ لیا۔ اس کانفرنس میں شامل ہونے والے پانچ صد کے قریب کالج اور ہائی سکول کے طلباء تھے۔ یہ نوجوان امراء کے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے اور فلوریڈا کے مختلف مقامات سے آئے تھے۔ تین دن مختلف پروگراموں میں حصہ

لیا۔خدا کے فضل سے اسلام کی تعلیم کی برتری کا شامل ہونے والوں کی اکثریت نے اعتراف کیا۔

عیسائیت کے نمائندوں نے نوجوانوں کے سوالات خاص کر خدا کی ذات، گناہ، کفّارہ، جزا،سزا وغیرہ سے تعلق رکھنے والوں کے جوابات دینے سے گریز کیا۔انہوں نے اقرار کیا کہ عیسائیت کے عقائد عقل کے خلاف ہیں۔مگر ہر ایک کا فرض ہے کہ وہ اپنی نجات کے لئے ان پر ایمان لائے۔اس سے نوجوانوں کی کب تسلی ہوسکتی تھی۔کئی طلباء نے ان عقائد کے متعلق مختلف پیرایہ میں سوالات کئے۔مگر ہر بار پادریوں نے ٹال دیا۔یہی وجہ ہے کہ عام عیسائی نوجوان عیسائیت سے بغاوت کر کے لامذہب ہوجاتے ہیں۔اس کی ساری ذمہ داری عیسائیت کے غیر فطری عقائد اور پادریوں پر ہے۔اس کانفرنس میں اسلام کا بول بالا رہا۔[30]

اس سال الیگزینڈر ڈوئی کے شہر زائن ZION میں ایک ذیلی مشن کا قیام جماعت احمدیہ کی طرف سے عمل میں آیا۔

جماعت احمدیہ کی سالانہ کنونشن ۴،۵ ستمبر کو ڈیٹن میں منعقد ہوئی جس میں دوسو نمائندگان شریک ہوئے۔کنونشن کا ذکر مقامی پریس میں بھی ہوا۔[31]

حلقہ پٹس برگ میں ایک شہر ھنٹنگٹن کے ایک کالج میں مکرم عبدالرحمٰن خان صاحب بنگالی اور سیّد جواد علی صاحب نے اسلام کے موضوع پر نہایت پراثر اور معلومات افزا لیکچر دیئے۔اور حاضرین کے سوالات کے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے۔جن سے پروفیسرز اور طلباء بہت محظوظ ہوئے۔ مبلّغینِ احمدیت نے کالج کے وائس پریذیڈنٹ تک بھی پیغامِ حق پہنچایا اور دینی لٹریچر پیش کیا۔[32]

مکرم عبدالرحمان خان صاحب بنگالی مبلغ انچارج امریکن مشن نے اپنی رپورٹ میں لکھا:۔

''پاکستان اور ہندوستان میں جنگ شروع ہونے پر تمام جماعت ہائے احمدیہ امریکہ اور افراد کو پاکستان کی حفاظت،سلامتی اور جنگ میں کامیابی کے لئے دعا پر مشتمل سرکلر بھجوایا گیا۔اِس آزمائشی وقت پر جناب صدر صاحب حکومت پاکستان اور امریکہ میں پاکستانی سفیر صاحب کو ہمدردی، دلی دعاؤں اور پوری مدد دینے پر مشتمل مضمون پر خطوط بھجوائے گئے۔جنابِ صدر صاحب حکومت پاکستان کی طرف سے اس خط کے جواب میں جو خط موصول ہوا۔اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے جذبات سے پُر تھا۔''[33]

انگلستان

۱۹۶۵ء میں سیرالیون کے وزیراعظم انگلستان تشریف لائے۔مکرم بشیر احمد صاحب رفیق نے

ان کے ہوٹل پر ان سے ملاقات کی اور انہیں مسجد تشریف لانے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ چنانچہ آپ سیرالیون کے سفیر اور سٹاف کے ساتھ مسجد تشریف لائے جہاں ان کے اعزاز میں ڈنر کا انتظام کیا گیا تھا۔اس موقعہ پر مکرم بشیر احمد صاحب رفیق نے انہیں جماعت احمدیہ برطانیہ کی طرف سے خوش آمدید کہا اور سیرالیون میں تعلیم کے میدان میں جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں کا تفصیلی تذکرہ کیا۔ وزیر صاحب نے جواباً فرمایا کہ وہ سیرالیون میں جماعت کے مبلغ انچارج جناب بشارت احمد صاحب بشیر کے ذاتی دوستوں میں سے ہیں اور جماعت احمدیہ سیرالیون نے تعلیم کے میدان میں جو خدمات کی ہیں ان کے معترف ہیں اور اپنے ملک کی طرف سے جماعت کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

۱۹۶۵ء میں ماریشس کے پہلے وزیر اعظم سر رام غلام انگلستان تشریف لائے۔مکرم بشیر احمد صاحب رفیق نے ان سے ہوٹل میں ملاقات کی۔ بڑی تپاک سے پیش آئے اور ماریشس میں جماعتی خدمات کو بڑے زوردار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔اس موقعہ پر ماریشس کے سفیر بھی موجود تھے۔ آپ نے سفیر صاحب کو ہدایت کی کہ آئندہ ماریشس ایمبیسی کی طرف سے جو بھی تقریبات لندن میں منعقد ہوں، ان میں امام صاحب کو ضرور بلایا جائے۔[34]

جرمنی

۱۹۶۵ء کی دوسری سہ ماہی میں تین جرمن دوست مسٹر ہاٹ موٹ ہنزے، مسٹر شمٹ SCHMIDT اور ڈاکٹر کونگ KONIG حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

مسٹر ہاٹ کچھ عرصہ تک پاکستان میں بھی رہے۔اور پھر وطن آکر فرنکفورٹ مشن سے رابطہ قائم کیا۔حضرت مصلح موعود نے ان کا نام حفیظ احمد تجویز فرمایا۔

مسٹر شمٹ بون میں وزارتِ خارجہ کے دفتر میں ملازم تھے بعض مسلمان افریقن دوست اُنہیں مولوی محمود احمد صاحب چیمہ مبلّغ جرمنی کے پاس لائے۔ پہلی ملاقات میں ہی ان پر حق کھل گیا اور اگلے ہفتہ انہوں نے بیعت کر لی۔ حضرت مصلح موعود نے ان کا نام فرید احمد تجویز فرمایا۔

ڈاکٹر کونگ (بشیر عبداللہ) ایک ماہرِ قانون تھے موازنہ مذاہب پر اُن کی گہری نظر تھی۔

عیدالاضحیہ کے موقع پر جرمنی اور پاکستانی پریس دونوں نے احمدیہ مشن میں منعقد ہونے والی اس مبارک تقریب کی تصاویر شائع کیں۔اور نمازیوں اور خطبہ کا منظر دکھایا۔

مولوی فضل الٰہی صاحب انوری انچارج فرانکفورٹ مشن اور چوہدری محمود احمد صاحب چیمہ کو بہت سے جرمن، عرب، افریقن، ترک اور ایرانی دوستوں تک پیغامِ احمدیت پہنچانے کا موقع ملا۔ 35

نومبر ۱۹۶۵ء کے ابتدا سے نومسلم جرمن نوجوان مسٹر محمود اسمٰعیل کی طرف سے اسلام کے اہم بنیادی مسائل پر مشتمل تقریروں کا ایک نہایت مفید اور دلچسپ سلسلہ جاری کیا گیا۔ وسط نومبر میں مولوی فضل الٰہی صاحب انوری مبلغ فرانکفورٹ کو ڈسل ڈورف (DUSSELDORF) کے کلب کی طرف سے ''اسلام میں عورت کا مقام'' کے موضوع پر تقریر کے لئے مدعو کیا گیا۔ حاضرین آپ کی تقریر سے بہت محظوظ ہوئے۔ تقریر کے بعد سوال و جواب کا ایک لمبا اور دلچسپ سلسلہ شروع ہوا۔ ایک صاحب نے کہا کہ یہ مجلس شام ایک دلچسپ ترین مجلس تھی۔ اِس سفر کے دوران مولوی فضل الٰہی صاحب انوری کو جرمنی کی بون اور کولون کی عظیم یونیورسٹیوں کے ڈائریکٹران اور پروفیسران کو ملنے اور تبادلہ خیالات کا بھی موقعہ ملا۔ 36

بون (جرمنی) کے ہفت روزہ عربی اخبار ''الرسالۃ'' نے ۵ مارچ ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں مسجد فرانکفورٹ کی دو تصاویر شائع کیں۔ ایک میں مسلمانوں کے عظیم اجتماع کی منظر کشی کی گئی تھی۔

سپین

مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر مبلّغِ سپین نے اس سال اعلیٰ حکّام اور معززین سے ملاقاتوں کے ساتھ ساتھ دینی لٹریچر کی وسیع پیمانے پر تقسیم کی۔ اس سلسلہ میں آنریبل SIR D. RAFAEL CASTEJON پریذیڈنٹ رائل اکیڈمی آف قرطبہ کے نام ایک خط کے ذریعہ اسلامی اصول کی فلاسفی کا تحفہ بھجوایا تھا۔ ان کی طرف سے حسبِ ذیل جواب ملا۔

''قرطبہ ۳۰ نومبر ۱۹۶۵ء

مسٹر کرم الٰہی ظفر مشن سپین۔ میرے نہایت ہی مکرم و معظّم دوست! آپ کے خط کے ساتھ مجھے اسلامی اصول کی فلاسفی مؤلفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب (علیہ السلام) کی ایک کاپی ملی ہے۔ میں نے کتاب بڑے گہرے شوق سے پڑھی ہے اس کتاب کی پُر معارف تعلیم سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ یہ حقیقی طور پر روحانی علم و عرفان کا خزانہ ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے واقعی میرا دل و دماغ معطّر ہوگیا۔ میں نے یہ کتاب ڈائریکٹر آف انسٹی ٹیوٹ کو بھی مطالعہ کے لئے دی۔ ان کا بھی کتاب کے متعلق یہی تاثر ہے۔ اور انہیں بھی کتاب بہت پسند آئی ہے۔ بلکہ ۲۰ نومبر کو انہوں نے ایک پبلک

لیکچر اسی کتاب کے تعلق میں دیا۔‘‘[37]

سنگاپور

امسال آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ سے بھی بعض خطوط کے ذریعے احمدیہ لٹریچر کے حصول کا مطالبہ کیا گیا چنانچہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے چھ یونیورسٹی کی لائبریریوں میں اہم لٹریچر ارسال کیا گیا۔ ان سب کی طرف سے کتب کی وصولی پر شکریہ کے خطوط بھی موصول ہوئے۔ آسٹریلیا سے پارلیمنٹ کا وفد بھی سنگاپور آیا۔ اس موقعہ پر بھی ایک تفصیلی خط کے ذریعہ احمدیت کا پیغام ان تک پہنچایا اور اسلام کے متعلق ضروری کتب بھی پیش کی گئیں۔ اسی طرح امریکہ کے سینیٹر ایڈورڈ ایم کینیڈی بھی سنگاپور تشریف لائے۔ انہیں بھی جماعت کا تعارف کروایا گیا۔

ٹوکیو جاپان سے بھی احمدی نوجوانوں پر مشتمل ایک وفد سنگاپور آیا۔ ان میں بعض غیر احمدی دوست بھی شامل تھے۔ ان کا مشن ہاؤس میں استقبال کیا گیا۔[38]

کچھ عرصہ سے ملائیشیا کے طول وعرض میں عیسائی مشنوں نے اپنی تبلیغی مہمات تیز کر دی تھیں قریباً دو سو ملائی مسلمان عیسائی ہو گئے تھے مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری انچارج مشن نے روزنامہ ’’کوتوسن ملایو‘‘ میں ایک مفصل مضمون شائع کیا جس میں عیسائیت اور اسلام کی تعلیم کا موازنہ کر کے اسلام کی برتری اور صداقت ثابت کی نیز حکومت کو توجہ دلائی کہ وہ احمدیوں کو تبلیغی سہولتیں باہم پہنچائیں تا اس فتنہ کا سد باب کیا جائے۔ حکومت نے تو کوئی توجہ نہ کی تاہم احمدی مشن عیسائی پروپیگنڈا کے مقابلہ کے لئے میدان عمل میں آ گیا۔ عیسائی پادری مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور یہ پالیسی اختیار کر لی کہ احمدی مبلغین یا ان سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں سے گفتگو ہی نہ کی جائے۔

ایک پادری سے عصمتِ انبیاء کے موضوع پر آپ کا کامیاب مناظرہ ہوا۔ پادری صاحب نے اپنی خفت اور شرمندگی کو مٹانے کے لئے وقتی طور پر نرمی کی تعلیم کا سہارا لے کر اپنی خلاصی کرالی۔ اگرچہ پبلک میں سے کئی لوگوں نے انہیں آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ آپ کی باتوں کا معقول جواب دیں مگر پادری صاحب اس قدر شرمندہ ہوئے کہ مولوی محمد صدیق صاحب کو وہیں چھوڑ کر آگے چل دیئے اور دوسرے روز گفتگو کرنے سے بالکل انکار ہی کر دیا۔ اس طرح بفضلہٖ تعالیٰ حاضرین اسلام کے حق میں بہت اچھا اثر لے کر گئے۔

کئی ایک نے سوالات بھی کئے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے مولوی محمد صدیق صاحب کو گورنر سنگاپور انچی یوسف بن اسحٰق صاحب سے مطبوعہ کتب کی ایک نمائش کے دوران ملاقات کا موقعہ ملا۔

بعض لوگوں نے اپنے لیکچروں اور پرائیویٹ مجالس میں احمدیوں کو کافر شمار کر کے بائیکاٹ کرنے کی تلقین کی۔مولوی صاحب موصوف نے دو اردو ٹریکٹ شائع کر کے ان لوگوں کی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کیا۔انہیں دوستانہ طور پر تبادلہ خیال کی دعوت دی نیز اعلان کیا کہ اگر وہ لوگ قرآن کریم یا کسی حدیث سے احمدیوں کا ارتداد یا کفر ثابت کر دیں تو اسے پانچ سو ڈالر انعام دیا جائے گا مگر کسی کو یہ دعوت قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ بلکہ خود ان کے ہم نواؤں نے انہیں ملامت کی اور بعض نے آپ کے معقول دلائل سے متاثر ہو کر ان سے بیزاری اور جماعت احمدیہ کے برحق ہونے کا اظہار کیا۔اس کشمکش کے دوران ڈاکٹر مہر محمد کے مکان پر دو تین مرتبہ بعض مسلم اکابر سے تبلیغی ملاقاتیں ہوئیں جو کئی کئی گھنٹے جاری رہیں۔

راما کرشنا مشن کے زیرِ انتظام ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اسلام کی نمائندگی کا شرف مولوی صاحب موصوف کو حاصل ہوا۔اس موقعہ پر آپ نے وزیراعظم سنگاپور، یونیورسٹی کے چانسلر اور امریکن اور انڈین سفراء اور دیگر اہم شخصیات سے بھی ملاقاتیں کی اور جماعت احمدیہ سے متعلق ضروری معلومات باہم پہنچائی۔نیز راما کرشنا مشن کی لائبریری کے لئے انگریزی ترجمہ قرآن کریم اور دیگر بیس (۲۰) اسلامی کتب پر مشتمل ایک سیٹ مشن کے انچارج پنڈت صاحب کو تحفۃً پیش کیا جسے انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر کے اپنے مشن کی کتب بھی جماعت احمدیہ کی لائبریری کے لئے پیش کیں۔

اس سال مشن ہاؤس کی عمارت کی سفیدی اور پینٹ وغیرہ کرانے کے علاوہ زائرین کے لئے نیا فرنیچر اور ایک ریفریجریٹر خریدا گیا۔مسجد میں پنکھے لگوانے اور لاؤڈ سپیکر نصب کرنے کا بھی انتظام کیا گیا۔وہ سب کام فوری طور پر ہوئے اور سنگاپور کے مخلص احمدیوں نے نہایت بشاشت کے ساتھ سب مالی اخراجات برداشت کئے۔مشن ہاؤس کے ماحول کی صفائی درستی اور مرمت کے لئے تین چار مرتبہ باقاعدہ وقارِعمل بھی کیا گیا۔جس میں سنگاپور کے احمدیوں نے نہایت خندہ پیشانی اور اخلاص سے حصہ لیا۔[39]

وسط جولائی ۱۹۶۵ء میں حکومت آسٹریلیا کی طرف سے چھ سرکردہ ممبران پر مشتمل ایک پارلیمانی وفد ملیشیا (اس کو ملائیشیا بھی لکھتے ہیں) میں موجود سیاسی ہیجان کے اندرونی و بیرونی اسباب کو بذاتِ خود معلوم کرنے کی غرض سے چند دنوں کے لئے ملیشیا آیا۔جس میں پارلیمنٹ کے حزبِ مخالف اور لیبر

پارٹیوں کے لیڈر بھی شامل تھے۔ ان کی آمد پر جہاں ملیشیا کی سیاسی اور لیبر پارٹیوں اور یونینوں کی طرف سے ان کی کئی ایک استقبالیہ دعوتیں اور پریس کانفرنسیں وغیرہ منعقد ہوئیں وہاں جماعت احمدیہ ملیشیا کی طرف سے بھی انہیں مذہبی نقطہ نگاہ سے خوش آمدید کہہ کر استقبال کیا۔ یعنی آسٹریلین ہائی کمشنر مقیم سنگاپور سے مشورہ اور اجازت کے بعد وفد کو حضرت خاتم النبیین سید الاولین والآخرین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر حلقہ بگوش اسلام ہونے کی انہیں دعوت دی گئی۔

چنانچہ سب ممبران کو انگریزی میں ایک استقبالیہ ایڈریس پیش کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسلام کی صحیح تعلیم اور حقائق قرآنی پر مشتمل دس انگریزی کتب کا سیٹ علیحدہ علیحدہ ہر ایک ممبر کو پیش کیا گیا۔ جسے سب نے جذباتِ شکر و امتنان کے ساتھ قبول کیا اور متعلقہ کتب کا مطالعہ کرنے کا وعدہ کیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مزید اور تفصیلی معلومات کے لئے مشن کی طرف سے وفد کے ممبران کو نہایت مفید انگریزی کتب پیش کی گئیں۔ جنہیں انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ 40

سیرالیون

امسال سیرالیون میں منعقد ہونے والی مجلس شوریٰ میں مبلغ انچارج مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے تعلیم نسواں پر خاص زور دیا۔

غانا

جماعت احمدیہ غانا کی چالیسویں سالانہ کانفرنس ۷، ۸، ۹ جنوری ۱۹۶۵ء کو سالٹ پانڈ میں منعقد ہوئی۔ جس میں سات ہزار کے قریب احمدیوں نے شرکت کی اور مالی قربانی کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے ۴۳۳۳ پونڈ کی رقم خدمتِ دین کے لئے پیش کی جو گذشتہ سال کی رقم سے ڈیڑھ گنا سے بھی زیادہ تھی یہ قربانی ایسے وقت میں دی گئی جبکہ چند ماہ پیشتر جماعتیں اپنی ریجنل کانفرنسوں اور کماسی کے مشن ہاؤس کی تعمیر پر ہزاروں پونڈ چندہ دے چکی تھیں۔

کانفرنس کا افتتاح امیر جماعت غانا مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم کی تقریر سے ہوا۔ جلسے کے دیگر احمدی مقررین میں سے مولوی عبدالوہاب صاحب کی تقریر جو لوکل زبان میں تھی بہت مؤثر اور دلچسپ تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضرت مصلح موعود کے بلند مقام تعلق باللہ اور استجابت دعا اور جماعت کی کامیاب قیادت کے ایمان افروز واقعات بیان کیئے اور حضور کی عظیم الشان دینی خدمات اور کارناموں پر روشنی ڈالی۔ جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔

جلسہ سے غانا کے وزیر دفاع مسٹر KOFI BAAKO نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ غانا کی ترقی وقوت میں جماعت احمدیہ کا زبردست ہاتھ ہے کیونکہ جماعت احمدیہ میں ایک بڑا طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو ہمیشہ ہی ملک کی خدمت کرتے ہیں اور نہایت دیانتداری اور محنت سے حکومت کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔

آپ نے یقین دلایا حکومت ہمیشہ جماعت احمدیہ کے ساتھ فراخ دلی کا سلوک کرے گی اور ہر ممکن مدد وتعاون کرے گی اور مذہبی آزادی کو ہمیشہ بحال رکھے گی تا کہ لوگ آزادی سے اپنے مذہب پر چل سکیں آخر میں آپ نے پھر جماعت کی خدمات کا شکریہ ادا کیا۔اور یہ خواہش ظاہر کی کہ جماعت پہلے کی طرح برابر اپنی کوششوں کو جاری رکھے گی اور ملک کی ترقی اور خدمت میں حصّہ لیتی رہے گی۔آپ نے بتایا کہ صدر غانا کوامے نکروما ہر امن پسند جماعت کی عزت کرتے ہیں اور ان کو پوری مذہبی آزادی دینے کے حامی ہیں۔

وزیر موصوف کی تقریر میں فضا بار بار نعروں سے گونجتی رہی۔

اس کانفرنس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں غیر ممالک کے دو احمدی بھی شریک ہوئے۔ ا۔مسٹر عبداللہ صدر جماعت آئیوری کوسٹ۔۲۔جاپان کے احمدی نوجوان پی۔ایچ۔سیٹو۔آپ نے غانا کی تمام بڑی بڑی جماعتوں کا دورہ کیا۔اوران کی تاریخ کا بڑے غور سے مطالعہ کیا۔[41]

اس سال غانا میں سات نئے احمدیہ مدارس کا قیام عمل میں آیا جن میں سے پانچ کا قیام شمالی ریجن میں ہوا جہاں اس سے قبل جماعت کا کوئی سکول نہیں تھا۔احمدیہ سیکنڈری سکول نے متعدد کالجز اور سیکنڈری سکولوں سے سخت مقابلہ کے بعد فٹ بال چیمپین شپ جیت کر صدر غانا ڈاکٹر کوامے نکروما ٹرافی جیت لی۔اس کامیابی سے پریس اور ریڈیو پر جماعت احمدیہ کو ملک گیر شہرت حاصل ہوئی۔[42]

اشانٹی ریجن سے ملحقہ ریجن کے شہر کوفوریڈوا میں مولوی نصیر احمد خاں صاحب نے جامع مسجد میں مناظرہ کیا جو چار گھنٹے تک جاری رہا۔اس موقع پر مولوی عبدالحق صاحب ایم اے اور بعض دیگر احمدی احباب بھی موجود تھے۔مولوی نصیر احمد خاں صاحب نے اپنے ریجن اشانٹی کی اٹھارہ جماعتوں کا دوبار دورہ کیا اوراس دورہ میں آپ نے جن شخصیات کو دینی لٹریچر پیش کیا ان میں ڈی سی سمپانگ،چیئرمین کونسل سمپانگ۔حکومت کی واحد سیاسی پارٹی کے لوکل چیئرمین آؤنکریاں اور ایک سکاچ مشنری خاص طور پر قابل توجہ ہے۔

اس سال وسطی ریجن کے اوبازی گاؤں کے مخلص احمدیوں نے تین چار ہزار پونڈ کی لاگت سے خدا کا ایک خوبصورت اور پختہ گھر تعمیر کیا جس کا افتتاح مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم نے کیا۔

غانا میں اکوایم سٹیٹ کے مرکزی قصبہ اکروپنگ میں ایک لوکل مبلغ احمدیت کے ذریعہ نئے مشن کا قیام عمل میں آیا۔

الفضل میں مطبوعہ رپورٹوں کے مطابق غانا میں اسی سال ۲۳۶ سعید روحیں داخل احمدیت ہوئیں۔[43]

ملائیشیا

۱۹ دسمبر ۱۹۶۵ء کو ملائیشیا (شمالی بورنیو) میں احمدیہ سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں حسب ذیل جماعتیں شامل ہوئیں تپاتن، سکاوی، رامایا، نیمپنگ، تمالنگ، تیلیپلوک، انانم، ساساگاساپنگ، کوالابلایت، برونائی اسٹیٹ، سنڈاگن۔

پروگرام کے مطابق کانفرنس کے تین اجلاس منعقد ہوئے۔ پہلے دو اجلاسوں میں مولوی بشارت احمد صاحب امروہی، بوجنگ بن رؤوف صاحب، محمد شریف تیوسوچنگ صاحب آف برونائی اور ڈینئیل مواریوسف صاحب آف سنڈاگن نے خطاب فرمایا۔ تیسرا اجلاس شوریٰ کی کارروائی پر مشتمل تھا۔ جس میں شادی بیاہ، بچوں کی دینی تعلیم، چندوں کی ادائیگی وغیرہ امور زیرِ بحث رہے۔ ایک دینی درسگاہ کی تجویز بھی زیرِ غور آئی۔ نیز مالی جہاد کی طرف توجہ دلائی گئی۔[44]

نائیجیریا

وزیر اعلیٰ شمالی نائیجیریا کا جماعت احمدیہ کی خدمت اسلام سے متعلق ایک خط الحاج سر احمد وبیلو، وزیر اعلیٰ شمالی نائیجیریا (مغربی افریقہ) اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔ ''میں اس عظیم الشان کام سے جو احمدیہ مشن اس غرض کو پورا کرنے کے لیے (اسلام کو اکناف عالم میں پھیلانے اور مضبوط سے مضبوط تر بنانے کی غرض۔ ایڈیٹر) نہ صرف نائیجیریا میں بلکہ ساری دنیا میں کر رہا ہے بخوبی واقف ہوں۔ اور میں اس یقین سے پر ہوں کہ آخر کار فتح ہماری ہی ہوگی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ہمت اور حوصلہ عطا کرے اور اسلام کی ترقی کے لیے کام کرنے کی خاطر ہمیں استقلال سے نوازے۔ آمین۔''[45]

ہالینڈ

ہالینڈ کے کیتھولک چرچ کے زیرِ انتظام اکتوبر ۱۹۶۵ء کے آخری ہفتہ میں ایک بین المذاہب کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ یہ کانفرنس ہالینڈ کے ایک مشہور شہر آرنیم (ARNHEM) میں ہوئی اور اس میں اسلام عیسائیت، بدھ ازم، ہندومت، صوفی موومنٹ، ویجیٹیرین (VEGETARIAN) اور ہیومنسٹ (HUMANIST) (انسانی فطرت اور زندگی کا مطالعہ کرنیوالا) خیالات کے نمائندوں نے حصہ لیا۔ ہر مکتبہ فکر کی طرف سے دو نمائندگان لئے گئے ان میں سے ایک کے ذمہ اپنے مذہب پر تقریر کرنا تھی اور دوسرے کو اس لیکچر پر پیدا ہونے والے سوالات کا جواب دینا تھا۔

کانفرنس میں اسلام کی نمائندگی حافظ قدرت اللہ صاحب انچارج ہالینڈ مشن نے کی۔ اور خدا کے فضل سے اسلام کی شوکت وعظمت کی دھاک بٹھا دی۔ اس کانفرنس کی تفصیل مولوی عبدالحکیم اکمل صاحب مبلغ ہالینڈ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

''تقریر کے لئے وقت ایک گھنٹہ رکھا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت میں نہ صرف یہ کہ اسلام کے مثبت پہلوؤں پر اچھی طرح روشنی ڈالی گئی۔ بلکہ ہر طرح کے ان غلط خیالات کی بھی تردید کی گئی جو غیر مسلم علماء کی طرف سے اسلام کے متعلق ظاہر کئے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے ان اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا جو آپ کی ذات بابرکات پر بعض عاقبت نااندیش غیر مسلموں نے کئے ہیں اور پھر قرآن پاک اور بائیبل کا مقابلہ کرتے ہوئے اس فرق کو واضح کیا گیا۔ جو ان دونوں کتب میں پایا جاتا ہے یعنی قرآن کریم خدا تعالیٰ کا لفظی الہام ہے اور بائیبل نیک لوگوں کے خیالات اور بعض روایات کا مجموعہ ہے اور وہ بھی آئے دن تبدیل ہوتا رہتا ہے اس طرح قرآن پاک کا مقام امتیازی رنگ میں لوگوں کے سامنے آ گیا اور یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر یقین کے ساتھ کسی کتاب پر مذہب کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے تو وہ صرف قرآن مجید ہی ہے۔ نیز قرآن کریم نے جملہ صداقتوں پر ایمان لانے کے لئے جس رواداری کا ہاتھ صدیوں پہلے سے بڑھایا ہوا ہے کہ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (آل عمران: ۶۵) اسے تحدی کے ساتھ پیش کیا گیا جسے حاضرین نے گہری دلچسپی سے سنا۔

تقریر کے اختتام پر وقفہ سوالات تھا۔ صدر صاحب حاضرین کو سوالات کے لئے کہہ رہے تھے اور لوگ تھے کہ مبہوت ہوئے بیٹھے تھے کسی کو کوئی سوال کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ ڈچ احمدی (محمود نعیم

الاسلام۔سونیا زمرمان) جوسٹیج پر بیٹھے تھے کہنا پڑا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تقریر اس قدر واضح اور مدلل تھی کہ کوئی سوال ہی باقی نہیں رہا۔اس پر چند ایک معمولی قسم کے سوالات کیے گئے جن کا جواب دیا گیا۔

منتظمین کانفرنس نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ اسلام کے لئے وقت سب سے پہلے رکھا تھا تا کہ بعد میں آنے والے مقررین اسلام کی بیان شدہ خوبیوں کے اثر کو لوگوں کے اذہان اور قلوب سے اچھی طرح دھو ڈالیں۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ چراغ منہ کی پھونکوں سے کب بجھنے والا تھا۔ چنانچہ لوگوں پر اس کا بالکل الٹا اثر ہوا۔کیونکہ جب جلسہ کے شروع میں اسلام کی تعلیمات حسنہ سے لوگوں کو متعارف کرادیا گیا تو اس کے بعد کوئی ایسی خوبی دوسرے خیالات میں باقی نہ رہی۔جسے اسلام نے پیش نہ کیا ہو اور اس طرح بعد میں ہونے والی جملہ تقاریر کا رنگ نہایت پھیکا پڑ گیا۔بعد میں آنے والے مقررین کم وبیش یکساں باتوں کو دہراتے رہے جس سے حاضرین پر اسلام کی خوبی اور اچھی طرح اجاگر ہوگئی اور جماعت احمدیہ کے ذریعہ خدمت اسلام کا اچھی طرح سے تعارف ہوا۔اسی بات کا اثر تھا کہ آخر پر عیسائی مقرر نے بجائے اپنے مذہب کی تعلیمات پر تقریر کرنے کے لطائف وغیرہ کے درمیان دو ایک باتیں کہہ کر اپنا وقت گزار دیا۔

پروگرام کے درمیان جب نصف وقت ہوا تو لوگ بک سٹال کی طرف آنے لگے اور ہماری چند ایک کتب جو تعارف کے لئے رکھی ہوئی تھیں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئیں اور بعض نے قیمت ادا کرتے ہوئے بذریعہ ڈاک کتب بھجوانے کی درخواست کی۔بعض نے جماعت ہالینڈ کے ترجمان رسالہ ''الاسلام'' کی خریداری بھی قبول کی۔اس دوران میں احمدی مبلغین کے گرد لوگ حلقہ بنا کر کھڑے ہوگئے عیسائی پادری کاروباری لوگ طلبہ ہر قسم کے لوگ اسلام کے متعلق دلچسپی سے گفتگو کرتے رہے۔احمدی مبلغین اور دیگر ڈچ احمدی احباب نے اس وقت کو خوب تبلیغ میں صرف کیا اور ہر سوال کا مدلل جواب دیا۔جس سے بفضلہٖ تعالیٰ اچھا اثر قائم ہوا۔

گفتگو کے دوران مسئلہ کشمیر کے متعلق بھی بہت سے سوالات کئے گئے جن کا بفضلہٖ تعالیٰ تفصیلی جواب دیا گیا اور لوگوں پر اس مسئلہ کی حقیقت کو واضح کیا گیا نیز ہندوستان کے پاکستان پر حملہ کے ہر پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی۔گفتگو کے دوران بعض بہائی خیالات کے لوگوں سے بھی ملنے کا موقع ملا جو اپنا لٹریچر بھی ساتھ رکھتے تھے انہوں نے بھی یہاں پر اپنے مراکز قائم کر رکھے ہیں۔اس کانفرنس کے چند روز بعد ہی اللہ تعالیٰ نے وہاں کی ایک سعید روح کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی توفیق بخشی فالحمدللّٰہ علٰی ذالک۔''[46]

مبلغینِ احمدیت کی آمد اور روانگی

آمد

اس سال مندرجہ ذیل مبلغین سلسلہ بیرونی ممالک میں کئی سال تک فریضہ اعلائے کلمۃ اللہ بجالانے کے بعد مرکز میں واپس تشریف لائے۔

۱۔ مکرم مولوی عبدالحمید صاحب (۱۸فروری از غانا)
۲۔ مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب (۶مئی از کینیا)
۳۔ مکرم جمیل الرحمٰن صاحب رفیق (۱۰جون از تنزانیہ)
۴۔ مکرم سید مسعود احمد صاحب (۱۰جون از ڈنمارک)
۵۔ مکرم مولوی صالح محمد صاحب (جون از غانا)
۶۔ مکرم عبدالمالک صاحب طالبعلم (۵ستمبر از غانا)
۷۔ مکرم عبدالکریم صاحب شرما (۵ستمبر از یوگنڈا)
۸۔ مکرم قاضی نعیم الدین صاحب (۱۱راکتوبر از کینیا)
۹۔ مکرم سید محمد ہاشم صاحب بخاری (۲۴نومبر از سیرالیون)

روانگی

اس سال جو مبلغین احمدیت بغرضِ اعلائے کلمۃ اللہ بیرون پاکستان تشریف لے گئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ مکرم مولوی محمد منور صاحب (۳جنوری برائے ٹانگانیکا)
۲۔ مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب (۴مارچ برائے سیرالیون)
۳۔ مکرم کمال یوسف صاحب (۲۸مارچ برائے ڈنمارک)
۴۔ مکرم ملک احسان اللہ صاحب (۲۸مارچ برائے تنزانیہ)
۵۔ مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب (برائے سیرالیون)
۶۔ مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب (۱۲جولائی برائے کینیا)
۷۔ مکرم عبدالرشید رازی صاحب (۱۲راگست برائے تنزانیہ)[47]

نئی مطبوعات

۱۹۶۵ء میں درج ذیل کتب شائع ہوئیں۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تحریروں کی رو سے
(مرتبہ سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ)

۲۔ درثمین (انگریزی) PRECIOUS PEARLS
(مترجم صوفی عبدالقدیر نیاز صاحب)

اس میں درثمین کے ۳۵۰ ۔اشعار کا انگریزی نظم میں ترجمہ کیا گیا ہے۔48

۳۔ ورزش کے زینے (صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب)

۴۔ اصحاب احمد جلد دوازدہم سیرت حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب
(ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

۵۔ اسلام میں پردہ کی اہمیت (حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ)

۶۔ تحریک احمدیت اور اس کے نقاد (مولانا دوست محمد شاہد صاحب)

۷۔ سیرت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم (مولانا ابوالعطاء صاحب)

۸۔ زندہ مذہب (قاضی محمد اسلم صاحب)

۹۔ خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب کی نبوت کے خلاف اہم شہادات
(مولانا قاضی محمد نذیر صاحب)

۱۰۔ شانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مولانا قاضی محمد نذیر صاحب)

۱۱۔ عقائد احمدیت اور ان پر اعتراضات کے جوابات (مولانا شیخ مبارک احمد صاحب)

۱۲۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مولانا جلال الدین صاحب شمس)

۱۳۔ حقیقی عید اور حقیقی قربانی (مولانا جلال الدین صاحب شمس)

۱۴۔ بشارات ربّانیہ (مولانا جلال الدین صاحب شمس)

۱۵۔ اسلام میں نبوت کا تصور (صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب)

۱۶۔ طفلِ امروز قائدِ فردا (مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر)

۱۷۔ اصحاب احمدؑ جلد پنجم حصہ سوم۔سیرۃ سرور (ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

۱۸۔ مکتوبات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب

(ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

۱۹۔ گورو نانک جی کا گورو! (گیانی عباداللہ صاحب)

۲۰۔ نبیوں کا چاند (فضل الرحمان نعیم صاحب)

۲۱۔ OUR FOREIGN MISSIONS

(ترجمہ تقریر محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب)

۲۲۔ مبادیات زبان کیمیا (سید امین احمد صاحب بی ایس سی)

حوالہ جات

(صفحہ 421 تا 444)

1 الفضل ۲۰ فروری ۱۹۶۵ء

2 ایک مبارک نسل کی ماں صفحہ ۱۲۱ تا ۱۳۱

3 الفضل ۲۳، ۲۵ فروری ۱۹۶۵ء

4 الفضل ۱۰، ۱۶/ اکتوبر ۱۹۶۵ء

5 الفضل ۳۰/ اکتوبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

6 الفضل ۲۸ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

7 الفضل ۱۴ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

8 الفضل ۴ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ا

9 الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

10 الفضل ۱۲ مئی ۱۹۶۵ء

11 الفضل ۱۲ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

12 الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

13 الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

14 الفضل ۱۶ دسمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

15 الفضل یکم جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

16 بدر قادیان ۱۹۶۵ء صفحہ ا

17 الفضل ۲۷ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ا

18 الفضل ۷ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

19 ’’تذکرۃ الشہادتین‘‘۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۶۷۔۶۸

20 بحوالہ بدر قادیان ۱۸ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۹۔۱۲

21 الفضل ۹ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

22 پمفلٹ ’’روئداد مناظرہ ڈاور‘‘ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ مرتبہ مہر محمد حیات یکے از بانیانِ مناظرہ اشاعت یکم جون ۱۹۶۶ء

23 الفضل ۲۲ ؍اپریل ۱۹۶۵ء

24 الفضل ۲۷ ؍اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۵ رپورٹ سیّد احمد علی شاہ صاحب مربی سلسلہ احمدیہ سیالکوٹ

25 الفضل ۴ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

26 الفضل ۴ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۸

27 الفضل ربوہ ۴ جولائی ۱۹۶۵ صفحہ ۸

28 کراچی تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۸۵۳، ۸۵۴

29 الفضل ۱۲، ۱۴ ؍اکتوبر ۱۹۶۵ء

30 الفضل ۲۱، ۲۳، ۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء

31 الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

32 الفضل ۳۰ ؍اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

33 الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

34 چند خوشگوار یادیں از مولانا بشیر احمد رفیق صاحب صفحہ ۱۷۳

35 الفضل ۸ ؍اگست ۱۹۶۵ء

36 الفضل ۲۷ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۔۴

37 الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

38 ماہنامہ تحریک جدید ربوہ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۰، ۱۱

39 الفضل ۱۲، ۱۳ جون ۱۹۶۵ء

40 الفضل ۹ ستمبر ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

41 الفضل ۲۰، ۲۳ فروری ۱۹۶۵ء

42 الفضل ۲۷، ۲۸ فروری ۱۹۶۵ء

43 الفضل ۲۷، ۲۸ فروری ۱۹۶۵ء ۔ ۲۔۴ مئی ۱۹۶۵ء

44 الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

45 ماہنامہ تحریک جدید ربوہ نومبر ۱۹۶۵ صفحہ ۴

46 روزنامہ الفضل ربوہ ۔ ۱۳ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

47 ریکارڈ وکالت تبشیر

48 الفضل ۱۵ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۷

صلح تا فتح ۱۳۴۵ہش/جنوری تا دسمبر ۱۹۶۶ء

ربوہ میں نماز استسقاء

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی منظوری سے مورخہ ۶ جنوری ۱۹۶۶ءکو ربوہ میں نماز استسقاء ادا کی گئی۔ یہ نماز دفاتر صدر انجمن احمدیہ سے ملحقہ کھلے میدان میں حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھائی جس میں ربوہ کے مقامی احباب ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوئے۔نماز سے قبل آپ نے سنت نبوی کے مطابق پہلے قبلہ رخ کھڑے ہو کر اجتماعی دعا کرائی اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد دو نفل نماز با جماعت پڑھائی۔[1]

کسرِ صلیب کا ایک اور ثبوت

مصر اور سوڈان کی ملتی ہوئی سرحدوں سے دعاؤں کی ایک کتاب (HYMN BOOK) اور حضرت مسیح ناصریؑ کی اپنے حواریوں سے گفتگو کا ایک ٹکڑا ملا جسے امریکہ کے رسالہ ''ٹائم'' نے اپنی سات جنوری ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں نقل کیا۔ یہ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ صلیب سے زندہ اتارے گئے تھے اور ''قبر'' میں سے باہر نکل آنے کے بعد وہ اپنے حواریوں سے ملے اور انہوں نے صلیب سے متعلق گفتگو کی۔لکھا ہے کہ حضرت مسیحؑ سے ایک ''معمہ'' حل کرنے کے لئے کہا گیا۔حضرت مسیحؑ نے فرمایا ''اے مرے منتخب پطرس اور وہ جو مرے وارث ہونے والے ہو۔ میں نے آج تک تم سے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی۔ ہر بات جو تم نے پوچھی میں نے تمہیں بتا دی۔ اب بھی میں تم سے کوئی بات چھپا کر نہ رکھوں گا۔

اس پر پطرس نے حضرت مسیح علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ ہمیں صلیب کا معمہ سمجھائیں اور یہ کہ آپ قیامت کے روز صلیب کو اٹھاتے ہوئے کیوں آئیں گے۔اس کے جواب میں مسیح نے فرمایا۔اے میرے منتخب پطرس اور اے میرے بھائیو! آپ کو معلوم ہی ہے کہ جب میں صلیب پر تھا تو کیسے کیسے جھوٹ مجھ پر باندھے گئے اور مجھ پر تھوکا گیا۔اور تحقیر آمیز باتیں مرے خلاف کی گئیں۔یہی وجہ ہے کہ (قیامت کے روز) میں صلیب ہوئے آؤں گا تا کہ میں ان کو شرمندہ کرسکوں اور ان کا گناہ ان کے سر تھوپوں''۔

یہود کو شرمندہ کرنا اسی طور پر ممکن ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ صلیب سے زندہ اتر آئے ہوں۔ ورنہ اگر حضرت مسیحؑ صلیب پر وفات پا گئے تھے (بقول عیسائی حضرات) تو اس صورت میں تو یہود اپنے عقیدہ میں حق بجانب ٹھہریں گے۔الغرض یہ نئے کاغذات بھی جو دستیاب ہوئے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔[2]

زرعی کمیٹی کا قیام

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے عنانِ خلافت سنبھالنے کے بعد نگران بورڈ ختم کرتے ہوئے بعض کمیٹیاں بنانے کے امکان کا اظہار فرمایا تھا چنانچہ اس سلسلے میں حضور نے جنوری ۱۹۶۶ء میں حسب ذیل زرعی کمیٹی مقرر فرمائی۔اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ کمیٹی زرعی ترقی کے ذرائع پر غور کرتی رہے گی اور ان پر عمل کرانے میں کوشاں رہے گی۔

۱۔ ناظر صاحب زراعت (صدر)
۲۔ وکیل الزراعت صاحب تحریکِ جدید (سیکرٹری)
۳۔ چوہدری محمد انور حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع شیخوپورہ
۴۔ (حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب
۵۔ چوہدری عنایت اللہ صاحب سرگودھا
۶۔ چوہدری فضل الرحمٰن صاحب حافظ آباد
۷۔ چوہدری نذیر احمد صاحب ملتان[3]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا معلمین وقف جدید سے خطاب

وقف جدید انجمن احمدیہ کی طرف سے مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۶۶ء کو معلمین کی پہلی باقاعدہ تربیتی کلاس کے اختتام پر ایک تقریب کا اپنے مرکزی دفتر میں انعقاد ہوا۔جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی شرکت فرمائی۔سب سے پہلے حضور نے فارغ التحصیل طلباء کی جو رضا کاروں کی وردیوں میں ملبوس تھے، سلامی لی۔اس کے بعد کلاس کے آخری امتحان میں اول اور دوم آنے والے معلمین کو اپنے دست مبارک سے انعامات دئے۔اس کے بعد حضور نے معلمین کو شہریت کے حقوق وفرائض کی طرف لوگوں کو توجہ دلانے کے متعلق فرمایا:

’’ایک انسان پر اس کی زندگی میں خدا تعالیٰ نے جو فرائض عائد کیے ہیں ان میں سے ایک اہم فرض ان حقوق کی ادائیگی بھی ہے۔ جو ایک انسان پر اس کے انسان ہونے کی حیثیت سے یا کسی ملک کے رہنے والوں اور اس کے باشندوں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے عائد ہوتے ہیں۔ ہماری قوم ایک لمبے عرصہ تک غیروں کی غلامی میں رہی ہے۔اس لئے دوسرے آزاد ممالک کی نسبت اسے اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہم اسے شہریت کے حقوق اور فرائض کی طرف متوجہ کرتے رہیں۔‘‘

وطن کے لحاظ سے جو ذمہ داریاں ہر احمدی پر عائد ہوتی ہیں ان کے متعلق فرمایا:

’’ایسے ممالک اور قومیں جو بیدار ہیں وہ ہنگامی صورت حالات پیش آنے پر اس کے مقابلہ کے لیے تیار ہو جاتی ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں اس قسم کی ذہنیت نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ غیر مسلم ممالک کی نسبت ہمارے ملک میں یہ ذہنیت زیادہ پائی جانی چاہیے۔ کیونکہ اسلام نے اس کی نہ صرف ہمیں تعلیم دی ہے بلکہ اس نے اس پر خاص زور دیا ہے اور اس کی ہمیں یہاں تک ہدایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا **حب الوطن من الایمان** یعنی وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اور تمہارا مذہبی فرض ہے کہ تم ان حقوق کو نظر انداز نہ کرو جو وطن کی طرف سے تم پر عائد ہوتے ہیں۔‘‘

اپنے شہری، سیاسی اور تمدنی حقوق کے حصول کے متعلق فرمایا:

’’اسلام نے اپنے متبعین کے دماغوں میں اپنی کامل تعلیم کے نتیجہ میں اتنی روشنی پیدا کر دی ہے کہ ہم اپنے شہری تمدنی اور سیاسی حقوق کو ہنگاموں فتنوں اور دنگا فساد کے بغیر حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمیں ہمارے جائز حقوق بہر حال ملنے چاہئیں۔ لیکن ان کے حصول کا جو طریق اختیار کیا جائے وہ امن والا ہو فساد پیدا کرنے والا نہ ہو۔ ہمیں ان حقوق کے حصول کے سلسلہ میں ان طریقوں سے بہر حال اجتناب کرنا چاہئے۔‘‘

تعلیم القرآن پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

’’تربیت کے لحاظ سے پہلی چیز جو نہایت اہم ہے قرآن کریم کا ناظرہ طور پر

سیکھنا ہے اور پھر اس کا ترجمہ جاننا ہے۔ یہ بات ہماری جماعت کے لئے بنیاد کے طور پر ہے۔ قرآن کریم ہماری روح کی غذا ہے اس کے بغیر ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ قرآن کریم ہمارا محبوب ہے ہمیں اس کتاب سے شدید محبت ہے کیونکہ یہ نہایت ہی خوبصورت، حسین اور عمدہ تعلیم کی حامل ہے۔‘‘

نیز فرمایا:

’’تربیت کے میدان میں آپ کے سپرد اہم اور ضروری کام یہ ہے کہ آپ اپنے حلقہ کا جائزہ لیں اور جس حلقہ میں بھی جائیں وہاں معلوم کریں کہ جماعت کے کون کون سے اور پھر کتنے بچے قرآن کریم ناظرہ نہیں جانتے۔ پھر کوشش کریں کہ ان سب کو قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کا انتظام ہو جائے۔ آپ میں سے بہتوں کے لئے تو یہ ممکن نہیں ہوگا کہ ان سب کو خود قرآن کریم ناظرہ پڑھائیں لیکن آپ میں سے ہر ایک کے لئے یہ یقیناً ممکن ہے کہ جماعت کی ان عورتوں اور مردوں کی جو قرآن کریم ناظرہ جانتے ہیں یہ ڈیوٹی لگائیں کہ وہ کچھ بچوں کو قرآن کریم ناظرہ پڑھاویں۔‘‘

آخر میں دعا کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

’’پھر ہر کام میں برکت دعا کے نتیجہ میں پڑتی ہے۔ ہم احمدیوں کو تو اللہ تعالیٰ نے دعا پر زور دے دے کر اس کی اتنی عادت ڈال دی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ کسی حقیقی احمدی کو اس وقت تک صبر نہیں آتا جب تک کہ اس کے ہر لقمہ اور ہر گھونٹ پانی کے ساتھ جو وہ پئے اس کے اندر دعائیہ کلمات نہ جائیں۔ دعا اس کے خون کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ دعا اس کے معدہ میں اس کی غذا کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ دعا اس کی ہڈیوں میں رچ چکی ہے۔ اور اس کے گوشت پوست کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ غرض ہمارا جو کام بھی ہے اس میں دعا کا بڑا حصہ ہے۔‘‘[4]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا درس قرآن اور اجتماعی دعا

مسجد مبارک ربوہ میں یکم رمضان المبارک سے قرآن کریم کے درس کا ایک سلسلہ جاری ہوا تھا جو ۲۹ رمضان المبارک بمطابق ۲۲ جنوری ۱۹۶۶ء کی نماز مغرب سے قبل مکمل ہوگیا۔

مورخہ ۲۹ رمضان المبارک کو نماز عصر سے قبل محترم مولانا ابو العطاء صاحب کے حصہ درس کے مکمل ہونے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے چار بجے مسجد مبارک میں تشریف لا کر پہلے عصر کی نماز پڑھائی اور پھر قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کا درس دیا۔ بعد ازاں حضور انور نے پُرسوز اجتماعی دعا کرائی جس میں حاضر الوقت ہزاروں احباب شریک ہوئے۔[5]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلبہ سے خطاب

۲۷ جنوری ۱۹۶۶ء کو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج بین الاقوامی عدالت (جو ان دنوں پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے) نے تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی ایک مجلس سوال و جواب سے خطاب فرمایا اور طلباء اور ممبرانِ سٹاف کو بیش قیمت نصائح کرتے ہوئے اُن رہنما اصولوں پر روشنی ڈالی۔ جنہیں سوال پوچھتے وقت ملحوظِ خاطر رکھا جانا چاہئے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑی نعمت قوتِ فکر بھی ہے۔ یعنی مختلف امور اور پیش آنے والے واقعات کے بارہ میں سوچنا اور غور کر کے نتائج اخذ کرنا۔ سوال و جواب کے وقت بھی یہ قوت ہمہ وقت کارفرما رہ کر نتائج اخذ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ سو کسی امر کے متعلق سوال پوچھنے میں بھی قوتِ فکر سے کام لینا چاہیے۔ سوال ایسا ہونا چاہیئے جو بامعنی اور بامقصد ہو۔ اور اپنے اندر کوئی ابہام نہ رکھتا ہو۔ سوال اس طور پر اور ایسے الفاظ میں پوچھنا چاہئے کہ جواب دینے والے پر استفسار پورے طور پر واضح ہو جائے۔

اس امر کو ایک مثال سے واضح کرتے ہوئے محترم چوہدری صاحب نے فرمایا سوال پوچھنا بھی ایک رنگ میں مچھلی پکڑنا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ہر شخص اس وقت تک مچھلی نہیں پکڑ سکتا جب تک وہ مچھلی پکڑنے کے طریق اور اس کی احتیاطوں سے واقف نہ ہو۔ پس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سوال پوچھنے کے طریق اور اسکی احتیاطوں کو مدّنظر رکھا جائے۔

آپ نے فرمایا محض سوال کرنے کی غرض سے سوال نہیں کرنا چاہئے بلکہ جب بھی ذہن میں کوئی سوال آئے قوتِ فکر سے کام لیتے ہوئے پہلے خود اس سوال کا جواب معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور اگر اس غور و فکر کے نتیجہ میں خود جواب معلوم ہو جائے تو پھر خواہ مخواہ سوال نہیں پوچھنا چاہیئے۔ آپ

نے فرمایا کہ اگر آپ لوگ اس طرح غور وفکر کی عادت ڈالیں گے تو آپ کو بہت فائدہ پہنچے گا۔اس سے آپ کے ذہن کو جلاء نصیب ہوگی اور نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت ترقی کرے گی۔ یہ طریق نامناسب ہوتا ہے کہ آدمی سوال کرنے کی نیت سے کمرے میں داخل ہو۔اور جو سوال وہ سوچ کر آیا ہو۔خواہ کسی اور سوال کے ضمن میں اس کے اپنے سوال کا جواب آ بھی چُکا ہو۔ پھر بھی وہ کھڑے ہوکر اپنا سوال دُہرانے سے باز نہ آئے پھر ایک ضروری بات یہ ہے کہ جواب کو پوری توجہ اور غور سے سُننا چاہیے۔ بعض اوقات بات کو توجہ سے نہ سُننے کے نتیجہ میں انسان یہی سمجھتا ہے کہ سوال کا جواب نہیں ملا۔حالانکہ قصور اسکی اپنی عدم توجّہی کا ہوتا ہے۔پھر سوال کرنے والے اور جواب دینے والے دونوں کو اپنی عقل سمجھ اور علم پر ناز نہیں کرنا چاہئے۔دونوں ہی کو اپنے محدود علم کا احساس ہو تو پھر سوال و جواب کا سلسلہ صحیح خطوط پر چل کر نتیجہ خیز ہوسکتا ہے۔جو بھی اپنی عقل کو آسمان پر چڑھانا شروع کردیتا ہے وہ اپنی بے عقلی کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ان اہم ارشادات کے بعد آپ نے حاضرین کو استفسار کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ طلباء اور ممبران سٹاف نے باری باری سوال پیش کئے اور آپ نے ان کے جواب دیئے۔سوال و جواب کا یہ سلسلہ نصف گھنٹہ سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔سوالات زیادہ تر اعلانِ تاشقند اور اس کے مضمرات کے بارہ میں تھے۔[6]

الرسالہ (جرمنی) میں جماعت احمدیہ کی خدمات کا تذکرہ

حکومتِ مغربی جرمنی کے عربی ہفت روزہ ''الرسالہ'' نے اپنی ۴فروری ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں ''الاسلام والمساجد فی ألمانیا'' کے عنوان سے ایک مفصّل مضمون شائع کیا۔جس میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ یورپ میں کامیاب تبلیغی جہاد کا تذکرہ شاندار الفاظ میں کیا گیا۔چنانچہ لکھا:

ترجمہ: ''اس موقعہ کی مناسبت سے یہاں پر ایک اہم اور حیرت انگیز حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہوگا کہ جرمنی اور یورپ کی دیگر مغربی ریاستوں میں اسلام کی تبلیغ اور اسلامی امور کی سرانجام دہی کے لئے چُستی اور بیداری صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہی تک محدود ہے صرف احمدی ہی ہیں جو اسلام کی دعوۃ وتبلیغ اور اسلام کی خاطر کام کرنے میں یگانہ ہیں۔اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ عام تقلیدی اسلام کے سنّی اور شیعہ فرقے یورپ میں تبلیغ کے میدان سے کوسوں دُور ہیں۔اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ہمارے لئے حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔اسی طرح دوسری جنگ

عظیم کے بعد جماعت احمدیہ ہی وہ پہلی جماعت ہے جس نے قرآن کریم کو بیک وقت عربی اور جرمنی زبان میں شائع کرنیکا بیڑا اُٹھایا۔اسکی چھپائی میں قرآن مجید کی اصل عربی عبارت بھی شامل ہے جسکے بالمقابل جرمن ترجمہ پایا جاتا ہے اس ترجمہ کی طباعت کے فرائض جمہوریہ جرمنی کے مشرقی کتب کے سب سے بڑے اشاعتی ادارے نے سرانجام دیئے ہیں۔‘‘

اس کے بعد مغربی جرمنی میں جماعت احمدیہ کی مساجد کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے کہ:

’’ہیمبرگ میں دونئی مساجد تعمیر کی گئیں جن میں سے ایک آج تک مغربی جرمنی کی موجودہ تمام مساجد میں سب سے بڑی مسجد شمار کی جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک اور مسجد شہر فرانکفرٹ میں تعمیر کی گئی جس کا افتتاح عالمی عدالت کے نائب صدر جناب سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے کیا۔‘‘[7]

ممبران مجلس افتاء کی منظوری

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۹ فروری ۱۹۶۶ء کو اپنے دورِ خلافت کی پہلی مجلس افتاء کے درج ذیل ممبران کی منظوری عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

’’آئندہ کے لئے تا فیصلہ ثانی مجلس افتاء کے مندرجہ ذیل اراکین ہوں گے۔

۱۔قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے	۲۔مولوی جلال الدین صاحب شمس
۳۔مرزا مبارک احمد صاحب	۴۔مولوی ابوالعطاء صاحب
۵۔قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری	۶۔ملک سیف الرحمٰن صاحب
۷۔مولوی محمد احمد صاحب جلیل	۸۔شیخ مبارک احمد صاحب
۹۔سیّد میر داؤد احمد صاحب	۱۰۔مرزا رفیع احمد صاحب
۱۱۔مولوی تاج الدین صاحب	۱۲۔مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب
۱۳۔مولوی محمد صدیق صاحب	۱۴۔مولوی نذیر احمد صاحب مبشر
۱۵۔مولوی غلام باری صاحب سیف	۱۶۔مرزا طاہر احمد صاحب
۱۷۔مولوی محمد احمد صاحب ثاقب	۱۸۔مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ
۱۹۔شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ	۲۰۔شیخ محمد احمد صاحب ایڈووکیٹ
۲۱۔مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری	۲۲۔سیّد میر محمود احمد صاحب

۲۳۔صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے ۲۴۔مولوی محمد صادق صاحب
۲۵۔ملک مبارک احمد صاحب ۲۶۔شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ لاہور
۲۷۔مولوی محمد یار صاحب عارف سرگودھا ۲۸۔ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب لاہور

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اس مجلس کے اعزازی رُکن ہوں گے۔

ا۔چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ۲۔ڈاکٹر عبدالسلام صاحب لندن
۳۔چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ

اس مجلس کے صدر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے ،نائب صدر شیخ بشیر احمد صاحب اور مرزا عبدالحق صاحب اور سیکرٹری ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ ہوں گے۔اس کے علاوہ مجلس کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ وہ دوسرے ممالک کے صاحبِ علم احمدیوں کو مجلس کا اعزازی ممبر بنانے کیلئے میرے پاس سفارش کرے۔

دستخط مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ۹/۲/۶۶‘‘[8]

بیوگان کی شادی کی تحریک

۲۶ فروری ۱۹۶۶ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مولانا شیخ مبارک احمد صاحب فاضل سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ کے نکاحِ ثانی کا اعلان کرتے ہوئے نظارت اصلاح وارشاد کو ہدایت فرمائی:

’’اگر جماعت کی کوئی عورت بیوہ ہوجائے۔چاہے اسکی عمر چھوٹی ہو یا وہ ادھیڑ عمر کی ہو۔تو اسکی دوبارہ شادی کروانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔[9] کہ اسلام کے اس حکم کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہم بیوہ کی شادی کی طرف متوجہ رہیں اور نہ صرف اس کا خیال ہی رکھیں۔بلکہ اس کا انتظام بھی کریں۔‘‘[10]

مسجد اقبال کا افتتاح

محلّہ دارالنصر ربوہ میں حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کی مساعی اور ملک ولایت خانصاحب کی نگرانی میں ایک شاندار مسجد ۱۹۶۶ء کے آغاز میں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔حضرت خلیفۃ المسیح

الثالث نے حضرت مولوی صاحب کے خواب کی بناء پر (جس میں انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا نام ''محمد اقبال'' بتایا گیا تھا) خدا کے اس گھر کا نام مسجد اقبال رکھا۔

اس مسجد کی تعمیر ۱۹۶۲ء میں شروع ہوئی تھی۔اس کے سنگِ بنیاد کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں درخواست کی گئی لیکن حضور نے اپنی بیماری کی وجہ سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے مقرر فرمایا تھا۔اس مسجد کا کل رقبہ اندازاً پندرہ مرلے سے زائد ہے اور اس کا ہال توسیع سے پہلے ۴۱x۱۲ فٹ کا تھا۔لیکن توسیع کے بعد ۴۱x۲۰ ہو گیا۔اور برآمدہ ۴۱x۸ فٹ کا ہے۔صحن تقریباً اڑھائی مرلے میں ہے۔

سنگِ بنیاد کے موقع پر موجود ۷۰،۸۰ افراد جن میں انصار، خدام اور اطفال شامل تھے۔سب نے وقارِعمل میں حصہ لیا۔

حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب نے مرکز کی اجازت سے سندھ، کراچی اور کوئٹہ وغیرہ سے تقریباً دس ہزار روپے کا عطیہ جمع کیا۔اس کے علاوہ اہل محلّہ اور مخیّر احباب جماعت نے حسبِ توفیق اس کارِخیر میں حصہ لیا۔[11]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا ساہیوال میں ورود

فروری ۱۹۶۶ء میں مکرم ومحترم چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت جماعت احمدیہ ساہیوال کی گذارش پر ساہیوال تشریف لائے۔اس دورے کا حال بیان کرتے ہوئے مکرم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب ساہیوال رقمطراز ہیں کہ محترم مکرم چوہدری صاحب ۴ فروری بروز جمعہ بذریعہ خیبر میل ٹرین ساہیوال آئے۔چوہدری صاحب کی آمد کا چونکہ کافی چرچا ہو گیا تھا، اس وقت کے ڈپٹی کمشنر محترم مصطفیٰ زیدی صاحب کو جب علم ہوا کہ محترم چوہدری صاحب بذریعہ ریل آرہے ہیں تو انہوں نے خاص طور پر ساہیوال کے ریلوے کے سٹیشن ماسٹر صاحب کو بذریعہ فون کہا کہ محترم چوہدری صاحب کو V.I.P گیٹ سے سٹیشن سے باہر لایا جاوے۔اس پر سٹیشن ماسٹر صاحب نے جلدی میں ماشکیوں کو بھیجا کہ V.I.P گیٹ پر پانی کا چھڑکاؤ کر دیویں۔وہاں پر پہلے ہی کافی مٹی وغیرہ تھی اور کیچڑ ہو گیا۔جس کار پر محترم چوہدری صاحب نے سوار ہونا تھا اس کو پلیٹ فارم سے کچھ فاصلہ پر کھڑا ہونا تھا۔محترم چوہدری صاحب سوار ہونے لگے تو لامحالہ ایک قدم اس کیچڑ والی مٹی پر رکھنا پڑا۔

چوہدری صاحب کار میں بیٹھ گئے تو خاکسار نے عرض کیا کہ یہ V.I.P ہونے کی وجہ سے ہے اور ساری تفصیل عرض کی۔ محترم چوہدری صاحب نے اس V.I.P ہونے کی وجہ سے کیچڑ میں پاؤں رکھنے والے معاملہ کا بڑا لطف اٹھایا اور دیر تک مسکراتے رہے۔

سب سے پہلے محترم چوہدری سر محمد ظفراللہ خاں صاحب مکرم و محترم چوہدری محمد شریف صاحب کو (جو ان دنوں بیمار تھے اور چھٹی پر تھے) ملنے گئے۔ وہاں پر انہوں نے مشروبات وغیرہ سے تواضع فرمائی اور بعد میں چوہدری صاحب خاکسار کے مکان واقع 928-B فرید ٹاؤن ساہیوال تشریف لے آئے اور مکان کو رونق بخشی۔ ان کا قیام وہاں پر ہی رہا۔ اسی شام خاکسار کے مکان پر ان کا لیکچر تھا۔ موضوع تھا ’’اسلام کا مستقبل‘‘۔ محترم چوہدری صاحب نے فرمایا کہ یہ موضوع درست نہیں ہے۔ موضوع یہ ہونا چاہئے کہ ’’ہمارا مستقبل‘‘۔ اسلام کا مستقبل تو بڑا درخشاں ہے۔ محترم چوہدری صاحب نے ایک گھنٹہ بیس منٹ تک تقریر فرمائی۔ حاضرین کی چائے کے ساتھ تواضع کی گئی۔ شروع میں ایک صد احباب کو دعوتی کارڈ چھپوا کر روانہ کئے گئے تھے۔ جوں جوں ساہیوال کے لوگوں کو علم ہوتا گیا کہ چوہدری صاحب تشریف لا رہے ہیں، تو لوگ آ کر دعوت میں شامل ہونے کا تقاضا کرتے رہے۔ چنانچہ ہم سادہ کاغذوں پر ہی دعوت نامہ تحریر کر کے لوگوں کو دیتے رہے۔ چائے کا ٹھیکہ محترم صادق جوگی صاحب پروپرائٹر سٹیڈیم ہوٹل کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے بعد میں بتایا کہ انہوں نے پورے تین صد احباب کے لئے انتظام کیا تھا اور تقریباً اتنے ہی لوگ آ گئے۔ مگر میں چارج صرف ۱۰۰ کا ہی کروں گا باقی اپنی گرہ سے دونگا۔ میں بھی چوہدری صاحب کا مداح ہوں۔

اسی شام محترم چوہدری صاحب نے روٹری کلب ساہیوال کی درخواست پر روٹری کلب میں تقریر فرمائی۔ اگلے روز ۹ بجے صبح Bar Council ساہیوال والوں کی درخواست پر ڈسٹرکٹ کونسل ہال میں تقریر فرمائی۔ محترم ڈپٹی کمشنر صاحب نے بڑے عمدہ پیرائے میں محترم چوہدری صاحب کا تعارف کروایا۔ ان دنوں تاشقند کا معاملہ بڑا اگرما گرم تھا۔ زیادہ تر سوال اسی کے متعلق کئے گئے۔ اسی روز گیارہ بجے کے قریب محترم چوہدری صاحب نے لجنہ اماء اللہ ساہیوال سے مسجد احمد اوّل (اس سے مراد وہ مسجد ہے جو ۱۹۸۴ء سے سیل چلی آ رہی ہے) میں پردہ کے پیچھے سے خطاب فرمایا۔ واپسی اسی روز بذریعہ خیبر میل بعد دوپہر تھی۔ چونکہ چوہدری صاحب کی ساہیوال آمد کا بہت زیادہ چرچا ہو گیا تھا اس لئے چوہدری صاحب کو بذریعہ ٹرین بھیجنا مناسب نہ خیال کرتے ہوئے ان سے گذارش کی گئی کہ

اگر واپسی کا سفر بذریعہ کار سڑک سے بنالیا جائے تو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔مکرم چوہدری صاحب نے فوری طور پر دریافت فرمایا کہ کار کو ڈرائیو کون کرے گا۔کسی دوست نے خاکسار کا نام لیا تو فرمایا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ساہیوال میں بھی چونکہ ہر جگہ پر خاکسار ہی کار چلاتا رہا تھا اس لئے لاہور کے لئے بھی خاکسار نے ہی کار ڈرائیو کی۔کچھ وقت اوکاڑہ کے وکلاء کی درخواست پر اوکاڑہ میں بھی ٹھہرے اور وکلاء سے تبادلہ خیال ہوتا رہا۔رات ۹ بجے کے قریب لاہور پہنچے۔مکرم اکرام الحق جتالہ صاحب اور مکرم چوہدری عبدالوحید صاحب بھی ہمراہ تھے۔سب کا خیال تھا کہ مکرم چوہدری صاحب کو گھر لاہور چھاؤنی پہنچا کر سب لوگ جلد واپس آجاویں گے مگر چوہدری صاحب نے کار سے اترتے ہی فرمایا کہ کھانا کھا کر جائیں اور اپنے باورچی کو حکم دیا کہ کھانا سب کے لئے لگانا ہے اور کچھ کھانا بڑی کوٹھی سے بھی لے آنا۔مختلف قسم کی باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کے رات کے گیارہ بج گئے جب ہم لوگ فارغ ہوئے تو سیدھے کار میں بیٹھ کر ساہیوال روانہ ہوگئے اور اڑھائی بجے صبح کے قریب ساہیوال پہنچ گئے۔ ان دنوں سڑکوں پر زیادہ خطرات نہیں ہوتے تھے اور سفر محفوظ ہوتا تھا۔سڑکوں پر ٹرانسپورٹ کا بھی اتنا زیادہ رش نہیں ہوتا تھا۔اگرچہ سڑکیں اب کی نسبت کم چوڑی تھیں پھر بھی سفر سہولت سے ہوتا تھا۔[12]

۵ فروری ۱۹۶۶ء کو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے لجنہ اماء اللہ ساہیوال سے بھی ایک موثّر خطاب فرمایا اس میں اُنہیں اپنی تربیتی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ بچوں کی تربیت کی اصل ذمہ داری عورت پر ہے اور اس کا بہترین ذریعہ قرآن مجید ہے۔اگر بچے گھروں سے مومن بن کے نکلیں گے تو خدا تعالیٰ اُن کو مومن ہی رکھے گا اگر آپ اُن کی تربیت نہیں کریں گی تو جانوروں میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں ہوگا اس سلسلہ میں آپ نے مزید فرمایا کہ:

”مجھے اپنی آئندہ نسل کے متعلق بڑا خوف ہے بلکہ موجودہ نسل کے متعلق بھی۔چاہئے کہ ہم پہلوں سے آگے بڑھیں کیونکہ تجربات سے فائدہ اٹھا کر آگے بڑھنا چاہیے یا کم ازکم یہ کوشش کرنی چاہیے کہ آئندہ نسل پہلی نسل کی طرح ہوجائے۔مجھ پر میرے والدین کے بہت سے احسان تھے ایک خاص احسان یہ تھا کہ انہوں نے مجھے قرآن کریم پڑھایا ورنہ میں اجڈ رہ جاتا۔میرے والد صاحب نے مجھے قرآن کریم پڑھانا شروع کیا تو مجھے آنکھوں کی بیماری ہوگئی۔انٹرنس کے امتحان میں جب چھ ماہ رہتے تھے تو والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کتنا قرآن پڑھ چکے ہو میں نے کہا ساڑھے سات سپارے پڑھے ہیں والد صاحب نے کہا کہ میٹرک تک قرآن کریم کا ترجمہ ختم

کرلو۔ کیونکہ اس کے بعد وقت نہیں ملے گا اور میرا طریق یہ تھا کہ میں قرآن کریم سے ترجمہ دیکھ کر یاد کرلیا کرتا تھا اور والد صاحب کو سنا دیا کرتا تھا۔ اس سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ میں قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سمجھنے کے قابل ہوگیا۔ پس بے شک ظاہری تعلیم حاصل کرو مگر یہ تعلیم ذرائع ہیں ان کو شرک مت بناؤ بلکہ اسلام کی تائید میں اس تعلیم کو لگادو‘‘۔ [13]

مشرقی پاکستان کی احمدیہ جماعتوں کا کامیاب جلسہ سالانہ

جماعتہائے احمدیہ مشرقی پاکستان کا چھیالیسواں جلسہ سالانہ مورخہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ فروری ۱۹۶۶ء کو دارالتبلیغ ڈھاکہ میں بفضل خدا بخیر وخوبی کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ صوبہ کے تمام اضلاع میں پھیلی ہوئی ستر سے زائد جماعتوں سے ایک ہزار سے زائد افراد جلسہ میں شامل ہوئے۔

بمنظوری حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مرکز سے محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ، محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری اور محترم مولانا محمد صادق صاحب سماٹری نے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ ان بزرگان سلسلہ کے علاوہ ایک درجن سے زائد مربیان سلسلہ و دیگر اہل علم احباب جماعت نے سہ روزہ اجلاسوں میں اہم موضوعات پر نہایت مدلل و بصیرت افروز تقاریر کیں۔

بہت سے غیر از جماعت دوست باہر سے آنے والے احمدیوں کے ہمراہ جلسہ میں شامل ہوئے۔ ۲۰/افراد بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اس مبارک موقع پر مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۶۶ء بروز جمعۃ المبارک دارالتبلیغ ڈھاکہ میں نئی مسجد کا سنگ بنیاد بھی رکھا گیا۔

اس مسجد کے لئے مکرم پراونشل امیر صاحب کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے سنگ بنیاد کے لئے ایک اینٹ دعا کر کے محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کے ہاتھ بھجوائی تھی جسے محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کی پُرسوز دعا کے بعد مجوزہ جگہ پر اپنے دست مبارک سے رکھا۔ اس کے بعد دیگر چھ بزرگان سلسلہ نے بھی باری باری مسجد کی بنیاد میں اینٹیں رکھیں۔

مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء کو مرکزی وفد بذریعہ کار جماعت احمدیہ چٹا گانگ کی درخواست پر ڈھاکہ سے چٹا گانگ آیا۔ کثیر تعداد میں احباب جماعت نے وفد کا استقبال کیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے اس موقع پر باوجود لمبے سفر کی تھکاوٹ کے احباب جماعت کو زریں نصائح

سے نوازا۔ جماعت چٹا گانگ نے مورخہ ۱۶ فروری کو ان بزرگان کے اعزاز میں ایک پبلک میٹنگ دارالتبلیغ میں منعقد کی۔ جس کا اعلان مقامی اخباروں، ہینڈ بل اور خصوصی دعوت ناموں کے ذریعے کیا گیا تھا۔

احباب جماعت کے علاوہ کثیر تعداد میں غیر از جماعت نے اس میٹنگ میں شرکت کی۔ سب سے پہلے محترم مولوی محمد صادق صاحب نے انڈونیشیا میں دعوت الی اللہ کے حالات سنائے۔ اس کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ایک نہایت مؤثر و مدلل تقریر کی جو بہت توجہ سے سنی اور پسند کی گئی۔ اس کے بعد محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر ایک صاحب نے احمدی ہونے کا اعلان کیا۔ 14

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا مجلس خدام الاحمدیہ کی تقریب سے خطاب

۱۷ فروری ۱۹۶۶ء کو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کی استقبالیہ تقریب میں ''بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام اور جماعت احمدیہ'' کے موضوع پر معرکۃ آراء تقریر فرمائی۔ اس ضمن میں آپ نے اپنے ذاتی مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر افریقہ، یورپ، امریکہ اور جزائر فجی میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں رونما ہونے والے عظیم الشان روحانی انقلاب کی بعض نہایت ہی ایمان افروز تفصیلات بیان فرمائیں۔ نیز بتایا کہ مغربی ممالک میں جہاں پہلے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی جاتی تھی۔ جماعت احمدیہ کی زبردست مساعی اور تبلیغی جہاد کے نتیجہ میں اب اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قدر و منزلت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ نے واضح فرمایا کہ ایک غریب جماعت کی یہ تبلیغی مساعی اور ان کے عالمگیر اثرات ونتائج ایک عظیم الشان نشانِ صداقت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آج سے ستّر سال پہلے اُس وقت جبکہ آپ کو کوئی جانتا تک نہ تھا اور آپ گمنامی اور بے سرو سامانی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ خبر دی تھی کہ لوگ تیرے پاس دُور دُور سے آئیں گے۔ اور یہ کہ ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔ آپ کی قائم کردہ جماعت کا ستّر سال کے عرصہ میں ساری دنیا میں پھیل جانا اور اس کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کا زمین

کے کناروں تک وسیع ہو جانا آپ کے من جانب اللہ ہونے کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہا ہے۔

یہ استقبالیہ تقریب چوہدری عبدالعزیز صاحب ڈوگر مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیرِ انتظام دفاتر تحریک جدید کے احاطہ میں انعقاد پذیر ہوئی۔ اور اس میں جماعت احمدیہ کے ناظر و وکلاء صاحبان، بیرونی ممالک میں فریضۂ تبلیغ ادا کر کے واپس تشریف لانے والے مجاہدین احمدیت، بعض امراء صاحبان اضلاع اور ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے والے غیر ملکی طلباء کے علاوہ اضلاع جھنگ، سرگودھا اور فیصل آباد کے اعلیٰ حکّام، ان کی بار ایسوسی ایشنوں کے ارکان، قومی وصوبائی اسمبلیوں کے ممبران، بنیادی جمہوریتوں کے ارکان اور ربوہ کے قُرب وجوار کے معزز رؤسا اور زمیندار بھی بہت کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔[15]

ادارہ فضل عمر فاؤنڈیشن کا قیام

فضلِ عمر فاؤنڈیشن خلافتِ ثالثہ کے عہدِ مبارک کی پہلی مالی تحریک ہے۔ جس کا اعلان جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء پر ہوا۔ اور ایک باقاعدہ ادارے کی صورت میں اس کا قیام ۲۵ فروری ۱۹۶۶ء کو عمل میں آیا۔ جبکہ اس کے اغراض و مقاصد اور کانسٹی ٹیوشن کو قانونی صورت میں تیار کر کے اسے ایکٹ ۱۸۶۰ء نمبر ۲۱ کے تحت رجسٹرڈ کروایا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے نظام کی تشکیل فرمائی۔ اور ابتدا میں مندرجہ ذیل نو ڈائریکٹرز مقرر فرمائے۔

۱۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج بین الاقوامی عدالت ہیگ۔ (صدر)
۲۔ محترم میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ۔ دی مال۔ لاہور
۳۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ گلی وکیلاں۔ لائکپور (فیصل آباد)
۴۔ محترم شیخ محمد حنیف صاحب (شیخ کریم بخش اینڈ سنز) کوئٹہ
۵۔ محترم چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں۔ ۱۶ موتی جھیل روڈ ڈھاکہ ۲
۶۔ محترم چوہدری احمد جان صاحب R-۵۴ سید پوری گیٹ راولپنڈی
۷۔ محترم کرنل محمد عطاء اللہ دیتگن روڈ لاہور۔ (نائب صدر)
۸۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب۔ بیت العافیت۔ ربوہ
۹۔ محترم سیّد داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ

حضور نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو بورڈ آف ڈائریکٹرز کا چیئر مین، کرنل محمد عطاء اللہ صاحب کو وائس چیئر مین اور مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ کو سیکرٹری مقرر فرمایا۔۱۹۷۱ء کی آخری سہ ماہی میں آپ نے سیکرٹری حدیقۃ المبشرین کا چارج سنبھالا تو بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) اقبال احمد صاحب شمیم اس عہدہ پر فائز ہوئے جو مئی ۱۹۹۰ء تک یہ خدمت اعزازی طور پر سرانجام دیتے رہے[16] (ان کے بعد مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ۱۹۹۰۔۵۔۱۷ تا ۱۹۹۲۔۷۔۱۷ اور ان کے بعد ۱۹۹۲۔۷۔۱۸ سے تا حال مکرم ناصر احمد شمس صاحب خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔)

بورڈ آف ڈائریکٹرز نے مندرجہ ذیل چار ممبروں پر مشتمل ایک انوسٹمنٹ کمیٹی بنائی۔

کرنل محمد عطاء اللہ صاحب، چوہدری انور احمد صاحب کاہلوں (ڈھاکہ)، شیخ محمد حنیف صاحب (کوئٹہ)، چوہدری بشیر احمد صاحب (لاہور)۔اس کمیٹی کا مقصد یہ تھا کہ سرمایہ کاری کے سلسلے میں دوسرے احباب سے رابطہ قائم کر کے ادارہ کے سرمایہ سے آمد پیدا کرنے سے متعلق تمام ضروری تجاویز حاصل کرے اور اُن کا تفصیلی جائزہ لے کر آخری فیصلہ کے لئے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں اپنی رپورٹ پیش کرے۔

ابتدا میں عطیہ دینے والے مُخلص احباب کو کچّی رسیدیں جاری کی گئیں۔لیکن فاؤنڈیشن کے باقاعدہ رجسٹرڈ ہونے کے بعد رسیدیں چھپوانے کا انتظام کر کے باقاعدہ رسیدیں جاری ہونے لگیں۔[17]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام بابت فضل عمر فاؤنڈیشن

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۸ مئی ۱۹۶۶ء کو فضل عمر فاؤنڈیشن کی تحریک کے سلسلے میں حسب ذیل پیغام دیا: (یہ پیغام حضور نے جماعت لاہور کے بعض مخلصین کے گرانقدر وعدوں کی رپورٹ سن کر بھجوایا۔اور اگرچہ یہ پیغام جماعت لاہور کے دوستوں کے نام تھا۔لیکن اپنے مقصد کے اعتبار سے پوری جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔)

”احباب کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی تحریک محبت وعقیدت کے اُس چشمہ سے پھوٹی ہے۔

جو احباب کے دل میں اپنے پیارے آقا المصلح الموعود کے لئے ہمیشہ موجزن رہی اور

موجزن رہے گی۔امید ہے کہ آپ سب اپنے عمل سے اس کا ثبوت دیں گے۔جیسا کہ بعض احباب نے اس کا عملاً ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔اور بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو احسن جزاء عطا کرے اور زیادہ سے زیادہ قربانی پیش کرنے کی توفیق عطا کرے آمین۔جزاکم اللّٰہ وباللّٰہ التوفیق

مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ۱۸/۵/۶۶ء‘‘ [18]

۱۶/اگست ۱۹۶۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے احاطۂ دفاتر صدر انجمن احمدیہ پاکستان میں اپنے دست مبارک سے فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے دفتر کا سنگِ بنیاد رکھا۔اس بابرکت تقریب میں اہلِ ربوہ نے نہایت ذوق وشوق کے عالم میں بہت کثیر تعداد میں شرکت کی۔

اس موقعہ پر سب سے پہلے مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فضلِ عمر فاؤنڈیشن نے رپورٹ پیش کی کہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی بابرکت تحریک میں اب تک ساڑھے پانچ لاکھ روپے سے زائد تک وصولی ہو چکی ہے اور مخلصین جماعت کے وعدے اٹھائیس لاکھ سے بھی بڑھ چکے ہیں۔[19]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اپنے روح پرور خطاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ’’وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔‘‘ کی نہایت لطیف تشریح فرمائی اور پھر حضرت مصلح موعود کے حُسن واحسان کے عظیم الشان مظاہروں اور آپ کے ساتھ جماعت کی والہانہ محبت پر روشنی ڈالنے کے بعد فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام حضرت مصلح موعود کی ایک بنیادی صفت کو ظاہر کرتا ہے چونکہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کو حضرت مصلح موعود کی یاد میں اور حضور کو ثواب پہنچانے کے لئے ہی قائم کیا گیا ہے اس لئے اس فاؤنڈیشن کا ماٹو بھی یہی الہام ہونا چاہئے۔

اِس پُر معارف اور بصیرت افروز خطاب کے بعد حضور انور اُس طرف تشریف لے گئے جہاں دفتر فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی عمارت کے لئے بنیادیں کھدی ہوئی تھیں۔حضور انور نے دیر تک زیرِ لب دعائیں کرنے کے بعد اپنے دستِ مبارک سے تین اینٹیں بنیاد میں نصب فرمائیں۔ان میں سے پہلی اینٹ محترم کرنل محمد عطاء اللہ صاحب وائس چیئرمین فضلِ عمر فاؤنڈیشن نے حضور کی خدمت میں پیش کی دوسری دو اینٹیں علی الترتیب محترم سیّد داؤد احمد صاحب ڈائریکٹر فاؤنڈیشن اور محترم شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فاؤنڈیشن نے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔بعد ازاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تین حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب، حضرت ڈپٹی محمد

شریف صاحب ریٹائرڈ ڈی اے سی اور حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع لائل پور نے باری باری ایک ایک اینٹ بنیاد میں نصب فرمائی۔آخر میں محترم کرنل محمد عطاء اللہ صاحب وائس چیئرمین فضلِ عمر فاؤنڈیشن نے ساتویں اور آخری اینٹ بنیاد میں رکھی۔

آخر میں حضور انور نے ایک پُرسوز لمبی اجتماعی دعا کرائی۔[20]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا مکتوبِ گرامی

مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فضلِ عمر فاؤنڈیشن نے حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب چیئرمین فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی خدمت میں رپورٹ بھجواتے ہوئے یہ اطلاع دی کہ ۱۶/اگست ۱۹۶۶ء کو دفتر فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے سنگِ بنیاد کی تقریب منعقد ہورہی ہے۔جس پر حضرت چوہدری صاحب نے حسبِ ذیل مکتوبِ گرامی اپنے مبارک قلم سے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لنڈن ۱۷/اگست ۱۹۶۶ء

کریما صدکرم کُن بر کسے کو ناصر دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

الحمدللہ کہ بفضلہٖ تعالیٰ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی عمارت کا سنگِ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح کے مُبارک ہاتھوں سے نصب کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی تحریک کو شرفِ قبولیت بخشے۔اور اسے اعلائے کلمۃ اللہ اور احیاء واستحکام دین کا موثر ذریعہ بنائے آمین۔

جماعت کی طرف سے جس اخلاص اور مُستعدی کے ساتھ اس مبارک تحریک کا استقبال کیا گیا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل ورحم سے اس تحریک کو قبول فرمائے گا۔اور اسے ہر قسم کی ترقیات اور برکات کا منبع اور سرچشمہ بنائے گا۔اور اسمیں حصّہ لینے والوں اور اس کے کارکنوں اور معاونین کے اخلاص کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے گا۔اللّٰھُمّ اٰمین

۶، ۷/اگست کو لنڈن میں جماعت برطانیہ کا تیسرا سالانہ جلسہ بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔اس موقعہ پر فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی تحریک کارکنان کے مشاورتی اجلاس اور جماعت کے جلسے میں زور سے پیش کی گئی۔اور بحمداللہ جماعت نے گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا۔اس وقت تک قریباً تین ہزار پونڈ کے وعدے وصول ہوچکے ہیں۔لیکن اکثر مقامات سے وعدوں کا ابھی انتظار ہے۔جماعت

کے اخلاص اور قربانی کے جذبہ پر حُسنِ ظنّ رکھتے ہوئے میں امید کرتا ہوں کہ جماعت برطانیہ حد استطاعت تک اس تحریک میں حصّہ لے گی۔اوراس کے وعدے اورادائیگی پندرہ ہزار پونڈ سے کم نہیں رہیں گے۔وباللہ التوفیق

احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ان دُور افتادہ بھائیوں اور بہنوں کے لئے دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحم سے ہم سب کومغربیت کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھتے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلنے اوراپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ وناصر ہواور بیش از بیش خدمت اور قربانی کی توفیق عطا فرماوے۔اَللّٰھُمَّ اٰمین

بمفت ایں اجر نصرت را، دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہرحالت شود پیدا

والسلام
خاکسار
ظفراللہ خاں[21]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اظہارِ خوشنودی

اگست ۱۹۶۶ء میں چندہ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے وعدے پچیس لاکھ روپے سے بڑھ گئے جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۹/اگست ۱۹۶۶ء کوخطبہ جمعہ میں پوری جماعت کو مبارک باد دی اور اظہارخوشنودی کرتے ہوئے فرمایا۔

”گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر فضل عمر فاؤنڈیشن کے قیام کا اعلان کیا گیا تھا۔اُس وقت میں نے اپنے بھائیوں سے یہ خواہش کی تھی کہ اس فنڈ میں پچیس لاکھ روپیہ وہ جمع کریں۔سوائے محمد رسول اللہ کے فرزندِ جلیل مسیح محمدی کی جاں نثار اور خدائے بزرگ وبرتر کی محبوب جماعت! آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے خلوصِ نیّت اور صمیم قلب کے ساتھ فاؤنڈیشن کے لئے جو وعدے کئے ہیں۔اُن کی رقم پچیس لاکھ سے بڑھ گئی ہے۔اورابھی اوروعدے آرہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے اس اخلاص اور ایثار کو قبول فرمائے۔اور اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے آپ کی قربانیوں میں برکت ڈالے اور آپ کو اس دنیا میں بھی اتنا دے کہ آپ سیر ہوجائیں۔اوراخروی

زندگی میں بھی اپنی تمام نعمتوں سے آپ کو نوازے تا آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں آپ کے صحابہ کی معیت حاصل کر سکیں۔
اب جبکہ وعدے اپنی مقررہ حد سے آگے بڑھ چکے ہیں ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہیے اور یہ کوشش کرنی چاہئیے کہ یہ وعدے جو تین سال میں وصول ہونے ہیں۔ان کا کم از کم ۱/۳ سالِ رواں یعنی سالِ اوّل میں وصول ہو جائے''۔[22]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا خراجِ تحسین

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ۲۵ نومبر ۱۹۶۶ء کو فاؤنڈیشن کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے اجلاس کی صدارت کے لئے تشریف لائے۔آپ نے مقامی اخبارات کے نمائندگان سے ملاقات کے دوران فرمایا کہ میں بطور چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹرز فضل عمر فاؤنڈیشن جماعت احمدیہ کے پریس کا نہایت ہی ممنون ہوں کہ اس نے فاؤنڈیشن کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا ہے اور اسے جماعت کے ہر طبقہ تک پہنچانے اور اسے کامیاب کرنے کی کوشش کی ہے۔مجھے امید ہے کہ جماعت کے جملہ اخبارات و جرائد آئندہ بھی اس سلسلہ میں اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔تاکہ جن بابرکت مقاصد کے لئے اس تحریک کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ان کی تکمیل میں اُن کا بھی حصّہ ہو اور جماعت کا ہر طبقہ اس میں حصّہ لینے کی سعادت حاصل کر سکے۔

حضرت چوہدری صاحب نے اس امر پر نہایت اطمینان اور خوشنودی کا اظہار فرمایا کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ذاتِ گرامی کے ساتھ احبابِ جماعت کو جو غیر معمولی عقیدت و محبت ہے۔اس کی وجہ سے احباب نے نہایت اخلاص کے ساتھ فضلِ عمر فاؤنڈیشن میں حصّہ لیا اور والہانہ رنگ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا مظاہرہ کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وعدہ جات کی مجموعی رقم ۳۳ لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور سوا چھ لاکھ کے قریب روپیہ نقد بھی وصول ہو چکا ہے۔الحمدللہ علیٰ ذٰلک

حضرت چوہدری صاحب نے اس سلسلہ میں انگلستان کی جماعت احمدیہ کے وعدہ جات کا بھی ذکر فرمایا۔اور بتایا کہ وہاں کے بعض احباب نے اس تحریک کے سلسلہ میں مسابقت فی الخیرات کے نہایت قابلِ قدر نمونے دکھائے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔[23]

فضل عمر فاؤنڈیشن کے مقاصد کی تعیین

مقاصد کی تعیین کے تعلق میں فاؤنڈیشن نے فوری قدم اُٹھایا چنانچہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب صدر فاؤنڈیشن کے دستخط سے جماعت کے چیدہ چیدہ چھپّن احباب کو ربوہ میں آنے کی دعوت دی گئی۔ ۱۵ جنوری ۱۹۶۷ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس مجلسِ مقاصد کا دعا سے افتتاح فرمایا اور ضروری ہدایات دیں۔ بعدازاں حسبِ پروگرام حضرت چوہدری صاحب کی زیرصدارت بقیہ کارروائی سرانجام پائی۔ احباب کی پیش کردہ تجاویز کو مندرجہ ذیل پانچ عنوانوں کے ماتحت تقسیم کر کے الگ الگ فہرستیں مرتب کی گئیں۔

۱۔ علمی تحقیقاتی کام

۲۔ تبلیغی جدوجہد

۳۔ تعلیمی جدوجہد

۴۔ اقتصادی بہبود

۵۔ متفرق

فاؤنڈیشن کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے دو اجلاسوں میں ان سب تجاویز پر غور کیا۔ اور منتخب شدہ تجاویز پر مزید غور وفکر کے لئے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، سیّد داؤد احمد صاحب، کرنل محمد عطاء اللہ صاحب اور مولانا شیخ مبارک احمد صاحب پر مشتمل ایک انتظامیہ سب کمیٹی مقرر کی گئی۔ جس نے انتخاب کردہ تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کا کام تجویز کیا۔ جسے حضور نے منظور فرمالیا۔

فضل عمر فاؤنڈیشن کے عملی پروگرام کے قلیل المیعاد اور طویل المیعاد منصوبے

قلیل المیعاد منصوبے:

اس فاؤنڈیشن کے تحت بہت سے قلیل المیعاد اور طویل المیعاد منصوبے بنائے گئے تھے جن کے فیوض وبرکات سے ایک عالم نے متمتع ہونا تھا۔ چنانچہ فاؤنڈیشن کے قیام کے ساتھ ہی بعض منصوبوں پر نہایت سرعت سے عملدرآمد بھی شروع ہوگیا تھا۔ ان منصوبوں کی کسی قدر تفصیل پیش خدمت ہے۔

اوّل: حضرت فضلِ عمر کے جُملہ خطبات، تقاریر اور ملفوظات کی مکمل طور پر تدوین واشاعت کا انتظام کیا جائے۔ یہ کام صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کی نگرانی میں ہو۔

دوم: حضرت مصلح موعود کی جامع سوانح حیات مرتّب کی جائے۔جس کے لئے پہلے مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب بعدازاں صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بطور مؤلف تجویز کئے گئے۔نیز فیصلہ ہوا کہ یہ کام ایک ایڈیٹوریل بورڈ کی نگرانی میں کیا جائے جس کے ارکان حسب ذیل مقرر ہوئے۔

۱۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب

۲۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ

۳۔ قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے

۴۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب

۵۔ پروفیسر سید میر محمود احمد ناصر صاحب

۶۔ حضرت سیدہ ام متین صاحبہ

سوم: سیّدنا حضرت فضلِ عمر نے ربوہ کے پہلے مبارک اور تاریخی سالانہ جلسہ (منعقدہ ۱۵،۱۶/اپریل ۱۹۴۹ء) کے دوران اخلاق،عقائد،مذہب،تاریخ اور دیگر دنیوی علوم پر عُمدہ کتب اور تحقیقی رسائل شائع کرنے کی ایک مفصّل سکیم پیش فرمائی تھی۔[24]

فاؤنڈیشن نے اس جامع سکیم کی روشنی میں فیصلہ کیا کہ اچھی دینی اور علمی کتب اور رسائل لکھوائے جائیں۔اس غرض کے لئے فاؤنڈیشن نے ایک اعلامیہ جاری کیا۔اور اعلان کیا کہ پہلے سال کے لئے ایک ایک ہزار روپے کے پانچ انعام دیئے جائیں گے۔

طویل المیعاد پانچ سالہ منصوبہ

حضرت فضل عمر نے مجلسِ مشاورت ۱۹۵۲ء میں ایک جامع اور مکمل لائبریری کے قیام کی تحریک فرمائی تھی۔فاؤنڈیشن نے حضرت مصلح موعود کے منشاءِ مبارک کی تکمیل میں فیصلہ کیا کہ ایک شاندار لائبریری کا انتظام کیا جائے۔جس میں کم ازکم پچاس ہزار کتب کی جگہ ہو۔مناسب ریڈنگ روم ہو۔دس سکالرز کے لئے ریسرچ کرنے کی جگہ ہو۔اور لائبریری میں جدید آلات مثلاً مائیکروفلم وغیرہ موجود ہو۔فاؤنڈیشن نے ابتداءً ساڑھے تین لاکھ کی رقم لائبریری کی موزوں عمارت کے لئے صدر انجمن احمدیہ کو پیش کرنے کا منصوبہ بنایا مگر عملاً اس عظیم منصوبہ پر سوا چار لاکھ روپیہ کے قریب خرچ ہوا۔[25]

فاؤنڈیشن نے دوسری تجویز یہ منظور کی کہ جہاں جہاں تحریک جدید کے نزدیک نئے مشن کھولنے کا وقت آچکا ہے مگر تحریک کے فنڈ میں گنجائش نہیں۔اور جماعت پر اس کا بوجھ ڈالنا بھی مناسب نہ ہوتو

مشن کے ابتدائی اخراجات فاؤنڈیشن اپنے ذمّے لے۔تیسری تجویز فاؤنڈیشن نے یہ منظور کی کہ قرآن کریم کے فرانسیسی ترجمہ کی طباعت کے اخراجات کے لئے ضروری رقم تحریکِ جدید کو دی جائے۔[26]اور پھر بعد میں اس کی واپسی کے لئے مناسب تفصیلات تحریک سے طے کی جائیں۔

صدر انجمن احمدیہ نے خلافت لائبریری سے متعلق فاؤنڈیشن کی پیشکش شکریہ کے ساتھ قبول کرلی۔جس کے بعد قاضی حبیب الدین صاحب انچارج لیاقت میموریل لائبریری کراچی، انچارج مرکزی خلافت لائبریری اور پاکستانی اور غیر پاکستانی آرکیٹیکٹس سے اس بارے میں مشورہ کیا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی منظوری سے لائبریری کی عمارت کے لئے صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کی مشرقی جانب واقع زمین کا ایک قطعہ معیّن کردیا گیا۔جو ۱۰۰X۱۶۰ مربع فٹ رقبہ پر مشتمل تھا۔اس کا نقشہ تیار کرنے کا کام جماعت کے تین چار آرکیٹیکٹس کے سپرد کیا گیا۔[27]

فاؤنڈیشن کے قیام کا اعلان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خصوصی طور پر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس فنڈ سے ذہین اور قابل طلباء کو اعلیٰ تعلیم کی غرض سے ضروری امداد بھی دی جائے گی۔ چنانچہ ۱۹۶۷ء میں فاؤنڈیشن نے ایک احمدی نوجوان کو ایک امریکن یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لئے کرایہ کے اخراجات مہیا کردیئے۔جس پر حضور نے اظہار خوشنودی فرمایا۔[28]

اس کے علاوہ حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور مولانا شیخ مبارک احمد صاحب اور خان بشیر احمد خان صاحب رفیق امام مسجد فضل لندن نے انگلستان میں فاؤنڈیشن کے وعدوں میں اضافہ اور اُن کی وصولی کے لئے زبردست جدّ وجہد فرمائی۔ جس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا۔[29]اس کی کسی قدر تفصیل اگلے صفحات میں دی جارہی ہے۔

متفرق امور کی انجام دہی

ابتدا ہی میں اندرونِ پاکستان فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے حسابات کامرس بینک اور یونائیٹڈ بنک میں کھلوا دیئے گئے۔پہلے سال انگلستان میں بھی اکاؤنٹ کھولا گیا۔اور سٹیٹ بنک سے چودہ ملکوں میں حسابات کھلوانے کی منظوری حاصل کی گئی۔[30]

اگرچہ حضور نے پچیس لاکھ کی تحریک فرمائی تھی۔لیکن دوسال کے اندر اندر پاکستان اور بیرونی پاکستان کی مخلص جماعتوں کی طرف سے جو وعدے موصول ہوئے۔ان کی مجموعی میزان چھتیس لاکھ ستر ہزار تین سو سینتالیس روپے تک پہنچ گئی۔[31]جو آئندہ دوسالوں میں مزید کئی لاکھ بڑھ چکی تھی۔

حضرت فضل عمر کی تصانیف کا ریکارڈ

ادارہ نے ابتدا ہی سے یہ کوشش کی کہ حضرت فضل عمر کی جملہ تصانیف کتب ورسائل کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ دوسال میں ہی اُس نے ۱۶۰ کتب ورسائل فراہم کر کے انہیں مجلد کرا کے دفتر میں محفوظ کرلیا۔ 32 اب فاؤنڈیشن کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تمام کتابوں، تقاریر اور مضامین کو انوار العلوم کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے اسی طرح آپ کے خطبات کو خطبات محمود کے نام سے طبع کیا جا رہا ہے۔

بے مثال مالی قربانی۔ بے مثال جدوجہد

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۵ لاکھ کی تحریک فرمائی تھی مگر مخلصین جماعت نے حضرت فضل عمر کی ذات سے والہانہ اور عاشقانہ عقیدت کا عملی ثبوت دیتے ہوئے تین سال کے اندر ۳۴ لاکھ کے وعدے پیش کر دیئے۔ جس میں سے سال چہارم تک تینتیس لاکھ کے لگ بھگ وصول ہو چکے تھے۔ 33 اور اس سے اگلے سال رپورٹس کے مطابق چونتیس لاکھ کے قریب رقوم اکٹھی ہو چکی تھیں۔

اس سلسلہ میں فضل عمر فاؤنڈیشن اور احمدی جماعتوں نے کس طرح بے جگری سے عالمی سطح پر چندہ کی وصولی کی زبردست مہم چلائی اور کس طرح مخلصین نے اسپر والہانہ لبیک کہی اس کا کسی قدر اندازہ فاؤنڈیشن کی رپورٹس کے مطالعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے جو کہ شائع شدہ ہیں۔ ان رپورٹس میں سے بعض اعداد وشمار احباب کی دلچسپی کے لئے پیش ہیں۔

۱۹۶۹ء کی مجلس مشاورت کے موقع پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ہدایت فرمائی تھی کہ تمام نمائندگان اپنی اپنی جماعتوں کو اس بات سے آگاہ کر دیں کہ مقررہ میعاد یعنی ۳۰ جون تک وصولی کو مکمل کرلیا جائے اس موقع پر حضور نے یہ بھی اعلان فرمایا تھا کہ اس تحریک کے فنڈ کی وصولی اصولی لحاظ سے اس تاریخ کے بعد بند کر دی جائے گی۔

چنانچہ اندرونِ پاکستان ۱۹۶۹ء کی شوریٰ تک کل وصولی مع منافع وغیرہ کے جو ۲۱،۶۶،۶۳۶ روپے تھی۔ اور ۱۵ مارچ ۱۹۷۰ء تک وعدوں کی وصولی اور منافع وغیرہ کی رقوم شامل کر کے ۲۹،۹۵،۳۰۷ روپے تک پہنچ گئی تھی۔

ادارہ نے وصولی کی اس کیفیت کو مدّنظر رکھتے ہوئے ایک جائزہ تیار کیا ہے۔ کہ وعدہ کے

بالمقابل وصولی کی نسبت کیا ہے اس کے لئے جماعتوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اوّل: وہ جماعتیں جن کی وصولی سو فیصدی یا اس سے بھی زائد ہے۔

دوم: وہ جماعتیں جن کی وصولی ۷۰ فیصدی سے زائد اور سو فیصدی سے کم ہے۔

سوم: وہ جماعتیں جن کی وصولی ۷۰ فیصدی سے کم مگر ۵۰ فیصدی سے زائد ہے۔

جن جماعتوں یا احباب نے وعدہ کی سو فیصدی یا اس سے بھی زائد ادائیگی کی تھی وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

۲۔ خاندان حضرت مصلح موعود

۳۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب۔

۴۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

۵۔ جماعت ربوہ ۶۔ ضلع لائلپور

۷۔ ضلع پشاور ۸۔ ضلع سیالکوٹ

۹۔ علاقہ آزاد کشمیر ۱۰۔ ضلع میانوالی

۱۱۔ کوئٹہ قلات ڈویژنز ۱۲۔ ضلع مظفر گڑھ

جن جماعتوں نے ستر فیصدی سے زائد اور سو فیصدی سے کم اپنے وعدہ کی رقم ادا کر دی تھی وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔	کراچی	۸۳	فیصد
۲۔	حیدر آباد ڈویژن	۸۲	//
۳۔	ضلع ساہیوال	۸۴	//
۴۔	ضلع سرگودہا	۸۰	//
۵۔	ضلع بہاولنگر	۸۸	//
۶۔	مشرقی پاکستان	۸۰	//
۷۔	ضلع گجرات	۷۸	//
۸۔	ضلع لاہور	۷۸	//

۹۔	ضلع جہلم	۷۵	فیصد
۱۰۔	ضلع شیخو پورہ	۷۳	//
۱۱۔	ضلع گوجرانوالہ	۷۶	//
۱۲۔	ضلع ملتان	۷۷	//
۱۳۔	علاقہ بلوچستان	۹۳	//

جن جماعتوں نے ۵۰ فیصد سے زائد اور ۷۰ فیصد سے کم ادائیگی کی تھی وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔	بہاول پور	۶۵	فیصد
۲۔	راولپنڈی	۵۰	//
۳۔	ڈیرہ غازی خاں	۵۰	//
۴۔	خیر پور ڈویژن	۶۰	//
۵۔	رحیم یار خاں	۵۰	// 34

قربانی کے قابل رشک نمونے

قربانی کی مقدار کو مدّنظر رکھتے ہوئے اوّلین مقام حضرت مصلح موعود کے اہل خاندان کو حاصل ہوا۔جنہوں نے شروع کی تحریک میں ہی مشترکہ طور پر ایک لاکھ روپیہ پیش فرمایا۔ بلکہ اہل خاندان میں سے بعض افراد نے مشترکہ وعدہ میں اپنے حصہ کو ناکافی خیال کرتے ہوئے اپنی طرف سے علیحدہ بھی عطیہ پیش کیا چنانچہ سیّدنا حضرت خلیفة المسیح الثالث نے مشترکہ وعدہ کے علاوہ دس ہزار روپیہ اپنی طرف سے علیحدہ بھی پیش فرمایا۔

حضرت سیّدہ اُمِّ امتہ المتین صاحبہ حرم حضرت مصلح موعود نے مشترکہ وعدہ کے علاوہ اپنی طرف سے اڑھائی ہزار روپیہ ادا فرمایا۔محترمہ صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود نے بھی مشترکہ وعدہ کے علاوہ اڑھائی ہزار روپیہ عطا فرمایا۔حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ نے ایک ہزار روپیہ علاوہ مشترکہ وعدہ کے ادا فرمایا۔نیز صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے بھی مشترکہ عطیہ کے علاوہ ایک ہزار روپیہ داخل فرمایا۔

جماعت کے مخلصین نے اس بابرکت تحریک میں اپنے اپنے رنگ میں قولی اور فعلی طور پر اپنے جذباتِ محبت کا مظاہرہ کیا۔بعض مخلصین نے اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ مبارک تحریک تین سال کی

بجائے دائمی قرار دی جائے بعض نے حضرت مصلح موعود کے دورِ خلافت کے سالوں کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ رائے دی کہ اس تحریک کی مالی حد پچیس لاکھ کی بجائے باون لاکھ مقرر کی جائے اور بعض احباب نے عملاً باون کے عدد کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اپنی قربانی کو اس معیار کے مطابق بنانے کو موجب سعادت تصوّر کیا۔

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اس تحریک میں اپنا وعدہ ابتداءً ۲۵ ہزار کا پیش کیا۔ یہ وعدہ آپ نے تحریک کے پہلے سال کے اندر پورا کر کے پندرہ ہزار روپے کا اور وعدہ کیا جو دوسرے سال میں ادا کر دیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ حضرت مصلح موعود کے باون سالہ دَورِ خلافت کے پیش نظر ایک ہزار فی سال کے حساب سے باون ہزار روپیہ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو۔ چنانچہ تیسرے سال کے لئے آپ نے بارہ ہزار روپیہ کا وعدہ فرمادیا اور آپ نے اس وعدہ کو بھی پورا فرمادیا اور اس طرح آپ نے باون ہزار روپیہ حضرت مصلح موعود کی اس یادگار تحریک میں ادا فرمایا۔

ایک اور دوست دنیا پور ضلع ملتان کے مکرم شیخ محمد اسلم صاحب نے اپنے وعدہ کو بڑھا کر باون سو کر دیا۔

دہلی دروازہ لاہور کے ایک دوست مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب نے باون سال پر دس روپے فی سال کے حساب سے ۵۲۰/- روپے ادا کئے۔ ایسے ہی بہت سے کم استطاعت رکھنے والے دوستوں نے باون باون روپے پیش کئے۔

بہت سے مخلصین نے اپنے ابتدائی وعدہ کو ناکافی سمجھتے ہوئے اضافے کئے اور بعض نے تو گرانقدر اضافے کئے اور اس بارہ میں قابلِ رشک نمونہ دکھایا۔ ایسے احباب کی تعداد بہت زیادہ تھی جن میں سے چند احباب کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ محترم کیپٹن ڈاکٹر محمد رمضان صاحب دارالصدر غربی الف ربوہ ابتدائی وعدہ ۱۵۰/- بعد ۳۰۰۰/- روپے کا اضافہ کر دیا۔

۲۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب صدر۔ صدر انجمن احمدیہ ربوہ نقد دو ہزار ادا کیا اور ۷۵/- روپے ماہوار اپنے الاؤنس میں سے اور ۲/- روپے ماہوار پنشن سے وضع کرواتے رہے۔

۳۔ ڈاکٹر قاضی محمد منیر صاحب امرتسری لاہور نے پہلے سال میں دس ہزار روپے ادا فرمائے۔ پھر مزید دس ہزار روپے پیش کئے۔

۴۔ محترم ملک محمد شفیع صاحب نوشہروی دارالرحمت وسطی ربوہ نے اپنا مکان واقع دارالرحمت وسطی ربوہ جو پندرہ سے بیس ہزار روپیہ تک مالیت کا ہے۔ ہبہ کے طور پر فضل عمر فاؤنڈیشن کے لیے پیش کیا ہے۔آپ نقد بھی -/۶۰۰ روپے پیش کر چکے تھے۔

۵۔ مکرم اعجاز احمد صاحب دوالمیال ضلع جہلم ابتدائی وعدہ -/۱۰۰ روپے۔ادائیگی -/۲۷۰۰ روپے تک کردی۔

۶۔ مکرم نواب زادہ محمد امین خان صاحب بنوں ابتدائی وعدہ -/۱۰۰ روپے۔ ادائیگی -/۳۰۰۰ روپے تک کی۔

بہت سے ایسے احباب تھے جنہوں نے ابتدا ہی میں گرانقدر وعدہ پیش فرما دیا تھا اور بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے ابتدائی تھوڑے وعدوں پر اضافہ کر کے انہیں ہزاروں تک پہنچا دیا۔کئی ایسے مخلص غریب احمدی دوست ہیں جو ذریعہ آمد نہ ہونے کی وجہ سے اس مبارک تحریک میں حصہ لینے سے معذور تھے۔جونہی انہیں کوئی رقم ہاتھ لگی انہوں نے اس مبارک تحریک میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کر لی۔

اس ضمن میں ایک ایمان افروز مثال کا ذکر احباب کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا اور وہ یہ ہے کہ ربوہ کے ایک درویش صفت دوست محترم حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی نے بیان کیا کہ جس دن حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری کی وفات ہوئی اس سے پہلی رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے انہیں دس دس روپے کے تین نوٹ دیئے ہیں۔ یہ خواب اس طرح پوری ہوئی کہ حضرت حافظ سیّد مختار احمد صاحب کی بہشتی مقبرہ میں تدفین کے دوران سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے حافظ سلیم احمد صاحب کو یاد فرمایا اور انہیں اپنے پاس بلوا کر دس دس روپے کے تین نوٹ ان کو عطا فرمائے۔ یہ خواب اور اس کا پورا ہونا بہت ہی ایمان افزا امر تھا۔ کیونکہ صفاتی لحاظ سے ’’ظفر اللہ خاں‘‘ نام کا اطلاق سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پر ہوتا ہے۔حافظ سلیم احمد صاحب یہ رقم حضور سے ملنے پر دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن میں تشریف لائے اور فرمایا کہ حضور نے جو رقم مجھے عنایت فرمائی ہے اس میں سے پندرہ روپے فضل عمر فاؤنڈیشن میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے پندرہ روپے دفتر میں ادا فرما دیئے۔جَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآء

خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی خواتین نے فاؤنڈیشن کے وعدہ جات کی ادائیگی میں بہت اخلاص سے کام لیا۔ متعدد خواتین نے اپنا نام ظاہر کرنا بھی پسند نہیں کیا۔اس موقع پر ایک نومسلمہ

خاتون کا جو بیرونِ پاکستان سے تشریف لائیں۔انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں تین انگوٹھیاں پیش کیں۔ایک انگوٹھی فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے لئے اور دو انگوٹھیاں دوسرے دو اداروں کے لئے۔حضور نے ایک انگوٹھی ادارہ فاؤنڈیشن کو بھجوادی۔اگرچہ اس انگوٹھی کی قیمت چالیس پچاس روپے تھی لیکن اس پر لفظ ''اللہ'' نہایت خوبصورت طور پر کندہ تھا۔مختلف زرگروں سے دریافت کیا گیا۔سب چالیس پچاس روپے قیمت بتاتے رہے۔حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا۔حضور نے فرمایا۔چند دن اور انتظار کریں۔ماہ ڈیڑھ ماہ کے بعد حضور نے فرمایا آکشن کر دیں اور بتا دیں کہ ایک نومسلمہ نے فضل عمر فاؤنڈیشن کے لئے یہ انگوٹھی بھجوائی ہے۔چنانچہ اس کے بعد جب اسے آکشن کیا تو ایک دوست نے -/۱۰۱ روپیہ میں اس انگوٹھی کو خرید کر قیمت فاؤنڈیشن کو ادا کر دی۔اپنے وعدوں کی ادائیگی میں بھی خواتین نے بہت مستعدی دکھائی ہے۔

ایسے بھی کئی واقعات ہیں کہ مخلصین نے اپنے مرحوم بزرگوں اور عزیزوں کی طرف سے چندہ فضل عمر فاؤنڈیشن کی مبارک تحریک میں پیش کیا۔[35]

بیرون پاکستان وصولی کا جائزہ

بیرون پاکستان کی جماعتوں کے لئے وصولی کی تاریخ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۹ء تک مقرر کی گئی تھی۔جونہی یہ تاریخ مقرر ہوئی بیرونی ممالک کے تمام مبلغین انچارج کو بذریعہ خطوط اطلاع بھجوائی گئی۔علاوہ ازیں بعض بڑی بڑی رقوم کے وعدے پیش کرنے والے احباب کو الگ بھی خطوط لکھے گئے۔اخبارات کے ذریعہ بھی یاددہانی کا سلسلہ جاری رہا۔استثنائی طور پر بیرونی ممالک کے بعض احباب کو بھی مزید وقت کی مہلت بھی دی گئی۔

بھارت کی جماعتوں میں نظارت بیت المال قادیان اور اخبار ''بدر'' نے خصوصی طور پر خطوط اور مضامین اور فہرستیں شائع کر کے توجہ دلائی اور بفضلِ خدا معقول رقم وصول ہوئی ہے۔

ماریشس کی جماعت اور مبلغ انچارج مکرم مولوی محمد اسمٰعیل منیر صاحب نے اس غرض کے لئے خاص مہم چلائی اس جماعت نے وعدہ سے زائد رقم پیش کر دی۔اسی طرح کویت کے احمدیوں نے بھی بڑی مستعدی دکھائی اور اپنے وعدے کو سو فیصدی پورا کر دیا۔فجی کی جماعت کی کوشش بھی قابلِ قدر تھیں۔

افریقن ممالک میں سے تنزانیہ اور کینیا کی وصولی امسال بہتر رہی۔رنگون نے بھی اپنا وعدہ

سو فیصدی پورا کر دیا ہے۔ ملائیشیا کے مبلغ جہاں باقاعدگی سے رپورٹ بھجواتے رہے وصولی کے لئے بھی کوشاں رہے۔

یورپین ممالک میں سے ہالینڈ، ڈنمارک سوئٹزرلینڈ کے اگرچہ تھوڑے تھوڑے وعدے تھے مگر عرصہ مقررہ میں ان علاقوں کے احباب نے وعدہ کو پورا کر دیا۔ جرمنی کے وعدہ سے صرف ۳۳ فیصدی وصولی ہوئی اس پر علاقہ کے مبلغ کو اس طرف توجہ بھی دلائی گئی۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اجازت سے فاؤنڈیشن کی طرف سے چند ہفتوں کے لئے مکرم شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فاؤنڈیشن کو انگلستان بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے جماعت انگلستان کے لئے ایک تحریری پیغام مرحمت فرمایا۔ جس میں جماعت انگلستان کو توجہ دلائی کہ وعدوں اور وصولی میں وہ اضافہ کریں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ ہر طرح استطاعت رکھتے ہیں اور شیخ صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ کوشش کریں کہ ہر شخص سے مل کر فاؤنڈیشن کی تحریک کے اغراض ومقاصد سے اُسے واقف کریں چنانچہ پروگرام کے مطابق شیخ صاحب ۳۰ راگست کو قبل دوپہر لندن پہنچ گئے۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ہیگ سے ۳ ستمبر کو ایک ہفتہ کے لئے لندن تشریف لے آئے۔ ۴ ستمبر کو بعد نماز جمعہ محترم چوہدری صاحب محترم بشیر احمد خانصاحب رفیق امام مسجد فضل لندن اور شیخ صاحب بصورت وفد بیرون لندن کی جماعتوں کے دورہ پر روانہ ہوئے۔ مانچسٹر، ہڈرزفیلڈ، بریڈفورڈ، لیڈز، گلاسکو، ایڈنبرا اور پریسٹن کی جماعتوں کا دورہ کیا۔ اس دورہ میں ہر جگہ کی جماعت کو اور متفرق طور پر احباب کو حضور کے پیغام سے آگاہ کیا۔ وصولی اور وعدہ کا جائزہ لیا۔ مزید وعدوں اور وصولی کے لئے تحریک کی۔ اس دورہ میں کسی جگہ ایک رات کسی جگہ دو دن اور کسی جگہ چند گھنٹے قیام کیا گیا اور مؤثر خطابات میں احباب جماعت کو فاؤنڈیشن کے لئے وعدے پیش کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ ہر جگہ معقول وصولی موقع پر ہی ہو جاتی رہی اور نئے وعدے اور اُن کی ادائیگی کیلئے وقت مقرر کئے گئے۔ بڑی بڑی رقوم کی نئی وصولیاں بفضل خدا خاصی مقدار میں ہوئیں۔ ہر موقع پر محترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے اور کبھی محترم امام صاحب نے احباب کو شیخ صاحب کے خصوصی مشن اور اس کی اہمیت پر پُر زور توجہ دلائی یہ دورہ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۹ء کو ختم ہوا اور محترم چوہدری صاحب اپنے دیگر فرائض کے سلسلہ میں لندن سے واپس تشریف لے گئے۔

بعدازاں برمنگھم، جلنگھم، ساؤتھ وڈ فورڈ، ساؤتھ آل، کرائیڈن، آکسفورڈ، ایلنگ، لاٹن وغیرہ علاقوں کا شیخ مبارک احمد صاحب نے دورہ کیا۔ کبھی محترم امام بشیر احمد رفیق صاحب اور کبھی محترم لئیق احمد صاحب طاہر نائب امام ساتھ ہو کر احباب کو ملتے رہے۔ ان میں سے بعض جماعتوں میں چوہدری منیر احمد صاحب ننگلی، صدق المرسلین صاحب، بشیر احمد شیدا صاحب، عبداللطیف خاں صاحب کی معیّت میں کئی کئی بار شیخ صاحب کو مختلف احباب سے ملنے کے لئے ان کے گھروں پر جانا پڑا۔ کرائیڈن میں خواج احمد صاحب اور محمد یعقوب صاحب نے خاصی امداد کی۔ اس جگہ سے وصولی بھی اچھی ہوئی۔ جلنگھم میں قاری محمد یٰسین صاحب اور چوہدری لئیق احمد صاحب کھوکھر اور بابو فضل کریم صاحب لون نے احباب جماعت کے پاس لیجانے اور وصولی کے کام میں بہت امداد کی۔ یہاں شیخ صاحب کو دو دفعہ جانا پڑا اور چار پانچ دن رہنا پڑا۔ ہر بار خاصی رقوم وصول ہوتی رہیں۔ یہاں پر جماعت کے بچوں نے بھی دل کھول کر حصہ لیا اور حتی المقدور سب نے حصہ لیا۔ برمنگھم میں مطیع اللہ صاحب درد اور رشید احمد صاحب دو دن کے قیام میں سارا دن ساتھ رہے۔ بریڈفورڈ کی جماعت کے صدر میر ضیاء اللہ صاحب تھے۔ یہاں باقاعدہ جماعت نے جلسہ کیا اور بذریعہ تقریر پُرزور تحریک کی گئی وصولی بھی بہت اچھی ہوئی اور جماعت کے بچوں نے بہت اعلیٰ نمونہ دکھایا اور قریباً سب نے حصہ لیا۔ ساؤتھ وڈ فورڈ اور ملحقہ علاقوں میں مکرم محمد اصغر صاحب لون اور میاں شیر محمد صاحب فرید نے بڑی کوشش کی کہ ان کے قرب وجوار میں رہنے والے ہر ایک احمدی دوست سے شیخ مبارک احمد صاحب کی ملاقات ہو سکے۔ رات کے ایک بجے تک اور کبھی اس کے بھی بعد تک وصولی کا کام کیا جاتا رہا۔ پریسٹن میں شیخ صالح محمد صاحب اور شیخ منظور احمد صاحب اور میاں کرم دین صاحب نے وصولی کے سلسلہ میں خاص امداد فرمائی۔

گذشتہ ساڑھے تین سال میں شیخ صاحب کی انگلستان آمد تک انگلستان کے احباب کی طرف سے ۷،۱۸۶ پونڈ یعنی ۴۳،۰۷۳۰،ا روپے کے قریب وصولی کی اطلاع تھی۔ شیخ مبارک احمد صاحب کے ان چند ہفتوں کے قیام کے عرصہ میں ۶۲۵۰ پونڈ یعنی ۲۵،۰۰۰،ا روپے کے قریب مزید وصولی ہوئی اور شیخ صاحب کی روانگی کے وقت فوری ادائیگی کے وعدہ جات جن دوستوں نے کئے۔ اُن کی طرف سے مزید ۵۰۰ پونڈ یعنی دس ہزار روپیہ کی وصولی کی بھی اطلاع آچکی تھی۔

لندن میں احمدی خواتین کی باقاعدہ تنظیم قائم تھی۔ جناب ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی بیگم صاحبہ

ان کی صدر تھیں۔انہوں نے جماعتوں کی خواتین کا خاص اجلاس منعقد کیا اور سب خواتین کو شامل ہونے کی دعوت دی۔ یہ اجلاس احمدیہ مسجد فضل لندن میں ہوا۔شیخ صاحب نے اس میں خواتین اسلام دَورِاوّل اور احمدی خواتین کی قربانیوں پر تقریر کرتے ہوئے خواتین کو فاؤنڈیشن کی تحریک میں اپنے سابقہ وعدوں اور مزید رقوم پیش کرنے کی تحریک کی۔متعدد مخلص خواتین نے اسی وقت نقد ایک سو پونڈ سے زائد دو ہزار روپے کے قریب رقم ادا کردی۔بعض بہنوں نے زیورات ، چوڑیاں، کانٹے اور انگوٹھیاں پیش کیں اور بہت بڑی رقم شیخ صاحب کی روانگی کے وقت تک لجنہ لندن کی ممبرات نے پیش کردی۔

لندن میں محترم امام بشیر احمد رفیق صاحب اور نائب امام مکرم لئیق احمد صاحب طاہر کے علاوہ دوستوں سے وصولی کے کام میں مکرم بشیر حیات صاحب اور مکرم اصغر صاحب،مکرم نذیر احمد صاحب ڈار اور مکرم محمد یامین صاحب ندیم اور عزیز محمد اسلم صاحب جاوید امداد فرماتے رہے۔لندن میں جماعت کے بچوں نے بھی بہت بشاشت سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہت اچھا نمونہ پیش کیا۔

شیخ صاحب کے قیام انگلستان کے دوران محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے بھی اپنے سابقہ عطیہ ۵۲ ہزار روپیہ پر مزید آٹھ ہزار روپے کے اضافہ کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ آٹھ ہزار روپیہ کی رقم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے دورِ خلافت کے چار سال کامیابی سے گذرنے پر بطور شکریہ ادا کروں گا۔جو انہوں نے جلد ادا کر دیا تھا۔

بیرون پاکستان کے تمام ممالک میں احمدی احباب کی طرف سے مجموعی وصولی ۱۵ مارچ ۱۹۷۰ء تک بیرون پاکستان کے وعدوں کی کل وصولی ۸،۹۰،۷۶۴ روپے ہو چکی تھی۔اور اس میں وصولی کے لحاظ سے درج ذیل ممالک نمایاں رہے۔

یورپ:۔انگلستان بمع مکان (یعنی آمد بصورت کرایہ مکان)، ہالینڈ، ڈنمارک،سوئٹزرلینڈ، جرمنی

امریکہ:۔ریاست ہائے متحدہ امریکہ،کینیڈا، برٹش گیانا

مغربی افریقہ:۔سیرالیون، غانا، نائیجیریا، آئیوری کوسٹ، گیمبیا

مشرقی افریقہ:۔کینیا، یوگنڈا، تنزانیہ، ماریشس

مڈل ایسٹ:۔کویت، فلسطین، عدن، سائپرس

جنوب مشرقی ایشیا:۔انڈونیشیا، ملائیشیا، رنگون، سیلون، بھارت، فجی، سنگاپور

یہ رپورٹ کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحریر کر دی گئی ہے تا کہ قارئین کے سامنے افراد جماعت کا خلفائے کرام سے عشق و محبت اور اطاعت و وفا داری کا وہ عظیم نمونہ سامنے آئے جو یقیناً جماعت کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے اور عشق و وفا کے یہ نظارے ہر دور اور ہر زمانے میں نظر آ رہے ہیں۔
الحمد للہ علی ذٰلک

مفید اور بلند پایہ مقالے اور انعامات

جماعت کے اہل قلم کی طرف سے ۱۹۶۷ء سے ۲۰۱۲ء تک جو مقالہ جات فاؤنڈیشن کو موصول ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل کی جاتی ہے۔

۱۔ سیّد ظہور احمد شاہ صاحب ربوہ حال مبلغ فجی (مذاہب چین و جاپان)
۲۔ گیانی عباد اللہ صاحب ربوہ (ہند میں اسلام)
۳۔ عبد الرزاق صاحب گونڈہ (بھارت) (معرفت اور محبت)
۴۔ شیخ فضل کریم صاحب پراچہ بھیرہ (داغِ غلامی اور ورثہ ابراہیمی)
۵۔ چودھری عبد الرحمٰن صاحب شاکر ربوہ (زوالِ برطانیہ)
۶۔ قریشی محمد اسد اللہ کاشمیری صاحب مربی سلسلہ (عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ)
۷۔ قریشی محمد اسد اللہ صاحب کاشمیری مربی سلسلہ (مسیح الدجّال اور یاجوج و ماجوج کا ظہور)
۸۔ قریشی غلام حیدر صاحب ارشد خان پور (وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام)
۹۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی۔قادیان دارالامان (ضرورت نبوت)
۱۰۔ مولوی صدر الدین صاحب مولوی فاضل احمد نگر متصل ربوہ (فرقۂ ناجیہ)
۱۱۔ جمعدار فضل دین صاحب ربوہ (واقعاتِ اسلامی کی حقیقی تاریخ)
۱۲۔ حکیم عبد العزیز صاحب راہی امرت سری موڑ جلّو لاہور (صداقتِ اسلام میں ظہور وصدق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)
۱۳۔ حاجی محمد ابراہیم صاحب خلیل ربوہ (اسلامی عبادات کا مقابلہ مذاہب عالم کے طریق عبادت سے)

۱۴۔ شیخ عبدالقادر صاحب محقق لاہور (اسماء الانبیاء فی القرآن)

۱۵۔ مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ بمبئی (اُردو زبان کی تہذیب و ترقی اور اشاعت میں جماعت احمدیہ کا حصہ)

۱۶۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر ڈیرہ غازی خاں (واقعات شہادتِ شیخ العجم حضرت سید عبداللطیف صاحب)

۱۷۔ اخوند فیاض احمد خاں صاحب لاہور (پیشگوئی درباره المصلح الموعود کی اہمیت وعظمت)

۱۸۔ گیانی واحد حسین صاحب ربوہ (مسلمان اور انگریز)

۱۹۔ پروفیسر محمد شریف صاحب ربوہ (Amphibia of Rabwah)

۲۰۔ مولوی صدرالدین صاحب مولوی فاضل احمد نگر متصل ربوہ (سیرت سروری مع روایات سروری)

۲۱۔ مولوی صدرالدین صاحب مولوی فاضل احمد نگر متصل ربوہ (شمشیر دَولیہ)

۲۲۔ قاضی محمد نذیر صاحب ناظر اصلاح وارشاد (ضرورت نبوت)

۲۳۔ ڈاکٹر محمد شاہنواز خاں صاحب ربوہ (اسلام اور علوم جدیدہ ۔ فلسفہ احکام اسلام)

۲۴۔ مولوی عبدالمنان صاحب شاہد مربی سلسلہ عالیہ (عقیدہ حیات مسیح سے بیزاری)

۲۵۔ چودھری علی محمد صاحب بی ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی ربوہ (مختصر تاریخ احمدیت برائے طلباء وطالبات)

۲۶۔ حکیم خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب بمبئی والے راولپنڈی (ہستی باری تعالیٰ)

۲۷۔ مرزا احمد بیگ صاحب ریٹائرڈ انکم ٹیکس آفیسر ساہیوال (حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ارفع واعلیٰ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گواہی)

۲۸۔ شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی لاہور (اسلام کا نظریہ رواداری)

۲۹۔ ڈاکٹر محمد اشرف صاحب ہومیو پیتھ پنڈ عزیز ضلع گجرات (طبی اصول کی فلاسفی اور اسلام)

۳۰۔ پروفیسر حبیب اللہ خاں صاحب ربوہ (سمندر اور اس کے عجائبات)

۳۱۔ مستری محمد یار صاحب ہرنوئی ضلع میانوالی (قانونِ قدرت اور قرآن پاک کے علمی احاطہ کا بیان)

۳۲۔ مولوی محمد اجمل صاحب شاہد کراچی مربی سلسلہ عالیہ (اسلامی اخلاق)
۳۳۔ میجر ڈاکٹر شاہنواز خاں صاحب ربوہ (حیات بعد الممات)
۳۴۔ صوفی عبدالغفور صاحب (Highlights of Muslim History)
۳۵۔ مولانا غلام باری سیف صاحب (روشن ستارے)
۳۶۔ قریشی محمد اسداللہ کاشمیری صاحب مربی سلسلہ (ہستی باری تعالیٰ)
۳۷۔ قریشی محمد اسداللہ کاشمیری صاحب مربی سلسلہ (انبیاء پاک و ہند)
۳۸۔ منصور احمد عمر صاحب ربوہ (انبیائے قرآن)
۳۹۔ بابو عبدالرزاق صاحب گونڈہ (بھارت) (مقبول اور مردود اغراض)
۴۰۔ حکیم عبدالعزیز صاحب راہی امرتسری حال لاہور (صدق اسلام کا عظیم الشان نشان)
۴۱۔ پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب ربوہ (اسلام کا وراثتی نظام)
۴۲۔ حاجی محمد ابراہیم صاحب خلیل ربوہ (صلوٰۃ الادیان)
۴۳۔ چوہدری محمد اسلم صاحب کراچی (اقتصادی نظام از روئے قرآن کریم)
۴۴۔ حافظ محمد اسحاق خلیل صاحب سوئٹزر لینڈ (قانونِ تعزیرات پاک و ہند اور اس کے اطلاق کا جائزہ)
۴۵۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی، قادیان (آئینہ حق)
۴۶۔ حکیم عطاء اللہ الٰہی بخش صاحب کراچی (ہستی باری تعالیٰ)
۴۷۔ مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری (معبود حقیقی)
۴۸۔ حکیم عبدالعزیز صاحب امرت سری۔لاہور (صدق اسلام کا عظیم الشان نشان حصہ ۵)
۴۹۔ قریشی محمد اسداللہ کاشمیری صاحب مربی سلسلہ (تاریخ احمدیت جموں وکشمیر)
۵۰۔ حافظ محمد اسحاق صاحب خلیل (عرب اور مسلمان مصنفین کی علوم وفنون کی ترقی میں نمایاں خدمات)
۵۱۔ مولوی صدرالدین صاحب احمد نگر (سیرت سروری۔ حصہ اول)
۵۲۔ مولوی صدرالدین صاحب احمد نگر (سیرت سروری۔ حصہ دوم)
۵۳۔ عطاء المنان صاحب سرگودھا (مقصد خلافت)

۵۴۔ ملک محمد مستقیم صاحب ساہیوال (ناصرہ کا مہاجر)
۵۵۔ مولوی محمد اجمل شاہد صاحب مربی سلسلہ کراچی (مسیحی نفس)
۵۶۔ قریشی محمد اسداللہ کاشمیری صاحب مربی سلسلہ (عیسائیوں پر اسلام کے اثرات واحسانات)
۵۷۔ پروفیسر محمد طفیل صاحب منیر ربوہ (الدروس الجدیدۃ)
۵۸۔ میاں فضل الرحمٰن صاحب بی اے بی ٹی (بھیرہ۔تاریخ احمدیت)
۵۹۔ ڈاکٹر عبدالہادی کیوسی صاحب (فرینکفورٹ)

Jela la flanko de la profeto. (At the side of the Prophet)

۶۰۔ رانا عبدالکریم صاحب لاہور (دلچسپ مکالمہ)
۶۱۔ چوہدری محمد امجد صاحب چک نمبر ۱۳۱ ج ب گوکھووال ضلع لائل پور (فیصل آباد) (ہستی باری تعالیٰ)
۶۲۔ شیخ عبدالقادر صاحب محقق لاہور (حضرت مریم بنت عمران)
۶۳۔ قریشی محمد اسداللہ کاشمیری صاحب مربی سلسلہ (ضرورت نبوت)
۶۴۔ سید حسنات احمد صاحب راولپنڈی

(The glimpses of the Holy Prophet)

۶۵۔ گیانی عباداللہ صاحب مینیجر الفضل (حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور غلبہ اسلام)
۶۶۔ نوید الحق صاحب کراچی (What Islam offers mankind)
۶۷۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے (سوانح حضرت شاہزادہ عبدالمجید خان صاحب)
۶۸۔ قریشی محمد اسداللہ صاحب کاشمیری مربی سلسلہ (انبیاء پاک وہند)
۶۹۔ مولوی فضل الرحمٰن صاحب نعیم ایم اے (اسلامی معاشرہ کی تشکیل)
۷۰۔ مولوی مسعود احمد صاحب جہلمی (Die Guade Allahs) (اللہ تعالیٰ کی رحمت)
۷۱۔ شیخ عبدالقادر صاحب محقق (قرآن حکیم اور مستشرقین)
۷۲۔ میجر ڈاکٹر محمد شاہنواز خان صاحب (علوم جدیدہ اور حرمت خنزیر)
۷۳۔ پروفیسر قانتہ صادقہ خان صاحبہ سویڈن (Manniskosonen)
(سویڈش زبان میں بمعنی ابن آدم)

۷۴۔ رشید احمد صاحب ارشد(The concept of art in Islam)

۷۵۔ عبدالسلام صاحب میڈسن(Ahmadiyyah Theology)

۷۶۔ مولانا ظفر محمد صاحب ظفر فاضل(معجزات القرآن)

۷۷۔ سید حسنات احمد صاحب اسلام آباد

(The battles of Islam fought by Hazrat Ahmad with pen and prayer.)

۷۸۔ قریشی عبدالرشید صاحب ایڈووکیٹ (اسلام کا قانون شہادت)

۷۹۔ گیانی عباداللہ صاحب مینجر الفضل ربوہ(راز حقیقت۔بعد میں عنوان تبدیل ہوا۔ ہور بھی اٹھ سی گرو کا چیلا)

۸۰۔ مسز طیبہ یعقوب صاحبہ امریکہ(Islam and Ahmadiyyat)

۸۱۔ سیدہ نسیم سعید صاحبہ ایم اے لاہور(قصص الانبیاء۔حضرت آدمؑ۔حضرت نوحؑ۔ حضرت ہودؑ۔حضرت صالحؑ)

۸۲۔ مبشر احمد صاحب راجیکی ربوہ(فیضانِ نبوت)

۸۳۔ گیانی عباداللہ صاحب (انکشاف حقیقت)

۸۴۔ میاں عبدالحق صاحب (درثمین فارسی کے محاسن)

۸۵۔ سید حسنات احمد صاحب

(Advent of Promised Messiah (An account of battles of Islam fought with pen and prayer by Hazrat Ahmad)Revision of the thesis no 40/1975)

۸۶۔ سید حسنات احمد صاحب

(An introduction to the treasure house of Islam)

۸۷۔ داؤد عبدالمالک صاحب

(The discovery of the Solomons gold mines in the light of the Holy Quran)

۸۸۔ گیانی عباداللہ صاحب مینجر الفضل (ویدک دھرم اور اسلام۔گورونانک جی کی نظر میں)

۸۹۔ مولانا بشیر احمد صاحب قمر مربی سلسلہ(اسماء المہدی علیہ السلام)

۹۰۔ گیانی عباد اللہ صاحب مینجر الفضل (گورونانک جی کا حج کعبہ)

۹۱۔ سید سجاد احمد صاحب (حروف واعداد کے اسرار)

۹۲۔ چوہدری ہادی علی صاحب مربی سلسلہ (ابن مریم)

۹۳۔ جمیل احمد صاحب بٹ (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ...... ہندوستان اورانگریز)

۹۴۔ مولوی دین محمد صاحب شاہد واہ کینٹ (زندہ خدا کا زندہ نشان)

۹۵۔ اخوند فیاض احمد خان صاحب لاہور (صفاتِ الٰہیہ العزیز الحکیم)

۹۶۔ فضل الرحمٰن صاحب بسمل دار الصدر شمالی ربوہ (اخلاق احمد)

۹۷۔ گیانی عباد اللہ صاحب (ایک درویش صفت بادشاہ)

۹۸۔ شیخ عبد القادر صاحب (قرآن بائیبل اور تاریخ)

۹۰۔ خالدہ آفتاب احمد صاحبہ (غانا میں احمدیت)

۱۰۰۔ خالدہ آفتاب احمد صاحبہ (امر بالمعروف ونہی عن المنکر)

۱۰۱۔ ڈاکٹر سید ظہور احمد صاحب (کائنات اور ہیئت سے لیکر انسانیات تک)

۱۰۲۔ مولوی دین محمد صاحب شاہد (یہودیوں کو دعوت اسلام)

۱۰۳۔ خواجہ محمد اکرم صاحب (مجدد سیز دہم حضرت سید احمد شہیدؒ)

۱۰۴۔ R.Z Malik (Inheritance)

۱۰۵۔ مولانا غلام باری سیف صاحب (سیرت حضرت عمرؓ)

۱۰۶۔ مولانا سلطان احمد پیر کوٹی صاحب (معارف الحدیث)

۱۰۷۔ حافظ مظفر احمد صاحب (کلکتہ ہائی کورٹ میں قرآن مجید کی ضبطی کی رٹ کا جواب)

۱۰۸۔ دین محمد شاہد صاحب مربی سلسلہ (دیگر تراجم و تفاسیر کے مقابلہ میں سیدنا حضرت اقدس مصلح موعود کے ترجمہ و تفسیر قرآن کی خوبیاں)

۱۰۹۔ دین محمد شاہد صاحب مربی سلسلہ (خاتم الانبیاء آنحضرت ﷺ کا بے نظیر عالی مقام)

۱۱۰۔ سید شمس الحق صاحب مربی سلسلہ (فتاوی حضرت مصلح موعود۔حصہ اول)

۱۱۱۔ سید شمس الحق صاحب مربی سلسلہ (فتاوی حضرت مصلح موعود۔حصہ دوم)

۱۱۲۔ مولوی عبد الرحمٰن مبشر صاحب (عالمگیر برکات مامور زمانہ)

۱۱۳۔ حافظ مظفر احمد صاحب ربوہ (مباہلہ)
۱۱۴۔ رخسانہ منان صاحبہ دارالرحمت وسطی نمبر 1 ربوہ (حضرت فضل عمر)
۱۱۵۔ مبارکہ شمس صاحبہ دارالعلوم وسطی ربوہ (حضرت فضل عمر اور وقف جدید)
۱۱۶۔ مولانا غلام باری سیف صاحب (ام المومنین حضرت عائشہؓ)
۱۱۷۔ یعقوب امجد صاحب وکالت تصنیف ربوہ (ابتلاؤں کے سو سال ۱۸۸۹ تا ۱۹۸۹)
۱۱۸۔ مولانا عبدالباسط شاہد صاحب مربی سلسلہ (دعائے مستجاب)
۱۱۹۔ محمد اسماعیل منیر صاحب سیکرٹری حدیقۃ المبشرین (احمدیت روس میں انقلابات)
۱۲۰۔ مولانا غلام باری سیف صاحب (سیدنا حضرت علیؓ)
۱۲۱۔ صوفی محمد اسحاق صاحب (فتح نمایاں جلد سوم)
۱۲۲۔ انعام الرحمٰن صاحب (خلافت اس کی اہمیت وضرورت وبرکات)
۱۲۳۔ نصر اللہ خاں ملہی صاحب مربی سلسلہ (از بکستان)
۱۲۴۔ عبدالحمید صاحب آصف ایم اے (پنجابی عربی لسانی سانجھ)
۱۲۵۔ مبشر احمد خالد صاحب مربی سلسلہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج اور مخالفین کا رد عمل)
۱۲۶۔ نصیر احمد صاحب چوہدری مربی سلسلہ (حضرت مصلح موعود کے قضائی فیصلہ جات)
۱۲۷۔ مولوی فضل الٰہی صاحب انوری حال جرمنی مربی سلسلہ (کفر واسلام کی آخری جنگ اور اسلام کی فتح۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئیوں کی روشنی میں)
۱۲۸۔ محمد نصیر اللہ صاحب مربی سلسلہ (تحریک آزادئ کشمیر میں جماعت احمدیہ کا کردار)

فاؤنڈیشن کی طرف سے مندرجہ ذیل مقالہ نویسوں کو انعام دیا جا چکا ہے۔

۱۔ شیخ عبدالقادر صاحب محقق عیسائیت لاہور (اسماء الانبیاء فی القرآن)
۲۔ حافظ محمد اسحاق صاحب سوئٹزر لینڈ (مسلم سلاطین ہند کے متعلق جبری اشاعت اسلام کی روایات کا تنقیدی مطالعہ)
۳۔ قریشی محمد اسد اللہ کاشمیری صاحب مربی سلسلہ (عیسائیوں اور مسلمانوں کی کشمکش کی تاریخ)
۴۔ پروفیسر حبیب اللہ خاں صاحب ربوہ (سمندر اور اس کے عجائبات)

۵۔ پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب ربوہ (اسلام کا وراثتی نظام)
٦۔ ڈاکٹر عبدالہادی کیوسی صاحب (اسپرنٹو زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کی نسبت مقالہ)[36]

ادارہ کے زیر انتظام تعمیر ہونے والی شاندار عمارات

فضل عمر فاؤنڈیشن نے اپنے قیام کے دس سال کے اندر ربوہ میں خلافت لائبریری اور تحریک جدید کے گیسٹ ہاؤس جیسی جدید طرز کی شاندار عمارتیں بنوادیں جو اپنی نوعیت کی مثالی مرکزی عمارتیں ہیں۔

خلافت لائبریری

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۸ فروری ۱۹۷۰ء کو اس عمارت کا سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا[37]۔ تکمیل اگست ۱۹۷۱ء کے آخر تک ہوئی اور افتتاح حضور نے ۳/اکتوبر ۱۹۷۲ء کو فرمایا۔ ابتدائی منصوبہ کے مطابق اس عمارت کے تین حصے تھے:۔[38]

ا۔ ایڈمنسٹریشن بلاک جس میں مندرجہ ذیل اغراض کے لئے کمرے تھے۔
لائبریرین۔ اسسٹنٹ لائبریرین۔ سٹاف۔ جلد سازی۔ مائیکروفلم۔ مؤرخ احمدیت۔ زودنویسی۔

۲۔ ہال جس میں ۵۰ ہزار کتب کی گنجائش رکھی گئی۔ ہال کے اندر مغربی جانب ریسرچ سکالرز کے لیے آٹھ کمرے تیار کرائے گئے۔

۳۔ مطالعہ کا ہال
لائبریری کی بنیادیں اتنی گہری اور مضبوط بنائی گئیں کہ اسکے اوپر بھی عمارت تعمیر ہو سکے فاؤنڈیشن نے لائبریری کی پُرشکوہ عمارت کے علاوہ نفیس فرنیچر، ٹیلی فون، سوئی گیس پنکھوں، مائیکروفلم مشین، ایگزیبیشن شوکیس اور جلد سازی کے جدید آلات کے سب اخراجات بھی فاؤنڈیشن نے مہیا کئے۔[39]

چند سال بعد فاؤنڈیشن نے لائبریری کو مزید وسیع کرادیا اور اس اضافی تعمیر پر چھ لاکھ سے زیادہ رقم خرچ ہوئی۔[40]

فضل عمر گیسٹ ہاؤس تحریک جدید

یہ گیسٹ ہاؤس بیرون پاکستان سے جلسہ سالانہ پر آنے والے وفود کے قیام کیلئے بنوایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۰ فروری ۱۹۷۴ء کو یوم مصلح موعود کی تقریب پر اسکی بنیاد رکھی اور یہ وسط ۱۹۷۵ء میں مکمل ہوا اس کی نچلی منزل کا رقبہ سات ہزار مربع فٹ ہے۔ یہ گیسٹ ہاؤس دفاتر تحریک جدید کے عقب میں واقع ہے۔ نہایت خوبصورت، دلکش اور جدید قسم کی سہولتوں سے مزین اور ائیر کنڈیشننگ سسٹم سے آراستہ۔ اس کی تعمیر سوا گیارہ لاکھ روپے کی مالیت سے ہوئی۔[41]

جلسہ سالانہ پر ترجمانی اور صوتی نظام

۱۹۸۰ء کے جلسہ سالانہ پر فضل عمر فاؤنڈیشن نے غیر ملکی وفود کو تقاریر جلسہ کا ساتھ کے ساتھ ترجمہ سنانے کے نہایت کامیاب انتظام کی بنیاد رکھی جو انشاء اللہ مستقل طور پر قائم رہے گا۔ اس سلسلہ میں جب ملک کی معروف الیکٹرک کمپنیوں سے آلات کی خرید کے لئے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے ڈھائی لاکھ کا تخمینہ دیا مگر احمدی انجینئروں یعنی منیر احمد صاحب فرخ، ملک لال خاں صاحب، محمود مجیب اصغر صاحب اور ایوب ظہیر صاحب نے یہ سب آلات ایک لاکھ سے کم لاگت میں خود تیار کرائے اور اس کے سارے اخراجات فضل عمر فاؤنڈیشن نے برداشت کئے۔[42]

فاؤنڈیشن کا بلند پایہ لٹریچر

☆ انوار العلوم (حضور کی کتب، تقاریر اور مضامین پر مشتمل جلدیں۔ جون ۲۰۱۳ء تک اس کی ۲۳ جلدیں شائع ہو چکی ہیں)

☆ خطبات محمود جلد اول۔ خطبات عید الفطر، خطبات محمود جلد دوم خطبات عید الاضحیہ، خطبات محمود جلد سوم خطبات النکاح، خطباتِ جمعہ۔ (اگست ۲۰۱۳ء تک خطبات محمود کی ۲۵ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔)

☆ رویاء و کشوف سیدنا محمود۔

☆ سوانح فضل عمر (۵ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے قلم سے پہلی دو جلدیں اور باقی تین مکرم مولانا عبد الباسط شاہد صاحب نے تالیف کیں۔)

اس کے علاوہ بعض تقاریر اور تصانیف الگ سے بھی شائع کی گئی ہیں۔

ہستی باری تعالیٰ۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ سیر روحانی۔ نظام نو۔

اسلام کا اقتصادی نظام۔فضائل القرآن مجموعہ تقاریر۔خلافت علی منہاج النبوۃ (۳ جلدیں)
خطابات شوریٰ (۳ جلدیں)۔تقاریر محمود (ملائکۃ اللہ۔حقیقۃ الرؤیا۔ذکرِ الٰہی)

متفرق خدمات

کینیا میں نئے سکول کیلئے چالیس ہزار شلنگ گرانٹ دی۔سائنس کی غیر ملکوں میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دو وظیفے دینے کا فیصلہ کیا۔[43]

ایک جدید طرز کی فوٹو اسٹیٹ مشین فاؤنڈیشن کی طرف سے جامعہ احمدیہ ربوہ کو بطور عطیہ پیش کی۔فاؤنڈیشن نے قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمہ کے لئے ایک غیر معمولی رقم تحریک جدید ربوہ کو ادا کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام خدام کے نام

۱۴ مارچ ۱۹۶۶ء کو مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے زیرِ اہتمام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی سیرت پر ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔جس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا۔

> ’’میرا پیغام یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے جذبۂ فدائیت اور جانثاری کے مطابق آپ لوگ عمل کریں۔‘‘[44]

مشرقی اور مغربی پاکستان کے باہمی تعلقات بڑھانے کی تلقین

۲۳ فروری ۱۹۶۶ء کا ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بعد نمازِ عصر مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (جو ایک ہی دن قبل مشرقی پاکستان سے واپس پہنچے تھے) سے ارشاد فرمایا کہ پانچ منٹ میں مشرقی پاکستان کے حالیہ سالانہ جلسہ کی رُوداد سنائیں۔مولانا صاحب حضور کے ارشاد کی تعمیل میں جلسہ کے مختصر حالات بیان کر چکے تو حضور نے دونوں صوبوں کے باہمی تعلقات بڑھانے کی ضرورت پر بہت زور دیا اور فرمایا کہ:

> ’’دنیا میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ ایک ملک کے رہنے والے دوسرے ملکوں کے رہنے والوں کو پن فرینڈز (PEN FRIENDS) یعنی قلمی دوست بناتے ہیں۔اُن کی ایک دوسرے سے جان پہچان بھی نہیں ہوتی۔لیکن پھر بھی آپس میں خط وکتابت ہوتی رہتی ہے۔میرے خیال میں ربوہ میں بھی درجنوں ایسے نوجوان

ہوں گے۔ جنہوں نے غیر ملکوں میں پن فرینڈ ز یعنی قلمی دوست بنائے ہوئے ہوں گے اور پھر وہ ان سے خط وکتابت بھی کرتے ہوں گے۔ ہمارے تعلیم الاسلام کالج، تعلیم الاسلام ہائی سکول اور جامعہ احمدیہ کے لڑکوں اور اسی طرح نصرت گرلز ہائی سکول اور جامعہ نصرت کی لڑکیوں کو چاہئے کہ وہ مشرقی پاکستان میں پن فرینڈ ز بنائیں۔ لڑکے لڑکوں کو پن فرینڈ ز (قلمی دوست) بنائیں اور لڑکیاں لڑکیوں کو پن فرینڈ ز (قلمی دوست) بنائیں اور اس طرح مشرقی پاکستان کی یونیورسٹیوں اور سکولوں کے طلباء سے دوستانہ تعلق قائم کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو یہ کئی لحاظ سے مفید ہوسکتا ہے۔'' 45

تعلیم الاسلام کالج کے جلسہ تقسیم اسناد وانعامات سے خطاب

۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء کو تعلیم الاسلام کالج کے جلسہ تقسیمِ اسناد وانعامات کی ایک یادگار تقریب عمل میں آئی۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے کالج سے رُخصت ہونے والے ڈگری یافتہ طلباء سے بصیرت افروز خطاب فرمایا جس کے آغاز میں حضور نے اس عظیم ادارہ کی درج ذیل پانچ روایات کا خصوصی تذکرہ فرمایا:

۱۔ اس درسگاہ کے اساتذہ اپنے طلبہ کے ساتھ بچوں سے بھی زیادہ پیار کرتے ہیں۔ ہر وقت بے نفس خدمت میں لگے رہتے ہیں۔

۲۔ طلبہ غلط سیاست میں حصہ نہیں لیتے اور سٹرائیک STRIKE اور دیگر ایسی بدعادات سے وہ اتنی دور ہیں جتنی کہ زمین آسمان سے۔

۳۔ اس درسگاہ کا فکر وعمل مذہب وملّت کی تفریق وامتیاز سے بالا ہے۔

۴۔ یہاں امیر وغریب میں کوئی امتیاز نہیں رکھا جاتا۔

۵۔ کالج کے اساتذہ طلبہ کے لئے ہمیشہ دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں۔

ان مقدس روایات کی نشان دہی کرنے کے بعد حضور نے طلبہ کو نہایت وجد آفریں انداز میں زرّیں نصائح فرمائیں اور بتایا کہ میدانِ علم کی وسعتیں ناپیدا کنار ہیں اس میں منزل بہ منزل آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ علوم حاصل کرنے کی کُنجی دعا ہے۔ پس تدبیر اور دعا دونوں کو کمال تک پہنچاؤ۔ قرآنِ کریم کو حرزِ جان بناؤ کہ تمام دینی ودنیوی برکتیں اِسی سے وابستہ ہیں۔ 46

پروفیسر محمد اسلم صابر صاحب کا بیان ہے کہ:

''۱۹۶۶ء کی کانووکیشن میں بحیثیت مہمانِ خصوصی خطاب فرمایا۔ایک فوٹو سٹاف کے ساتھ اور ایک گروپ فوٹو شعبہ عربی کے اساتذہ اور ایم۔اے کی ڈگری حاصل کرنے والے طلباء کے ساتھ کھنچوایا۔ دونوں گروپ فوٹو خاکسار کے پاس محفوظ ہیں۔ایم۔اے کی یہ کلاس حضور کے زمانہ پرنسپل شپ میں کامیاب ہونے والی آخری کلاس تھی۔تین طلباء نے پنجاب یونیورسٹی میں پہلی تین پوزیشن حاصل کی تھیں اور جب نتیجہ کالج میں آیا تھا تو حضور نے اُسی وقت صدر شعبہ عربی استاذی المکرّم صوفی بشارت الرحمٰن صاحب سے فرمایا کہ آئندہ تمہاری پوزیشن نہ آئے گی۔ چنانچہ اس کے بعد قریباً دس کلاسوں نے یونیورسٹی کا امتحان دیا اور نتیجہ ۱۰۰ فیصد رہا مگر پوزیشن کوئی نہیں آئی۔''[47]

وقفِ عارضی کی انقلاب انگیز تحریک

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو منصبِ خلافت پر فائز ہونے کے بعد جماعتوں کی تربیت واصلاح کا مسئلہ پوری شدّت سے دامنگیر رہتا تھا۔اس ضمن میں حضور نے ۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء کو وقفِ عارضی کی عظیم الشّان تحریک کی بنیاد رکھی اور تحریک فرمائی کہ:

> ''وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دے سال میں دو ہفتہ سے چھ ہفتہ تک کا عرصہ دین کی خدمت کے لئے وقف کریں اور انہیں جماعت کے مختلف کاموں کے لئے جس جس جگہ بھجوایا جائے وہاں وہ اپنے خرچ پر جائیں اور اُن کے وقف شُدہ عرصے میں سے جس قدر عرصہ انہیں وہاں رکھا جائے اپنے خرچ پر رہیں اور جو کام اُن کے سُپرد کیا جائے انہیں بجالانے کی پوری کوشش کریں۔''

یہ کام بڑا اہم اور ضروری ہے اور اسکی طرف جلد توجہ کی ضرورت ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کا خاص اہتمام واقفین کے بنیادی فرائض میں شامل تھا۔

حضور کی منظوری سے وقفِ عارضی کا پہلا وفد ربوہ سے یکم مئی ۱۹۶۶ء کو روانہ ہوا۔ یہ وفد چوہدری محمد ابراہیم صاحب ایم۔اے اور قریشی فضل حق صاحب (دُکاندار گولبازار ربوہ) پر مشتمل تھا۔

اِن کے بعد اسی ماہ جو احباب بطور واقف مختلف مقامات پر تشریف لے گئے اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

ملک مظفر احمد صاحب (مغلپورہ لاہور)، خواجہ محمد ظہور الدین صاحب (لاہور)، مولوی سراج الدین صاحب (جھنگ صدر)، خان محمد ایوب خان صاحب (ضلع شیخو پورہ)، خلیفہ طاہر احمد صاحب ایم۔اے (کوئٹہ)، چوہدری محمد حیات صاحب (لورالائی)، سردار فیض اللہ خان صاحب ڈیرہ غازیخاں، مولوی محمد تقی صاحب (ربوہ)، قریشی محمد احمد صاحب (ملتان)، چوہدری نور محمد صاحب (گرمولہ ورکاں گوجرانوالہ)، شیخ عنایت اللہ صاحب (ضلع سرگودھا)، کیپٹن ملک خادم حسین صاحب، مولوی سلطان محمود صاحب (شاہ پور صدر)۔[48]

اِن ابتدائی مُجاہدین کے بعد جُون سے اگست تک جو مُخلصین جماعت تحریکِ وقفِ عارضی کے تحت نہایت تندہی سے مقررہ جماعتوں میں اپنے مفوّضہ فرائض بجالاتے رہے اُن کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔

مکرم ملک برکت اللہ صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری، آصف جمیل صاحب فورٹ سنڈیمن، بشیر احمد صاحب سکھری کوئٹہ، میاں عبدالقیوم صاحب ایم۔اے کوئٹہ، حکیم محمد افضل فاروقی اوچ شریف، خواجہ محمد اکرم صاحب لاہور، محمد طفیل سعید صاحب گھٹیالیاں، صوفی محمد دین صاحب بدّوملہی، مکرم محمود احمد صاحب بدّوملہی، سلطان احمد صاحب بسرار بوہ، سید محمد ہاشم صاحب بخاری جہلم، شیخ محمد منیر صاحب دنیاپور، عبدالرحمٰن صاحب کوٹ احمدیاں، چوہدری عبدالحمید صاحب گوٹھ حمید نگر، عبدالستار صاحب خادم ایبٹ آباد، حکیم محمد عبداللہ صاحب جہلم، ملک رفیق احمد صاحب ربوہ، چوہدری خالد سیف اللہ خانصاحب لاہور، چوہدری غلام جیلانی صاحب سرشمیر روڈ، مولوی اسمٰعیل صاحب جھول، مکرم الحاج مسعود احمد صاحب خورشید کراچی، محترمہ اہلیہ صاحبہ مسعود احمد صاحب خورشید، مکرم بابو محمود احمد صاحب حیدرآباد، مستری غلام دین صاحب منڈی بہاؤالدین، محمد شریف صاحب سندھی لائلپور، منور احمد صاحب خالد کوٹ احمدیاں، محمد بخش صاحب پنشنر ربوہ، حسن محمد صاحب ربوہ، چوہدری محمد عصمت اللہ صاحب بہلولپور، ماسٹر محمد چراغ صاحب پیرو چک، مولوی بشیر احمد صاحب قادیانی ربوہ، اقبال محمد خاں صاحب گوجرانوالہ، چوہدری فضل الدین صاحب پیرو چک، محمد یوسف علی صاحب چٹا گانگ، فضل احمد خاں صاحب چٹا گانگ، ریاض احمد صاحب سرگودہا، مکرم چوہدری محمد دین صاحب ڈھاباں سنگھ، مکرم رشید اختر صاحب چکلالہ، مکرم چوہدری داؤد احمد صاحب راولپنڈی، مکرم عبدالکریم صاحب رازی راولپنڈی، مکرم محمد لطیف صاحب لاہور، مکرم عبدالسلام صاحب طاہر ربوہ، ملک مبارک

احمد صاحب ربوہ، پروفیسر حبیب اللہ خانصاحب ایم۔ایس۔سی ربوہ، عبدالحمید صاحب خلیق ربوہ، مکرم چوہدری محمد شریف صاحب کراچی، مکرم کبیر الدین صاحب صدیقی کراچی، مکرم محمد عثمان صاحب صدیقی ایم اے گھٹیالیاں، مکرم محمد اسلم صاحب باجوہ چک ۳۳ جنوبی سرگودہا، مکرم حاجی عبدالرحمٰن صاحب باندھی، مکرم عبدالغفار صاحب حیدرآباد، مکرم محمد دین صاحب ناز ربوہ، مکرم محمد امین صاحب ربوہ، مکرم محمد علی صاحب خالد ربوہ، مکرم شیخ عبدالماجد صاحب ایم اے جیکب آباد، مکرم ملک محمد اشرف خان صاحب کراچی، مکرم چوہدری محمد شریف صاحب کراچی، مکرم ملک مبشر احمد صاحب فرخ حیدرآباد، مکرم اخوند فیاض احمد خاں صاحب لاہور، مکرم امیر حیدر صاحب مڑھانوالی، نذیر احمد صاحب بٹ ربوہ، مکرم عبدالرشید صاحب یحییٰ ربوہ، مکرم مولوی بشیر احمد صاحب زاہد گھٹیالیاں، مکرم محمد یعقوب احمد صاحب ربوہ، مکرم سید سمیع اللہ شاہ صاحب بی۔اے، بی۔ٹی ربوہ، مکرم اللہ بخش صاحب میر پور خاص، مکرم حمید احمد صاحب بٹ احمد آباد اسٹیٹ، مکرم عبدالحلیم صاحب ایم۔اے جہلم، مکرم محمد سلیم صاحب جہلم، مکرم پیر ظفر اقبال احمد صاحب لاہور، مکرم صاحبزادہ سید محمد طیب صاحب ربوہ، مکرم حافظ مبین الحق صاحب شمس راولپنڈی، مکرم عبدالشکور صاحب ایم اے راولپنڈی، مکرم عبدالرحیم صاحب راٹھور پشاور، مکرم ماسٹر عبدالمجید صاحب گھوئینگی، مکرم عبدالغفور صاحب سرشمیر روڈ، مکرم ملک محمد سلیم صاحب ربوہ، مکرم ماسٹر فقیر محمد صاحب چک نمبر گ ب/۱۹۶، محترمہ رحمت بی بی صاحب اہلیہ ماسٹر فقیر محمد صاحب، مکرم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ملتان، مکرم رانا منور احمد صاحب ربوہ، مکرم سید خادم حسین صاحب گھٹیالیاں، مکرم عبدالخالق صاحب عادل کنری، مکرم مقصود احمد صاحب جاکے، مکرم محمد نواز صاحب مومن ربوہ، مکرمہ اہلیہ صاحبہ محمد نواز صاحب مومن ربوہ، مکرم بشیر احمد صاحب جاکے، مکرم رشید احمد صاحب قمر ننکانہ صاحب، مکرم اقبال احمد صاحب ننکانہ صاحب، مکرم چوہدری رحمت علی صاحب ایم۔اے سرگودھا، مکرم محمد اسلم صاحب شاد ایم اے ربوہ، مکرم مرزا محمد فاضل صاحب کوئٹہ، مکرم عبدالرحمٰن خان صاحب کوئٹہ، مکرم چوہدری محمد عبداللہ صاحب ڈار کوئٹہ، مکرم سید محمد سعید صاحب کراچی، مکرم ساجد نسیم صاحب راولپنڈی، مکرم راجہ منیر احمد صاحب گھوٹکی، مکرم چوہدری غلام احمد صاحب بسرا چک نمبر ۹۹ شمالی، مکرم چوہدری منصور احمد صاحب چک نمبر ۹۹ شمالی، مکرم نصرت احمد ناصر چک نمبر ۱۶۶ مراد، مکرم محمود خاں صاحب چک نمبر ۱۶۸ مراد، مکرم عبدالستار صاحب چک پنیار نمبر ۹، مکرم عبدالجبار صاحب ربوہ، مکرم چوہدری انور حسین صاحب ایم۔اے ربوہ، مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب ایم

اے ربوہ،مکرم قاضی محمد بشیر صاحب ایم۔اے گھٹیالیاں،مکرم شاہنواز صاحب بھابڑہ،مکرم سید افتخار حسین شاہ صاحب ایم۔اے گھٹیالیاں،مکرم چوہدری عصمت اللہ صاحب نواں کوٹ،مکرم یو۔اے مخدوم صاحب اسلام آباد،مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب شاہ کوٹ،مکرم شیخ محمد علی صاحب چوہڑکانہ منڈی،مکرم انور سعید صاحب لاہور،مکرم سردار رفیق احمد صاحب چوہڑکانہ منڈی،مکرم مبارک احمد صاحب طاہر ربوہ،مکرم عبدالستار صاحب ربوہ،مکرم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب پشاور،مکرم نصیر احمد صاحب اعوان سرگودہا،مکرم ملک مسعود احمد صاحب خالد سرگودھا،مکرم چوہدری ثناء اللہ صاحب بیداد پور،مکرم حکیم احمد دین صاحب سیدوالا،مکرم ماسٹر فضل کریم صاحب کوٹ رحمت خاں، مکرم مولوی عبدالحق صاحب کالیہ،مکرم محمد شفیع صاحب سلیم پوری واہ کینٹ،مکرم منشی محمد دین صاحب چوڑا سکھر ،مکرم محمد یامین صاحب ربوہ،مکرم احمد خاں صاحب منگلا،مکرم صوفی محمد رفیع صاحب سکھر، مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب سکھر،مکرم غلام قادر صاحب ربوہ،مکرم انیس احمد صاحب لاہور،چوہدری نذیر احمد صاحب چک نمبر ۷۵ جنوبی،مکرم عبدالغفار خان صاحب پشاور،مکرم ملک جلال الدین صاحب بدین،مکرم میر غلام محمد صاحب بدین،مکرم صدیق احمد صاحب منور ربوہ،مکرم عبدالشکور صاحب جاوید ربوہ،مکرم چوہدری غلام سرور صاحب نواں کوٹ،مکرم صوفی عبدالغنی صاحب چک نمبر ۶۶۵ لائکپور،مکرم چوہدری نواب الدین صاحب حیدرآباد،مکرم ملک محمد مالک صاحب جاملکے،مکرم خان خواص خاں صاحب پشاور، مکرم حکیم عبدالرحیم صاحب کوہاٹ،مکرم سید تبسم حسین صاحب بی۔اے لاہور،مکرم مستری نور محمد صاحب ربوہ،مکرم ماسٹر صدیق احمد صاحب گھٹیالیاں،مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب ربوہ،مکرم محمد مالک صاحب گوجرانوالہ،مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ گوجرانوالہ،مکرم مرزا رشید انور صاحب لاہور، مکرم سید محمد شفیق صاحب ربوہ،محمود احمد خاں صاحب ربوہ،مکرم بشیر الدین صاحب کمال بہاولپور،مکرم مبشر احمد صاحب کاہلوں چک نمبر L-۱۱/۳۰ منٹگمری،مکرم مولوی صدرالدین صاحب کھوکھر کراچی،مکرم ملک الطاف الرحمٰن صاحب کراچی،مکرم ابن السلام صاحب کوٹلی میرپور،مکرم احسان الحق صاحب کوٹلی میرپور،مکرم محمد حسین صاحب گوئی آزاد کشمیر،مکرم منصور احمد صاحب بشیر جامعہ احمدیہ ربوہ،مکرم عبدالعزیز صاحب طاہر جامعہ احمدیہ ربوہ،مکرم سید اکبر علی شاہ صاحب منڈی بہاؤالدین،مکرم سردار لطیف احمد صاحب حافظ آباد،مکرم مظفر احمد صاحب ظفروال،مکرم ارشاد علی خان صاحب لاہور،مکرم حاجی محمد عیسیٰ صاحب کالیہ،

مکرم ملک محمد موسیٰ صاحب کالیہ،مکرم حبیب احمد صاحب آنبہ شیخوپورہ،مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا،مکرم حاجی قمر الدین صاحب قمر آباد نواب شاہ،مکرم چوہدری عبدالمنان صاحب بوریوالہ،مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب ایم۔ایس۔سی ملتان،مکرم عبدالقادر صاحب بھٹی راولپنڈی، مکرم چوہدری محمد دین صاحب نورائی شریف،مکرم بشارت احمد صاحب نورائی شریف،مکرم محمد احمد صاحب لائلپور،مکرم شیخ محمد صدیق صاحب قبولہ،مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب بھامبھڑی ربوہ،مکرم عطاء اللہ صاحب فاضل ربوہ،مکرم مولوی مبارک احمد صاحب ترگڑی،مکرم ملک محمد دین صاحب ترگڑی،مکرم خواجہ عبدالکریم صاحب ربوہ،مکرم ماسٹر غلام احمد صاحب ربوہ،مکرم ماسٹر ظہور احمد صاحب ربوہ،مکرم حکیم محمد موہیل صاحب نواب شاہ،مکرم محمد احسان الٰہی صاحب جنجوعہ چنیوٹ،مکرم عبدالمغنی صاحب زاہد ربوہ،مکرم ماسٹر عبدالرب صاحب ربوہ،مکرم ماسٹر عبدالرشید صاحب ربوہ، چوہدری غلام رسول صاحب سیکنڈ ماسٹر ربوہ،محمد یونس خاں صاحب بی۔اے ربوہ،مکرم ماسٹر احمد علی صاحب ربوہ، مکرم مولوی محمد حسین صاحب،مکرم مستری ابراہیم صاحب وسن کے،مکرم بشیر احمد صاحب لاہور،مکرم ماسٹر نذیر احمد صاحب ربوہ،مکرم عبدالوہاب صاحب جاکے،مکرم عطاء المجیب راشد صاحب ایم اے ربوہ،مکرم محمد شفقت صاحب سوہاوہ ڈھلواں،مکرم نذیر احمد صاحب مبشر ربوہ،مکرم محمد شریف صاحب ایم۔اے مظفر گڑھ،مکرم مہتاب الدین صاحب شیخوپورہ،مکرم حبیب اللہ صاحب قبولہ۔[49]

یہ مئی سے اگست ۱۹۶۶ء تک کے واقفین ہیں۔جنہوں نے اپنے ایثار وقربانی اور خلوص کے ساتھ اس شجرۂ طیبہ کی آبیاری کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ جہاں جہاں گئے اپنی دعاؤں اور پُرجوش جذبۂ عمل سے افرادِ جماعت میں زندگی اور رُوحانیت کی نئی روح پیدا کر ڈالی۔خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب خلیفہ کی آواز میں ایسا اثر پیدا کیا کہ اِن ابتدائی قافلوں کے بعد وقفِ عارضی کے تحت خدمات بجالانے والے مجاہدین کا گویا تانتا بندھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کمزور جماعتیں جو سوئے ہوئے شیر کی طرح بے حس وحرکت نظر آتی تھیں جاگ اُٹھیں۔[50]

علمی تقاریر کا مبارک سلسلہ

۱۱ مارچ ۱۹۶۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسجد مبارک میں نمازِ مغرب کے بعد علمی تقاریر کا ایک نہایت ہی مُبارک سلسلہ شروع فرمایا۔سلسلۂ تقاریر کے پہلے اجلاس میں تلاوت ونظم کے بعد

مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل نے جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے حضور کی خدمت میں سلسلۂ تقاریر کا افتتاح فرمانے کی درخواست کی۔

حضور نے فرمایا کہ:

''جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معبوث فرمایا وہ زمانہ اسلام کے لئے بڑا نازک زمانہ تھا۔دنیا چاروں طرف سے اسلام پر حملہ آور تھی۔حضور علیہ السلام خدائی حکم کے ماتحت تن تنہا اسلام کے دفاع کے لئے کھڑے ہوئے اور حضور نے ہر معترض کو مُسکت جواب دیا اور اس طرح دلائلِ قاطعہ کے انبار لگا دیئے۔ یہ دلائل حضور کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حضور کی کتابوں کا بالا ستیعاب مطالعہ کریں اور ان دلائل سے آگاہ ہوں تا کہ ہم خدمت اسلام کا فریضہ احسن طور پر ادا کرسکیں۔میں نے محسوس کیا ہے کہ اگر حضور کی بیان فرمودہ کسی دلیل کو ایک دفعہ کتاب میں پڑھا جائے اور پھر اسے دوسرے کی زبان سے سُنا جائے تو وہ اچھی طرح ذہن نشین ہوسکتی ہے۔اس لئے علمی تقاریر کا ایک سلسلہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔جن میں حضور کے بیان فرمودہ دلائل عام فہم انداز میں بیان کئے جائیں گے تا کہ وہ احباب کو ذہن نشین ہوسکیں۔احباب حضور کی کتابوں کا مطالعہ بھی کریں اور پھر ان جلسوں میں شریک ہوکر دلائل کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔''

حضور نے فرمایا چونکہ اسلام پر سب سے بڑا حملہ عیسائیت کی طرف سے تھا۔اس لئے تقاریر کے اِس سلسلہ کا آغاز اُن دلائل سے کیا جارہا ہے۔جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الوہیتِ مسیح کی تردید میں ''جنگِ مقدس'' میں بیان فرمائے ہیں۔علماء اس وقت باری باری ایک ایک دلیل حضور کے اپنے الفاظ میں پیش کرکے اس کی تشریح بیان کریں گے۔احباب کو چاہیئے کہ وہ ان دلائل کو توجہ سے سُنیں اور انہیں ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں تا کہ وہ عیسائیت کا مقابلہ کرنے میں اسلام کے ایک سپاہی ثابت ہوسکیں۔حضور نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس قسم کے جلسے آئندہ بھی منعقد ہوتے رہیں گے۔چنانچہ آئندہ ماہ پھر جلسہ منعقد ہوگا۔

حضور کے افتتاحی خطاب کے بعد محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل، محترم سید محمود احمد صاحب

ناصر، محترم سیّد داؤد احمد صاحب، محترم غلام باری صاحب سیف، محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری، محترم چوہدری محمد شریف صاحب، محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے اور محترم چوہدری غلام یٰسین صاحب نے باری باری الوہیت مسیح کی تردید میں جنگِ مقدس میں حضور علیہ السلام کی بیان فرمودہ ایک ایک دلیل پیش کر کے اسکی وضاحت کی۔

آخر میں حضور نے تقاریر کے بارہ میں مقررین کو ضروری ہدایات سے نوازا۔[51]

دوسرا اجلاس

۱۱؍اپریل ۱۹۶۶ء کو حضور کی زیر صدارت دوسرا اجلاس ہوا۔ جس میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ[52] صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب، مولانا ابوالعطاء صاحب اور مولانا محمد صادق صاحب سماٹری نے تقاریر فرمائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' میں عیسائیت کی تردید میں زبردست دلائل دیئے ہیں۔ ہر ایک مقرر نے ان میں سے ایک ایک دلیل پیش کر کے اسکی وضاحت کی۔[53]

عیسائی دنیا کو چیلنج

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے تقاریر کے اختتام پر اعلان فرمایا۔ کہ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائی دُنیا کو یہ چیلنج دیا تھا کہ تورات اور انجیل کو علومِ حکمیہ میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ بھی مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ یہ انعامی چیلنج آج بھی قائم ہے اور میں جماعت احمدیہ کے امام ہونے کی حیثیت سے انعامی رقم میں سوگنا اضافہ کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔[54]

عالمگیر جماعت احمدیہ کے روحانی پیشوا کے اس باطل شکن چیلنج کا کوئی جواب مسیحی دنیا کے عالمی لیڈروں میں سے کسی نے نہیں دیا اور اُن پر مُہر سکوت لگی رہی البتہ گوجرانوالہ تھیولاجیکل سیمنری کے ایک پرنسپل پادری کے ایل ناصر نے مسیحی رسالہ ''کلامِ حق'' کے جون تا اگست ۱۹۶۶ء کے پرچوں میں ایک لاتعلق طویل اور مضحکہ خیز مضمون لکھا[55] جس میں خلیفہ راشد کے چیلنج کا اصل جواب دینے کی بجائے بائبل کے چند متفرق حوالوں کو جمع کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سورۂ فاتحہ کی آیات کے الفاظ ہماری الہامی کتاب میں بھی بکھرے ہوئے موجود ہیں حالانکہ سورہ فاتحہ کے الفاظ جملہ عربی لغات میں اُن کے معانی سمیت موجود ہیں اصل سوال جس نے عالمی کلیسیا کو مبہوت اور ساکت وصامت کر دیا وہ تو یہ تھا کہ اگر بائبل میں سورۃ فاتحہ جیسی دعا موجود ہے تو دکھلاؤ

تمہیں بھاری انعام دیا جائے گا۔

مسیحیت کے عالمی اور مرکزی راہنما آج تک جواب دینے سے قاصر رہے ہیں۔

طلبائے جامعہ احمدیہ کا امتحان

نیز حضور نے اِس موقعے پر بڑی تفصیل سے بتایا کہ یہ بڑی عجیب کتاب ہے (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'')۔اس میں بڑے وسیع مضامین پائے جاتے ہیں اور اس کے ایک ایک فقرہ کی تشریح میں ایک ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔جامعہ احمدیہ کے طلباء اس کتاب کو بار بار پڑھیں اور اس میں سے زیادہ سے زیادہ مضامین اور مطالب نوٹ کریں۔تین ہفتے بعد اس سے علیحدہ جلسہ اسی غرض سے منعقد کیا جائے۔طلباء سے مضامین کتاب کے متعلق سوالات بھی ہوں گے۔جن سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔کہ انہوں نے اس مختصر لیکن وسیع مطالب کی حامل کتاب کا کتنا گہرا مطالعہ کیا ہے۔یہ جلسہ ان طلباء کی عزت افزائی اور انہیں فائدہ پہنچانے کے لئے علیحدہ منعقد ہوگا۔[56]

حضور کے ارشادِ مبارک کی تعمیل میں ۱۵ مئی ۱۹۶۶ء کو یہ خصوصی جلسہ منعقد ہوا۔حضور بنفسِ نفیس کُرسیٔ صدارت پر رونق افروز تھے۔حضور کی زیر ہدایت ممتحن کے طور پر فرائض سیّد داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ، محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب اور محترم مولوی غلام باری صاحب سیف نے ادا کئے۔انہوں نے طلباء سے سوالات پُوچھے اور طلبائے جامعہ احمدیہ نے جو پانچ علیحدہ علیحدہ گروپوں (امانت گروپ، دیانت گروپ، شجاعت گروپ، صداقت گروپ اور رفاقت گروپ) میں منقسم تھے۔باری باری ان سوالات کے جواب دیئے۔اس طرح باری باری قریباً چوبیس طلباء نے تقاریر کیں۔سوال وجواب کا یہ سلسلہ قریباً سوا گھنٹہ تک جاری رہا اور بہت دلچسپ ہونے کے علاوہ سامعین کے لئے ازدیادِ علم کا موجب ثابت ہوا۔

حضور نے اس امتحان کے لئے مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مولانا ابوالعطاء صاحب کو مُنصف مقرر فرمایا تھا۔چنانچہ اُن کے فیصلہ کے بموجب امانت گروپ اوّل قرار پایا۔حضور نے اس گروپ کو تفسیر صغیر کے نئے ایڈیشن کا ایک نہایت دیدہ زیب نُسخہ بطور انعام عطا فرما کر ہدایت فرمائی کہ اس نُسخہ کی ابتداء میں سادہ صفحہ پر اس مقابلہ اور امانت گروپ کے اوّل آنے کا ذکر کر کے اس

گروپ کے تمام طلباء کے نام درج کئے جائیں اور یہ گروپ اس نسخہ کو جامعہ کی لائبریری میں جمع کرادے۔مقابلہ کے اختتام پر حضور نے اپنے دستِ مبارک سے یہ خصوصی انعام ’’امانت گروپ‘‘ کو عطا فرمایا جو گروپ کے ایک طالب علم عطاء المجیب صاحب راشد ایم۔اے (سابق مبلغ جاپان، حال مبلغ انچارج انگلستان مشن) نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر حاصل کیا۔

مقابلہ کے اختتام پر پہلے محترم سیّد داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے طلباء کو کتاب کا مطالعہ کرنے اور اس سے پورے طور پر استفادہ کرنے سے متعلق ضروری ہدایات دیں۔آخر میں حضور نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے بار بار اور بالاستیعاب مطالعہ کی اہمیت پر ایک بصیرت افروز تقریر ارشاد فرمائی۔[57]

تیسرا اجلاس

تیسرا اجلاس ۱۴ مئی ۱۹۶۶ء کو حضور ہی کی صدارت میں منعقد ہوا۔

محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس، محترم ملک سیف الرحمان صاحب[58] محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، محترم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر اور محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد[59] نے قرآن مجید کی ان تیس آیات میں سے جن سے استدلال کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کا وفات یافتہ ہونا ثابت فرمایا ہے۔ایک ایک آیت پیش کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیان فرمودہ استدلال کو عام فہم انداز میں پیش کیا اور اس طرح واضح فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام تمام دیگر انبیاء کرام کی طرح وفات پا چکے ہیں اور حیاتِ مسیح کا عقیدہ از روئے قرآن مجید درست نہیں ہے۔آخر میں حضور نے عقیدہ وفاتِ مسیح کی اہمیت پر بہت ایمان افروز پیرائے میں روشنی ڈالی اور احباب کو تلقین فرمائی کہ وہ ان عظیم الشان دلائل کو جو وفات مسیح کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں پیش فرمائے ہیں۔نئی نسلوں کے ذہن نشین کرائیں تا کہ کسرِ صلیب کی عظیم الشان مہم میں وہ بھی کماحقہٗ حصہ لے کر اس غرض کو پورا کرنے والی بن سکیں جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو قائم فرمایا ہے۔[60]

چوتھا اجلاس

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زیرِ صدارت اس بابرکت سلسلے کا چوتھا اجلاس ۱۱ جون ۱۹۶۶ء کو منعقد ہوا۔اس میں علی الترتیب درج ذیل حضرات نے غیر مبائعین کے ساتھ اختلافی مسائل پر تقاریر کیں۔

۱۔ مولانا ابوالعطاء صاحب (نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں غیر مبائعین کے ۱۹۱۴ء تک کے حوالے)

۲۔ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب (خلافتِ احمدیہ وبیعتِ خلافت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ اوّل کے ارشادات)

۳۔ سیّد محمود احمد صاحب ناصر (نبوت وخلافت کے متعلق ۱۹۱۴ء میں غیر مبایعین کا موقف اوران سے انحراف)

۴۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس (نبوت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کا موقف ۱۹۱۴ء سے پہلے اور بعد)

(یہ چاروں پُر مغز مقالے اسی سال ''نبوت وخلافت کے متعلق اہلِ پیغام اور جماعت احمدیہ کا موقف'' کے نام سے شائع کردئے گئے تھے۔)

آخر میں حضور نے ارشاد فرمایا:

''آپ دوستوں نے دیکھا ہوگا۔کہ آج کے اجلاس میں تصاویر کی ایک البم دکھائی گئی ہے۔ایک تصویر جو آپ کے سامنے رکھی گئی وہ غیر مبایعین کے اکابرین کے ۱۹۱۴ء تک کے حوالوں پر مشتمل تھی۔آخری تصویر جو آپ کے سامنے رکھی گئی وہ نبوت اور خلافت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے موقف پر مشتمل تھی۔ان دونوں تصویروں میں اتنی مشابہت ہے کہ یہ ایک ہی NEGATIVE کے دو پرنٹ نظر آتے ہیں۔ان دونوں تصویروں کے درمیان ایک وہ تصویر ہے۔جو ۱۹۱۴ء کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے ہمارے سامنے رکھی۔وہ ۱۹۱۴ء سے پہلے کی تصویر سے بالکل مختلف ہے۔وہ کسی اور ہی NEGATIVE کا پرنٹ ہے۔اس سے غیر مبایعین کا عقائدِ صحیحہ سے انحراف آئینہ کی طرح واضح ہوجاتا ہے۔'' [61]

پانچواں اجلاس

پانچواں اجلاس ۲۸؍اگست ۱۹۶۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی صدارت میں ہوا۔جس میں مولانا ابوالعطاء صاحب، سیّد محمود احمد صاحب ناصر، مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی، میجر عارف زمان

صاحب، اور مولوی نورالدین صاحب منیر نے تقاریر فرمائیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء تصنیف ''مسیح ہندوستان میں'' کے دیباچہ اور کتاب کے چاروں ابواب میں سے بالترتیب ایک ایک باب کا خلاصہ پیش کیا[62]۔ بعد ازاں حضور نے ایک مختصر لیکن نہایت مؤثر خطاب کرتے ہوئے بیان فرمایا:۔

''اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت دی تھی کہ ہم نے تجھے جو علوم اور حقائق و معارف عطا کئے ہیں اور جو قوتِ قدسی تجھے عطا کی گئی ہے اور تیری وجہ سے انتشارِ روحانیت اور حق و صداقت کی اشاعت کے لئے ملائکہ کا جو نزول ہوا ہے۔ اس کا اثر دنیا عنقریب دیکھنا شروع کر دے گی۔ چنانچہ آج دنیا اس کا اثر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہی ہے۔ جس کا ایک بیّن ثبوت یہ ہے کہ عیسائیت ہر طرف شکست پر شکست کھا رہی ہے اور اس کے بالمقابل اسلام ہر جگہ فتح یاب ہو رہا ہے۔ اس کے ثبوت میں حضور نے مغربی افریقہ کے ایک عیسائی رسالہ کی حالیہ اشاعت کا ایک حوالہ پیش کیا جس میں صاف اور واضح الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ افریقہ میں عیسائیت اسلام کے بالمقابل سراسر ناکام رہی ہے اور یہ کہ اب افریقہ میں عیسائیت کو سہارا دینے کے لئے نئی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں۔ ان نئی تدابیر میں سے ایک نئی تدبیر اخبار مذکور نے یہ لکھی ہے کہ چرچ کو اہلِ افریقہ کو یہ اجازت دے دینی چاہئے کہ وہ مروّجہ عیسائی عقائد میں اپنی مرضی کے مُطابق تبدیلی کر لیں۔ جب تک یہ تدبیر اختیار نہیں کی جائے گی۔ وہاں عیسائیت کا وجود برقرار رہنا ناممکن ہے۔

حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خود عیسائیوں سے اُن کی اپنی شکست کا اعتراف لکھوا کر اس امر کا ایک اور ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو باتیں لکھی تھیں وہی سچی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے اُترے ہوئے ہیں اور اپنے کام میں مصروف ہیں۔ وہ کبھی عیسائیوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ کبھی اُن کی قلموں پر تصرف کر کے ان سے عیسائیت کی شکست کے اعتراف پر مبنی تحریرات لکھوا دیتے ہیں اور کبھی اُن کے دلوں میں تبدیلی پیدا کر کے انہیں حق کی طرف مائل کر دیتے ہیں۔ الغرض ہر طرف اسلام کی صداقت کے نشان اور اس کے

موعودہ غلبہ کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ان حالات میں ہمارے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ ہم ان فرائض کو پورے جذبہ و جوش کے ساتھ ادا کریں جو غلبۂ اسلام کے ضمن میں ہم پر عاید ہوتے ہیں۔اگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے اقوام عالم کے دلوں کو بدلنے میں مصروف ہیں۔ہم اپنے فرائض کو کماحقہٗ ادا کر دکھائیں گے تو اسلام بہت جلد دنیا میں غالب آجائیگا۔‘‘ [63]

چھٹا اجلاس

اس مبارک سلسلے کا چھٹا اجلاس حضور کی زیر صدارت ۷ نومبر ۱۹۶۶ء کو منعقد ہوا۔جس میں مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت احمدیہ سرگودھا،مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ مقیم لاہور اور صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب نے بعثتِ مسیح موعود کی علامات پر بالترتیب قرآنِ مجید، احادیثِ نبوی اور بزرگانِ اُمّت کے ارشادات کی روشنی میں تقاریر فرمائیں۔[64]

رسالہ ’’پیغامِ عمل‘‘ اور جماعت احمدیہ

شیعہ اصحاب کے ترجمان رسالہ ’’پیغامِ عمل‘‘ لاہور نے مارچ ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں جماعت احمدیہ کی دینی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

’’خود ہمارے ملک میں عیسائی اور احمدی حضرات اپنے عقائد کی ترویج پر کروڑوں روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ان کا لٹریچر گھر گھر بلا طلب پہنچتا ہے وہ ریلوے اسٹیشنوں، پبلک جلسوں، تعلیمی درسگاہوں میں اپنا لٹریچر مفت بھیجتے ہیں۔یہ سب کچھ ان کے قومی ایثار کا نتیجہ ہے۔‘‘ [65]

ہالینڈ کے ایک کیتھولک رسالہ کی طرف سے احمدیت کا بھرپور دفاع

ہالینڈ کے ایک متعصّب مستشرق پروفیسر ڈاکٹر HOUBEN نے ایک مضمون میں جماعت احمدیہ پر دو اعتراضات کئے۔اوّل جماعت احمدیہ پر دُوسرے مسلمانوں نے کُفر کے فتوے لگائے ہیں۔اس لئے اسے اسلام کا نمائندہ تصوّر کرنا غلط ہے اور اس کا تصورِ اسلام اسلامی نہیں۔دوم احمدی درحقیقت مسیحِ ناصری پر ایمان نہیں رکھتے۔

ہالینڈ کی کیتھولک تنظیم کے ترجمان ’’M-۶۶‘‘ نے اپنے مارچ ۱۹۶۶ء کے پرچے میں جماعت احمدیہ کا زبردست دفاع کرتے ہوئے دونوں اعتراضات کا مُسکت، مدلّل اور دندان شکن جواب

''جماعتِ احمدیہ عیسائی علماء کے لئے باعث خوف و ہراس ہے'' کے عنوان سے دیا۔ چنانچہ لکھا:

''پروفیسر ڈاکٹر HOUBEN کا اسلام کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ ایک جابر و قاہر اور خوفناک خدا کا تصور پیش کرتا ہے سراسر مغالطہ انگیز ہے اور یہ کہنا کہ اس میں تجدید و احیاء کی قوت کا بالکل فقدان ہے دور از حقیقت بات ہے۔ کیونکہ خود جماعتِ احمدیہ تجدید و احیائے اسلام کا ایک زندہ ثبوت ہے اور شاید اسی لئے وہ عیسائی علماء کے لئے خوف و ہراس کا باعث بنی ہوئی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ Prof. Dr.Camps نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا اور اس جماعت کی طرف سے ہوشیار رہنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔''

پھر لکھا:

''جماعت احمدیہ کی طرف سے اسلام کی تجدید و احیاء کی کوشش اس کی بنیادی تعلیمات یعنی قرآن کریم کے عین مطابق ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا تصور اپنی مخلوقات سے پیار اور محبت کرنیوالا بتاتی ہے اور اس تعلیم کے نتیجہ میں بین الاقوامی اسلامی اخوت و برادری کی دعوے دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جماعت نے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے والے (FATALISTIC) مسلمانوں میں سے نصف ملین کے قریب لوگوں کے قلوب میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی روح پھونک کر تبشیری مساعی کی حقیقی تڑپ پیدا کر دی ہے اور اس جماعت نے عیسائیت یا مارکسیت سے یہ نظریات مستعار نہیں لئے بلکہ خالص اسلام کے پیغام کو لے کر ایک طرف پرانے خیالات کے (ORTHODOX) مسلمانوں کی اصلاح کی طرف قدم بڑھایا ہے تو دوسری طرف اس پیغام کے ذریعہ عیسائی دنیا اور دہریوں پر اتمامِ حجت کر رہی ہے۔''

''یہ درست ہے جماعتِ احمدیہ ۳۷۵ ملین (۵۵۰ ملین ۔ ناقل) مسلمانوں میں ایک چھوٹی سی جماعت ہے مگر پروفیسر موصوف کا ایک چھوٹے فرقہ کے مقابل پر کٹر مسلمانوں کی اکثریت کے حق میں فیصلہ دینا کسی طرح بھی درست نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ اسلام میں ان معنوں میں کٹر (ORTHODOX) اور متحدہ اکثریت موجود ہی نہیں جن معنوں میں کہ کیتھولک عیسائی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اسلام میں تو کیتھولک مذہب کی طرح کے اندھے عقائد (DOGMAS) موجود ہی نہیں اور نہ ہی اسلام اپنی تعلیمات پر کسی اور کو حکم تسلیم کرتا ہے۔ اس کی تعلیم کا ایک ہی سر چشمہ ہے اور وہ قرآن کریم ہے۔ جس طرح کہ اصلاح یافتہ عیسائیوں (REFORMED) کے نزدیک ان کی

کتاب بائیبل ہے اور جس طرح بائیبل کی آیات کی مختلف تشریحات وتوضیحات سے متعدد فرقے پیدا ہوئے ہیں جو سب کے سب عیسائی ہیں بعینہٖ اسی طرح قرآن کریم کی تشریح سے بھی مختلف اور متعدد فرقے وجود میں آئے ہیں لہٰذا کسی فرقہ کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا۔ دراصل تجدید واحیاء کی بنیاد پر چرچ اور فرقہ میں فرق اور امتیاز کرنا ہمیشہ سے ہی ایک نہایت مشکل اور نازک مسئلہ رہا ہے۔ اسلام نے اپنی ساری روایات میں کبھی بھی علماء کو حکم نہیں مانا (یعنی جس طرح کیتھولک چرچ عقائد کے معاملہ میں اجارہ داری رکھتا ہے اور دینی معاملہ میں پوپ ہی اصل حکم ہے نہ کہ کتاب اور کسی کو اختلاف رائے کی آزادی نہیں دی جاتی اس طرح اسلام میں ہرگز نہیں۔ اسلام میں اصل حکم کتاب اللہ۔ سنت رسول اور حدیث ہیں۔ناقل) اور پھر دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن کریم جو ایک ہی وجود محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی لائی ہوئی کتاب ہے بائیبل کی نسبت لسانِ مبین میں کلام کرتی ہے اور بائیبل کا یہ حال ہے کہ اس میں مختلف لوگوں کی باتوں کو بعد میں جمع کیا گیا ہے۔‘‘

’’احمدیت اسلام کی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل ہے مگر یہ اسلام کی ایک ایسی صورت (FORM) ہے جو اسلام کی نمائندگی کرنے کا پورا پورا حق رکھتی ہے۔‘‘

’’اس تحریک کو یقیناً مخالف خیالات رکھنے والے مسلمانوں کی شدید مخالفت ومخاصمت کا سامنا کرنا پڑا ہے مگر یہ مخالفت کرنے والے علمی رنگ میں بات کرنے سے تہی اور کیتھولک ذہنیت کے مظہر نظر آتے ہیں جو اپنے خیالات سے اختلاف رکھنے والوں کو کافر اور دائرہ مذہب سے خارج قرار دیتے ہیں۔‘‘

’’پروفیسر HOUBEN نے اپنے مضمون میں گیارہ نکات ایسے بیان کئے ہیں جہاں ان کے نزدیک جماعتِ احمدیہ عام مسلمانوں سے اختلاف رکھتی ہے لیکن انکی یہ بات بھی ایسی ہی ہے جیسے رومن کیتھولک مکتب فکر کی موجودہ مغالطہ انگیز شکل ہے (جہاں صرف رومن کیتھولک چرچ کے عقیدہ کو مذہب سمجھا جاتا ہے اور اس سے اختلاف کرنے والے کو دائرہ مذہب سے خارج کردیا جاتا ہے۔ناقل) جماعت احمدیہ کو اسلام سے منحرف صرف اسی وقت کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ قرآنی تعلیمات سے روگردانی اختیار کرتی۔ مگر جماعت احمدیہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت (حتیٰ کہ شعشہ تک) بھی منسوخ نہیں ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوسکتی ہے۔ نیز یہ کہ اگر کہیں یہ محسوس ہو کہ ایک آیت دوسری کی مخالف ہے تو وہاں پر وہ تضاد اس غلط تشریح کی وجہ سے پیدا ہوا ہوگا جو ان آیات کی کی جارہی ہے۔‘‘

’’یہ الزام بھی جماعتِ احمدیہ پر دھرنا کسی صورت میں درست قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ ظاہر میں تو

مسیح (ناصری علیہ السلام) پر ایمان رکھنے کا اقرار کرتی ہے مگر دل میں وہ ایمان نہیں رکھتی۔ یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جماعتِ احمدیہ قرآنی تعلیم کے عین مطابق مسیح (ناصری علیہ السلام) کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور انہیں ایک ایسا نبی تسلیم کرتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا اور وہ عیسائیت کے عقیدہ الوہیت مسیح سے اسی طرح انکار کرتی ہے جس طرح پر کہ قرآن کریم اس کا انکار کرتا ہے۔ اسلام یہودی مذہب کی طرح خدا تعالیٰ کی توحید کا سختی سے پابند کرتا ہے اور دونوں مذہب قبائلی خداؤں کے قدیم عقیدہ کی بڑی شدّ ومد سے تردید کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث اور خدا کا انسان بننے کا خیال ازمنہ رفتہ کی اوہام پرستی کی طرف رجوع کے مترادف ہے۔ پس یہ جماعت مسیح کی الوہیت کے عقیدہ کو کسی طرح بھی تسلیم نہیں کر سکتی۔...... پروفیسر مذکور کے اس خیال سے کہ اس جماعت کا موجودہ طرزِ عمل عیسائیت اور مغربی اقوام کی بے پناہ ترقی اور پسماندہ ممالک کی امداد کے پروگرام کے نتیجہ میں احساسِ کمتری کی وجہ سے پیدا ہوا ہے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اسلام پر کبھی مثبت رنگ میں نظر نہیں ڈالی۔“[66]

تفسیرِ صغیر عکسی کی اشاعت

۱۹۶۶ء کا سال اپنے ساتھ بہت سی برکتیں لایا جن میں تفسیرِ صغیر عکسی کی اشاعت نہایت درجہ اہمیت رکھتی ہے۔ یہ بیش قیمت تفسیر ایک عرصہ سے نایاب تھی۔ اس کے پہلے ایڈیشن (مطبوعہ ۱۹۵۷ء) میں طباعت کی کچھ اغلاط رہ گئی تھیں۔ جس پر حضرت مصلح موعود نے (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مولانا جلال الدین صاحب شمس اور مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ مولانا شمس صاحب نے ساری تفسیر پر گہری نظر ڈال کر غلطیوں کی فہرست مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کو دی۔ آپ نے صاحبزادہ صاحب کو سورۂ نور کے چودھویں رکوع تک لفظاً لفظاً تفسیرِ صغیر کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ پڑھکر سُنائے۔ جس کے لئے آپ کو بہت وقت دینا پڑا۔ کبھی رات کو نو بجے کے بعد کبھی دن کو ڈیڑھ بجے دوپہر کے بعد۔ آپ دن رات دوسرے دینی کاموں میں مصروف رہتے تھے اور تھکے ہوئے آتے تھے۔ لیکن نہایت بشاشت کے ساتھ تفسیرِ صغیر کا ترجمہ سُنتے جب سورۂ نور کی آیتِ استخلاف کے اس ترجمے پر پہنچے کہ اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفے بنائے گا تو اسی دن حضرت

مصلح موعود کا وصال ہو گیا۔ (روایت مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب)

اور پھر خدا کی ازلی تقدیروں کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کے منصب پر فائز ہوئے اور آپ کے لئے خلافت کی بے شمار ذمہ داریوں کے باعث اس کام کے لئے وقت نکالنا مُشکل ہو گیا۔ اس پر حضور نے بقیہ کام مولوی ابوالمنیر صاحب کے سپُرد فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ جو امر قابلِ استفسار ہو وہ حضور سے پوچھ لیا جائے۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں مولوی صاحب موصوف نے دن رات ایک کر کے یہ کام مکمل کیا۔ یہ تسلی کر لینے کے بعد کہ اب کوئی غلطی نہیں رہ گئی۔ حضور نے تفسیرِ صغیر کو بلاکوں کے ذریعہ بہترین رنگ میں چھپوانے کا انتظام فرمایا۔ چنانچہ مولوی ابوالمنیر صاحب کی کوشش سے تفسیرِ صغیر کا پہلا شاندار عکسی ایڈیشن ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء کو تیار ہو گیا۔ یہ نہایت دیدہ زیب ایڈیشن نقوش پریس لاہور سے خاص اہتمام سے چھپا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے یہ عکسی ایڈیشن بہت پسند کیا اور مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب کو پانچصد روپیہ نقد انعام عطا فرمایا۔ اس طرح آپ کے ساتھ کام کرنے والے کارکنان کو بھی انعامات سے نوازا۔ نیز اپنے قلم مبارک سے درج ذیل الفاظ میں اظہارِ خوشنودی فرمایا:۔

”مکرمی ابوالمنیر نورالحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ نے جس محنت اور اخلاص سے تفسیر صغیر کا عکسی ایڈیشن چھپوانے کا انتظام کیا ہے میں اس کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور قرآن مجید کی خدمت کے ساتھ جس قدر برکات وابستہ ہیں وہ آپ کو عطا کرے اور آپ کو اور آپ کی اولاد کو بہت برکت دے۔ (آمین)

والسلام

مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ۱۶/ اپریل ۱۹۶۶ء“ [67]

یہ تفسیر مجلس مشاورت ۱۹۶۶ء کے آغاز سے قبل چھپ کر مرکزِ احمدیت میں پہنچ گئی۔

خلافتِ ثالثہ کے عہد کی پہلی مجلسِ مشاورت

خلافتِ ثالثہ کے مبارک عہد کی پہلی مجلسِ مشاورت ۲۵ تا ۲۷ مارچ ۱۹۶۶ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں منعقد ہوئی۔ جس میں مغربی اور مشرقی پاکستان اور آزاد کشمیر سے پانچ سو اناسی نمائندگان نے شرکت فرمائی۔ (اس تاریخی شوریٰ کی کارروائی مولوی محمد صادق صاحب انچارج صیغہ زودنویسی کی زیرِ ہدایت مولوی سلطان احمد صاحب فاضل پیرکوٹی نے قلمبند کی۔ لاؤڈ سپیکر کے منتظم حسبِ معمول قاضی عزیز احمد صاحب اور ہال میں نشستوں کی ترتیب اور دیگر انتظامات چوہدری عبدالقدیر صاحب سپرنٹنڈنٹ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری نے دوسرے کارکنان کی مدد سے سرانجام دئے۔ رپورٹ مئی ۱۹۶۶ء میں مرتّب ہوئی اور ۱۰ فروری ۱۹۶۷ء کو منظرِ عام پر آئی۔ رپورٹ کے کاتب محمد ارشد خوشنویس ربوہ تھے اور یہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپی تھی)۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے افتتاحی تقریر میں سب سے پہلے احباب کو یہ خوشخبری دی کہ تفسیرِ صغیر بلاک اور نفیس آرٹ پیپر پر دو ہزار کی تعداد میں چھپ گئی ہے اور بقیہ تین ہزار چھپنے والی ہے اور اگرچہ اس پر خاصہ خرچ آیا ہے تاہم اس عکسی ایڈیشن کی قیمت صرف پچیس روپے رکھی گئی ہے دوستوں کو چاہیئے کہ حسبِ ضرورت زیادہ سے زیادہ تعداد میں اسے خریدیں۔ اس تفسیر کی مانگ غیروں میں بہت ہے۔ اگر احمدی بچے جن کی عیدی کم وبیش بیس روپے ہو اپنی عیدی کی رقم سے یہ کتاب خریدیں تو ہر ایسے بچے کو میری طرف سے ایک روپیہ بطور عیدی دیا جائے گا۔

اس ضمن میں حضور نے فرمایا:۔

> ''تفسیرِ صغیر کی نظرِ ثانی میں مکرم مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب نے بڑا حصہ لیا ہے۔ مکرم شمس صاحب نے بھی کام کیا ہے۔ مکرم ابوالعطاء صاحب نے بھی ایک حد تک کام کیا ہے اور پروف ریڈنگ کے وقت مکرم میاں عبدالحق صاحب رامہ نے بھی کام کیا ہے۔ رامہ صاحب پروف اچھی طرح دیکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے سامنے جب بھی کوئی بھی چیز آئی۔ انہوں نے ہمیں اسکی طرف توجہ دلائی اور خاکسار بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے شروع سے آخر تک اس کام میں شریک رہا۔ اس کے علاوہ اللہ

کی حکمت اور ارادہ سے ان دوستوں نے بھی جنہوں نے اس کے بلاک بنائے یا جنہوں نے اسے چھاپا۔اتنی محنت اور پیار سے یہ کام کیا ہے کہ حیرت آتی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا کرے۔''[68]

تفسیر صغیر کے عکسی ایڈیشن کی اشاعت کا تذکرہ کرنے کے بعد حضور نے متعدد اہم امور کی طرف ممبران کو توجہ دلائی۔مثلاً باہر کی تمام جماعتیں اپنی مفصّل سالانہ رپورٹیں مرکز میں بھجوائیں۔مجلسِ شوریٰ میں ہر جماعت کا نمائندہ آنا چاہیئے۔مجلس شوریٰ کی جب سب کمیٹیاں بنائی جائیں تو منصوبہ بندی کی بھی ایک کمیٹی بنائی جائے۔فنانس سٹینڈنگ کمیٹی کو اپنے مشورے پورے غور وفکر اور فرض شناسی کے ساتھ دینے چاہئیں۔

نظارتوں کی رپورٹیں سُننے کے بعد حضور کے ارشاد پر سیّد داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے رپورٹ مجلسِ مشاورت ۱۹۲۷ء سے نظارتِ دعوۃ وتبلیغ کا ایک نہایت دلچسپ اور ایمان افروز اقتباس پڑھ کر سنایا۔[69] جو مبلغینِ احمدیت کے تبلیغی وفود سے متعلق تھا۔حضور نے فرمایا کہ انتالیس سال کے عرصے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ترقی کرتے کرتے کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے۔اس نسبت کے ساتھ ہم توقع رکھتے ہیں کہ کام بھی ہو اور اس کے مطابق رپورٹ بھی یہاں پڑھی جانی چاہیئے اور اس رنگ میں پڑھی جانی چاہیئے کہ دلوں میں ایک بشاشت ہو۔شکر اور حمد پیدا کرنے والی ہو۔دلوں میں جوش پیدا کرنے والی اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانے والی ہو۔پھر حضور نے اصلاح وارشاد سے متعلق نہایت زوردار الفاظ میں تمام دنیا کے احمدیوں کو توجہ دلائی۔کہ ہر احمدی مبلغ ہے۔یہ وقت بیدار ہونے کا ہے۔ورنہ آپ کا ربّ جب اس جہان سے آپ کو اپنے پاس بلائے گا تو آپ اسے کیا منہ دکھائیں گے۔

حضور نے ایجنڈا کی تجاویز پر غور اور مشورے کا مرحلہ شروع ہونے سے قبل جو نہایت بیش قیمت نصائح فرمائیں ان کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں وقار اور تحمل پیدا کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ہم اس معاملہ میں دنیا کے معلم اور استاد ہیں۔اس لیے ہماری شوریٰ کی کارروائی میں وقار کا خیال رکھنا اور بے صبری کے مظاہرے سے بچنا نہایت ضروری ہے۔تکرار سے اجتناب کریں اور بحث کا رنگ بالکل اختیار نہ کریں۔اور شوریٰ میں تو بحث کا رنگ اصولاً بھی اختیار نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ

احباب خلیفۂ وقت کے سامنے اپنی رائے پیش کرتے ہیں ان کا مخاطب سوائے خلیفۂ وقت کے اور کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔سب سے زیادہ ضروری امر ہے کہ رائے دیتے وقت دعا کریں اللہ تعالیٰ صحیح بات کے اظہار کے لیے صحیح رنگ میں توفیق عطا کرے۔اور اگر وہ بات خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی صحیح ہے تو ہماری زبان میں بھی اثر پیدا کرے۔یہ مجلس ساری دنیا کے لیے نمونہ ہے۔آج سے ہزاروں سال بعد کے لوگ بھی مجلسِ شوریٰ کے مشوروں کا حوالہ دیا کریں گے۔یہ بھی دعا کریں کہ ہم صحیح نتیجے پر پہنچیں اور جس نتیجے پر پہنچیں اس میں اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

اختتامی خطاب میں حضور نے یہ خوشخبری سنائی کہ تفسیر القرآن انگریزی جو ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے نے نہایت محنت، محبت اور شوق سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر اور حضرت مصلح موعود کے فرمودہ درس کے نوٹوں سے تیار کی ہے، پانچ جلدوں میں چھپ گئی ہے انگریزی دان دوستوں کو خود بھی یہ تفسیر اپنے پاس رکھنی چاہیئے اور غیر از جماعت دوستوں کے ہاتھ میں بھی پہنچا دینی چاہیئے۔

حضور نے احباب کی اطلاع کے لیے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

”مکرم ومحترم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے مجھے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ انتخابِ خلافت کے قواعد پر اگر اس وقت نظر ثانی ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ایک تو کسی کی زندگی کا ویسے ہی اعتبار نہیں۔دوسرے اس کے بعض حصوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔مثلاً سارے صحابہ کرام اس کے ممبر تھے لیکن ۱۹۵۷ء سے (کہ جب یہ قواعد بنے) اِس وقت تک بہت سے صحابہ وفات پا چکے ہیں۔ان کی تعداد کم ہو رہی ہے۔اس کے علاوہ اور بھی بعض باتیں ایسی ہو سکتی ہیں۔جن پر نظر ثانی کی جانی چاہیئے۔اس کے لئے میں نے فیصلہ کیا ہے۔کہ حضرت مصلح موعود نے جو تین علماء کی سب کمیٹی بنائی تھی۔اس سب کمیٹی میں کچھ اور ممبروں کا اضافہ کر کے یہ کام ان کے سپرد کر دوں۔تا آئندہ سال کی مجلس مشاورت میں ان کی رپورٹ پیش کی جا سکے۔“

خلافتِ ثالثہ کی اس پہلی مجلسِ شوریٰ کے دوران جن خوش نصیب اصحاب کو کارروائی میں حضور کے ساتھ معاونت ورفاقت کی سعادت حاصل ہوئی۔ان کے نام یہ ہیں۔

شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج ہائی کورٹ لاہور، مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت احمدیہ سرگودھا،

شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ لائلپور، میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ۔

اس مجلسِ مشاورت میں جن سفارشات کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے شرفِ قبولیت بخشا۔ اُن میں سے بعض کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

اوّل: جماعت کے مستحق ذہین، ہونہار اور مخلص طلباء کو اعلیٰ تعلیم دلائے جانے کے ضمن میں انتخاب کے لئے منصوبہ بندی کمیٹی غور کرے۔

دوم: ضروری فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب جماعت کی طرف سے جلد از جلد شائع ہونی چاہیئے۔دارالافتاء علماء کی ایک کمیٹی کے مشورے سے یہ کتاب مرتّب کرے۔

سوم: ہر جماعت کو چاہئے کہ وہ اپنی استطاعت کے مُطابق ہر جگہ خدا کے گھر ضرور بنائیں۔ خواہ وہ کچے ہی کیوں نہ ہوں۔

چہارم: اخبار الفضل کو ہر طریقہ سے نئی زندگی میں ڈھالا جائے تا کہ اس کا معیار دیگر اخبارات سے بڑھ جائے اور کافی خریدار پیدا ہو جائیں۔ نیز الفضل کا ’’سنڈے ایڈیشن‘‘ بھی نکلنا چاہیئے خواہ اس کے لئے عملہ اور بجٹ بڑھانا پڑے۔

پنجم: میزانیہ صدر انجمن احمدیہ بابت سال ۶۷۔۱۹۶۶ء جو شوریٰ کے سامنے رکھا گیا۔

چھبیس لاکھ چونسٹھ ہزار آٹھ سو دس روپے کا تھا۔تمام نمائندگان نے باتفاق رائے اس کے منظور کرنے کی سفارش کی۔ بشرطیکہ حضور جن افراد سے چاہیں نظر ثانی کرا کے اور خود میزانیہ پر نظر ڈال کر اسی صورت میں یا جس صورت میں حضور پسند فرمائیں اسکی منظوری عطا فرمائیں۔حضور نے فرمایا منظور ہے۔

ششم: تحریک جدید کا بجٹ آمد و خرچ بابت سال ۶۷۔۱۹۶۶ء سب کمیٹی نے پیشکردہ بجٹ میں کسی کمی و بیشی کی ضرورت نہیں سمجھی اور سفارش کی کہ اس بجٹ کو جس کی میزان اڑتیس لاکھ تیرہ ہزار تین سو اسی روپے (۳۸،۱۳،۳۸۰) ہے منظور کر لیا جائے۔نمائندگان کی اکثریت نے اس سفارش کی تائید کی۔حضور نے فرمایا ’’میں کثرت رائے کے حق میں فیصلہ کرتا ہوں لیکن بعد میں کچھ دوستوں کو جن کو یہ مناسب سمجھوں گا بلا کر اس پر نظر ثانی کروا لوں گا اور خود بھی اس پر نظر ڈال لوں گا۔‘‘

ہفتم: سب کمیٹی تحریک جدید ووقف جدید نے مجوزہ بجٹ ایک لاکھ ستتر ہزار روپے (۱،۷۷،۰۰۰) کی منظوری کی سفارش کی۔نمائندگان کی اکثریت نے اس کی تائید کی۔

حضور نے فرمایا میں سب کمیٹی اور شوریٰ کی سفارش کو منظور کرتا ہوں۔[70]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا احمدی ہومیو پیتھ ڈاکٹروں سے حقیقت افروز خطاب

۲۷ مارچ ۱۹۶۶ء کو احمدی ہومیو پیتھ ڈاکٹروں کا ایک اہم اجلاس ربوہ میں ہومیو پیتھک طریقِ علاج کو ترقی دینے کے سلسلے میں مُنعقد ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس اجلاس سے افتتاحی خطاب کرتے ہوئے بتلایا کہ ہومیو پیتھی ،ایلوپیتھی یا طبّ یونانی سب کے سب علومِ ظنّی ہیں۔شفا اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔مگر تدبیر کرنے کا حکم اس نے اپنے بندوں کو دیا ہے۔قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ تمام امراض کا علاج جڑی بوٹیوں سے ہوسکتا ہے اور ان جڑی بوٹیوں سے بہترین طریق علاج یہ ہے کہ اُن کی ایک ایسی دوا بنائی جائے۔جو ایلوپیتھی ادویہ کی نسبت ہومیو پیتھی ادویہ سے زیادہ مُناسبت رکھتی ہے اور وہ شہد کی مختلف قسمیں ہیں۔اس طرح ہم ذوقی طور پر یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ قرآن کریم کی رُو سے ہومیو پیتھی طریق ،علاج کے دوسرے طریقوں کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے۔

ہومیو پیتھک علاج کی طرف عالمانہ اور محقّقانہ توجہ کی ضرورت ہے۔کیونکہ یہ بہت سستا علاج ہے۔اس پر خرچ بہت کم آتا ہے۔اس لئے یہ ہمارے مُلک کے لئے بڑا ہی اچھا ہے اور خاص طور پر ہماری جماعت کے لئے تو نہایت ہی مُفید ہے۔کیونکہ جتنی رقم بھی ہم بچاسکیں گے اس کا ایک حصہ بہرحال خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے۔لیکن دعا اور تدبیر دونوں کی ضرورت ہے۔اس علم کا مطالعہ بھی اور مریض کا مطالعہ بھی پوری توجہ کے ساتھ ہونا چاہیئے لیکن اس کے ساتھ ہی نہ تو اپنے آپ کو خدا سمجھنا چاہیئے نہ کسی دوا کو خُدا کا درجہ دینا چاہیئے۔خُدا خُدا ہی ہے اور وہی شافی ہے جب تک آسمان پر شفا کا ارادہ نہ ہو اس وقت تک زمین پر کسی انسان کو شفا حاصل نہیں ہوسکتی۔

حضرت اقدس نے اپنے خطاب میں خاص طور پر تاکید فرمائی کہ ہر ڈاکٹر اور معالج کو دوا کی نسبت دُعا پر زیادہ زور دینا چاہیئے اور اگر دعا کی جائے تو میرے نزدیک اس میدان میں بھی اللہ تعالیٰ کے مُعجزات نظر آتے ہیں۔نیز فرمایا کہ میں تو پہلے ہی بہت کم علاج کرتا ہوں اور اب تو میرے پاس وقت بھی بہت کم ہے۔لیکن میرے محترم بھائی مرزا طاہر احمد صاحب کو ہومیو پیتھی کا بہت شوق ہے وہ اس کے

لئے وقت بھی زیادہ دیتے ہیں اور مریضوں کا علاج بھی زیادہ کرتے ہیں۔اس لئے اس میدان میں معُجزات کی زیادہ مثالیں اُن کے ذہن میں ہی ہوں گی۔میں صرف ایک دومثالیں بیان کرتا ہوں۔

اس موقع پر حضور نے طبّی معجزات کی جو حیرت انگیز مثالیں بیان فرمائیں وہ حضور ہی کے الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال

''میں نے ایک دفعہ ایک معجزانہ نظارہ یہ دیکھا کہ ہمارے کالج کا ہال بن رہا تھا۔ جو مزدور وہاں کام کررہے تھے اُن میں سے ایک مزدور کو جو بیمار تھا،ٹھیکیدار میرے پاس لایا۔اس کا ایک گُھٹنا فٹ بال کے برابر سُوجا ہوا تھا۔ٹھیکیدار نے مجھ سے کہا اس مزدور کو یہ تکلیف ہوگئی ہے۔اس کو کوئی دوا دیں۔میں نے ۱۲ ٹشو ریمیڈیز (12 TISSUE REMEDIES) کی بارہ دوائیوں میں سے دو دوائیں ملا کر چند پُڑیاں بنائیں۔اور اس مزدور کو دیدیں۔چنانچہ وہ دوائی لے کر چلا گیا اور میں اپنے کام میں مشغول ہوگیا۔حتّٰی کہ مجھے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں نے کوئی مریض دیکھا بھی تھا اور اس کو دوا بھی دی تھی۔ٹھیک اڑتالیس گھنٹوں کے بعد میں کالج کے دفتر سے اپنے گھر جا رہا تھا۔میں نے دیکھا کہ وہی مریض سامنے سے آرہا ہے میری نظر اُس پر پڑی۔تو میں نے اُسے پہچان لیا اور بُلا کر دریافت کیا کہ اب تمہارا حال کیسا ہے۔ اس نے کہا مجھے بالکل آرام آگیا ہے۔''

دوسری مثال

''ابھی چند دن ہوئے ایک دوست لائلپور سے مجھے ملنے کے لئے آئے۔ دفتر میں اُنہیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑا اور اس انتظار کے وقفہ میں وہ دو دفعہ بیہوش ہوئے۔جب وہ میرے پاس پہنچے تو اُن کا چہرہ بالکل زرد تھا اور آنکھوں میں وحشت پائی جاتی تھی۔جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کیا ہوا ہے تو انہوں نے بتایا کہ میں بیمار ہوں اور علاج کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ابھی ملاقات کے سلسلہ میں انتظار کے دوران مجھے بیہوشی کا دو دفعہ دورہ پڑا ہے۔ان کی حالت دیکھ کر مجھے

بہت دُکھ ہوا اور میں نے کہا باتیں تو آپ سے میں بعد میں کروں گا۔ پہلے آپ کے لئے دوائی بنا لاؤں۔ میں نے اُن کو ایک ڈوز کریٹ گس کی لا کر دی اور اپنے سامنے کھلائی۔ پھر اُن سے سارا قصہ سُنا ساتھ ہی اُن کی نبض دیکھی تو بڑا لو بلڈ پریشر (Low Blood Presure) تھا۔ میں نے اُنہیں کنکا نڈی کی دواؤں میں سے نمبر۱۳ اور نمبر۲۴ چند پُڑیاں دیں اور کہا انہیں استعمال کر کے دیکھو شاید بیماری میں کوئی فرق پڑ جائے۔ ساتھ ہی میں دُعا کرنے لگ گیا۔ اگلے دن صُبح ہی وہ میرے پاس آئے اور کہا میری یہ حالت تھی کہ قریباً ہر تین گھنٹہ میں مجھے ایک دفعہ دورہ پڑ جاتا تھا۔ لیکن کل سے مجھے کوئی دورہ نہیں پڑا۔ میں نے کہا اچھی بات ہے اب آپ دوشیشیاں لے آئیں میں ان دوشیشیوں میں آپ کو دوا ڈال دوں گا۔ لیکن انہوں نے غفلت کی اور عصر کی نماز تک شیشیاں لے کر نہ آئے۔ اس طرح دوائی کے استعمال میں ناغہ ہو گیا اور عصر کی نماز کے دوران وہ پھر بیہوش ہو گئے۔ انہیں دیکھ کر سارے لوگ پریشان ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو میں نے انہیں پھر وہی دو دوائیں دیں۔ اس کے کچھ دن بعد جب وہ مجھے ملے تو انہوں نے بتایا کہ اس دن سے مجھے دورہ نہیں پڑا۔‘‘

تیسری مثال

’’چند دن ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ایک معجزہ دکھایا ہے۔ ہمارے مقامی اصلاح وارشاد کے ایک مربی ہیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب کاٹھگڑھی۔ انہیں سردرد کا دورہ شروع ہوا اور وہ دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی نظر اور شنوائی پر بھی اثر پڑنے لگا۔ وہ اس درد کی وجہ سے ہر وقت تڑپتے رہتے تھے۔ یہاں فضل عمر ہسپتال لائے گئے تو ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے انہیں دیکھا اور کہا کہ مجھے یہ بڑی خطرناک بیماری معلوم ہوتی ہے۔ انہیں لاہور لے جاؤ۔ میں نے انچارج صاحب مقامی اصلاح وارشاد سے کہا کہ ان کا بہترین علاج ہونا چاہیئے۔ روپیہ کی فِکر نہ کرو۔ چنانچہ وہ انہیں لاہور لے گئے۔ وہاں ایک ملٹری کے ڈاکٹر ہیں ڈاکٹر قاضی۔ وہ بڑے ماہر برین سرجن ہیں۔ اور چوٹی کے ڈاکٹر ہیں۔ اسی طرح ایک اور

مشہور ڈاکٹر ہیں۔ان دونوں ڈاکٹروں نے مولوی صاحب کو دیکھا اور کہنے لگے۔ان کے دماغ میں ٹیومر (رسولی) ہے۔ان کا آپریشن ہونا چاہئے کیونکہ اس ٹیومر کا دماغ پر اثر پڑ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی اُن کی شنوائی اور بینائی اور دوسرے حواس پر بھی اثر ہے۔میں اُن کے علاج میں دلچسپی لے رہا تھا۔میں چند دن کے لئے جابہ گیا ہوا تھا کہ وہاں مولوی احمد خان صاحب نسیم میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ مولوی صاحب کے دماغ کا آپریشن ہو۔میں نے انہیں کہا اُن کا آپریشن ہرگز نہ کرائیں۔کیونکہ جو علامات آپ بتا رہے ہیں۔وہ ٹیومر کی نہیں بلکہ کینسر کی علامات ہیں اور کینسر میں آپریشن بڑا مہلک ہوتا ہے۔ہم آپریشن کروا کر اپنے ہاتھوں انہیں موت کے مُنہ میں دھکیلنے والے ہوں گے۔چنانچہ مولوی احمد خان صاحب نسیم واپس لاہور گئے اور انہوں نے ڈاکٹروں سے کہا کہ ہم نے ان کا آپریشن نہیں کروانا۔اسکے بعد مولوی صاحب کی حالت اور بھی خراب ہوگئی۔ڈاکٹر قاضی صاحب بڑی ہمدردی سے علاج کر رہے تھے۔ایک دن انہوں نے مریض کے سر سے کچھ مادہ لیا۔اور لیبارٹری میں جا کر خود ڈیڑھ گھنٹہ تک ٹیسٹ کیا اور بعد میں آ کر کہنے لگے مریض کے دماغ میں ٹیومر نہیں بلکہ انہیں کینسر ہوگیا ہے۔جواب سارے سر میں پھیل چُکا ہے۔ان کی زندگی بس دو چار دن کی ہے۔آپ چاہیں تو انہیں ہسپتال میں رہنے دیں اور چاہیں تو انہیں گھر لے جائیں تا اُن کے گھر والوں کے درمیان ان کی وفات ہو۔

چند سال کی بات ہے ہمارے ایک احمدی دوست کو ایک بوٹی خواب میں بتائی گئی تھی۔(جسے سچّی بوٹی کہتے ہیں) کہ یہ کینسر کے لئے مفید ہے۔ہم نے وہ بوٹی لاہور بھجوادی۔لیکن مشکل یہ ہوتی ہے کہ جب تک ڈاکٹروں کو مریض کے بچ جانے کی امید ہوتی ہے۔وہ کسی دوائی کو ہسپتال کی حدود میں نہیں آنے دیتے جب وہ اسے لاعلاج سمجھتے ہیں تو پھر وہ لکھ دیتے ہیں کہ جو چاہے اسے دو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔چونکہ مولوی عبدالکریم صاحب بھی لاعلاج سمجھے جا رہے تھے اس لئے جب

ڈاکٹروں سے اس بُوٹی کے دیئے جانے کے متعلق دریافت کیا گیا۔تو انہوں نے اجازت دے دی اور کہا ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔اب نہ تو اس سُچّی بوٹی میں کوئی ذاتی خصوصیت تھی اور نہ ٹیکوں میں کوئی ذاتی خوبی تھی۔صرف اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ دکھانا تھا۔مریض چھ سات دن سے بیہوش چلا آرہا تھا۔ڈاکٹر وین (VEIN) کے ذریعہ خوراک دے رہے تھے۔تا انہیں کچھ طاقت پہنچے۔لیکن چھ سات دن بے ہوش رہنے کے بعد انہوں نے آنکھیں کھول دیں۔اُن کی نظر عود کر آئی اور ان کے کان بھی کام کرنے لگ گئے اور جو ہوش وحواس ایک سمجھدار آدمی کے ہونے چاہئیں وہ عود کر آئے صرف اُن کا جسم کمزور ہے۔جب میں مکرم شیخ بشیر احمد صاحب کے بچے کی شادی پر لاہور گیا تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا میرے امام یہاں لاہور آئے ہوئے ہیں اور میں انہی کی دعاؤں سے تندرست ہوا ہوں۔میں انہیں ملنا چاہتا ہوں اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں انہیں مل آؤں ڈاکٹر صاحب نے کہا بے شک جاؤ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔چنانچہ وہ موٹر پر بیٹھ کر پام ویو palm view آئے اور مجھ سے ملے۔اب کجا یہ خیال تھا کہ شاید ہی وہ دو دن تک زندہ رہیں اور کجا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ماہر ڈاکٹروں کے سارے اندازے غلط ثابت کر دیئے اور ان کو معجزانہ طور پر شفا دے دی۔“ 71

(مولوی صاحب نے اس کے بعد لمبا عرصہ زندہ رہ کر مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۸۲ء کو وفات پائی۔)

مشرقی افریقہ کے احمدیوں کی دینی خدمات کا اعتراف

مشرقی افریقہ میں جس طرح احمدیت خدمت اسلام کا نہایت بابرکت فریضہ سرانجام دے رہی تھی اس کے بارے میں غیر بھی رطب اللسان تھے۔چنانچہ جماعتِ اسلامی کے رہنما چوہدری غلام محمد صاحب نے اس کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر کیا:۔

”قادیانی بہت منظّم ہیں۔کمپالا،نیروبی،دارالسلام،لیڈرا اور کئی چھوٹے چھوٹے مقامات پر ان کے مراکز ہیں۔گذشتہ ۴۰،۵۰ سال سے یہ لوگ کام کر رہے ہیں۔ہر جگہ ایک ایک مسجد اور اس کے ساتھ مرکز ہے اور تقریباً سولہ سترہ ہمہ وقتی مبلغ اس علاقہ میں موجود ہیں......قادیانیوں نے ایک کام یہ کیا ہے کہ مقامی زبانوں یا بالخصوص سواحیلی میں قرآن کریم کے ترجمہ کی اشاعت کی ہے اور اس طرح

بعض دلوں میں اپنے لئے نرم گوشہ بھی پیدا کر لیا ہے۔“ [72]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام دربارہ سال وقفِ جدید

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۴/اپریل ۱۹۶۶ء کو مخلصینِ جماعت کے نام حسب ذیل پیغام دیا۔جس میں تحریک فرمائی کہ وقفِ جدید کے نئے سال میں ایک نئے جوش اور مُخلصانہ عزم کے ساتھ حصّہ لیں۔

سیدنا حضرت المصلح الموعود نے خدائی تحریک کے ماتحت ۲۷ دسمبر ۱۹۵۷ء کو وقفِ جدید کے آغاز کا اعلان فرمایا اور پھر ۳ جنوری کو خطبہ جمعہ میں وقف جدید کی ضرورت اور جماعت کی تربیت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”اگر وہ (یعنی جماعت) ترقی کرنا چاہتی ہے تو اس کو اس قسم کے وقف جاری کرنے پڑیں گے اور چاروں طرف رشد واصلاح کا جال پھیلانا پڑے گا۔یہاں تک کہ پنجاب کا کوئی گوشہ اور کوئی مقام ایسا نہ رہے جہاں رشد واصلاح کی کوئی شاخ نہ ہو۔“ [73]

وقفِ جدید ابھی ۸ سالہ بچہ ہی ہے مگر اس قلیل عرصہ میں بھی بہت بابرکت تحریک ثابت ہوئی ہے وقف جدید کے ماتحت جہاں جہاں بھی کام شروع کیا گیا ہے۔بہت مفید نتائج نکلے ہیں لیکن بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جہاں کام کرنا ابھی باقی ہے جس کے لئے مخلصانہ دعاؤں سے بھرپور جد وجہد کی ضرورت ہے۔

پس اِس اعلان کے ذریعہ مخلصین جماعت سے درخواست ہے کہ وہ سیدنا حضرت المصلح الموعود کی جاری کردہ اس مبارک تحریک پر اِس نئے سال میں جو یکم جنوری سے شروع ہو چکا ہے ایک نئے جوش اور مخلصانہ عزم کے ساتھ لبیک کہیں۔

وقف جدید کے کام کو مغربی اور مشرقی پاکستان دونوں حصوں میں وسعت دینے کی ضرورت ہے جس کے لئے پہلے سے زیادہ آمد چاہئیے اور زیادہ تعداد میں مخلص واقفین چاہئیں۔وقفِ جدید کے چندہ کے متعلق دوست یادرکھیں کہ چھ روپے سالانہ اِس چندہ کی انتہائی حدنہیں ہے۔اس لئے دوست حسب توفیق وقف جدید کی امداد کریں۔جس دوست کو ۱۲ روپے سالانہ دینے کی توفیق ہو وہ ۱۲ روپے سالانہ دے

اور جس دوست کو خدا نے بارہ صدروپے دینے کی توفیق دی ہو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہوئے بارہ صدروپیہ دے۔خاکسار نے اپنے حالات کے مطابق چھ صد روپے کا اپنی طرف سے اور چار صدروپے کا حضرت المصلح الموعود کی طرف سے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

میں اپنے خدا سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ احباب جماعت کو اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا کرے گا اور جماعتی ضرورتوں کے مطابق ہم وقف جدید کے کام میں وسعت پیدا کرسکیں گے۔انشاءاللہ وما توفیقی الا باللہ۔والسلام

مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح)۶۶/۱/۴'' [74]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جنوبی ہند کے احباب جماعت کے نام پیغام

اس سال ۹،۱۰/اپریل ۱۹۶۶ء کو الانلور (نزدکالی کٹ) میں دسویں سالانہ آل کیرالہ احمدیہ کانفرنس کا انعقاد ہوا۔جس میں صوبہ کیرالہ کی مندرجہ ذیل سولہ جماعتوں کے ساڑھے تین سو سے زائد نمائندے شامل ہوئے۔

منارگھاٹ،کرولائی،پتاپریم،چیلہ کرا،ایراپورم،کوڈے تور،پالگھاٹ،کرونا گاپلی،کالیکٹ، کینانور،کوڈالی،پینگاڈی،مرکرہ،منگلور،موگرال،کمبلہ۔

ان جماعتوں کے علاوہ حسب ذیل مقامات سے بھی احمدی احباب تشریف لائے۔

نلامبور،وایئلم،ایراوتا،کُٹی وٹم،پنول،پونانی،ریزوم۔

جلسہ سے مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی،مولوی حکیم محمد دین صاحب (مبلغ انچارج میسور سٹیٹ) مولوی محمد عمر صاحب (سیکرٹری جنوبی ہند احمدیہ تبلیغی مشن) اور مولوی محمد یوسف صاحب نے خطاب فرمایا۔

صوبہ کیرالہ کے اخبار ماترو بومی (۱۱/اپریل ۱۹۶۶ء) اور منورما نے کانفرنس کی مفصّل رپورٹ شائع کی۔[75]

اس اہم کانفرنس کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے حسب ذیل روح پرور پیغام ارسال فرمایا:۔

''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیزم محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کے خط مورخہ ۶۶/۳/۹ سے یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ جنوبی ہند میں مختلف مقامات پر تبلیغی جلسوں کا پروگرام شروع کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ یہ اجتماعات مبارک کرے۔علاقہ کے لوگوں کے دل کھول دے۔انہیں احمدیت کی طرف مائل کر دے۔اس طرح کہ اس علاقہ میں احمدیت سُرعت سے ترقی کرتی چلی جائے۔یہاں تک کہ سارا علاقہ احمدی ہو جائے۔اللّٰھم آمین۔

دوستوں کو میری طرف سے یہ پیغام دیں کہ'' اپنے اندر ایک نیک تغیر اور خدمتِ دین کے لئے دل میں ایک تڑپ پیدا کریں۔''

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔آمین۔

فقط والسلام مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالث)

۶۶۔۳۔۳۰'' 76

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے انعامی چیلنج کے بارہ میں پادریوں کی بے بسی

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۱؍اپریل ۱۹۶۶ء کو سورۂ فاتحہ کے حقائق ومعارف کے مقابلہ کے سلسلہ میں جو انعامی چیلنج دیا تھا۔اُس پر باقی دنیائے عیسائیت تو خاموش رہی البتہ اس سے پاکستان کے پادری صاحبان میں کچھ حرکت پیدا ہوئی۔چنانچہ ایک مسیحی رسالہ نے ایک جوابی مضمون شائع کیا۔دُوسرے گوجرانوالہ سے پادری الیاس صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں ایک خط لکھا۔جس میں مقابلے پر آمادگی کا اظہار کیا گیا۔حضور کی منظوری سے مولانا ابوالعطاء صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد نے پادری صاحب کو بصیغۂ رجسٹری حسب ذیل جوابی مکتوب لکھا:

''بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرم جناب پادری الیاس ایس مل صاحب فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ

السلام علی من اتبع الھدیٰ

آپ نے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پچاس ہزار روپے کا انعامی چیلنج منظور کرنے کا اپنے خط مورخہ ۶۶۔۶۔۱۵ میں ذکر کیا ہے۔آپ نے ماہنامہ الفرقان ماہ مئی ۱۹۶۶ء کا حوالہ دیا ہے جس میں یہ چیلنج زیرِ عنوان ''عیسائی دنیا کے لئے پچاس ہزار روپے کا انعامی چیلنج'' شائع ہوا ہے۔گویا آپ اس خط کے ذریعہ اس بات پر آمادگی ظاہر فرماتے ہیں کہ جو ''حقائق ومعارف سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں'' اسی قسم کے حقائق ومعارف آپ اپنی الہامی کتابوں میں سے پیش کریں گے۔

جناب عالی! دنیا میں یہ طریق ہے کہ جب کسی قوم یا ملک کے نام کوئی چیلنج دیا جاتا ہے اور وہ قوم یا ملک اس چیلنج کو منظور کر لیتے ہیں تو وہ اپنے میں سے موزوں ترین نمائندہ کو منتخب کر کے اسے چیلنج دینے والے شخص کے مقابلہ پر پیش کرتے ہیں۔مثلاً امریکہ کے مشہور ترین باکسر (BOXER) محمد علی کلے کی چیمپئن شپ کا معاملہ ہے، جو ملک یا قوم ان کا مقابلہ کرنا چاہے گی وہ لوگ اپنے بہترین باکسر کو اس کے مقابلہ میں پیش کریں گے۔ایسا نہیں ہوتا کہ اس چیلنج کے قبول کرنے کے لئے کوئی سکول بوائے کھڑا ہو جائے۔

اب یہ چیلنج حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے عیسائی دُنیا کے نام ہے اسلئے ضروری ہوگا کہ آپ عیسائیوں کے جس فرقے سے تعلق رکھتے ہیں کم از کم اس کی مینجنگ باڈی اس چیلنج کی منظوری کا اعلان کرے اور شرائط طے کرے پھر انہیں اختیار ہوگا کہ وہ جسے یا جس جس کو چاہیں مقابلہ کے لئے اپنا نمائندہ مقرر کریں۔ایسی صورت میں یہ مقابلہ مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتا ہے اور اسی سے فیصلہ پر پہنچنے کے لئے طے شدہ شرائط کے مطابق آسان راہ پیدا ہو جائے گی۔

ہمیں بہت خوشی ہے کہ عیسائی صاحبان حضرت امام جماعت احمدیہ کے اس چیلنج کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔غالباً پانچ سو روپے کی بجائے پچاس ہزار ہو جانے کی وجہ سے یہ توجہ پیدا ہو رہی ہے۔یاد رہے کہ اصل مقصد اس چیلنج کا یہ ہے کہ بائیبل کے مقابلہ پر قرآن کریم کا مرتبہ اور شرف ظاہر ہو اور لوگوں پر واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام قرآن مجید ان اعلیٰ خوبیوں اور حقائق ومعارف پر مشتمل ہے جن کا مقابلہ عیسائی صاحبان بائیبل سے ہرگز نہیں کر سکتے۔اِس اعلیٰ روحانی مقصد کے لئے یہ چیلنج دیا گیا ہے اور اگر عیسائی دنیا اس چیلنج کو منظور کر کے اور شرائط کا تصفیہ کر کے میدان میں آجائے تو ہمارے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی خوشی نہیں۔آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ رقم کسی بنک میں جمع کروادی

جائے۔سو آپ مطمئن رہیں کہ صحیح طریق پر عیسائی صاحبان کے سامنے آنے کے ساتھ ہی رقم معیّن طور پر مقررہ بنک میں جمع کروادی جائیگی۔

آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر متعدد مسیحی اِس چیلنج کو منظور کرنے والے ہوں اور اُنہوں نے کوئی چٹھی لکھی ہو تو اُسے بھی ظاہر فرمایا جائے ''تا کہ بعد وصولی انعام ہم دو چار مسیحیوں کا آپس میں جھگڑا پیدا نہ ہو''۔آپ مجھ سے اتفاق فرمائیں گے کہ آپ کی اِس ''مشکل'' کا حل بھی مندرجہ بالا سطور میں آچکا ہے۔کیونکہ جب عیسائی دنیا کی طرف سے نمائندہ مقرر ہوجائے گا تو دو چار مسیحیوں کا آپس میں جھگڑا پیدا ہونے کا سوال باقی نہ رہے گا۔ہاں نمائندہ کو اختیار ہوگا کہ جو رقم اُسے ملے وہ جتنے پادریوں میں چاہے تقسیم کرسکتا ہے۔

جناب پادری صاحب! یہ معاملہ نہایت سنجیدگی سے طے کیا جانے والا ہے اور اس بارے میں جملہ خط وکتابت نہایت ہی سنجیدگی سے ہونی چاہیئے۔

نوٹ:۔اگر آپ نے اپنی چٹھی کے شائع کرانے کا کوئی انتظام کیا ہو تو مناسب ہوگا کہ اُس چٹھی کے ساتھ ہی اُس کا یہ جواب بھی شائع ہو جائے۔

خاکسار ابوالعطاء جالندھری
نائب ناظر اصلاح وارشاد
۲۳ جون ۱۹۶۶ء'' 77

پادری الیاس صاحب صرف ذاتی شُہرت کے لئے میدان میں آئے تھے۔اس لئے خود ان کے فرقہ نے بھی انہیں کوئی اہمیت نہ دی اور نہ نمائندہ مقرر کرنے کی حامی بھری۔اُن کا چیلنج بھی محض ایک طفلانہ بیان تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا چیلنج تو یہ تھا کہ جو مطالب ومعانی سورۃ فاتحہ میں پائے جاتے ہیں وہ کوئی عیسائی اپنی تمام الہامی کُتب سے نکال کر دکھا دے مگر پادری صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ ''حمد'' کا لفظ بائبل کی فلاں کتاب کے فلاں باب کی فلاں آیت میں پایا جاتا ہے۔ ''ربّ'' کا لفظ بائبل کی فلاں کتاب اور فلاں باب اور فلاں آیت میں موجود ہے اور ''تمام جہان'' کا فقرہ فلاں آیت میں لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔اور کہا کہ پیسے نکالو کیونکہ ہم نے چیلنج منظور کرکے اس کا جواب دے دیا ہے۔حالانکہ حضور کی طرف سے مطالب اور مضامین سورۃ فاتحہ میں مقابلہ کا چیلنج تھا۔ اس میں درج شُدہ الفاظ دکھلانے کا چیلنج نہیں تھا۔الفاظ تو عربی لُغات میں موجود ہیں۔پھر پادری

صاحب نے سورۂ فاتحہ کے الفاظ اصلی بائبل کی بجائے بائبل کے اُردو ترجمے سے پیش کئے۔ جو اور بھی مضحکہ خیز بات تھی۔ کیونکہ عیسائی دنیا کو بھی مسلّم ہے کہ بائبل کا ترجمہ پہلے انگریزی میں ہوا اور پھر اُردو میں۔ اور جب اُردو میں ترجمہ ہوا تو بہت سے مسلمان عیسائی ہو چکے تھے اور وہ قرآنِ کریم کی زبان اور اُس کے محاوروں سے متاثر تھے۔ اس لئے ترجمہ میں اُنہوں نے اُنہی قرآنی الفاظ کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ اس نقل کے بعد پادری صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن کا یہ لفظ بائبل میں یعنی بائبل کے اُردو ترجمے میں پایا جاتا ہے۔ مغالطہ آفرینی کی بدترین مثال تھا۔

تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تدوین واشاعت

کوئی پادری صاحب تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے انعامی چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ البتّہ اس سے یہ عظیم الشان فائدہ ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ جہاں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۂ فاتحہ یا اُس کی کسی آیت کی پُر معارف تفسیر فرمائی ہے۔ وہ یکجا کر لی جائے۔ 78

اس خیال کے آتے ہی حضور نے فیصلہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام بیان فرمودہ تفسیر حضور کی کتب، ملفوظات و مکتوبات سے جمع کر کے ترتیب وار شائع کر دی جائے چنانچہ مولوی سلطان احمد صاحب فاضل پیرکوٹی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُردو، عربی اور فارسی تصانیف اور ملفوظات کا انتہائی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مطالعہ کر کے حضور کے تمام رُوح پَرور قرآنی معارف اور تفسیری نکات جمع کئے اور قرآنی خزائن کا یہ مسودہ انہوں نے جنوری ۱۹۶۸ء میں حضور کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔

حضور نے اس کی تدوین و ترتیب، عربی و فارسی عبارات کے اُردو ترجمہ اور طباعت و اشاعت کا کام مولوی ابوالمنیر صاحب نور الحق فاضل مینجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنّفین کے سپُرد فرمایا۔ آپ نے پہلی جلد سے آخری جلد تک انتہائی ذوق و شوق، لگن اور محنت و جانکاہی کے ساتھ یہ کام سرانجام دیا۔ آپ کے ساتھ جناب مولوی محمد صدیق صاحب ایم۔اے انچارج خلافت لائبریری، ملک مبارک احمد صاحب پروفیسر عربی ادب جامعہ احمدیہ ربوہ، چوہدری رشید الدین صاحب فاضل اور مولوی سلطان احمد صاحب شاہد نے معاونت فرمائی۔

اِن مراحل کے طے ہونے کے بعد جون ۱۹۶۹ء میں اس سلسلہ کی پہلی جلد جو تفسیر سورۂ فاتحہ کے نکات و معارف پر مشتمل تھی اور تین سو اکاسی صفحات پر محیط تھی، منظرِ عام پر آئی اور آخری اور آٹھویں جلد صد سالہ جشنِ تشکّر کے موقع پر ۱۹۸۹ء میں چھپی۔[79]

اس طرح خدا تعالیٰ نے نہ صرف پادریوں پر بلکہ دُنیا بھر کے تمام مذاہب پر ہمیشہ کے لئے اتمام حجت کر دی اور قرآنی حقائق و معارف کا بے نظیر اور لازوال خزانہ قیامت تک محفوظ ہو گیا۔

مرکزی تبلیغی منصوبہ بندی کمیٹی کا قیام اور اس کی سفارشات

۱۹۶۶ء کے اوائل میں صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے مرکزی نظام میں انقلابی رُوح پیدا کرنے کے لئے ایک منصوبہ بندی کمیٹی قائم کی۔ جس نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں حسب ذیل سفارشات کیں:۔

۱۔ مقاصد اور فرائض جس میں خصوصاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مصلح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے متعلقہ ارشادات کو مدنظر رکھا جائے۔

۲۔ اس امر کا تنقیدی جائزہ کہ اب تک اس شعبہ کو کس حد تک کامیابی ہوئی اور مشکلات اور مجبوریوں کی تفصیلی نشان دہی۔

۳۔ اس جائزہ کو مدنظر رکھ کر آئندہ کام کا منصوبہ جو گذشتہ کامیابیوں کو تیز تر کرے۔ خامیوں کو دور کرنے اور مشکلات پر حتی المقدور قابو پانے کے لئے مؤثر ذرائع تجویز کرے۔

۴۔ اس منصوبہ میں اگر کوئی ایک پہلو موجودہ بجٹ سے زیادہ مالی وسائل کا تقاضا کرے تو اس پہلو کا تفصیلی تخمینہ خرچ اور آمد کے ذرائع بھی ساتھ ہی تجویز کئے جائیں۔

۵۔ مندرجہ بالا کے پیش نظر سال زیرنظر کے مطمح نظر کی تعیین ہو مثلاً افسر خزانہ اس رنگ میں تعین کر سکتے ہیں کہ فلاں فلاں ذریعے سے اتنے روپے کی موجودہ امانت کو بڑھا کر اتنے روپے تک پہنچایا جائے گا یا نفع مند سرمایہ کاری کے فلاں فلاں ذرائع اختیار کرنے کے نتیجہ میں نفع کی شرح کو اتنے فی صد بڑھانے کی کوشش کی جائے گی وغیرہ وغیرہ یہ محض مثالاً لکھا جا رہا ہے۔ ورنہ ہر شعبہ اپنے بجٹ حالات اور وسائل کے پیش نظر اپنا مطمح نظر مقرر کرے لیکن یہ بہر حال ضروری ہو کہ حتی المقدور اسے اعداد و شمار میں معین کیا جائے۔

۶۔ منصوبہ اس رنگ میں بنایا جائے کہ کچھ اس کے بنیادی نقوش ہوں جو مستقل پروگرام پر مشتمل ہوں اور کچھ ایسے امور ہوں جو سال زیر نظر کیلئے مخصوص ہوں بہتر ہوگا کہ آئندہ پانچ سالہ مستقبل پر نظر رکھ کر منصوبہ تیار ہو۔

۷۔ آئندہ منصوبوں میں گذشتہ منصوبے کی کامیابی کا جائزہ بھی شامل ہو اور اگر خدانخواستہ منصوبہ سو فیصدی پورا نہیں ہو سکا تو اس کی وجوہات کی چھان بین ہو۔

تبلیغی منصوبہ بندی میں قابل توجہ امور

ا۔ منصوبہ بندی کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ تمام متعلقہ کوائف کا زیادہ سے زیادہ علم ہو مثال کے طور پر ذیل میں چند قابل توجہ امور درج کئے جاتے ہیں۔

اوّل: اب تک علاقہ وار احمدیت کے پھیلاؤ کا جائزہ اور قبول احمدیت کے لحاظ سے باہمی موازنہ۔

دوم: مذہب اور فرقہ وار پھیلاؤ اور موازنہ۔

سوم: طبقہ وار پھیلاؤ اور موازنہ مثلاً بڑے بڑے تاجروں، وکلاء، علماء اور سیاستدانوں میں سے سالانہ کتنے احمدی ہو رہے ہیں۔

چہارم: ملک کے اہم ترین موثر طبقات کا تفصیلی جائزہ اور ان میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مطمح نظر مقرر کرنا۔ مثلاً یہ کہ اس سال ہم اتنے مشہور علماء اتنے تجار اتنے بڑے زمیندار وغیرہ وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نصرت کے ساتھ احمدی بنانے کا عزم کرتے ہیں۔

پنجم: جو امور احمدیت کے پھیلاؤ کے مخالف کام کر رہے ہیں اور جو امور احمدیت کے پھیلاؤ کے حق میں کام کر رہے ہیں ان کا تجزیہ اور ایسے ذرائع تجویز کرنا کہ اول الذکر بے اثر ہو جائے اور موخر الذکر کو تقویت حاصل ہو۔

۲۔ ہر بالغ عاقل احمدی کو اس بات کیلئے تیار کرنے کیلئے کہ وہ سالانہ کم از کم ایک احمدی بنانے کا وعدہ ہی نہ کرے بلکہ عملاً اس میں کامیاب جدوجہد شروع کر دے باقاعدہ سکیم تیار کی جائے اور محض نصیحت اور وعدہ ہی پر اس معاملہ کو نہ چھوڑا جائے بہترین طریق غالباً یہ ہوگا کہ مالی رجسٹروں کی طرح جماعتی بجٹ بنائے جائیں اور وصولیات اور بقایا جات کا باقاعدہ حساب رکھا جائے صرف یہی نہیں بلکہ عام معیار کو پیش نظر رکھ کر عوامی تربیت کے

لیے بنیادی دلائل پر مشتمل مختصر رسالہ شائع کر کے تمام وعدہ کنندگان میں تقسیم کیا جائے جس میں دلائل کے علاوہ حکمت اور موعظہ حسنہ کے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہو لٹریچر کی اشاعت چار عنوانات کے تحت ہو۔

اول:۔ پیغام عام

اس کے تحت لکھو کھا اشتہار چھاپ کر فرداً فرداً اور ڈاک کے ذریعہ تقسیم کرنے کے بارہ میں سکیم تیار ہو اور حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث کی ایک کروڑ دو ورقہ پمفلٹس شائع کرنے کے ارشاد کو اس میں ملحوظ رکھا جائے۔

دوم:۔ بنیادی لٹریچر

اس کے تحت تبلیغی رسالہ جات کا ایک ایسا سلسلہ تجویز کیا جائے جو کم از کم خرچ پر ایک معقول عرصہ میں کسی کو احمدیت سے اچھی طرح روشناس کرا دے لیکن اس امر کی ضمانت ضروری ہو کہ جس شخص کو سلسلہ کی ایک کڑی پہنچے دوسری کڑیاں بھی ترتیب وار ضرور پہنچتی رہیں۔

سوئم:۔ خصوصی لٹریچر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ کے دیگر بزرگان کی اہم کتب عام تقسیم نہ کی جائیں بلکہ دلچسپی لینے والوں اور مطالبہ کرنے والوں کو دی جائیں البتہ مختلف زبانوں میں ترجمہ کروا کر محفوظ رکھی جائیں اور ان میں بھی تقدیم اور تاخیر کے لحاظ سے ترتیب مقرر ہو۔

چہارم:۔ اعتراضات کے جوابات

مختلف اعتراضات کے جوابات کی طباعت الگ الگ دو ورقہ، چھ ورقہ اور عندالضرورت چھوٹے چھوٹے رسائل کی صورت میں کی جائے لیکن ان کی اشاعت نہ کی جائے بلکہ بالترتیب کتب خانے میں پڑی رہیں۔ جس شخص کی طرف سے جو اعتراض موصول ہو صرف اسے اس اعتراض کا جواب دیا جائے یا پھر اگر کسی علاقہ کے متعلق معلوم ہو کہ وہاں کوئی خاص اعتراض پھیلایا جا رہا ہے تو اس علاقہ میں بے شک وہ جواب شائع کر دیا جائے۔

۳۔ مطمح نظر چونکہ بہت وسیع ہے اس لئے سکیم اس اقتضاء کو مدنظر رکھ کر بنائی جائے کہ جلد از جلد

زیر نظر ملک کے ہر طبقہ اور ہر علاقہ پر پیغام احمدیت کے لحاظ سے حجت تمام ہو جائے۔

اسی طرح نظارت اصلاح وارشاد نے بھی تبلیغی اور تربیتی سفارشات مرتب کی تھیں جن کا جائزہ لے کر معین سفارشات پیش کی گئیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ لائبریریوں میں سلسلے کے اخبارات اور کتب بھجوانے کا جو مطمح نظر مقرر کیا گیا ہے سخت ناکافی اور قلیل ہے۔ نظارت اس مطمح نظر کو اس امر کے ملحوظ رکھتے ہوئے معین کرے کہ آئندہ پانچ دس سال کے اندر ملک کی ہر لائبریری اور ریڈنگ روم میں سلسلہ کا لٹریچر اور اخبارات پہنچ رہے ہوں۔

ب: ہر مربی اپنے اپنے دائرہ عمل میں اپنے سالانہ پروگرام کا منصوبہ نظارت کے منصوبے کی روشنی میں تیار کرے اور بیعتوں کے لحاظ سے اپنا مطمح نظر معین کر لے۔

ج: مربیوں کی تعداد کو جلد از جلد ضرورت کے مطابق بڑھانے کے متعلق بھی نظارت غور کرے اور مطمح نظر کی تعیین کے بعد اگر ضرورت ہو تو فوری طور پر نئے واقفین کو جامعہ میں داخل کروانے کیلئے جدوجہد شروع کر دے تا کہ آئندہ بڑھتی ہوئی ضرورت پوری ہو سکے۔ یہ امر قابل فکر ہے کہ امسال صرف تین نئے مربی نظارت کو ملیں گے۔

تربیتی منصوبہ سے متعلق راہنمائی

ا۔ علاقہ وار یہ تربیتی جائزہ کہ کتنے فی صد احمدی دوست

ا: نماز ناظرہ اور باترجمہ جانتے ہیں۔

ب: قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ جانتے ہیں۔

ج: نماز باجماعت کی اہلیت رکھتے ہیں۔

د: نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔

ر: تلاوت قرآن کریم کے عادی ہیں۔

س: بنیادی فقہی مسائل سے واقفیت رکھتے ہیں۔

ش: بنیادی عقائد سے واقفیت رکھتے ہیں۔

اسی جائزہ کو بنیاد بناتے ہوئے تربیتی سکیم تیار کی جائے۔

۲۔ طبقہ وار اور علاقہ وار مذہبی اور اخلاقی برائیوں اور معاشرے کے رجحانات کی چھان بین۔

۳۔ بالخصوص انسدادرشوت اور پردہ کے استحکام کے سلسلہ میں ایسی سکیم کی تیاری جوکم ازکم روپےاوروقت کےخرچ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچاسکے۔

اس سکیم کی تیاری میں موجودہ کیفیت کوجس حد تک ممکن ہواعدادوشمار میں ڈھال کرپیش نظر رکھاجائے اور جہاں تک ممکن ہومطمح نظر بھی اعدادوشمار کی صورت میں متعین ہو۔

۴۔ غیراحمدی معاشرہ کی اس انتظار کے بغیر کہ وہ احمدی ہوتے ہیں تربیت شروع کردی جائے۔

۵۔ کوشش کی جائے کہ تمام شہری اور قصباتی جماعت میں سنڈے اسکولز (Sunday Schools) کی طرز کے ہفتہ وار دینی اسباق دینے کے لئے مدارس جاری کئے جائیں جو سب آنریری ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اِن سفارشات کی منظوری دیتے ہوئے ارشادفرمایا کہ منصوبہ بندی کمیٹی کی سفارشات کے مطابق منصوبہ بنایا جائے۔اِس پر صدر،صدرانجمن احمدیہ نے ۱۸/اپریل ۱۹۶۶ءکوفیصلہ کیا:

''۱۔ ارشادحضور بغرضِ تعمیل ریکارڈ کیا جاتا ہے۔تمام نظارتیں ان اصولی ارشادات کو مدنظر رکھ کراپنے پُرانے منصوبے کی نظر ثانی کرلیں۔

۲۔ صدر صاحب کے ذریعے حضور کا یہ ارشاد بھی ملا ہے کہ یہ کام ۶۶/۴/۲۰ تک ختم ہوجانا چاہیئے۔آج مورخہ ۶۶/۴/۱۸ ہے۔حضور سے درخواست کی جاتی ہے کہ اگر حضور پسند فرمائیں تواس کام کی تکمیل کے لئے ایک ہفتہ کی مہلت عنایت فرماویں۔

۳۔ تمام نظارتیں نظر ثانی کے بعداپنی رپورٹیں ناظر صاحب اعلیٰ کوبھجوائیں جوان کو یک جا کرکے حضور کی خدمت میں پیش کردیں۔''

چنانچہ نظارتوں نے اس کی پوری پوری تعمیل کی بھرپورکوشش کی۔

تاریخ احمدیت جلد ششم پر ہفت روزہ انصاف کا تبصرہ

راولپنڈی کے ہفت روزہ ''انصاف'' نے اپنی ۲۱/اپریل ۱۹۶۶ءکی اشاعت میں تاریخِ احمدیت جلد ششم پرتبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ یہ کتاب مسلمانانِ غیرمنقسم ہنداور پھراسلامیانِ جموں وکشمیر کی تحریک آزادی کا بہترین مرقّع ہے۔اس تبصرے کا متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔

’’مرزا صاحب نے آڑے وقت میں مسلمانوں کی صحیح راہنمائی فرمائی۔کتاب تاریخ احمدیت جلد ششم کشمیر کی تحریک آزادی کا بہترین مرقع ہے۔ جماعت احمدیہ کے تیسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد جو پچھلے سال وفات پا گئے مذہبی رہنما ہونے کے علاوہ عظیم سیاست دان بھی تھے۔ چنانچہ چوہدری غلام عباس خان سابق صدر جموں وکشمیر مسلم کانفرنس نے اپنی خودنوشتہ سوانح حیات کے ایک باب میں لکھا تھا کہ میں نے مذہب مولانا ابوالکلام آزاد سے سیکھا جن سے میرا سیاسی اختلاف ہے اور میں نے سیاست مرزا بشیر الدین محمود احمد سے سیکھی جن سے میرا مذہبی اختلاف ہے۔تاریخ احمدیت جلد ششم کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب اس جماعت کی مذہبی سرگرمیوں کی تفصیل ہوگی لیکن اس کے اوراق الٹنے سے پتہ لگتا ہے کہ یہ مسلمانانِ غیر منقسم ہند اور پھر اسلامیانِ جموں وکشمیر کی تحریک آزادی کا بہترین مرقع ہے۔مرزا صاحب نے آڑے وقت میں جب کہ بہت سے مسلمان لیڈروں کی آنکھیں کانگرس کے خوشنما بہروپ سے چکا چوند ہوتی تھیں مسلمانانِ ہند کی صحیح رہنمائی اور ترجمانی کی۔اور ان کو ہندوؤں کی نیت اور عزائم سے بروقت آگاہ کیا۔اس کے بعد آپ نے تحریک آزادی کشمیر کی ۱۹۳۱ء سے قبل ہی داغ بیل ڈال دی۔اس کتاب کا مطالعہ سیاسیاتِ کشمیر کے ہر طالب علم کے لیے انتہائی ضروری ہے۔اس کے مطالعہ سے بہت ہی دلچسپ اور اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔مثال کے طور پر ۱۹۳۵ء میں جب چوہدری عباس کو مسلم کانفرنس کا صدر بنایا گیا اور ان کا فقید المثال دریائی جلوس نکالا گیا تو مجلس استقبالیہ کے صدر خواجہ غلام نبی گلکار حال انور تھے اور رضا کاروں کی وردیاں قادیان سے بن کر آئی تھیں۔۱۹۳۲ء میں شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے گڑھی حبیب اللہ حال پاکستان نے مرزا صاحب موصوف سے ملاقات کرنی تھی تو شیخ صاحب کو یار لوگوں نے کار میں لٹا کر اور اوپر کپڑے ڈال کر ریاست کی حدود سے باہر سمگل کیا۔کتاب میں علامہ اقبال مرحوم، شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ، سردار گوہر رحمان، عبدالمجید قریشی اور چوہدری غلام عباس وغیرہ زعماء کے بعض تاریخی اور علمی اہمیت کے خطوط بھی شامل ہیں۔بعض تاریخی فوٹوگراف بھی دیے گئے ہیں۔غرضیکہ یہ کتاب کشمیر کی تحریک آزادی سے متعلق معلومات کا ایک بیش بہا خزینہ ہے اور ان معلومات کے بغیر کشمیر کی سیاسی تاریخ کا کوئی بھی طالب علم اپنے علم کو مکمل نہیں قرار دے سکتا۔قیام پاکستان کے فوراً بعد آزاد کشمیر حکومت کی ابتدائی تشکیل میں بھی مرزا صاحب کا ہاتھ تھا۔ جس کی تصدیق پروفیسر محمد اسحاق قریشی کے ایک بیان سے ہوتی ہے جو اس کتاب میں چھپا ہے۔ قریشی صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے چوہدری حمید اللہ خان مرحوم سابق صدر مسلم کانفرنس کی معیت میں معاملات کشمیر کے بارے میں ۱۹۴۷ء میں مرحوم لیاقت علی خان سے ملاقاتیں کیں تو انہوں نے

ہمیں مرزا صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا۔فرقان بٹالین جس نے ۴۸۔۱۹۴۷ءکی جنگِ آزادی میں جو نمایاں کارنامے سرانجام دئے ان کا بھی ذکر ہے اوراس کی توصیف میں اس وقت کے پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی کا ایک توصیفی خط بھی شائع ہوا ہے۔“ 80

تحریک جدید کے دفترِ سوم کا اجراء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے تحریک جدید جیسی عظیم الشان آسمانی تحریک کو مستحکم اور وسیع تر کرنے کے لیے اس سال یہ انقلابی قدم اٹھایا کہ حضور نے ۲۲؍اپریل ۱۹۶۶ءکو چندہ تحریک جدید کے دفترِ سوم کو جاری فرمایا۔ نیز اس غرض سے کہ دفترِ سوم حضرت مصلح موعود کی خلافت کی طرف منسوب ہو، یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس کا اجراء یکم نومبر ۱۹۶۵ء سے شمار کیا جائے گا۔ نیز حکم دیا کہ دوران سال نومبر کے بعد جو نئے دوست تحریک جدید کے دفتر دوم میں شامل ہوئے ہوں ان سب کو دفترِ سوم میں منتقل کر دیا جائے اور تمام جماعتیں ایک باقاعدہ مہم کے ذریعہ نوجوانوں، نئے احمدیوں اور نئے کمانے والوں کو دفتر سوم میں شمولیت کے لیے تیار کریں اور تحریک جدید فوراً اس طرف توجہ دے اور اس دفتر کو منظّم کرنے کی کوشش کرے۔ 81

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وقف جدید کے متعلق پیغام

الفضل ۲۳؍اپریل ۱۹۶۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا وقف جدید سے متعلق حسبِ ذیل پیغام شائع ہوا:۔

> ”میں اس اعلان کے ذریعہ احبابِ جماعت کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی کی خواہش کے احترام میں اس سال وقف جدید کے وعدے کم ازکم چھ لاکھ تک پہنچا دیں۔ جماعت کے اخلاص اور دین کی خاطر قربانی کے جذبہ کو دیکھتے ہوئے یہ امر مشکل نہیں ہے۔ پس ہر دوست جو وقف جدید کی تحریک میں حصہ لے رہا ہو۔اپنا چندہ وقف جدید اس سال حتی الوسع دوگنا کر دے اور جو دوست اس تحریک میں ابھی شامل نہیں ہیں وہ اس سال اس تحریک میں شمولیت کی سعادت ضرور حاصل کریں تا وقف جدید کا بجٹ اس سال چھ لاکھ تک پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ جملہ احباب کے اخلاص واموال اور جذبہ ءقربانی میں برکت دے اور انہیں اس تحریک میں بیش از پیش حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث'' 82

شاہ فیصل کو برقی پیغام اور اس کا جواب

اس سال فرمانروائے سعودی عرب جلالۃ الملک شاہ فیصل بن عبدالعزیز سرکاری دورہ پر پاکستان تشریف لائے۔ یہ دورہ جو پاک عرب دوستی کو مستحکم سے مستحکم تر بنانے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا ۱۸/اپریل سے ۲۴/اپریل ۱۹۶۶ء تک جاری رہا۔اس دوران آپ کراچی، راولپنڈی، لاہور اور پشاور تشریف لے گئے۔ ہر جگہ آپ کا والہانہ استقبال ہوا۔جلالۃ الملک شاہ فیصل ابھی اپنے دورہ کے سلسلے میں پاکستان میں ہی تھے کہ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری مدیر ''الفرقان'' نے اسلامی ہجری سال کے پہلے دن یعنی یکم محرم ۱۳۸۶ھ (۲۳/اپریل ۱۹۶۶ء) کو آپ کی خدمت میں یہ برقی پیغام بھیجا:۔

کل عامٍ و انتم بخیر (ترجمہ: آپ کے لئے یہ سارا سال خیروبرکت کا سال ہو۔)

اس کے جواب میں جلالۃ الملک نے پاکستان سے روانگی سے پیشتر حسبِ ذیل تار مولانا صاحب موصوف کے نام ارسال فرمایا:۔

(ترجمہ) کراچی ۲۴/اپریل

آپ نے جن پاکیزہ جذبات اور اسلامی روح کا مظاہرہ کیا ہے اس پر ہم آپ کے شکرگزار ہیں۔فیصل۔83

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے سفرِ ڈنمارک کے لیے اجتماعی دعا

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ ڈنمارک کی پہلی مسجد نصرت جہاں کی بنیاد84 رکھنے کے لیے ۲۵/اپریل ۱۹۶۶ء کو بعد نماز عصر ربوہ سے روانہ ہوئے اس موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے قصرِ خلافت میں اجتماعی دعا کرائی اور اس سے قبل حسب ذیل مختصر خطاب فرمایا:۔

''آج مرزا مبارک احمد صاحب کوپن ہیگن (ڈنمارک) میں مسجد کی بنیاد رکھنے اور بعض دیگر ضروری کاموں کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔

مسجد بنانے میں بہت سی روکیں تھیں جن میں سے بہت سی دور ہو چکی ہیں۔

امید ہے کہ دوسری بھی دور ہو چکی ہوں گی۔لیکن ابھی تک ان تمام روکوں کے دور ہونے کی اطلاع مجھے نہیں ملی۔ پھر یہ بھی یقینی نہیں کہ مسجد پہلی جگہ پر تعمیر ہو یا کسی دوسری جگہ پر۔پس ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد کا تعمیر ہونا بہتر ہو وہیں تعمیر ہو۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ اب وہاں کے پادریوں نے خفیہ طور پر مسجد کی تعمیر کی مخالفت شروع کر دی ہے اور سنت اللہ یہ ہے کہ جہاں مخالفت ہو وہاں ترقی بھی ہوتی ہے اس لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ وہاں اسلام اور احمدیت کو ترقی بخشے۔

پھر بیرونی ممالک میں بھی اور پاکستان میں بھی احمدیت کی تعلیم سننے کا رجحان دن بدن بڑھ رہا ہے۔ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو غیر ممالک میں بھی ترقی اور نمایاں کامیابی عطا فرمائے اور پاکستان میں بھی اور ہمیں توفیق دے کہ ہم یہ تعلیم انہیں سنا سکیں اور ان لوگوں کو توفیق دے کہ وہ اسے سن سکیں۔‘‘

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لمبی دعا کروائی اور صاحبزادہ صاحب موصوف روانہ ہو گئے۔[85]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام جماعت گلاسگو (انگلستان) کے نام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۷ر اپریل ۱۹۶۶ء کو گلاسگو (انگلستان) کے ایک احمدی دوست کی درخواست پر وہاں کی احمدی جماعت کے نام حسب ذیل پیغام دیا:۔

’’محترم بہنوں،عزیز بچو اور پیارے بھائیو!

اللہ تعالیٰ رزاق ہے اور اس کی صفتِ رزاق کے جلوے ہمیں دنیا کے ہر حصے میں نظر آتے ہیں۔اگر وہ چاہتا تو آپ سب کے لیے اپنے ملک میں ہی رزق کے سامان پیدا کر دیتا لیکن اس کی مشیت اور منشاء کے مطابق آپ نے اپنی دنیا کمانے کے لیے انگلستان کو اور پھر انگلستان میں سے اس آپ کے شہر کو پسند کیا اور اللہ تعالیٰ نے وہاں آپ کی روزی کے سامان پیدا کر دئے جہاں تثلیث کا گڑھ ہے۔

پس یہ قابل غور بات ہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے احمدیوں کو وہاں اکٹھا کر دیا۔

اگر ہم یہ سوچیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدائے واحد و یگانہ آپ سے یہ چاہتا ہے کہ آپ تثلیث کے اس گڑھ میں اس کی توحید کو قائم کرنے والے ہوں اور اس کی عظمت، جلال اور کبریائی کے نعرے لگانے والے ہوں۔

یوں تو اللہ اکبر وہاں آپ لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے نہیں کہہ سکتے لیکن جس جس آدمی کو آپ ملیں اس کو تو آپ اپنی زبان سے اور اپنے عمل سے بھی اس طرف متوجہ کر سکتے ہیں کہ حقیقتاً ہمارا رب بڑی عظمت والا اور بڑے جلال والا ہے۔

اگر آپ خدا تعالیٰ کی توحید کو اس ملک میں قائم کرنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی آپ کو اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے گا اور آخرت میں اور آپ کے اموال اور نفوس میں بہت برکت ڈالے گا۔

خدا کرے کہ آپ الٰہی برکات کو جذب کرنے والے بنیں۔ آمین۔'' 86

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سفر نخلہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث یکم مئی ۱۹۶۶ء کو پانچ ایام کے لئے نخلہ تشریف لے گئے۔ اس دوران حضور نے محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ 87

وقف عارضی کا پہلا وفد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ہدایت پر وقف عارضی کا پہلا وفد یکم مئی ۱۹۶۶ء کو تخت ہزارہ (ضلع سرگودھا) میں بھجوایا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۸ مارچ ۱۹۶۶ء کے خطبہ جمعہ میں وقف عارضی کی بابرکت تحریک کا اعلان فرمایا تھا۔ حضور نے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کو تحریک کا انچارج مقرر فرمایا۔ اس تحریک کے تحت وقف عارضی کا پہلا وفد جو تشکیل پایا وہ دو افراد پر مشتمل تھا۔

۱۔ مکرم محمد ابراہیم ایم اے (دفتر انصار اللہ مرکزیہ)

۲۔ مکرم قریشی فضل حق صاحب دکان دار گولبازار ربوہ

حضور کے ارشاد کی تعمیل میں اس پہلے وفد کا عرصہ وقف یکم مئی ۱۹۶۶ء تا پندرہ مئی ۱۹۶۶ء پندرہ

دن کا تھا۔مولانا ابوالعطاء صاحب نے یکم مئی کو اس وفد کی ملاقات حضور سے کروائی۔حضور نے وفد کو جو ہدایات ارشاد فرمائیں ان کا خلاصہ یہ تھا کہ تم نے ضلع سرگودھا کی ایک بڑی جماعت تخت ہزارہ میں جانا ہے یہ جماعت زمیندارہ ہے اور ان دنوں گندم کی کٹائی اور گہائی کا موسم ہے۔زمیندار ان دنوں فارغ نہیں ہونگے اس لئے یہ امید نہیں رکھنی کہ لوگ تمہارے پاس آئیں بلکہ تم نے لوگوں کے پاس ان کے کھیتوں میں اور کھلیانوں میں جانا ہے۔مکرم ابراہیم صاحب کو اشارہ کر کے حضور نے فرمایا کہ تم زمیندارہ خاندان سے تعلق رکھتے ہو اس لئے تم ان دنوں زمینداروں کی مصروفیت کو خوب سمجھتے ہو۔تربیت اور دعوت الی اللہ کا کام ان لوگوں کے کام کا حرج کئے بغیر سرانجام دینا ہے۔زمیندار جس وقت گندم کاٹتے کاٹتے ذرا ستانے اور حُقہ کے لئے درختوں کے نیچے بیٹھتے ہیں اس وقت سے فائدہ اٹھانا ہے۔تخت ہزارہ کی جماعت تربیت کی بڑی محتاج ہے اس لئے تمہیں خاصی محنت سے کام کرنا ہوگا۔صبح اور عشاء کی باجماعت نماز میں حاضری کے لئے خاص جدوجہد کرنا ہوگی۔مولانا ابوالعطاء صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ان میں سے کسی کو امیر مقرر فرمادیں تو حضور نے مکرم محمد ابراہیم صاحب کو امیر مقرر فرمایا کہ اس وفد کا امیر ابراہیم ہوگا۔

پھر حضور نے دعاؤں کے ساتھ اس وفد کو رخصت فرمایا۔

وفد یکم مئی کو ربوہ سے روانہ ہو کر اسی دن تخت ہزارہ پہنچا۔دوستوں نے اڈہ پر استقبال کیا۔جماعت نے اصرار کیا کہ کھانا جماعت کی طرف سے قبول کیا جائے۔وفد نے بتایا کہ ہمیں حکم یہ ہے کہ اپنے خرچ پر کھانے کا انتظام کیا جائے مگر جماعت جماعتی مہمان نوازی پر اصرار کر رہی تھی۔آخر انہوں نے کہا کہ ہم ابھی حضور کی خدمت میں آدمی بھجوا کر اس کی اجازت حاصل کر لیتے ہیں۔آخر ان کا اصرار دیکھ کر وفد نے ان کی مہمانی قبول کر لی کیونکہ مولانا ابوالعطاء صاحب نے جہاں وفد کو اپنے کھانے کی ہدایت کی تھی وہاں یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر جماعت نے زیادہ اصرار کیا تو ان کی مہمانی قبول کر لی جائے۔

ان پندرہ دن کی کارکردگی مکرم محمد ابراہیم صاحب نے اپنی ڈائری میں درج کی ہے جو نہایت ایمان افروز اور تربیتی لحاظ سے مفید ہے اس کا ایک حصہ احباب جماعت کے لئے زیب قرطاس ہے۔

ہر دو احباب نے حسب ہدایت وقف عارضی اپنے خرچ پر کی تھی۔وفد نے پہلے تین دن کی رپورٹ حضور انور کی خدمت میں بھجوادی تھی پھر اس کے بعد مکرم محمد ابراہیم صاحب اپنی ڈائری میں تحریر کرتے ہیں کہ:

۳ مئی ۱۹۶۶ء کو انصار اللہ کی مجلس عاملہ کی تشکیل کروائی، حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے خط تحریر کیا، نماز فجر، ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد درس، گھروں میں جا کر دوستوں کو نماز میں آنے کے لئے تحریک کی گئی، سیکرٹری صاحب تحریک جدید کے گھر جا کر چندہ وصول کرنے کی تحریک کی گئی۔

۴ مئی ۱۹۶۶ء۔ صبح آٹھ بجے سے لیکر ایک بجے تک چاہات مہر چندوالا اور ڈوڈیاں والا کا دورہ کیا گیا۔ اکیلے اکیلے افراد کو بھی ملے ان سب کو درس قرآن مجید، نماز کی ادائیگی اور سچا احمدی بننے کی تلقین کی گئی۔ ۱۲ دوستوں کو ملے۔ اطفال کو توجہ، صلّ علیٰ نبینا صلی علیٰ محمد ﷺ کا دور شروع کروایا گیا۔ تعلیم القرآن کی فہرستیں تیار کروائی گئیں۔ انصار سے خطاب کیا گیا ذمہ داریوں کی طرف توجہ، چندہ کی وصولی کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ جماعت کے نام ماہنامہ انصار اللہ، الفرقان، خالد جاری ہوئے۔ عارضی وقف کی تحریک کی گئی بفضلہٖ تعالیٰ شیخ عنایت اللہ صاحب نے پندرہ دن کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔ مرکز کے ساتھ گہری وابستگی اور خلیفہ وقت کے ساتھ ذاتی رابطہ پیدا کرنے کی تحریک کی گئی۔ وقتاً فوقتاً حضور کو دعا کے لیے خط لکھنے کی تحریک کی گئی۔

۵ مئی ۱۹۶۶ء۔ آج صبح آٹھ بجے موضع نصیر پور گئے وہاں احمدی دوستوں کو ملے ان کو اپنی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی گئی۔ راستہ میں ایک کنویں پر قریشی فضل حق صاحب نے ایک خاص انداز میں پیغام حق پہنچایا جس کا ان پر بے حد اثر ہوا۔ ان کو اڑھائی گھنٹے تبلیغ کی گئی۔ ان میں سے ایک نے تسلیم کیا کہ احمدیت واقعی ہی سچی ہے۔ مغرب کی نماز چاہ مادو والے ادا کی گئی اور درس دیا گیا۔ قرآن مجید پڑھنے کی تاکید کی گئی۔ عشاء کی نماز کے بعد چوہدری حضور احمد صاحب سابق ممبر یونین کونسل کو ملے اور نماز کے لیے تحریک کی گئی۔

۶ مئی ۱۹۶۶ء۔ گاؤں میں محکمہ زراعت کے فیلڈ اسسٹنٹ اور گاؤں کے نمبر دار کو چار گھنٹے تک پیغام حق پہنچایا گیا۔ ایک احمدی کو جس نے خلافت ثالثہ کی بیعت نہیں کی تھی ان کو سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ قرآن کریم پڑھنے کے لیے تین فہرستیں مرتب کروائی گئیں اور مرکز کو بھجوائی گئیں۔

۷ مئی ۱۹۶۶ء۔ آج خدا تعالیٰ نے موضع میانہ ہزارہ میں تبلیغ کے لیے جانے کی توفیق دی۔ گاؤں میں ہمارے وفد نے تین جگہوں پر تبلیغ کی۔ پہلے میاں محمد نذیر صاحب چیئرمین یونین کونسل کو انکے ڈیرہ میں دس بارہ آدمیوں کی موجودگی میں۔ چیئرمین اور دو ایک دوستوں کو لٹریچر دیا گیا۔ دوسری جگہ مولوی ابوالاسد نور حسین صاحب امام الصلوٰۃ میانہ کو، تیسری جگہ میاں برخوردار صاحب کو ان کی دکان پر آٹھ

دس آدمیوں کی موجودگی میں پیغام حق پہنچایا گیا اور لٹریچر بھی دیا گیا۔واپسی پر راستہ میں دو زمیندار گندم کی گہائی کر رہے تھے ان کا گاہ ایک احمدی دوست نے ہانکا اور ان دونوں کو پندرہ بیس منٹ کے لیے پیغام حق پہنچایا گیا۔آج قرآن کریم باترجمہ کی کلاس شروع ہوئی۔

۸مئی ۱۹۶۶ء۔ پانچ چاہات کا دورہ کیا گیا احمدی دوستوں کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی گئی۔آج ۸مئی تک کی رپورٹ حضور انور کی خدمت میں بھجوائی گئی۔

۹مئی ۱۹۶۶ء۔آج صبح ۷:۳۰ بجے روانہ ہو کر ایک احمدیوں کے کنویں پر گئے ان کو نماز کی طرف توجہ دلائی پھر ایک راہی کو جو ملتان سے آیا تھا اور جلال پور کو جا رہا تھا پیغام حق پہنچانے کی کوشش کی گئی مگر اس نے سننے سے انکار کر دیا ہم اس کے ہمراہ ہو گئے مگر اس نے کہا یا آگے ہو جاؤ یا پیچھے میں تمہاری بات نہیں سنوں گا۔پھر ہم دریا پر گئے وہاں کچھ سیر کی واپسی پر ملاحوں کو تبلیغ کی گئی ان میں سے ایک نے وعدہ کیا کہ وہ واپس آ کر بات کرے گا۔پھر جنگل میں ہمیں دو لوگ بنام جمعہ و نور محمد معہ ایک لوکل دوست صالح محمد کے ساتھ بیٹھے مل گئے ان کو پیغام حق پہنچایا گیا ان پر خدا کے فضل سے بڑا اچھا اثر رہا۔برج میں آٹھ نو لوگوں کو ان کے گھر جا کر تبلیغ کی گئی ان کی عورتوں نے بھی اس آواز کو سنا۔ سوا بارہ بجے واپس گھر پہنچے۔مغرب کی نماز کے بعد گاؤں میں احمدی دوستوں کے گھروں میں جا کر نماز باجماعت کی تاکید کی گئی۔

۱۰مئی ۱۹۶۶ء۔آج ساڑھے آٹھ بجے باہر روانہ ہوئے دو چاہات پر احمدی دوستوں کو ان کے فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی۔خدا کے فضل سے پانچ مختلف جگہوں پر غیر از جماعت لوگوں کو پیغام حق پہنچایا گیا۔راستہ میں ایک کسان ہل چلا رہا تھا شیخ عنایت اللہ صاحب نے اس کا ہل چلانا شروع کر دیا اور ہم نے اس کو پیغام حق پہنچا دیا۔ایک مجلس میں شیعہ حضرات کو ہدایت کی طرف پکارا گیا۔خدا کے فضل سے سب پر بہت اچھا اثر رہا ایک بجے گھر واپس پہنچ گئے۔الحمدللہ

احباب کے گھروں میں جانے کا پروگرام تھا مگر بارش کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔

۱۱مئی ۱۹۶۶ء۔ ہم صبح آٹھ بجے دو تین دوستوں کے ہمراہ تبلیغ کے لیے روانہ ہوئے یہاں کے ایک بہت بارسوخ آدمی مسمّٰی رحمٰن وسیر کو تلاش کیا گیا اس کے ڈیرہ پر گئے کئی آدمی وہاں جمع ہو گئے۔ قریشی صاحب نے نہایت عمدہ پیرائے میں پیغام پہنچایا جس کا ان پر بے حد اثر ہوا۔ان کا نواسہ پہلے احمدی ہو چکا ہے اور یہ ان کے سخت مخالف تھے الحمدللہ کہ ان کی سختیاں اور تیزیاں ختم ہو گئی ہیں بلکہ

انہوں نے دو دفعہ اقرار بھی کیا کہ میں بھی احمدی ہی ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ ان کو احمدی ہونے کی توفیق دے دے تو اس کے سارے خاندان کے احمدی ہو جانے کی امید ہے۔ ساڑھے بارہ بجے واپس آئے۔ آج بھی موسم کی خرابی کی وجہ سے دوستوں کے گھروں میں نہ جا سکے۔

۱۲مئی ۱۹۶۶ء۔ آج صبح کی نماز کے بعد شیخ محمد رفیق صاحب کے گھر گئے وہاں محکمہ زراعت کے چھ ملازم موجود تھے ان کو وفات مسیح اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں دلائل دیئے گئے ڈیڑھ گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی خدا کے فضل سے انہوں نے اچھا اثر لیا۔

ناشتہ کے بعد صبح آٹھ بجے باہر روانہ ہوئے پہلے دو احمدیوں کے کنوؤں پر گئے ان کو نماز باجماعت کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی۔ بعد ازاں موضع نصیر پور پہنچے۔ معلم وقف جدید مکرم مولوی عبدالقیوم صاحب بھی ساتھ تھے وہاں ساڑھے بارہ بجے تک غیر احمدیوں کو پیغام حق پہنچایا گیا ظہر کی نماز وہاں ادا کی گئی نصیر پور کے ایک دوست جو زمیندار ہیں اور رانجھا قوم سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان کو کل جمعہ کے روز تخت ہزارہ آنے کے لیے کہا گیا نصیر پور سے واپسی پر احمدیوں کے تین کنوؤں پر گئے ان کو یاددہانی کروائی گئی۔ الحمدللہ

۱۳مئی ۱۹۶۶ء۔ آج جمعہ تھا اس لیے باہر نہیں جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سابقہ کوششوں کا نتیجہ اچھا نکل رہا ہے گزشتہ جمعہ میں حاضری ۳۵/۳۰ تھی لیکن اس دفعہ بفضلہٖ ۸۰ تعداد صرف مردوں کی تھی ۳۰/۲۵ رامید ہے عورتیں بھی ہوں گی۔ عبدالرحیم صاحب ساقی امیر جماعت اور سابق ممبر یونین کونسل کے درمیان سابقہ تنازعات تھے دونوں کی باتیں سنی گئیں اور دونوں کو سمجھایا گیا الحمدللہ دونوں نے باہم صلح کر لی ہے اور دونوں نے بغلگیر ہو کر ایک دوسرے کو تعاون کا یقین دلایا انشاء اللہ ان دونوں کی صلح سے جماعت کی ترقی پر خوشگوار اثر پڑے گا کیونکہ دونوں دوست اپنے اپنے دائرہ میں بارسوخ ہیں۔

۱۴مئی ۱۹۶۶ء۔ آج صبح سات بجے شیخ عنایت اللہ صاحب کو ساتھ لیکر ہم میاں عبدالسمیع نون ایڈووکیٹ سرگودھا کے گاؤں ہلال پور گئے۔ وہاں احمدی دوستوں سے ملاقات کی گئی اور غیر احمدیوں کو تبلیغ کی گئی۔ راستہ میں ایک کنواں پر تبلیغ کی گئی۔ پھر موضع نصیر پور گئے وہاں ایک دوست کو ملنا تھا مگر ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ پانچ میل کا سفر کر کے ہم واپس پونے ایک بجے تخت ہزارہ پہنچ گئے۔ ایک بجے ماسٹر عنایت اللہ صاحب کے گھر کھانا پر مدعو تھے مکرم ماسٹر صاحب نے کھانا پر سکول کے ہیڈ ماسٹر

اور محکمہ زراعت کے انسپکٹر اور دوسرے کارکن محکمہ زراعت کوئی نودس کی تعداد میں بلائے ہوئے تھے مکرم قریشی فضل حق صاحب نے کھانے کے بعد احمدیت کے عقائد بیان کئے اور پھر ایک نہایت پرسکون ماحول میں پونے چار بجے تک مذہبی گفتگو کا موقعہ ملا۔انہوں نے کافی سوالات کئے جن کا خدا کے فضل سے تسلی بخش جواب دیا گیا۔

۱۵مئی ۱۹۶۶ء۔آج صبح کی نماز میں حاضری کافی تھی آج ہماری واپسی کا پروگرام تھا۔جماعت کے سارے دوستوں نے اپنی دلی دعاؤں کے ساتھ ہم کو رخصت کیا۔ہم دس بجے صبح ربوہ پہنچے۔سب سے پہلے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی رپورٹ دی۔تخت ہزارہ کے دوستوں کے لیے دعا کی درخواست کی۔اس کے بعد گھر پہنچے۔

ڈنمارک کی سب سے پہلی مسجد کا سنگ بنیاد

مورخہ ۶مئی ۱۹۶۶ء بروز جمعۃ المبارک ڈنمارک میں تعمیر ہونے والی سب سے پہلی مسجد کا سنگ بنیاد اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے درمیان محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ ووکیل التبشیر تحریک جدید نے رکھا۔

اس تقریب میں ڈنمارک کے نومسلم احمدی احباب کے علاوہ ڈنمارک کے بعض سربرآوردہ حضرات،متعدد اسلامی ملکوں کے سفارتی نمائندوں مثلاً ڈنمارک میں ایران کے سفیر،کوپن ہیگن کے وائس میئر، پاکستان،ترکی،انڈونیشیا اور متعدد دیگر ممالک کے سفراء کے نمائندوں اور مختلف ممالک کے مسلمانوں اور علی الخصوص بین الاقوامی عدالت کے جج محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور پاکستان کے وزیر قانون جناب ایس۔ایم ظفر صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔اس کے علاوہ عالمی پریس، ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے نمائندے بھی کثیر تعداد میں تشریف لائے ہوئے تھے۔

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ لنڈن اور ہیگ کی عالیشان مساجد کی طرح ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں تعمیر ہونے والی یہ پہلی مسجد بھی جماعت احمدیہ کی ایثار پیشہ خواتین نے خالصۃً اپنے چندوں سے بنانے کا عزم کیا ہے۔مسجد پر خرچ ہونے والی تین لاکھ روپے کی رقم کا معتد بہ حصہ انہوں نے حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی خصوصی توجہ اور کوشش کے نتیجہ میں بحمد اللہ پہلے ہی فراہم کر دیا تھا۔

اس مسجد کو یہ امتیازی خصوصیت بھی حاصل ہے کہ احمدی خواتین نے اسے سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی کے نہایت مقدس و بابرکت عہد خلافت پر ۱۹۶۴ء میں پچاس سال پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اظہار تشکر کے طور پر یادگار کے رنگ میں تعمیر کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ دوسری امتیازی خصوصیت اس مسجد کو یہ حاصل ہے کہ اس کی تعمیر کا منصوبہ خود سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے عہد خلافت میں بنایا تھا اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی درخواست پر احمدی خواتین کو از راہ شفقت یہ اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ وہ اپنے فراہم کردہ چندوں سے اسے تعمیر کریں۔ پھر مسجد کی تعمیر کا آغاز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی راہنمائی اور ہدایات کے بموجب آپ کے عہد خلافت میں ہوا۔ اس طرح یہ خلافت ثانیہ اور خلافت ثالثہ کے دونوں مبارک دوروں کی طرف منسوب ہوتے ہوئے خلافت ثالثہ کے نئے مبارک دور میں یورپ میں تعمیر ہونے والی پہلی مسجد ہے۔ 88

نامساعد ملکی حالات کے باوجود مالی قربانی

ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بہت سی احمدی جماعتیں جو ضلع سیالکوٹ اور لاہور وغیرہ میں تھیں بُری طرح متاثر ہوئیں اور اپنا سارا مال و متاع چھوڑ کر انہیں اپنے علاقہ سے ہجرت کرنا پڑی۔ جنگ کا خطرناک اثر بہت سے احمدی تاجروں پر بھی پڑا اور ان کی آمدنی کم ہوگئی اور اسی نسبت سے جماعت کے چندوں میں بھی کمی آگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس تشویش ناک صورت حال کو دیکھ کر ایک طرف احباب جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا اور دوسری طرف اپنے مولا کے حضور متضرعانہ دعائیں کیں۔ جو عرش پر قبول ہوئیں اور احمدی جماعتوں نے نہ صرف اپنے بجٹ کو پورا کیا بلکہ بجٹ سے بھی ۶۷ ہزار روپے زائد اپنے رب کی خوشنودی کے لیے پیش کر دئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۶ مئی ۱۹۶۶ء کے خطبہ جمعہ میں قبولیت دعا کے اس نشان پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

> ''مبلغ ۶۷،۱۹۷ (سڑسٹھ ہزار) روپیہ بجٹ سے زیادہ آمد ہوئی اور امید ہے کہ ۶۰ یا ۷۰ ہزار روپیہ کی رقم جو اسی سال میں محسوب ہے جلد ہی وصول ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح ۶۶۔۶۵ء کے بجٹ کی نسبت قریباً ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ کی آمدنی زائد ہوگی۔ جب ہم ۶۶۔۶۵ء کی آمد کا ۶۵۔۶۴ء کی آمد سے مقابلہ

کرتے ہیں تو پوزیشن یہ بنتی ہے۔۶۶۔۶۵ء کی آمد ۷۷،۴۷،۹۱،۲۵ روپیہ اور ۶۵۔۶۴ء کی آمد ۳۳۳،۶۴،۲۴ روپیہ ہوئی۔اس طرح ۶۵۔۶۴ء کی آمد کی نسبت اس سال اس وقت تک کی آمد مبلغ ۱۴۴،۲۷،ا روپیہ زیادہ ہوئی ہے اور اگر متوقع آمد ۶۰،۰۰۰ کو اس میں شامل کرلیا جائے تو ۶۶۔۶۵ء کی آمد قریباً ایک لاکھ نوے ہزار روپیہ زیادہ ہوتی ہے۔اگر ہم ۶۶۔۶۵ء کی آمد کا ۶۵۔۶۴ء کے بجٹ سے مقابلہ کریں تو یہ زیادتی قریباً اڑھائی لاکھ روپیہ (۲،۴۶،۱۴۷) بنتی ہے۔جب یہ اعداد و شمار میرے سامنے آئے تو میرا دل خدا کی حمد سے بھر گیا۔اور میرے تمام احساسات اور جذبات کو اس نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔میرے پاس وہ الفاظ نہیں اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ میں سے کسی کے پاس وہ الفاظ ہونگے جن سے ہم کما حقہ اپنے ربّ کا شکریہ ادا کرسکیں۔

میں نے یہ بھی سوچا کہ مجھے آپ کے مقابلہ میں کوئی بزرگی یا برتری حاصل نہیں۔لیکن جس ربّ عظیم نے اس خاکسار نابکار کو خلافت کی کرسی پر بٹھایا ہے اسی قادر وتوانا نے آپ کے دلوں میں میرے لئے محبت پیدا کی۔میری زبان آپ کے دلوں پر اثر کرتی ہے اور آپ میری آواز کو سن کر اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے مجنونانہ طور پر اپنے دینی کاموں میں لگ جاتے ہیں۔جیسا کہ باہر سے آنیوالی بہت سی رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جب آپ کا خطبہ یہاں پہنچا تو تمام عہدیدار مجنونانہ طور پر اپنے کام میں لگ گئے اور کوشش کی کہ بجٹ کے پورا ہونے میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

اسی طرح بعض افراد نے جن کے ذمہّ بڑی بڑی رقوم واجب الادا تھیں تنگی برداشت کر کے وہ رقوم ادا کر دیں۔اس طرح انہوں نے جماعت سے تعاون کیا اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کی۔“[89]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی مبلغین کو اہم نصائح

مکرم ڈاکٹر لال دین صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کمپالہ (یوگنڈا) ربوہ تشریف لائے

ہوئے تھے انہوں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد پر مورخہ ۸ مئی ۱۹۶۶ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک ربوہ میں مشرقی افریقہ میں دعوت اسلام کے حالات سنائے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کی تقریر کے بعد حضور نے بھی بصیرت افروز خطاب فرمایا جس میں آپ نے احمدی نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کرنے کی طرف توجہ دلائی۔فرمایا جو مبلغ بھی افریقہ جائیں وہ علاقہ کی مقامی زبان سیکھنے کی طرف فوری توجہ دیں اور جلد اس میں ملکہ اور کمال حاصل کریں۔ نیز فرمایا ہمارے مبلغین زیادہ تر شہروں میں قیام کرتے ہیں۔ انہیں شہروں میں قیام کرنے کی بجائے افریقہ کے قبائل میں زندگی بسر کرنی چاہیے۔انہیں خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر تکلیف برداشت کرتے ہوئے شہروں کی بجائے دیہات میں رہنا چاہیے۔

فرمایا احمدیت اور اسلام کو جس طرح کے ہنگامی حالات کا سامنا ہے اس کے پیش نظر جہاں ہمیں لمبی تربیت کے بعد باقاعدہ مربی تیار کرتے رہنا چاہیے وہاں ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ شارٹ کورس کی بنیاد پر چھ ماہ،سال یا ڈیڑھ سال تک پڑھے لکھے آدمی کو ایسے رنگ میں تربیت دیں کہ وہ ایک حد تک تبلیغی کام کو صحیح طور پر انجام دے سکے۔

آپ نے فرمایا کہ یہ بات نوٹ کر لینی چاہیے کہ ہمارے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔اگر ہو جائے تو اس اختلاف کو تحمل سے برداشت کرنا چاہیے۔اگر اختلاف ذرہ بھر بھی بڑھ جائے تو اسلام کے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔[90]

علّامہ نیاز فتح پوری کی وفات اور احمدیہ پریس

اردو زبان کے بلند پایہ ادیب ونقّاد اور مشہور نثر نگار علّامہ نیاز فتح پوری مدیر اعلیٰ رسالہ ''نگار'' جنہوں نے عمر کے آخری حصّے میں احمدیت کی تائید میں زبردست مضامین لکھ کر تہلکہ مچا دیا اور پھر ساری زندگی جماعت کے ساتھ مخلصانہ تعلقات رکھے۔۲۴ مئی ۱۹۶۶ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔[91]

اس المناک سانحہ نے تمام علمی و ادبی حلقوں کو سوگوار کر دیا۔احمدیہ پریس نے ان کی شخصیّت کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین ادا کیا۔

چنانچہ اخبار الفضل (۲۶ مئی ۱۹۶۶ء) نے ''علامہ نیاز فتح پوری مرحوم'' کے زیر عنوان لکھا:۔

''اردو کے مشہور ادیب علّامہ نیاز فتح پوری ۲۴ مئی کی صبح کو کراچی میں انتقال کر گئے انّا للّٰہ

و انـا الیــه راجعون ۔آپ کی عمر ۸۱ برس تھی۔مرحوم طویل عرصہ سے سرطان کے مرض میں مبتلا تھے۔ گزشتہ چند ہفتوں سے آپ کی حالت خراب ہوگئی تھی۔

آپ کا پورا نام نیاز محمد خان تھا۔فتح پور (یوپی) میں ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔والد کا نام محمد امیر خان تھا۔جو فارسی کے مشہور شاعر اور نثر (نگار) تھے۔امام بخش صہبائی کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔انہوں نے فارسی کی متداول اور سیاست کے علاوہ نیاز مرحوم کو دوسرے اساتذہ ہندو عجم کا کلام نظم ونثر بھی پڑھایا۔اسی درس تعلیم نے نیاز صاحب میں ادبی نکھار پیدا کیا۔مکتب کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو انگریزی پڑھنے کا شوق چرایا۔ایک روایت ہے کہ ایف اے تک انگریزی پڑھی۔ان کے جاننے والوں کا کہنا ہے کہ وہ سکول وکالج کے چکر میں نہ پڑے تھے۔انگریزی خود پڑھی۔ذہانت و درّاکی کا یہ عالم تھا کہ بہت جلد اس زبان پر عبور حاصل کرلیا اور انگریزی ادبیات سے استفادہ کرنے لگے۔انگریزی کی طرح ترکی بھی انہوں نے خود پڑھی اور دوتین مہینوں میں اتنی استعداد پیدا کر لی کہ مشہور ترک ادیب نامن کمال کے فن سے اسی کی زبان میں لطف اندوز ہونے لگے۔ایک پرشکوہ ادبی کارنامہ ’’گیتان جلی‘‘ کا ترجمہ ہے۔یہ ترجمہ شائع ہوا تو ملک کے ادبی حلقوں نے پہلی مرتبہ محسوس کیا کہ مطلع ادب پر ایک درخشندہ ستارہ طلوع ہوا ہے۔نیاز مرحوم نے انشائے لطیف اور ادبِ عالیہ میں گراں قدر اضافے کئے،ان کے قلم سے بے شمار ادب پارے افسانے،تنقیدی مضامین اور مستقل تصانیف نکلیں۔ان کی تحریریں زورقلم اور نزاکت خیال کا مرقع ہیں آپ کی معرکۃ الآراء کتاب ’’شہاب کی سرگزشت‘‘ ہے جو ادبی شاہکار تسلیم کی جاتی ہے۔

نیاز مرحوم نے کچھ عرصہ ریاست بھوپال میں ملازمت بھی کی۔پولیس کے دفتر میں ہیڈ کلرکی کرتے رہے۔ریاست کے چیف سیکرٹری نواب حمید اللہ خان نے ڈاکٹر بجنوری مرحوم کی تحریک پر نیاز صاحب کے لیے ادبی خدمات کا وظیفہ مقرر کردیا اور یوں نیاز صاحب کو دفتری جھنجھٹ سے نجات مل گئی۔یہ ۱۹۱۹ء کا واقعہ ہے۔نیاز صاحب کے دوستوں نے اصرار کیا کہ وہ نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ (والئ بھوپال) کی سالگرہ کے موقعہ پر کوئی تصنیف پیش کریں۔سالگرہ میں دو مہینے تھے۔انہوں نے حامی بھر لی اور دو ماہ میں نہ صرف کتاب گہوارہ تمدن تصنیف کی بلکہ طبع کرا کے سالگرہ کے دن پیش کردی۔۱۹۲۳ء میں انہوں نے اپنا مشہور ادبی رسالہ ’’نگار‘‘ جاری کیا۔جب تک نیاز صاحب بھارت میں رہے۔یہ رسالہ لکھنؤ سے باقاعدگی سے نکلتا رہا۔جب وہ پاکستان منتقل ہوآئے تو کراچی سے نگار کا

اجراء ہوا۔’’نگار‘‘نیاز فتح پوری کی تخلیقات اور نظریات ہی کی اشاعت کا وسیلہ نہ تھا۔ادب اردو کی خدمت میں بھی اس نے اہم کردار ادا کیا۔

نیاز مرحوم نے نقد و نظر کا ایک نیا اسلوب اختیار کیا تھا۔وہ اپنا اصولِ تنقید یہ بتاتے تھے کہ ناقد کا کام ہے کہ ہر تصنیف کو منصفانہ نگاہ سے دیکھے اور اس کے محاسن و معائب پر انصاف سے قلم اٹھائے اور سوائے اظہار حقیقت کے کوئی اور غرض اس کے پیش نظر نہ ہو۔

مرحوم جماعت احمدیہ کی عظیم الشان اسلامی خدمات کے دل سے معترف تھے۔چنانچہ آپ نے بارہا نگار میں جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات پر اسے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور حق گوئی کی ایک بہت اچھی مثال قائم کر دکھائی۔‘‘[92]

اخبار بدر قادیان کے نائب ایڈیٹر چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی نے درج ذیل نوٹ سپرد قلم کیا:

’’سحر نگار علاّمہ نیاز فتح پوری کی وفات‘‘

آخر پنجۂ اجل نے اس نابغہ روزگار کو دبوچ لیا۔جو متواتر نصف صدی سے زائد عرصہ تک برصغیر پاک و ہند کے اُفقِ ادب پر چھایا رہا۔وہ عجیب وغریب اور حیرت انگیز انسان علم و ادب کے میدان میں شہرت کی بلندیوں تک پہنچا۔

’’نگار‘‘کے صفحات میں علامہ نیاز کے قلم سحر نگار نے وہ گلہائے رنگ کھلائے ہیں کہ عقل محو حیرت ہو جاتی ہے۔کہ ایک اکیلا شخص علم و ادب کے ہر میدان میں کس طرح عمر بھر سرپٹ دوڑتا رہا۔یوں کہ تعاقب کرنے والے تھک تھک کر واپس ہو جاتے رہے۔

ہندوستان بھر کے علماء کے بالمقابل وہ تن تنہا متواتر پچاس سال تک اپنے قلم کی تلوار لئے کھڑا رہا۔اور ھل من مبارز کا نعرہ لگاتا رہا۔وہ ایک نرالے حسن بیان کے ساتھ ایک انوکھے اسلوب تحریر کے ساتھ ایک حیرت انگیز طریق تخاطب کے ساتھ’’نگار‘‘کے صفحات پر چھپتا رہا۔اس کی تحریر کی سج دھج میں وہ کشش تھی کہ علم دوست طبقہ اس کی طرف کھنچا چلا آیا۔اس کے قلم میں وہ مقناطیسیت تھی کہ ادب نواز حلقے اسے اردو ادب کا امام ماننے پر مجبور ہو گئے۔پھر دل پر ہاتھ رکھ کر کہیئے! کیا یہ حقیقت نہیں کہ نیاز کو کافر و ملحد کہنے والے بھی ہر ماہ’’نگار‘‘کی راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے!

یوں تو غائبانہ طور پر میں علاّمہ نیاز سے ایک لمبے عرصہ سے متعارف تھا ان کی ادبی رفعت و قابلیت کا معترف و معتقد تھا۔لیکن مرحوم سے ذاتی تعارف کی ابتداء ستمبر ۱۹۵۹ء میں ہوئی۔جب میں حضرت

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ کے ارشاد کی تعمیل میں لکھنؤ میں ان سے ملا۔ مرحوم نے وسط ۱۹۵۹ء میں اپنے مؤقر رسالہ ''نگار'' میں احمدیت کے حق میں ایک زوردار نوٹ لکھا تھا اور اسی سلسلہ میں مجھے ان سے گفتگو بھی کرنا تھی اور سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر بھی پہنچانا تھا۔

سلسلہ احمدیہ کا حق وصداقت پر مبنی لٹریچر پڑھنے کے بعد علاّمہ نیاز کے خیالات اتنے زیادہ متاثر ہوئے تھے کہ انہوں نے ''نگار'' کی متعدد اشاعتوں میں احمدیت کے حق میں نہایت مدلل اور زوردار نوٹ لکھے جس کے لئے مرحوم کو بے شمار اعتراضات کی بوچھاڑ کا مقابلہ بھی کرنا پڑا۔ مگر نیاز جیسا ناقابل شکست انسان بھلا ان اعتراضات کی کیا حقیقت سمجھتا تھا۔ جواب در جواب کا سلسلہ جاری رہا اور نیاز اپنے پُرشوکت قلم سے احمدیت کے حق میں وہ کچھ لکھ گیا جو آج تک کسی غیر احمدی عالم نے نہیں لکھا تھا۔ گو کہ احمدیت کی حقیقت اور فعالیت کا اعتراف دل سے تو بے شمار علماء کو ہے مگر اعتراف کے اظہار کے لیے جس جرأت رندانہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے وہ تو صرف نیاز ہی کا حصّہ تھا۔

صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور خاکسار راقم کیساتھ علاّمہ نیاز کی باقاعدہ خط وکتابت آخر تک جاری رہی اور ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی شہرہ آفاق تصنیف تفسیر کبیر کے مطالعہ کے بعد تو علاّمہ نیاز کے اندر اتنا تغیر واقع ہوا تھا کہ انہوں نے صاحبزادہ صاحب موصوف کے نام اپنے خطوط میں نہایت نیازمندانہ طور پر اس کا اظہار کیا اور اس تصنیف کو دنیا کا عظیم ترین علمی کارنامہ قرار دیتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ اس تفسیر کے مطالعہ کے بعد تو میرے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ کاش میری زندگی آج سے شروع ہوئی ہوتی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ علاّمہ کی خط وکتابت کا ایک حصہ جسے خاکسار نے مرتب کیا تھا نظارت دعوۃ وتبلیغ کی طرف سے ۱۹۵۹ء میں سائیکلوسٹائل مشین پر چھاپ کر بعض جماعتوں کو بھجوایا بھی گیا تھا۔ لیکن کچھ حصّہ ایسا بھی ہے جو ابھی منظر عام پر نہیں لایا جا سکا۔

جولائی ۱۹۶۰ء میں علامہ نیاز صاحبزادہ صاحب موصوف کی دعوت پر قادیان بھی تشریف لائے تھے اور صدر انجمن احمدیہ کے ادارہ جات اور تنظیم کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے تھے اور جب انہوں نے تعلیم الاسلام کالج اور سکولوں اور جامعہ احمدیہ کی عمارات دیکھیں اور ربوہ کے تعلیمی اداروں اور ممالک بیرون کے مشنوں کے حالات سنے تو انہوں نے فرمایا کہ ایک چھوٹی سی جماعت کا ستّر سال کی قلیل عمر میں اتنا بڑا کام کرنا واقعی محیر العقول ہے۔ اور خدائی تائید کے بغیر یہ کارنامہ انجام نہیں دیا جا سکتا۔ مرحوم

ان تعلیمی انتظامات سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ ان کے دو فرزندوں کو جماعت احمدیہ کے زیرنگرانی تعلیم دلائی جائے۔مگر افسوس کہ بعد میں حالات نے انہیں لکھنؤ سے کراچی چلے جانے پر مجبور کردیا اوراس تجویز پر عمل نہ ہوسکا۔

۱۹۴۷ء کے پُرآشوب زمانہ میں قادیان کے اندر درویشوں کے قیام سے بھی وہ بہت متاثر تھے وہ جب قادیان تشریف لائے تو میں ان کے استقبال کے لیے امرتسر گیا ہوا تھا۔امرتسر سے ٹیکسی میں ہم قادیان آرہے تھے کہ علامہ نے یہ سوال کیا کہ تقسیم ملک کے وقت جبکہ واہگہ سے انبالہ اور سہارنپور تک کا علاقہ مسلمانوں سے خالی ہوگیا تھا تو قادیان میں تھوڑی سی تعداد میں درویشوں کا ٹھہر جانا کیونکر ممکن ہوا؟ یہ سوال واقعی بڑا اہم تھا مگر مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف کر لینا چاہیئے کہ میں اس سوال کا جواب نہ دے سکا کیونکہ میں اس کا جواب نہیں جانتا تھا اور آج بھی نہیں جانتا چنانچہ میں نے یہی کہا کہ یہ راز تو آج تک ہمیں خود معلوم نہیں کہ یہ کیونکر ممکن ہوا اور خدائی تقدیروں کے رازوں کو کون جان سکتا ہے۔علاّمہ نے فرمایا یہ درست ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ وفاداری کے سخت ترین امتحان میں کامیاب رہے۔

حضرت مرزا وسیم احمد صاحب اور ناچیز راقم کے ساتھ علاّمہ کی خط وکتابت آخر تک جاری رہی اور دوستانہ مراسم قائم رہے۔چنانچہ علاّمہ نے نگار کا جو نیاز نمبر دو ضخیم جلدوں میں نکالا تھا۔اس میں اپنے خاص دوستوں کی فہرست میں صاحبزادہ صاحب موصوف اور خاکسار کے نام بھی دئے تھے۔

بہرحال دنیائے علم وادب کی ایک حیرت انگیز اور عظیم شخصیت اس جہانِ فانی سے اُٹھ گئی مگر اپنے پیچھے منطق واستدلال کے بے شمار نقوش چھوڑ گئی۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا'' [93]

امام ہمام کا پیغام جماعت احمدیہ فجی کے نام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۳۰ مئی ۱۹۶۶ء کو جماعت احمدیہ فجی کے نام حسب ذیل پیغام دیا جسے ایک فیجیئن احمدی عبدالقدوس صاحب نے بذریعہ ٹیپ ریکارڈر محفوظ کر کے فجی کی مخلص جماعت تک پہنچایا۔

''جزائر فجی میں رہنے والی وہ سعید روحو! جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل

سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو پہچاننے کی توفیق عطا کی ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک انوکھے مقامِ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔آپ سے پہلے اس قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوا اس لیے جماعت احمدیہ میں سے بھی بعض غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کوئی نئی شریعت لے کر مبعوث نہیں ہوئے۔قرآن کریم یا اس کے کسی حکم کو آپ نے منسوخ نہیں کیا بلکہ قرآن کریم۔تمام احکامِ قرآن کو دنیا میں قائم کرنا آپ کی بعثت کی غرض تھی۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً فرمایا

”یحیی الدین ویقیم الشریعة“

یعنی بعثت کی غرض ہی احیائے دین اور قیام شریعت ہے۔

آپ نے جو کچھ بھی حاصل کیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے حاصل کیا۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ”آسمان سے دودھ اترا ہے، محفوظ رکھو“۔94

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ بنی نوع انسان کو ایک خالص دودھ عطا کیا گیا تھا۔یہ دودھ جو آسمان پر سے آپ کے لیے نازل ہوا تھا اس میں کسی قسم کے مضر صحت کیڑے نہیں پائے جاتے تھے لیکن بعد میں مسلمانوں میں سے بعض لوگ بدقسمتی کی وجہ سے قرآن کریم کو چھوڑ کر رسم ورواج یا اپنی عقل کے پھندے میں پھنس گئے اور انہوں نے اپنی طرف سے بہت کچھ شریعت اسلامیہ میں ملانا شروع کر دیا۔

اس کے نتیجہ میں وہ دودھ۔خالص دودھ۔جو آسمان سے نازل ہوا تھا اُس میں ملاوٹ پڑ جانے کی وجہ سے۔بالکل وہ دودھ خراب ہو گیا اور روحانی صحت پر اُس کا بد اثر پڑنا شروع ہوا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر اُسی دودھ کو ایک خالص شکل میں بنی نوع انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔

اور چونکہ آپ نے فنافی اللّٰہ اور فنافی الرّسول کا وہ مقام حاصل کیا جو امت محمدیہ میں سے کسی بزرگ نے آپ سے پہلے حاصل نہ کیا تھا اور جسے آئندہ بھی اُمت محمدیہ کا کوئی بزرگ حاصل نہ کر سکے گا اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو نبی

کا نام عطا کیا گیا اور رسول کا مقام عطا ہوا۔اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں بڑی وضاحت کے ساتھ تشریح فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ میری طرف نبوت کو اس معنی میں منسوب کرتے ہیں کہ گویا میں قرآن کریم کو یا اس کے بعض احکام کو منسوخ کرنے والا ہوں۔یا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں وہ مجھ پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں۔

اس طرح وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں، یا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے الہامات میں مجھے نبی اور رسول کا نام نہیں دیا گیا وہ بھی غلطی خوردہ ہیں۔میں کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آیا۔میں قرآن کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کرتا لیکن امت محمدیہ میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض حاصل چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے کیا۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت اور مقام رسالت مجھے عطا کیا اور مجھے وہ طاقتیں اور قوتیں اور استعدادیں اور علوم اور الٰہی نشانات عطا کئے جس کے نتیجہ میں مَیں اپنے اس مقصد میں اور اس مشن میں کامیاب ہوں گا کہ پھر سے اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کروں۔ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ وہ اس کتاب کو ہمیشہ زیر مطالعہ رکھیں تا کہ اُن کو اپنی ذمہ داری کا احساس بھی ہمیشہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان پر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ اسلام کو تمام دنیا میں غالب کرے گا۔یہ خدا کا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہوگا۔لیکن اس نے ہم پر فضل فرماتے ہوئے ہم سے یہ چاہا ہے اور امید رکھی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس منصوبہ اور سکیم میں خود بھی کوشش کرنے والے ہوں اور ہر قسم کی قربانیاں دینے والے ہوں اور خدا اور اس کے رسول کی خاطر دنیا کی تکالیف برداشت کرنے والے ہوں اور ایثار کا نمونہ پیش کرنے والے ہوں اور اسلام کو اپنی زندگیوں میں ظاہر کرنے والے ہوں، قرآن کریم سے پیار کرنے والے ہوں، توحید پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہوں، قرآن کریم کے ساتھ دل سے محبت کرنے والے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت اس طرح اپنے دلوں میں قائم کرنے والے ہوں کہ اُس نور کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ

ہمارے ماحول کو بھی منور کر دے۔

پس اے میرے عزیز بھائیو! آپ جو دُور دراز علاقوں، جزائر فجی میں رہنے والے ہیں! آپ اپنی ذمہ داریوں کو کبھی نہ بھولیں۔ باہم پیار اور محبت سے رہیں اور اس مقصد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں جس مقصد کے لیے جماعت احمدیہ کا قیام ہوا ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ‘‘ 95

مکرم رستم خان صاحب آف مردان کی شہادت

۱۱ فروری ۱۹۶۶ء کو ایک نہایت تکلیف دہ واقعہ پیش آیا کہ ایک نہایت مخلص اور باوفا احمدی مکرم رستم خان صاحب آف مردان کو شہید کر دیا گیا۔ آپ خلافت ثالثہ کے پہلے شہید تھے۔

مکرم رستم خان صاحب پشاور کے قریب ایک گاؤں جلوزئی کے رہنے والے تھے۔ خود احمدی ہوئے تھے اور اپنے گاؤں بلکہ آس پاس کے کئی گاؤں میں اکیلے احمدی تھے۔ احمدی ہونے پر سارا گاؤں ان کا مخالف ہو گیا اور انہیں گھر سے نکال دیا گیا، جائیداد سے عاق کیا گیا۔ ان پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈالا گیا کہ قادیانیت سے توبہ کر لو ان کے بچوں میں پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ چچا وغیرہ چاہتے تھے کہ ان کی نسل کو ہی ختم کر دیا جائے۔ بیٹیوں کو گاؤں لے جا کر بیچنے کی سازش کی گئی۔ بیٹے کرنل عبدالحمید حال راولپنڈی کو بارہا جان سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ شہید اپنی سروس کے سلسلہ میں زیادہ تر باہر رہتے تھے۔ گاؤں کی مسجد کے مولوی نے فتویٰ دیا کہ جو کوئی رستم خان کی نسل کو ختم کرے گا وہ جنتی ہو گا۔ ان کی بیگم کو ایک دو دفعہ کسی مرگ پر گاؤں جانا ہوا تو کھانے پینے کے برتن الگ ہوتے تھے۔ سب اچھوتوں والا سلوک کرتے تھے۔ کھانے میں زہر ملانے کی بھی سازش کی گئی جو کہ ناکام ہوئی۔

۹ فروری ۱۹۶۶ء کو شہید کے والد کی وفات ہو گئی تو ان کی لاش لے کر بچے گاؤں گئے۔ گاؤں پہنچتے ہی تمام گاؤں میں مولوی نے اعلان کیا کہ ’’لوگو! خوش ہو جاؤ، آج رستم خان قادیانی آیا ہے۔ اس کو قتل کر دو اور اس کی اولاد کو علاقہ غیر میں بیچ دو یا پھر گاؤں میں بیاہ دو۔ اس کا ایک بیٹا ہے اس کو مار ڈالو اور اب جو بھی ثواب کمانا چاہتا ہے، بہادر بنے اور سامنے آئے کیونکہ جنت کمانے کا ذریعہ سامنے آیا ہے‘‘۔

رات کو رستم شہید کے والد کی تدفین سے پہلے جب یہ اعلان ہوا تو انہوں نے اپنی بیگم کو بلا کر کہا کہ تم کسی طرح سے اپنے بھائیوں عبدالسلام اور عبدالقدوس کو اطلاع کرو کہ وہ تعزیت کے بہانے گاؤں آئیں اور بچوں کو ساتھ لے جائیں کیونکہ حالات ٹھیک نہیں ہیں اور مجھے بیٹیوں کا خطرہ ہے۔

دوسری طرف بیٹا عبدالحمید جو اُن دنوں کیڈٹ کالج حسن ابدال میں پڑھتا تھا اور اٹھارہ سال کا تھا، دادا کی وفات پر گاؤں آ رہا تھا۔ جونہی وہ گاؤں پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص منہ پر ڈھاٹا باندھے گاؤں کے باہر جہاں ویگن رکتی ہے ایک جگہ چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ عبدالحمید نے اس کو دیکھ لیا اور پیچھے سے جا کر پکڑ لیا۔ دیکھا تو وہ اس کا چچا تھا۔ اس نے کہا چچا آپ۔ چچا گھبرا کر بولا کہ ہاں میں تمہاری حفاظت کے لئے بیٹھا ہوں کیونکہ لوگ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے جب یہ واقعہ اپنی امی کو سنایا تو وہ اور بھی پریشان ہو گئیں اور انہیں اور دوسرے بچوں کو ماموں کے آنے پر وہاں سے نکلوا دیا۔

دوسرے روز ۱۱ فروری ۱۹۶۶ء کو رستم خان شہید صبح کی نماز کے لئے وضو کرنے کھیتوں کی طرف جا رہے تھے کہ فائر کی آواز آئی۔ ان کی بیگم یہ آواز سن کر باہر کی طرف بھاگیں۔ پیچھے سے رستم شہید کے بھائیوں نے پکڑ لیا لیکن وہ چونکہ پہلے سے چوکنا تھیں اس لئے ان کو دھکا دے کر باہر نکل گئیں۔ باہر جا کر دیکھا تو دشمن اپنا کام کر چکے تھے اور ان کے خاوند راہ مولیٰ میں شہید ہو چکے تھے۔ اب وہ بچوں کو ڈھونڈنے لگے لیکن بچے تو وہاں سے پہلے ہی نکل چکے تھے۔ ان کی بیگم کو اللہ تعالیٰ نے صبر کی قوت دی۔ گاؤں کے مولوی نے آ کر کہا کہ کس پر رپورٹ درج کرو گی۔ انہوں نے کہا یہ معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ تم سب لوگ راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں اپنے خاوند کی لاش کو پشاور لے کر جاؤں گی اور وہاں ہماری جماعت کے لوگ دفن کریں گے۔ ایک بیوہ عورت کی دلجوئی کی بجائے تمام گاؤں والے ان پر دباؤ ڈالنے لگے کہ اس کو یہیں دفنا دو اور بچوں کو ہمارے سپرد کر دو تا کہ ہم انہیں پھر مسلمان بنا لیں۔

اس وقت ان کی بیگم نے نعش کے سامنے ایک تقریر کی کہ

''آج تو میں اپنے خاوند کی لاش کو یہاں سے لے جا کر رہوں گی۔ یاد رکھنا کہ جس سچائی کو رستم خان نے پایا تھا میں اور میری اولاد اس سے مڑنے والے نہیں۔ انشاء اللہ رستم خان کی نسل پھیلے گی''۔

تمام لوگوں نے کہا کہ یہ عورت پاگل ہو گئی ہے۔ بجائے بین کرنے کے بڑی بڑی باتیں کرتی ہے۔ اگلے دن ان کی بیگم شہید کی لاش لے کر پشاور آئیں اور وہاں تدفین ہوئی۔

دشمنوں کا انجام: ایک سال کے اندر اندر ان کے ایک بھائی جس نے ان کے بیٹے حمید کو بھی

مارنے کی کوشش کی تھی اس کا جواں سال اکلوتا بیٹا کنوئیں میں ڈوب کر مر گیا۔دوسرے چچا کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔تیسرے چچا کو ناگہانی موت آ گئی۔کچھ پتا نہیں چلا کہ کیوں مرا اور ایک چچا کا سارا گھر اچانک بارشوں سے گر گیا اور اس کے دو بچے موقع پر ہی مر گئے۔

رستم خان شہید کے پسماندگان: بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں چھوڑیں۔ بیٹا کرنل عبدالحمید خٹک راولپنڈی میں رہتے ہیں۔بڑی بیٹی شمیم اختر صاحبہ کرنل نذیر احمد صاحب کی اہلیہ ہیں اور امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔دوسری بیٹی رقیہ بیگم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب کی اہلیہ ہیں۔تیسری بیٹی یاسمین ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب امریکہ کی اہلیہ ہیں۔چوتھی بیٹی نگہت ریحانہ بھی امریکہ میں ہیں اور ناصر احمد صاحب کی اہلیہ ہیں۔پانچویں بیٹی ناہید سلطانہ صاحبہ کرنل اویس طارق صاحب کی اہلیہ ہیں اور کینیڈا میں مقیم ہیں۔[96]

قرآن مجید کے انوار و برکات کے متعلق خطبات

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۴ جون سے ۱۶ ستمبر ۱۹۶۶ء تک قرآن مجید کے انوار و برکات کے متعلق ۹ خطبات ارشاد فرمائے جسے نظارت اصلاح وارشاد نے ’’قرآنی انوار‘‘ کے نام سے شائع کیا۔حضور نے یہ خطبات ربوہ اور مری میں ارشاد فرمائے۔ذیل میں ان خطبات کے عنوان درج کئے جاتے ہیں۔تا ان کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

اتباع قرآن کی برکات،قرآن کریم اور قیامِ سلسلہ کی غرض،قرآن کریم کو حرزِ جان بنانے کی اہمیت،قرآنِ کریم کی دس صفاتِ حسنہ،قرآن کریم کی عدیم المثال آٹھ خوبیاں،تعلیم القرآن کے متعلق الٰہی بشارت،تمام برکاتِ روحانی کی جامع کتاب،شریعتِ حقہ اسلامیہ کا قیام اور جماعت احمدیہ کا فرض،قرآن کریم کی چار عظیم الشان خصوصیات۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا مرکزی تربیتی کلاس سے افتتاحی خطاب

مجلس خدام الاحمدیہ کی تیرہویں مرکزی تربیتی کلاس تین تا اٹھارہ جون ۱۹۶۶ء جاری رہی۔جس میں اکتالیس (۴۱) مجالس کے ایک سو تیرہ (۱۱۳) خدام شامل ہوئے۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس کلاس کا افتتاح اپنے پُر معارف خطاب سے فرمایا۔

حضور نے کلاس میں شامل طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ وہ یہ ایام اس طرح گذارنے کی کوشش کریں کہ ان کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔ حضور نے فرمایا کہ قرآن مجید کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کی کوشش کریں اور حصولِ علم کے ساتھ ساتھ اس بات کے لیے بھی ساعی ہوں کہ جو علم آپ نے حاصل کیا ہے۔ اس سے آپ خود اور آپ سے تعلق رکھنے والے فائدہ اُٹھائیں۔ کسی نیک بات کا سُن لینا اور پھر اسے اپنی زندگیوں میں اثر انداز نہ ہونے دینا محض فضول ہے۔ کیونکہ عمل کے بغیر محض علم قطعاً سودمند ثابت نہیں ہوسکتا۔ پس اس نیت سے قرآنی علوم سیکھیں کہ آپ کو بھی اور آپ کے ذریعہ دوسروں کو بھی زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچتا رہے۔

حضور نے خدام الاحمدیہ کو ہدایت فرمائی کہ وہ اس امر کا خاص اہتمام کریں کہ ہر خادم کو وفاتِ مسیح، مقامِ نبوت اور جُملہ دیگر مسائل کے متعلق کم از کم ایک بنیادی دلیل پوری جامعیت کے ساتھ ازبر یاد ہو۔ اگر ہر مسئلہ سے متعلق ایک ایک دلیل ہر خادم کو جملہ تفاصیل کے ساتھ اس طرح یاد ہو جائے کہ وہ اس پر پوری طرح حاوی ہو۔ تو یہ امر جہاں ان کے لیے بلحاظ کیفیت ازدیادِ علم کا موجب ہوگا۔ وہاں انہیں اصلاح وارشاد کا فریضہ خوش اسلوبی سے ادا کرنے کے قابل بنا دے گا۔[97]

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک صدی قبل کی پیشگوئی کا پہلا شاندار ظہور

۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں جبکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی دعویٰ نہیں تھا اور آپ بالکل گوشۂ گمنامی میں تھے خداوند کریم نے آپ کو الہاماً خبر دی کہ۔

''وہ تجھے بہت برکت دے گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''[98]

اس عظیم الشان پیشگوئی کا اوّلین ظہور خلافت ثالثہ کے پہلے سال میں ہوا۔ جس کی تفصیل سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے مبارک الفاظ میں درج ذیل کی جاتی ہے۔

> ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۶۸ء میں یہ اعلان فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اس وقت آپ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا، قادیان کو بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ جماعتِ احمدیہ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی نہ جانتے تھے۔ کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جماعت کا قیام نہیں کیا گیا تھا اور

بیعت بھی شروع نہ ہوئی تھی۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی کی۔اور قریباً سو سال تک مخالف کو موقع دیا کہ جتنا چاہو استہزا کر لو۔مذاق کر لو۔ٹھٹھا کر لو، طعنے دے لو۔یہ کلام ہمارا (عزیز خدا کا) کلام ہے جو ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔اس سال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ سامان پیدا کر دئے۔(دوکم سو سال کے بعد) جب اِس عرصہ میں ایک نیا ملک بنایا گیا۔پھر الٰہی تدبیر کے ماتحت اس ملک کو آزادی دلائی گئی پھر الٰہی منشاء کے مطابق جب اس ملک کی اپنی حکومت بنی تو اس کا سربراہ اور اس کا Acting گورنر جنرل اس شخص کو مقرر کیا گیا جو تقرر کے دن سے پہلے جماعت احمدیہ گیمبیا کا پریذیڈنٹ تھا۔اس طرح جماعت احمدیہ کے پریذیڈنٹ کو گورنر جنرل بنا دیا۔

پھر اِن کو ہمارے مبلغ نے توجہ دلائی کہ اللہ تعالیٰ کی ایک بشارت ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تم خوش نصیب انسان ہو کہ دنیا کی تاریخ میں تمہیں پہلی دفعہ یہ موقع مل رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کپڑوں سے تم برکت حاصل کر سکو مگر یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔اس لیے قبل اس کے کہ تم اس کے متعلق خلیفہ وقت کو اپنی درخواست بھجواؤ چالیس دن تک چلّہ کرو۔یعنی خاص طور پر دعائیں کرو۔اس قسم کا چلّہ نہیں جو صوفیاء اور فقراء کیا کرتے ہیں۔ چالیس دن تک خاص طور پر تہجّد میں دعا کرو کہ خدا تعالیٰ تمہیں اس بات کا اہل بنائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا تمہیں ملے۔

انہوں نے دعا شروع کی اور پھر مجھے خط لکھا کہ میں دعاؤں میں مشغول ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا رہا ہوں کہ میں ایک بڑی بھاری ذمّہ داری لے رہا ہوں صرف عزت حاصل نہیں کر رہا۔صرف تبرک حاصل نہیں کر رہا بلکہ بڑی بھاری ذمہ داری بھی لے رہا ہوں۔

ایک شخص جو ہزارہا میل دُور رہتا ہے نہ کبھی ربوہ آیا۔نہ ہی تاریخ احمدیت سے پوری طرح واقف۔اس کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرک کی اہمیت جب تک پوری طرح بٹھا نہ دی جاتی میرے نزدیک انہیں تبرک بھجوانا درست نہیں تھا۔اس لیے میں نے انہیں ایک لمبا سا خط لکھا اور انہیں یہی نکتہ سمجھایا کہ تم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک مانگ رہے ہو۔اس میں برکتیں بھی بڑی ہیں مگر یہ بھی نہ بھولو کہ اسکی قیمت اتنی ہے کہ ساری دنیا کے سونے اور ساری دنیا کی چاندی اور ساری دنیا کے ہیرے اور جواہرات بھی اگر اسکے مقابل رکھے جائیں تو ان کی وہ قیمت نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا کی قیمت ہے اس لیے تم ایک بڑی ذمّہ داری لے رہے ہو۔ذہنی طور پر، روحانی طور پر اور اخلاقی طور پر اپنے آپ کو اس کا اہل بناؤ۔

یہ مضمون تھا اس خط کا جو میں نے انہیں لکھوایا اور ان سے انتظار کروایا۔تا کہ جب انکی یہ روحانی پیاس اور بھڑکے اور ان کے دل میں ذمہ داری کا پورا احساس بیدار ہو جائے اس وقت وہ تبرک ان کو بھیجا جائے۔پندرہ بیس دن ہوئے وہ تبرک ان کو بھجوایا گیا اور مجھے ابھی گھوڑا گلی میں ان کی تار ملی ہے کہ وہ تبرّک مجھے مل گیا ہے۔دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے کماحقہٗ فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔

پس خدائے عزیز کے ساتھ تعلق رکھنے والے عزّت کے ایسے مقام کو حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔'' [99]

مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح کا بیان ہے [100] کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مستعمل کپڑے کا ایک ٹکڑا جو باریک سفید ململ کا معلوم ہوتا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجھے عطا فرمایا۔اس پر حضور نے اپنے دستخط فرمائے اور خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ اس کے نیچے خلیفہ کی مہر لگائی جائے۔اس پر خاکسار نے اپنے قلم سے تاریخ اور مہینہ درج کیا اور سن کا ہندسہ مکرم مولوی محمد شریف صاحب سابق مبلغ گیمبیا نے درج کیا اور تعارفی خط میرے دستخطوں سے لکھا گیا۔(اور یہ کپڑا رجسٹرڈ انشورڈ کر کے ان کو بھجوایا گیا) اس کے جواب میں مسٹر سنگھاٹے صاحب نے جو خط میرے نام لکھا اسکی نقل درج ذیل ہے۔

Government House,
BAT theriod
Gambia.

Dear Abdul Rahman Anwar,

Assalamo Alikum wa Rahmatullahe wa Barakatohu.

Thank you for your letter dated the 27th June 1966.
You must have read from Sayyadna Hazrat Amirul-Momneen Khalifatul Masih that the registered letter was reached with great joy.My family joins me in sending you their love together with the members of jamaat.
yours sincerely
21.7. 66 Gambian(seal) Alhaj F.M.Singhate
G.G 1.8.66

اخبار ”حقیقت“ کا ایک حقیقت افروز شذرہ

جناب انیس احمد صاحب عبّاسی کاکوروی نے اپنے اخبار ”حقیقت“ مورخہ ۴ جون ۱۹۶۶ء میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کے زیر عنوان حسب ذیل شذرہ لکھا:۔

”اختلاف عقائد اور فرقہ وارانہ تنگ نظری کی بناء پر کوئی کچھ کہہ دے مگر یہ تو واقعہ ہے کہ گزشتہ چالیس پچاس سال کے اندر جماعت احمدیہ نے اپنے عقائد کے بموجب اسلام کی جیسی وسیع پیمانے پر تبلیغ کی ہے۔اس کی مثال ہندوستان کی کوئی دوسری اسلامی جماعت پیش نہیں کر سکتی۔ایک ایسی مختصر جماعت جس کی تعداد ہندوستان اور پاکستان میں مجموعی طور پر دس بارہ لاکھ افراد سے زیادہ نہ ہوگی۔وہ ہر سال لاکھوں روپیہ ممالک یورپ وامریکہ میں صرف تبلیغ پر صرف کر رہی ہے۔آج کے پرچہ میں ایک احمدی نامہ نگار کا جو مراسلہ درج کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوگا کہ جماعت احمدیہ کا اس سال تبلیغی بجٹ ۸،۹۳،۳۴۱، ۷روپیہ ہے اور اس میں اب تک تقریباً ۴۰،۳۰ لاکھ روپے چندے کے وعدے بھی ہو چکے ہیں جو یقیناً جمع ہو جائیں گے اور بقیہ رقم بھی سال کے اندر ہی پوری ہو جائے گی۔کوئی شک نہیں کہ جیسی مکمل تنظیم اور مستعدی وسرگرمی کے ساتھ جماعت احمدیہ تبلیغ کا کام کرتی ہے۔اس کی مثال صرف مسیحی تبلیغی مشن کے کاموں میں ملے گی۔مسلمان ہی نہیں بلکہ ہمارا خیال ہے کہ کسی دوسرے مذہب کے پیروان میں بھی ایسی تبلیغی تنظیم موجود نہیں ہے۔جماعت احمدیہ اور اس کے رہنما بہر حال اپنے اس مذہبی اور تبلیغی جوش وانہاک کے لیے قابل ستائش ہیں۔کاش کہ دوسری اسلامی جماعتیں بھی احمدیوں سے سبق حاصل کریں۔“ 101

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے تعلیم القرآن کلاس سے بصیرت افروز خطابات

اس سال مرکز میں تعلیم القرآن کلاس ۲ جولائی سے ۳۱ جولائی ۱۹۶۶ء تک منعقد ہوئی جس میں قریباً پورے قرآن کریم کا دور مکمل ہوا۔ کلاس میں ۶۵ طلبہ اور ۴۰ طالبات نے شرکت کی۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس مرکزی کلاس سے دوبار خطاب فرمایا۔

افتتاحی خطاب میں قرآن مجید کی روشنی میں نہایت بصیرت افروز پیرائے میں دس علوم کی وضاحت فرمائی۔ جس کی واقفیت تعلّق باللہ کے لیے ازبس ضروری ہے۔

اختتامی خطاب میں حضور نے نہایت دل نشین انداز میں روشنی ڈالی کہ حقیقی اور کامیاب زندگی یہ ہے۔ جو قرآن مجید کے نور میں گزاری جائے۔ قرآن مجید کو اپنا دستور العمل بنائے بغیر رضائے الٰہی کا حصول ممکن نہیں۔ 102

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے بیرون ربوہ کے سفر

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مورخہ ۶ جولائی ۱۹۶۶ء کو کوہ مری تشریف لے گئے اور ۲۷ جولائی ۱۹۶۶ء کو بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔

اسی طرح مورخہ ۳۱؍اگست ۱۹۶۶ء کو راولپنڈی تشریف لے گئے۔ پھر آپ راولپنڈی اور بُھوربن (مری ہلز) میں دو ہفتہ قیام کے بعد مورخہ ۱۴ستمبر ۱۹۶۶ء کو واپس ربوہ تشریف لے آئے۔ اس عرصہ میں حضور نے محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ 103

اسی طرح مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۶۶ء کو چند دنوں کے لئے حضور لاہور تشریف لے گئے اور ۲؍اکتوبر کو واپس تشریف لائے۔ اس عرصہ میں حضور نے محترم مولانا جلال الدین شمس صاحب کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ 104

قواعد وضوابط صدر انجمن احمدیہ کی اشاعت

اس سال کا ایک اہم واقعہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے قواعد وضوابط کی اشاعت ہے۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا قیام ستمبر ۱۹۴۷ء میں ہوا اور مرکزی نظام کو چلانے کے لیے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قواعد وضوابط ہی کو اپنا لیا گیا۔ جن میں بدلے ہوئے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر ترامیم ہوتی رہیں اور اُن کا سلسلہ اس قدر بڑھ گیا کہ اِن ترمیم شُدہ قواعد وضوابط کو از سر نو ترتیب دے

کرشائع کرنے کی ضرورت شدّت کے ساتھ محسوس ہونے لگی۔صدرانجمن احمدیہ پاکستان نے یہ ذمہ داری چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر کے سپرد کی۔صدرانجمن احمدیہ قادیان کے قواعد وضوابط ۱۹۳۸ء میں طبع ہوئے تھے۔اس کے بعد کی ۲۷ سالہ ترمیمات کو یکجا کرنا اور مجلس مشاورت کے متعلقہ فیصلہ جات کو تلاش کر کے قواعد میں شامل کرنا ایک کٹھن مرحلہ تھا۔جسے خُدا کے فضل سے چوہدری صاحب موصوف نے کمال خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان کے تیار کردہ مسوّدہ قواعد وضوابط کی چھان بین کے لیے حسب ذیل ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔

۱۔ مکرم چوہدری فضل احمد صاحب ناظر تعلیم ربوہ (صدر)
۲۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدرانجمن احمدیہ (سیکرٹری)
۳۔ مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر امور عامہ (ممبر)
۴۔ مکرم چوہدری اعظم علی صاحب ریٹائرڈ سیشن جج لاہور (ممبر)
۵۔ مکرم عبدالستار صاحب ریٹائرڈ سیکشن آفیسر لاہور (ممبر)
۶۔ مکرم قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (ممبر)
۷۔ چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ شیخوپورہ (ممبر)
۸۔ رانا محمد خاں صاحب ایڈووکیٹ بہاول نگر (ممبر)
۹۔ میاں عبدالسمیع صاحب نُون ایڈووکیٹ سرگودھا (ممبر)

اس کمیٹی نے ربوہ میں اپنے متعدد اجلاس کر کے اس مسوّدہ کو ترتیب دے کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے حضور پیش کر دیا۔حضور نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود اسے ملاحظہ فرمایا اور بیشتر مقامات پر اپنے دستِ مبارک سے ترمیمات بھی فرمائیں اور پھر اسے صدرانجمن احمدیہ میں بغرض رپورٹ بھجوادیا۔صدرانجمن نے بھی کئی اجلاس کر کے اس مُرتّبہ مسوّدہ میں کافی غور وفکر کے بعد کئی تجاویز اور مشورے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔اس مرتبہ بھی حضور کو نظر ثانی کرنے میں کافی وقت صرف کرنا پڑا اور کئی فیصلہ جات فرمائے۔اب اس مسوّدہ نے اپنی آخری شکل اختیار کر لی اور حضور نے اسے منظور فرماتے ہوئے طبع کروانے کی اجازت عطا فرمادی۔(مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کی ایک قلمی یادداشت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے یہ مسودہ انہیں بھی بھجوایا انہوں نے حضور کی ہدایت

پر سارے مسودہ کو دیکھا اور بہت سے ضروری فیصلہ شدہ امور کا اس میں اضافہ کرنے کی رپورٹ کی)

قواعد وضوابط کی طباعت کا کام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد گرامی کے تحت مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب کی زیرِ نگرانی ہوا۔اس کام میں مکرم قریشی مختار احمد صاحب ہاشمی نے کاپیوں اور پروف کے پڑھنے میں گرانقدر امداد کی اور مکرم چوہدری فضل احمد صاحب تو آخر وقت تک اس کام میں مدد فرماتے رہے۔ یہ قواعد ۳ جولائی ۱۹۶۶ء کو شائع ہوئے۔

یہ قواعد وضوابط صدر انجمن احمدیہ کے دستورِ اساسی (BY LAWS) مجلس مشاورت اور مختلف اداروں کے لائحہ عمل، مقامی انجمنوں کے فرائض و اختیارات، خلافت لائبریری اور بہشتی مقبرہ کے متفرق قواعد وضوابط پر مشتمل تھے۔قواعد کی ابتدا میں ایک خاکہ بھی دیا گیا۔جس میں یہ وضاحت کی گئی کہ کونسا صیغہ کس نظارت کے ماتحت ہے اس ایڈیشن میں قواعد کے نئے نمبر دیئے گئے اور حاشیئے میں پرانے نمبر بھی دیئے گئے۔

قواعد وضوابط کی اس پہلی جلد کے تعارف کے پیش نظر اس کے مُندرجات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قواعد اساسی (بائی لاز) صدر انجمن احمدیہ پاکستان، خاکہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ، قواعد و ضوابط صدر انجمن احمدیہ پاکستان، قواعد در بارہ اجلاس و فیصلہ جات صدر انجمن احمدیہ، مجلس مشاورت، کمیٹی محاسبہ و مال، صدر۔صدر انجمن احمدیہ، نظارت علیا، نظارت اصلاح و ارشاد، نظارت تعلیم، نظارت بیت المال، نظارت وظائف و صدقہ، نظارت تالیف وتصنیف، نظارت افتاء، نظارت امور خارجہ، نظارت صحّت، نظارت بہشتی مقبرہ، نظارت امور عامہ، نظارت ضیافت، نظارت تعمیرات، نظارت جائیداد واِملاک، نظارت تجارت وصنعت، نظارت زراعت، فرائض واختیارات ناظران، صیغہ پرائیویٹ سیکرٹری، نظارت دیوان، مقامی انجمنیں، متفرق قواعد صیغہ بہشتی مقبرہ، قواعد متعلقہ خلافت لائبریری صدر انجمن احمدیہ۔

ماہر القادری ایڈیٹر فاران کے ایک دوست کا دلچسپ خط

ماہر القادری صاحب ایڈیٹر ماہنامہ ''فاران'' کراچی نے جولائی ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں ''نقشِ اوّل'' کے عنوان سے نہایت درجہ ناشائستہ زبان میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور جماعت

احمدیہ پر انتہائی سوقیانہ اور دلآزار انداز میں اعتراضات کئے۔جن کا نہایت شُستہ، مدلّل اور برجستہ جواب مولوی محمد اجمل صاحب شاہد ایم۔اے مربی سلسلہ احمدیہ مقیم کراچی کے قلم سے ’’الفرقان‘‘ (ستمبر ۱۹۶۶ء) میں شائع ہوا۔ یہ ایسا مسکت جواب تھا کہ ماہرالقادری سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں زبردست ہلچل مچ گئی۔ چنانچہ یہ جواب پڑھکر گنّوری ضلع بدایوں یوپی (بھارت) سے جناب ماہر القادری صاحب کے ایک گہرے دوست ابرا حسنی گنوری نے ۱۳؍اکتوبر کو مدیر ’’الفرقان‘‘ کے نام حسب ذیل مکتوب لکھا۔

’’مکرم ومحترم السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ الفرقان پرسوں زینتِ مطالعہ بنا اور آج بغور مطالعہ کے بعد آپکو خط لکھنے کی مسرت حاصل کر رہا ہوں۔ رسالہ میں جس قابلیت اور سلیقہ سے احمدی جماعت کے مقاصد کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے۔ وہ دعوتِ غور وفکر دیتا ہے۔ مجھے معاف کیجئے میں اگرچہ آپ کا یا ماہرالقادری وغیرہ کا ہم عقیدہ نہیں ہوں۔ مگر مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ ماہرالقادری ان مسکت جوابات کے سامنے بڑے ہلکے نظر آتے ہیں۔ ماہر کو نہ صرف مَیں بچپن سے جانتا ہوں بلکہ اب سے دو سال پہلے تک مَیں ان کے اور وہ میرے بہت قریب رہے ہیں۔ میں نے ماہر کو ایک مخلص، سیدھا، خوش اخلاق، وضعدار اور ذہین وطبّاع پایا ہے۔ مگر وہ بے حد جذباتی بھی واقع ہوئے ہیں اور تلوّن مزاج بھی۔ جس زمانے میں وہ ہر قلعی کی ہوئی قبر کو چار سجدے کر لینا اپنا دین وایمان جانتے تھے۔ اس وقت بھی اپنے مشرب میں سخت متعصب تھے...... انہیں کون یہ سامنے کی بات بتائے کہ جب اسلام میں اتنے فرقے موجود ہیں اور ہر فرقہ انکی جماعت کو اور وہ ہر جماعت کو کافر سمجھتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ سب فرقے ایک پلیٹ فارم پر آسکیں گے یا سب فرقوں کو سُولی پر چڑھا کر مودودی جماعت برسرِ اقتدار آکر اپنے عقیدے کے مطابق حکومت بنا سکے گی۔ یا تمام پاکستانی مسلمان مودودی ہو جائیں گے...... آجکل علماء کا کاروبار صرف کفر کے فتووں پر چل رہا ہے۔ پہلے علماء کافروں کو مسلمان بناتے تھے آج ہر عالم کے گھر میں کفر سازی کی ایک فیکٹری نصب ہے اور وہ دھڑا دھڑ کافر بنا رہا ہے مسلمان بنانا آج انکے بس میں نہیں۔ ماہر اس نیک کام میں سبقت لے گئے ہیں اور وہ بے تکلف اپنے سوا سب کو کفر کا ایک عدد فتویٰ ہدیہ فرما دیتے ہیں۔ اسکی انہیں پروا نہیں کہ ان پر کتنے کفر کے فتوے نازل ہو چکے ہیں۔

کاش وہ معاملہ کی حقیقت کو سمجھنے کے اہل ہوتے اور تنگدلی وتنگ نظری کا شکار نہ ہوتے تو بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔

سماء کے معنی عربی میں بلندی کے ہیں نہ کہ ویسا آسمان جو عام لوگوں کے تصور میں ہے۔سبع سموات یہ سات بلندیاں ہیں جو سبع سیارے ہیں۔آج کے روشن دور نے ثابت کر دیا ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔جب آسمان ہی کوئی چیز نہیں تو حضرت عیسیٰ کا چوتھے یا پانچویں آسمان پر ہونا چہ معنی دارد؟ پھر ان کا آسمان سے نازل ہونا اور اتنی لمبی مدت تک زندہ رہنا سُنت اللہ کے خلاف ہے۔رجعت کے معنی یہ ہیں کہ اسکی صفات وکمال کا کوئی شخص ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر ظاہر ہو نہ کہ خلافِ فطرت وخلاف سنت اللہ وہی شخص آسمانوں سے اترے۔اسی خیال نے یہودیوں کو گمراہ کیا اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ مانا۔اسی واہمہ میں مسلمان مبتلا ہیں۔یہ لوگ رہتی دنیا تک رستہ دیکھا کریں نہ جابلقا و جابلصا معدوم مقام سے مہدی آئیں گے نہ آسمان سے عیسیٰ اتریں گے۔اس حقیقت سے انکار کرنا عصبیت ہے کہ احمدی جماعت نے جس خلوص اور لگن سے کام کیا اس کی مثال اسلام کے کسی فرقے میں نہیں ملتی اور جتنی جلد اس فرقہ نے ترقی کی اس کی مثال نابود ہے۔ ابر احسنی گنوری‘‘[105]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام برموقع جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ کیرنگ

۲۳،۲۴ جولائی ۱۹۶۶ء کو جماعت احمدیہ کیرنگ (اڑیسہ۔بھارت) کا جلسہ سالانہ منعقد ہوا جس میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور علماء سلسلہ نے شرکت کی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس موقع پر جوروح پَرور پیغام ارسال فرمایا۔اس کا متن درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

’’بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

عزیز المکرّم ایس ایم موسیٰ مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کیرنگ اُڑیسہ بھارت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط محررہ ۲۶/۳/۶۶ ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔اللہ تعالیٰ آپ

کے اخلاص میں برکت دے۔ آپ کی مساعی کو بارآور کرے اور اس علاقہ میں احمدیت و اسلام کو جلد غالب کر دے۔ آمین۔

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ کیرنگ میں جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آمین۔ میری طرف سے دوستوں کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پہنچا کر یہ پیغام عرض کریں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اسلام غالب آ جائے اور ہم ناچیز بندوں نے احمدیت کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ ہم اس مقصد کے حصول کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے ہمیشہ تیار رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب دوستوں کے اخلاص میں برکت دے اور اس عظیم عہد کو نباہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ مگر ہم میں سے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ کیا کچھ کر رہا ہے۔ اگر ہمارے سب فکر دنیا کے لیے ہوں اور ہم بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح محض نام کے مسلمان ہوں اور ہمیں دین کی اتنی فکر نہ ہو جتنی دنیا کی اور اسلام کو دنیا بھر میں غالب کرنے کی تڑپ ہمیں دن رات بے چین نہ رکھتی ہو تو ہم نے اپنے مقصد کو فراموش کر دیا اور اپنے رب کو ناراض کرنے کا باعث بنے۔ لیکن اگر ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کا مقصد ہمیشہ سامنے رکھا۔ ہمیں دن رات یہی فکر ہے کہ کسی طرح دنیا میں اسلام غالب آ جائے اور ہمیں یہ فکر ہر دم بے چین رکھتی ہے۔ ہمارا یہ زبانی دعویٰ ہی نہیں بلکہ ہماری ہر حرکت وسکون اور ہمارے فکر و عمل سے یہ تڑپ ظاہر ہے اور ہم نہ صرف اپنے تئیں بلکہ اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنے گھروں میں اسلامی ماحول پیدا کر کے اسلام کے رنگ میں رنگین کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے گرد و پیش اسلامی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اشاعت و تبلیغ اسلام کے لیے ہر ممکن قربانی پیش کرتے ہیں۔ تو ہماری یہ ناچیز کوششیں یقیناً اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے خاص فضلوں کو کھینچنے کی باعث ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری غفلتیں سستیاں اور کمزوریاں دور فرمائے ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ اسلام کے لیے ہر ممکن قربانی پیش کرنے کی توفیق دے اور اسلام کی فتح کا دن قریب

سے قریب تر لے آئے۔آمین۔

اس سلسلہ میں اپنے عزیز دوستوں سے میں یہ بھی کہوں گا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب روحانی خزائن ہیں۔ان میں سے اکثر کتب اردو میں ہیں۔پس اردو زبان سیکھنے کی طرف توجہ دیجئے تا آپ بھی ان کتب کا مطالعہ کر کے ان روحانی خزائن سے مالا مال ہوسکیں (جو قرآن مجید کی تفاسیر اور روحانی علوم کا نچوڑ ہیں)

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آپ کو ہر قسم کی پریشانیوں سے بچائے اور دینی و دنیوی کامیابیوں سے نوازے اور خدمت دین کی توفیق دے۔آمین۔خدا حافظ

والسلام

(دستخط) مرزا ناصر احمد

خلیفۃ المسیح الثالث'' [106]

لندن میں یوم حسین اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی تقریر

رسالہ ''المبلغ'' سرگودھا نے اگست ۱۹۶۶ء میں خبر دیتے ہوئے تحریر کیا کہ ۳۰ مئی کو اسلامک کلچرل سنٹر ریجنٹ پارک میں ادارہ جعفریہ کے زیر اہتمام یومِ حسین منایا گیا۔صدارت کے فرائض بین الاقوامی عدالت کے جج سر محمد ظفر اللہ خاں نے ادا کئے......سر ظفر اللہ نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ یزیدیت آج بھی کارفرما ہے۔جس کے مقابلہ کے لئے حسینیت کی ضرورت ہے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حسینی پرچم تلے متّحد ہو جائیں اور حسینی قیادت کے زیر اثر یزیدیت کا مقابلہ کریں۔ انہوں نے فرمایا واقعہ کربلا دنیا کی تاریخ میں پہلا اور آخری واقعہ ہے۔ایسے واقعہ کی مثال کسی مذہب کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔سر ظفر اللہ خاں صاحب نے پُرزور الفاظ میں کہا کہ اگر ہم اپنے دینی فرائض بھول جائیں اور احکامِ خدا اور رسول کی تعمیل نہ کریں تو ہم بھی یزیدی فوج کے ارکان شمار ہوں گے۔ جنہوں نے امام حسین کو شہید کیا۔

اس محفل میں ہر فکر و خیال کے مسلمان جمع تھے۔غیر مُسلم حضرات نے بھی شرکت کی۔لوگوں کی تعداد تقریباً دو ہزار تھی۔[107]

کینیا کے ممتاز ماہرِ تعلیم کی ایک تقریر

اس سال کینیا کے ایک مخلص احمدی اور ممتاز ماہر تعلیم جناب عثمان گا کوریا کو حکومتِ کینیا کے مندوب کی حیثیت سے آسٹریلیا میں ماہرینِ تعلیم کی ایک بین الاقومی کانفرنس میں شرکت کا موقع مِلا۔ واپسی پر انہوں نے ۳۱؍اگست ۱۹۶۶ء کو مرکزِ احمدیت کی زیارت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔حضور ایک مختصر سفر کے لیے راولپنڈی تشریف لے جارہے تھے اس لیے حضور نے انہیں راولپنڈی آنے کی ہدایت فرمائی۔ یہاں یکم ستمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جماعت راولپنڈی کے درمیان نمازِ مغرب اور عشاء کے بعد رونق افروز ہوئے۔اس مجلس میں حضور نے موصوف کے قبول احمدیت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک احمدی دوست نے ایک افریقن عیسائی کو جماعت کی طرف سے شائع کردہ سواحیلی ترجمہ قرآن دیا۔لیکن اس شخص نے اسلام کے عناد کے باعث قرآن مجید کو قبول نہ کرنے کے علاوہ نہایت گستاخانہ رویہّ بھی اختیار کیا۔مکرم عثمان گا کوریا بھی وہاں موجود تھے۔انہوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ اگر یہ نہیں لیتا تو قرآن مجید مجھے دے دیا جائے۔ چنانچہ اس طرح قرآن کریم اور دیگر لٹریچر کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ نے حق وصداقت کے قبول کرنے کے لیے ان کے دل کو کھول دیا اور وہ ۱۹۶۴ء میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آ گئے۔

اس تعارف کے بعد حضور نے جناب گا کوریا کو کینیا کے بارے میں تقریر کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جس پر موصوف نے چند منٹ تک انگریزی زبان میں نہایت ایمان افروز تقریر کی۔آپ نے کینیا اور مشرقی افریقہ کے دوسرے ممالک میں جماعت احمدیہ کی مساعی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بتایا کہ مشرقی افریقہ میں تبلیغ اسلام اور اشاعتِ قرآن کے لیے احمدی مبلغین نے جو قابل قدر مساعی سرانجام دی ہیں وہ افریقہ میں اشاعت اسلام کی راہ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔اسی مساعی کے باعث افریقہ میں اسلام کو دیگر مذاہب اور خصوصاً عیسائیت پر نمایاں برتری حاصل ہوئی ہے۔[108]

رسوم و بدعات کے خلاف امام وقت کا اعلان جہاد

۹ستمبر ۱۹۶۶ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے رسوم و بدعات کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور جماعت کو انتباہ فرمایا کہ بدرسوم اور ایمانِ کامل اکٹھے نہیں ہو سکتے دین کی اشاعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے جس قسم کی قربانی اور جس حد تک

قربانی دینا ضروری ہے جو شخص رسوم کے بندھنوں میں بندھا ہوا ہے۔وہ اس حد تک قربانی نہیں دے سکتا۔اس سلسلہ میں حضور نے خاص طور پر نظارت اصلاح وارشاد کو اس طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جتنی رسوم اور بدعات ہمارے ملک کے مختلف علاقوں میں پائی جاتی ہیں ان کو اکٹھا کیا جائے اوراس کی نگرانی کی جائے کہ ہمارے احمدی بھائی ان تمام رسوم اور بدعات سے بچتے رہیں۔جو شخص رسوم اور بدعات کو نہیں چھوڑتا جس طرح اس کا ایمان پختہ نہیں اسی طرح وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدداوراسلام کی تقویت کے لیے وہ قربانیاں بھی نہیں دے سکتا جن قربانیوں کا اسلام اس سے مطالبہ کرتا ہے۔نیز فرمایا کہ ہر احمدی تنظیم پر یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو رسوم اور بدعتوں سے بچائے رکھے۔محفوظ رکھے اوراس بات کی بھی نگرانی کرے کہ کوئی احمدی بھی رسوم ورواج کی پابندی کرنے والا نہ ہواور بدعات میں پھنسا ہوا نہ ہو۔[109]

ڈاکٹر مرتونو آف انڈونیشیا کی مسجد نور راولپنڈی میں آمد

ستمبر ۱۹۶۶ء کے دوسرے ہفتے میں ایک مخلص انڈونیشی احمدی جناب ڈاکٹر مرتونو انڈونیشیا کے ایک ثقافتی واقتصادی وفد کے ہمراہ پاکستان آئے۔اسلام آباد میں اپنے چارروزہ قیام کے دوران آپ نے ۱۲ستمبر کو مسجد نور راولپنڈی کی ایک تقریب میں حاضرین سے خطاب کیا۔جس میں انڈونیشیا کی احمدی جماعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان جزائر میں جماعت احمدیہ کی تعداد دس ہزار سے متجاوز ہے اور مغربی جاوا میں احمدیت کا اثر ونفوذ بہت زیادہ ہے۔ملک کے ذہین طبقہ پر احمدیت کے لٹریچر کا بے حد اثر ہے اورانہیں اسلام کے متعلق جب معلومات حاصل کرنی ہوں تو وہ ہمارے لٹریچر کا ہی مطالعہ کرتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات وکتب کے غیر معمولی جذب واثر کا ذکر کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر مرتونو نے اپنی مثال پیش کی اور کہا کہ میں ایک کھوئی ہوئی بھیڑ تھا اور اسلام سے کلیتہً دور جا چکا تھا۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں اور خصوصاً اسلامی اصول کی فلاسفی کے مطالعہ نے میرے خوابیدہ ایمان کو بیدار کر دیا اور میں اسلام کی معرفت اور روحانیت کی چاشنی کو محسوس کرنے لگا۔

بعد ازاں جناب ڈاکٹر مرتونو صاحب موصوف اپنے وطن واپس جانے کے لیے ۱۴ستمبر کو بمع ارکانِ وفد بذریعہ طیارہ کراچی روانہ ہو گئے۔[110]

وزیر تعلیم جمہوریہ صومالیہ کی تقریر

۴؍اکتوبر۱۹۶۶ء کوصومالیہ کے وزیر تعلیم جناب ڈاکٹر احمد یوسف صاحب کے اعزاز میں جماعت احمدیہ راولپنڈی کی طرف سے ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا۔جس میں ڈاکٹر صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کی بے لوث کوششوں کے ذریعہ اسلام دنیا میں انتہائی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔جماعت احمدیہ جومقدّس فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔وہ درحقیقت تمام مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔اگر روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمان پوری یکجہتی اور تنظیم کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام دیتے تو یقیناً اسلام آج اس سے کہیں وسیع تر علاقوں میں پھیل چکا ہوتا۔[111]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام لجنہ اماء اللہ کے نام

وقف عارضی کا ایک وفد جو محمد اسلم صاحب شاد اور ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب پر مشتمل تھا،نوشہرہ ککے زئیاں ضلع سیالکوٹ میں بھجوایا گیا تھا۔مقامی لجنہ نے اس وفد کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں درخواست کی کہ حضور کوئی پیغام عنایت فرمائیں۔اس پر حضور نے مندرجہ ذیل پیغام عنایت فرمایا جو تمام لجنات کے لئے مشعل راہ ہے:۔

”لجنہ اماء اللہ پر اہم ترین ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ اُن کے خاندان کا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جو قرآن کریم باترجمہ نہ جانتا ہو۔اگر آپ اس میں کامیاب ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتوں کی وارث ہوں گی۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث“[112]

وقفِ جدید دفتر اطفال کا آغاز

شوریٰ ۱۹۶۶ء کے موقع پر وقفِ جدید کا بجٹ ایک لاکھ ستّر ہزار روپے منظور ہوا۔لیکن اکتوبر ۱۹۶۶ء تک اس مد میں صرف ایک لاکھ چالیس ہزار روپے کے وعدے موصول ہوئے حالانکہ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اندازہ لگایا اس مبارک الٰہی تحریک کے عظیم اور نہایت ہی ضروری اور مفید کاموں کی سرانجام دہی کے لیے کم از کم دو،سوا دو لاکھ روپوں کی ضرورت تھی۔اس صورتحال کو دیکھ

کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مخلصینِ جماعت سے اپیل کی کہ وہ اپنے وعدوں میں اضافہ کریں اور جو دوست وقفِ جدید کے مالی جہاد میں شامل نہیں وہ اس میں حصّہ لیں۔

اس کے علاوہ حضور نے ۷/اکتوبر ۱۹۶۶ء کے خطبہ جمعہ کے ذریعہ وقفِ جدید کے دفترِ اطفال کا آغاز فرمایا۔تاکہ احمدی بچے اس غفلت کی تلافی کرتے ہوئے وقف جدید کا زیادہ سے زیادہ بوجھ اُٹھالیں۔چنانچہ حضور نے فرمایا۔

''وہ بچے جو اپنی عمر کے لحاظ سے اطفال الاحمدیہ یا ناصرات الاحمدیہ میں شامل ہو چکے ہیں یعنی ان کی عمریں سات سے پندرہ سال تک کی ہیں۔اگر وہ مہینہ میں ایک اٹھنّی وقف جدید میں دیں۔تو جماعت کے سینکڑوں ہزاروں خاندان ایسے ہیں جن پر ان بچوں کی قربانی کے نتیجہ میں کوئی ایسا بار نہیں پڑے گا کہ وہ بھوکے رہنے لگ جائیں۔رہے وہ غریب خاندان جن کے دلوں میں نیکی کرنے اور ثواب کمانے کی خواہش پیدا ہو لیکن ان کی مالی حالت ایسی نہ ہو کہ ان کا ہر بچہ اس تحریک میں ایک اٹھنّی ماہوار دے سکے۔تو ان لوگوں کی خواہش کے مدّنظر میں ان کے لئے یہ سہولت پیش کر دیتا ہوں کہ ایسے خاندان کے سارے بچے مل کر ایک اٹھنی ماہوار اس تحریک میں دیں اس طرح اس خاندان کے سارے بھائی اور بہنیں ثواب میں شریک ہو جائیں گی۔لیکن یہ رعایت صرف ان خاندانوں کے لئے ہے جو مالی لحاظ سے کمزور ہیں۔''

حضور نے احمدی بچوں کو خدا اور اس کے رسول کے بچے قرار دیتے ہوئے اپیل کی۔

''اے احمدیت کے عزیز بچو! اٹھو اور اپنے ماں باپ کے پیچھے پڑ جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں مفت میں ثواب مل رہا ہے۔آپ ہمیں اس سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔آپ ایک اٹھنّی ماہوار ہمیں دیں کہ ہم اس فوج میں شامل ہو جائیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دلائل وبراہین اور قربانی اور ایثار اور فدائیت اور صدق وصفا کے ذریعہ اسلام کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے گی۔''[113]

بعض مبلغین سلسلہ کا ذکرِ خیر

مولوی عبدالکریم صاحب شرما مربی سلسلہ مشرقی افریقہ کچھ عرصہ تک مرکز احمدیت میں رہ کر

دوبارہ یوگنڈا تشریف لے جارہے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مورخہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو نماز مغرب کے بعد انہیں مخاطب کر کے فرمایا:۔

’’........میں تو جب مرکز کی گلیوں میں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے خدا تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔میں جب آپ کو دیکھتا ہوں یا حکیم محمد ابراہیم صاحب کو دیکھتا ہوں تو خیال کرتا ہوں کہ یہ شخص جس رنگ اور جس شکل میں یہاں پھر رہا ہے۔اس کی حیثیت اور ہے لیکن جب یہ تبلیغ کے لیے مرکز سے باہر جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے اٹھا کر کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر اسپین میں مبلغ ہیں وہاں دنیوی لحاظ سے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔وہ شہر کے ایک چوراہے میں چھابڑی لگا کر عطر بیچ رہے ہوتے ہیں لیکن ایک حیثیت ان کی یہ ہے۔وہ جنرل فرینکو کو بھی بے دھڑک مل لیتے ہیں اب دیکھو یہ قوت ان کے دل میں کس چیز نے پیدا کی۔یہ قوت ان کے اندر اسی احساس نے پیدا کی۔خدائے قادر وتوانا کے غلام درشاہانِ وقت کے بھی معلم واستاد ہوتے ہیں......مولوی عبدالکریم صاحب شرما بھی جو اس وقت یہاں بیٹھے ہیں جب تبلیغ کے میدان میں جائیں گے تو ان کی حیثیت اور ہو جائے گی۔اور وہ خدا تعالیٰ کے نمائندے ہوں گے، اسلام کے نمائندے ہوں گے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہوں گے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمائندے ہوں گے پس میں ان سے کہوں گا کہ آپ سے خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں جو ضرور پورے ہو کر رہیں گے۔آپ کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے خدا جانتا ہے کہ مشرقی افریقہ میں اسلام کے غلبہ کے کون سے ذرائع پیدا ہونگے۔لیکن بظاہر جو ذرائع نظر آتے ہیں ان میں ایک سکول ہیں۔تبلیغ کے سلسلہ میں سکول بہت مفید ہو سکتے ہیں۔اس لیے آپ کو اس کے لیے کوشش کرنی چاہئیے اور دعا بھی کرنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ آپ کی اس کوشش میں برکت ڈالے اور پھر یقین رکھنا چاہیے کہ آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔کیونکہ اگر آپ کی نیت نیک ہے تو آپ کو ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔انشاءاللہ‘‘[114]

استاذ جامعہ احمدیہ کا سفر بیروت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی نصائح

سلسلہ احمدیہ کے جیّد عالم اور استاد جامعہ احمدیہ مولوی غلام باری صاحب سیف بیروت میں عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۹/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو ربوہ سے روانہ ہوئے۔روانگی سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انہیں اپنے دستِ مبارک سے حسبِ ذیل قیمتی نصائح سپرد قلم فرمائیں:

”۱۹/۱۰/۶۶

علم قرآن سیکھنے کے لئے کسی کو ربوہ سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔آپ وہاں عربی زبان کا علم۔تحریر۔تقریر۔بول چال سیکھنے جارہے ہیں۔اتنا کچھ خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے ہی جانتے ہیں کہ ۱۰۔۱۲ماہ میں اگر چاہیں اور کوشش کریں تو بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔انشاءاللہ۔پس پوری توجہ اس طرف دیں اور یہ ایام زندگی خصوصاً معمورالاوقات گزاریں۔ایک امانت آپ کے سپرد کی جارہی ہے دیانت داری سے اسے نبھائیں۔لبنان سے باہر میری تحریری اجازت کے بغیر نہ جائیں۔اگر ممکن ہو تو شام کے دوستوں سے تعلق قائم کرنیکی کوشش کریں۔سب احباب کو میرا سلام پہنچائیں اور کہیں کہ انکی پریشانیوں سے میں بہت پریشان رہتا ہوں۔دعائیں کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اطمینان کے دن جلد لوٹا کرلائے۔آمین۔اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہو۔

مرزا ناصر احمد
خلیفۃ المسیح الثالث ۶۶۔۱۰۔۱۹“

مولوی غلام باری صاحب سیف تحریر فرماتے ہیں:

”خاکسار کو عربی زبان کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جب بیروت بھجوایا گیا تو مجھے جامعہ بیروت العربیہ میں داخلہ ملا۔ایک سال خاکسار نے یہاں عربی ادب کی تعلیم حاصل کی اُن دنوں کلیۃ الاداب کے پرنسپل دکتور محمد عبدالسلام کفافی تھے۔انہوں نے جامعہ احمدیہ کے استاد ہونے کی وجہ سے مجھ سے کوئی فیس نہ لی۔اور جامعہ سے رخصت ہوتے وقت جو سند انہوں نے دی اس میں جہاں دینی علمی ترقی کا ذکر کیا وہاں یہ بھی کہا:۔

وقد افاد السادة الاستاذة المختصون انّ الاستاذ غلام باری کان مثال الجدّو الاجتهاد.و قـد حـقّق تـقـدّما ملحوظاً فی دراسة هذه المواد.کما انّنا سعدنا بوجوده معناخلال هذا العام الجامعی لما اتسم به من کریم الخلق.

کہ استاد غلام باری مثالی محنتی تھے انہوں نے جہاں مندرجہ بالا مضامین میں نمایاں ترقی کی وہاں اس تعلیمی سال میں آپ کے وجود سے ہم بھی بہرہ مند ہوئے کہ آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل استاد تھے۔

یونیورسٹی میں اساتذہ کا سلوک خاکسار کے ساتھ بڑا مثالی تھا۔وہ لائبریری میں مجھے اساتذہ کے کمروں میں مطالعہ کے لئے جگہ دیتے اور میرے استاد عبدالعزیز عتیق نے ایک روز مجھے کہا کہ اساتذہ سٹاف روم میں تمہارے متعلق بہت اچھے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔خاکسار ان سے فقہ اور تفسیر میں تبادلہ خیالات کرتا تو وہ کہتے یہ تو ہمیں پڑھا سکتا ہے یہاں تو یہ صرف زبان کی تعلیم کے لئے آیا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی اجازت سے جب ۱۹۶۷ء کے ماہ مارچ میں عیدالاضحیہ کی چھٹیوں کی وجہ سے ہماری یونیورسٹی بند ہوئی تو خاکسار شام اور اُردن گیا حمص بھی جانے کا موقعہ ملا۔اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ بہت مخلص جماعتیں ہیں۔دمشق سے جس دن خاکسار واپس بیروت آیا تو بعض احباب جماعت نے آنسوؤں سے الوداع کہا۔واپسی پر خاکسار نے ''دیارِ عرب میں ایک سال'' کے عنوان سے سات آٹھ قسطوں میں لاہور میں مضامین لکھے جو دسمبر ۱۹۶۷ء سے اپریل ۱۹۶۸ء تک چھپتے رہے۔رسالہ قومی زبان جو انجمن ترقی اُردو کراچی کی جانب سے شائع ہوتا ہے اس کے شمارہ مئی ۱۹۶۸ء نے سیاحت میں میرے مضامین کو بہتر مضامین میں شمار کیا۔[115] بیروت سے اس وقت جو مضمون میرے الفضل میں ''مکتوب بیروت'' اور ''تاریخ کے منتشر اوراق'' کے نام سے شائع ہوئے۔وہ الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء اور ۱۲۔۱۳۔۱۶ مئی ۱۹۶۷ء میں چھپے۔بیروت میں بھی ایک مضبوط جماعت تھی جو فلسطینیوں اور شامیوں پر مشتمل تھی جس کے صدر ابو توفیق تھے جو حیفہ کے رہنے والے تھے۔''

خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کا وصال

ولادت: ۱۹۰۱ء وفات: ۱۳/اکتوبر ۱۹۶۶ء

۱۳/اکتوبر ۱۹۶۶ء کی شام کو علم و فضل کا آفتاب یعنی سلسلہ احمدیہ کے نامور مبلّغ و مجاہد متبحّر عالم خالدِ احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمس داعی اجل کو لبیک کہہ کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔

حضرت شمس صاحب کے مختصر سوانح کچھ اس طرح سے ہیں کہ آپ مئی ۱۹۰۱ء میں سیکھواں نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ذرا چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو اپنے والد ماجد کے ساتھ قادیان آنا شروع کیا۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات اور مصافحہ یاد تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم لوئر پرائمری تک اپنے گاؤں سیکھواں ہی میں حاصل کی۔ لیکن آپ کی اصل اور مستقل تعلیم کا آغاز ۱۹۱۰ء میں ہوا جب آپ باقاعدہ قادیان آکر مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ جس وقت آپ داخل ہوئے۔ اس وقت تیسری جماعت کھل رہی تھی۔ آپ ایک نہایت ہونہار محنتی اور سمجھدار طالب علم تھے۔ آپ ہر سال پاس ہوتے چلے گئے۔ تا آنکہ ۱۹۱۹ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ اور پھر تین سال کی خصوصی تعلیم و تربیت کے بعد آپ نے مربی کلاس کا امتحان پاس کیا۔ ایک طرف جہاں آپ کو حضرت اقدس کی نظروں کی برکت اور اپنے نہایت درجہ مخلص باپ حضرت امام الدین صاحب سیکھوانی کی تربیت حاصل ہوئی وہاں دوران تعلیم قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا درس قرآن سنا اور قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت قاضی امیر حسین صاحب، حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب، حضرت حافظ روشن علی صاحب اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب جیسے آسمان احمدیت کے ستارے بطور استاد میسر آئے۔ آپ نے ۱۹۱۸ء سے اپنے طالب علمی کے زمانہ سے مضامین لکھنے شروع کئے اور مناظروں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں آپ نے مشہور مناظرہ سارچُور میں کیا۔ جس میں آپ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور ایک سکھ ڈاکٹر کی طرف سے آپ کو انعام ملا۔ اس مناظرے کی کارروائی شائع شدہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے بیسیوں مباحثات اس زمانہ میں شیعوں، سنیوں اور پادریوں سے کئے۔ جن میں مباحثہ بھونگاؤں، مباحثہ جہلم اور مباحثہ میانی شائع شدہ ہیں۔

۱۹۲۳ء میں آپ کو مربی کلاس پاس کرنے کے بعد ملکانوں کے فتنہ ارتداد کے دُور کرنے کے لئے بھجوایا گیا۔ جہاں آپ نے ڈیڑھ سال تک جانفشانی سے کام کیا۔

۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سفر ولایت میں جب حضرت شیخ یعقوب علی صاحب کے ساتھ جانے کا فیصلہ ہوا۔ تو آپ کو ملکانہ سے واپس بلا کر ان کی جگہ الحکم کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔

آپ کی محنت علمی مشاغل اور زور بیان کو دیکھ کر حضور انور نے آپ کو عرب ممالک میں بطور مبلغ

احمدیت بھجوانے کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ آپ ۱۹۲۵ء میں بلاد عربیہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ کے ذریعہ دمشق، کبابیر، حیفا اور مصر میں جماعتیں قائم ہوئیں۔ آپ ہی کے ذریعہ سید منیر الحصنی صاحب اور چند اور مخلص دوست سلسلہ میں داخل ہوئے جس سے سارے شام میں شور برپا ہو گیا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے عربی زبان میں ایک کتاب میزان الاقوال لکھی جس میں آپ نے تمام عرب علماء کو چیلنج کیا کہ تم میرے ساتھ دلائل میں مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے کہ میرے امام کے ساتھ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ آپ کے اتباع ہی غالب رہیں گے۔ اور ہوا بھی یہی۔ لیکن جب علماء آپ کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے تو انہوں نے آپ کو جسمانی طور پر مٹانا چاہا اور ایک بے سمجھ انسان نے آپ پر خنجر سے حملہ کر دیا جس سے آپ کے شانہ اور کمر میں زخم آئے۔ اور اس طرح جسمانی طور پر بھی آپ نے اپنا خون اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا۔ لیکن اس رحیم و کریم ہستی کو ابھی آپ کو اور نوازنا منظور تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے فضل سے آپ کو صحت عطاء فرمائی۔ شرق الاوسط کے قیام کے دوران میں جو ۱۹۳۱ء تک رہا، متعدد مناظرے کئے اور عربی زبان میں چودہ کتب و رسائل جو بہائیوں اور عیسائیوں اور مولویوں کے خلاف تھے، تصنیف کرنے کی توفیق پائی۔ پھر ۱۹۳۱ء میں آپ واپس قادیان تشریف لے آئے۔

۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک آپ قادیان میں مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے۔ جن میں مقدمہ بہاولپور اور کشمیر کمیٹی کا نام بہت نمایاں ہے۔

۱۹۳۶ء کے شروع میں آپ انگلستان کے لئے تشریف لے گئے جہاں آپ گیارہ برس تک مسجد فضل کے امام کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ یہاں آپ نے شاہ انگلستان، شاہ یوگوسلاویہ اور شاہ زوغو والیٔ البانیہ کو خطوط لکھے۔ ہائیڈ پارک میں آپ کے مناظرے بہت مشہور ہوئے۔

انگلستان میں گیارہ سال کا لمبا زمانہ اپنے اہل و عیال سے الگ نہایت صبر اور بہادری سے گزارا۔ اپنے انگلستان میں قیام کے دوران میں دو کتب تصنیف کیں۔ مؤخر الذکر کتاب پر بہت سے اخبارات نے ریویو لکھے۔ اس کتاب کا ترجمہ ملیالم اور ڈچ زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں واپس تشریف لائے۔

انگلستان سے مراجعت کے بعد آپ کو حضرت مصلح موعود نے تحریک جدید کے صدر اور وکیل التبشیر کے منصب تفویض فرمائے۔ 116

۱۹۴۷ء کے پُرفتن اور پُر آشوب دَور میں جبکہ قادیان کی مقدس بستی چاروں طرف سے محصور ہو چکی تھی۔آپ نے حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کے بعد امیر مقامی کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔

قیام پاکستان کے بعد حضرت مصلح موعود نے آپ ہی کی تجویز پر جماعت احمدیہ کے دارالہجرت کا نام ربوہ منظور فرمایا۔تعمیر ربوہ کے ابتدائی ایام میں آپ کچھ عرصہ قائم مقام ناظر اعلیٰ رہے۔اور ایک لمبے عرصے تک ربوہ کے جنرل پریذیڈنٹ رہے۔تحقیقاتی عدالت کے زمانے میں آپ کے قلم سے نہایت بلند پایہ لٹریچر شائع ہوا۔آپ الشرکۃ الاسلامیہ کے اوّلین مینیجنگ ڈائریکٹر تھے۔اور زندگی کے آخری سانس تک جماعتی لٹریچر کی اشاعت میں مجنونانہ وار سرگرم عمل رہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ معرکہ آراء کُتب اور ملفوظات کو نہایت نفیس اور دیدہ زیب مجلد سیٹ کی صورت میں مع تفصیلی انڈیکس کے شائع کرنا آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے جو قیامت تک یادگار رہے گا۔

۱۹۵۶ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو خالد کے خطاب سے نوازا۔وفات کے وقت آپ قائد تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ، ناظر اصلاح وارشاد، مینیجنگ ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ اور صدر مجلس کارپرداز مقبرہ بہشتی کے عہدوں پر فائز تھے۔[117]

واقعۂ وفات اور تدفین

آپ مورخہ ۱۳/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو صبح گیارہ بجے اپنے دانتوں کے علاج کی غرض سے سرگودھا تشریف لے گئے۔جہاں آپ پر دل کا حملہ ہوا۔علاج کے بعد طبیعت قدرے سنبھل گئی لیکن شام چھ بجے دوبارہ دل کا حملہ ہوا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے اور شام ساڑھے ۶ بجے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ ۱۳/اکتوبر کو ہی رات سوا نو بجے آپ کا جنازہ سرگودھا سے ربوہ لایا گیا اور اسی رات دورونزدیک کی جماعتوں کو بذریعہ ٹیلیفون اطلاع دی گئی۔۱۴/اکتوبر بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل ہی بہت سے شہروں کے امرائے جماعت اور احباب کی کثیر تعداد ربوہ پہنچ گئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نماز عصر کے بعد بہشتی مقبرہ کے وسیع میدان میں نماز جنازہ پڑھائی۔اس کے بعد قطعہ صحابہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔[118] حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کی خدمات دینیہ کے حوالہ سے فلسطین اور انگلستان کی خدمات ایک خاص شان کی حامل ہیں اس لئے ان کا کچھ تفصیلی تذکرہ بھی نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

فلسطین میں خدمات دینیہ

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب مبلّغ بلادِعربیہ جنہوں نے آپ سے فلسطین مشن کا چارج لیا، پوری عمر آپ کے ان کارناموں اور معرکوں سے متاثر رہے جو مولانا شمس صاحب نے شام و فلسطین میں سرانجام دیئے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''بلادِعربیہ میں حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے شام و لبنان میں اور حضرت شیخ محمود احمد عرفانی نے مصر وغیرہ میں اپنے اپنے دائرہ میں احمدیت کا پیغام پہنچایا۔لیکن احمدیت کی تبلیغ بطور مشن شمس صاحب کے زمانہ سے شروع ہوئی۔

مولانا شمس صاحب نے کم وبیش چھ برس بلادِعربیہ میں بسر کئے۔شروع شروع میں آپ نے دمشق میں کام شروع کیا جس کے نیک نتائج نکلنے شروع ہوگئے۔الاستاذ منیر الحصنی جو حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے پرانے شاگرد تھے۔مولانا شمس صاحب کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوگئے۔مخالفت بڑھ گئی۔علماء کی اشتعال انگیزی کے نتیجہ میں ایک جاہل نوجوان نے شمس صاحب پر خنجر سے حملہ کیا۔زخم سخت خطرناک تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچایا۔

شام میں فرانسیسی انتداب (کسی علاقہ کو عارضی طور پر کسی ریاست کی تحویل اور حکومت میں دینا) تھا۔ 119 فرنچ گورنمنٹ نے شمس صاحب کو شام سے چلے جانے کا حکم دیا آپ نے بذریعہ تار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے بغداد جانے کی اجازت طلب کی۔حضور نے مولانا کو ہدایت فرمائی کہ آپ حیفا (فلسطین) میں چلے جائیں۔حیفا میں بھی علماء کی شورشیں بدستور تھیں۔

مولانا شمس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے مقابلہ کی توفیق بخشی۔آپ نے جرأت کے ساتھ اُن سے مباحثات کئے۔جس سے عوام پر اچھا اثر ہوا۔مخالفت بھی بھڑکی مگر احمدیت کا چرچا بھی گھر گھر ہونے لگا۔

ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے۔حیفا کے قریب عکا (فلسطین) میں فرقہ شاذلیہ کے رئیس شیخ ابراہیم کو کافی عرصہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی خط موصول ہوا تھا۔وہ صوفی مشرب انسان تھے۔انہوں نے اپنے مریدوں کو کہا تھا کہ یہ خط محفوظ رکھو تمہیں حیفا سے امام مہدی کا پیغام ملے گا۔مولانا شمس صاحب کے حیفا آنے پر جب احمدیت کی آواز اُن لوگوں کے کانوں تک پہنچی

تو اُن میں سے بہت سے نیک دل لوگوں کو احمدیت کے قبول کرنے کی توفیق مل گئی۔حیفا پہنچتے ہی اللہ تعالیٰ نے مولوی شمس صاحب کو اچھے ساتھی اور مخلص رفیق عطا فرما دیئے۔اور احمدیت کا پودا ان ممالک میں قائم ہو گیا۔

علماء کی طرف سے فتووں کے علاوہ گاہے گاہے مخالفانہ پمفلٹ بھی شائع ہوتے تھے جن کے جواب مولانا شمس صاحب لکھتے، چھپواتے اور شائع کرتے تھے۔عیسائیوں سے بھی مقابلے جاری رہتے تھے۔فلسطین کے علاوہ سال میں ایک آدھ مرتبہ مصر کا سفر بھی مولانا کو درپیش آتا تھا۔وہاں بھی جماعت تھی۔

نئے احمدیوں کی پدرانہ شفقت کے ساتھ تربیت کرنا مبلغ کا اوّلین فرض ہے مولانا یہ فرض بھی باسلوبِ احسن ادا فرماتے رہے۔ان لوگوں کی تعلیم کا بھی خیال رکھنا ضروری تھا۔میں نے دیکھا ہے کہ بلادِ عربیہ کے سب احمدی احباب مبلّغ کو روحانی باپ اور خلیفۃ المسیح کا نمائندہ سمجھتے ہیں اور اس سے نہایت محبت سے پیش آتے ہیں۔

مولانا شمس صاحب نے اگست ۱۹۳۱ء تک بلادِ عربیہ میں کام کیا ہے۔اس وقت میں نے جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم سے آپ سے چارج لیا تھا۔میں یہ شہادت ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مولانا شمس صاحب نے اپنے زمانہ میں بلادِ عربیہ میں نہایت عمدہ کام کیا ہے۔نہایت جانفشانی سے احمدیت کا پیغام پہنچایا ہے اور پوری تندہی سے مخالفین اسلام کا ردّ کیا ہے۔آپ نے عیسائی پادریوں کے ردّ میں پمفلٹ بھی لکھے، ان سے مناظرات بھی کئے۔بہائیوں کی بھی تردید کی مخالف علماء کے اعتراضات کے بھی جواب دیئے۔غرض آپ کا کام نہایت شاندار تھا۔آپ نے بعد کے جانے والے مبلغین کے لئے نہایت عمدہ بنیاد قائم کر دی۔آپ نے الکبابیر میں مسجد محمود کی بنیاد بھی رکھی تھی۔آپ فلسطین سے واپسی کے وقت ایک مخلص اور فدائی جماعت چھوڑ کر آئے تھے۔**جزاہ اللہ عنّا احسن الجزاء۔**

مجھے یاد ہے کہ میں نے ان کی واپسی سے پہلے جب ان سے مشورہ کیا کہ اپنا پریس قائم کر کے ماہوار عربی رسالہ جاری کر دیا جائے تو مولانا نے مالی دشواریوں کے باعث اسے مشکل قرار دیا تھا مگر ان کی تیار کردہ مخلص جماعت کا یہ حال تھا کہ جونہی ہم انہیں الوداع کہہ کر ریلوے سٹیشن سے دارالتبلیغ میں جمع ہوئے اور میں نے احباب کے سامنے یہ تجویز رکھی تو سب نے فوراً لبیک کہا اور قربانی کے لئے تیار ہو گئے۔چنانچہ پہلے سہ ماہی اور پھر ماہوار ''البشریٰ'' جاری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے پریس لگانے کی

بھی توفیق دی اور با قاعدہ مدرسہ احمدیہ بھی قائم ہو گیا اور مسجد محمود بھی مکمل ہو گئی۔ میں علیٰ وجہ البصیرت جانتا ہوں کہ میرے زمانہ میں تبلیغ،تعلیم اور تربیت کا جو کام آگے بڑھا اس میں مولانا مرحوم کا بہت حصہ تھا۔انہوں نے پودے لگائے اور ہم نے پھل کھائے۔

بلاد عربیہ میں مولانا کے اچھے اخلاق کا تذکرہ یہودی اور عیسائی بھی کرتے تھے۔جس مکان میں مولانا شمس صاحب ۱۹۳۰-۳۱ء میں حیفا میں رہتے تھے وہ ایک عیسائی کا تھا۔اس کے رشتہ داروں میں ایک پادری بھی تھا۔مولانا کے پاس رات دن تبلیغی چرچے رہتے تھے۔احباب کی آمدورفت رہتی تھی۔ نمازیں بھی اسی مکان میں ہوتی تھیں۔اسی مکان میں مولانا کے پڑوس میں ایک یہودی خاندان رہتا تھا۔یہ سب مولانا کے اعلیٰ اخلاق کے مدّاح تھے اور ان سب سے مولانا کا سلوک بہت اچھا تھا۔ آپ ان کو تبلیغ بھی کرتے رہتے تھے۔جب میں فلسطین پہنچا ہوں تو پہلے ایک سال تک وہی مکان رہا پھر ہمیں ضرورت کے ماتحت دوسری جگہ ایک وسیع مکان کرایہ پر لینا پڑا۔ہمارے مکان چھوڑنے پر پڑوسیوں نے اور مالک مکان عیسائی نے افسوس کا اظہار کیا۔

کتابوں اور ٹریکٹوں کی طباعت مولانا جن پریسوں میں کراتے تھے وہ سب بھی مولانا کے حسن معاملہ کے مدّاح تھے۔

کبابیر میں بڑی جماعت تھی۔مولانا کو بسا اوقات ان کی تربیت کے لئے جانا پڑتا تھا۔دوستوں نے ایک بالاخانہ مولانا شمس کے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور آپ گھر کی طرح احباب کے درمیان زندگی بسر کرتے تھے۔

کبابیر کے بعض بڑے بوڑھے بھی مولانا سے مزاحیہ گفتگو کیا کرتے تھے اور وہ خوش ہوتے تھے۔ الحاج عبدالقادر عودہ مرحوم جن کی عمر اس وقت نوے سال کے لگ بھگ تھی ،ہر نماز میں ضرور آتے اور مولانا سے ضرور کوئی دل لگی کی بات کرتے۔مسجد محمود گاؤں سے ذرا باہر بنائی گئی۔مولانا اس کی تعمیر کی خود نگرانی کرتے تھے۔مسجد تکمیل کی آخری منزلوں میں تھی،کہ مولانا شمس صاحب خاکسار کو چارج دے کر واپس تشریف لے آئے۔

مسجد محمود کے ساتھ میں نے چھوٹا سا دارالتبلیغ بھی بنایا۔وہاں پر باہر سے بھی دوست آتے اور اپنے احباب بھی بعد نماز و درس دارالتبلیغ میں جمع ہو جاتے اور تعلیم و تربیت کی باتیں ہوتیں۔

عربی ممالک میں قرآن مجید کی صحیح تفسیر کے پیش کرنے کی بہت ضرورت ہے، پرانی تفسیروں کے

قصّوں سے نوتعلیم یافتہ لوگ بیزار ہیں۔وہ اس بات کو باور کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ قرآن مجید کے حقائق ومعارف ختم ہوگئے ہیں۔عقیدۃً وہ قرآن مجید کو عالمگیر کتاب مانتے ہیں لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر ان تک پہنچائی جائے۔پادریوں کے اعتراضات کے جواب ان کو بتائے جائیں۔مصراورشام میں ہزاروں روحیں اس کی پیاسی ہیں۔مولانا شمس صاحب کواللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا تھا۔سیدنا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے تفسیری حقائق ومعارف کو بیان کرنا آپ کا طریق کار تھا۔ان معارف کوسن کران ممالک کے تعلیم یافتہ لوگ عش عش کراُٹھتے ہیں۔میں نے جب رسالہ البشریٰ جاری کیااس کے تفسیری حصّہ سے بہت سے غیراحمدی نوجوانوں نے بھی خاص دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔مولانا شمس کا درس قرآن اپنے اندر خاص رنگ رکھتا تھا۔کبابیر کے احمدی تو مبلغین سلسلہ سے روزانہ بعدنمازمغرب تفسیرقرآن کریم سننے کے عاشق تھےاور یہ چاٹ ان لوگوں کوشروع میں مولانا شمس صاحب نے ہی لگائی تھی۔

فلسطین کے ابتدائی مبلغین کھانے وغیرہ کا انتظام خود کرتے تھے۔سالن خود پکا لیتے تھےاورروٹی بازار سے پکی پکائی مل جاتی تھی۔مولانا شمس صاحب کا بھی یہی دستور تھا۔مولانا کا طریق زندگی بہت سادہ تھا،ہرقسم کے تکلف سے آپ دور تھے۔جومیسرآتا تھاشکر سے تناول فرماتے تھے۔مجھے فلسطین کے بعض دوستوں نے بتایا تھا کہ بعض اوقات کثرت کار کی وجہ سے مولانا کھانا کھانا بھول جاتے تھے اور مسلسل کام کرتے رہتے تھے۔کچھ عرصہ تنگی کے ایام بھی آئے تھے۔فلسطین کے مخلصین مقدور بھرمولانا کی اوردوسرے مبلّغین کی خدمت کرتے رہتے تھے۔وہاں کا دستور ہے کہ گھر پر ہرآنے والے کوقہوہ ضرور پیش کیا جاتا ہے جوشروع میں مبلغین خودہی تیار کرتے تھے۔وہاں آنے والے دوستوں کا بھی یہی طریق ہوتا تھا کہ وہ ملاقات کے لئے آتے ہوئے کوئی پھل وغیرہ بطورتحفہ لاتے تھے جوسب حاضرین مل کرکھاتے تھے۔اس طرح سے اخوت اورمودّت بڑھتی تھی اور یہ چھوٹی سی پاکیزہ برادری ترقی کرتی رہتی تھی۔کبابیر کے احباب زمیندار ہیں۔ان کے انجیروں کے درخت بہت مزہ دیتے تھے۔مسجد محمود کے قریب پہاڑی پر یہ درخت اپنی شہد سے بھری ہوئی سفید انجیروں کے ساتھ بہت بھلے معلوم ہوتے تھےاورکھانے کا بہت لطف ہوتا تھا۔

چارج دینے سے پہلے مولانا میری موجودگی میں جتنے دن حیفاو کبابیر میں رہے خوب بے تکلفی رہی اوردعوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔کبھی کبھی انجیروں کے پودوں تلے بھی دعوت ہوتی تھی۔مولانا کی

الوداعی پارٹی میں احباب جماعت کے علاوہ بعض مسیحی اور یہودی بھی شامل ہوئے تھے۔انہوں نے بھی اپنے تاثرات کا اظہار کیا تھا۔اور مولانا کو خراج تحسین ادا کیا تھا۔خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مولانا شمس نے بلاد عربیہ میں نہایت مستحکم بنیاد اشاعت اسلام اور تبلیغ احمدیت کی قائم کی ہے۔ **جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء ورفع درجتہ فی الجنۃ العلیاء۔**'' [120]

انگلستان میں تبلیغ دین

یکم فروری ۱۹۳۶ء کو آپ انگلستان مشن کا چارج سنبھالنے کے لئے تشریف لے گئے جہاں آپ نے تقریباً گیارہ برس تک امام مسجد فضل لندن کی حیثیت سے انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ آپ کے ذریعہ متعدد انگریز اور ایشیائی اصحاب احمدیت میں داخل ہوئے۔آپ کی زبردست تبلیغی جدوجہد پر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد نے مندرجہ ذیل الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا:۔

''میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ جتنے کارکنوں کے ساتھ یہاں مجھے کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ان سب میں گو اپنے اپنے رنگ میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن جوش تبلیغ کے لحاظ سے مولانا شمس سب سے بڑھے ہوئے ہیں انہیں ہمیشہ یہی فکر ہے اور اس کام میں وہ مستغرق رہتے ہیں۔ نومسلموں کی تعلیم وتربیت کا بھی انہیں خاص اہتمام ہے۔ابھی چند دن ہوئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات میں شائع ہوا کہ حضور کو یہ شوق تھا کہ گھر بہ گھر پھر کر لوگوں کو دعوت حق پہنچائی جائے چنانچہ مولانا شمس صاحب اور شیخ احمد اللہ صاحب ان الفاظ کو پڑھ کر ایک دن سارا وقت اس طرح پھر کر تبلیغ کرتے رہے۔انگلستان جیسے ملک میں یہ آسان کام نہیں۔'' [121]

دوسری جنگ عظیم کی ہولنا کیوں کی وجہ سے قیام انگلستان کا طویل عرصہ بہت مہیب اور خوفناک تھا جسے آپ نے انتہائی صبر اور بہادری سے گزارا اور قیامت خیز بمباری کے دوران مجاہدانہ شان کے ساتھ اسلام کی اشاعت میں مصروف رہے۔مختلف بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے، ہائیڈ پارک میں تقاریر اور مناظرے کئے،شہزادہ امیر فیصل وائسرائے آف مکہ اور دیگر عرب ممالک کے نمائندوں کے اعزاز میں پارٹی دی اور مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہدیۃً پیش کیں۔جس کا انگلستان پریس میں بھی چرچا ہوا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک خواہش کی تکمیل میں ایک لاکھ کی تعداد میں قبر مسیح کے متعلق اشتہار شائع کیا۔ [122]

بشپ آف گلاسٹر، شاہ جارج، کنگ پیٹر آف یوگوسلاویہ، لارڈ ولنگٹن، پروفیسر مار گولیتھ وغیرہ بہت سی اہم شخصیات تک پیغام حق پہنچایا۔[123]

انگلستان کی مختلف سوسائٹیوں میں اثر ونفوذ پیدا کیا، ورلڈ کانگریس آف فیتھز کے اجلاس کی صدارت کی نیز اس کے سالانہ اجلاس میں ایک مقالہ پڑھا جس پر کانگریس کے پریذیڈنٹ سر فرانسس ینگ ہینڈ نے کونسل کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ [124]

آپ کا ایک لیکچر نیو کالج آکسفورڈ میں سیاسیات ہند پر بھی ہوا۔ مسٹر فلپس پریذیڈنٹ تھے۔ انہوں نے صدارتی ریمارکس میں کہا کہ یہ تقریر ان تمام تقریروں سے جو ہم سن چکے ہیں اچھی اور خوب مُرتّب ہے۔ اور ہندوستان کی اصل حالت اور اس کے حل کو پیش کرتی ہے۔[125]

آپ کے زیرِ انتظام سات غیر ملکی زبانوں میں تراجم قرآن کا عظیم الشان کام بھی ہوا۔ آپ دس سال سے زائد عرصہ تک دیارِ مغرب میں کامیاب قلمی ولسانی جہاد کے بعد ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو قادیان پہنچے۔ حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ آپ کے ذریعہ سے حدیث نبوی **تطلع الشمس من مغربها** کے ایک پہلو کا ظہور ہوا۔ حضور نے اس رائے کا اظہار ایک پارٹی کے دوران کیا۔ جو آپ کے اعزاز میں جامعہ احمدیہ قادیان کی طرف سے دی گئی تھی۔[126]

جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق سابق امام مسجد فضل لندن آپ کے سنہری دورِ انگلستان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''۱۹۵۹ء میں جب خاکسار انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے منتخب ہوا تو حضرت مولانا نے متعدد نصائح فرمائیں اور اپنے زمانہ تبلیغ کے چند واقعات بھی سنائے۔ بعد میں ان سے باقاعدہ خط وکتابت کا سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا۔

انگلستان آکر جتنے بھی پرانے دوستوں سے ملا ان سے یہ معلوم ہوا کہ انگلستان مشن کی تاریخ میں حضرت مولانا کا زمانہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے تقاریر، مباحثوں، مناظروں اور تصانیف ومضامین کے ذریعہ یہاں کے علمی حلقوں میں جماعت احمدیہ کی شہرت کی دھوم مچادی۔ اور یہ مبالغہ نہ ہوگا کہ جتنی تبلیغ آپ کے زمانہ امامت میں ہوئی اتنی کسی بھی اور امامت میں نہیں ہوئی۔ حضرت مولانا یکم فروری ۱۹۳۶ء کو قادیان دارالامان سے روانہ ہوئے اور ۲۸ مارچ ۱۹۳۶ء کو لندن پہنچ گئے۔ آپ کا قیام انگلستان میں ۱۰؍ اگست ۱۹۴۶ء تک رہا۔

اس دس سال کے دوران جو عظیم کام آپ نے کیا اس کو پوری طرح احاطۂ تحریر میں لانا تو مورخین کا کام ہے لیکن تبلیغ کے سلسلہ میں چند خاص باتیں درج ذیل ہیں:۔

ہائیڈ پارک میں سپیکر کارنر دنیا بھر میں آزادی تقریر کے لئے مشہور ہے۔اتوار کی شام کو ہزاروں کی تعداد میں لوگ یہاں جمع ہوتے ہیں اور مقررین ہر موضوع پر بلا جھجک بولتے ہیں۔کسی پر کوئی پابندی نہیں۔آج کل ٹیلی ویژن اور سینما وغیرہ کی ایجادات نے سپیکرز کارنر کی شہرت کو کچھ ماند کر دیا ہے لیکن حضرت مولانا کے زمانہ میں جب کہ یہ علاوہ علمی تقریروں کے تفریحی طور پر بھی لوگوں کے جمع ہونے کی نہایت اچھی جگہ تھی۔اس کا رنگ ہی اور ہوتا تھا، گورے، کالے، ہر مذہب وقوم کے مقررین اپنے ساتھ پلیٹ فارم اٹھائے آجاتے ہیں اور جس موضوع پر چاہیں تقریر شروع کر دیتے ہیں۔سوالات جوابات بھی ہوتے رہتے ہیں۔غرضیکہ ہائیڈ پارک کا یہ حصہ انگلستان کی معاشرت میں ایک ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہائیڈ پارک کے ایک مشہور عیسائی سپیکر مسٹر گرین ہوا کرتے تھے۔یہ صاحب پچھلے سال مجھے بھی ملے اور حضرت شمس صاحب کا دیر تک ذکر کرتے رہے اور بار بار کہتے تھے کہ بائیبل کے بھی سکالر تھے۔ یہ صاحب اپنی تقاریر میں اس عقیدہ کا اظہار کرتے تھے کہ ۱۹۵۰ء میں یسوع مسیح کا نزول ہوگا۔انہوں نے ایک رسالہ The Kingdom News بھی جاری کر رکھا تھا۔حضرت مولانا شمس صاحب نے ان کو مباحثہ کا چیلنج بھی دیا جو اس نے منظور کیا۔چنانچہ حضرت مولانا شمس صاحب کے پانچ مباحثے اس سے ہائیڈ پارک میں ہوئے طریق یہ تھا کہ دو پلیٹ فارم ساتھ ساتھ کھڑے کئے جاتے تھے ایک پر حضرت مولانا صاحب اور دوسرے پر مسٹر گرین کھڑے ہوتے تھے۔تقاریر کا وقت مقرر تھا۔

پہلا مباحثہ ۲ جون ۱۹۴۴ء کو ہوا۔موضوع یہ قرار پایا کہ مسٹر گرین دو گھنٹے میں قرآن مجید پر جتنے اعتراضات کرنا چاہیں ایک ایک کر کے پیش کریں۔لیکن اس روز ایسا تصرّف الٰہی ہوا کہ عام طور پر جو اعتراضات وہ پہلے مباحثات میں کرتے رہتے تھے وہ بھی پیش نہ کر سکے اور جو نوٹ لکھے ہوئے تھے وہ بھی غلط تھے۔

دوسرا مباحثہ ۱۶ جون ۱۹۴۴ء کو ہوا۔اس روز حضرت مولانا نے اناجیل پر زبردست اعتراض کئے جن کا مسٹر گرین کوئی جواب نہ دے سکے۔بعض کے متعلق کہا کہ میں نے یہ پہلے کبھی نہیں سنا۔اور اکثر کی نسبت یہ جواب دیا کہ میں تیاری کر کے جواب دوں گا۔

تیسرے مباحثہ میں مسٹر گرین نے قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہوئے جنوں کے متعلق سوال کیا۔مولانا شمس نے جواب دیا کہ آیات قرآنی میں جن سے مراد الف لیلیٰ والے جن نہیں بلکہ اس سے مراد بڑے لوگ اور لیڈر ہیں۔مسٹر گرین نے کہا کہ جب تک آپ کسی انگریزی ترجمہ کو صحیح اور مستند نہیں مان لیتے میں مباحثہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔آپ نے فرمایا یہ تراجم شخصی ہیں۔میں ان کو صحیح مانتا ہوں لیکن اگر میں کسی جگہ سمجھوں کہ ترجمہ صحیح نہیں کیا گیا اور عربی زبان کی رُو سے اس کی غلطی ثابت کردوں تو مجھے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔انجیل کے موجودہ تراجم جو کہ سوسائٹیوں کی طرف سے شائع کئے گئے ہیں،ان کے بعض الفاظ کے ترجمہ کے متعلق آپ خود کہتے ہیں کہ اصل عبرانی الفاظ یوں ہیں۔اگر آپ کو اصل کی طرف رجوع کا حق حاصل ہے تو مجھے کیوں نہیں؟

چوتھا مباحثہ ۶ جولائی ۱۹۴۵ء حضرت مسیح کی صلیبی موت پر منعقد ہوا۔

پانچواں مباحثہ ۱۳/اور ۲۷ جولائی ۱۹۴۵ء کو ہوا۔لیکن مسٹر گرین نے صحت کی خرابی کا بہانہ کر کے مباحثات کا سلسلہ بند کر دیا۔برطانوی پریس میں ان مباحثات کا چرچا بدیں الفاظ ہوا:۔

"The Imam of the London Mosque has come into arena of open debate in London recently and is very energetic in presenting his faith to Christian opponents."

نیز لکھا:۔

"The Imam is very skillful in presenting his case and quotes literally from the Bible." (Society for the Study of Religions)

آپ نے انگلستان کے مختلف کلبوں میں،سوسائٹیوں میں اور یونیورسٹیوں میں سینکڑوں تقاریر فرمائیں۔آکسفورڈ یونیورسٹی میں آپ کے متعدد لیکچر ہوئے۔

فروری ۱۹۳۹ء میں شہزادہ امیر فیصل (بعد ازاں والئی سعودی عرب) مسجد فضل لندن تشریف لائے۔حضرت مولانا نے وسیع پیمانے پر اُن کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام کیا۔

آپ نے دوران قیام انگلستان ہی میں اپنی معرکۃ الآراء کتاب Where did Jesus die شائع کی۔یہ گویا عیسائیت کے لئے ایک بم کی حیثیت رکھتی تھی۔اخبارات نے اس پر ریویو شائع کئے اور کتاب کی تعریف کی۔اس کے علاوہ آپ نے متعدد چھوٹے کتابچے تصنیف کر کے شائع کئے۔مثلاً Islam وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے احترام میں مسیح علیہ السلام کی قبر کی تصویر کا اشتہار ایک لاکھ کی تعداد میں شائع کر کے انگلستان کے طول وعرض میں تقسیم کیا۔

بی بی سی سے آپ کی متعدد عربی تقاریر نشر ہوئیں۔

جنگ کے دنوں میں آپ کی تبلیغی سرگرمی کسی حد تک مدھم پڑ گئی۔لیکن یہ دور تصانیف و تالیفات کا اعلیٰ موقع میسر کر گیا۔انہیں دنوں آپ نے مشن ہاؤس سے ملحقہ مکان نمبر ۶۱ میلروز روڈ خریدا۔ جنگ کے اختتام پر آپ نے یورپ کے لئے نو آمدہ مبلغین کی تعلیم وتربیت کا اہم کام سرانجام دیا۔

آپ کی تبلیغی جدوجہد کا یہ اثر ہے کہ آج بھی اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود روٹری کلب کے کئی دوستوں نے حضرت مولانا کے تبلیغی جنون کا مجھ سے بار بار تذکرہ کیا ہے۔ان کی پرسنلٹی کا اثر آج بھی لوگوں پر ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

آپ کے زمانہ میں متعدد سعید روحیں حلقہ بگوش اسلام ہوئیں۔جن میں سے ایک مسٹر ناصر احمد سکروننر آج تک جماعت سے وفاداری کا تعلق رکھے ہوئے ہیں۔حضرت مولانا شمس کی وفات کی اطلاع جب میں نے اُن کو دی تو اُن کی آواز بھرّا گئی اور زیادہ بات ہی نہ کر سکے۔

حضرت مولانا نے انگلستان میں دس سال بغیر اہل وعیال کے گزارے۔یہ آپ کی جوانی کے دن تھے۔لیکن جس تقویٰ اور طہارت سے آپ نے یہ دن گزارے اس پر یہ مصرعہ حرف بہ حرف صادق آتا ہے۔ درجوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است“ 127

خلفائے احمدیت کا اظہار خوشنودی

فلسطین سے واپسی پر حضرت مصلح موعود نے آپ کی انتھک اور مسلسل خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

”خدا تعالیٰ کی یہ بہت بڑی عنایت ہے کہ ہمارے کام کرنے والے لوگ کام سے تھکتے نہیں۔ایک شخص چھ سال کا لمبا عرصہ اپنے وطن سے دور اور سمندر پار رہا ہو۔ وہ امید کر سکتا ہے کہ واپسی پر اسے رشتہ داروں کے پاس رہنے اور آرام کا موقع دیا جائے۔مگر یہ مردوں اور عورتوں کے لئے تعجب کی بات ہوگی کہ مولوی صاحب جب سے آئے ہیں کل صرف چند گھنٹوں کے لئے اپنے وطن گئے کیونکہ آتے ہی انہیں کام

پر لگا دیا گیا۔‘‘

یہ کام جس کی طرف حضرت مصلح موعود نے اشارہ فرمایا تحریک آزادی کشمیر کی خدمت تھی۔ جو سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کی حیثیت سے آپ کو سونپی گئی اور جسے آپ نے آخر دم تک نہایت کامیابی سے نبھایا۔علاوہ ازیں آپ نے مشہور مقدمہ بہاولپور (اس مقدمہ کا ذکر تاریخ احمدیت جلدے میں موجود ہے) میں جماعت احمدیہ کی طرف سے ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔

آپ جب لندن تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے نو بیاہتا دلہن (محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خواجہ عبید اللہ امرتسری) کو چھوڑ گئے۔اور دس سال تک اپنی بیوی اور بچوں سے جدا رہ کر قربانی کا ایک مثالی نمونہ اور معیار قائم کیا جو آئندہ نسلوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ کا کام دے گا۔چنانچہ حضرت مصلح موعود نے مولانا شمس صاحب اور آپ کی بیگم کی اس عظیم قربانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’ہمارے کئی مبلغ ایسے ہیں جو دس، پندرہ سال تک بیرون ممالک میں فریضۂ تبلیغ ادا کرتے رہے اور وہ اپنی نئی بیاہی ہوئی بیویوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ان عورتوں کے اب بال سفید ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے اپنے خاوندوں کو کبھی یہ طعنہ نہیں دیا کہ وہ انہیں شادی کے معاً بعد چھوڑ کر لمبے عرصہ کے لئے باہر چلے گئے تھے۔ ہمارے ایک مبلغ مولوی جلال الدین شمس صاحب ہیں۔وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی یورپ تبلیغ کے لیے چلے گئے تھے۔ان کے واقعات سن کر بھی انسانوں کو رقت آجاتی ہے۔ایک دن اُن کا بیٹا گھر آیا اور اپنی والدہ سے کہنے لگا ’’اماں! ابا کسے کہتے ہیں؟ سکول میں سارے بچے ابا ابا کہتے ہیں ہمیں پتہ نہیں کہ ہمارا ابا کہاں گیا ہے؟ کیونکہ وہ بچے ابھی تین تین، چار، چار سال کے ہی تھے کہ شمس صاحب یورپ تبلیغ کے لئے چلے گئے۔اور جب وہ واپس آئے تو وہ بچے سترہ سترہ، اٹھارہ اٹھارہ سال کے ہو چکے تھے۔‘‘ 128

جب شمس صاحب انگلستان سے واپس تشریف لائے تو حضرت مصلح موعود نے اس پیشگوئی کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا، کا ایک بطن آپ کو بھی قرار دیا۔چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

’’رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی مغرب سے طلوع شمس کا ایک بطن اس وقت شمس صاحب کے ذریعہ پورا ہوا جبکہ وہ مغرب سے آئے۔‘‘ 129

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کے سانحۂ ارتحال پر ایک نہایت لطیف اور بصیرت افروز خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حضرت مولانا شمس کی عظیم شخصیت اور آپ کی خدمات جلیلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

''جب بعض بزرگ تر ہستیاں جماعت سے جدا ہوئیں تو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جماعت میں سے ایسے لوگوں کو کھڑا کر دیا کہ جنہیں گو مرنے والوں کی زندگی میں وہ مقام وجاہت، مرتبہ اور علم حاصل نہ تھا جو مرنے والوں کا تھا۔لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے انہیں پہلوں کا سا مقام وجاہت مرتبہ اور علم دے دیا۔......پس الٰہی سلسلے اپنے بزرگوں کے وصال کے بعد ان سے جدا ہوکر صدمہ اور غم تو محسوس کرتے ہیں لیکن یہ درست نہیں (اگر کوئی ناسمجھ خیال کرے) کہ کسی جانے والے کے بعد اس کی وجہ سے الٰہی سلسلے کے کام میں کوئی رخنہ پیدا ہوسکتا ہے یا رخنہ پیدا ہو گیا ہے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ سلسلہ کو بقا اور زندگی عطا کرنا چاہتا ہے،اس وقت تک ایک شخص کے اعمال پر فنا وارد کرنے کے بعد وہ دوسرے افراد کھڑے کر دیتا ہے جو اسی قسم کے اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور اپنے لئے اور جماعت کیلئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے ہوتے ہیں۔ہمارے بزرگ ہمارے بھائی ہمارے دوست مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس ہم سے جدا ہوئے۔خدا کی رضا کی خاطر انہوں نے اپنی زندگی کو گزارا۔اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اپنی وفات کے بعد خدا تعالیٰ کی ابدی رضا کو حاصل کیا۔ان کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ خود اس سلسلہ میں ایسے آدمی کھڑے کرے گا جو اسی خلوص کیساتھ اور جو اسی جذبہ فدائیت کے ساتھ اور جو اسی نور علم کے ساتھ اور جو اسی روشنی فراست کے ساتھ سلسلہ کی خدمت کرنے والے ہوں گے جس کے ساتھ مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے سلسلہ کی خدمت کی تھی۔

پس ہمارے دل اپنے ایک دوست کی جدائی کی وجہ سے بے شک دُکھی ہیں کیونکہ انسان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ جانے والے کے فراق کے نتیجہ میں دکھ محسوس کرتا ہے لیکن جہاں تک سلسلہ احمدیہ کا تعلق ہے ایک شمس غروب ہوا

تو اللہ تعالیٰ ہزاروں شمس اس پر چڑھائے گا۔اور اللہ تعالیٰ کا فضل اس جماعت کو اس وقت تک حاصل ہوتا رہے گا جب تک یہ جماعت اور اس کے افراد اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی برکتوں اور اس کی رحمتوں کے حصول کے اہل بنائے رکھیں گے۔ وہ قربانیاں دیتے رہیں گے اور ایثار کا نمونہ دکھاتے رہیں گے جو صحابہؓ نے خدا تعالیٰ اور اس کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے دکھایا تھا۔غرض ہم دکھی بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے بھی ہیں کہ وہ سلسلہ کے کاموں میں کوئی رخنہ نہیں پڑنے دے گا جس کے نتیجہ میں یہ جماعت کمزور ہو۔ جیسا کہ سلسلہ کے پہلے جانے والے بزرگوں کے بعد اس نے شمس صاحب جیسے آدمی کھڑے کر دیئے۔اسی طرح وہ شمس صاحب کے جانے کے بعد شمس صاحب جیسے آدمی کھڑے کر دے گا۔ ......خدا تعالیٰ نے جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بہت سے نئے خالد پیدا کرنے ہیں ہمارے لئے سوچنے اور غور کرنے کا یہ مقام ہے اور ہمیں دعا کرنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کر کے ہمیں اس گروہ میں شامل کرے۔ جو خالد بننے والے ہیں۔ جو اس کی نگاہ میں خالد قرار دئے جانے والے ہیں اور جو اس کے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینے والے ہیں۔جن کی تقریروں اور تحریروں میں خدا تعالیٰ اپنے فضل سے برکت دینے والا ہے جن کی تقریروں اور تحریروں سے دنیا فیض حاصل کرنے والی ہے۔ دنیا سکون حاصل کرنے والی ہے دنیا ان راہوں کا عرفان حاصل کرنے والی ہے۔ جو راہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جانے والی ہیں۔ ......پھر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس جماعت میں ہزاروں مخلص نوجوان پیدا کرتا چلا جائے کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں تو ان کے ساتھ بھی وہی محبت پیار کا سلوک ہو۔ جو محبت اور پیار کا سلوک شمس صاحب کو ملا۔ جو محبت اور پیار کا سلوک میر محمد اسحٰق صاحب کو ملا۔ جو محبت اور پیار کا سلوک حافظ روشن علی صاحب کو ملا اور جو محبت اور پیار کا سلوک مولوی عبدالکریم صاحب کو ملا۔ اللّٰھم اٰمین‘‘ 130

قیام انگلستان کے دوران آپ کو اپنے والد محترم حضرت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی کی دائمی مفارقت کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔

تصانیف

(اردو) میرے دھرم کا وعدہ۔ حقیقت جہاد۔ دیوبندی فتنہ کا ظہور پرفتور۔ تنقید صحیح بر برھان صریح۔ منکرین خلافت کا انجام۔ تائید آسمانی۔ اہل حق کا پیغام جہلم والوں کے نام۔ مباحثہ سارچور بر مسئلہ حیات وممات مسیح علیہ السلام۔ مقدمہ بہاولپور۔ ندائے عام۔ مباحثہ میانی۔ رسالتمآب خاتم النبیین ﷺ۔ پاک محمد مصطفیٰ ﷺ۔ آیت خاتم النبیین کی صحیح تفسیر۔ شانِ محمد ﷺ۔ پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق۔ اسلام کا عالمگیر غلبہ۔ قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ۔ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر۔ ضرورت علم القرآن۔ عقائد جماعت احمدیہ۔ امیر منکرین خلافت کی مغالطہ انگیزیوں کا جواب۔ تبلیغی خط۔ اسلام اور مذہبی آزادی۔ ایک غلط بیانی کا ازالہ اور خدا ترس مسلمانوں سے ایک دردمندانہ اپیل۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا تحقیقاتی عدالت میں تحریری بیان اور اس پر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کا تبصرہ۔ شرح القصیدہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں۔ حقیقی عید اور حقیقی قربانی۔ بشارات ربّانیہ۔ صداقت حضرت مسیح موعود۔

جماعت احمدیہ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ نمبر ۱، نمبر ۲۔ کیا موجودہ اناجیل الہامی ہیں؟۔ جماعت احمدیہ کے اہم فرائض اور اس کی امتیازی خصوصیات۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ کی طرف سے دعوت اور آپ کی صداقت پر ایک قرآنی دلیل۔ خلافت مصلح موعود الودود، منکر خلافت محمد حسین چیمہ کے مضمون پر ایک نظر۔ مباحثہ جہلم۔ زریں نصائح۔ علمائے رحیم یارخان کا چیلنج منظور۔ علمائے رحیم یارخان کے لئے لمحہ فکریہ۔ عیسائیوں کی طرف سے دعوت مباہلہ کا جواب۔ گذشتہ وموجودہ جنگ کے متعلق پیشگوئیاں۔ مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر بارہ نشان۔ احمدیہ جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتی ہے پانچ سو روپیہ انعام۔ اسلام کا عالمگیر مذہب۔ البشارت۔ اہالیان چکوال سے خدا اور اس کے رسول کے نام پر دردمندانہ اپیل۔ پیشگوئیاں۔ تربیت۔ تشریح الزکوۃ یعنی زکوۃ کمیٹی کے انتالیس سوالات کے جوابات۔ جماعت احمدیہ کے عقائد۔ خدا اور اس کے رسول کے نام پر ایک دردمندانہ اپیل۔ رسالہ تائید نشان آسمانی۔ شرح القصیدہ۔ عقائد احمدی۔ عقیدہ ختم نبوت جماعت احمدیہ کا جزو ایمان ہے۔ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے دس سوالات کے جوابات مع تبصرہ۔ مسئلہ کشمیر چین اور بھارت کی چپقلش۔ کلمۃ اللہ اور روح اللہ۔ عقائد احمدیت۔

عربی

اعجب الاعاجیبُ فی نفی الاناَجِیل لِمَوتِ المسیح علی الصلیب،البرهان الصریحُ فِی اِبطالِ اُلُوهیّة المسیح،اَلهدیّة السنیة للفئةِ المبشرةِ المسیحیةِ.،حِکمةُ الصّیام، مِیزانُ الاقوال، توضیحُ المرام فی الردعلیٰ عُلماء حمِص وطرابلس الشّام، دَلیلُ المسلمین فی الرّد عَلیٰ فَتاوٰی المفتین، تحقیق الادیان، النور المبین، تکمیل التبلیغ، تنویر الالباب،کشف اللثام عن وجه من الف حجة الاسلام،جواهر الکلام فی الرد علی فصل الخصام، البهائیه و الاسلام، الساکت عن الحق شیطان اخرس

انگریزی

ISLAM
WHERE DID JESUS DIE?
WHY DID EARLY CHRISTIANS ACCEPT ISLAM?

اولاد

ڈاکٹر صلاح الدین صاحب شمس، فلاح الدین صاحب شمس، منیرالدین صاحب شمس (حال ایڈیشنل وکیل التصنیف لندن)، بشیرالدین صاحب شمس، ریاض الدین صاحب شمس، جمیلہ شمس صاحبہ،عقیلہ شمس صاحبہ [131]

دفاتر صدرانجمن احمدیہ کے نئے بلاک کا سنگ بنیاد

۱۳/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے دفاتر صدرانجمن احمدیہ پاکستان کے نئے تعمیر ہونے والے بلاک کا اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔اس تقریب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جن بزرگ صحابہ نے بھی باری باری اینٹیں نصب کیں اُن کے نام یہ ہیں۔

حضرت مولوی محمد دین صاحب صدر صدرانجمن احمدیہ،حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ، حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی،حضرت مولوی محمد جی صاحب،حضرت منشی کظیم الرحمٰن صاحب، حضرت خواجہ عبیداللہ صاحب افسر تعمیرات۔

یہ نیا بلاک،جو نو کمروں پر مشتمل تھا۔ستر،اسی ہزار روپے کی لاگت سے تیار ہوا ہے۔[132]

یہ نیا بلاک موجودہ عمارت ۲۰۱۲ء میں دفتر نظارت علیاء کے بعد شرقی جانب موجودہ نظارت امور عامہ کے دفاتر تک ہے۔

مدینہ یونیورسٹی کے ایک طالبعلم کے تاثرات

اس سال مدینہ یونیورسٹی کے ایک پاکستانی طالبعلم ایک وفد کے رُکن کی حیثیت سے نائیجیریا کے ایک سیمینار میں شامل ہوئے۔واپسی پر اُنہوں نے نائیجیریا میں احمدیت کے اثر ونفوذ کے بارے میں لکھا:۔

’’مدینہ میں ایک پاکستانی ساتھی نے مشرقی پاکستان کے ایک قادیانی عالم کی یہ بات مجھے بتائی کہ اُن کے خیال میں نائیجیریا عنقریب ایک قادیانی ریاست بن جائے گا۔تمام نائیجیریا تو نہیں کیونکہ شمالی حصہ میں مساحت کے لحاظ سے نائیجیریا کا سب سے بڑا حصہ ہے۔خالص مسلمان علاقہ ہے۔ ہاں مغربی ومشرقی حصّوں میں جہاں بھی عیسائیوں کی بہ نسبت مسلمانوں کی واضح اکثریت ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ میں احمدیت کے وسیع اثرات کومحسوس کیا جاسکتا ہے۔

ہمارے علماء اور تبلیغی مشن کہاں ہیں؟ اگر پاکستان اسی تحریک کا فی الوقت منبع بن سکتا ہے۔تو اسی مُلک سے ہمارے علماء صحیح اسلامی دعوت لیکر گم گشتہ راہ قافلوں کے لئے ہدایت کا مینار نہیں بن سکتے! خدارا آپس کے اختلافات کو چھوڑ یئے کہ اس سے آپ کے مراتب ومناصب تو ضرور مستحکم ہو سکتے ہیں۔لیکن اسلام کا شیرازہ اور بکھرتا جاتا ہے۔‘‘ [133]

پیغام امام مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے نام

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے نام حسب ذیل پیغام دیا جو مجلس کے سوونیئر ۱۹۶۶ء میں اشاعت پذیر ہوا:۔

’’خدام الاحمدیہ‘‘ یہ نام حضرت مصلح موعود ہی کا رکھا ہوا ہے اور خود اس نام میں ایک زبردست پیغام موجود ہے۔میری خواہش ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ اللہ تعالیٰ کے وفادار خادم اور فرماں بردار بندے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی کرنے والے ہوں۔

مرزا ناصر احمد
خلیفۃ المسیح الثالث‘‘

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ایک اہم مکتوب

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث کا انتخاب خدا تعالیٰ کی عظیم بشارات کے مطابق عمل میں آیا۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کے بیٹے مرزا مبارک احمد کی وفات کے بعد ایک نافلہ (پوتا) کی بشارت دی گئی تھی جسے الہامات میں 'یحییٰ' اور 'بمنزلہ مبارک احمد' بھی کہا گیا تھا۔ بعض قرائن کی روشنی میں یہ پیشگوئی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ذات بابرکات میں پوری ہوتی نظر آرہی تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں خلافت ثالثہ کے آغاز میں سیدہ نواب مبارکہ بیگم نے ایک اہم مکتوب محترم مولانا جلال الدین شمس کے نام تحریر فرمایا۔ جسے اس مندرجہ بالا سوونیئر میں شائع کیا گیا جو کہ درج ذیل ہے۔

''برادرم مکرم سلمک اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا............ یہ درست ہے کہ حضرت اماں جان ناصر احمد کو بچپن میں اکثر یحییٰ کہا کرتیں اور فرماتی تھیں کہ یہ میرا مبارک ہے۔ یحییٰ ہے جو مجھے بدلے میں مبارک کے ملا ہے۔

مبارک احمد کی وفات کے بعد کے الہامات بھی شاہد ہیں۔ ایک بار میرے سامنے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جان سے بڑے زور سے اور بہت یقین دلانے والے الفاظ میں فرمایا تھا کہ تم کو مبارک احمد کا بدلہ بہت جلد ملے گا۔ بیٹے کی صورت میں یا نافلہ کی صورت میں۔ مجھے مبارک احمد کی وفات کے تین روز بعد ہی خواب آیا کہ مبارک احمد تیز تیز قدموں سے آرہا ہے اور دونوں ہاتھوں پر ایک بچہ اٹھائے ہوئے ہے اُس نے آکر میری گود میں وہ بچہ ڈال دیا اور وہ لڑکا ہے۔ اور کہا لو آپا یہ میرا بدلہ ہے۔ (یہ فقرہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا) میں نے جب یہ خواب صبح حضرت اقدس کو سنایا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک مسرت سے چمک رہا تھا اور فرمایا تھا کہ 'بہت مبارک خواب ہے'۔ آپ کی بشارتوں اور آپکے کہنے کی وجہ تھی کہ ناصر سلمہ اللہ تعالیٰ کو اماں جان نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ اماں جان کے ہی ہاتھوں میں ان کی پرورش ہوئی۔ شادی بیاہ بھی انہوں نے کیا۔ اور کوٹھی بھی بنا کر دی۔ (النصرۃ)۔ تمام پاس رہنے والے جو زندہ ہونگے اب بھی شاہد ہوں گے کہ حضرت اماں جان ناصر کو مبارک سمجھ کر اپنا بیٹا ظاہر کرتی تھیں۔ اور کہا کرتی تھیں 'یہ تو میرا مبارک ہے'۔ عائشہ والدہ نذیر احمد جس کو حضرت اماں جان نے پرورش کیا اور آخر تک اُن کی خدمت میں رہیں یہی ذکر اکثر کیا کرتی ہے کہ اماں جان تو ناصر کو اپنا مبارک ہی کہا کرتی

تھیں کہ یہ تو میرا مبارک مجھے ملا ہے............کئی سال ہوئے میں بہت بیمار ہوئی تو میں نے ایک کاپی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض باتیں جو یاد تھیں لکھی تھیں۔اُن میں یہ روایت اور اپنا خواب میں نے لکھا تھا وہ کاپی میرے پاس رکھی ہوئی ہے۔

والسلام

مبارکہ‘‘ [134]

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا نواں سالانہ اجتماع

خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا نواں سالانہ اجتماع مورخہ ۲۱/اکتوبر۱۹۶۶ءکو شروع ہوا اور تین دن جاری رہنے کے بعد بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔اجتماع کے پروگرام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے خطاب، حضرت سیدہ امّ متین صاحبہ اور حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کی تقاریر، درس قرآن کریم اور درس حدیث کے علاوہ متعدد دینی موضوعات پر تقریری مقابلہ جات قابل ذکر ہیں۔

گذشتہ سال ملکی حالات خراب ہونے کی وجہ سے اجتماع نہ ہو سکا تھا اس لئے امسال باہر کی لجنات سے ایک بڑی تعداد میں نمائندگان اور ممبرات نے شرکت کی۔

پاکستان اور بیرون پاکستان کی ۶۷ لجنات کی ۴۱۰ نمائندگان اور ۴۰۰۰ ممبرات نے اجتماع میں شرکت کی۔قادیان سے محترمہ امۃ القدوس صاحبہ جنرل صدر لجنات بھارت کے علاوہ نیروبی، سیرالیون اور لندن کی لجنات کی نمائندگان بھی تشریف لائی ہوئی تھیں۔جبکہ گذشتہ اجتماع میں ۵۲ لجنات کی تقریباً ۳۹۹ نمائندگان نے شرکت کی تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اجتماع کے دوسرے دن مستورات سے خطاب فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر عورت چاہے تو اس طرح زندگی گذار سکتی ہے کہ اس کے پاؤں ہمیشہ جنت کی زمین پر رہیں۔اس میں جہاں ایک طرف تربیت اولاد کے متعلق اشارہ ہے وہاں یہ بھی بتایا کہ اگر وہ اس طرح سے رہے گی اور اولاد کی صحیح تربیت کرے گی تو اس کی زندگی پُرسکون اور امن والی ہوگی‘‘۔

اس کے علاوہ حضور نے مستورات کو توجہ دلائی کہ وہ بچیوں کو بچپن ہی سے مالی قربانی کرنے کے لئے تیار کریں۔اپنے گھروں کا ماحول ایسا پیدا کریں کہ ان کی گود کے پلے ہوئے بچے بڑے ہو کر

اسلام اور احمدیت کے مجاہد بنیں ۔ نیز فرمایا کہ میرے دل کی خواہش اور تڑپ ہے کہ آئندہ تین سال کے اندر اندر جماعت کے تمام افراد کو قرآن کریم پڑھا دیا جائے۔ اور اس کام کے لئے عورتوں کا تعاون از حد ضروری ہے۔اس کے بعد آپ نے رسومات سے پرہیز کرنے کی نصیحت فرمائی اور آخر میں آپ نے دعا کرائی ۔135

مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع

اس سال کا اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ واطفال الاحمدیہ مرکزیہ (منعقدہ ۲۱۔۲۳/اکتوبر ۱۹۶۶ء) خلافت ثالثہ کے عہد مبارک کا پہلا مرکزی اجتماع تھا۔ جس میں ۳۶ بیرونی مجالس کے ۶۰۴ نمائندہ اطفال اور ربوہ کے ۱۸ حلقہ جات کے ۱۰۵۷/اطفال اور اسی طرح مجموعی طور پر ۱۷۶۳ خدام نے شرکت کی جن میں ربوہ کے خدام کی تعداد ۱۰۶۵ تھی ۔136

جس میں حضرت امام ہمام کے افتتاحی اور اختتامی خطاب کا لطیف خلاصہ حضور کے مبارک الفاظ میں یہ تھا کہ:۔

’’باتیں کرنے کا وقت ختم ہوا۔آؤ اب کچھ کام کریں۔‘‘

حضور نے اس اجمال کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے نونہالانِ احمدیت کو پوری وضاحت سے بتایا کہ محض باتیں جن کے ساتھ، جن کے پیچھے، جن کے متوازی عمل نہ ہو محض بے نتیجہ رہتی ہیں۔ اوران کی حیثیت محض ایک گپ سے زیادہ نہیں ہوتی۔محض باتیں جن کے ساتھ عمل نہ ہوں نہ تو کوئی کام دے سکتی ہیں۔ اور نہ تسلی کا موجب ہوسکتی ہیں۔تاوقتیکہ ان پر عمل نہ کیا جائے۔ اور اس عمل کے ذریعہ سے انجام بخیر نہ ہو۔ پس اگر ہم اب تک باتیں کرتے رہے ہیں۔تو باتیں کرنے کے دن ختم ہوگئے۔اب کام کے دن ہیں۔ ہم نے بہت کچھ سنا ہے۔اب ہمیں کام بھی کرنا چاہئے۔اور کام بھی وہ کرنے چاہئیں جن کے کرنے کی خلفاء نے ہم کو بحیثیت خدام ہدایت کی ہے۔ اور ہمارے لئے انہوں نے جو لائحہ عمل بنایا ہے۔ہمیں اس کو پورا کرنا چاہئیے ۔ اگر ہم اس لائحہ عمل کو تو پورا نہ کریں اور اپنے لئے اور ہی پروگرام تجویز کریں تو یہ بے معنی بات ہوگی۔تقویٰ کی رٹ لگانے سے تقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا۔عنداللہ تقویٰ اور نفس کا تزکیہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں ان باریک راہوں پر چلنا ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہیں۔اور جن کی تفصیل رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

اور جن کا رسول اللہ ﷺ نے عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تقویٰ کوئی تعویذ نہیں کہ جس کو بار بار دہرانے سے انسان میں تبدیلی آجائے۔ بس اس کے لئے قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی باریک راہوں پر چلنے کی ضرورت ہے۔

حضور نے واضح فرمایا کہ خدام الاحمدیہ کے وہی کام عمل صالح ہو سکتے ہیں۔ جو خلیفہ وقت نے بتائے ہوں۔ اور پھر وہ خلیفہ وقت کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق کئے جائیں۔ اس لحاظ سے خدام کا لائحہ عمل وہی ہے۔ جو حضرت مصلح موعود نے ان کے لئے مقرر فرمایا اور آپ کے بعد جو بھی خلیفہ ہو وہ مقرر کرے۔ حضور نے فرمایا میرا آج کا بلکہ ہمیشہ کا پیغام یہ ہے کہ اپنے نفسوں پر اس موت کو وارد کرو۔ جسے ہمارے بزرگوں نے اپنے نفسوں پر وارد کیا تھا۔ انہوں نے ہمہ نیستی اور تذلّل کا جامہ اسی طرح پہنا تھا کہ وہ اپنی بزرگی کو اخفا میں رکھتے تھے۔ وہ خودی و خودنمائی اور خودآرائی و خودروی سے کوسوں دور تھے۔ جب تک ہم نیستی اور تذلّل اختیار کر کے اپنے نفسوں پر ہزاروں موتیں وارد نہیں کرتے اس وقت تک اسلام کے غلبہ اور اس کی فتح کا دن جسے دیکھنے کے ہم خواہش مند ہیں نہیں آ سکتا۔

امسال کے اجتماعات کو یہ خاص اہمیت حاصل ہے کہ یہ خلافت ثالثہ کے نئے مبارک و مقدس دور میں منعقد ہونے والے پہلے اجتماع ہیں اور پھر ان کا انعقاد ایک سال کے وقفہ کے بعد عمل میں آیا ہے کیونکہ گزشتہ سال ملک میں ہنگامی حالات کی وجہ سے اجتماعات منعقد نہیں ہو سکے تھے۔ مزید برآں ان اجتماعات کو ایک اور خصوصیت بھی حاصل ہے اور وہ یہ کہ امسال خدام کا اجتماع چھ سال کے وقفہ کے بعد از سرنو قدیمی طریق کے مطابق کیمپ کی طرز پر خدام کے نصب کردہ اپنے خیموں میں منعقد کیا گیا ہے۔ قبل ازیں ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۴ء تک سالانہ اجتماعات رہائشی خیموں کے بغیر ہی جلسہ گاہ کی طرز پر شامیانوں اور قناتوں سے تیار کردہ مقام اجتماع میں منعقد ہوتے رہے تھے۔ اسی طرح اطفال کے اجتماع کے انعقاد کا انتظام امسال پہلی بار ''ایوان محمود'' (خدام الاحمدیہ کے زیرتعمیر ہال) میں کیا گیا ہے۔ 137

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا پیغام لجنہ اماءاللہ نوشہرہ ککے زئیاں کے نام

نوشہرہ ککے زئیاں ضلع سیالکوٹ کی لجنہ اماء اللہ نے حضور سے اپنی مجلس کے لئے پیغام بھجوانے کی درخواست کی تھی۔ جس پر حضور نے ازراہ شفقت جو پیغام دیا اس کا متن درج ذیل ہے۔

''لجنہ اماء اللہ پر اہم ترین ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بات کی کوشش

کریں کہ ان کے خاندان کا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جو قرآن کریم باترجمہ نہ جانتا ہو۔اگر آپ اس میں کامیاب ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتوں کی وارث ہوں گی۔
اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مرزا ناصر احمد۔خلیفۃ المسیح الثالث'' [138]

مسجد اقصیٰ ربوہ کی بنیاد

حضرت مصلح موعود کی مُبارک دعاؤں کے طُفیل ربوہ کی آبادی میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔اور ۲۷ مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔مگر چند سالوں سے پوری شدت سے یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ مسجد مُبارک مرکزی اور جماعتی تقریبات کے لئے ناکافی ہے۔اس ضرورت کے پیش نظر ربوہ کی مقامی جماعت (ان دنوں ربوہ کی مقامی انجمن کے صدر عمومی مولوی محمد صدیق صاحب مرحوم سابق انچارج خلافت لائبریری تھے) کی تجویز پر مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں سفارش کی کہ:۔

''ربوہ میں جامع مسجد کی تعمیر کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔۶۵۔۱۹۶۴ء میں ایک لاکھ روپیہ مشروط بہ آمد رکھا جائے۔''

حضور نے یہ سفارش منظور فرمائی جس پر صدر انجمن احمدیہ نے نظارت اصلاح وارشاد کے سُپرد یہ خدمت فرمائی۔جس کے ناظر ان دنوں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس تھے۔نظارت کی طرف سے ۷ جولائی ۱۹۶۴ء کو الفضل میں پہلی بار چندہ کی اپیل شائع کی گئی تو کئی مخلصین جماعت نے حسب استطاعت اس مد میں رقوم بھی بھجوانا شروع کر دیں۔

۲۱ جولائی ۱۹۶۴ء کو صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے بذریعہ فون یہ پیغام دفتر نظارت اصلاح وارشاد کو ملا کہ اب چندہ کی اپیل چھپوانے کی ضرورت نہیں مطلوبہ رقم کا انتظام ہو گیا ہے۔جو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ایک چمکتا ہوا نشان تھا۔بات یہ ہوئی کہ سلسلہ کے ایک نہایت مخلص اور مخیّر بزرگ حضرت میاں محمد صدیق صاحب بانی کے دل میں جناب الٰہی کی طرف سے یہ تحریک ہوئی کہ خدا کے اس گھر کی تعمیر کا تمام خرچ وہ خود برداشت کریں۔چنانچہ اُنہوں نے صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ذریعہ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں درخواست کی کہ اس

کارخیر میں اُن کی طرف سے ایک لاکھ قبول فرمایا جائے اور اُنہیں اجازت عطا فرمائی جائے کہ اس سے زائد بھی جو اخراجات ہوں اُسے بھی وہ خود ادا کریں۔ بارگاہِ خلافت کی طرف سے یہ درخواست بھی منظور کرلی گئی۔مگر اُن کی خواہش کے مطابق اُن کا نام مخفی رکھا گیا۔ یہ وسط اگست ۱۹۶۴ء کا واقعہ ہے۔جس کے معاً بعد تعمیر کے ابتدائی انتظامات شروع کردیئے گئے چنانچہ صدر انجمن احمدیہ نے عمارت کے نقشہ اوراس کی تعمیر کے لئے مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد (کنونیر)، میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال آمد، مرزا منصور احمد صاحب ناظر امور عامہ، ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل کردی۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس ان دنوں دوماہ کے لئے کوئٹہ تشریف لے گئے تھے۔اس لئے اُن کی قائم مقامی میں مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد (سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ) نے ان کے قائم مقام کی حیثیت سے پورے ذوق وشوق اور جذبے سے کارروائی جاری رکھی اور کمیٹی کے اجلاس بلاتے رہے۔139

چنانچہ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس چونکہ ان دنوں دوماہ کے لئے کوئٹہ تشریف لے گئے تھے۔خاکسار ان کی قائم مقامی میں کمیٹی کے اجلاس بلاتا رہا۔کام باقاعدہ شروع ہوجانے پر کمیٹی کی درخواست پر صدر انجمن احمدیہ نے خاکسار کو سیکرٹری مقرر کیا اور محترم میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال آمد اور خاکسار کو مشترکہ طور پر جامع مسجد کی امانت OPERATE کرنے کا ارشاد فرمایا۔ جامع مسجد کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کمیٹی نے پندرہ اجلاس منعقد کئے۔ان اجلاسوں میں کمیٹی کی خصوصی دعوت پر محترم قاضی محمد رفیق صاحب، محترم شیخ عبدالحق صاحب، محترم میاں عبدالغنی صاحب رشدی، محترم سردار بشیر احمد صاحب، محترم مرزا مقصود احمد صاحب اور محترم چوہدری عبدالقادر صاحب وقتاً فوقتاً شامل ہوتے رہے۔

تعمیر کمیٹی نے ۲۲ جون ۱۹۶۵ء کو مختلف تجاویز اور نقشوں پر غور کرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ میں اپنی رپورٹ مع سفارشات ونقشہ پیش کی۔جس پر محترم صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ (جو اس وقت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالث) تھے) نے ۱۸ جولائی ۱۹۶۵ء کو مزید مشورہ اور غور کے لئے انجینئرز کی میٹنگ بلائی۔اخراجات کو کم کرنے اور افادیت کے نقطہ نگاہ سے بعض تبدیلیاں ضروری

سمجھی گئیں۔ترمیم شدہ سفارشات صدرانجمن احمدیہ میں بھجوائی گئیں۔صدرانجمن احمدیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۴/اگست ۱۹۶۵ء میں کمیٹی کو اجازت مرحمت فرمائی کہ انجمن کی منظورشدہ تازہ ہدایات اورترمیمات کے مطابق نقشہ منظور کرواکر کام شروع کیا جائے۔کمیٹی نے محترم جناب عبدالغنی صاحب رشدی کو ضروری ہدایات اورتفصیلات سے اطلاع دی اور نقشہ بنانے کے لئے ان سے درخواست کی گئی۔

ستمبر ۱۹۶۵ء میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔جنگ ختم ہونے پر ایک عرصہ تک ملک ہنگامی حالات سے متاثر رہا۔حالات کے سازگار ہونے پر قبل اس کے کہ تعمیر کا کام شروع کیا جاتا۔نومبر ۱۹۶۵ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وفات المناک کا سانحہ جماعت کو پیش آیا۔ان وجوہ اور حالات کی بناء پر جامع مسجد کی تعمیر کا کام التواء میں رہا۔خلافت ثالثہ کے بابرکت دور کے آغاز پر جونہی حالات نے پلٹا کھایا اور فضا سازگار ہوئی تو اس کام کی طرف پھر توجہ دی گئی۔حضور کے ارشاد کی تعمیل میں کمیٹی کا اجلاس ہوا۔اور ایک اجلاس حضور نے قصرخلافت میں بلایا اور فوری طور پر کام شروع کرنے کے لئے ہدایت فرمائی۔اللہ تعالیٰ محترم رشدی صاحب کو جزائے خیر دے۔وہ باوجود روزمرہ کی مصروفیات کے حضور کی تازہ ہدایات کے پیش نظر ازسرنو نقشوں کے تیار کرنے میں مصروف ہوگئے۔انہیں حضور کی ہدایت کے مطابق ٹھٹھہ کی مسجد دیکھنے کے لئے بھی بھجوایا گیا۔کمیٹی نے اس سے قبل انجینئروں کی معیت میں واہ کی مسجد کو بھی دیکھا۔لاہور کی شاہی مسجد اور دہلی کی جامع مسجد کے نقشوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا۔ایک عظیم اور وسیع مسجد کی تعمیر کے لئے ایک لاکھ روپے کا سابقہ اندازہ بہت کم سمجھا گیا۔نئے اندازوں کے مطابق جامع مسجد کی تعمیر کے لئے چار لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی۔

میاں محمد صدیق بانی صاحب کو جنہوں نے ایک لاکھ روپے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔اس صورت حال کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس ساری رقم کو بخوشی قبول کرتے ہوئے نئے اندازے کے مطابق ساری مطلوبہ رقم مہیا کردی۔[140]

میاں محمد صدیق بانی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''ربوہ کا بطور مرکز سلسلہ بنائے جانے کے فیصلہ کے بعد حضرت مصلح موعود کی طرف سے الفضل میں اپیل کی گئی کہ ربوہ میں مسجد کی تعمیر کے لئے احباب وعدے کریں اور جلد ادائیگی کریں۔اس پر میں نے فوراً ایک بڑی رقم کا چیک حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔اس پر حضور نے اس مسجد کی تعمیر کے دیگر

کوائف کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل فرمائی۔کمیٹی کا جائزہ میری پیش کردہ رقم سے تین گُنا تھا۔حضور کی ہدایت پر مجھ سے دریافت کیا گیا آیا میں مزید مطلوبہ رقم فراہم کرسکتا ہوں۔یا اس بارے میں احباب جماعت کو تحریک کی جائے۔

میں نے خط ملتے ہی فوراً خط لکھا کہ مطلوبہ رقم فراہم کرنے کا میں وعدہ کرتا ہوں۔لیکن کچھ عرصہ بعد الفضل میں اس رقم کے بارے میں تحریک دیکھ کر میں حیران ہوا کہ میں تو رقم مہیّا کرنے کا وعدہ بھجوا چکا ہوں۔پھر یہ تحریک کیوں اور کس طرح کی گئی ہے۔اور میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا کہ میں اس تحریک سے سمجھا ہوں کہ میرا خط حضور کی خدمت میں نہیں پہنچا، یا یہ بات ہے کہ اس کے علاوہ رقم کی ضرورت ہے۔اس پر تلاش کروانے پر پُرانی ڈاک میں سے میرا خط اَن کھلا برآمد ہوا۔حضور نے اس کی رسیدگی سے مجھے اطلاع بھجوائی۔اور اظہار مسّرت فرمایا کہ یہ رقم مسجد کی تعمیر کے لئے کافی ہوگی۔تعمیر شروع ہونے پر میں نے ثواب کی خاطر حضور کی خدمت میں تحریر کیا کہ اس سلسلہ میں مزید رقم درکار ہو تو وہ بھی میری طرف سے مہیّا ہوگی۔کسی اور سے وصول نہ کی جائے۔چنانچہ تعمیر کے ساتھ ساتھ میری طرف سے اخراجات مہیا کئے جاتے رہے۔

اس دوران اللہ تعالیٰ نے ایک بھاری مصیبت سے میرے ایک بھاری سرمایہ کو محفوظ رکھا۔جبکہ دوسروں کے ایسے سرمائے ضائع چلے گئے۔ضائع ہونے کا موقع پیدا ہونے سے پہلے میرے ایک عزیز کو خیال آیا اور اس نے وہ خطیر رقم حاصل کرلی۔گویا اس مسجد کی تعمیر کی برکت سے وہ ضائع ہونے سے محض فضل خداوندی سے محفوظ رہی۔میاں محمد صدیق بانی صاحب نے کمال انکساری سے بتایا کہ میں قلبی سکون سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مسجد کی تعمیر پر جو کچھ اخراجات بھی مجھے کرنے پڑے ان کی وجہ سے مجھے کوئی کاوش نہیں ہوئی۔یہ احسان باری تعالیٰ ہے کہ اُس نے میرے نام سے کام خود ہی کردیا۔'' 141

۲۸ر اکتوبر ۱۹۶۶ء کو صبح آٹھ بجے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ابراہیمی دعاؤں کے ساتھ خُدا کے اس نئے گھر کا اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھا۔ 142

اس مبارک تقریب میں، جو بروز جمعہ آٹھ بجے صبح عمل میں آئی۔خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد، صحابہ مسیح موعود علیہ السلام، صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید انجمن احمدیہ کے ناظران اور وکلاء حضرات متعدد ڈویژنل امراء صاحبان، ربوہ کے تعلیمی اداروں کے سربراہان و اساتذہ، جامعہ

احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے غیر ملکی طلبہ، ربوہ کے مرکزی اداروں کے کارکنان اور دیگر اہل ربوہ کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ کم وبیش پانچ ہزار افراد نے اس بابرکت تقریب میں شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ جلسہ سالانہ کے میدان میں بزرگوں کے لئے شامیانہ کے نیچے کرسیوں پر نشست کا انتظام تھا۔ حضور کے رونق افروز ہونے کے بعد صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے تلاوت کی۔ بعد ازاں سیکرٹری تعمیر کمیٹی نے ایک نہایت معلومات افزا رپورٹ پڑھ کر سنائی جس میں منصوبہ تعمیر کے تمام ضروری مراحل پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا۔[143]

۱۔ جامع مسجد کے نقشہ کے مطابق مسجد کا ہال ۲۲۰×۶۰=۱۳۲۰۰ مربع فٹ بغیر ستونوں کے ہوگا۔

۲۔ ہال کے آگے ۲۲۰×۲۰=۴۴۰۰ مربع فٹ Interfloor برآمدہ اور ۲۲۰×۱۵۰=۳۳۰۰۰ مربع فٹ کا صحن ہوگا۔ ہال، برآمدہ اور صحن میں بالترتیب ۲۳۰۰، ۷۰۰ اور ۵۵۰۰ نمازیوں کے لئے گنجائش ہوگی اس طرح کل ۸۵۰۰ افراد اس مسجد میں نماز ادا کرسکیں گے۔ مسجد مبارک کے مسقّف حصہ کا رقبہ ۱۲۰×۳۰=۳۶۰۰ ہے اور صحن ۱۲۰×۱۰۰=۱۲۰۰۰ ہے۔

۳۔ یہ مسجد فریم سٹرکچر یعنی صرف ستونوں پر کھڑی ہوگی بعد میں دیواریں تعمیر کی جائیں گی۔

۴۔ مشرقی جانب MAIN ENTRANCE کے سامنے ۶۰×۶۰ کا کشادہ چبوترہ ہوگا جو جلسہ کے ایام میں سٹیج کے طور پر کام آسکے گا۔ جلسہ گاہ بیضوی شکل کا رکھا گیا۔ مشرقی جانب گیلریز کے لئے بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ یہ میدان سپورٹس سٹیڈیم کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکے گا۔

۵۔ مسجد کا بڑا مینار جس کا بنانا فی الحال نقشہ میں شامل نہیں۔ صحن کے شمال مشرقی کونہ پر ۱۵۰ فٹ اونچا ہوگا۔ یہ مینار لائکپور سرگودھا روڈ سے آنے والی سڑک شارع روضہ کے عین وسط میں ہوگا اور جرنیلی سڑک سے بخوبی نظر آسکے گا۔ یہ مینار بعد میں کسی وقت تعمیر ہوگا۔ انشاءاللہ

مسجد کی ELEVATION میں مغل فنِ تعمیر کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ مگر ماڈرن آرکیٹکچر میں لوہے اور کنکریٹ کی وجہ سے جو ترقی ہوئی ہے اس سے بھی پورا پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

جدید فن تعمیر میں شیشہ کو بھی خاص مقام حاصل ہو چکا ہے۔ چنانچہ مینار کا بالائی حصہ پورے کا

پورا شیشہ کا ہوگا۔اور ہشت پہلو ہر سہ گنبدوں میں بھی شیشہ کا استعمال تجویز کیا گیا ہے۔
اس مسجد کی تعمیر کے دوران نگرانی کا کام حضور کی اجازت سے مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب انجینئر کے سپرد کیا گیا۔‘‘ 144

رپورٹ کے بعد حضور نے جذباتِ تشکر سے لبریز ہوکر پُر معارف خطاب فرمایا:۔
تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

’’اس موقع پر جبکہ ہم یہاں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اپنے پیارے مصلح موعود کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے مسجد اقصٰی ربوہ کی بنیاد رکھیں۔دعا کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکتے ہوئے کہ اے ہمارے رب! تُو نے جس مکان کی توسیع کا حکم دیا تھا آج ہم پھر ایک بار اس مکان کی وسعت کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔اگر ہم سے کوئی ظاہری یا باطنی گناہ سرزد ہو۔یا کوئی ایسی چیز ہمارے دلوں اور خیالات میں ہو جو تجھے ناپسندیدہ ہو تو ہمارے دلوں اور خیالات کو اس سے پاک کر دے تاکہ یہ گھر جو تیرے نام پر کھڑا کیا جا رہا ہے۔صرف تیرے نام کو ہی بلند کرنے والا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا۔

وَسِّعْ مَکَانَکَ

ابھی جب میں دُعا میں مشغول تھا۔میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ کونسا مکان تھا۔جس کی وسعت کے لئے اس الہام میں حکم پایا جاتا ہے تو میری توجہ اس طرف پھری کہ بعثت سے قبل جو گھر آپ نے اپنے لئے پسند کیا۔اور چُنا اور جس میں اپنے وقت کا اکثر حصّہ گزارا وہ خدا کی مسجد ہی تھی۔اسی لئے لوگ عام طور پر آپ کو ’’مسیتڑ‘‘ کہتے تھے۔

تو اس الہام میں ایک یہ بھی حکم ہے کہ تم مساجد کو بڑھاتے چلے جاؤ۔نمازی میں پیدا کرتا چلا جاؤں گا۔

اپنے رب کے حضور ہمارے دلوں کی گہرائیوں اور رُوح کی وسعتوں سے یہ دعا ہے کہ اے خدا!!! ہم تیرے حکم کے ماتحت ایک اور گھر تیرے نام پر بنا رہے ہیں۔تو اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر دے کہ اس کی بنیادوں سے لے کر اس کے مینار

کی بلندیوں تک یہ ساری کی ساری عمارت تقویٰ سے بنی ہوئی ہو۔ گارا یا مٹی یا اینٹ یا سیمنٹ یا لوہا جو اس میں لگا ہوا ہو۔ وہ تقویٰ میں اتنا سیچوریٹ (Saturate) ہو چکا ہوا ہو کہ وہ اینٹ اینٹ نہ رہے۔ وہ سیمنٹ سیمنٹ نہ رہے۔ وہ لوہا لوہا نہ رہے بلکہ جو محبت تیرے لئے ہمارے دلوں میں ہے۔ اور تجھ سے جو خوف ہم اپنی روحوں میں پاتے ہیں کہ کہیں تیری ناراضگی کو مول لینے والے نہ بن جائیں۔ ان دو جذبات میں ہر چیز ایسی لپٹی ہوئی ہو کہ یہی دو جذبات ظاہر و باہر اور اندر اور باطن میں ہوں۔ اور مادی نہیں بلکہ حقیقۃً روحانی اجزاء سے ہماری مساجد کی تعمیر ہو۔ اور تیرا نام ہمیشہ ان مقامات سے بلند ہوتا رہے۔ اور ہمیشہ وہ لوگ جو اُن کی طرف منسوب ہونے والے ہوں۔ اپنے نفسوں کو تیری راہ میں کلیۃً مٹا کر، تجھ پر کلیۃً نثار ہو کر تیرے نام کو ہمیشہ بلند کرنے والے ہوں اور تیری توحید خالص کی ان مکانوں اور ان مساجد سے ایسی مؤثر آواز اٹھتی رہے کہ جس کے کان میں وہ آواز پڑے اس کے دل کی گہرائیوں تک اُترتی چلی جائے۔ تا کہ دنیا تجھے پہچاننے لگے۔ تیری عظمت اور تیرا جلال دنیا میں قائم ہو تا کہ تیری عزّت اور تیری توحید کی معرفت انسان حاصل کرے۔ اور ہمارا وجود اس سعی میں کلیۃً مٹ جائے اور تا کہ جب تو اپنے پاک اور مطہّر اور مقدس ہاتھ سے از سرِ نو ہماری تشکیل کرے تو وہ خالص روحانی اور تیری نگاہ میں ایک پیاری تشکیل ہو اور تا کہ ہمیشہ تیری رضا ہمیں حاصل رہے۔

جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے اس وقت دل اور رُوح اپنے کام میں زیادہ مشغول ہیں۔ دعاؤں میں لگے ہوئے عاجزانہ جذبہ نیستی موجزن ہے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میرے یہ چند فقرے ہی اس وقت کافی ہیں۔

اب ہم نہایت عاجزی کے ساتھ اور اپنے جسم کے ذرّہ ذرّہ کی دعاؤں کے ساتھ اور اپنی رُوح کے ساتھ جو اس وقت کلیۃً آستانہ الٰہی پر جھکی ہوئی ہے۔ دعائیں کرتے ہوئے اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سُنے اور ان دعاؤں اور الہامات کا ہمیں وارث بنائے۔ جو دعائیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حضور کرتے

رہے۔اور جن پیارے کلمات (الہامات) سے اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کے متعلق آپ کو مخاطب فرماتا رہا۔آمین“ 145

اس پُر اثر خطاب کے بعد حضور نے ممبران تعمیر کمیٹی اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلو میں دعائیں کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ قادیان کی ایک اینٹ بنیاد میں اپنے دستِ مبارک سے نصب فرمائی اس کے بعد چھ مزید اینٹیں نصب کیں۔اس دوران حضور اور جُملہ حاضرین دُعاؤں میں مصروف تھے۔پہلی تین اینٹیں مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے اور باقی چار بالترتیب حسب ذیل اصحاب نے حضور کی خدمت میں پیش کیں۔ چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر زراعت، مولوی محمد صدیق صاحب صدر عمومی ربوہ، چوہدری نذیر احمد صاحب انجینئر نگران تعمیر، صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم اے۔

بعدۂ حسب پروگرام حسب ذیل صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، ممبران تعمیر کمیٹی، صدر انجمن اور تحریک جدید کے ناظر و وکلاء صاحبان، علماء سلسلہ، بیرونی ممالک میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے والے مبلغین، ڈویژنل امراء کرام، تعلیمی اداروں کے سربراہ، جامعہ احمدیہ کے غیر ملکی طلبہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے دو منتخب اطفال نے بنیاد میں اینٹیں رکھیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت مولوی محمد دین صاحب صحابی صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان (۲) حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب صحابی (۳) حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحب صحابی (۴) حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری صحابی (۵) حضرت پیر مظہر الحق صاحب صحابی (۶) حضرت بابا دین محمد صاحب مالی صحابی (۷) حضرت مرزا عزیز احمد صاحب صحابی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان (۸) محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید (۹) محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (آپ نے حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں دو اینٹیں بنیاد میں رکھیں) (۱۰) محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری قائم مقام ناظر اصلاح وارشاد (۱۱) محترم میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال ممبر تعمیر کمیٹی (۱۲) محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر امور عامہ، ممبر تعمیر کمیٹی (۱۳) محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم وقف جدید، ممبر تعمیر کمیٹی (۱۴) محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ممبر تعمیر کمیٹی (۱۵) محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری تعمیر کمیٹی (۱۶) محترم صوفی محمد رفیع صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ خیر پور ڈویژن (۱۷) محترم خان شمس الدین خان صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ پشاور و ڈیرہ اسمٰعیل خان ڈویژن (۱۸) محترم

مولوی محمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ مشرقی پاکستان (۱۹) محترم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل (۲۰) محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ (۲۱) محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ (۲۲) محترم پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج (۲۳) محترم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ (۲۴) مکرم یوسف عثمان صاحب آف مشرقی افریقہ طالب علم جامعہ احمدیہ۔ (۲۵) مکرم حسن بصری صاحب آف انڈونیشیا طالب علم جامعہ احمدیہ (۲۶) محترم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلّغ انچارج احمدیہ مشن گھانا (۲۷) محترم مولانا محمد صادق صاحب مبلّغ سماٹرا، ملایا و سنگاپور (۲۸) محترم حافظ عبدالسلام صاحب وکیل المال تحریک جدید (۲۹) محترم شیخ عبدالحق صاحب انجینئر مشیر تعمیر (۳۰) مکرم عبدالغنی صاحب رشدی راولپنڈی مشیر آرکیٹیکٹ (۳۱) حضرت مولوی محمد جی صاحب صحابی (۳۲) عزیز لئیق احمد عابد طفل (حال وکیل صنعت و تجارت) ابن مکرم چوہدری بدرالدین صاحب انسپکٹر تحریک جدید (۳۳) عزیز وحید احمد طفل ابن مکرم میاں عبدالحمید صاحب جنجوعہ پی ڈبلیو آئی۔

نمائندہ اصحاب کے بنیاد میں اینٹیں رکھنے کے بعد حضور انور نے دیگر جملہ حاضر صحابہ کرام و اہم افرادِ سلسلہ کو بھی بنیاد میں اینٹیں رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ جن مقامی اور بیرونجات کے صحابہ کرام اور دیگر احباب نے اس موقع پر بنیاد میں اینٹیں رکھیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

(۱) محترم میاں محمد بوٹا صاحب سابق مؤذن مسجد اقصیٰ قادیان (۲) محترم چوہدری علی محمد صاحب بی۔اے، بی۔ٹی (۳) محترم مولوی محبّ الرحمٰن صاحب (۴) محترم حاجی محمد فاضل صاحب ربوہ (۵) محترم مرزا نذیر علی صاحب ربوہ (۶) محترم شیخ کظیم الرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ہیڈ کلرک نظارت اصلاح وارشاد ربوہ (۷) محترم صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال (خرچ) (۸) محترم حکیم عبیداللہ صاحب رانجھا ربوہ (۹) محترم میاں نور محمد صاحب گنج مغلپورہ لاہور (۱۰) محترم خدا بخش صاحب (۱۱) محترم چوہدری عطاء محمد صاحب جڑانوالہ (۱۲) محترم عبدالعزیز صاحب ٹھیکیدار۔ ربوہ (۱۳) محترم جناب شیخ عبدالعزیز صاحب لائل پور (۱۴) محترم منشی عبدالحق صاحب ربوہ (۱۵) محترم ماسٹر عطاء محمد صاحب ربوہ (۱۶) محترم قریشی نور حسین صاحب کوٹلی لوہاراں (۱۷) محترم ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحب سرگودھا (۱۸) محترم مرزا محمد حسین صاحب ربوہ (۱۹) محترم شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی (۲۰) محترم ملک غلام نبی صاحب ڈسکہ (۲۱) محترم نور محمد صاحب ربوہ (۲۲) محترم فقیر محمد

صاحب سیکھوانی ربوہ (۲۳) محترم مولوی محمد حسین صاحب مربی سلسلہ (۲۴) محترم علی گوہر صاحب ربوہ (۲۵) محترم حافظ ملک محمد صاحب پٹیالوی ربوہ (۲۶) محترم مرزا برکت علی صاحب ربوہ (۲۷) محترم خواجہ عبیداللہ صاحب ربوہ (۲۸) محترم میاں عبداللہ صاحب جلد ساز ربوہ (۲۹) محترم حکیم عبدالعزیز صاحب ربوہ (۳۰) محترم علی احمد صاحب ٹھیکیدار ربوہ (۳۱) محترم مہر اللہ صاحب لائل پور (۳۲) محترم شیخ محمد بخش صاحب ربوہ (۳۳) محترم شیخ فتح دین صاحب ربوہ (۳۴) محترم مولوی فضل دین صاحب وکیل ربوہ (۳۵) محترم چوہدری عبدالحمید خان صاحب کاٹھگڑھی ربوہ (۳۶) محترم میاں روشن دین صاحب زرگر اوکاڑہ (۳۷) محترم فقیر اللہ صاحب لاہور (۳۸) محترم میاں اللہ بخش صاحب راولپنڈی (۳۹) محترم میاں اکبر علی صاحب لاہور (۴۰) محترم حکیم محمد صدیق صاحب آف میانی ضلع سرگودھا حال ربوہ (۴۱) محترم مہر دین صاحب ٹھیکیدار ربوہ (۴۲) محترم ملک نبی محمد صاحب گھوگھیاٹ (۴۳) محترم خدا بخش صاحب مومن جی (۴۴) محترم مرزا سلام اللہ صاحب چنیوٹ (۴۵) محترم رحیم بخش صاحب (۴۶) محترم محمد ظہور خان صاحب پٹیالوی احمد نگر (۴۷) محترم حافظ عبدالسمیع صاحب امروہوی (۴۸) محترم سید امجد علی صاحب سیالکوٹ (۴۹) محترم محمد عبداللہ صاحب ٹھیکیدار ربوہ (۵۰) محترم ماسٹر عبدالعزیز صاحب گوجرانوالہ (۵۱) محترم ڈپٹی فقیر اللہ صاحب ربوہ (۵۲) محترم حکیم رحمت اللہ صاحب ربوہ (۵۳) محترم میاں علم دین صاحب ربوہ (۵۴) محترم شیخ مسعود الرحمٰن صاحب نارنگ منڈی (۵۵) محترم میاں سعد محمد صاحب لاہور (۵۶) محترم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ربوہ (۵۷) محترم کیپٹن محمد سعید صاحب ربوہ (۵۸) محترم قاضی عبدالحمید صاحب ربوہ (۵۹) محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب ربوہ (۶۰) محترم محمد صادق صاحب فاروقی قصور (۶۱) محترم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سانگلہ ہل۔

اجتماعی دعا

جب سب احباب بنیاد میں اینٹیں رکھ چکے تو حضور نے ایک پرسوز اجتماعی دعا کرائی۔ جس میں اس تقریب پر آئے ہوئے ہزاروں احباب شریک ہوئے۔ اس طرح مرکز سلسلہ میں تعمیر ہونے والی اس عظیم تاریخی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی تاریخی تقریب جو اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے درمیان عمل میں آئی اُسی کے حضور دعاؤں پر نو بجے صبح خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

شیرینی کی تقسیم اور گروپ فوٹوز

اجتماعی دعا سے فارغ ہونے کے بعد حضور اسٹیج پر تشریف لا کر صدر جگہ پر رونق افروز ہوئے۔ حضور نے اس وقت جامع مسجد کے تفصیلی نقشہ جات ملاحظہ فرمائے جو انجینئروں، آرکیٹیکٹ اور سیکرٹری صاحب تعمیر کمیٹی نے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔سیکرٹری تعمیر کمیٹی کی طرف سے جملہ حاضرین کی خدمت میں شیرینی پیش کی گئی۔ جو پلاسٹک کی تھیلیوں میں بندتھی۔نقشہ جات ملاحظہ فرمانے اورضروری ہدایات دینے کے بعد حضور نے تعمیر کمیٹی کی درخواست پر ازراہ شفقت دوگروپ فوٹوز میں شرکت فرمائی۔ پہلا گروپ فوٹو حضور نے ان جملہ احباب کے ساتھ کھنچوایا جنہوں نے حضورانور کے بعد بنیاد میں اینٹیں رکھی تھیں۔دوسرے گروپ فوٹو میں حضور کے ساتھ صرف تعمیر کمیٹی کے ممبران شریک ہوئے۔اس کے بعد ساڑھے نو بجے کے قریب حضور بذریعہ موٹر کار قصر خلافت واپس تشریف لے گئے۔

تقریب کے دیگر کوائف

اس تقریب کے سلسلہ میں دس بکرے بطور صدقہ ذبح کر کے ان کا گوشت غرباء میں تقسیم کیا گیا۔علاوہ ازیں چار ہزار روپے مستحقین میں بطور امداد تقسیم کئے گئے۔اس میں سے تمام مستحقین کو نقدی کی صورت میں امدادی رقوم دینے کے علاوہ پانچ صد روپے نادار مریضوں کے علاج کے لئے فضل عمر ہسپتال میں دئے گئے۔اسی طرح چار سو روپے دارالاقامۃ النصرت کو اور مستحق طلبہ کی امداد کے لئے چار سو روپے جامعہ احمدیہ کو دیئے گئے۔

سنگ بنیاد کی تقریب کے سلسلہ میں تعمیر کمیٹی کی طرف سے دوخوبصورت دوورقی ٹریکٹ شائع کئے گئے۔ایک ٹریکٹ تقریب کے پروگرام پر مشتمل تھا اس کے آغاز میں قرآن مجید میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پر مشتمل آیات درج کر کے ان کا اردو ترجمہ بھی ساتھ ہی شائع کیا گیا۔ دوسرا ٹریکٹ مسجد کی تعمیر اوراس کی بخیر وخوبی تکمیل اور مثمر الثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کی خاص تحریک پر مشتمل تھا۔یہ دونوں ٹریکٹ بہت وسیع پیمانہ پر احباب میں تقسیم کئے گئے۔

جناب مسعود احمد خان صاحب دہلوی نے اس مبارک اور تاریخی تقریب کی یہ مفصل اور مکمل رپورٹ الفضل ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں محفوظ کر دی۔ جناب محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے

ناظر بیت المال آمد مکتوب مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۳ء میں تحریر فرماتے ہیں ’’جناب سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے لئے ایک خطیر رقم عطا فرمائی تھی۔ جتنی رقم انہوں نے پیش کی تھی ۲ لاکھ ۷۳ ہزار ۱۶۴ روپے ۸۷ پیسے اس سے زائد خرچ ہو گئے تھے تعمیر مسجد اقصیٰ پر۔ اس پر کراچی کے ایک مخلص دوست مکرم شیخ عبدالمجید صاحب صدر جماعت احمدیہ حلقہ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ بیٹی، بیگم، بھائی، مرحوم والدین اور اپنی طرف سے انہیں تعمیر مسجد اقصیٰ کے سلسلہ میں دو سال کے عرصہ میں ۲ لاکھ ۷۳ ہزار ۱۶۴ روپے ۸۷ پیسے پیش کرنے کی اجازت فرمائی جائے۔ حضور نے ان کی یہ پیشکش منظور فرمالی۔‘‘ 146۔ چنانچہ مکرم شیخ عبدالمجید صاحب نے حسب وعدہ یہ تمام رقم ادا کر دی تھی۔

مسجد کی تعمیر کے دوران نگرانی کا کام حضور انور کی اجازت سے مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب انجینئر کے سپرد کیا گیا ہے۔‘‘

مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کا بیان ہے کہ مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب مرحوم سابق نائب افسر جلسہ سالانہ بھی سرگودھا سے ربوہ نگرانی کے لئے آیا کرتے تھے۔

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا گیارھواں سالانہ اجتماع احاطہ انصاراللہ میں ۲۸ تا ۳۰ / اکتوبر ۱۹۶۶ء کو حسب سابق ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ کی مخصوص روایات کے ساتھ منعقد ہوا۔ اجتماع کے افتتاح اور اختتام کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نہایت اہم تقاریر فرمائیں۔ علاوہ ازیں مجلس شوریٰ کے اجلاس میں بھی کچھ وقت کے لئے رونق افروز ہوئے۔ اس طرح تینوں دن حضور نے اجتماع کو رونق اور برکت بخشی۔ حضور نے اپنے افتتاحی خطاب میں انصاراللہ کو ان کے بعض اہم فرائض کی طرف توجہ دلائی۔ اس ضمن میں تحریک جدید کی اہمیت اور اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے عظیم الشان روحانی انقلاب کا ذکر کرنے کے بعد اجتماع میں شامل ہونے والے احباب کو موقع مرحمت فرمایا کہ وہ انفرادی رنگ میں اور جماعتی طور پر تحریک جدید کے نئے سال کے لئے اپنے وعدے پیش کریں۔ چنانچہ احباب جماعت نے ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہوئے بڑھ چڑھ کر اپنے وعدے پیش کرنے شروع کئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وعدوں کی مجموعی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے

پانچ لاکھ دس ہزار روپیہ تک جا پہنچی۔وعدے پیش کرنے کا منظر نہایت روح پرور تھا۔جماعتوں کے عہدیدار اور افراد والہانہ انداز میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہوئے اپنے وعدے پیش کررہے تھے۔الحمدللہ علیٰ ذالک

بعدازاں حضور نے قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کی اہمیت اور اس ضمن میں تحریکِ وقف عارضی کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔اور احباب کو ان کی اہم دینی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔

حضور نے اپنے اختتامی خطاب میں جو علوم و معارف کا ایک خزینہ تھا۔سورۃ حم السجدہ آیات ۳۱ تا ۳۳ کی روح پرور تفسیر فرماتے ہوئے خلافت راشدہ کی اہمیت کو ایسے وجد آفریں انداز میں بیان فرمایا کہ پوری فضا خلافت احمدیت زندہ باد،حضرت خلیفۃ المسیح الثالث زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔

اجتماع کے افتتاحی اجلاس میں مغربی اور مشرقی پاکستان کی ۲۴۰ مجالس کے ۵۵۰ نمائندگان، ۱۲۰۰ ارکان اور ۱۰۰۰ کے قریب زائرین شامل ہوئے۔[147]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا خدام کے نام پیغام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آئندہ دو سال کے لئے (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کو خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا صدر نامزد فرمایا۔جس سے خدام الاحمدیہ کی تاریخ میں ایک درخشاں اور زرّیں باب کا آغاز ہوا۔اور نوجوانانِ احمدیت کا قافلہ آپ کی قیادت میں نہایت برق رفتاری کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھنے لگا اور ہر شعبۂ حیات میں خلافت سے عقیدت و محبت کے روح پرور نقوش نئی شان سے جلوہ گر ہونے لگے۔(حضرت) صاحبزادہ صاحب نے عہدہ صدارت پر فائز ہونے کے بعد خدام الاحمدیہ کے نام حسب ذیل پیغام دیا:۔

”میرے خدام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدیران خالد کو اصرار ہے کہ اپنی صدارت کے آغاز پر اپنے خدام بھائیوں کے نام کوئی پیغام دوں۔میری طرح آپ سب بھی بخوبی جانتے ہیں کہ صدر مجلس

خدام الاحمدیہ کا کام نہ کبھی پہلے پالیسی وضع کرنا تھا نہ اب ہے نہ آئندہ کبھی ہوگا۔پس ظاہر ہے کہ کسی صدر کے بدلنے سے پالیسی کے بدلنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ پالیسی وہی ہوگی جو مجلس کے قیام کے دن سے چلی آرہی ہے اور آئندہ بھی مجھے یقین ہے کہ اسی طرح چلے گی۔یعنی کامل خلوص اور وفا اور جذبہ اطاعت کے ساتھ بانی مجلس خدام الاحمدیہ حضرت المصلح الموعود اور خلیفۃ المسیح کی بیان فرمودہ ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کرنا اور اُس لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں رہنا جو قرآن،سُنّت اور حدیث نبوی کی روشنی میں خلفائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے لئے پہلے تیار فرما چکے ہیں یا آئندہ تیار فرمائیں۔

یہ وہ پالیسی ہے جس پر مجھ سے قبل صدران مجلس چلتے رہے اور اسی میں نیک بختی اور سعادت جانی اور یہی وہ پالیسی ہے جس پر چلنے کی توفیق میں اپنے رب سے مانگتا رہوں گا۔اور آپ سے بھی استدعا ہے کہ آپ بھی میرے لئے اور اپنے لئے یہی دعا کرتے رہیں اور اسی نیک مقصد کے حصول کے لئے دل وجان سے کوشاں رہیں۔

ایک فرق

باوجود اس کے کہ اغراض ومقاصد کی تعیین اور حصول مقاصد کے ذرائع کی اصولی حد بندی فرمانا جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا کام ہے تاہم جہاں تک کوششوں کی تفصیل کا تعلق ہے اس سے انکار نہیں کہ ہر وہ شخص جس پر کوئی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے اپنی اپنی افتادِ طبع،زاویہ نگاہ اور فکری اور عملی طاقتوں کے لحاظ سے اپنے مخصوص رنگ میں اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔پس مقصد اور حصول مقصد کی راہ معیّن ہی کیوں نہ ہو،کارکنان کے بدلنے سے طریق کار میں کچھ جزئی تبدیلیاں ضرور واقع ہوجاتی ہیں جن سے مفر نہیں اور یہیں سے میرے لئے اور اُن سب خدام بھائیوں کے لئے خوف کا مقام شروع ہوتا ہے جو مجلس خدام الاحمدیہ کے نظام میں کسی نہ کسی خدمت پر مامور ہوں گے۔پس اس پہلو سے بھی اپنے خدّام بھائیوں سے دُعا کی درخواست کرتا ہوں کہ جس طرزِ عمل کو ہم احسن سمجھتے ہوئے اختیار کریں اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی وہ احسن ٹھہرے اور ہم اُس خوش قسمت گروہ میں

شمار ہوں جس کا قرآن کریم ''اھدی سبیلاً'' کے الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔

تا شرطِ زندگی و توفیق ایزدی ہم سب خدّام احمدیت دو سال کے لئے ایک ایسے سفر میں شریک رہیں گے۔ جس کی قیادت کی ذمہ داری حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس عاجز کے کندھوں پر ڈالی ہے۔ اپنی بے بضاعتی اور نا اہلی پر جب نظر پڑتی ہے تو دل خوف کھاتا ہے تاہم اپنے غفور رحیم خدا کی رحمت بے پایاں اور غفّاری سے بھاری اُمید ہے کہ میری روحانی اور جسمانی کمزوریوں سے درگزر فرماتے ہوئے اس اہم ذمّہ داری کو کماحقہٗ ادا کرنے کی توفیق بخشے گا۔ اور آپ سب خدّام بھائیوں کے حق میں بھی میری عاجزانہ دعا یہی ہے کہ خدمت کے جس مقام پر بھی آپ فائز ہوں، محض خادم ہوں یا زعیم یا قائد یا منتظم یا ناظم یا مہتمم اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اور رحمتیں دائم آپ کے شامل حال رہیں اور بے ریاء خالصۃً للہ خدمت دین کی توفیق آپ کو نصیب ہو۔ یاد رکھیں کہ یہ مختلف عہدے تو محض انتظامی سہولتوں کی خاطر قائم کئے گئے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ کے حضور وہی افضل اور اعلیٰ اور عزت سے یاد کئے جانے کے لائق ہے جو اپنی تمام طاقتیں اخلاص کی طشتری میں سجا کر اپنے ربّ کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ پھر خواہ اُسے اذنِ خدمت ملے یا نہ ملے وہ اپنے ربّ کی نگاہ میں حقیقی معنوں میں خادم کہلانے کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ غرض یہ کہ جہاں تک روحانی مقام اور قربِ الٰہی کا تعلّق ہے کوئی نہیں جانتا کہ صدر بہتر ہے یا ایک بے عہدہ خادم جو محض خدمت کے انتظار میں کھڑا ہے۔

پس اپنے لئے بھی اور جملہ عہدیداران مجلس خدام الاحمدیہ کے لئے بھی میری یہ عاجزانہ بلکتی ہوئی دعا ہے کہ وہ ہم سب کو ان ''عہدوں'' کے (کہ جو دراصل خدمت ہی کے مختلف نام ہیں) حقوق ادا کرنے کی توفیق بخشے اور اپنے فضل و کرم سے ایسے کام کرنے کی توفیق بخشے جو خود اُس کی نگاہ میں پسندیدہ ہوں۔

آخر پر اپنے جملہ خدام بھائیوں کو اپنے آقا و مولا حضرت رسول اکرم ﷺ کا یہ زندگی بخش پیغام دے کر اس پیغام کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں اس بے مثل رسول پر کہ مختصر، سادہ اور عام فہم الفاظ میں حکمت کے خزانے لٹا دیئے:۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّاغَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِیْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَیْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ'' رَوَاهُ الْبُخَارِی. وفی روایة لهٗ سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَیْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ اَلْقَصْدَ اَلْقَصْدَ تَبْلُغُوْا''

یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت بیان کی کہ آپ نے فرمایا:۔

یقیناً دین آسان ہے اور جو بزور دین پر غالب آنے کی کوشش کرے گا۔ دین اس پر ضرور غالب آجائے گا۔ (یعنی کسی میں یہ طاقت نہیں کہ زورِ عمل سے دین کے تمام حقوق ادا کردے) پس میانہ روی اختیار کرو اور حسب استطاعت عمل پیرا رہو اور (اس خوشخبری سے) خوش ہو جاؤ اور (اللہ تعالیٰ سے) مدد مانگتے رہو۔ کچھ صبح کے وقت، کچھ شام کو، اور کچھ رات کے وقت!''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آنحضور ﷺ کے اسی پیارے ارشاد کے مطابق خدمت دین کا سفر طے کرنے کی توفیق بخشے۔ خدا تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے کچھ صبح، کچھ شام کو، کچھ رات کے وقت حسب استطاعت میانہ روی کے ساتھ! آمین۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

ربوہ۔ یکم نومبر ۱۹۶۶ء'' [148]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا اطفال کے نام پیغام

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے خدام الاحمدیہ کے علاوہ اطفال الاحمدیہ کے نام بھی پیغام دیا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میرے پیارے اطفال الاحمدیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک وقت تھا کہ جب شاید آپ کے دل میں بھی یہ تمنا پیدا ہوتی ہو کہ کاش حضرت خلیفۃ المسیح اپنے اطفال الاحمدیہ کے سپرد بھی کوئی اہم خدمت فرمائیں جیسے خدام الاحمدیہ کو تحریک جدید کے دفتر دوم کی ذمہ داری سونپی یا کئی مرتبہ لجنہ اماء اللہ کے سپرد بیرونی ممالک میں مساجد بنانے کا مقدس فریضہ فرمایا۔ اب تو آپ کی یہ تمنا پوری ہو چکی ہے اور دیکھئے کس محبت اور پیار سے حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالث نے احمدی بچوں کو مخاطب فرماتے ہوئے وقف جدید کی مالی ذمہ داریاں اپنے ننھے منے کندھوں پر اٹھانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ دنیا کی نظر میں شاید یہ کام عجیب ہو لیکن یہ عجیب کام آپ نے دنیا کو کر کے دکھانا ہے۔ آپ نے دنیا کو دکھانا ہے کہ احمدی بچے اپنے امام کی آواز پر لبیک کہنا جانتے ہیں۔ آپ نے دنیا کو دکھانا ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے نازک کندھے دین محمدﷺ کی خاطر بڑے بڑے عظیم الشان بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ آپ نے دنیا کو دکھانا ہے کہ آپ کی عمریں چھوٹی لیکن شعور بالغ ہے۔ آپ خوب سمجھتے ہیں کہ خدمت دین کیا ہے اور جانی و مالی قربانی کس کو کہتے ہیں۔

دنیا کو چھوڑیئے کہ آج کی دنیا قربانی، ایثار اور خدمت کے کوچوں سے نا آشنا ہے۔ دُنیا کو بھلا کیا معلوم کہ دین کی خاطر کیسے زندگی وقف کی جاتی ہے اور کس طرح اسلام کے قدموں پر مال نچھاور ہوتے ہیں۔ پس دنیا کو چھوڑیئے کہ اسے آپ سے کوئی نسبت نہیں۔ اگر نیکی میں مقابلہ کرنا ہے تو اپنے خدام بھائیوں سے کیجئے۔ اگر نیکی میں آگے قدم بڑھانا ہے تو لجنہ اماء اللہ سے آگے بڑھ کر دکھایئے۔ حضرت (خلیفۃ المسیح الثالث) سب احمدی بچّوں اور بچیوں سے یہ توقع فرماتے ہیں کہ یہ سال ختم ہونے سے پہلے پہلے وقف جدید کے لئے پچاس ہزار روپیہ اور آئندہ سال دو لاکھ روپے پیش کر دیں گے۔ دیکھئے نیک کاموں میں دوڑ لگانے کے لئے آپ کے سامنے کیسا وسیع میدان کھلا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ دل و جان سے یہ کوشش کریں کہ جو توقع حضرت خلیفۃ المسیح سب احمدی بچوں سے رکھتے ہیں (خواہ وہ اطفال

الاحمدیہ میں شامل ہوں یا نہیں) وہ صرف آپ ہی بحیثیت اطفال الاحمدیہ پوری کر کے دکھاویں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ایسا شاندار نمونہ پیش کرنے کی توفیق بخشے کہ رشک کے ساتھ نگاہیں آپ پر پڑنے لگیں اور دشمن کی حسد کی آنکھ سے آپ ہمیشہ محفوظ رہیں۔آمین

آخر پر اُس احمدی بچّی کا ذکر کر کے اس پیغام کو ختم کرتا ہوں جو دائم المرض اور چلنے پھرنے سے معذور ہے اس نے اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر ایک کمیٹی ڈال رکھی تھی اور ہر مہینے اپنے حصّے کے پیسے کمیٹی والوں کے پاس اس لئے جمع کرواتی تھی کہ قرعہ اندازی میں اگر اس کا نام نکل آئے تو اکٹھے بہت سے پیسے مل جائیں۔وقف جدید کے بارہ میں حضور ایدہ اللہ کا خطبہ سن کر یہ خود بھی دعائیں کرنے لگی اور دوسروں سے بھی کروانے لگی کہ اللہ کرے تو اس دفعہ اس کی کمیٹی نکل آئے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے سچّے دِل کی دُعا قبول فرمائی اور جیسے وہ چاہتی تھی ویسے ہی اس کے نام کی کمیٹی نکل آئی جو مبلغ پچاس روپے تھی۔اللہ تعالیٰ اس بچّی کو جزائے خیر دے اور صحتِ کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔یہ فوراً وہ ساری رقم لے کر کسی کی گودی میں سوار ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پہنچی اور وقف جدید کے چندہ کے طور پر وہ ساری رقم پیش کر دی۔خدا تعالیٰ عزیزہ کی اس پیاری قربانی کو قبول فرمائے اور سب اطفال کو توفیق بخشے کہ اپنی اپنی توفیق کے مطابق قربانی کی شاندار مثالیں پیش کریں۔وقت تھوڑا، بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔دسمبر کے اختتام سے پہلے پہلے پچاس ہزار روپے اکٹھا کرنے ہیں۔اے ننّھے منّے اطفال احمدیت چیونٹیوں کی طرح کام کرو اور اپنے امام کی اس توقع کو توقع سے بڑھ کر پورا کرو۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آمین

والسلام

مرزا طاہر احمد

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ" 149

تین خوشخبریاں

یکم نومبر ۱۹۶۶ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مجلس عرفان کے دوران فرمایا:۔

’’تین خوشخبریاں ہیں۔ ایک خوشخبری تو یہ ہے کہ ہندوستان میں جتنے غیر مبائع تھے ان کی اکثریت بیعت کر کے مبائعین میں شامل ہوگئی ہے۔ جو گھرانے باقی رہ گئے ہیں۔ ان کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری خوشخبری یہ ہے کہ یوگنڈا (مشرقی افریقہ) میں ایک سکول مکرم مختار احمد صاحب ایاز نے کھولا ہوا تھا۔ وہ سکول دراصل جماعت کی کوششوں سے ہی جاری ہوا تھا۔ اب انہوں نے وہ سکول جماعت کے سپرد کر دیا ہے۔ اور اب وہ کوشش کر رہے ہیں کہ ایک اور سکول کھولیں۔ وہاں سکول کھولنے میں بڑی رکاوٹ تھی۔ سکول کی عمارت کا نقشہ پاس نہیں ہوتا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے نقشہ پاس ہو گیا ہے اور اس کا سنگ بنیاد بھی رکھ دیا گیا ہے جس دن سکول کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے وہاں کی جماعت کو ایک اور خوشی بھی دکھائی۔ ہمارے ایک مخلص احمدی تھے (جن کا نام زکریا کزیٹو ہے) پچھلے دنوں جب وہاں کبا کا کے ساتھ حکومت کا جھگڑا ہوا۔ اور فساد بھی ہوا تو کبا کا کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے حکومت نے مسٹر زکریا کزیٹو کو بھی گرفتار کر لیا۔ ایک دفعہ انہیں آزاد کر دیا گیا۔ مگر پھر دوبارہ گرفتار کیا گیا۔ جس دن سکول کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا اس دن حکومت نے انہیں رہا کر دیا۔ اور رہائی کے بعد وہ سیدھے مسجد میں پہنچے۔ اور یہ وقت تھا جب مسجد کے ہی احاطہ میں سکول کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔ وہاں وہ بھی دعا میں شریک ہوگئے۔ اور اس طرح وہاں کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نے دو خوشیاں دکھا دیں۔

مسٹر زکریا کزیٹو بڑے مخلص دوست ہیں۔ گو وہ زیادہ پڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی وہ قرآن کریم کے ترجمہ لوگنڈی میں مدد دیتے رہے۔ اور اس کام میں روزانہ کئی کئی گھنٹے خرچ کرتے رہے۔ کبا کا کے وہ قریبی دوست تھے۔ ان کی نظر بندی کی وجہ سے ان کے گھر والوں کو بہت تکلیف تھی۔ مجھے بھی ان کی بیوی کے خطوط دعا کے لئے آتے رہے جب وہ رہا ہوئے تو وہ گھر نہیں گئے۔ بلکہ سب سے پہلے وہ مسجد میں ہی آئے اور یہ بھی اُن کے اخلاص کی ایک علامت ہے۔ ایک عجیب

اتفاق تھا کہ جس وقت وہ مسجد میں آئے اس وقت سکول کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے وہاں کی جماعت کو دو خوشیاں دکھا دیں۔“ 150

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا سفر سندھ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے ٹھیک ایک سال بعد ۹ نومبر ۱۹۶۶ء کو سفر سندھ اختیار فرمایا۔اس سفر کے دوران چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ بطور پرائیویٹ سیکرٹری ہمراہ تھے۔حضور نے روانگی سے قبل مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔حضور ربوہ سے چناب ایکسپریس کے ذریعہ روانہ ہوئے تو ہزاروں احباب نے پُر جوش نعرے لگا کر اپنے پیارے اور مقدس امام کو پورے احترام اور دلی دعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے کی سعادت حاصل کی۔حضور انور حیدر آباد، بشیر آباد، ناصر آباد، محمد آباد اور دیگر سٹیٹس کا دورہ کرنے کے بعد ۱۹ نومبر کو کراچی تشریف لے گئے۔ جہاں ایک ہفتہ رونق افروز رہنے کے بعد ۲۷ نومبر کو بخیر و عافیت ربوہ پہنچے۔ جہاں ہزاروں مُخلصین نے حضور کا والہانہ استقبال کیا۔اس سفر میں ہر جگہ اخلاص و عقیدت کے نہایت رُوح پرور نظارے دیکھنے میں آئے۔

سفر کے دوران حضور نے تین خطبات جمعہ ارشاد فرمائے۔بشیر آباد کے خطبہ جمعہ میں حضور نے بتایا کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے تین چیزیں حاصل ہوئیں۔زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ کتاب۔ایک خطبہ میں جو حضور نے احمدیہ ہال کراچی میں ارشاد فرمایا۔آیت واعتصموا بحبل اللہ ......الخ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ”حبل اللہ“ کے متعدد معنی بیان فرمائے اور بتایا کہ اس کا تعلق آیت استخلاف سے ہے۔حضور نے اس تعلق کو واضح کرتے ہوئے جماعت کی ذیلی تنظیموں کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ اپنے اپنے دائرہ میں مستعدی سے کام کریں اور باہمی تعاون کو قائم رکھیں تا کہ جماعتی اتّحاد مضبوط تر ہو جائے۔مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۶۶ء کو حضور انور واپس ربوہ تشریف لائے۔اس تاریخی سفر کی ایک تفصیلی روئداد نذر قارئین ہے۔

حیدر آباد سے ناصر آباد اسٹیٹ تک

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ۱۰ نومبر کو صبح ۶ بجے چناب ایکسپریس کے ذریعہ حیدر آباد تشریف

لائے۔حضور کے استقبال اور زیارت کے لئے مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ امیر ضلع حیدرآباد مکرم ماسٹر رحمت اللہ صاحب امیر مقامی اور حیدرآباد کی جماعت کے احباب ۴ بجے سے اسٹیشن پر پہنچ چکے تھے۔اسی طرح چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی اپنے پانچ ساتھیوں کی معیت میں گذشتہ رات سے ہی حیدرآباد پہنچے ہوئے تھے۔میر پور خاص، کنری، ٹنڈو محمد خان، کوٹ احمدیاں اور حیدرآباد کے احباب بھی اسٹیشن پر پہنچ گئے۔گاڑی سے اترنے پر حضور انور نے جملہ احباب کو شرف مصافحہ بخشا اور پھر زیل پاک سیمنٹ فیکٹری کے ریسٹ ہاؤس میں تشریف لے گئے۔جو حضور کے قیام کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔حضور نے اور آپ کے خدام اور مہمانوں نے ناشتہ تناول فرمایا اور دس بجے دن حضور معہ محترمہ بیگم صاحبہ و رفقاء قافلہ موٹر کاروں پر بشیر آباد اسٹیٹ کے لئے روانہ ہوئے۔راستہ میں ٹنڈو الہ یار کے مقام پر مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امیر حیدرآباد ڈویژن حضور کے استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے اسی طرح آگے جا کر راستہ میں نواں کوٹ احمدیاں کی جماعت کے دوست حضور کی تشریف آوری کا سن کر زیارت کے لئے کھڑے تھے۔حضور نے کار روکی اور اتر کر احباب سے مصافحہ کیا اور ان کے حالات دریافت فرمائے اور پھر آگے روانہ ہوئے۔۲ بجے کے قریب قافلہ بشیر آباد پہنچا۔ بشیر آباد کے احباب باہر راستہ پر دورویہ کھڑے تھے۔انہوں نے حضور کی آمد پر نعرہ ہائے ''تکبیر'' ''امیر المومنین زندہ باد'' ''اسلام زندہ باد'' ''احمدیت زندہ باد'' کے نعرے بلند کئے۔حضور نے احباب کو شرف مصافحہ بخشا۔

حضور نے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔اور پھر احباب کو شرف مصافحہ بخشا۔۵ بجے شام حضور معہ محترمہ بیگم صاحبہ و رفقاء قافلہ ظفر آباد لا بنی تشریف لے گئے۔جہاں مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ امیر ضلع حیدرآباد نے دعوت عصرانہ کا انتظام کیا تھا۔حضور وہاں احباب سے مختلف دینی اور زراعتی امور پر گفتگو فرماتے رہے اور اجتماعی دعا فرمائی۔وہاں سے واپس آ کر حضور نے مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

بشیر آباد اسٹیٹ

۱۱ نومبر کو صبح ۸ بجے کے بعد حضور بشیر آباد اسٹیٹ کے مختلف حلقوں میں تشریف لے گئے اور فصلوں کو دیکھا۔یہ دن جمعہ کا مبارک دن تھا۔ضلع حیدرآباد کی جماعتوں کے احباب مرد و زن

دور ونزدیک سے حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر جمع ہو گئے۔بشیر آباد کی وسیع وعریض مسجد مردوں سے کھچا کھچ بھر گئی۔اور مستورات کے لئے ساتھ کے مکانوں میں انتظام کرنا پڑا۔لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا اس لئے جملہ حاضرین تک خطبہ کی آواز بخوبی پہنچ گئی۔حضور نے نماز جمعہ پڑھائی۔خطبہ جمعہ میں حضور نے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر ہمیں کیا فیوض حاصل ہوئے۔حضور نے فرمایا کہ ہمیں تین چیزیں حاصل ہوئیں۔زندہ خدا، زندہ رسول اور زندہ کتاب یعنی قرآن کریم۔حضور کا یہ خطبہ نہایت بلیغ، مؤثر اور پُر معارف تھا۔حضور نے نماز جمعہ اور نماز عصر جمع کر کے پڑھائیں اس کے بعد پانچ افراد سے بیعت لی۔ بیعت لینے کا نظارہ بہت مؤثر تھا۔حضور بیعت کے الفاظ اونچی آواز سے ارشاد فرماتے اور جملہ حاضرین بلند آواز سے حضور کی اتباع میں الفاظ دہراتے تھے۔اس طرح تمام حاضرین نے حضور کے ہاتھ پر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔اس کے بعد حضور نے احباب کو شرف مصافحہ بخشا۔مصافحہ کے وقت حضور احباب سے ان کی خیریت اور دیگر حالات بھی دریافت فرماتے جاتے تھے۔

کوٹ احمدیاں

۱۲ نومبر کو صبح ۷ بجے حضور ناصر آباد اسٹیٹ کے لئے موٹر کاروں پر روانہ ہوئے۔راستہ میں ''کوٹ احمدیاں'' واقع تھا۔وہاں کے احباب نے حضور کی خدمت میں گذارش کی ہوئی تھی کہ وہاں سے گذرتے ہوئے حضور گاؤں میں تشریف لاکر دعا فرمائیں۔چنانچہ حضور معہ محترمہ بیگم صاحبہ ورفقاء قافلہ کوٹ احمدیاں میں تشریف لے گئے۔احباب جماعت نیز غیر از جماعت دوست بھی قطاروں میں حضور کی پیشوائی کے لئے کھڑے تھے۔حضور نے سب سے مصافحہ فرمایا چھوٹے چھوٹے بچے بھی حضور سے مصافحہ کے لئے کھڑے تھے۔حضور نے ازراہ شفقت ان سے بھی مصافحہ کیا۔اور پھر چوہدری عبدالغفور صاحب کے بنگلہ پر تشریف لے گئے وہاں حضور نے معہ رفقاء ناشتہ تناول فرمایا۔(اس جگہ پر حضور کی آمد کا یادگاری کتبہ بھی لگایا گیا ہے۔)[151] اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کوٹ احمدیاں کی طرف سے ایک ہزار روپیہ نقد بطور چندہ فضل عمر فاؤنڈیشن حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو حضور نے قبول فرمایا یہ چندہ اس وعدہ کے علاوہ ہے جو یہ جماعت اس سے قبل فضل عمر فاؤنڈیشن کے لئے کر چکی ہے۔کوٹ احمدیاں میں ڈگری، ٹنڈو غلام علی، چک ۱۵۱ کے احباب بھی جمع تھے اس کے بعد حضور مسجد میں تشریف لے گئے جو نئی تعمیر کی گئی ہے۔وہاں حضور نے اجتماعی دعا فرمائی

اور پھر حضور کی معیت میں قافلہ آگے روانہ ہوا اور ۲ بجے کے قریب بخیریت ناصر آباد پہنچا۔

اس سفر میں بشیر آباد تک مکرم فضل الرحمان خان صاحب انجینئر زیل پاک سیمنٹ فیکٹری اور چوہدری نعمت اللہ صاحب انڈس بلیچنگ ملز اور چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ، چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ، چوہدری عبدالغفور صاحب ایس ڈی او، چوہدری منصور احمد صاحب اور مولانا غلام احمد فرخ صاحب کو بشیر آباد اور ناصر آباد تک حضور انور کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور کی تشریف آوری پر حیدر آباد کے انگریزی روزنامہ انڈس ٹائمز نے حضور کی فوٹو اور تشریف آوری کی خبر نمایاں کر کے شائع کی۔[152]

دیگر اسٹیٹس میں تشریف آوری

۱۳ نومبر بروز اتوار کی صبح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ناصر آباد اسٹیٹ کی اراضیات کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے اور فصلوں اور کاشت کا جائزہ لیا۔ گوٹھوں کے ہاریوں خصوصاً ہندو مذہب کے ہاریوں کو نصائح فرمائیں۔ دوپہر کی گاڑی سے مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی معہ چند احباب میر پور خاص سے اور کنری سے مولوی عبدالباقی صاحب اور امیر صاحب کنری شرف ملاقات کے لئے آئے۔ نماز ظہر و عصر اور پھر مغرب عشاء کے بعد حضور نے مسجد میں مقامی احباب کو شرف ملاقات بخشا اور تبلیغ اسلام کے ذرائع پر روشنی ڈالی۔

۱۴ نومبر بروز پیر حضور انور موٹروں پر ناصر آباد سے محمود آباد اسٹیٹ تشریف لے گئے۔ چوہدری عبدالعزیز صاحب مینجر اور اہالیان گوٹھ نے حضور کا استقبال کیا۔ حضور نے سب کو شرف مصافحہ بخشا۔ اس کے بعد حضور اراضیات اور باغ کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد حضور نے نماز ظہر و عصر مسجد میں جمع کروائیں۔ بعدہٗ مسجد میں ہی مقامی احباب کو شرف ملاقات سے نوازا اور تبلیغ و تربیت کے متعلق ہدایات دیں۔

محمود آباد سے واپسی پر ۴ بجے حضور انور کنری تشریف لائے۔ فیکٹری کے گیٹ پر ڈویژنل امیر صاحب کے علاوہ امیر صاحب مقامی اور جماعت نے حضور کا استقبال کیا اور عصرانہ پیش کیا۔ بعدہ حضور نے جملہ احباب جماعت اور غیر از جماعت دوستوں سے مصافحہ فرمایا۔ مغرب کے قریب حضور واپس ناصر آباد تشریف لائے۔

۱۵ نومبر کی صبح حضور انور دیہہ صحابو (جہاں نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی کی قبر بتائی جاتی ہے) محترمہ بیگم صاحبہ و احباب کی معیت میں دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ قبر پر لمبی دعا فرمائی اور مقامی دوستوں سے قبر کے متعلق تفصیل دریافت فرمائی۔ دوستوں نے بتایا کہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی بھی یہاں دعا فرمایا کرتے تھے۔ ساڑھے بارہ بجے ریلوے اسٹیشن کنجیجی تشریف لائے اور دوپہر کی گاڑی پر محمد آباد اسٹیٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں کنری اسٹیشن پر کنری وملحقہ علاقہ کے احباب نبی سرروڈ اسٹیشن پر احمد آباد اسٹیٹ اور نبی سرشہر کی جماعت کے احباب تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضور نے سب احباب کو مصافحہ کے شرف سے نوازا۔ ایک بجے گاڑی ٹالھی ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔ مکرم میاں عبدالرحیم احمد صاحب وکیل الزراعت کی قیادت میں محمد آباد اور علاقہ کے دوستوں نے اھلاً وسھلاً ومرحبا کے قطعات آویزاں کئے تھے۔ حضور نے اسٹیشن پر اور ہیڈ کوارٹر میں سب احباب سے مصافحہ فرمایا اور جماعت محمد آباد کی طرف سے دی گئی دعوت طعام میں شرکت فرمائی۔ نمازوں کے بعد حضور مسجد میں تشریف فرما ہوتے رہے۔ نصرت آباد اور نوکوٹ سے بھی احباب حضور کے استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔

۱۶ نومبر بروز بدھ حضور نے لطیف نگر فارم کے علاوہ ہیڈ کوارٹر فارم اور باغ کا معائنہ فرمایا۔ نمازوں کے بعد مسجد محمد آباد میں حاضر احباب سے ملاقات فرمائی۔

۱۷ نومبر بروز جمعرات حضور علی الصبح پہلے کریم نگر فارم کے معائنہ کے لئے بمعیت میاں عبدالرحیم احمد صاحب وکیل الزراعت، چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ ناظر زراعت، ملک غلام احمد صاحب عطا ایم ایس سی اسٹیٹ ایجنٹ ومکرم سید عبدالرزاق شاہ صاحب تشریف لے گئے۔ کریم نگر کے جملہ احباب سے حضور نے مصافحہ فرمایا۔ اس کے بعد باغ کا معائنہ کیا اور پھر فصلیں دیکھتے ہوئے احمد آباد اسٹیٹ تشریف لے گئے۔ احمد آباد اسٹیٹ کی حد پر مینجر چوہدری محمود احمد صاحب نے حضور کا استقبال کیا۔ حضور اسٹیٹ کی مختلف گوٹھوں میں سے ہوتے ہوئے ہیڈ کوارٹر تشریف لے گئے جہاں اردگرد کے احمدی اور غیر از جماعت دوست بڑی تعداد میں موجود تھے۔ حضور نے سب سے مصافحہ فرمایا۔ اس کے بعد حضور فصلیں دیکھنے باہر تشریف لے گئے۔ حضور کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ واٹر کورس نمبر ۱۸ کی گوٹھ کا نام تجویز فرمادیں۔ حضور نے کرشن آباد نام رکھا۔ آخر میں باغ دیکھ کر واپس ہیڈ کوارٹر تشریف لائے۔

دوپہر کا کھانا احمد آباد اسٹیٹ کی طرف سے حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس میں احمدیہ سنڈیکیٹ، ایم این سنڈیکیٹ کے جملہ مینجر صاحبان شریک ہوئے۔ نماز ظہر وعصر کے بعد مسجد احمد آباد میں تشریف فرما رہے اور حالات دریافت فرما کر ہدایات سے نوازا۔ چار بجے حضور کی خدمت میں عصرانہ پیش کیا گیا اور پانچ بجے کے قریب حضور معہ قافلہ احمد آباد سے محمد آباد تشریف لائے۔ محمد آباد میں مغرب وعشاء جمع کروائیں اور کافی دیر تک مسجد میں حاضرین کو اجتماعی ملاقات کا موقعہ عطا فرمایا۔

ساڑھے نو بجے سے ساڑھے گیارہ بجے رات تک اراضیات صدر انجمن احمدیہ اور اراضیات ایم این سنڈیکیٹ کے جملہ مینجر صاحبان کی میٹنگ بلائی۔ جس میں وکیل الزراعت، ناظر زراعت، اسٹیٹ ایجنٹ احمدیہ سنڈیکیٹ اور مکرم سید عبدالرزاق شاہ صاحب شامل ہوئے۔ پیداوار اور آمد بڑھانے کے ذرائع اور اصلاح اراضی کا جائزہ لینے کے علاوہ اس علاقہ میں اسلام کی ترقی اور استحکام جماعت کے لئے کارکنوں کو ہدایات دیں۔

۱۸ نومبر بروز جمعہ علی الصبح حضور نے محمد آباد میں ٹریکٹر ورکشاپ کا معائنہ کیا اور پھر نور نگر فارم دیکھنے تشریف لے گئے۔ فارم کے مینجر چوہدری عبدالقدوس صاحب اور گوٹھ میں رہنے والے لوگوں نے استقبال کیا۔ حضور نے سب سے مصافحہ فرمایا۔ معائنہ کے بعد ۱۲ بجے حضور واپس تشریف لائے۔ نماز جمعہ پڑھائی اور روح پرور خطبہ دیا۔ نماز میں شمولیت کے لئے ناصر آباد، کنری، ڈگری، کا چھیلو سے بڑی تعداد میں دوست آئے۔ مسجد پُر ہو کر باہر دونوں سڑکیں نمازیوں سے پُر تھیں۔ محمد آباد اسٹیٹ نے سب احباب کو دوپہر کا کھانا پیش کیا۔ نماز کے بعد حضور نے نومبائعین کی بیعت لی اور پھر جملہ دوستوں کو مصافحہ سے نوازا۔

محمد آباد سے میر پور خاص اور حیدر آباد تشریف آوری

۱۹ نومبر بروز ہفتہ نماز فجر کے بعد حضور مسجد سے محمد آباد کے مقامی قبرستان تشریف لے گئے اور مکرم سید عبدالرزاق شاہ صاحب کی اہلیہ مرحومہ کی قبر پر دعا فرمائی۔ پونے نو بجے ٹالھی ریلوے اسٹیشن سے سوار ہو کر ایک بجے میر پور خاص تشریف لائے۔ ٹالھی اسٹیشن پر کثیر تعداد میں احباب اور بہنیں الوداع کہنے کو جمع تھے۔ راستہ کے اسٹیشن فضل بھمبرو، نوکوٹ، ڈگری، کاچیلو، جمیس آباد پر علاقہ کے متعدد احمدی دوست اپنے امام سے ملاقات کے لئے جمع تھے۔ حضور نے سب کو مصافحہ سے

نوازا اور حالات دریافت کئے۔ میر پور خاص پہنچنے پر ڈویژنل امیر صاحب اور چوہدری عزیز احمد صاحب امیر ضلع حیدر آباد اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب امیر ضلع نواب شاہ کے علاوہ احباب بڑی بھاری تعداد میں استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے۔اسٹیشن سے حضور ریلوے کے ریسٹ ہاؤس تشریف لے گئے اور دعوت میں شرکت فرمائی اور نماز ظہر وعصر سے فراغت کے بعد تین بجے موٹروں پر حیدر آباد کے لئے روانہ ہوئے۔ساڑھے چار بجے شام حیدر آباد تشریف لائے۔مکرم کیپٹن ڈاکٹر عبدالسلام خان صاحب نے حضور سے درخواست کی تھی کہ ازراہ نوازش حضور ان کے مکان واقعہ لطیف آباد میں قیام فرمائیں۔حضور نے اس کو قبول فرمایا اور ڈاکٹر صاحب موصوف کے بنگلہ پر فروکش ہوئے۔حضور نے نماز مغرب وعشاء احمدیہ ہال گاڑی کھاتہ میں جمع کر کے پڑھائیں۔احمدیہ ہال کی بنیاد حضور نے اپنے دست مبارک سے رکھی تھی۔(یہ ہال حضور کی توجہ اور دعا کے نتیجہ میں اسی سال تعمیر ہو کر مکمل ہوا تھا۔) حضور نے نماز کے بعد احباب کو مصافحہ کا شرف بخشا اور اسی دوران حضور نے احباب کو نصیحت فرمائی کہ مظلوم ہونا اللہ تعالیٰ کے رحم کو جذب کرتا ہے۔اس لئے انسان کو ظالم نہیں بننا چاہئے۔اسی طرح حضور نے فرمایا کہ آپس میں اتحاد کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہئے۔اس کے بعد حضور قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

۲۰ نومبر کو نماز فجر حضور انور نے بنگلہ پر پڑھائی اسی روز صبح کے ناشتہ کا انتظام مکرم نواب زادہ چوہدری محمد سعید صاحب نے حضور انور اور دیگر ارکان قافلہ کے لئے فرمایا تھا۔ ناشتہ کے بعد حضور انور مسجد احمدیہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔حضور نے مسجد احمدیہ کی بنیاد میں وہ اینٹ نصب فرمائی جس پر حضرت مصلح موعود نے دعا فرمائی ہوئی تھی۔ دوسری اینٹ حضور نے خود دعا فرما کر نصب فرمائی۔ اس کے بعد حضور کے ارشاد کے ماتحت صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ، تحریک جدید کی طرف سے مکرم چوہدری غلام احمد صاحب مینجر بشیر آباد اسٹیٹ ،ایم این سنڈیکیٹ کی طرف سے مکرم سید عبدالرزاق شاہ صاحب اور صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیثیت سے مکرم صوفی محمد رفیع صاحب امیر خیر پور ڈویژن نے، امیر ضلع حیدر آباد کی حیثیت سے مکرم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ نے، مقامی امیر کی حیثیت سے مکرم ماسٹر رحمت اللہ خان صاحب نے، ارکان مسجد کمیٹی میں سے مکرم ڈاکٹر عبدالسلام خان صاحب، مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب اور مکرم فضل محمد خان صاحب نے، لجنہ اماء اللہ کی طرف سے مکرم چوہدری محمد سعید صاحب اور مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حیثیت سے مولانا غلام احمد فرخ صاحب نے ایک ایک اینٹ بنیاد میں

نصب کی۔اس کے بعد حضور نے حاضرین سمیت لمبی دعا فرمائی۔ پھر مٹھائی تقسیم کی گئی۔اس کے بعد حضور انور مکرم چوہدری محمد سعید صاحب کی درخواست پر ان کے مکان پر تشریف لے گئے جو کہ زیر تعمیر ہے۔حضور نے وہاں دعا فرمائی اور پھر قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

پروگرام کے مطابق احمدی مستورات کثیر تعداد میں قیام گاہ پر پہنچ چکی تھی۔حضور انور نے مستورات سے بیعت لی جن میں تین خواتین نئی بیعت کرنے والی تھیں۔پونے گیارہ بجے کے قریب حضور کمرہ ملاقات میں تشریف لائے اور دو گھنٹے سے زیادہ حضور نے پہلے انفرادی اور پھر اجتماعی ملاقات کا احباب کو موقعہ عنایت فرمایا۔متعدد غیر از جماعت معززین کو بھی حضور نے شرف ملاقات بخشا اور انہوں نے اپنے حالات اور مشکلات بیان کر کے حضور سے دعا کی درخواست کی۔دو بجے حضور نے نماز ظہر و عصر جمع کر کے پڑھائیں۔اس کے بعد بیعت ہوئی اور جملہ احباب جماعت نے بیعت کے الفاظ دہرا کر حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔[153]

حیدر آباد سے کراچی تشریف آوری اور واپسی برائے ربوہ

۲۰ نومبر کو جناب چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی اور مکرم مولوی عبدالمالک صاحب مربی سلسلہ کراچی مع چند دیگر احباب کے حضور کو لینے کے لئے کاریں لے کر حیدر آباد پہنچ چکے تھے چنانچہ حضور کا قافلہ کراچی کے لئے اڑھائی بجے روانہ ہوا۔جماعت حیدر آباد کے نمائندگان بھی حضور کو الوداع کہنے کے لئے پندرہ بیس میل تک قافلہ کے ہمراہ آئے۔ایک مقام پر پہنچ کر حضور نے ان نمائندگان کو شرف مصافحہ بخشا اور اجتماعی دعا کروا کر انہیں واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔کراچی جاتے ہوئے سہ پہر کو راستہ میں کلری جھیل کے کنارے حضور اور قافلہ نے چائے نوش فرمائی جس کا انتظام جماعت کراچی نے کیا تھا۔ساڑھے چھ بجے شام حضور اپنی قیام گاہ ہاؤسنگ سوسائٹی میں پہنچے۔یہاں تمام احباب نے جو دیر سے اپنے پیارے امام کے دیدار کے لئے چشم براہ تھے والہانہ انداز میں حضور کا استقبال کیا اور وفور محبت سے نعرے بلند کئے۔حضور نے سب کو شرف مصافحہ بخشا اور مغرب وعشاء کی نمازیں ادا فرمائیں۔حضور کے کراچی میں ورود مسعود کی خبر قریباً تمام مقامی اخبارات میں شائع ہوئی اور فوٹو بھی شائع ہوئے۔اسی رات چوہدری نبی احمد صاحب کے فرزند زبیر احمد صاحب کی دعوت ولیمہ تھی۔حضور نے از راہ شفقت اس میں شرکت فرما کر دعا فرمائی۔

حضور کے قیام کے دوران جماعت نمازیں حضور کی اقتداء میں ادا کرتی رہی۔عموماً روزانہ صبح دس بجے سے ایک بجے تک انفرادی ملاقاتوں کا پروگرام رہتا۔احمدی احباب اور غیراز جماعت احباب ملاقات کے لئے تشریف لاتے رہے۔

۲۱ نومبر کی شام کو جماعت احمدیہ کراچی کی مجلس عاملہ نیز انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کی مجالس عاملہ اور حلقہ جات کے پریذیڈنٹ صاحبان کا مشترکہ اجلاس حضور نے طلب فرمایا۔مختلف شعبہ جات کے متعلقہ کارکنوں سے حضور نے بعض امور دریافت فرمائے۔ازاں بعد حضور نے تعلیم قرآن اور بعض دیگر امور کے متعلق نصائح اور زرّیں ہدایات بیان فرمائیں۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد حضور نے مجلس عرفان میں جماعت کے دوستوں کے سوالات کے جوابات دئے اور یہ سلسلہ روزانہ جاری رہا۔۲۳ نومبر کی صبح کو بعد نماز فجر حلقہ دستگیر کالونی کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔حضور نے ایک اینٹ اپنے دست مبارک میں لے کر دیر تک دعا فرمائی۔پھر اس کو نصب فرمایا۔اس کے بعد چھ مزید اینٹیں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور امیر صاحب و مربیان سلسلہ نے رکھیں۔پھر اجتماعی دعا حضور نے کروائی۔واپسی پر حضور نے ازراہ شفقت سلسلہ کے پرانے خادم حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری کے مکان پر چائے نوش فرمائی اور دعا فرمائی۔

دس بجے سے ایک بجے تک انفرادی ملاقاتوں کا پروگرام جاری رہا۔شام کو چار بجے احمدیہ ہال میں لجنہ اماءاللہ کو پونے دو گھنٹہ تک حضور نے خطاب فرمایا۔آپ نے احمدی خواتین کو تربیت اولاد کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی نیز فرمایا کہ نیکیوں کے بجالاتے وقت ہماری خواتین کے دل میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ یا خوف پیدا نہ ہونے دینا چاہئیے کہ دنیا کیا کہے گی۔انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری جماعت دنیا میں نیکیوں کے قیام کے لئے قائم کی گئی ہے۔نماز مغرب وعشاء کے بعد علم وعرفان کی مجلس ہوئی۔ حضور نے اس موقع پر آیت کریمہ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا کی نہایت لطیف تفسیر بیان فرمائی۔ساڑھے آٹھ بجے مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب کی صاحبزادی کے رخصتانہ کی تقریب میں حضور دعا کے لئے تشریف لے گئے۔

۲۴ نومبر کو ’’ہاکس بے‘‘ کے مقام پر جماعت نے ایک پکنک کا پروگرام بنایا تھا۔ساڑھے دس بجے حضور وہاں تشریف لے گئے اور شام تک قیام فرمایا۔اس موقع پر مکرم ثاقب زیروی صاحب،مکرم

آفتاب احمد صاحب بسمل اور جناب قیس مینائی صاحب نے اپنا کلام سنایا۔

بعد نماز مغرب وعشاء مجلس علم وعرفان میں تشریف فرما ہوئے اور مولانا عبدالمالک صاحب مربی سلسلہ کو ''تاریخ الخلفاء'' کا ایک حوالہ پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا اور بتایا کہ حضرت علیؓ نے بیعت بدری صحابہ کے مشورہ کے بعد لی تھی۔ ازاں بعد حضور نے نوجوانوں کو تحریک فرمائی کہ وہ دین کے لئے آگے بڑھیں۔ اسکے بعد حضور نے تین نکاحوں کا اعلان فرمایا۔

۲۵ نومبر بروز جمعہ صبح کے وقت انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ نماز جمعہ کے لئے حضور احمدیہ ہال تشریف لے گئے۔ ہال کھچا کھچ حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ ہال کے باہر بھی شامیانے لگا کر سڑکوں پر نماز کی ادائیگی کا انتظام کیا گیا۔ خواتین کی تینوں گیلریاں بھری ہوئی تھیں اور جن کو وہاں جگہ نہ مل سکی انہوں نے ہال کی چھت پر نماز ادا کی۔ کئی سالوں کے بعد کراچی میں جمعہ کے روز اتنا بڑا اجتماع دیکھنے میں آیا۔ خطبہ جمعہ میں حضور نے آیہ کریمہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ''حبل اللہ'' کے متعدد معنے بیان فرمائے اور بتایا کہ اس کا تعلق آیت استخلاف سے ہے پھر اس تعلق کو حضور نے واضح فرمایا اور جماعت کی ذیلی تنظیموں کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ اپنے اپنے دائرہ میں مستعدی سے کام کریں۔ اور باہمی تعاون کو قائم رکھیں تا کہ جماعتی اتحاد مضبوط تر ہو جائے۔

ساڑھے چار بجے شام حضور مکرم چوہدری شاہنواز صاحب کی کوٹھی پر بیگم صاحبہ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ مرحوم امیر جماعت احمدیہ ساہی وال (منٹگمری) کی وفات پر تعزیت فرمائی۔ مرحوم بیگم شاہنواز صاحبہ کے بڑے بھائی اور سلسلہ کے دیرینہ مخلص خادم تھے۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد ساری جماعت کی ملاقات کا پروگرام تھا۔ چنانچہ حضور نے تمام حلقہ جات کے احباب کو بالترتیب شرف مصافحہ بخشا۔ احباب اپنی باتیں حضور کی خدمت میں پیش کرتے۔ حضور نے نہایت توجہ سے ان کو سن کر ضروری ہدایات دیں اور دوستوں سے بعض ضروری امور دریافت فرمائے۔ دو اڑھائی گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا اور یہ سارا عرصہ حضور کھڑے رہے۔ ازاں بعد نئے بیعت کرنے والوں نے بیعت کی۔ آپ ان کے بھی حالات دریافت فرماتے رہے۔ اس موقع پر آپ نے انٹر کالج ایسوسی ایشن کے ممبروں کو بھی طلب فرمایا تھا اور انہیں بھی ضروری نصائح فرمائیں۔

۲۶ نومبر حضور کی واپسی کی تاریخ تھی۔ جماعت کے احباب اور غیر از جماعت دوستوں کی آمد کا

سلسلہ صبح ہی سے شروع ہو گیا۔ حضور نے صبح دس بجے سے ایک بجے تک ملاقات کا موقع عطا فرمایا۔ نیز حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس دن صبح دس بجے احمدیہ ہال میں خواتین کے اجلاس عام میں شرکت فرمائی اور انہیں سادہ زندگی ۔ اطاعت امام اور تربیت اولاد اور تعلیم قرآن کی طرف دلنشین انداز میں توجہ دلائی ۔ حضور کے قیام کے دوران خواتین قیام گاہ پر پہنچ کر محترمہ بیگم صاحبہ کی نصائح سے مستفید ہوتی رہیں۔

تین بجے حضور تیز گام سے لاہور جانے کے لئے اسٹیشن روانہ ہوئے ۔ حضور کے ہمراہ کاروں کی ایک لمبی قطار تھی ۔ جماعت کی بہت بڑی تعداد اسٹیشن پر اپنے پیارے امام کو الوداع کہنے کے لئے جمع تھی ۔ حضور نے اپنی نشست گاہ اور سامان کا معائنہ فرمایا، پھر گاڑی سے باہر تشریف آئے ۔ چونکہ وقت تھوڑا تھا اور ہجوم زیادہ اس لئے جماعت کی درخواست پر حضور نے اجتماعی دعا کرائی ۔ دعا کے بعد حضور نے گاڑی کے دروازے پر کھڑے ہو کر جماعت کراچی کو محبت بھری نگاہ سے رخصت فرمایا اور گاڑی لاہور کے لئے روانہ ہوگئی ۔[154]

لاہور اور پھر ربوہ تشریف آوری

حضور ۲۶ نومبر کو کراچی سے بذریعہ تیز گام روانہ ہو کر ۲۷ نومبر کو لاہور پہنچ گئے ۔ اور اسی روز لاہور سے بذریعہ موٹر کار روانہ ہو کر ساڑھے چار بجے شام اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ربوہ تشریف لے آئے ۔ یہ اطلاع ملنے پر کہ حضور آج ۴ بجے سہ پہر کے بعد ربوہ تشریف لا رہے ہیں ۔ اہل ربوہ جوق در جوق نماز عصر سے پہلے ہی مسجد مبارک میں آ جمع ہوئے اور نماز ادا کرنے کے بعد لاریوں کے اڈہ سے قصر خلافت تک قطار در قطار حضور کی تشریف آوری کے انتظار میں ایستادہ ہو گئے ۔ لوگ دیدہ و دل فرش راہ کئے حضور کی زیارت اور استقبال کی سعادت حاصل کرنے کے لئے چشم براہ تھے ۔ جملہ انتظامات محترم امیر صاحب مقامی کی ہدایات کے تحت مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ نے کئے ۔ چالیس کے قریب سائیکل سوار چنیوٹ سے ربوہ تک متعین کر دیئے گئے ۔ جونہی حضور کی کار دور سے آتی ہوئی نظر آئی تمام فضا اھلا و سھلا و مرحبا ۔ نعرہ تکبیر اللہ اکبر ۔ حضرت امیر المؤمنین زندہ باد کے پرجوش نعروں سے گونج اٹھی ۔ موٹر کار کے رکتے ہی محترم مولانا ابو العطاء صاحب اور مکرم مولوی محمد صدیق صاحب صدر عمومی نے آگے بڑھ کر حضور کا استقبال کیا اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا ۔ بعد ازاں حضور پیدل چل کے احباب کی قطاروں کی طرف تشریف لائے اور قطار در قطار کھڑے ہوئے ہزاروں احباب کو شرف

مصافحہ بخشا۔حضور نے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جن میں حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب، حضرت حاجی محمد فاضل صاحب، حضرت خدا بخش صاحب مومن جی اور حضرت محمد بوٹا صاحب موذن بھی شامل تھے۔ان کی خیریت دریافت فرمائی۔نصف گھنٹہ تک احباب کو شرف مصافحہ بخشنے کے بعد حضور انور قصر خلافت تشریف لے گئے۔155

مکرم مولوی عبدالحق نور صاحب کی شہادت

آپ مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۶۶ء کو کرونڈی ضلع خیر پور میں شہید کر دیئے گئے۔آپ قادیان کے قریب ایک گاؤں ''بھٹیاں گوت'' کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد مکرم الٰہی بخش صاحب ایک معروف زمیندار تھے اور ہندو، سکھ اور مسلمان سب آپ سے اپنے معاملات کے فیصلے کرواتے تھے۔ آپ نے چار سال تک بطور ہیڈ ماسٹر ملازمت کر کے ملازمت کو خیر باد کہہ دیا۔لمبی سوچ بچار اور دعاؤں کے بعد ۱۹۳۴ء کے جلسہ سالانہ پر بیعت کی۔ بیعت کرنے کے فوراً بعد ہی آپ کی مخالفت شروع ہوگئی۔آپ نے مخالف مولوی کو دعوت مباہلہ دی جس کی تحریر لکھی گئی جس میں آپ نے تحریر کیا

''اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں تو سب سے پہلے مخالف مولوی کا بیٹا مرے گا اور اس کے بعد وہ خود بھی مر جائے گا''۔

چنانچہ مولوی محمد اسماعیل جس کے ساتھ آپ نے مباہلہ کیا تھا مر گیا۔ یہ اطلاع آپ کے بھائی نے دی۔آپ نے جوش میں آکر کہا کہ تحریر مباہلہ میں تو تھا اس کا بیٹا پہلے فوت ہوگا۔ جا کر پتہ کرو کہ اس کا بیٹا فوت ہوا کہ نہیں۔چنانچہ پتہ کرنے سے معلوم ہوا کہ پہلے مولوی مذکور کا بیٹا فوت ہوا تھا اور پھر وہ مرا۔اس واقعہ کو دیکھ کر آپ کے بھائی نے بھی بیعت کر لی۔

زمیندارہ کا وسیع تجربہ ہونے کی وجہ سے آپ کو تقسیم ہند کے بعد محمود آباد، ناصر آباد اور دوسری اسٹیٹس میں کام کی نگرانی پر مقرر کیا گیا ۱۹۴۲ء میں آپ کرونڈی منتقل ہو گئے اور زمینوں کے ٹھیکے وغیرہ لینے شروع کئے۔آپ بہترین داعی الی اللہ تھے۔آپ کی تبلیغ سے آپ کے رشتہ داروں میں سے پچاس کے قریب احمدی ہوئے۔کرونڈی جماعت کی داغ بیل آپ نے ہی ڈالی۔شہادت کے وقت تک کرونڈی جماعت کے صدر رہے۔

واقعہ شہادت: دسمبر ۱۹۶۶ء کی بات ہے کہ بعض متعصب اور شرپسند عناصر نے آپ کے خلاف

سکیم تیار کی اور آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا چنانچہ انہوں نے کرائے کے وہ قاتل اس غرض کے لئے بھیجے۔ جو آپ کے پاس اس انداز سے آئے گویا وہ بیعت کرنا چاہتے تھے۔آپ حسب معمول ان کو تبلیغ کرتے ہوئے شام کے وقت اپنے گھر لے آئے۔ان کی خاطر مدارت کی ،نمازیں باجماعت ادا کیں پھر فجر کی نماز پر آپ نے خود پانی گرم کر کے ان کو وضو کروایا اور انہیں نماز پڑھائی اور نماز کے بعد انہیں باہر اپنے باغ میں لے آئے۔ وہاں کچھ دیر چارپائیوں پر بیٹھے رہے اور ان کو تبلیغ کی۔ پھر ان کو لے کر باغ کی سیر کروانے چلے گئے۔

آپ کے پوتے مقصود احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا یعقوب صاحب نے ان سے کہا کہ پتہ تو کرو، کافی دیر ہوگئی ہے، آئے نہیں۔ وہ کہتے ہیں میں جب باغ میں گیا تو میں نے دیکھا ہمارا وہ مہمان جو مولوی عبدالحق صاحب کے ساتھ باغ میں گیا تھا بھاگ رہا ہے۔ مجھے شک پڑا تو میں نے اپنے چچا کو بھی آواز دی کہ ادھر آئیں۔ پھر ہم باغ میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ دادا جان کو دیکھا تو وہ شہید کر دیئے گئے تھے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔شہید مرحوم موصی تھے۔ایک سال تک کرونڈی میں امانتاً دفن رہے پھر ربوہ میں بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ 156

برطانوی سائنسدان ڈاکٹر کیون میکوئن ربوہ میں

ڈرہم یونیورسٹی انگلستان کے ڈاکٹر کیون میکوئن گذشتہ ایک سال سے انگلستان ، جاپان ، اور ہندوستان کے زیر انتظام ریسرچ کے ایک منصوبے پر کام کر رہے تھے۔انہوں نے میسور میں سونے کی کانوں کے اندر دس ہزار فٹ کی گہرائی میں کاسمک ریز کے ایک ذرّہ نیوٹرینو (NEUTRINO) پر ایک سال تک تحقیق کی۔ ازاں بعد امریکہ کی لوزیانا سٹیٹ یونیورسٹی (LOUISIANA STATE UNIVERSITY) نے سائنسی تحقیق کے سلسلہ میں ان کی خدمات حاصل کر لیں۔ اور اب وہ امریکہ جاتے ہوئے پاکستان آئے تو جماعت احمدیہ کے عالمی مرکز ربوہ کی شہرت انہیں ۲۷ دسمبر ۱۹۶۶ء کی رات کو ربوہ کھینچ لائی۔

یہاں آپ نے اگلے روز پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے (کینٹب) پرنسپل تعلیم الاسلام کالج، محترم ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب صدر شعبہ طبیعات ،ڈاکٹر سلطان محمود صاحب شاہد صدر شعبہ کیمیا، پروفیسر سید حبیب الرحمٰن صاحب کی معیت میں تعلیم الاسلام کالج کی لیبارٹریز کا بھی معائنہ کیا۔

اوراس امر پر بہت اطمینان کا اظہار کیا کہ کالج کی تجربہ گاہیں ہر لحاظ سے مکمل اور تمام ضروری سامان سے پوری طرح آراستہ ہیں۔

آپ اعلیٰ سائنسی تعلیم کے مختلف شعبہ جات کی نئی زیر تعمیر عمارات کا معائنہ کرنے بھی تشریف لے گئے۔ وہاں کالج میں آپ نے اعلیٰ سائنسی تعلیم کے منصوبہ کا بھی تفصیلی جائزہ لیا۔آپ نے اس منصوبے اورزیر تعمیر عظیم الشان عمارات پر بہت خوشی اور مسرّت کا اظہار کیا۔اورفرمایا میں یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا ہوں کہ ربوہ جیسی دورافتادہ جگہ میں سائنسی علوم کی ترقی اوران کی تعلیم وتدریس میں اتنے وسیع پیمانے پر دلچسپی لی جارہی ہے۔

ڈاکٹر میکوئن نے کالج سے کیمسٹری تھیٹر میں جدید علم کائنات (MODERN COSMOLOGY) پرایک پُراز معلومات لیکچر بھی دیا۔آپ نے فلکی طبعیات کی بے پناہ وسعت اوراس کے بے شمار عقدہ ہائے دشوار کی طرف اشارہ کرنے کے بعد سلسلہ ہائے کہکشاں،نیم نجمی اجسام،غیرمرئی فلکیات اورکائناتی شعاعوں کے متعلق مختلف سائنسدانوں کےنظریات پر روشنی ڈالی۔ اورتختہ سیاہ پرمختلف سائنسی شکلیں بنا کر واضح کیا کہ علم کائنات سے متعلق موجودہ زمانہ میں جومزید کام ہوا ہے وہ امکان کی حد تک اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ کائنات سے متعلق بگ بینگ (BIG BANG) کا نظریہ بہت حد تک صداقت پر مبنی ہے۔اس نظریہ کی رُو سے کائنات کے مختلف حصے ایک بہت عظیم دھماکے کے نتیجے میں ایک ہی مشترک ذریعہ یاماخذ سے جدا ہوکراپنی موجودہ شکل میں معرض وجود میں آئے ہیں۔

آپ کے لیکچر کے بعد کالج کے طلبہ نے متعدد سوالات دریافت کئے۔جن کے ڈاکٹر میکوئن نے جواب دیئے۔ بعد میں آپ نے علیحدہ طور پراس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ خلاف توقع طلبہ نے بہت باموقع اورمناسب سوالات دریافت کئے۔آپ نے فرمایا کہ ان کے سوالات سے ظاہر ہوتا تھا کہ سوالات کرنے والے طلبہ علم کائنات میں درک رکھتے ہیں اورانہوں نے لیکچر سے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

لیکچر سے فارغ ہوکرڈاکٹر میکوئن نے پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج اور پروفیسر نصیر احمد خان صاحب صدر شعبہ طبعیات کی معیت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ دوران ملاقات آپ نے ربوہ میں سائنسی علوم کی ترویج وترقی کے لئے کی جانے

والی مساعی اوران کے خوشکن نتائج پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ نیز تعلیم الاسلام کالج کے پوسٹ گریجویٹ شعبہ ہائے سائنس کی نئی زیرِ تعمیر عمارات کے پلان اور سائنسی علوم کی تعلیم وتدریس میں مزید توسیع کے پروگرام کو سراہا۔ ڈاکٹر میکوئن ربوہ میں دوروز قیام کرنے کے بعد ۲۹ دسمبر بعد دوپہر واپس تشریف لے گئے۔ 157

اخبارِقادیان

خلافت ثالثہ کے مُبارک دور کے آغاز کے ساتھ ہی مرکزِ احمدیت قادیان میں ایک نئی قوت عمل پیدا ہوئی۔ اور درویشان قادیان کی سرگرمیوں اور بھارت سے مرکزِ احمدیت قادیان میں آنے والی شخصیات میں بھی اضافہ ہوا۔ چنانچہ فروری میں ''یوم مصلح موعود'' کی مُبارک تقریب پر ''احمدیہ سپورٹس کلب'' کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے سرپرست اور پریذیڈنٹ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مقرر ہوئے۔ 158

۲۴ جون ۱۹۶۶ء کو حضرت مولوی عبدالرحمان صاحب جٹ امیر جماعت بھارت و ناظر اعلیٰ قادیان نے لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جدید پختہ عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ 159

اس سال بھارت کی جن اہم شخصیات نے قادیان کی زیارت کی ان میں شری گوروگوبند سنگھ جی مہاراج کے یادگاری شستر، بھارتی وزیر خارجہ آنریبل سردار سورن سنگھ، اور گیانی گورمکھ سنگھ صاحب مسافر وزیر اعلیٰ پنجاب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سردار سورن سنگھ صاحب ۲۵/ اپریل ۱۹۶۶ء کو قادیان آئے۔ احمدیہ محلّہ میں ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اُن کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب ہوئی اور قرآن مجید کا انمول اور روحانی تحفہ انہیں پیش کیا گیا۔ اس موقعے پر ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور میجر جنرل راجندر سنگھ سپیرو ایم۔ وی۔ سی کمانڈر فرسٹ آرمرڈ ڈویژن بھی موجود تھے۔ 160

بھارت کے انگریزی اخبارات ''ٹریبیون'' TRIBUNE (انبالہ) ''ٹائمز آف انڈیا'' TIMES OF INDIA (دہلی) اور اخبار ''پیٹریاٹ'' PATRIOT (دہلی) نے ۲۶/ اپریل کو اور ''انڈین ایکسپریس'' INDIAN EXPRESS (دہلی) نے ۲۵/ اپریل کی اشاعت میں وزیر خارجہ کی قادیان آمد سے متعلق مفصل خبر شائع کی۔ 161

گیانی گورمکھ سنگھ صاحب مسافر وزیراعلیٰ پنجاب ۱۳ نومبر ۱۹۶۶ء کو مرکز احمدیت میں تشریف لائے۔اس موقع پر نصرت جہاں پارک (باغ حضرت مسیح موعود) میں جلسے اور عصرانے کا دلکش انتظام تھا۔وزیراعلیٰ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ جماعت احمدیہ کے سرکردہ اراکین وحاضرین! مجھے اس پاک استھان میں آکر خوشی ہوئی ہے۔کسی کا بھی کوئی پوتر استھان ہو۔سب کو ہی قابل تعظیم سمجھا جاتا ہے۔اس استھان کی مٹی اس مقدس وجود کی یاد دلاتی ہے۔جس کی وجہ سے یہ بھی باعث تقدیس سمجھی جاتی ہے۔اور اس شعر کے ذریعہ اپنے جذبات کی ترجمانی کی ؎

جمال ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس خوشی کا اظہار کرنے کے بعد بتلایا کہ میں اس جگہ اطمینان محسوس کرتا ہوں۔ مجھے اپنی عمر گذشتہ کے ایام یاد آتے ہیں۔جہاں میں پیدا ہوا۔پرورش پائی۔جب ہم کانگریس کا پرچار کرتے تھے تو مسلمانوں کو بھی خطاب کرنے کے مواقع میسّر آتے تھے۔اس زمانہ میں قرآن مجید کی بہت سی پاک آیات بھی یاد تھیں۔مگر اب بھول گئی ہیں۔ مجھے یہ معلوم کرکے اور خود بھی دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ قادیان میں بسنے والے تمام ہندوؤں،سکھوں،مسلمانوں میں پیار ومحبت کی فضا قائم ہے۔یہ پیار و محبت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ہر طرح ہم مسلمانوں احمدیوں کا خیال رکھیں گے۔

آپ نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا کہ جماعت احمدیہ سے میرے پُرانے تعلقات ہیں۔کبھی ذکر اذکار میں گیانی عباداللہ سے بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔گیانی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ گورونانک ساڈا ہے۔میں اس بحث کو یہ کہہ کر ختم کرتا تھا۔کہ سکھ بھائیوں کو تو خوشی ہونی چاہیے کہ دوسرا بھی تمہارے گورو کو اپنا گورو کہتا ہے۔اور اس طرح دراصل وہ تمہارے گورو کی عزت کرتا ہے۔پس اس میں ناراضگی کی کونسی بات ہے۔162

جلسہ سالانہ قادیان اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا روح پَرور پیغام

احمدیت کے ابدی مرکز میں جماعت احمدیہ کا پچھتر واں سالانہ جلسہ ۴، ۵، ۶ دسمبر ۱۹۶۶ء کو نہایت کامیابی سے منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے علاوہ پاکستان کے سو مخلص احمدیوں نے بھی شرکت کی اور اُن کی قیادت کے فرائض قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ نے انجام دیئے۔ممالک

بیرون سے شرکت کرنے والوں کی تعداد اکیس تھی۔[163]

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس مقدس رُوحانی اجتماع کے لئے حسب ذیل رُوح پَرور پیغام عنایت فرمایا۔ جو سیّد داؤد احمد صاحب ناظر خدمتِ درویشاں نے افتتاحی اجلاس میں پڑھ کر سنایا۔

”بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

عزیز از جان قابلِ صدرشک واحترام بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج آپ قادیان کی اس مقدس بستی میں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اپنے ربّ کے حضور جھکیں اور عاجزانہ دعائیں کریں کہ وہ غلبۂ اسلام واحمدیت کے متعلق اپنے وعدوں کو جلد اور ہماری زندگیوں ہی میں پورا کردے اور ہماری غفلتیں اور کوتاہیاں اس میں تاخیر کا باعث نہ بنیں۔ وہ خود ہی اپنے فضل سے ہمیں اس بات کی توفیق عطا کرے کہ ہم اپنی تمام طاقت اور پوری توجہ اور انتہائی فدائیت اور ایثار اور صدق وصفا کے ساتھ اس کی راہوں پر چلنے کے قابل ہوجائیں اور اس کی رضا کو حاصل کرلیں اور اس کی نگاہ میں اس بات کے مستحق ٹھہریں کہ ہمارا محبوب رب ہماری زندگیوں ہی میں وہ بشارتیں پوری کردے جن کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے اس کی برگزیدہ جماعت کو دیا گیا ہے۔ دوسری غرض آپ کے یہاں جمع ہونے کی یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں اس نیّت کے ساتھ سنیں کہ اُسوہ رسول کو اپناتے ہوئے شریعت اسلامیہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں گے۔ پس ان مبارک گھڑیوں کا کوئی لمحہ بھی ضائع نہ کریں۔ دُعاؤں۔ ذکر الٰہی۔ نیکی کی باتیں سننے سنانے سے اپنے اوقات کو معمور رکھیں تا ہمارا پیارا ربّ ہماری جھولیوں کو اپنے فضل، اپنی رحمت، اپنی رضا سے کچھ اس طرح بھردے کہ ہماری روح سیر ہوجائے۔ نور السمٰوٰت والارض اپنے نور میں ہمیں کچھ اس طرح لپیٹ لے کہ کوئی شیطانی

ظُلمت ہمارے قریب بھی پھٹکنے نہ پائے۔

قرآن مجید۔یہ عظیم کتاب اللہ تعالیٰ کے نُور سے ہی بنی ہے اوراسی کے ذریعہ ہم اس کے نُور کو حاصل کر سکتے ہیں۔پس قرآنی ہدایات پرعمل پیرا ہوکراس کے نور کو حاصل کریں۔پہلے اپنے وجود مجسم نور بنائیں اور پھر شمع نورانی ہاتھ میں لے کر قریہ قریہ اور گھر گھر پہنچیں اوراس عظیم نُور کے ذریعہ دنیا کے اندھیروں اورشیطانی ظلمات کو دُور کریں تا ہماری یہ دنیا نور میں بسنے والی دُنیا ہوجائے اورسب انسان خدا کے حقیقی بندے بن جائیں۔

اسلام صُلح کا۔آشتی کا۔سلامتی کا۔امن کا۔ہمدردی اور خیر خواہی کا ’’بـاخـعٌ نـفسک‘‘ کی روحانی کیفیّت کا مذہب ہے۔پس ہر مذہب وملّت کے ساتھ حسن سلوک کریں۔احسان کی راہوں کو اختیار کریں۔کسی کو بھی زبان یا ہاتھ سے دُکھ اور تکلیف نہ پہنچائیں بلکہ ہرایک کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ہرایک سے ہمدردی کریں۔ہرایک کے ساتھ خیر خواہی کے ساتھ پیش آئیں۔بلاامتیاز مذہب و ملّت ہرایک کی بے لوث خدمت کریں۔قانون کے احترام کو اپنا شعار بنائیں۔ بڑوں کی خواہ وہ کسی مذہب سے ہی کیوں تعلق نہ رکھتے ہوں عزّت واحترام کریں اور چھوٹوں پر رحم اورشفقت کی نگاہ رکھیں۔غرضیکہ اسلام کا کامل نمونہ اوراسوۂ حسنہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حقیقی عکس بن کر اپنی زندگیوں کے دن گزاریں تا آسمان کے فرشتوں کی دعائیں آپ کو حاصل ہوں اورزمین پر بسنے والی نگاہیں آپ کو عزّت اور احترام سے دیکھیں اور ہر مذہب وملّت کے کان آپ کی باتوں کو توجّہ اورشوق سے سنیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔اس کے فضل سے جنت کے سب دروازے آپ کے لئے کھولے جائیں۔اس کی رحمت کا سایہ ہمیشہ آپ پر رہے۔اس کی مغفرت اوراُس کے نور کی چادر ہمیشہ آپ کو ڈھانپے رکھے اس کی رضا کے عطر کی لپٹیں ہمیشہ آپ کے وجودوں میں سے نکلتی رہیں۔خدا کرے کہ آپ اس چشمہ فیض سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں اور دُنیا ہمیشہ آپ کے فیوض وبرکات سے استفادہ کرتی رہے۔آمین

اے میرے عزیز درویشو! اے اس پاک اور مقدس بستی کے مکینو! ربّ عزیز نے اپنے بے پایاں فضل سے ''ان بیوت مرفوعة'' کو آباد رکھنے کی ایک ایسی خدمت تمہارے سپرد کی ہے کہ اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو کماحقہ نباہ لو اور بشاشت کے ساتھ ادائیگی فرض کی تلخیاں برداشت کر لو تو قیامت تک تمہارا نام رشک اور احترام سے لیا جائے گا اور آنے والی نسلیں تم پر فخر کریں گی۔ آج ہمارا ربّ تم سے انتہائی ایثار کا مطالبہ کر رہا ہے تا وہ اپنے انتہائی فضلوں اور رحمتوں کا تمہیں وارث بنائے۔ آمین یا رب العٰلمین۔

(دستخط) مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث

یکم دسمبر ۱۹۶۶ء '' [164]

لنگر خانہ حضرت مسیح موعود کی جدید پختہ عمارت کا ایک حصہ مکمل ہو چکا تھا۔ جس کا افتتاح سیّد میر داؤد احمد صاحب نے فرمایا۔ اس تقریب پر ایک لمبی اور پُرسوز اجتماعی دُعا ہوئی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام اور قادیان کے بزرگان کے علاوہ سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ بھی موجود تھے۔ [165]

جلسہ سالانہ ربوہ کا ذکر ہالینڈ کے پریس میں

ہالینڈ کے اخبار "DE ROTTERDAMMER" ROTTERDAM نے اپنی ۲۴ دسمبر ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں مندرجہ ذیل نوٹ شائع کیا:۔

''ربوہ۔ مغربی پاکستان۔ مسلمانوں کے ترقی یافتہ گروہ جماعت احمدیہ کے لئے یہ مہینہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ جماعت اپنے نئے امام (حضرت) مرزا ناصر احمد (صاحب) کی قیادت میں مجتمع ہو رہی ہے۔ تا وہ ساری دنیا میں پھر سے ایک نئے عزم کے ساتھ اپنی تبلیغ کا آغاز کر سکے۔ اِس سالانہ اجتماع پر ایک لاکھ سے زائد مسلمان اپنے امام کے خطاب کو سننے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ جن کا کہنا ہے کہ خدا اُن سے کلام کرتا ہے۔

............(حضرت) مرزا ناصر احمد (صاحب) گزشتہ سال اپنے والد کی جگہ امام مقرر ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے اس گروہ کے لئے خدا سے کلام کا دعویٰ کوئی نیا دعویٰ نہیں۔ اس جماعت کی بنیاد

موجودہ امام کے دادا نے رکھی تھی جن کا دعویٰ تھا کہ خدا نے خود اُن سے کلام کیا ہے۔ وہ اپنے اس دعویٰ کے بعد پوری طرح اپنے کام میں سرگرم عمل ہو گئے مگر اس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں سے اُن کے اختلاف بڑھ گئے۔ عوام نے اُن کے دعویٰ نبوت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اُن کے نزدیک محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی تھے۔ مگر عوام کی مخالفت انہیں اپنے مشن کی تبلیغ سے باز نہ رکھ سکی۔ چنانچہ یہ جماعت اب بہت سے ممالک میں اپنے قدم مضبوطی سے جما چکی ہے۔

موجودہ خلیفہ کی عمر ۵۷ سال ہے اور وہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ اگرچہ وہ بظاہر کوئی ایسے صوفی منش نظر نہیں آتے تاہم ان کا اکثر وقت دینی امور کی انجام دہی اور عبادت گزاری میں ہی گزرتا ہے۔ بہت ہی سادہ غذا پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ غذا کا اہم جزو سویابین ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق وہ چار بیویاں رکھ سکتے ہیں مگر اس کے باوجود وہ اپنی پہلی بیوی سے ہی وفاداری کا اظہار کئے ہوئے ہیں۔

انہیں الہام ہوا ہے کہ ان کی جماعت (اپنی تعلیم سے) ساری دنیا کو منوّر اور روشن کر دیگی۔ غانا کے ملک میں اس جماعت کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے خصوصاً ان لوگوں میں جو مشرک ہیں۔ اور سیرالیون میں اس جماعت کی کوششوں کا ہی اثر ہے کہ وہ لوگ جو عیسائیت سے وابستہ ہوتے تھے اب اپنے مذہب سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔

انڈونیشیا اور نائیجیریا میں ان کی جماعت میں شامل ہونے والے وہاں کے عام مسلمانوں سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔

اس جماعت کے امام نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ انہیں (اُن کے مشن کو) زیادہ کامیابی اُن جگہوں پر ہو رہی ہے جو پہلے پروٹسٹنٹ حکومت کے ماتحت تھے کیونکہ وہاں زیادہ آزادی ہے بہ نسبت اُن علاقوں یا ممالک کے جہاں پہلے کیتھولک حکومت کا دَور دورہ تھا۔

موجودہ دور میں جبکہ مسلمان اور عیسائی علماء آپس میں ایک دوسرے سے قرب کا تعلق رکھتے ہیں (یا اس کے آرزومند ہیں) یہ جماعت جو ہالینڈ میں بھی سرگرم عمل ہے مسلمانوں اور عیسائیوں کی اِس خلیج کو وسیع تر کر رہی ہے۔

اس جماعت کا خیال ہے کہ مسیح نہ صلیب پر مَرے اور نہ ہی بعد میں زندہ اٹھائے گئے بلکہ انہیں فلسطین سے ہجرت کرنی پڑی اور بعد میں وہ پھر کشمیر میں دفن ہوئے۔ موجودہ امام کے دادا نے دعویٰ

کیا تھا کہ وہ مسیح ہیں۔اب تک ایسا کبھی کم ہی ہوا ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اس جماعت کا کوئی فرد عیسائی ہوا ہو۔‘‘ 166

التواء جلسہ سالانہ ربوہ

اس سال رمضان المبارک کی وجہ سے جلسہ سالانہ ربوہ کا انعقاد دسمبر کے آخری ہفتہ کی بجائے جنوری ۱۹۶۷ء کے آخری ہفتہ میں ہوا۔اس لئے اس کا ذکر ۱۹۶۷ء کے سال میں ہی کیا جائے گا۔

حوالہ جات

(صفحہ 447 تا 626)

1 الفضل ۸جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

2 الفضل ۲۷جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

3 الفضل ۱۳جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

4 الفضل ربوہ ۶مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۴

5 الفضل ۲۶جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

6 الفضل ۳۰جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

7 بحوالہ بدر قادیان ۱۴جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

8 الفضل ۱۲فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

9 بدر ۲۶جولائی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۲۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۷

10 الفضل ۱۸مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

11 الفضل ۳فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴، ’’ربوہ کی مساجد‘‘ مقالہ جامعہ احمدیہ ربوہ

12 شکر نعمت صفحہ ۱۱۹-۱۲۱ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب صدر جماعت احمدیہ ساہیوال

13 رسالہ مصباح اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۸، ۱۹

14 الفضل ربوہ ۵، ۱۶مارچ ۱۹۶۶ء

15 الفضل ۱۹فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸۔ یہ معرکۃ آراء تقریر کتابی صورت میں شائع کردی گئی تھی۔

16 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال ششم (۷۲-۱۹۷۱ء) صفحہ ۵

17 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۸

18 الفضل یکم جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

19 نومبر ۱۹۶۶ء تک وعدہ جات کی مقدار ۳۲ لاکھ سے بڑھ گئی۔ ڈویژن وار تفصیلی رپورٹ کے لئے ملاحظہ ہو سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن کا نوٹ مطبوعہ الفضل ۱۱نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

20 الفضل ۱۹راگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۸، حضور کی تقریر کے متن کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۲ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴

21 الفضل ۲۷راگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۸

22 الفضل ۸ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴

23 الفضل۲۹نومبر۱۹۶۶ءصفحہ۱

24 الفضل۲۱جون۱۹۶۱ءصفحہ۲تا۴،تاریخ احمدیت جلد۱۳صفحہ۲۱۹تا۲۲۵

25 رپورٹ کارگزاری فضل عمر فاؤنڈیشن۱۹۷۳ءصفحہ۳

26 رپورٹ فضلِ عمر فاؤنڈیشن سال اوّل (۶۷۔۱۹۶۶ء)صفحہ۱۳تا۱۶

27 رپورٹ فضلِ عمر فاؤنڈیشن سال دوم (۶۸۔۱۹۶۷ء)صفحہ۲۱

28 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال دوم (۶۸۔۱۹۶۷ء)صفحہ۲۱،۲۲

29 رپورٹ فضلِ عمر فاؤنڈیشن سال دوم (۶۸۔۱۹۶۷ء)صفحہ۱۳

30 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال اوّل (۶۷۔۱۹۶۶ء)صفحہ۱۶

31 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال دوم (۶۸۔۱۹۶۷ء)صفحہ۹

32 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال دوم (۶۸۔۱۹۶۷ء)صفحہ۲۳

33 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال چہارم (۱۹۷۰۔۱۹۶۹ء)صفحہ۶

34 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال (۶۹۔۱۹۶۸ء)صفحہ۱۱تا۱۴،سال (۷۰۔۱۹۶۹ء)صفحہ۶تا۹

35 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال چہارم (۱۹۷۰۔۱۹۶۹ء)صفحہ۲۰،۲۲

36 ڈاکٹر عبدالہادی کیوسی صاحب نے انعامی رقم نصرت جہاں ریزروفنڈ میں ادا کردی۔رپورٹ سال ششم (۷۲۔۱۹۷۱ء)صفحہ۴

37 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال چہارم (۱۹۷۰۔۱۹۶۹ء)صفحہ۲۰

38 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال ششم (۷۲۔۱۹۷۱ء)صفحہ۲

39 رپورٹ فضل عمر فاؤنڈیشن سال چہارم (۱۹۷۰۔۱۹۶۹ء)صفحہ۲۰

40 فاؤنڈیشن سے حاصل شدہ معلومات مقالہ خالد بلال احمد صاحب بی کام۔ایم اے اکنامکس

41 فاؤنڈیشن سے حاصل شدہ معلومات مقالہ خالد بلال احمد صاحب بی کام۔ایم اے اکنامکس

42 مقالہ خالد بلال احمد صاحب بی کام ایم اے اکنامکس

43 رپورٹ سال چہارم (۱۹۷۰۔۱۹۶۹ء)صفحہ۴

44 الفضل۲۰مارچ۱۹۶۶ءصفحہ۱

45 الفضل۲۳مارچ۱۹۶۶ءصفحہ۳

46 الفضل ۱۵مارچ ۱۹۶۶ءصفحہ۱،۸۔الفضل ۲۷مارچ ۱۹۶۶ءصفحہ۳ تا ۵۔حضور کا یہ خطاب کالج کے رسالہ ''المنار'' کے علاوہ ایک مستقل رسالہ کی صورت میں بھی شائع کر دیا گیا۔زیر عنوان ''خطبۂ صدارت از حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث''

47 تشحیذ الاذہان ''ناصر دین نمبر'' اپریل،مئی ۱۹۸۳ءصفحہ۱۲۱،۱۲۲

48 الفضل ۴ مئی ۱۹۶۶ء، ۳ جون ۱۹۶۶ء
49 الفضل ۷ اجولائی، ۳۰ راگست ۱۹۶۶ء
50 مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو خطبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مطبوعہ الفضل ۲ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۵
51 الفضل ۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۸
52 مفصل مضمون کے لئے الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۳
53 الفضل ۱۷ راپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۸
54 الفضل ۱۷ راپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۸
55 رسالہ اساطیر الاولین تاریخ اشاعت مارچ ۱۹۶۴ء
56 الفضل ۲۲ راپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴
57 الفضل ۱۷ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۸
58 تقریر الفضل ۳۰ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴ میں چھپی۔
59 تقریر کا متن الفضل ۵ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴ میں شائع ہوا۔
60 الفضل ۱۵ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۸
61 الفضل ۱۲ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۸
62 آپ کا مضمون الفضل ۶ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴ میں شائع ہوا۔
63 الفضل ۳۰ راگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۸
64 الفضل ۸ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
65 رسالہ ''پیغام عمل'' مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۶ بحوالہ الفرقان اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۱
66 تلخیص الفضل ۲۳ راپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴۔ مضمون مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل مبلغ ہالینڈ
67 خالد ''سیدنا ناصر نمبر'' اپریل مئی ۱۹۸۳ء ''۱۲۹، ۱۲۸
68 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۶ء صفحہ ۹، ۱۰
69 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۷ء صفحہ ۴۸ تا ۵۲
70 رپورٹ مجلسِ مشاورت ۱۹۶۶ء پیش کنندہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور سیکرٹری مجلس مشاورت، الفضل ۲۹ راپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳ تا ۵
71 الفضل ۳ راگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
72 ''ایشیا'' اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۱
73 الفضل ۱۱ جنوری ۱۹۵۸ء صفحہ ۲
74 الفضل ۶ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

75 بدر ۱۲ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۷، ۸
76 بدر ۱۲ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۲
77 ''الفرقان'' اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۵
78 الفرقان جنوری ۱۹۶۷ء صفحہ ۴ تا ۶
79 پیش لفظ تفسیر سورۃ طور تا والنّاس جلد ہشتم از جناب عبدالحئی شاہ صاحب ناظر اشاعت
80 انصاف راولپنڈی ۲۱ ؍ اپریل ۱۹۶۶ء بحوالہ الفضل ۳۰ ؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۵
81 الفضل ۲۷ ؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴
82 الفضل ۲۳ ؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
83 الفضل ۲۷ ؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
84 تفصیل تاریخ احمدیت جلد ۱۸ صفحہ ۴۹۰، ۴۹۱ میں آچکی ہے۔
85 الفضل ۶ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۳
86 الفضل ۶ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۳
87 ماہنامہ تشحیذ الاذہان جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۲
88 الفضل ربوہ ۱۰ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۸
89 الفضل ۲۵ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۳
90 الفضل ۱۰ مئی، ۸ جون ۱۹۶۶ء
91 ''نیاز فتح پوری۔ شخصیت اور فکر وفن'' ڈاکٹر فرمان علی فتح پوری۔ ناشر اردو اکیڈمی سندھ کراچی طبع اوّل ۱۹۸۸ء
92 الفضل ۲۶ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۸
93 ''بدر'' ۲ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۸۔۱۲
94 تذکرہ صفحہ ۵۲۴
95 الفضل ۲۷ ؍ اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
96 شہدائے احمدیت صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۸ ناشر طاہر فاؤنڈیشن ربوہ
97 الفضل ۵، ۲۱ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۸
98 براہین احمدیہ حصّہ چہارم صفحہ ۵۲۱ حاشیہ در حاشیہ ۳ مطبوعہ ۱۸۸۴ء مطبع ریاض ہند امرتسر
99 الفضل ۱۷ ؍ اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴
100 قلمی یادداشت۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ
101 الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۸
102 الفضل ۵ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، الفضل ۲ ؍ اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، الفضل ۵ ؍ اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

103 الفضل ربوہ ۷، ۲۹ جولائی، یکم، ۱۶ ستمبر ۱۹۶۶ء

104 الفضل ربوہ یکم و ۱۴/اکتوبر ۱۹۶۶ء

105 الفرقان ربوہ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

106 بدر ۲۶ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ا

107 ''المبلغ'' سرگودھا اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۳۱

108 الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

109 الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۵

110 الفضل ۲۵ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۔ رپورٹ مسعود احمد صاحب جہلمی انچارج احمدیہ فارن مشن راولپنڈی

111 الفضل ۱۳/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

112 الفضل ۲۶/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

113 الفضل ۱۲/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

114 الفضل ۲۳/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

115 ملاحظہ ہو رسالہ قومی زبان مئی ۱۹۶۸ء صفحہ ۹۹ بعنوان ''نئے خزانے''۔ جولائی تا دسمبر ۱۹۶۷ء کے رسائل کا موضوع اور اعشاریہ قسط سوم مرتبہ ابوسلمان شاہجہانپوری۔ ناشر انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی نمبرا

116 'خالد' نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۶

117 الفضل ۱۶۔۱۸/اکتوبر ۱۹۶۶ء

118 الفضل ۱۶/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ا۔۸

119 علمی اردو لغت صفحہ ۱۳۶

120 الفرقان جنوری ۱۹۶۸ء صفحہ ۱۸ تا ۲۱

121 سالانہ رپورٹ صدر انجمن قادیان بابت ۱۹۳۷۔۱۹۳۸ صفحہ ۲۰

122 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۳۸ء۔۱۹۳۹ء صفحہ ۶۰

123 رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۱۹۳۹۔۱۹۴۰ صفحہ ۱۹ و الفضل ۱۸/اکتوبر ۱۹۶۶ صفحہ ۸

124 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۴۱۔۱۹۴۰ء صفحہ ۱۷

125 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۴۲۔۱۹۴۱ء صفحہ ۱۴

126 الفضل ۱۷/اکتوبر ۱۹۴۶ء صفحہ ا

127 الفرقان جنوری ۱۹۶۸ء صفحہ ۲۵ تا ۲۸

128 مصباح جنوری ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۴ بحوالہ الازہار لذوات الخمار حصہ دوم طبع دوم صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹ مرتبہ حضرت سیدہ ام متین مریم صدیقہ صاحبہ

129 الفضل ۱۷/اکتوبر ۱۹۶۶ء
130 الفضل ۲۹/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲ تا ۵
131 الفضل ۱۶/اکتوبر ۱۹۶۶ء
132 الفضل ۱۵/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
133 ''المنبر'' لائلپور ۲۱۔۲۸ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ مطابق ۷۔۱۴/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۹،۱۰
134 سوونیئر مجلس خدام الاحمدیہ کراچی ۱۹۶۶ء
135 الفضل ۳۰/اکتوبر، یکم نومبر ۱۹۶۶ء
136 الفضل ۲۵/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵ ورسالہ خالد نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۹
137 الفضل ۲۳، ۲۵/اکتوبر ۱۹۶۶ء
138 الفضل ربوہ ۲۶/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸
139 الفضل ۴ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵
140 الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵
141 تابعین اصحاب احمد جلد دہم صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲ مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ناشر مکتبہ اصحاب احمد قادیان مطبوعہ رامہ آرٹ پریس امرتسر اگست ۱۹۸۲ء
142 الفضل ۳۰/اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
143 الفضل ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳
144 الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴
145 الفضل ۷ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳
146 خط بنام مورخ احمدیت ۔ اصل مکتوب شعبہ تاریخ احمدیت کے ریکارڈ میں محفوظ ہے ۔
147 الفضل ۳۰/اکتوبر، یکم، ۳ نومبر ۱۹۶۶ء
148 ماہنامہ ''خالد'' نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۶ تا ۸
149 ''تشحیذ الاذہان'' ربوہ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵، ۶
150 الفضل ۴ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
151 تانے بانے صفحہ ۳۰ تا ۳۷ مولفہ منور احمد خالد صاحب
152 الفضل ۲۹ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵
153 الفضل ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵ ۔ تانے بانے صفحہ ۳۰ تا ۳۷ مؤلفہ منور احمد خالد صاحب ۔ جرمنی
154 الفضل ربوہ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵
155 الفضل ربوہ ۲۹ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱ ۔ ۸

156 خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ جون ۱۹۹۹ء۔شہدائے احمدیت صفحہ ۱۳۸-۱۳۹ ناشر طاہر فاؤنڈیشن ربوہ
157 الفضل ۲۵ و ۳۱ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸
158 بدر ۲۴ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ا، ۳ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۸ تا ۱۰
159 بدر ۷ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ا
160 بدر ۲۸ / اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ا، ۱۱۔ ۵ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲
161 بدر ۵ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲
162 بدر ۷ انومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ا، ۷
163 بدر ۱۵ دسمبر ۱۹۶۶ء
164 الفضل ۲۷ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳
165 بدر ۱۵ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
166 رسالہ تحریک جدید مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۴

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابۂ کرام کا انتقال

حضرت میاں عبدالرزاق صاحب سیالکوٹی

ولادت: ۱۸۷۶ء بیعت وزیارت: ۱۹۰۰ء وفات: ۱۳ جنوری ۱۹۶۶ء[1]

حضرت میاں صاحب کو کس طرح احمدیت کی نعمت میسّر آئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی فیض صحبت سے انہیں آسمانی نشانات مشاہدہ کرنے کی سعادت میسّر آئی اس کی تفصیل اُنہیں کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''میں ۱۹۰۰ء میں کچھ بیمار ہو گیا تھا۔ آٹھ دن کے بعد میں چلنے پھرنے لگ گیا۔ اُن دنوں میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری چارپائی پر بیٹھے ہیں اور ساتھ ہی کوئی تحریک کرتا ہے یہ حضرت مرزا صاحب ہیں اس کے بعد میں تجارتی کاروبار کے لئے دہلی چلا گیا۔ اِن دنوں میں بارش بہت ہوتی تھی مجھ کو کبھی کبھی بخار ہوتا تھا۔ آتی دفعہ میرے دل میں خیال آیا میں قادیان میں جا کر حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کے آگے اپنی بیماری کی حالت بتا کر علاج کا بندوبست کروں۔ پھر میں قادیان سیدھا آ گیا۔ صبح سے لے کر بارہ بجے تک مولوی صاحب بیماروں کو دیکھتے رہے۔ جب میری باری آئی تو خود میرے دل میں خیال آیا مجھے بیماری تو کوئی نہیں اس لئے اپنی بیماری کا ذکر ہی نہ کیا اتنے میں مسجد مُبارک میں اذان ہوئی میں نماز پڑھنے چلا گیا اور اندر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے، جب میں نے حضرت صاحب کو دیکھا۔ نماز پڑھتے میں نے سوچا یہ چہرہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔ اس سے پہلے میں لوگوں کی بحثیں سنتا تھا تو اُس وقت یہ خیال آیا کہ لوگ جھوٹ، بہتان لگاتے ہیں اُسی وقت فوراً دل نے گواہی دی اِسی وقت بیعت کرلو۔ اگر کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہوئی پھر بھی پتہ لگ جائے گا۔ اُسی وقت حضرت صاحب نماز کے بعد اندر تشریف لے گئے تو میں مولوی عبدالکریم صاحب کے پاس جا بیٹھا۔ میں تو عبدالکریم صاحب کو جانتا تھا مگر وہ مجھے نہ پہچان سکے۔ جب میں نے سیالکوٹ کا ذکر کیا اور اپنے والد صاحب کا نام لیا۔ تو بہت خوشی سے فرمانے لگے آپ تو میرے دوست کے لڑکے ہو۔ پھر میں نے عرض کیا میری بیعت کروا دی جاوے۔ اُنہوں نے کہا کچھ دن یہاں رہو۔ سوچ سمجھ کر بیعت کرو۔ میں نے اصرار کیا بہت دنوں سے گھر سے

آیا ہوا ہوں میری آج بیعت کروا دو تو چلا جاؤں۔اُنہوں نے کہا شام کے وقت آپ کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دوں گا۔شام کے وقت نماز کے بعد حضرت صاحب شاہ نشین پر بیٹھ گئے۔اور مولوی عبدالکریم صاحب بھی ساتھ بیٹھ گئے اور میں حضرت صاحب کے پاؤں دبانے لگ گیا۔جناب مولوی صاحب نے میرے لئے عرض کی یہ ہمارے ہمسائے اور میرے دوست کے لڑکے ہیں ان کی بیعت ہو جانی چاہئے۔حضرت صاحب نے فرمایا۔یہ کب آئے ہیں۔مولوی صاحب نے فرمایا آج آئے ہیں۔حضرت صاحب نے فرمایا کچھ دن ٹھہریں پھر بیعت ہو گی۔مولوی صاحب نے کہا میں نے آگے ہی کہا تھا مگر وہ کاروبار کی وجہ سے جلدی جانا چاہتے ہیں۔حضرت صاحب نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا یہاں کچھ دن ٹھہرو۔میں نے کہا کل کا دن انشاء اللہ ٹھہر جاؤں گا۔ پھر حضرت صاحب مولوی صاحب کو اپنی رؤیا سنانے لگ گئے کہ آج ہم نے ایک کھائی لمبی سی کھدی ہوئی دیکھی ہے۔اور اُس کے اُوپر جانور لٹائے ہوئے دیکھے ہیں ہر جانور کے سر پر ایک ایک آدمی چھری لئے کھڑا ہے۔میں نے پوچھا یہ کیا ہے اُنہوں نے کہا یہ گُوہ کھانے والی بھیڑیں ہیں ساتھ ہی اُنہوں نے چھری پھیر دی پھر نظارہ بدل گیا۔اس کے بعد دیکھا بہت سے پودے لگائے جاتے ہیں ان کے سیاہ بیج بوئے جاتے ہیں پھر نظارہ بدل گیا پھر میں نے دیکھا۔بڑا وسیع میدان ہے اور اس میں ہاتھی اِدھر اُدھر بھاگے پھرتا ہے اور خلقت کی چیخ و پکار کی آواز آ رہی ہے۔اور ہمارے پاس سے گذرتا ہے تو کان ڈھیلے کر کے گذرتا ہے۔پھر حضرت صاحب نے تعبیر فرمائی کہ طاعون کثرت سے پڑے گی اور ہماری غلام ہی رہے گی۔یہ جو پودے ہم نے دیکھے ہیں یہ طاعون کا بیج ہیں یہ بھیڑیں چھری پھیرنے سے معلوم ہوا کہ اس طرح کوئی رحم نہ کیا جاوے گا۔طاعون کثرت سے ہو گی پھر حضرت صاحب اندر تشریف لے گئے۔اس جگہ جو ہم اور پانچ، چھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔کھانا آ گیا ہم نے کھا لیا۔ پھر دوسرے دن نماز ظہر کی پڑھی تو حضرت صاحب کے پاس کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے ساتھ ہی مولوی عبدالکریم صاحب بھی تھے۔حضرت صاحب نے (اپنے ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے) فرمایا کچھ کاغذات ہیں میں نے دستخط کرانے کے لئے پیش کئے۔قلم کو چھنکا گیا۔سُرخ سیاہی تھی جب ہم اٹھے تو دیکھا ہمارے کپڑوں پر سرخ چھینٹیں پڑی ہوئی ہیں۔آدمی دبانے والا تھا۔وہ دیکھتا تھا کہ اُوپر چھینٹیں آئیں۔اور اُوپر جب دیکھتا کوئی چیز نہیں۔یہ باتیں میں نے حضرت صاحب کی زبانی سنیں تھیں۔یہ مجھ کو معلوم نہیں۔اُسی دن کا یہ کشف تھا یا کہ پہلے کا۔ پھر شام کے بعد مولوی صاحب نے

میری بیعت کے لئے عرض کیا اور بیعت ہوگئی۔ یہ واقعات جو دودن قادیان میں رہا اس وقت کے ہیں۔ بیعت کے بعد میں ہر جلسہ پر آتا رہا۔ بلکہ عید بھی یہاں قادیان میں آکر پڑھا کرتا تھا۔عید کے دن کا واقعہ ہے بڑی مسجد میں عید پڑھنے کے واسطے سیالکوٹ کے دوست میر حامد شاہ صاحب اور چوہدری مولا بخش صاحب ہم سب گئے۔ مسجد بھری ہوئی تھی۔ پکی قبر کے پاس کچھ دوستوں نے کپڑے بچھا دیئے اور میر حامد شاہ صاحب بیٹھ گئے۔تھوری دیر بعد مولوی محمد علی صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب آ گئے۔ وہ بھی اسی جگہ بیٹھ گئے۔ان کے بعد حضرت صاحب تشریف لائے ان کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب اور بہت سارے دوست تھے۔میر حامد شاہ صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب سب کھڑے ہو گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔مولوی عبدالکریم صاحب کو آواز دے دو۔عید پڑھاویں آپ وہاں ہی کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ پہلے ہی قبر کے پاس میر حامد شاہ صاحب لاہور کے دوست وہاں تھے۔اور حضرت صاحب بھی وہاں ہی کھڑے ہو گئے۔ دوست چونکہ بہت زیادہ تھے عید پڑھنے کے وقت جگہ تنگ ہوگئی۔ ساتھ ہی ہندو کا کوٹھا ملتا تھا۔خواجہ کمال الدین اور میں نے ہندو کے کوٹھے کے بنیرے (منڈیر) پر نماز شروع کردی۔اگلی طرف خواجہ کمال الدین صاحب پچھلی طرف میں تھا۔نماز شروع ہوگئی تو ایک بوڑھا سا ہندو میلے کپڑے ہاتھ میں سوٹی لئے ہوئے کوٹھے کے ایک کونے پر آبیٹھا۔اُس نے بولنا شروع کردیا۔ ساڈے کوٹھے گر جائیں گے۔اس نے تو اپنے فائدہ کے لئے دکانداری شروع کی ہے۔ایسے بُرے بُرے الفاظ بولنے شروع کردئے۔ حضرت صاحب نزدیک تھے سب باتیں سن لیں۔ نماز ختم ہونے کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا میر صاحب کو کہدو یہاں تار لگ جائے۔اس کے کوٹھے پر کوئی نہ جائے۔حضرت صاحب نے آگے جاکر خطبہ شروع کردیا۔ خطبہ کے آخیر میں جاکر یہ فرمایا۔ میں نے آج دیکھا ہے کہ میری جماعت نے اچھا صبر کا نمونہ دکھایا ہے ہم ان لوگوں کے واسطے ہر مصیبت پر دوائیاں بھی دیتے ہیں۔اور دعا کے واسطے کہیں تو دُعا بھی کرتے ہیں۔مگر یہ لوگ گالیاں دینے سے باز نہیں آتے۔ اس بات پر آکر آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور فرمانے لگے۔ ان لوگوں کو پتہ نہیں لگتا۔ طاعون آتی ہے۔ان کو فنا کرتی جاتی ہے۔ ہمارے گھر کا چوہا بھی نہیں مرتا۔ جب تک یہ باز نہیں آئیں گے۔ عذاب بھی آتا رہے گا۔اس وقت چند ہندو بھی کھڑے تھے۔ وہ معذرت کرنے لگ گئے۔ ہم تو صاحب آپ کے تابعدار ہیں۔ نا معلوم اس بیوقوف بڈھے کی عقل کو کیا ہوگیا ہے تقریر کے بعد فوراً

تار لگ گئی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ کے عنوان پر ایک کتاب شائع ہوگئی۔ دوسرے سال آئے۔ تار کی جگہ دیوار بنی ہوئی دیکھی۔ بوڑھا اُس سال مرگیا۔ جو اس کا کوٹھا تھا وہ گرگیا۔ تھوڑے عرصہ بعد اس کے وارثوں نے انجمن کے آگے فروخت کردیا۔

میں نے ایک دفعہ بہت بڑی تجارت کا کام شروع کردیا۔ بارشوں کی وجہ سے مجھے بہت نقصان ہوا۔ جس کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ سالانہ جلسہ قریب تھا۔ میں نے میر حامد شاہ صاحب کو کہا کہ حضرت صاحب کے آگے ہماری حالت بیان کرکے دُعا کروائی جائے۔ جب ہم جلسہ پر آئے۔ تو میر حامد شاہ صاحب نے خاص کہا اور ہم دونوں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ حضرت صاحب مصلے پر مہندی لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ میر حامد شاہ صاحب نے میری تجارت کا سب واقعہ بیان کیا اور دعا کے واسطے عرض کیا۔ پھر حضرت صاحب نے میری طرف رحم و شفقت کی نظر اٹھا کر دیکھا ان کا اس وقت رحم سے جو دیکھنا تھا وہ نئی زندگی عطا کر گیا۔ بلکہ میری اولاد کے لئے بھی ہر لحاظ سے برکت کا موجب ہوا۔ پھر لیکچر لاہور میں بمعہ اہل وعیال حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکچر بہت کامیابی کے ساتھ ہوا۔ لیکچر کے بعد سیالکوٹ کی جماعت نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ ایسا جلسہ سیالکوٹ میں بھی ہوجانا چاہئے۔ حضرت صاحب نے منظور کرلیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹ چلے گئے۔ اور جلسہ کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ حضرت جب تک سیالکوٹ میں رہے۔ لنگر خانہ کا انتظام اور جلسہ گاہ کا بندوبست میرے سپرد تھا۔ جب حضرت صاحب کا جلسہ گاہ میں جانے کا وقت ہوتا تو راستہ میں جھنڈاں والا محلّہ جو ہے اس جگہ کا امام مسجد جو تھا اس نے لڑکوں کی جھولیوں میں راکھ ڈلوا کر بازار کی دکانوں میں بٹھا رکھا تھا۔ حضرت صاحب کی جب تین فٹنیں گزریں۔ پولیس کا انتظام بہت تھا۔ لڑکوں کو معلوم نہ ہوا کس فٹن پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت صاحب وہاں سے گذر کر جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ لیکچر بہت کامیابی اور اطمینان سے ہوا۔ جب حضرت صاحب واپس قادیان تشریف لے آئے۔ تو وہ حافظ امام مسجد جس نے لڑکوں کی جھولیوں میں راکھ ڈلوائی اس کو طاعون ہوگئی۔ اس کا بہت بھاری کنبہ تھا۔ وہ خود بھی طاعون سے مرگیا۔ اس کا سب خاندان طاعون سے تباہ ہوگیا۔ ان کی ایسی حالت ہوگئی کہ دو کو دفن کرکے آتے تو دو مر کر اور تیار ہوجاتے۔ ان کے خاندان سے ایک جو بچا وہ بھی پاگل ہوگیا۔ تمام محلّہ جھنڈاں والا تباہ ہوگیا۔ اس کے بعد جہلم والا واقعہ میں نے دیکھا۔ جب حضرت صاحب جہلم تشریف لے گئے۔ میں ایک دن پہلے

گیا تھا جب اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو وہاں بہت خلقت دیکھنے آئی ہوئی تھی۔ حضرت صاحب انتظام کے ساتھ جو کوٹھی دریا کے کنارے پر تھی۔ وہاں پہنچائے گئے۔ مولوی عبداللطیف صاحب شہید مرحوم کابل والے جو بعد میں شہید ہوئے۔ وہ بھی حضرت صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھے۔ خلقت کو دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ تھانیدار نے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کوٹھے کے اوپر کرسی پر چند منٹ بیٹھ جائیں تا کہ جو خلقت آپ کو دور دور سے دیکھنے آئی ہے وہ دیکھ لے اور ہجوم کم ہو۔ حضرت صاحب نے منظور فرمایا۔ اور خلقت نے اچھی طرح اطمینان سے دیکھ لیا۔ دوسرے دن کچہری میں پیشی تھی۔ حضرت صاحب کچہری میں تشریف لے گئے۔ تو مجسٹریٹ نے کہا ایک گھنٹہ بعد مقدمہ پیش ہوگا۔ حضرت صاحب باہر میدان میں کرسی پر بیٹھ گئے اور تقریر کی۔ بہت خلقت جمع تھی۔ سب نے اس تقریر کو سنا۔ تقریر ختم ہونے پر بے شمار لوگوں نے بیعت کی تقریباً ایک ہزار سے زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔ یہ مقدمہ کیا تھا گویا خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان تھا۔'' [2]

حضرت میاں صاحب قرآن شریف کے عاشق تھے۔ لمبی لمبی سورتیں زبانی یاد تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ بچوں کی اصلاح کا خاص خیال رکھتے تھے۔ حضرت مصلح موعود اور مبلّغین احمدیت کے لئے بہت دعائیں کرتے تھے۔ شب بیدار اور تہجد گذار تھے۔ اور صاحب کشف بھی تھے۔ [3]

اولاد

کمانڈر عبداللطیف صاحب ایم۔ ایس۔ سی، پی۔ ایچ۔ ڈی ڈائریکٹر زرعی یونیورسٹی لائلپور

فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ خواجہ عبدالقیوم صاحب (والدہ میجر منیر احمد صاحب شہید)

زینب بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر غلام علی صاحب ہاشمی

مریم بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر میجر محمد شاہنواز خان صاحب [4]

حضرت میاں عبدالرحمٰن صاحب آف جموں

ولادت: ۱۸۹۶ء (اندازاً) بیعت: سن کی تعیین نہیں ہوسکی۔

وفات: ۲۲ جنوری ۱۹۶۶ء بعمر ۷۰ سال

حضرت فیض احمد صاحب آف جموں کے فرزند اکبر اور میاں محمد ابراہیم (ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ ومجاہد امریکہ) کے خسر تھے۔ اپنے بزرگ اور احمدیت پر شیدائی اور فدائی باپ کے

تربیت یافتہ نیک اور متّقی ، ریاء اور لغویات سے مبرّا ،عفّت شعار اور حیاء کے پُتلے ،اپنے کاروبار میں ماہر اور اس میں مگن لیکن دیندار اور پرہیزگار۔ باپ بیٹے کی کوششوں کے نتیجے میں جمّوں اور سری نگر میں فرنیچر کا سب سے بڑا کارخانہ قائم ہوا۔ سلسلہ کے متعدد بزرگ اور مبلّغ اوائل میں جمّوں اور بعدازاں سری نگر میں اُن کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ احمدی احباب اور مبلّغین کی بے لوث خدمت کرنا اُن کا شعار رہا۔ تبلیغ سلسلہ اور اشاعت دین کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اِسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔[5]

اولاد

امتہ الحئی صاحبہ (بیگم میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول و مجاہد امریکہ)
امتہ المجید صاحبہ (بیگم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب بٹ آف کنڈیارو)
امتہ الحمید صاحبہ (بیگم غلام حسین صاحب قمر بلوچ)
عبدالماجد صاحب
عبدالرشید صاحب (آپ ۱۹۴۷ء میں جموّں کے ہنگامہ میں شہید ہو گئے)
عبدالمجید صاحب
عبدالسلام صاحب
عبدالحلیم صاحب (سرکاری ڈیوٹی کے دوران عراق میں ایک حادثہ کا شکار ہوئے)
عبدالشکور صاحب[6]

حضرت میاں فتح الدین صاحب آف پیر کوٹ

ولادت: ۱۸۷۵ء[7] بیعت: جولائی ۱۹۰۳ء[8] وفات: ۲۶ جنوری ۱۹۶۶ء[9]

جناب مولوی سلطان احمد صاحب فاضل پیر کوٹی کے پھوپھا تھے۔ قبول احمدیت کے بعد آپ کو زبردست ابتلاء سے دوچار ہونا پڑا مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نے صدق و صفا کا وہی مثالی نمونہ پیش کیا۔ جو خدا والوں کا شعار ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب آپ بیعت کرنے قادیان تشریف لے گئے تو آپ کی عدم موجودگی میں آپ کا اکلوتا بیٹا ایک دن بیمار رہ کر اچانک اپنے خدا کو پیارا ہو گیا۔ آپ نے واپس آ کر جب بیٹے کی وفات کی خبر سنی تو اُف تک نہ کی۔ وہ وقت آپ کے لئے بڑی آزمائش کا تھا۔ آپ رضائے الٰہی پر راضی ہو گئے رشتہ داروں اور گاؤں کے دیگر لوگوں

کا خیال تھا کہ شاید آپ اپنا سر پیٹ لیں گے۔مگر ان کے صبر نے سب کو حیران کر دیا۔رشتہ داروں اور گاؤں کے لوگوں نے اندر ہی اندر آپ کی مخالفت شروع کر دی۔مگر آپ اتنے بارعب،نڈر اور بہادر تھے کہ کسی کو کھلے بندوں آپ کی مخالفت کی جرأت نہ ہوئی۔آپ نے آہستہ آہستہ لوگوں کو احمدیت کا پیغام دینا شروع کر دیا۔آپ کی کوششوں سے گاؤں کا ایک زمیندار احمدی ہو گیا۔اس کے رشتہ داروں نے کھل کر تو اس کی مخالفت نہ کی مگر ایک رات چپکے سے اسے قتل کر دیا۔یہ واقعہ بھی نانا جان کے لئے بڑا اندوہناک تھا۔ایک طرف دوست کی شہادت دوسری طرف اس کے بیوی بچوں کا بوجھ تیسرے لوگوں کی مخالفت۔آپ نے بڑے صبر واستقلال اور خندہ پیشانی سے حالات پر قابو پایا اپنے دوست کی جائیداد اور گھر کا انتظام سنبھال لیا۔اس کے کمسن بچے کی حفاظت کا ذمّہ لے لیا۔آخر وہ لڑکا جوان ہوا۔ تو آپ نے خود کسی احمدی گھرانے میں اس کی شادی کی۔اور پھر جائیداد کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے دی۔آپ ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان جاتے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرتے۔حضور کے پاس بیٹھتے،باتیں سنتے۔کئی دفعہ آپ کو حضور کی محفل میں بیٹھ کر کھانا کھانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔موضع پیرکوٹ میں آپ کے سسرال کی رہائش تھی۔وہ سب کے سب احمدیت قبول کر چکے تھے۔اس لئے آپ اپنے آبائی گاؤں کو چھوڑ کر اپنے سسرالی گاؤں پیرکوٹ میں آباد ہو گئے تھے۔[10] آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں ہوئی۔

اولاد:

آپ کی نرینہ اولاد نہیں تھی۔صرف دو بیٹیاں تھیں۔بڑی بیٹی زینب بی بی اہلیہ الحاج میاں پیر محمد صاحب آف مانگٹ اونچے۔ان کے پانچ بیٹوں میں سے دو بیٹے واقف زندگی تھے۔

۱) حاجی محمد شریف صاحب سابق اکاؤنٹنٹ جامعہ احمدیہ ربوہ۔ان کے ایک بیٹے مکرم وسیم احمد ظفر صاحب مربی سلسلہ برازیل ہیں۔

۲) محمد صادق صاحب مرحوم ریٹائرڈ اکاؤنٹنٹ وکالت تبشیر تحریک جدید ربوہ۔ان کے ایک بیٹے محمد محمود طاہر صاحب مربی سلسلہ نظارت اشاعت ہیں۔

چھوٹی بیٹی حسین بی بی صاحبہ اہلیہ میاں امام الدین صاحب گوندل۔ان کے ایک بیٹے نعمت اللہ شمس صاحب کارکن صدر انجمن احمدیہ رہے ہیں۔ایک پوتا مکرم محمد نصیر اللہ صاحب اور تین نواسے مکرم فخر الاسلام صاحب،مکرم نیر الاسلام صاحب اور مکرم شاہد محمود بدر صاحب مربیان سلسلہ ہیں۔[11]

حضرت حکیم نور محمد صاحب ٹنڈو غلام علی ضلع حیدر آباد

ولادت:۱۸۸۸ء بیعت:۱۸۹۸ء وفات:۳۰ جنوری۱۹۶۶ء [12]

آپ کا اصل وطن تتلے ایک گاؤں ہے جو قادیان سے مغربی جانب دو اڑھائی میل کے فاصلے پر ہے۔ ۱۹۳۵ء میں جب جماعت کی طرف سے سندھ کے علاقے میں زرعی اراضی خریدی گئی تو آپ حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر احمد آباد اسٹیٹ آ گئے۔ اور تقسیم کے بعد ٹنڈو غلام علی ضلع حیدر آباد سندھ میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ یہاں صرف آپ ہی کا گھر احمدی تھا۔ آپ بڑی شجاعت اور جرأت کے مالک تھے۔ حق کی آواز پہنچاتے تھے۔ خدا کی راہ میں موت کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ دل میں یہی تڑپ تھی کہ اس قصبے میں کسی کو ہدایت نصیب ہو۔ وفات سے ایک سال قبل ایک نوجوان نے بیعت کی تو بہت خوش ہوئے کہ احمدیت کا ایک پودا تو لگا۔ ۱۹۶۱ء میں ایک مخالف نے آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ جان سے تو بچ گئے مگر جسم پر مختلف جگہ چوٹیں آئیں۔ اور ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ کئی ماہ تک سول ہسپتال حیدر آباد میں زیرِ علاج رہے۔ مگر ہڈی ٹوٹنے کی وجہ سے بمشکل عصا کے سہارے چلتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہڈی ٹوٹی تو کیا ہوا میرے وجود کا تو ذرّہ ذرّہ اُسکی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہے۔ آپ کے دل میں دیرینہ خواہش تھی کہ اس قصبے میں احمدیہ مسجد بن جائے۔ اس کے لئے آپ نے مرکز سے اجازت لے کر جماعتوں میں دورہ کیا۔ اور حسن اتفاق سے اپنے مکان کے عین سامنے ایک موزوں ٹکڑا آپ کو قیمتاً مل گیا۔ جس پر خدا کے گھر کی تعمیر شروع کر دی۔ جس کی تکمیل آپ کی وفات کے بعد ہوئی۔ [13]

آپ نے دو شادیاں کی تھیں جن سے درج ذیل اولاد ہوئی۔

اولاد از اہلیہ اوّل: محمد شریف احمد صاحب، زینب بیگم صاحبہ (مرحومہ)

اولاد از اہلیہ دوم: محمد شفیع صاحب، زینب بیگم صاحبہ، محمد رفیق صاحب، حمیدہ بیگم صاحبہ (مرحومہ)، محمد جمیل صاحب امیر جماعت بدین (ان کے بیٹے مبارک احمد صاحب آج کل صدر جماعت ٹنڈو غلام علی ضلع حیدر آباد ہیں۔)، حمیدہ بیگم صاحبہ، رشیدہ بیگم صاحبہ، حمید احمد صاحب

حضرت چوہدری محمد شفیع صاحب اوجلوی اوورسیئر

ولادت:۱۸۹۰ء بیعت:۱۹۰۰ء وفات:۳۱ جنوری۱۹۶۶ء [14]

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی صحابی حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی [15] کے فرزند اور چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان کے ماموں زاد بھائی تھے۔ [16]

اہلیہ اول: رشیدہ بیگم **اولاد:** خورشید بیگم۔سلیم احمد۔لطیف احمد۔مبارکہ نسرین۔محمد رفیع۔

اہلیہ ثانی: صغریٰ بیگم **اولاد:** ناصرہ بیگم۔رفیق احمد۔طاہرہ۔اظہر مسعود۔شگفتہ بیگم

حضرت سکینہ بی بی صاحبہ مراڑہ ضلع سیالکوٹ

وفات ۹ فروری ۱۹۶۶ء۔

مرحومہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بیعت کی تھی۔آپ کی عمر ۸۰ برس سے زائد تھی۔آپ بڑی بلند اخلاق اور دلیر خاتون تھیں۔آپ بڑی مہمان نواز اور غرباء اور یتامیٰ کی پرورش کرتی تھیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب بڑے ذوق وشوق سے سنتی تھیں۔نیز صوم وصلوٰۃ کی بھی پابند تھیں۔آپ حضرت چوہدری ولی داد صاحب کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ [17]

حضرت حاجی شیخ نصیر الحق خان صاحب

ولادت: ۱۸۹۷ء بیعت: ۱۹۰۳ء وفات: ۱۵۔۱۶ فروری ۱۹۶۶ء [18]

حضرت منشی شاہ دین صاحب ساکن فیض اللہ چک ضلع گورداسپور کے فرزند تھے۔بہت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔حضرت مصلح موعود اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی۔سلسلہ کے لئے بڑے غیّور رہتے تھے اور خدمت سلسلہ کے لئے ہر آن مستعد رہتے تھے۔اور ہر ایک کے دلی ہمدرد تھے۔بسلسلہ ملازمت عرصہ دراز تک شملہ، دہلی اور پھر راولپنڈی میں مقیم رہے۔اور سلسلہ کے ان کاموں میں جن کا تعلق گورنمنٹ سے ہوتا ہمیشہ سرگرم حصّہ لیا۔۱۹۵۴ء میں جی۔ایچ۔کیو ایڈمنسٹریٹر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے اور سمن آباد لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔آپ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں بھی شامل تھے۔آپ نے اگرچہ حج نہیں کیا ہوا تھا لیکن چونکہ عنفوان شباب سے ہی نیکی اور تقوی میں مشہور تھے اس لئے لوگ انہیں حاجی صاحب کہہ کر بلاتے اور پھر آپ اسی نام سے معروف ہوگئے۔

اولاد

انور سلطانہ صاحبہ۔سرور سلطانہ صاحبہ۔بشیر الحق صاحب۔منور سلطانہ صاحبہ۔اکبر سلطانہ صاحبہ امتہ السلام صاحبہ۔فرحت نسیم صاحبہ۔عشرت نسیم صاحبہ۔منیر الحق صاحب۔امین الحق صاحب۔

رفعت نسیم صاحبہ۔مبین الحق صاحب۔نزہت نسیم صاحبہ۔نگہت نسیم صاحبہ[19]

حضرت شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب بی اے بی ٹی

ولادت:۱۷/اپریل ۱۸۹۰ء[20] وفات: ۲۷فروری ۱۹۶۶ء[21]

آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ مولا بخش صاحب (کلرک ایگزامینر آف اکاؤنٹنٹ شمال مغربی ریلوے لاہور) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب ثم عرفانی مدیر وموسس اخبار الحکم قادیان کے چچازاد بھائی تھے دونوں نے ۷فروری ۱۸۹۲ء کو حضرت مسیح الزمان کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا پہلے حضرت مولا بخش صاحب نے بعد ازاں حضرت عرفانی صاحب نے جو اُن دنوں مڈل سکول لاہور کے متعلم تھے۔رجسٹر بیعت اولیٰ میں زیر نمبر ۲۲۹ آپ کے اسم گرامی معہ ولدیت کے بعد لکھا ہے ’’سکنہ حاشنہ کلاں ضلع جالندھر تحصیل نواشہر تھانہ راہوں‘‘ ضمیمہ انجام آتھم کی فہرست ۳۱۳ صحابہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا نام نمبر ۲۱۶ میں رقم فرمایا ہے۔آپ کا وصال ۱۴فروری ۱۹۲۸ء کو ہوا۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر فرماتے ہیں:۔

’’ہم عرب ہیں اور قبیلہ بنو اسد کے نام لیوا ہیں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُم المومنین بھی اسی قبیلہ سے تھیں ہمارے خاندان میں کوئی نہ کوئی بزرگ پیدا ہوتا رہا ہے ہمارا دادا ارح جس کا نام بابا قلندر علی تھا اور لوگ قلندر بابا کہتے تھے اس کی دعائیں قبول ہوتی تھیں اور جو زبان سے نکل جاتا پورا ہو جاتا۔‘‘[22]

حضرت شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب اپنے والد ماجد کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:۔

’’میرے والد ماجد کا اسمِ گرامی شیخ مولا بخش تھا۔آپ کے والد کا نام شیخ سلطان بخش تھا۔عام طور پر صوفی کے نام سے مشہور تھے۔جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اعلیٰ درجہ کے عابد وزاہد تھے۔ابتدائے زندگی سے ہی متقی پرہیزگار تھے۔آپ کی ابتدائی تعلیم لدھیانہ کے مشن سکول میں ہوئی۔طالب علمی کے زمانہ سے ہی جیسا کہ حضرت پیر افتخار احمد صاحب مرحوم وحضرت منظور احمد صاحب مرحوم (مراد پیر منظور محمد صاحب) کے بیان سے معلوم ہوا۔آپ صوفی منش آدمی تھے۔پابندی صوم وصلوٰۃ،نماز اشراق وتہجد بڑے اہتمام اور پابندی سے ادا کیا کرتے تھے۔ماہ رمضان میں نوافل کثرت سے ادا کرتے تھے۔تنہائی پسند وخاموش طبیعت تھے۔غالباً آپ ماسٹر قادر بخش مرحوم والد بزرگوار حضرت عبدالرحیم صاحب درد

ایم اے مرحوم لدھیانہ کے سکول میں ہم جماعت تھے۔

آپ نے ۱۸۸۴ء میں مشن سکول لدھیانہ سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ پھر ۱۸۸۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے انٹرنس پاس کیا۔ اور بعد میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے بھی انٹرنس اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ پھر شکار پور سندھ کے مشن سکول میں کچھ عرصہ بطور ٹیچر کے کام کرتے رہے۔ اس وقت انٹرنس پاس کو بڑی وقعت دی جاتی تھی بعد ازاں لاہور ریلوے اگیزامینر کے دفتر میں پندرہ روپے ماہوار پر ملازم ہوئے۔ پندرہ روپیہ اُس زمانہ میں غنیمت سمجھے جاتے تھے۔ دوران ملازمت ایسی خوش اسلوبی سے کام کرتے تھے کہ آپ کے آفیسر آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ اور آپ پر بہت مہربان تھے۔ اُنہوں نے آپ کو سب ہیڈ کی آسامی عطا کی آپ کے ماتحت ہندو، مسلمان اور سکھ سب آپ سے محبت کرتے تھے۔ اور اپنا بزرگ سمجھتے تھے۔ آپ اللہ کے دیئے پر ہمیشہ شاکر رہتے۔ اور حلال کے رزق پر ہی قناعت کیا۔

جہاں تک مجھے یاد ہے کہ آپ نے ۷ فروری ۱۸۹۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ (آپ ۳۱۳ صحابہ کی احباب کی لسٹ میں ۲۱۶ نمبر پر ہیں۔)

قبل ازیں لدھیانہ کے مشن سکول میں کئی سال تک تعلیم حاصل کی تھی۔ اور کریسچن مشنریوں کے زیر اثر انجیل کے مطالعہ میں بڑی دلچسپی لی تھی۔ عیسائی مشنریوں کے لیکچرز کی وجہ سے جو ہمیشہ حضرت مسیح کی رسول خدا ﷺ پر فوقیت ثابت کرتے تھے۔ اور علمائے کرام اسلام کی تقریروں کی وجہ سے جس میں وہ عیسائی و آریہ سماجیوں کے اُن اعتراضات کا جو اسلام اور بانی اسلام کے متعلق کیا کرتے تھے۔ سُن کر بہت برگشتہ ہو گئے تھے۔ اور ان کے عقیدت کے پاؤں بری طرح ڈگمگا رہے تھے۔ انہی دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا علم ہوا۔ اور اُن کے لیکچرز جن میں وہ حضرت رسول خدا ﷺ کا افضل الانبیاء ہونا، اسلام کی دیگر مذاہب پر فوقیت اور قرآن کریم کو زندہ کتاب ثابت کیا کرتے تھے، سننے کا موقعہ ملا اور آپ کے تخیلات میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا اور جس پر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کا اسم گرامی ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں شمار ہوا۔ اور لاہور کے سابقین صحابہ میں شامل ہو گئے۔

جماعت میں صوفی محمد علی صاحب مرحوم سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ تمام دینی و دنیاوی کاموں میں ان کے ساتھ رہتے تھے قادیان جب جایا کرتے تھے تو اکٹھے جایا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام بھی اُن سے خاص محبت رکھتے تھے جب یہ دونوں حضور کی ملاقات کے لئے جاتے اور دروازے پر دستک دیتے تو یہ معلوم کر کے کہ آپ کو شیخ مولا بخش لاہوری ملنے کے لئے آئے ہیں تو آپ فوراً دروازے پر آجاتے۔حضرت صوفی محمد علی صاحب بھی ریلوے ایگزامینر آفس میں تھے۔ جس طرح یہ دونوں عمر...... میں ایک دوسرے کے ساتھ کندھا بہ کندھا ہو کر رہتے تھے اسی طرح ان کے صاحبزادے ریٹائرڈ ڈی۔ایس۔پی مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے۔ہم دونوں جماعت اوّل سے لے کر میٹرک تک اکٹھے پڑھتے رہے۔یہ دونوں بزرگ ہماری تربیت کے لئے ہر مقام پر ہمیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ماہِ دسمبر میں سالانہ جلسہ قادیان کے موقعہ پر ہم سہ پہر کی گاڑی لاہور سے روانہ ہوئے اور رات کے بارہ بجے بٹالہ پہنچے۔ ہماری روانگی لاہوری قافلہ کی صورت میں تھی۔رات کے وقت چونکہ یکوں کا ملنا مشکل تھا۔اس لئے فیصلہ یہ ہوا کہ کارواں جو ۲۵،۳۰/افراد پر مشتمل تھا۔بٹالہ سے قادیان تک پیدل سفر کرے۔چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ تھا اور مخالفت ہر طرف سے زوروں پہ تھی۔اس لئے ہر احمدی کو اپنے اپنے حلقے میں بعض علماء کی شرانگیزی کی بناء پر سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔اس لئے قافلہ کے سرکردہ لوگ اپنے اپنے تجربات ومشاہدات باری باری بیان کرتے چلے جاتے تھے۔اس قافلے کے ساتھ غالباً خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم تھے۔اپنے اپنے خیالات سنانے سے ایک تو قافلہ کی دلچسپی بڑھی تھی دوسرا رات کے وقت سفر کٹ جاتا تھا۔میں اور صوفی محمد رفیع صاحب کمسن تھے۔اس لئے بار بار تھک جاتے تھے۔اور یہ دونوں بزرگ ہمیں باری باری کندھوں پہ اُٹھا لیتے تھے۔

دوسرے دن صبح نماز کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کرنی ہوتی تھی۔ہم دونوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک کھائیں۔چنانچہ ایک دو مرتبہ ایسے موقعوں پر ڈبل روٹی اور دودھ کا تبرک ہمیں ملا۔جو ہم نے بعد میں شوق سے کھایا۔حضور کی صبح کی سیر کے وقت بھی ہم شامل ہوتے تھے۔اگرچہ ہم کئی بار تھک جاتے تھے مگر تھوڑی دیر پیچھے رہ کر دو تین منٹ آرام کر کے پھر شامل ہو جایا کرتے تھے۔“ [23]

حضرت شیخ مبارک اسماعیل صاحب نے ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ لاہور میں حاصل کی۔احمدیت کے اس ابتدائی دور میں شدید مخالفت تھی اور احمدی طلبہ کو تبلیغ کا خوب موقعہ ملتا تھا۔اس زمانہ میں احمدی طلبہ نے لاہور میں ینگ مین ایسوسی ایشن قائم کر رکھی تھی،جس کے صدر سید

دلاور شاہ صاحب بخاری اور سیکرٹری آپ تھے۔ ہر ممبر پر احمدیت کی اشاعت کا ایک جنون تھا۔ انہی ایام میں آپ کے پُرانے ہم جماعت حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب ایف اے کا پرائیویٹ امتحان دینے کے لئے لاہور آئے۔ اور آپ کے پاس ٹھہرے۔ اور باوجود امتحانی دباؤ کے خواب میں تبلیغی لیکچر شروع کر دیا۔ آپ نے سید عبدالقادر صاحب ایم اے (سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور) کو جگایا۔ سید عبدالقادر اس حالت کا مشاہدہ کر کے حیران رہ گئے۔ اور بے اختیار ہو کر کہنے لگے کہ آپ کی جماعت اعلیٰ درجے کی پراپیگنڈہ کرنے والی ہے حتی کہ سوئے ہوئے بھی اشاعت کا کام نہیں چھوڑتی۔ سید ولی اللہ شاہ صاحب خواب میں یہ فرما رہے تھے کہ مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لے آؤ! کیونکہ دنیا پر سینکڑوں نشانات کے علاوہ آسمان پر سورج اور چاند بھی گواہی دے رہے ہیں۔ سید عبدالقادر صاحب کہا کرتے تھے کہ مولوی مبارک اسمٰعیل کو اشاعت احمدیت کا سودا (MANIA) ہے۔ حضرت شیخ صاحب بیان فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شالامار کے میلے پر جس میں بے شمار لوگ شامل ہوتے ہیں میرے چھوٹے بھائی شیخ محمد اسحاق ...... میلے پر چلے گئے۔ والد مرحوم نے کہا کہ کہیں گم نہ ہو جائے۔ اسے ڈھونڈ کر لے آؤ۔ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی ....روانہ ہونے پر والد صاحب سے کچھ رقم راستے کے خرچ کے لئے لینا بھول گیا۔ میری جیب میں صرف ایک ادھنی (دو پیسے کا سکہ) تھی جو بالکل ناکافی تھی۔ پریشانی حد سے زیادہ ہوگئی۔ خدا پر توکل کر کے سفر جاری رکھا۔ اور دعا کرتا چلا گیا۔ شالامار باغ کے پہلے طبقے میں میں نے دیکھا کہ..........تبلیغ عیسائیت کے لئے کیمپ لگا ہوا تھا۔ اور پادری ٹامس ہاول تقریر کر رہے تھے میں چند منٹ کے لئے وہاں ٹھہر گیا۔ اور وعظ سنتا رہا۔ کفارہ، تثلیث پر وعظ کر رہے تھے۔ وعظ کے بعد انہوں نے سامعین کو کہا کہ جو صاحب اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔ بڑی خوشی سے کریں۔ مجھے سخت پریشانی تھی۔ ایک تو چھوٹے بھائی کی تلاش کی فکر دوسری طرف ردّ عیسائیت کا جوش تھا۔ اُس وقت یہی فیصلہ کیا کہ اس دینی کام کو سرانجام دیا جائے۔ پادری صاحب نے مجھے کم عمر سمجھ کر اعتراضات کی اجازت دے دی۔ میں غالباً ایف اے کا طالب علم تھا۔ میں نے کلمہ شریف پڑھ کر اس لہجہ میں تقریر کی کہ اُس جگہ جمع ہونے والے مسلمان دوستوں نے اُسے بڑا پسند کیا۔ اور مجھے وہ جگہ چھوڑنے سے منع کیا۔ میں نے معذرت کی مجھے بھائی کی تلاش ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اسلامی مورچہ ہے آپ تھوڑی دیر اور ٹھہریں۔ اسے چھوڑنا مناسب نہیں۔ ہم تو پادری

صاحب کے وعظ سن کر سخت پریشان تھے کہ مسلمانوں میں سے جو اُس موقع پر حاضر تھے، کوئی مولوی موجود نہ تھا، جو عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب دے۔ اللہ میاں نے اس موقع پر آپ کو بھیج دیا۔ ہم آپ کی خاطر ہر تکلیف گوارا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ ہم آپ کے بھائی کی تلاش میں مدد دیں گے۔ عصر کی نماز کا وقت تھا۔ میں نے مسلمان بھائیوں سے عرض کی کہ نماز اسی جگہ پڑھی جائے۔ امامت کا فرض میں نے خود ادا کیا۔ اس کے بعد میں نے مسلمان بھائیوں سے کہا کہ شام کا وقت قریب ہے۔ اور واپس ہونا ہے۔ بھائی کی تلاش باقی ہے۔ مجھے اجازت دیں کہ میں روشنی کے وقت کے اندر جاؤں۔ خدا کی حکمت ہے کہ جب ہم یہ باتیں کر رہے تھے میرا چھوٹا بھائی شیخ محمد اسحاق وہاں آ موجود ہوا (......) میں نے اللہ کریم کا شکریہ ادا کیا کہ اُس نے اس معمولی سی دین کی خدمت کرنے کا موقع دیا۔ اور ہمیں بے سروسامانی کی حالت میں اپنی نعمت سے نوازا۔ اور ہماری مدد کے لئے ایسے آدمی ملائے جنہوں نے اس مورچے پر ہمیں کھانے کے لئے مٹھائی، پینے کے لئے سوڈا واٹر اور گھر تک پہنچانے کے باڈی گارڈ مقرر کئے جو ہمیں گھر تک پہنچا گئے۔

اس قسم کی مثالیں بہت سی ہیں جن میں تائید ایزدی ہمارے تبلیغ کرنے کی وجہ سے خدا کی طرف سے نازل ہوتی رہیں۔ اسکول اور کالج کی تعطیلات کے ایام میں ہم نے یہ عہد کیا ہوا تھا کہ قادیان کے سوا کسی اور جگہ نہ جائیں (گے)''۔

۱۹۱۶ء میں بی ٹی کلاس پاس کر کے گوجرہ ہائی سکول میں سیکنڈ ماسٹر مقرر ہو گئے۔ تقریباً ایک سال کام کرنے کے بعد حضرت مولوی محمد دین صاحب کے ارشاد پر آپ قادیان آ گئے جہاں تقریباً چار سال تک تعلیم الاسلام ہائی سکول میں سینئر انگلش ٹیچر کے فرائض بجالاتے رہے۔ بعد ازاں اپنے والد حضرت صوفی شیخ مولا بخش صاحب کے مشورے پر سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ اور اوکاڑہ، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، ملتان، ٹوبہ ٹیک سنگھ، موروسی پور، گوجرہ، سمندری، چک جھمرہ کے مدارس میں نہایت کامیابی سے تعلیمی فرائض سرانجام دیئے۔ اور چک جُھمرہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔ بورڈ سروس سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ضلع گجرات میں دھوریہ اور سہگل آباد کے ہائی سکولوں کی بنیادیں رکھیں۔ بعد ازاں بریگیڈیئر گلزار احمد صاحب [24] کی ہدایت پر کٹاس کے مقام پر سرسیّد اسکول جاری کیا۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے بہت سے مسلمان لائکپور میں پناہ گزین ہوئے۔ جن کے لئے شہر میں تین کیمپ قائم کئے گئے۔ جنہوں نے آپ کے ماتحت اپنے مظلوم مہاجر

بھائیوں کی دن رات ایک کر کے مثالی خدمت کی۔کیمپ کمانڈنٹ کی حیثیت سے آپ روزانہ افسران بالا کے پاس کارکردگی کی رپورٹ بھجواتے تھے۔آپ کو اکثر دواڑھائی بجے رات تک کام کرنا پڑا۔جس سے آپ کی صحت پر بہت ناگوار اثر پڑا۔لائلپور کے ڈپٹی کمشنر آغا عبدالحمید صاحب نے آپ کی خدمات کو خراج تحسین ادا کیا۔اوراس سلسلے میں خوشنودی کی ایک چٹھی بھی بھجوائی۔[25]

حضرت شیخ محمد مبارک اسمٰعیل صاحب نے اپنی خودنوشت سوانح حیات (یہ سوانح غیر مطبوعہ ہے جوان کے بیٹے شیخ خالد پرویز صاحب مقیم شہزاد سٹریٹ بھمبر روڈ گجرات کے پاس تھی جواب ''شعبہ تاریخ احمدیت'' ربوہ میں محفوظ ہے۔) میں اپنے زمانہ تعلیم کے دوران قیامِ قادیان کے بعض واقعات قلمبند کئے ہیں۔تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس زمانہ میں قادیان میں برادرانہ اخوت کا زور تھا استاد طلبہ سے محبت کا سلوک کرتے۔چھوٹا بھائی سمجھتے تھے۔احمدی ایک دوسرے کو بھائی کے لفظ سے پکارتے۔سکول میں طلباء اساتذہ کو بھی بھائی جی کے لقب سے یاد کرتے۔نماز روزہ کی سخت پابندی تھی۔جبر نہیں بلکہ شوق پیدا ہو گیا تھا۔حضرت مسیح موعود سیر کو جایا کرتے تھے۔کبھی کھارے کی طرف کبھی کسی اور طرف۔یہ برکت کا زمانہ تھا۔حضرت ہر روز صبح گھر سے چلتے۔چند خدام ساتھ ہوتے۔راستہ میں مسئلہ مسائل اسلام کا تذکرہ ہوتا۔مولویوں کی مخالفت کا چرچا تھا۔بعض عقیدتمند باہر سے تشریف لاتے تو اس سیر میں حضرت اقدس سے ملتے تو اپنا ماجرا سناتے۔یا اگر کوئی مخالف مولوی یا سیاح آتا تو وہ اس وقت گفتگو کرتا۔نئے نئے سوالات پیش ہوتے۔حضرت منہ کے سامنے رومال رکھتے اور جواب دیتے جاتے۔راستہ میں خدّام کی تعداد بڑھ جاتی تھی۔حضرت خلیفہ اوّل گھر سے نکلتے مگر (کبھی) تھک کر راستہ میں بیٹھ جاتے اور واپسی پر پھر ملتے مگر پیچھے ہی رہ جاتے۔

حضرت کی گفتگو کا وہ لطف آتا تھا کہ اب اس عمر میں لکھتے وقت بھی محسوس ہو رہا ہے۔راستہ میں کئی بار کسی کا پاؤں حضرت اقدس کے عصا پر پڑتا اور گر جاتا آپ پیچھے مڑ کر کبھی نہ دیکھتے بلکہ ایک سیکنڈ کے لئے کھڑے ہو جاتے اور عصا پھر آپ کے ہاتھ میں دے دیا جاتا۔واپسی پر راستہ میں کبھی میاں مبارک احمد مرحوم مٹی سے بھرے ہوئے ملتے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے حضرت انہیں پیار کرتے اور ساتھ لے جاتے۔ایک دفعہ میاں مبارک کا قصہ حضرت نے سیر کے وقت سنایا کہ مبارک احمد نے اپنی ٹھیکریاں کھیلنے والی میرے کوٹ میں ڈال دیں جب کوٹ پہنا تو بوجھ معلوم ہوا۔ہاتھ ڈالا تو روڑے نکلے۔جو میاں مبارک نے ڈالے تھے۔''[26]

حضرت شیخ صاحب کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے قدیم اساتذہ میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا آپ نے اس مرکزی ادارہ میں چار سال نہایت محنت، دیانت اور خلوص کے ساتھ تعلیمی فرائض ادا کئے اور خراج تحسین وصول کیا چنانچہ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول نے آپ کے سکول سے منتقل ہونے پر اپنے قلم سے ۳۰/اکتوبر ۱۹۲۱ء کو تعریفی سرٹیفکیٹ دیا۔

حضرت شیخ محمد مبارک اسمٰعیل صاحب کی شرافت و بزرگی کے اپنے ہی نہیں غیر مسلم شرفاء بھی معترف تھے اس کا کسی قدر اندازہ اخبار ''الفضل'' قادیان ۶ نومبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کی خبر سے بخوبی لگ سکتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جب آپ کا گوجرہ سے تبادلہ ہوا تو سنگھ سبھا، ہندو اولڈ بوائز، مسٹر پی۔ڈی بھلہ ایجنٹ امپیریل بنک، لوکل جنتری ٹینس کلب اور لالہ دلیراج بی اے ایل ایل بی میونسپل کمشنر صاحبان وغیرہ نے ٹی پارٹیاں دیں۔

ازواج واولاد

محمودہ بیگم (مرحومہ) بنت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (پہلی بیوی)

زینب بی بی (مرحومہ) (دوسری بیوی)

امتہ الرسول بنت خان بہادر غلام محمد صاحب گلگتی مرحوم (تیسری بیوی)

ان کے بطن سے مندرجہ ذیل اولاد ہوئی:۔

۱۔محمد یحیٰ		
۲۔سعید بیگم	زوجہ	نورالہدیٰ جامی (مرحوم)
۳۔مبارکہ بیگم	زوجہ	میاں نذیر الحق (مرحوم)
۴۔ناصرہ بیگم		
۵۔ناصرہ بیگم	زوجہ	شیخ حمید احمد رشید حال مقیم کراچی
۶۔جمیلہ بیگم	زوجہ	غلام حسین سرور (مرحوم)
۷۔خالد پرویز شیخ		حال مقیم گجرات
۸۔بشیر احمد ناصر		حال مقیم ربوہ

حضرت چوہدری محمد علی صاحب باجوہ آف چونڈہ

ولادت: ۱۸۸۹ء بیعت: ۱۹۰۴ء[27] وفات: فروری ۱۹۶۶ء[28]

آپ کا تعلق چونڈہ ضلع سیالکوٹ کے ایک معزز زمیندار باجوہ خاندان سے تھا۔آپ کے والد صاحب کا نام چوہدری جھنڈے خاں صاحب تھا۔آپ کو احمدیت کا پیغام حضرت چوہدری مولا بخش صاحب بھٹی آف چونڈہ (جن کا نام منارۃ المسیح قادیان کی تختی پر لکھا ہے) کے ذریعہ پہنچا۔ان کی تحریک پر آپ اپنی برادری کے ایک دوست کو ساتھ لے کر قادیان دارالامان پہنچے اور حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔۱۹۱۶ء میں آپ نظام وصیت سے وابستہ ہوئے۔۱۹۲۷ء میں آپ نے بطور پٹواری ملازمت اختیار کی۔نہایت دیانتداری کے ساتھ اس محکمہ میں کام کیا۔جس سے آپ کی نیک شہرت میں اضافہ ہوا۔دوران ملازمت عوام کی بے لوث خدمت کرتے رہے۔اور رشوت کا کبھی تصور بھی نہ کیا۔لوگ آپ کو فرشتہ سیرت انسان کہا کرتے تھے۔آپ غرباء پرور اور بہت مہمان نواز تھے۔مرکز سلسلہ سے آنے والے اکثر مہمان آپ کے ہاں ٹھہرتے تھے۔اور چونڈہ میں آپ کی بیٹھک مہمان نوازی کے لئے مشہور تھی۔

نہایت عبادت گذار،دعا گو اور احمدیت کی تعلیم پر عمل کرنے والے وجود تھے۔انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین کی مطبوعہ فہرست میں چونڈہ کے حوالے سے صفحہ ۲۰۲ پر آپ کا نام سرفہرست ہے۔تاریخ احمدیت جلد ۱۹ کے صفحہ ۱۸۷ پر بطور ممبر مجلس انتخاب خلافت میں آپ کا نام ایک صحابی کی حیثیت سے درج ہے۔

آپ کو جماعتی خدمات کی بھی توفیق ملی۔آپ جماعت احمدیہ چونڈہ کے صدر اور امیر حلقہ بھی رہے۔آپ کی طرف سے چونڈہ میں منعقدہ ایک اجلاس کی مرسلہ رپورٹ مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۱۰ اراگست ۱۹۵۸ء صفحہ ۶ ہے۔اس رپورٹ کے آخر پر بریکٹ میں آپ کا نام ”محمد علی باجوہ امیر جماعت احمدیہ سرکل چونڈہ“ لکھا ہے۔

خلافت ثانیہ کے دور میں آپ کو مجلس مشاورت پاکستان میں بطور نمائندہ شرکت کی سعادت بھی حاصل رہی۔

آپ کی شادی چک چھور ۱۱۸ مسلم نزد سانگلہ ہل کے کاہلوں خاندان میں ہوئی۔آپ کے سسرال والے غیر از جماعت تھے۔لیکن اس رشتہ کے ناطے وہ لوگ ہمیشہ عزت اور احترام سے پیش آتے رہے۔آپ کی اولاد میں اگرچہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی لیکن آپ نے اپنی زندگی میں اپنی نسل

میں کثرت نفوس کا نشان اس طرح دیکھا کہ آپ کے اکلوتے بیٹے کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے چھ بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔آپ کے ایک پوتے مکرم مظفر احمد باجوہ صاحب ایڈووکیٹ مرحوم کو بھی عرصہ دراز تک جماعت احمدیہ چونڈہ کی بطور صدر جماعت اور امیر حلقہ خدمت کی توفیق ملی۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران آپ اپنی فیملی کے ساتھ فیروز والا ضلع گوجرانوالہ میں آ گئے۔اسی دوران فروری ۱۹۶۶ء میں آپ کا انتقال ہوا۔فیروز والا میں ایک مشترکہ قبرستان (بڑی شہاباں پیڑی) میں آپ کی تدفین ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی یادگار نصب ہے۔محترم ریاض محمود صاحب باجوہ مربی سلسلہ دفتر شعبہ تاریخ احمدیت آپ کے پوتے ہیں۔

اولاد

اہلیہ: محترمہ عالم بی بی صاحبہ

بیٹا: مکرم چوہدری شہباز خاں صاحب باجوہ

بیٹی: محترمہ ارشاد بیگم صاحبہ زوجہ مکرم چوہدری محمد انور صاحب گورایہ چک نمبر ۴۰ جنوبی ضلع سرگودھا[29]

حضرت ملک علی حیدر صاحب آف دوالمیال

ولادت: ۱۸۸۹ء[30] بیعت: ۱۹۰۴ء[31] | وفات: ۱۹ مارچ ۱۹۶۶ء[32]

مرحوم کا جنازہ ۲۰ مارچ کو راولپنڈی سے ربوہ لایا گیا۔اسی روز بعد نماز عصر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں مقامی احباب کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ بعدازاں جنازہ بہشتی مقبرہ لے جا کر مرحوم کی نعش کو قطعہ صحابہ میں دفن کیا گیا۔قبر پر محترم میاں عبدالرحیم صاحب نے دعا کرائی۔

محترم ملک صاحب بہت نیک، متّقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔[33]

حضرت چوہدری غلام قادر صاحب نمبردار

ولادت: ۱۸۸۵ء بیعت: ۱۸۹۷ء وفات: یکم اپریل ۱۹۶۶ء[34]

آپ حضرت مولوی ابو محمد عبداللہ صاحب آف کھیوا باجوہ ضلع سیالکوٹ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادے تھے اور خود بھی صحابی تھے۔آپ کا حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔نہایت

ہر دلعزیز تھے۔نیک، متقی، مالی قربانی میں پیش پیش، مہمان نواز اور دعاؤں میں بڑا شغف رکھنے والے بزرگ تھے۔ضلع بھر میں دیانتداری، وفاداری اور فرض شناسی اور دلیری میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ ایک لمبا عرصہ امیر جماعت اوکاڑہ کی حیثیت سے خدمت کرنے کی توفیق پائی۔جماعت کی تربیت کا بہت خیال رکھتے۔احباب جماعت میں سلسلہ کی محبت اور اسلام کا درد اور دعاؤں سے شغف پیدا کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتے رہے۔نماز باجماعت اور چندوں کی خاص طور پر نگرانی کرتے۔ بڑے خوش اخلاق تھے۔اپنے ملنے جلنے والوں سے بڑی شفقت اور محبت سے ملتے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے سچّے عاشق تھے۔خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بے حد محبت رکھتے تھے۔ 35

آپ کی اہلیہ رضیہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری کالے خاں ورک صاحب آف متراں تحصیل ظفر وال ضلع نارووال تھیں جو کہ معروف قانون دان چوہدری سر شہاب الدین صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔

اولاد: **بیٹے:** مکرم چوہدری محمود احمد صاحب باجوہ، مکرم چوہدری مسعود احمد صاحب باجوہ

بیٹیاں: محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری عبدالمالک چدھڑ صاحب (مکرم چوہدری صاحب ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کے سانحہ لاہور میں مسجد نور میں شہید ہوئے تھے۔)، محترمہ نذیراں بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری نذیر احمد باجوہ صاحب، محترمہ مسعودہ بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ، محترمہ حبیبہ بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری منظور حسین بسراء صاحب ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج (معروف ہومیو پیتھک ڈاکٹر مکرم وقار منظور بسراء صاحب واقف زندگی ان کے بیٹے ہیں۔)

حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب آف سجووال

ولادت: ۱۸۸۵ء بیعت: ۱۸۹۸ء وفات ۲۸/اپریل ۱۹۶۶ء

آپ نے عین جوانی میں اپنے والد چوہدری مکھن صاحب کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ سجووال ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ بیعت کے بعد شدید مخالفت ہوئی۔ماریں بھی کھائیں۔لیکن ہر آزمائش میں ثابت قدم رہے۔آپ کو ابتدا ہی سے پیغام حق پہنچانے کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔پہلی جنگ عظیم کے دوران ایران اور عراق میں فوجی خدمات سرانجام دیں۔اور ساتھ ہی اُردو، انگریزی، فارسی اور عربی لٹریچر خاص اہتمام سے تقسیم کرتے رہے۔ان ممالک کے علماء اور بعض مقامات کے گدّی نشینوں کو بھی سلسلے کا لٹریچر دیا۔جنگ کے بعد کوئی ملازمت اختیار نہ کی۔ کچھ عرصہ کھیتی باڑی کا کام کیا۔لیکن جلد اسے چھوڑ کر اپنے علاقے میں

پیغام حق پہنچانے کو ہی اپنا نصب العین بنالیا اور جالندھر، ہوشیار پور، انبالہ اور لدھیانہ کے اضلاع میں پیدل دورے کئے اور مرکز سے علماء کی خدمات حاصل کر کے جلسے کروائے۔ بہت سے دوستوں کو آپ کے ذریعے احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ ہر وقت دعوت وارشاد کا لٹریچر الفضل اور مرکزی رسائل کے تازہ پرچے ساتھ رکھتے اور غیر از جماعت معزّزین کو مطالعہ کے لئے دیتے رہتے تھے۔ اور بڑھاپے کے باوجود مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ علاقے کی سماجی خدمات میں بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ بیسیوں چھوٹے بڑے افسروں نے مختلف مواقع پر حسن کارکردگی کے سرٹیفکیٹ دیئے۔ بہت دعا گو اور تہجد گذار بزرگ تھے۔

سلسلہ کے مالی جہاد میں بھی باقاعدگی سے شامل رہے۔ کئی غیر از جماعت دوستوں نے بھی سالہا سال تک ان کے ذریعہ تحریک جدید میں حصّہ لینے کی سعادت پائی۔ مرحوم ہر لحاظ سے احمدیت کی ایک چلتی پھرتی تصویر تھے۔

ہجرت ۱۹۴۷ء کے بعد ماہنی سیال ضلع ملتان میں آباد ہوگئے۔ اور موضع جنگل امام شاہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال کیا۔ آپ کے اکلوتے فرزند کا نام چوہدری محمد سلیمان صاحب ہے۔[36]

جناب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ (سابق امیر جماعت احمدیہ ضلع سیالکوٹ) نے آپ کی وفات پر تحریر فرمایا:۔

''حضرت چوہدری عبدالقادر صاحب سلسلے کے ان فدائی بزرگوں میں سے تھے جو قادیان اور کریام اکثر جاتے رہتے۔ جب سے اس عاجز سے ملاقات ہوئی۔ ہر دن تعلقات بڑھتے گئے۔ میرے ہاں کئی کئی دن قیام فرما لیتے۔ مرحوم نہایت باقاعدگی اور پابندی سے اپنے ساتھ تعلّق رکھنے والوں کے لئے تہجّد میں دعائیں کرتے۔ رات کا بڑا حصّہ عبادت میں گذارتے ......۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۷ء کے درمیانی عرصہ میں ان کے دینی جوش کو دیکھنے کے چند خاص مواقع ملے۔

ایک مناظرہ جو بڑا معرکۃ الآراء تھا۔ روپڑ میں ہوا۔ جس میں فریق مخالف کی طرف سے مولوی عبداللہ روپڑی اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا نام مجھے خصوصیت سے یاد ہے۔ مولوی عبداللہ سلسلہ کے مشہور معاند اور ایک عظیم نشان کے مورد سعداللہ لدھیانوی کا داماد تھا۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ بے اولاد تھا۔ اسی طرح نہ لڑکے کی طرف سے اولاد چلی نہ لڑکیوں کی طرف سے۔ ہماری طرف سے حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم مناظر تھے۔

حضرت ملک صاحب مرحوم نے مخالفوں کو تر کی بہ تر کی جواب دیئے۔ مجھے بھی اسی مناظرہ میں حاضری کی توفیق ملی تھی۔ چوہدری عبدالقادر صاحب مرحوم اس مناظرہ کے انتظامات میں اس طرح مصروف تھے کہ سر پیر کا ہوش نہ تھا۔ کھانے کے انتظامات کی نگرانی میں ساری رات جاگتے رہے۔ مناظرہ دو دن سے زیادہ رہا تھا۔

ایک اور موقعہ پر بھی چوہدری صاحب مرحوم کی مصروفیت میرے دل پر گہرا نقش چھوڑ گئی۔ اور وہ ۱۹۳۶ء کے اسمبلی کے انتخابات تھے۔ مشہور احراری لیڈر چوہدری افضل حق کا اپنے حلقہ پر ایسا اثر تھا کہ ان کے وہم و گمان میں نہ آتا تھا کہ انہیں کوئی شکست دے سکتا ہے۔ نصر اللہ خان ناصر امیدوار مقابلے کے لئے کھڑے ہوئے۔ یہ مقابلہ ایسا تھا کہ ایک طرف میدان سیاست کا پرانا کھلاڑی تھا۔ اور دوسری طرف ایک ناتجربہ کار نوجوان۔ ''مفکر احرار'' برملا کہتے کہ میرا مقابلہ یہاں کوئی نہیں کر سکتا۔ میرے ووٹر پیدل چل کر اور گھروں سے اپنا کھانا لے کر آئیں گے۔ اور ووٹ دیں گے۔ ایک طرف یہ زعم اور استکبار تھا اور دوسری طرف ایک محبوبِ خدا کی دعا ہائے نیم شبی تھیں۔ محترم چوہدری عبدالقادر صاحب چونکہ ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ جب ان کے علاقہ میں ووٹوں کا وقت آیا۔ تو بے غرضی اور اخلاص کا عجیب رنگ دکھایا۔ مجھے ان دنوں اس علاقہ میں جانے کا موقعہ ملا۔ تو میں نے دیکھا کہ چوہدری صاحب مرحوم اس انہاک اور جوش سے کام کر رہے تھے۔ کہ ان کا اخلاص ان کی زبان پر ایک لفظ لائے بغیر ظاہر ہو رہا تھا۔ آخر کبر و غرور کا سر ٹوٹا۔ اور وہ سیاست کی ساری چالیں چلنے والا ناکام ہوا۔ اور ان کے مقابلہ میں ایک ناتجربہ کار نوجوان فتح یاب و بامراد نکلا۔

چوہدری صاحب مرحوم جب بھی نواں شہر آتے ایک تھیلہ ان کے کندھے پر لٹکا ہوا ہوتا۔ جس میں سلسلے کا لٹریچر بھرا ہوا ہوتا۔ اور مرحوم تقسیم کا کوئی موقع ضائع نہ کرتے۔ مرحوم سنایا کرتے تھے کہ ان کے والد محترم ۱۸۹۸ء میں بیعت سے مشرّف ہوئے تھے۔ چوہدری صاحب دو سال قادیان دارالامان میں رہے۔ اور الحکم کے دفتر میں کام کرتے رہے۔ قادیان دارالامان میں رہنے والے نوجوان نے روحانیت اور پاکبازی کے جو نقوش اپنی لوحِ قلب پر لئے ہوں گے۔ انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ صرف اندازہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس پاکبازی اور اخلاص کی جھلکیاں مختلف مواقع پر دیکھنے والوں نے دیکھیں۔

آپ کا قد درمیانہ تھا۔ بلکہ ذرا اس سے بھی چھوٹا۔ رنگ ہمارے ملک کے لحاظ سے بڑا صاف

تھا۔ داڑھی لمبی رکھتے تھے۔ آنکھیں روشن تھیں۔ چہرے پر ہر وقت تبسّم کھیلتا رہتا۔ نقش خوبصورت تھے۔ اور احمدیت کا عشق پھوٹ پھوٹ کر باہر نکلتا۔ میرے بچّوں کے لئے دل میں اسی طرح کا درد اور محبت رکھتے جیسا ایک بزرگ خاندان بچوں سے رکھتا ہے۔ غرض شمع ہدایت کا ایک اور پروانہ جل بجھا۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را'' [37]

حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب

ولادت: ۱۸۹۰ء پیدائشی احمدی وفات: ۱۱جون ۱۹۶۶ء[38]

آپ حضرت مولوی برھان الدین صاحب جہلمی کے بیٹے تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۴۳ پر تین سو تیرہ صحابہ کبار کی فہرست میں آپ کا نام ۱۹۰ نمبر پر درج فرمایا ہے۔ ۱۹۶۶ء کے وسطِ اوّل تک اس مقدس گروہ کی صرف دو یادگاریں رہ گئی تھیں۔ ایک حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب اور دوسرے آپ۔

حضرت مولوی صاحب مرحوم نے ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فوج میں ملازمت اختیار کی۔ بالآخر صوبے دار کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ریٹائر ہونے کے بعد سالہا سال تک جماعت احمدیہ جہلم کے امیر کے طور پر خدمات سلسلہ بجالانے کا موقع ملا۔ اس طرح آخر وقت تک سلسلہ کی گرانقدر خدمت سرانجام دینے کی توفیق پائی۔ بچپن سے ہی بہت پرہیزگار تھے۔ اور تبلیغ میں شغف کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دلی محبت وعقیدت کا خاص تعلق تھا۔ نظام سلسلہ کی اطاعت کا جذبہ اور عجز وانکسار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مرکزی نمائندگان کے ساتھ بڑی محبت، سلوک اور احترام سے پیش آتے تھے۔ آپ کی مجلس میں ایک عجیب روحانی چاشنی محسوس ہوتی تھی۔ بالخصوص ذکر حبیب ﷺ کے موضوع پر تو آپ کی گفتگو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری کر دیتی۔ وعظ ونصیحت کے انداز اور تلاوت قرآن مجید میں بڑا سوز تھا۔ آنحضرت ﷺ کی سیرۃ طیّبہ پر آپ کے لیکچر غیر از جماعت دوستوں میں بھی بہت مقبول تھے۔ الغرض اپنے تقویٰ وطہارت، نیکی وپارسائی، علم دوستی اور فیض رسانی کے لحاظ سے بہت بزرگ شخصیت کے مالک تھے۔[39]

خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری آپ کے شمائل کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب کو جوانی سے لیکر آخر عمر تک احمدیت سے اعلیٰ وابستگی کی

سعادت نصیب ہوئی۔اورانہوں نے عرصہ ملازمت میں بھی مقدور بھر دینی خدمات سرانجام دیں۔اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد تو وہ کلیۃً خدمتِ احمدیت کے لئے وقف ہوگئے۔اور سالہا سال تک جماعت احمدیہ میں بطور امیر خدمت سلسلہ بجالاتے رہے۔آپ احمدیہ مسجد نیا محلّہ جہلم میں امامت کے فرائض بھی ادا کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت خوش الحانی عطا فرمائی اور آپ بہت اچھے طریق پر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جماعتی فرائض کی ادائیگی میں بیماری کے باوجود پورے انہماک سے حصہ لیتے رہے۔حتّٰی کہ اپنی وفات کے دن ۱۱جون ۱۹۶۶ءتک یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔گویا آپ کے حق میں بھی حضرت مسیح موعود کی یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی کہ:۔

''اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔''

اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں بھی آپ کے درجات بلند فرمائے اور اپنے خاص قرب میں انہیں جگہ دے۔آمین

یہ بیان تو اس پہلو سے تھا کہ حضرت مولوی عبدالمغنی صاحب کا وجود گویا صداقت مسیح موعود علیہ السلام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل تھا۔اور آپ کا ثبات اور استقلال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ۔ ذاتی طور پر بھی حضرت مولوی صاحب موصوف کے حالات نہایت ایمان افروز ہیں۔ آپ کی طبیعت میں بہت تواضع اور فروتنی پائی جاتی تھی۔اختلاف رائے ہوسکتا ہے۔مگر آپ کا انداز ہمیشہ منکسرانہ رہتا تھا۔تکبّر اور غرور کا رنگ نہ ہوتا تھا۔آپ ہمیشہ اپنی کمزوریوں پر نظر رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے رہتے تھے۔ مجھے آپ کو خاص طور پر قریب سے دیکھنے کا اتفاق ۱۹۴۷ء کے شروع سے ہوا ہے۔جبکہ میرے چھوٹے بھائی حافظ عبدالغفور صاحب سابق مبلّغ جاپان کی شادی مولوی صاحب کی بیٹی عزیزہ امتہ الحئی سے ہوئی۔

حضرت مولوی صاحب نے اس سارے عرصہ میں ایسا اعلیٰ نمونہ اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہونے کا دکھایا ہے کہ ہم سب کے لئے قابلِ رشک ہے۔............حضرت مولوی صاحب موصوف صلہ رحمی اور اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کے لحاظ سے بھی ایک نمونہ تھے۔اپنی تینوں بچیوں اور اپنے تینوں دامادوں کے ساتھ اور اپنے لڑکے عزیزم عبدالحئی صاحب آف کویت سے نہایت اچھا سلوک کرتے رہے اور ہر رنگ میں ان کی بہبودی میں کوشاں رہے۔ جماعتی تربیت کا آپ کو ہمیشہ خیال رہا۔اور مقدور بھر شہر جہلم اور ضلع جہلم کی جماعتوں کا خاص خیال رکھتے۔آپ سے ہر ملنے والا آپ کی محبت اور

ہمدردی کو نمایاں طور پر محسوس کرتا تھا۔ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب بہت دعا گو تھے۔ جب وہ زیادہ چلنے پھرنے سے بوجہ بیماری معذور ہو گئے تھے۔تب بھی بکثرت دعائیں کرتے اور خطوط کے ذریعہ اپنے احباب اور رشتہ داروں کی دُعاؤں سے امداد فرماتے اوران کی ہر خوشی اور مسرّت میں ممکن حد تک شرکت فرماتے......

حضرت مولوی صاحب کی طبیعت میں خلوص اور وفا کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔اور نظام جماعت کی پابندی اور خلیفۂ وقت کی دلی محبت اور پوری اطاعت کو آپ جزوِایمان سمجھتے تھے۔ان حالات میں آپ کی وفات ایک عظیم قومی صدمہ ہے۔آپ کی وفات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ صحابہ میں سے آخری دو شمعوں میں سے ایک شمع بجھ گئی ہے۔آپ کی وفات سے ایسا وجود آنکھوں سے اوجھل ہو گیا جو اپنی ذات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا کا ایک نشان تھا۔‘‘[40]

اولاد:

محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ، محترم عبد السلام صاحب، محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ کرامت اللہ صاحب۔ (راجہ برہان احمد صاحب مربی سلسلہ یو۔کے آپ کے نواسے ہیں۔)محترم عبدالحیٔ صاحب، محترمہ امتہ الحیٔ صاحبہ بیگم حافظ عبدالغفور صاحب سابق مبلّغ جاپان

حضرت چوہدری محمد الٰہ داد صاحب

ولادت:۱۸۸۲ء[41] بیعت:۱۹۰۱ء[42] وفات:۹ جولائی ۱۹۶۶ء[43]

آپ نے مولوی شیخ عبداللہ صاحب ولد محترم شیخ عبدالحق صاحب مرحوم ساکن وڈالہ بانگر تحصیل گورداسپور کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔۱۹۰۷ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر حاضر ہوئے۔ان کی حضور کی خدمت میں یہ حاضری ایک خواب کی بناء پر تھی۔آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

بہت نیک، مخلص اور دُعا گو بزرگ تھے۔تبلیغ کا بے پناہ جوش رکھتے تھے۔اکثر وقت فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں گذرتا تھا۔غرباء پروری کا جذبہ خاص طور پر نمایاں تھا۔نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ان کی زندگی کے آخری ایام کا یہ قابل تقلید واقعہ ہے کہ وفات سے تقریباً ڈیڑھ سال پیشتر انہوں نے حقہ نوشی چھوڑ دی۔ یہ عادت انہیں بچپن سے تھی۔ جوانی کی عمر میں کوشش کے باوجود اسے

ترک نہ کر سکے۔لیکن تقریباً بیاسی سال عمر میں انہوں نے یہ عادت چھوڑ دی۔اور دوبارہ اس کا نام تک نہ لیا۔[44]

حضرت میاں رحم دین صاحب

ولادت: قریباً ۱۸۸۵ء بیعت وزیارت: ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء وفات: ۱۴، ۱۵ جولائی ۱۹۶۶ء

آپ نے ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء کو یہ تحریری بیان دیا:۔

’’میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس و جاگیر دار مالیر کوٹلہ کے ذریعہ قادیان میں آیا۔ اور حضرت نواب صاحب کے ہاں باورچی کا کام کرتا تھا۔ جہاں احمد نور کابلی کی دکان تھی۔ وہاں حضرت نواب صاحب کا باورچی خانہ تھا۔اور میں وہاں ہی کام کرتا تھا۔اور نمازیں وغیرہ مسجد مبارک میں ہی پڑھا کرتا تھا۔اس وقت ابھی مسجد مبارک کی توسیع ہوئی تھی۔ مجھے مولوی محمد اکرم صاحب، جو ایک پُرانے احمدی تھے۔اور حضرت نواب صاحب موصوف کے بچوں (کے) اتالیق تھے،تبلیغ کیا کرتے تھے۔لیکن میں نے فقط تبلیغ پر ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بیعت نہیں کی بلکہ حضور کے بہت سے نشانات دیکھ کر اور خوابوں اور رؤیا کی بناء پر حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک پر حضور کی بیعت کی۔

............میاں صفدر علی صاحب مرحوم ملازم حضرت نواب صاحب موصوف (والد صالح علی صاحب) نے ایک دفعہ میرے ساتھ مشورہ کیا کہ میں حضرت اقدس سے عرض کرتا ہوں کہ مجھ کو رہائش کے واسطے کوئی مکان یا زمین یا کوئی امداد عطا فرمائیں۔جب حضور علیہ السلام کے سامنے میاں صفدر علی صاحب مرحوم نے یہ درخواست کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔کہ میاں صفدر علی اس وقت ہمارے پاس کوئی زمین یا مکان نہیں ہے تم تھوڑی دیر صبر کرو۔ یہ سب اردگرد کی زمینیں احمدیوں کے ہاتھ میں آنے والی ہیں۔چنانچہ یہ حضور کی بات ہمارے سامنے پوری ہو چکی ہے۔............

خلافت ثانیہ کے وقت میں نے رؤیا میں دیکھا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کرسی پر بیٹھے ہیں۔اور میاں صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی) پاس کھڑے ہیں۔تب میرے دیکھتے دیکھتے مولوی محمد علی صاحب کا چہرہ اور جسم چھوٹا ہونا شروع ہوا۔اور بالکل چھوٹا ہو گیا۔ جیسے بچّے کا جسم ہوتا ہے۔اور حضرت میاں صاحب کا جسم بڑھتے بڑھتے بہت لمبا (یعنی آپ کے قد سے بھی زیادہ قد وغیرہ ہو گیا) اور بڑے رعب وجلال والا ہو گیا۔تب میں بہت متعجب ہوا۔اور جس وقت صبح ہوئی۔تو تمام شکوک و

شبہات دل سے نکل گئے۔اور میں نے آپ کی بیعت کرلی۔فالحمدللہ علیٰ ذالک
اس جگہ اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔کہ جب ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی یورپ میں کانفرنس میں شمولیت کے لئے تشریف لے گئے تو مجھے بطور باورچی حضور اپنے ساتھ لے گئے۔فالحمدللہ‘‘[45] اس کے علاوہ ۱۹۵۵ء میں بھی آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہمراہ یورپ جانے کا شرف حاصل ہوا۔

اولاد:

بیٹے:

مکرم عبدالحمید صاحب،مکرم عبدالکریم صاحب،مکرم عبدالمجید صاحب

بیٹیاں:

محترمہ حمیدہ بیگم (ان کی ایک نواسی مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب آف سیالکوٹ شہر کی اہلیہ ہیں)، محترمہ سلمیٰ بیگم صاحبہ،محترمہ سعیدہ بیگم صاحبہ (یہ پارٹیشن کے وقت پٹیالہ سے آتے ہوئے شہید ہوگئیں۔)

حضرت بیگم صاحبہ عرف بیگاں آف سرگودھا

ولادت ۱۸۹۲ء۔بیعت ۱۹۰۷ء۔وفات ۲۷/اگست ۱۹۶۶ء۔[46]

آپ محترم عمر الدین بنگوی صاحب کی اہلیہ اور مکرم شیخ محمد عمر انور صاحب بنگوی کلاتھ مرچنٹ سرگودھا کی والدہ محترمہ تھیں۔آپ کے خاوند کا انتقال ۱۹۲۷ء میں ہوگیا تھا۔

آپ کے تین لڑکے اور دولڑکیاں تھیں۔آپ نے بڑے صبر،استقامت اور حوصلہ سے اپنے ایمان کی حفاظت اور بچوں کی پرورش کی۔خاوند کی وفات کے وقت تمام بچے نابالغ تھے۔غیر احمدی رشتہ داروں نے آپ پر دباؤ ڈالا کہ احمدیت چھوڑ دو ہم آپ کے بچوں کے رشتے اپنے گھرانوں میں کر لیں گے۔مگر آپ نے ان کو یہ جواب دیا کہ میرا خدا خود میرے بچوں کا نگران ہوگا۔یہ احمدیت کی وجہ سے شادی سے محروم نہیں رہیں گے۔میں آپ کی امداد کی محتاج نہیں اور نہ ہی امداد قبول کروں گی۔ بالآخر اس نیک خاتون کی شب وروز کی دعاؤں کا ثمرہ یہ نکلا کہ اس کے پانچوں بچوں کی اولاد آج کم و بیش چالیس افراد پر مشتمل ہے اور یہ سارا خاندان سلسلہ احمدیہ کا مخلص خادم ہے۔سلسلہ کے مالی جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والا ہے اور اپنے غیر از جماعت رشتہ داروں سے ہر لحاظ سے ممتاز ہے۔[47]

حضرت منشی محمد عبداللہ صاحب سیالکوٹی

ولادت:۱۸۸۷ء[48] بیعت:۱۹۰۲ء [49] وفات:۳۱/اگست ۱۹۶۶ء[50]

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے شاگرد تھے۔تبلیغ کا خاص ملکہ اورشوق رکھتے تھے۔بہت مخلص اور دعا گو بزرگ تھے۔آپ نے دوفرزند،ایک بیٹی اور متعدد پوتے پوتیاں اورنواسے نواسیاں اپنی یادگار چھوڑے۔[51] آپ کا جنازہ سیالکوٹ شہر سے ربوہ لایا گیااوریکم ستمبرکوآپ کی تدفین بہشتی مقبرہ قطعہ صحابہ میں ہوئی۔

اولاد:

ا۔خواجہ عبدالحئی صاحب۔ ۲۔خواجہ عبدالرحمٰن صاحب

حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب

ولادت:۲۵مارچ۱۸۸۱ء بیعت:۱۸۹۷ء وفات:۲۷ستمبر۱۹۶۶ء

آپ کے فرزند جناب عبدالرحمٰن جنید ہاشمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

’’ابی المکرّم ۲۵مارچ ۱۸۸۱ءکو پنجاب کی مردم خیز سرزمین میں دریائے چناب کے کنارے ضلع گجرات کے ایک گاؤں گولیکی میں پیدا ہوئے۔آپ کے جدامجد(مولانا محمد بدرالدین)اوروالد ماجد (مولانا ابوالاکمل محمد امام الدین)دونوں علوم عقلیہ ونقلیہ کے متبحر عالم تھے۔اگرچہ آپ نے دنیوی تعلیم مشن ہائی سکول گجرات میں میٹرک تک حاصل کی۔لیکن عربی وفارسی ،فقہ وحدیث اورعلوم قرآنی پر (دستور کے مطابق)مسجد اورخانقاہوں میں عبور پایا۔آپ کواردو علم وادب اورصحافت سے بچپن سے ہی لگاؤ تھا چنانچہ سترہ برس کی عمر ہی میں آپ کے مضامین نظم ونثر برصغیر کے تمام قابل ذکر اخبارات ورسائل میں شائع ہونے لگ گئے تھے۔۱۹۰۴ءتک آپ اپنی عمر سے دُگنی تعداد میں رسائل وکتب چھپوا چکے تھے۔جس میں ایک دیوان’’سبحۃ المرجان‘‘شامل ہے۔اس کے علاوہ قصص القرآن منظوم (پانچ ہزار اشعار)،سورہ یٰسین،چاروں قل،ادعیۃ القرآن اور منتخب احادیث(منظوم)بھی اسی زمانہ میں منظر اشاعت پر آئیں۔۱۹۰۰ءکے بعد ۹برس تک آپ تپ لازم اوردیگر امراض کا شکار ہوکر صاحب فراش رہے۔تاہم اسی حالت میں اسلامی معاشرہ کی اصلاح وارشاد کے بارے میں ملک بھر کے اخبارات کو اپنے مضامین بھجواتے رہے۔چنانچہ صرف ایک سال(۱۹۰۴ء)میں آپ کے پچاسی

مضامین اٹھارہ مختلف اخبارات میں شائع ہوئے ۔جن میں سے چودھویں صدی ، لاہور پنچ ، صدائے ہند، زمیندار، وکٹوریہ پیپر، سیالکوٹ پیپر، گلزار ہند، پنجاب آرگن ، پنجاب سماچار، پٹیالہ اخبار سرِ فہرست ہیں۔

آپ چونکہ ۱۸۹۷ء میں ہی سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔ اس لئے دسمبر ۱۹۰۶ء میں گھر بار چھوڑ کر اپنے آقا و مقتدا کے حضور اس نیت کے ساتھ حاضر ہو گئے کہ

ہم قادیان کو چھوڑ کے ہرگز نہ جائیں گے
کوچے میں اپنے یار کے دھونی رُمائیں گے

دوپہر کی نماز کے بعد حضرت اقدس کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا تو فی البدیہہ وہ نظم پڑھی جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

آتش فرقت محبوب نے جب گرمایا
جذبہ شوق زیارت مجھے پھر لے آیا

کیا کہوں ہجر کی گھڑیاں ہیں گزاریں کیوں کر
دل شیدا کو تری یاد نے کیا تڑپایا

اس کے ساتھ ہی آپ نے روایتی شاعری، زلف و گیسو اور گل و بلبل کی حکایتوں کو خیر آباد کہا اور اسلامی معاشرہ اور مذہبی احکام و حقائق کی اشاعت و تبلیغ کے لئے اپنے ذہن و عمل کو وقف کر دیا۔

۱۹۱۱ء تک آپ نے اخبار بدر میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے اسسٹنٹ ایڈیٹر کے طور پر کام کیا۔ (جنوری ۱۹۰۷ء تا اکتوبر ۱۹۱۱ء)

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو رسالہ تشحیذ الاذہان (ستمبر ۱۹۱۱ء تا مارچ ۱۹۲۲ء) کا ایڈیٹر مقرر کر دیا۔ ۱۹۲۰ء میں ریویو آف ریلیجنز کی ادارت کے علاوہ آپ نے ناظم طبع و اشاعت مہتمم کا عہدہ سنبھالا۔ جس کے تحت قادیان سے شائع ہونے والے سلسلہ کے تمام اخبار و رسائل، الفضل، مصباح، سن رائیز اور احمدیہ گزٹ وغیرہ کی ایڈیٹری و مینجری آپ خود کرتے رہے۔ ۱۹۳۸ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد خانہ نشین رہے۔ تاہم مشق سخن برابر جاری رہی پاکستان کے قیام پر ۱۱/۱۱ کتوبر ۱۹۴۷ء کے بعد لاہور میں فروکش رہے اور ۱۷ستمبر ۱۹۵۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بلانے پر دارالصدر شرقی کے ایک کوارٹر میں رہائش اختیار کر لی جہاں ۲۷ستمبر ۱۹۶۶ء کو صبح چھ بجے

حرکت قلب بند ہونے سے وفات پائی۔آپ کا مزار بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہے۔‘‘[52]

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے بعد صحافت اورزودنویسی میں آپ نے بہت نام پیدا کیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روح پرور ملفوظات، حضرت خلیفہ اوّل کے درس قرآن اور حضرت مصلح موعود کے متعدد خطبات اور تقاریر کو قلمبند کر کے آئندہ نسلوں کے لئے ایک عظیم خزانہ محفوظ کردیا۔

آپ کو تحریک جدید کی پانچہزاری فوج میں شامل ہونے کا شرف حاصل تھا۔بلکہ آپ ہی وہ خوش نصیب بزرگ تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف کو جن میں آپ کو پانچ ہزار سپاہی دئے جانے کا وعدہ دیا گیا۔[53] تحریک جدید کے مجاہدین پر چسپاں کیا[54] اور سیدنا حضرت مصلح موعود نے خطبہ جمعہ میں اس تعبیر کی توثیق فرمائی۔[55]

حضرت قاضی صاحب کی رحلت پر خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب نے لکھا:۔

’’سلسلہ احمدیہ کے پرانے بزرگ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیرینہ صحابی صحافت احمدیت کے ایک بنیادی ستون حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل......کا انتقال ہوگیا۔۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

حضرت قاضی صاحب کو سلسلہ کے معترضین کے اعتراضوں کے جواب دینے کا بہت ملکہ تھا۔ نظم ونثر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ جماعت کے نونہالوں کی صحافتی تربیت اوراُن کی حوصلہ افزائی کرنے میں بے مثال فرد تھے۔خود بھی تہائی صدی تک قلم کے ذریعہ خدمت کرتے رہے اور بہت سے نئے لکھنے والے پیدا کرگئے۔اس ضمن میں حضرت مولانا شمس صاحب اور خاکسار کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے مضمون نویسی میں ہماری بہت حوصلہ افزائی فرمائی تھی جس کا احساس تازندگی قائم رہے گا۔اور حضرت قاضی صاحب کے لئے ہم دعا گو رہیں گے......اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ ملکہ بھی عطا فرمایا تھا کہ موقعہ کے مناسب فوراً نظم کہہ سکتے تھے۔ مصرع تاریخ نکالنے میں بھی آپ کو ممتاز مقام حاصل تھا۔‘‘[56]

تصانیف

ظہور المسیح (فیض الامام ضمیمہ ظہور المسیح)،خلق محمدی،الاستخلاف

(ان کتب کی نسبت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا’’آپ کی تینوں کتابیں آپ

کی طرف سے تحفہ مجھے ملا۔ جزاکم اللہ خیراً۔ تھوڑا تھوڑا میں نے تینوں کو دیکھ لیا ہے۔ عمدہ اور مدلل بیان ہے۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین۔ آپ کو اس کی بر موقع مناسب اشاعت کرنی چاہئے تا دوہرا ثواب ہو۔)'' 57

ظہور المہدی

سنۃ احمدیہ (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی مبارک رائے یہ ہے ''میں نے اس کتاب کو پڑھا۔ کتاب ہر ایک پہلو میں مجھے پسند ہے۔ جزی اللہ المصنف آمین نور الدین'') 58

علم الفرائض۔ علم العروض۔ پند اکمل۔ شرح کافیہ۔ مختصر معانی۔ قصص القرآن۔ ترجمان الادب۔ سخن خوب (اردو منظوم)۔ فطرت (ناول)۔ احمدی طریقہ (پنجابی منظوم)۔ کتاب الصیام۔ قرآن کریم کی دعائیں (اردو منظوم)۔

عقائد احمدیہ (اس رسالہ کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی قیمتی رائے یہ ہے ''میں نے اس کتاب کو پڑھا کتاب ہر پہلو سے مجھے پسند ہے'' جزی اللہ المصنّف آمین۔ نور الدین) 59

مقدس نبی کے مقدس حالات (ترجمہ ''لباب الخیار'')

ہدایات درباره معاملات۔ حاتم طائی کی حکایت۔ ادعیۃ الاحادیث (منظوم اردو)۔ مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی۔ روحانی طبیب۔ ہدایات نبوی۔ ترجمان الادب۔ قبولیت دعا کے چھیاسی گر۔

الواح الھدی (ترجمہ ریاض الصالحین للنووی)

سیدنا حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۶ء کے موقع پر اس کتاب کی خریداری کی خصوصی تحریک فرمائی۔ 60

کشف الغطاء۔ قصص القرآن (اردو منظوم)۔ کرامات المہدی۔ احمدی طریقہ۔ احسن القصص (ترجمہ سورہ یوسف اردو) 61

روحانی طبیب۔ دلفگار (ناول) انقلاب (ناول) انجام عیاشی (ناول)

احمدیہ جنتری ۱۹۱۳ء تفسیر سورۃ یٰسین (منظوم ترجمہ) قصیدہ بہشتی (منظوم پنجابی)

''معیار الصادقین یعنی راستبازوں کی پہچان'' سورہ الرحمٰن کی تفسیر مسمّٰی بہ فیض الرحمان (منظوم پنجابی) پنج گنج (منظوم پنجابی) قصہ سلیمان و بلقیس نماز اردو خط وکتابت حکایات اخلاقی (گلاب سنگھ کے مطبع عام لاہور سے چھپی) (النجم الثاقب حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل''

(غیر مطبوعہ مقالہ احمد حسین صاحب شاہد) ۱۹۶۹ء۔۱۹۷۰ء۔ یہ مقالہ جامعہ احمدیہ ربوہ کی لائبریری میں موجود ہے۔) نغمۂ اکمل (مرتبہ عبدالرحمٰن جنید ہاشمی ناشر مکتبہ یادگار اکمل دارالصدر شرقی ربوہ ستمبر ۱۹۶۷ء) (مجموعہ کلام ۱۹۰۷ء تا ۱۹۶۵ء) مسئلہ ختم نبوت اور احمدیت (ٹریکٹ)

اولاد

مکرم خورشید عاقل صاحب، مکرم جمشید احسن صاحب، مکرم عبدالمنان مبشر صاحب، مکرم عبدالرحمٰن جنید ہاشمی صاحب (آفس سپرنٹنڈنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ و نائب ناظر بیت المال۔ وفات ۲۲ جولائی ۱۹۷۳ء)، مکرم عبدالرحیم شبلی صاحب (بی کام) ایڈیٹر زمیندار، ملت، نائب ایڈیٹر اخبار ''پاکستان ٹائمز'' لاہور[62]

حضرت ڈاکٹر گوہر دین صاحب کوٹ فتح خاں

ولادت: ۱۸۸۹ء بیعت: ۱۸۹۹ء وفات: ۴ نومبر ۱۹۶۶ء [63]

حضرت ڈاکٹر گوہر دین صاحب کا تعلق موضع نکودر تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک سے تھا۔ ان کے بڑے بھائی وہاں مسجد میں امام تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام وہاں بھی کسی طرح پہنچا، آپ ایمان لے آئے۔ اور اعلان کر دیا کہ میں نے حق کو قبول کر لیا ہے۔ دونوں بھائیوں پر تشدد کر کے گاؤں سے نکال دیا گیا۔ دونوں بھائی ہجرت کر کے قادیان پہنچ گئے۔ ملک سلطان رشید صاحب سابق امیر ضلع اٹک کے بیان کے مطابق ان کی والدہ مرحومہ (عائشہ صدیقہ بنت حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب) بیان کرتی تھیں کہ میں نے چارپائیاں بُنتے خود انہیں دیکھا ہے۔ اس کا تھوڑا بہت کچھ معاوضہ مل جاتا تھا۔ چھوٹے بھائی نے تعلیم حاصل کی۔ لاہور میڈیکل سکول میں داخل ہوئے۔ وہاں پڑھ رہے تھے کہ ٹی بی ہوگئی۔ جوان دنوں لاعلاج مرض تھا۔ ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ پڑھائی چھوڑ کر گھر چلے جاؤ۔ تمہارا زیادہ وقت ابھی باقی نہیں رہا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خط لکھا۔ جو خط جواب میں حضور کی طرف سے آیا اس کو دیکھنے کی سعادت اس عاجز (ملک سلطان رشید) کو نصیب ہوئی۔ چونکہ اس بات پر تقریباً چالیس سال گزر چکے ہیں۔ الفاظ ٹھیک یاد نہیں رہے لیکن جو کچھ یاد ہے وہ اس سے کچھ ملتا جلتا تھا کہ ''پڑھائی نہیں چھوڑنی، میں نے دعا کی ہے، تم لمبی عمر پاؤ گے۔'' جب میں نے وہ خط دیکھا اس

وقت ان کی عمر یقیناً ۸۰ برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ان کی پہلی شادی اپنے خاندان میں ہوئی۔ان سے ایک بیٹے کرنل نور الدین صاحب مرحوم تھے۔سروس کے دوران مختلف شہروں میں تعینات رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کراچی اپنا پرائیویٹ کلینک کھول لیا۔ان کی وفات راولپنڈی میں ہوئی اور اسلام آباد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

حضرت گوہردین صاحب کی پہلی شادی اپنے خاندان میں ہوئی جبکہ دوسری شادی میری والدہ مرحومہ کی خالہ محترمہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ سے ہوئی جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی نواسی تھیں۔ان سے تین بیٹے ہوئے۔محترم صلاح الدین صاحب مرحوم۔محترم ظہیر الدین صاحب اور جلال الدین اکبر صاحب مرحوم۔

حضرت ڈاکٹر گوہردین صاحب سروس کے دوران کافی عرصہ برما میں قیام پذیر رہے کیونکہ اس وقت وہ بھی انگریزوں کے زیر تسلط تھا۔ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ ٹمن ضلع چکوال کی سرکاری ڈسپنسری کے انچارج رہے جو ان دنوں اٹک میں ہی شامل تھا۔اس کے بعد یونین کونسل کوٹ فتح خان ضلع اٹک کی ڈسپنسری کے انچارج رہے۔میرے والد صاحب مرحوم (محترم کرنل ملک سلطان محمد خان صاحب سابق صدر کوٹ فتح خان و امیر ضلع اٹک۔ناقل) کی وفات جو کہ ۱۹۶۳ء میں ہوئی کے بعد تین سال تک جماعت کوٹ فتح خان کے صدر رہے۔حضرت ڈاکٹر گوہردین صاحب کی وفات نومبر ۱۹۶۶ء میں ہوئی۔جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے پڑھایا۔بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔

عام لوگوں کے ساتھ بہت شفقت کا سلوک تھا۔اکثر علاج بلا معاوضہ ہی کرتے تھے۔میرے علم میں ہے کہ آخری عمر میں بچوں کا اصرار تھا کہ آپ اب آرام کریں اور ہمیں خدمت کا موقعہ دیں لیکن انہوں نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ جب تک میں خود کام کر سکتا ہوں اس وقت تک معمول یہی رہے گا۔ ہم پر بے حد شفقت فرماتے تھے جس میں میرے والد صاحب کی وفات کے بعد اور بھی اضافہ ہو گیا۔ ہر وقت مسکراتے رہنا ان کی ایک خاص عادت تھی۔

جس رات وفات ہوئی جو دوست تیمارداری کے لئے پاس تھے انہوں نے جسم دبانے کے لئے ہاتھ رکھا تو اپنے ہاتھ سے انکا ہاتھ پرے کرتے ہوئے فرمایا بس اب رہنے دیں، جانے کا وقت آ گیا ہے۔64

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کا بیان ہے:۔

’’حضرت ڈاکٹر صاحب اور یہ عاجز ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۲ء تک میڈیکل بورڈنگ کے ایک ہی کمرہ

میں رہائش پذیر رہے تھے۔اور اکٹھے نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔‘‘[65]

آپ ڈاکٹری پاس کرنے کے بعد برما تشریف لے گئے اور ۱۹۴۵ء تک برما میں طبّی خدمات بجا لاتے رہے۔

اولاد:

کرنل ڈاکٹر نورالدین صاحب،صلاح الدین صاحب فاتح ،ظہیر الدین صاحب بابر،جلال الدین اکبر صاحب[66]

حضرت چوہدری محمد شریف باجوہ صاحب

ولادت: ۱۸۹۵ء بیعت: ۱۹۰۷ء وفات: ۷نومبر ۱۹۶۶ء[67]

حضرت نواب محمد الدین صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔آپ کو اپنے والد بزرگوار سے پہلے احمدیت کی نعمت میسّر آئی اور آپ کو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔آپ ایک مثالی احمدی وکیل تھے۔اور اپنی قانونی قابلیتوں سے ایک لمبے عرصے تک بنی نوع انسان اور خصوصاً جماعت احمدیہ کی شاندار خدمات بجالاتے رہے۔آپ نے چالیس سال تک جماعت منٹگمری کی امارت کے فرائض نہایت اخلاص اور قابلیت سے سرانجام دیئے۔

آپ حضرت المصلح الموعود کے پہلے سفرِ یورپ میں شریک ہونے والے بارہ (۱۲) حواریوں میں سے ایک تھے۔آپ منٹگمری (ساہیوال) کے امیر جماعت تھے۔جماعت احمدیہ ساہیوال کی ترقی میں ان کا خاص دخل تھا۔اور اس جماعت کی پیدا کردہ اکثر جائیداد انہی کے رہین منّت تھی۔آپ سچ مُچ ولی تھے۔اخلاقِ حسنہ کا نمونہ،خوش اطوار وخوش خصال،تقویٰ کی باریک راہوں کا خیال رکھنے والے،بےنمود وبےریاء،انکسار،فروتنی اور تسلیم ورضا کے خوگر،مرضیاتِ الٰہی کے عاشق، بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ کی عملی تصویر،غریبوں کے غمگسار اور دوسروں کے جذبات واحساسات کا حد سے زیادہ خیال رکھنے والے تھے۔آپ خدا تعالیٰ،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے عاشق تھے۔خلفاء احمدیت سے آپ کی محبت وعقیدت کا رنگ بالکل نرالا ہوتا تھا۔آپ کو نہایت قریب سے دیکھنے والوں کی یہ شہادت ہے کہ آپ بہترین دوست،شفیق ترین باپ، بلا کے ذہین وفہیم،پرلے درجے کے متقی اور پرہیزگار اور صحیح معنوں میں مردِ مومن تھے۔تمام شعائرِ

اسلام کی پابندی ان کی طبیعت میں اسطرح رچی ہوئی تھی کہ خلافِ اسلام کوئی کام کرنا ان کے لئے ممکن ہی نہیں رہا تھا۔ یہ صفات ان کے چہرے سے ہی عیاں تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک موقعہ پر آپ کو ''ہمارے ایک بے نفس اور سلسلہ احمدیہ کے فدائی'' کے خطاب سے یاد فرمایا۔68

تحریکِ جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں شمولیت کا اعزاز آپ کو حاصل تھا۔ آپ کو رویائے صالحہ اور سچّی خوابیں کثرت سے آتی تھیں۔ آپ کا گھر بہشت کا نمونہ تھا۔ احمدیت سے بہت محبت تھی اور حضرت مصلح موعود کے تو والہ وشیدا تھے۔ سلسلہ کے مربی یا کارکن تشریف لاتے تو اُن کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتے تھے۔ غضِ بصر میں اپنی مثال آپ تھے۔ غریب بیمار اور مسافر آپ کو پیدل چلتے دکھائی دیتے تو آپ اُنہیں اپنی موٹر کار میں بٹھا لیتے اور انہیں منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے تھے۔

ایک اعلیٰ درجہ کے وکیل ہونے کے باعث آپ کی خدمت میں ہر طبقے کے لوگ حاضر ہوتے۔ ہر ایک کو صحیح اور نیک مشورہ دیتے۔ اور امیر وغریب میں کوئی فرق نہ کرتے تھے بلکہ غریب کا تو زیادہ ہی خیال رکھتے۔ اپنے ملازموں اور مزارعین اور اپنے گاؤں کے لوگوں اور دیگر زمینداروں پر خاص دستِ شفقت رکھتے تھے اور اُن کے دُکھ سکھ میں شریک ہوتے۔ ۱۹۴۷ء میں آپ نے اپنے غیر مسلم مزارعوں کو باحفاظت سرحد تک پہنچایا اور وہ اپنے بال بچوں سمیت خوشی سے سرحد عبور کر گئے۔

آپ نے اپنے وصیت نامہ میں لکھوایا کہ:۔

''اس بات کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے محمد رسول اللہ ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔ حضرت مسیح موعود سچّے مسیحِ موعود ہیں۔ اور حضرت محمود ان کے سچے جانشین ہیں۔ سو ان سے محبت اور عزت کا تعلق قائم رکھنا اور بڑھانا ضروری ہے۔ حضرت اقدس کی جانشینی کا سلسلہ آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ جماعت میں چلے گا۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ رکھیں۔

دوسرے معاملات میں تمہیں ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ تم سب ایک باپ اور ماں کی اولاد ہو۔ ایسے ماں باپ جن کے دل میں تم سب کے لئے بے انداز محبت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس لئے تمہارے اندر بھی باہمی ایک دوسرے کے لئے اتنی زیادہ محبت اور قوت کا ایسا جذبہ ہو کہ دیکھنے والے حیران رہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے بوڑھے والدین سے بہت زیادہ محبت اور عزت کا سلوک کیا کرو حتی کہ اُن کو

اُف تک بھی نہیں کہا جاسکتا۔چھوٹے سے چھوٹا کلمہ بھی جو اُن کی طبیعت پر گراں ہو، ان کو نہیں کہا جاسکتا۔اس لئے جب تک میں اور تمہاری امّی اس دُنیا میں موجود ہیں تمہارا فرض ہے کہ ہم دونوں کے ساتھ بہت زیادہ محبت اور عزت کا سلوک کرو۔اگر کوئی ایک بہن بھائیوں میں سے اس معاملہ میں کوتاہی کرے تو تم سب کا فرض ہے باہم مِل کر اسکی اصلاح کرو، کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔مثلاً پریذیڈنٹ یا گورنر تمہارے گھر آئے تو اس کو میرے پاس بٹھانا چاہیئے کیونکہ تمہارے گھر میں سب سے عزّت کا مقام وہی ہے۔جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں۔اِسی طرح اگر پریذیڈنٹ یا گورنر کی بیوی تمہارے گھر آوے تو اس کو اپنی والدہ کے پاس بٹھانا چاہیئے کہ تمہارے گھر میں سب سے عزت کا مقام وہی ہے جہاں تمہاری امّی بیٹھی ہیں۔اگر تم اِس طرح عمل کرو گے تو کئی اور خاندان بھی متاثر ہوں گے۔ان کی نیکیوں میں سے بھی تمہارے حق میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔

مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کبھی مایوس نہیں ہوتا اور میرے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک چلا آرہا ہے کہ میری مقدّر عمر تین دفعہ بڑھائی گئی ہے۔بچپن میں میں اس قدر کمزور بچہ تھا کہ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ اس کو ضرور ٹی۔بی ہو جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے ٹی بی سے محفوظ رکھا۔پھر ۱۹۳۰ء میں میں اِس قدر بیمار ہو گیا تھا کہ میں سمجھتا تھا کہ میری عمر صرف دو دن باقی رہ گئی ہے۔لیکن مجھے رات خواب میں بتایا گیا کہ تم عمر پاؤ گے۔پھر ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے۔ربوہ سے منٹگمری جاتے ہوئے میرے دل میں زور سے یہ آیت آئی وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا یعنی تم کو علم نہیں کہ شاید تمہاری گھڑی قریب آ گئی ہو۔اس کے بعد میں سخت بیمار ہو گیا تھا اور تقریباً دو سال بیمار رہا لیکن حضرت فضلِ عمر اور دوسرے بزرگوں کی دعاؤں کی برکت سے آج تک اِس واقعہ کو چودہ سال گذر چکے ہیں۔پچھلے سال کچھ مُنذر اشارے تھے۔بلکہ ایک دن تو آواز آئی تھی کہ وقت پورا ہو گیا ہے۔لیکن دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے وہ وقت ٹال دیا۔اس کے بعد بھی دو تین دفعہ اشارے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ دعاؤں کی وجہ سے ٹلاتا چلا آرہا ہے۔‘‘

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر صوبائی نے آپ کی وفات پر لکھا:

محترم چوہدری محمد شریف صاحب کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا۔آپ کی عمر بارہ سال کی تھی جب آپ نے اپنے چچا (حضرت محمد حسین صاحب) کی معیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

’’محترم چوہدری صاحب کے ساتھ اس عاجز کے بہت دیرینہ تعلقات تھے۔آپ ہمیشہ نہایت محبت کے ساتھ ملتے اور اس ملنے کا اثر دیر تک رہتا۔حضرت مصلح موعود نے کئی کام ہم دونوں کے سپرد فرمائے۔غالباً ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے کہ ہم دونوں کو قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کے ساتھ ایک اہم معاملہ میں گفتگو کرنے کے لئے شملہ بھیجا۔کئی ایک کمشنوں اور دسیوں سب کمیٹیوں میں اکٹھا کام کرنے کا موقعہ ملا۔قادیان میں ایک بہت اہم معاملہ کی تحقیق کے لئے حضرت مصلح موعود نے ہم دونوں کو مقرر فرمایا۔علاقائی امارت کے فرائض کی سرانجام دہی میں بھی اس عاجز کا محترم چوہدری صاحب کے ساتھ ایک لمبا عرصہ واسطہ پڑتا رہا غرضیکہ جوانی کے ایام سے ہی اس عاجز کو محترم چوہدری صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔

محترم چوہدری صاحب ایک نہایت خدا ترس،صالح اور بے نفس بزرگ تھے۔نمازوں میں آپ کو خاص شغف تھا۔تہجّد کے پورے پابند تھے۔سفر میں بھی ناغہ نہ کرتے۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ ذکرِ الٰہی میں آپ کو خاص لذّت حاصل ہے۔

آپ خدا کے فضل سے ایک باحیثیت خاندان سے تھے اور آپ کے والد حضرت نواب محمد دین صاحب ایک معزز عہدیدار تھے اِس لئے آپ کو شروع سے بہت سی آسائشیں حاصل تھیں لیکن آپ کی طبیعت درویشانہ تھی اور آپ کی کسی بات یا کسی کام میں کبھی خودنمائی یا فخر کا اظہار نہ ہوتا تھا۔بلکہ سرتاپا عجز وانکسار تھے۔آپ میں یہ خصوصیت اس درجہ تھی کہ بہت کم انسانوں میں پائی جاتی ہے۔اور یہی درحقیقت خداشناسی کی بڑی علامت ہے۔اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کی شناخت ہی انسان میں خودنمائی اور کبر کو کچلتی ہے۔اور اس میں حقیقی عجز اور تذلل پیدا کرتی ہے تبھی انسانوں کو اپنا سب کچھ اس مقابلہ میں حقیر اور ذلیل نظر آتا ہے۔اور وہ ہر دم اپنی خطاؤں اور کوتاہیوں پر نادم ہوتا ہے۔اور استغفار کو اپنا پیشہ بناتا ہے نمود وکبر ومباہات اس کے گوشے گوشے سے نکل جاتا ہے اور عظمتِ الٰہی کے سامنے ہروقت دبا رہتا ہے۔محترم چوہدری صاحب کی کچھ ایسی ہی کیفیت نظر آتی تھی۔

آپ سلسلہ کے سچّے خادموں میں سے تھے۔نظام کی پوری پابندی کرتے تھے مختلف پہلوؤں سے خدمات بجالاتے تھے۔چالیس سال کے قریب ضلع ساہیوال (منٹگمری) کی جماعتوں کے امیر رہے اور ان کی ہر طور سے خدمت اور نگرانی کرتے رہے۔مرکز میں بھی آپ کے سپرد کام ہوتے اور آپ انہیں ہمیشہ محنت اور خوش دلی سے سرانجام دیتے۔اس عاجز کے ساتھ ہمیشہ تعاون فرماتے۔

علاقائی نظام کے تحت جو کام بھی لکھتا نہایت مستعدی سے کرتے۔حضرت مصلح موعود کے ساتھ آپ کو خاص محبت تھی۔تیس پنتیس سال کی بات ہے ایک مرتبہ اخبارات میں حضور کی وفات کی جھوٹی خبر شائع کردی گئی۔مجھے تو اسکے جھوٹا ہونے کا اسی وقت علم ہو گیا لیکن بعض دُور کے دوستوں کے لئے وہ بے حد گھبراہٹ اور مصیبت کا موجب بنی۔محترم چوہدری صاحب نے وہ خبر پڑھی تو ایسے غمزدہ ہوئے کہ منٹگمری میں کسی سے بات کئے بغیر گاڑی پر سوار ہو کر اگلے دن صبح قادیان پہنچ گئے۔راستے میں کئی ایک احمدی ملے۔ان سے بھی کوئی بات نہ کی۔قادیان گاڑی سے اُتر کر سیدھے میرے پاس تشریف لائے۔میں ان دنوں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کے انتظام کے تحت محترم سید محمد اشرف صاحب کے چوبارے میں ٹھہرتا تھا۔اس مکان کے نچلے حصے میں مہمان خانہ کا سامان ہوتا تھا۔محترم چوہدری صاحب مجھے ملے اور معانقہ کیا تو رو پڑے میں نے خیال کیا کہ محبت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔تھوڑی دیر بعد میں نے کہا کہ اب حضرت خلیفۃ المسیح کی ملاقات کے لئے جانا ہے۔اس پر آپ سخت حیرت زدہ ہوئے اور پوچھنے لگے کیا حضور زندہ ہیں۔آپ کی حالت اس وقت دیکھنے والی تھی۔تب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹے طور پر اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔پھر آپ نے اپنے غم واندوہ کی کیفیت بتائی جو آپ پر اس عرصہ میں گزری۔

آپ اگرچہ وکالت کا کام کرتے تھے لیکن آپ کی زیادہ توجہ دینی کاموں کی طرف رہتی تھی۔حکام میں آپ کا اثر ورسوخ تھا۔اسے آپ خدمتِ دین کے لئے ہی استعمال کرتے۔آپ کا نمونہ لوگوں پر بہت اثر انداز تھا۔عام لوگوں سے بھی بہت حسنِ سلوک فرماتے۔غرباء کی ہمیشہ مدد کرتے۔کسی کے ساتھ سختی سے پیش نہ آتے۔میں نے آپ کو کبھی غصّہ میں نہ دیکھا۔طبیعت بہت حلیم اور بُردبار تھی۔غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں بہت خوبیاں رکھی تھیں۔‘‘ 69

محترم جناب ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ ساہیوال حضرت چوہدری محمد شریف صاحب کی گرانقدر خدمات دینیہ کا جامع تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

’’خاکسار اپریل ۱۹۴۸ء میں ساہیوال آیا۔اس وقت حضرت چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع ساہیوال تھے (جو کہ اسوقت منٹگمری کہلاتا تھا اور ضلع اوکاڑہ اور ضلع پاکپتن بھی اس میں شامل تھے)۔محترم چوہدری صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ کے بھی ممبر تھے اور علاقہ کے بڑے زمینداروں میں شمار ہوتے تھے۔چک 66/GD ان کے خاندان کی ملکیت تھا۔

محترم چوہدری محمد شریف صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور انتہائی نیک ،پارسا اور دعا گو بزرگ تھے۔ ہر کسی کے ساتھ بہت محبت کا سلوک کرتے تھے۔اگر چہ وکالت کے پیشہ سے وابستہ تھے مگر وکالت کو ذریعہ معاش کبھی نہیں بنایا۔ بہت زیرک اور لائق انسان تھے ان کے ساتھی وکلاء عام طور پر ہائی کورٹس کے لئے اپیلوں وغیرہ کے ڈرافٹ جناب چوہدری صاحب سے تحریر کروایا کرتے تھے۔خاکسار کے ساتھ محبت اور عزت کے ساتھ پیش آتے تھے۔اور ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد فرمالیا کرتے تھے۔خاکسار کے ساتھ بہت حسنِ ظن رکھتے تھے اور بہت اعتماد کرتے تھے۔

شروع شروع میں عام طور پر نماز عید وغیرہ ان کی وسیع کوٹھی پر ہی ادا کی جاتی تھی۔مکرم چوہدری محمد شریف صاحب مرحوم کو اپنی امارت کے دنوں میں ایک عرصہ تک خواہش رہی کہ خاکسار ان کے ساتھ نائب امیر ضلع وشہر بننا منظور کر لے۔مگر خاکسار اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کی وجہ سے ہمیشہ ہی عذر کرتا رہا۔

کچھ عرصہ بعد مکرم ومحترم محمد نقی صاحب بارایٹ لا (محترم چوہدری محمد شریف صاحب کے چھوٹے بھائی) کے ایکسیڈنٹ کی وجہ سے تقریباً ۲ سال تک تھوڑے تھوڑے وقفہ کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح سے چھٹیاں لیتے رہے۔بعد میں اپنی بیماری کیوجہ سے چھٹی لینی پڑی۔اس دوران خاکسار کا نام بطور قائم مقام امیر کے تحریر کر دیا کرتے تھے۔ان کے تینوں بیٹے مکرم محمد خالد صاحب، مکرم محمد نعیم صاحب،مکرم میجر محمد بشیر صاحب اور چاروں بیٹیاں بہت نیک فرمانبردار اور پارسا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ترقیات دیوے اور لمبی عمروں سے نوازے (آمین)

محترم چوہدری صاحب کی بیگم صاحبہ بہت نیک بزرگ اور پارسا تھیں۔ایک لمبا عرصہ تک وہ لجنہ اماء اللہ ساہیوال ضلع کی صدر رہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے فضل سے محترم چوہدری صاحب اور انکی بیگم صاحبہ کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے (آمین) [70]

اولاد

۱۔ چوہدری محمد خالد باجوہ صاحب ڈائریکٹر شاہنواز لمٹیڈ کراچی
۲۔ چوہدری محمد نعیم باجوہ صاحب ڈائریکٹر شاہنواز لمٹیڈ کراچی
۳۔ میجر محمد بشیر باجوہ صاحب زمیندار ساہیوال
۴۔ محترمہ امۃ الحکیم صاحبہ بیگم چوہدری حفیظ احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور

۵۔ محترمہ قانتہ بشریٰ صاحبہ بیگم محترم محمد صالح صاحب مرحوم سابق انجینئر پی۔آئی۔ڈی۔سی۔بنگلہ دیش

۶۔ محترمہ خالدہ بشریٰ صاحبہ بیگم ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر محکمہ صحت گوجرانوالہ

۷۔ محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ بیگم چوہدری فضل الٰہی صاحب ڈائریکٹر محکمہ ٹیلیفون لاہور[71]

حضرت میاں محمد یوسف خان صاحب

ولادت: ۶/اپریل ۱۸۸۸ء[72] بیعت: جولائی ۱۹۰۱ء[73] وفات: ۱۰دسمبر ۱۹۶۶ء۔[74]

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت میاں ہدایت اللہ صاحب (وفات ۲۳ فروری ۱۹۳۵ء) سینئر ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول گجرات کے صاحبزادے تھے۔ گجرات میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم جہلم میں پائی۔آپ کی سرکاری ملازمت محکمہ بندوبست سے شروع ہوئی۔ بعدازاں لائلپور میں ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت کے دفتر میں خزانچی کا کام آپ کے سپُرد ہوا جہاں باوجود حُسنِ کارکردگی کے آپ کو بہت تنگ کیا گیا۔آپ نے نمازوں میں نہایت گریہ وزاری سے دعائیں کیں کہ خداوند تو عزیز اور حکیم ہے۔ مجھے بھی غلبہ اور حکمت عطا فرما۔آپ کی یہ دعائیں غیر معمولی طور پر قبول ہوئیں اور آپ کو شملہ میں ایک نہایت معقول ملازمت مل گئی۔اور آپ ایک ایسی آسامی پر لگائے گئے جہاں پہلے ایک انگریز افسر متعین تھا۔آپ حکومت پنجاب کے میڈیکل ڈیپارٹمنٹ میں سالہا سال تک سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر فائز رہے اور پھر سول سپلائیز آفیسر مقرر ہوئے اور اسی عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔

آپ اُن خوش نصیبوں میں سے تھے جنہیں جہلم میں حضور کی زیارت کرنے اور حضور کی زبانِ مبارک سے مقدس کلمات سُننے کی توفیق ملی۔آپ کو مقدماتِ گورداسپور کے دوران بھی حضور کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ ۱۹۱۵ء میں لائل پور (فیصل آباد) کی انجمن احمدیہ کے جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔وہیں آپ نے وصیّت کی۔آپ حضرت میر ناصر نواب صاحب کی انجمن احباب کے ممبر بھی تھے۔آپ کئی سال تک حضرت مصلح موعود کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے۔ازاں بعد جماعت احمدیہ لاہور کے نائب امیر کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔۱۹۵۲ء میں آپ کو حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ نہایت مخلص اور فدائی بزرگ تھے تواضع وانکسار آپ کے رگ وریشہ میں رچی ہوئی تھی۔ ہر ایک کے

ساتھ نہایت محبت واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔نہایت پارسا، مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ ہر ایک کے ساتھ بہت محبت واحترام کے ساتھ پیش آتے تھے۔

اولاد

محمد داؤد میاں صاحب، محمد یحییٰ میاں صاحب، محمد احمد میاں صاحب، محمد سلیمان میاں صاحب مرحوم، محمد سعید میاں صاحب، محمد ادریس میاں صاحب، محمد یونس میاں صاحب، محمد شعیب میاں صاحب، محمودہ بیگم صاحبہ، مسعودہ بیگم صاحبہ، امینہ بیگم صاحبہ مرحومہ، تنویر بیگم صاحبہ۔75

حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب کڑیانوالہ ضلع گجرات

ولادت: اندازاً ۱۸۷۰ء بیعت: ۱۹۰۱ء76 وفات: ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء

ڈاکٹر محمد شفیع صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ پنڈی بھٹیاں کے خُسر اور احمدیت کے شیدائی تھے۔ بیعت کے وقت آپ کی عُمر ۳۰۔۳۳ سال تھی۔ سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ حافظِ قرآن تھے۔ درود شریف کے عاشق، عوام کے غمخوار، بیواؤں اور یتیموں کے سرپرست اور کمزوروں اور محتاجوں کا سہارا تھے۔ صاحبِ کشوف تھے۔77

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معروف نظم ''اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے'' حضرت محمد اسماعیل صاحب کے بھائی حضرت شیخ محمد بخش صاحب رئیس کڑیانوالہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھ کر عطا فرمائی تھی۔ جس کے طفیل ان کی تکالیف دور ہوئیں۔

تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں شامل ہونے کا شرف بھی رکھتے تھے۔78

آپ نے اپنے پیچھے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں یادگار چھوڑیں۔

اولاد:

بیٹے: انشاء اللہ خاں صاحب، ثناء اللہ خاں صاحب، بشیر احمد صاحب، نصیر احمد صاحب، غلام مسیح رشید احمد صاحب

بیٹیاں: احمد بی بی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب، بشیر بیگم صاحبہ اہلیہ عنایت اللہ صاحب تھانیدار، رشید بیگم صاحبہ اہلیہ عبداللطیف صاحب تھانیدار، فہمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ حاجی عطاء اللہ صاحب

۱۹۶۶ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت

مولوی عبدالستار صاحب (ایم اے) کٹکی

وفات ۲۷ جنوری ۱۹۶۶ء

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوری کے ذریعہ ۱۹۲۴ء یا ۱۹۲۵ء میں داخل احمدیت ہوئے۔آپ نے کٹک میں احمدیہ ینگ مین ایسوسی ایشن (AHMADIYYA YOUNG MAN ASSOCIATION) کی بنیاد ڈالی۔نومبر ۱۹۲۷ء میں آپ کے بڑے صاحبزادے عبدالسلام کی تدفین پر مسلمانانِ کٹک نے مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا اور اس کی نعش چوبیس گھنٹے کے بعد پولیس کی نگرانی میں سُپردِ خاک کی گئی۔اس موقع پر آپ نے جس ایمانی قوت،صبر،استقلال اور رضا بالقضا کا ثبوت دیا وہ قابلِ صد تحسین ہے۔

آپ صوبہ اُڑیسہ کے کئی بار امیر منتخب ہوئے اور امارت کے فرائض حُسن وخوبی اور جوش وخروش سے سرانجام دیتے رہے۔جماعتوں کے دورے بھی کرتے۔مرکزی مبلّغین کو منگوا کے جلسے کرواتے۔ آپ نے اپنی اولاد کو حتّی المقدور قادیان میں ہی تعلیم دلوائی۔79

حاجی جعفر صاحب بن حاجی وانتارا صاحب سنگاپور

وفات جنوری ۱۹۶۶ء بعمر ۷۰ سال

سنگاپور میں سب سے پہلے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والے مُخلص اور جری بزرگ تھے۔ حضرت مولانا غلام حسین صاحب ایاز کے ساتھ سلسلہ کی خاطر آپ نے بھی بہت تکالیف اُٹھائیں۔ ایک مرتبہ بعض مخالف لوگوں کی انگیخت پر دو اڑھائی سو مسلّح افراد نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔اور اپنے ایک عالم کو ساتھ لا کر حاجی صاحب مرحوم سے اسی وقت احمدیت سے منحرف ہونے کا مطالبہ کیا۔ اور بصورت دیگر ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکی دی۔حاجی صاحب مرحوم نے اُسی وقت اونچی آواز سے تشہّد پڑھ کر اعلان کیا کہ کس بات سے توبہ کروں۔میں تو پہلے ہی خدا کے فضل سے ایک سچا مسلمان ہوں۔اور اگر میں نے کسی گناہ سے توبہ کرنی بھی ہو تو بندوں کے سامنے نہیں بلکہ میں اللہ کے سامنے اپنے سب گناہوں کی معافی مانگتا ہوا اس سے ملتجی ہوں کہ وہ مجھے معاف کر دے۔

جب اس کے باوجود مجمع مشتعل رہا اور مکان میں گھس کر جانی نقصان پہنچانے کی دھمکیاں دیتا رہا تو مرحوم مومنانہ جرأت اور ہمت سے ایک چُھرا ہاتھ میں لیکر اپنے مکان کی حدود میں اپنا دروازہ روک کر کھڑے ہو گئے اور ببانگ دُہل یہ اعلان کر دیا کہ مرنا تو ہر ایک نے ایک ہی مرتبہ ہے کیوں نہ سچائی کی خاطر جان کی بازی لگا دی جائے۔اب اگر تم میں کسی باپ کے بیٹے میں جرأت ہے کہ بُری نیت سے میرے مکان میں گھسنے کی کوشش کرے تو آگے بڑھ کر دیکھ لے کہ اس کا کیا حشر ہوگا۔

مکان کی دوسری سمت سے حاجی صاحب مرحوم کی بہادر لڑکی باہر نکل آئی اور ہاتھوں میں ایک مضبوط ملائی تلوار نہایت جرأت سے گھماتے ہوئے اس نے بھی سارے مجمع کو یہ کہتے ہوئے چیلنج کیا کہ میرے والد جب سے احمدی ہوئے ہیں۔میں نے ان میں کوئی خلافِ شرع یا غیر اسلامی بات نہیں دیکھی۔بلکہ ایمان اور عملی ہر لحاظ سے وہ پہلے سے زیادہ پکّے مُسلمان اور اسلام کے شیدائی معلوم ہوتے ہیں۔اس لئے تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ احمدیت نے انہیں اسلام سے مُرتد کر دیا ہے۔پس اگر آپ لوگوں میں سے کسی نے میرے باپ پر حملہ کرنے کی جرأت کی یا ناجائز طور پر ہمارے گھر میں گھسنے کی کوشش کی تو وہ جان لے کہ اس کی خیر نہیں۔اگرچہ میں عورت ہوں تاہم تم یاد رکھو کہ تمہارے حملے کی صورت میں اس تلوار سے تین چار کو مار گرانے سے پہلے نہیں مروں گی۔اب جس کا جی چاہے آگے بڑھ کر اپنی قسمت آزمالے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس مشتعل مجمع پر ایسا رعب طاری کیا کہ باوجود اس کے کہ لوکل ملائی پولیس کے بعض افراد وہاں کھڑے قیام امن کے بہانے مخالفینِ احمدیت کی کھلی تائید کر رہے تھے۔پھر بھی مجمع میں سے کسی فرد کو بھی مکرم حاجی صاحب کے گھر میں گھسنے یا حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔آخر جب کافی وقت گئے تک وہ لوگ منتشر نہ ہوئے تو حاجی صاحب مرحوم نے اُن کو مخاطب کر کے کہا کہ میں خدا کے فضل سے احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے بھی مسلمان تھا اور قبولِ احمدیت کے بعد تو زیادہ پکّے طور پر مسلمان ہو گیا ہوں۔کیونکہ احمدیت اسلام ہی کا دوسرا نام ہے۔اس پر مخالفین شرمندہ ہو کر آہستہ آہستہ منتشر ہو گئے۔حاجی صاحب مرحوم کو تبلیغ کا بہت شوق تھا اور آپ نہایت صاف گو، نڈر، ملنسار، مخلص اور باعمل احمدی تھے۔[80]

الحاج محمد عبداللہ صاحب سابق ناظر بیت المال

وفات ۲۹،۳۰ جنوری ۱۹۶۶ء

۱۹۱۴ء میں حضرت مصلح موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔۱۹۴۹ء میں سرکاری ملازمت

سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد خدمتِ سلسلہ کے لئے زندگی وقف کی اور نظارت بیت المال میں ۱۹۵۶ء تک نائب ناظر اور ناظر کی حیثیت سے اہم خدمات انجام دیں۔[81]

چوہدری محمد اعظم صاحب واقفِ زندگی

وفات: یکم فروری ۱۹۶۶ء

ابتداءً تعلیم الاسلام سکول گھٹیالیاں اور بعد ازاں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور تا وفات اس مرکزی ادارے سے منسلک رہے۔ سائنس اور ریاضی کے بہترین اساتذہ میں سے تھے۔ تیس پینتیس سال کی عمر میں ہی تجربہ کار، مدبّر اور کہنہ مشق اساتذہ کے زُمرے میں شامل ہوگئے۔ کچھ عرصہ کے لئے احمدیہ ہوسٹل لاہور کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں ایثار اور اخلاص کا نہایت اعلیٰ اور قابلِ رشک نمونہ دکھایا اور مہتمم تحریک جدید اور وقف جدید اور مہتمم اشاعت کے عہدے پر فائز رہے۔ بہت ہی مخلص، محنتی اور بے نفس انسان تھے۔ خدمتِ دین اور مالی قربانی کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ وقفِ جدید کے آغاز پر آپ نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حسبِ ذیل خط لکھا:

''تحریکِ وقفِ جدید میں حضور نے ایک لاکھ چندہ دینے والوں کا مطالبہ کیا ہے۔ آج خطبہ جمعہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے میرے دل میں یہ تحریک کی کہ میں ہر چندہ دینے والے احمدی کی طرف سے ضرور کچھ نہ کچھ ادا کروں۔ شاید اسی طرح اللہ تعالیٰ خاکسار کو اپنی چادرِ رحمت میں ڈھانپ لے۔ سو میں ایک پائی ہر احمدی کی طرف سے ادا کرتا ہوں۔ یعنی کل ایک لاکھ پائی۔ مبلغ ۴/ ۱۳/ ۵۲۰ مبلغ پانچ سو بیس روپے تیرہ آنے چار پائی کا چیک امانت تحریکِ جدید ارسال ہے۔ حضور قبول فرماویں۔ اس سے قبل اپنا اور اپنی اہلیہ کی طرف سے بھی چندہ ادا کر چُکا ہوں۔''

آپ کا یہ خط مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۵۹ء کے الفضل میں انچارج صاحب دفتر وقفِ جدید کی طرف سے بعنوان ''سیدنا حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ایک مثالی خط'' شائع ہوا۔[82]

ڈاکٹر محمد عبداللہ خان صاحب امیر جماعت کوئٹہ

وفات: ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء

آپ نہایت شریف، نیک دل، پیکرِ اخلاص، عالم باعمل احمدی تھے۔ مسائل احمدیت سے خوب

واقف تھے۔تبلیغ کا جوش رکھتے تھے۔ بڑے باہمت انسان تھے۔ باوجود بڑھاپے کے مسجد میں آ کر نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے۔ وہ احمدیوں اور غیراز جماعت دوستوں کے لئے ایک نیک نمونہ تھے۔۱۹۱۳ء میں کوئٹہ کی نواحی بستی میں بطور ڈاکٹر متعین ہوئے۔۱۹۱۴ء میں فوج میں ڈاکٹر کی حیثیت سے فرانس تشریف لے گئے۔ پھر ۱۹۱۹ء میں کوئٹہ کے سول ہسپتال میں بطور ڈاکٹر متعین ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں پنشن لے کر ہجرت کر کے قادیان تشریف لے گئے۔۱۹۴۷ء کے مُفسدہ میں مع بچوں کے کوئٹہ تشریف لے آئے۔اوراسی جگہ وفات پائی۔آپ کی عمر بوقت وفات اندازاً اکیاسی برس کی تھی۔

آپ وہ خوش قسمت انسان تھے،جنہیں ابتدائے خلافت ثانیہ میں (جب نظام امارت قائم ہوا) جماعت احمدیہ کوئٹہ کی بحیثیت امیر خدمت سرانجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور ریٹائرمنٹ تک آپ متواتر امیر رہے۔اس کے بعد آپ کے فرزندِ رشید میاں بشیر احمد صاحب بھی امیر جماعت رہے۔“[83]

سیّد فضل الرحمٰن صاحب فیضی آف منصوری

وفات: ۱۵فروری۱۹۶۶ء

خلافت ثانیہ کے مُبارک دور میں داخلِ احمدیت ہوئے اوراخلاص میں بہت ترقی کی۔نہایت مخلص،علم دوست اوراحمدیت کے فدائی تھے۔بچپن کی عُمر میں اپنے والد سید عبدالوحید صاحب کے ہمراہ تین سال تک مکّہ معظّمہ رہے۔آپ کے والد کو آپ کی بیعت کے بعد بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ قیام پاکستان سے قبل کئی سال تک جماعت احمدیہ منصوری کے جنرل سیکرٹری رہے۔ دینی غیرت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ابتلاؤں میں ثابت قدم رہ کر اپنے عاشقِ احمدیت ہونے کا عملی ثبوت بہم پہنچایا۔[84]

قاضی محمد رشید صاحب وکیل المال

وفات: ۲۵فروری۱۹۶۶ء

نہایت مخلص،احمدیت کے فدائی اور قرآن مجید سے خاص شغف رکھنے والے دُعا گو بزرگ تھے۔سرکاری ملازمت کے دوران راولپنڈی،نوشہرہ،کوئٹہ اور پُونا میں نائب امیر اور امیر جماعت کی حیثیت سے جہاں بھی رہے قرآنِ مجید کا درس دیتے رہے۔آپ نے دسمبر۱۹۵۴ء میں خدمتِ دین

کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔آپ ۱۹۵۲ء میں آرمی آرڈیننس کور میں سویلین گزیٹڈ آفیسر کے عہدے سے رٹیائرڈ ہوئے اور چار سال تک تحریک جدید میں پہلے ایڈیشنل وکیل المال اور پھر وکیل المال ثالث کے عُہدے پر فائز رہے۔آپ نے ۱/۳ حصّہ کی وصیّت کی ہوئی تھی۔تحریکِ جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں بھی شامل تھے۔

اپنی ستر سالہ زندگی میں خاموشی کے ساتھ دینی خدمات اور بنی نوع کے فائدہ کے بہت سے اعمال صالحہ بجالانے کی سعادت ملی۔پوری عمر مومنانہ شان اور دعوت الی اللہ کے ذوق وشوق اور ولولۂ خدمت میں بسر کی۔تربیت اولاد ان کا شعار تھا۔خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کے ہم زلف تھے۔85

اہلیہ:

محترمہ امۃ الحمید بیگم صاحبہ سابق صدر لجنہ دارالرحمت وسطی ربوہ بنت حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی سابق صدر جماعت احمدیہ سرگودھا۔

اولاد:

کل ۴ بیٹے اور ۵ بیٹیاں، جن میں سے چاروں بیٹے واقف زندگی ہیں اور تین بیٹیاں واقفین زندگی سے بیاہی ہوئی ہیں۔اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ مکرمہ صفیہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب (واقف زندگی) مرحوم سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ۔

۲۔ مکرم پروفیسر مبارک احمد انصاری صاحب (واقف زندگی) سابق پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ و جامعہ احمدیہ کینیڈا و سابق صدر قضاء بورڈ کینیڈا۔

۳۔ مکرمہ رضیہ عفیفہ صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم خالد ہدایت بھٹی صاحب لاہور۔

۴۔ مکرم پروفیسر رفیق احمد ثاقب صاحب (واقف زندگی) سابق پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ، پرنسپل احمدیہ کالج کانو نائیجیریا، نائب ناظر مال آمد ربوہ و سابق نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ۔

۵۔ مکرمہ حلیمہ نزہت صاحبہ اہلیہ مکرم لطف الرحمٰن شاکر صاحب مرحوم (واقف زندگی) سابق کارکن فضل عمر ہسپتال ربوہ۔

۶۔ مکرمہ صالحہ قانتہ صاحبہ اہلیہ مکرم رشید احمد بھٹی صاحب فلاڈلفیا امریکہ۔

۷۔ مکرمہ قانتہ شاہدہ صاحبہ ایم اے (واقف زندگی) سابق لیکچرار جامعہ نصرت ربوہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ یوکے۔اہلیہ مکرم عطاء المجیب راشد صاحب (واقف زندگی) امام مسجد فضل لندن۔یوکے۔

۸۔ مکرم منیر احمد منیب صاحب (واقف زندگی) سابق پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول کمپالہ یوگنڈا حال پروفیسر جامعہ احمدیہ سینئر۔ربوہ۔

۹۔ مکرم ڈاکٹر لئیق احمد انصاری صاحب (واقف زندگی) سابق انچارج احمدیہ ہسپتال گیمبیا و کینیا۔حال سینئر میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال۔ربوہ۔

سردار بیگم صاحبہ آف کراچی

وفات: ۱۳ مارچ ۱۹۶۶ء

آپ محترم شیخ رفیع الدین احمد صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس پی و مرکزی سیکرٹری وصایا کراچی کی اہلیہ اور حضرت شیخ عبدالغنی صاحب کی بیٹی تھیں۔آپ پیدائشی احمدی تھیں۔آپ کی امانتاً تدفین کراچی میں ہوئی۔پھر ۴ نومبر ۱۹۶۶ء بروز جمعۃ المبارک ان کے خاوندان کا تابوت ربوہ لے کر آئے۔جہاں بعد نماز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔بعد ازاں بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔[86]

چوہدری فضل الرحمان صاحب مینجر نورنگر فارم

وفات: یکم مئی ۱۹۶۶ء بعمر ۵۳ سال

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے فدائی اور بہت محنتی کارکن تھے۔آپ نے سندھ کی اراضی پر تیس (۳۰) سال تک سلسلہ کی خدمت سرانجام دی۔[87]

فلائٹ لیفٹیننٹ محمد سلیمان مبشر صاحب

چوہدری محمد ابراہیم آف محلّہ دارالفضل قادیان و سابق صدر حلقہ راجگڑھ لاہور کے نہایت لائق فرزند تھے۔آپ ۲ جون ۱۹۶۶ء کو ایک فضائی حادثہ میں شہید ہو گئے۔مرحوم پابند نماز، تہجّد گذار اور جماعت کے ساتھ انتہائی درجہ محبت و اخلاص رکھنے والے نوجوان تھے۔مرحوم پاکستان فضائیہ کے

مشاق ہواباز تھے۔آپ نے جنگِ ستمبر ۱۹۶۵ء کے موقع پر پاکستان کا کامیابی سے دفاع کیا اور جرأت و بہادری کے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔[88]

ڈاکٹر قاضی محمد لطیف صاحب جے پوری

وفات: ۷جون۱۹۶۶ء

مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت ڈاکٹر قاضی محبوب عالم صاحب کے فرزند تھے جو اپنے چھوٹے بھائی کی معیّت میں تقسیمِ ملک کے بعد بھی جے پور میں ہی آباد رہے۔اپنے والد ماجد کی مقدّس روایت کے مطابق آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان خصوصاً حضرت مصلح موعود سے ذاتی تعلق قائم رکھا۔وہ جے پور سے نیا لبادہ بنوا کر سالانہ جلسہ کی تقریب پر حضرت مصلح موعود کی خدمت میں پیش کرتے اور پرانا لبادہ حضور سے تبرّک کے طور پر لے جاتے۔بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔سلسلہ سے عجیب قسم کا خاموش اخلاص اور سلسلہ کی شخصیتوں سے گہرا لگاؤ اور محبت رکھنے والے اور سلسلہ کے مہمانوں کی خاطر مدارات کرنے والے تھے۔پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے کے الفاظ میں آپ ''اندھیرے میں ایک شمع'' تھے۔اپنی مصروفیات کے باوجود سلسلہ کی کتابوں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور دینی علوم میں خوب درک حاصل کیا۔تقریر اور خطابت بھی سیکھ لی۔اپنے علم کی وجہ سے نہایت درجہ ہر دل عزیز تھے۔تبلیغ کا بہت شوق تھا۔فرمایا کرتے تھے کہ ہماری پانچویں پُشت اب احمدیت میں چل رہی ہے۔[89]

خان بہادر چوہدری نعمت خاں صاحب

وفات: ۱۴، ۱۵جولائی ۱۹۶۶ء

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ تحریر فرماتے ہیں:۔

''چوہدری صاحب مرحوم موضع بیگم پور ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔اے۔بی کورس حساب کا مضمون لے کر آپ نے بی۔اے پاس کیا۔اس کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۰۴ء میں آپ سب جج مقرر ہوئے اور ترقی کرتے کرتے دہلی سے بطور ڈسٹرکٹ جج ۱۹۳۶ء میں پنشن پا کر ریٹائر ہوئے۔گویا آپ نے ۳۲ سال ملازمت کی اور اس کے بعد ۳۰ سال تک پنشن پائی۔

ملازمت کے دوران میں ہی قرآن مجید حفظ کیا۔اور ہمیشہ قرآن شریف کا دور جاری رکھا اور آخری بیماری تک قرآن شریف کا دور کرنا آپ کا معمول تھا۔قرآنی حقائق و معارف سے آپ کو خاص دلبستگی اور

شغف تھا اور اسلامی فلسفہ قرآن شریف سے نکالتے تھے جو بہت ہی لطیف نکات پر مبنی ہوتا تھا۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے آپ ۳۲ سال تک جج رہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع میں تعینات رہے۔بطور جج دو باتیں آپ کے اندر نہایت معروف اور ممتاز تھیں۔آپ کی دیانت اور امانت اور بے لاگ انصاف کا شہرہ دور ونزدیک تھا۔اس کے علاوہ معاملہ فہمی اور قانون دانی میں آپ کو بینظیر مہارت تھی اور جوڈیشنل افسر اور بڑے بڑے قابل وکلاء آپ کی قانونی قابلیت کا لوہا مانتے تھے۔کسی کی شخصیت سے انصاف کے معاملہ میں آپ متاثر نہ ہوتے تھے اور آپ کا قاعدہ تھا کہ ہر مقدمہ کا فیصلہ دوٹوک اور کانٹے کی تول کرتے۔جتنا عرصہ آپ ملازم رہے خدا ترسی سے آپ نے اپنے فرائضِ منصبی ادا کئے۔اور پنجاب بھر میں بہت کم ایسے جوڈیشنل حکّام ہوں گے جو چوہدری صاحب مرحوم کے مرتبے تک پہنچ سکیں۔جو شخص ججی کی حالت میں قرآن شریف حفظ کرے اور قرآن شریف کا ورد اس کا معمول ہو ضروری ہے کہ اس کے فیصلے خدا ترسی اور بے لاگ انصاف پر مبنی ہوں۔گویا آپ کی ملازمت بھی خلق اللہ کی خدمت اور ایک قسم کی عبادت تھی۔

آپ کے احمدی ہونے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔آپ کو غیر مبائعین کا لٹریچر دستیاب ہوا۔اس کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے تحقیقِ حق کرنی چاہی اور مبائعین کا لٹریچر بھی بغور مطالعہ کیا۔بطور جج کے آپ کو حق و باطل کو پرکھنے میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔دونوں طرف کے دلائل کا موازنہ کرنے کے بعد آپ نے بڑے انشراحِ صدر سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کی۔چونکہ آپ بڑے معاملہ فہم اور تجربہ کار شخص تھے اس لئے جماعتی کاموں میں آپ کو مشورہ دینے کا موقع ملتا رہا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی مقرر کردہ کمیٹیوں میں بہت دفعہ آپ کو شامل کیا گیا۔اسی طرح جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اکثر مرتبہ آپ کو ایک نہ ایک اجلاس کی صدارت کرنے کا موقع ملا نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کو بجٹ کمیٹی کا صدر بھی مقرر فرمایا کرتے تھے۔اپنے تقویٰ اور اخلاص کی وجہ سے آپ جماعت کے کاموں میں آگے بڑھتے چلے گئے اگرچہ آپ بعد میں آئے تھے۔‘‘[90]

الحاج خان بہادر ملک صاحب خان نون صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر

وفات:۱۷ جولائی ۱۹۶۶ء[91]

آپ فتح آباد نون متصل بھلوال ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔سلسلہ احمدیہ کے ایک نہایت مخلص اور مخیّر بزرگ جن کی مالی خدمات اور فیاضیوں کا دامن ۱۹۱۱ء سے تادم زیست پوری شان اور

جذبہ ایمان سے جاری رہا۔آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے عہد مبارک کے چوتھے سال قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل کے دست مبارک پر بیعت کر کے داخل احمدیت ہوئے تھے چنانچہ آپ نے ۲۷ نومبر ۱۹۵۶ء کو جبکہ آپ سول لائن سرگودھا میں قیام فرما تھے حسب ذیل تحریر سپرد قلم فرمائی:۔

’’جو کچھ میں تحریر کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر تحریر کرتا ہوں۔مولوی صاحبان کے خیال کے مطابق کہ جب عیسیٰ اور مہدی آئے گا تو ساری دنیا کو فتح کر کے اسلام پھیلا دیگا میری خواہش تھی کہ وہ زمانہ اور فتوحات دیکھ لوں۔میں بچپن سے تہجد پڑھا کرتا تھا۔متواتر نماز تہجد میں دعائیں کیا کرتا کہ وہ زمانہ آوے۔آخر اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمالی۔اور ۱۹۱۱ء میں جب میں سیالکوٹ تھا۔ایک دن تہجد کے بعد جو سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا دربار ہے اور معلوم ہوا کہ ’’حبیب اللہ‘‘ آرہا ہے ایک گورا فوج (رسالہ) بھاری تعداد میں موجود ہے۔میں دل میں کہتا ہوں کہ پہلے بھی ’’حبیب اللہ‘‘ آیا اور میں نے نہ دیکھا۔اب ضرور دیکھوں گا۔چنانچہ میں ایک طرف کو گیا ہوں وہاں لوگوں کا کافی ہجوم ہے۔ایک ریلوے اسٹیشن ہے لوہے کا جنگلا لگا ہوا ہے تا کہ لوگ پیچھے رہیں۔مگر میں آگے کسی طرح پلیٹ فارم پر چلا گیا ہوں۔سامنے ایک عظیم الشان انجن ہے جس پر دربار ہے۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے رُوبہ شرق بیٹھے ہیں اور ایک شخص کوئی تین قدم فاصلے پر شاندار لباس میں کھڑا کانوں میں انگلیاں ڈال کر اللہ اکبر، اللہ اکبر زور زور سے کہہ رہا ہے۔پاؤں میں پتلون ہے کوٹ زیادہ لمبا نہیں سر پر دستار مبارک ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب چار بزرگ بیٹھے ہیں۔اُنکے پیچھے بہت بڑی تعداد بزرگان کی ہے، گورا رسالہ کا لباس سفید اور ہاتھ میں ننگی تلواریں تھیں۔اس سر بفلک انجن کے جانبِ غرب ایک انجن گول چکر لگا رہا ہے اور اس سے ایک نہایت سُریلی آواز نکل رہی ہے۔میں دل میں کہتا ہوں کہ پہلے بھی ’’حبیب اللہ‘‘ آیا اور میں نے نہ دیکھا۔اب جی بھر کر دیکھ لوں۔دیکھتا ہوں۔سُریلی آواز نے مجھے بے ہوش کر دیا۔لڑکھڑایا اور سنبھلا۔جب میں جاگا تو وہی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔میں نے سمجھا کہ جو بزرگ تکیہ لگائے بیٹھے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بائیں چار بزرگ خلفاء راشدین۔مگر اذان کہنے والے بزرگ کے متعلق دریافت کرنے کے لیے میں علی الصبح ہی شہر جا کر حضرت سید حامد شاہ صاحب مرحوم ومغفور سے ملا۔وہاں جا کر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو دیکھا تو پہچان لیا کہ وہ یہی بزرگ تھے۔میں نے اُسی وقت بیعت کا خط لکھدیا اور احمدیت قبول کر لی۔پہلے میں احمدیت کا سخت مخالف تھا اور

اُمید نہ تھی کہ کوئی تبلیغ مجھ پر اثر کرتی اور مجھے راہ راست پر لاتی مگر اللہ تعالیٰ جو رحیم کریم ہے جس پر چاہے اپنا فضل کرے اُس نے ہی میری رہبری فرمائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک‘‘ [92]

محترم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب شاکر ربوہ (ابن حضرت چوہدری نعمت اللہ صاحب گوہر بی۔اے صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام) کو ستمبر ۱۹۳۴ء سے بحیثیت سٹینو ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

آپ نے اپنے چشم دید تاثرات ’’خان بہادر ملک صاحب خاں نون‘‘ کے زیر عنوان تحریر فرمائے تھے جو رسالہ مصباح اکتوبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۰ تا ۲۶ میں اشاعت پذیر ہوئے۔ اس اہم مضمون کے ضروری حصے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ مکرم عبدالرحمٰن شاکر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ پنجاب کے چار اضلاع پاکستان کے بازوئے تیغ زن کہلاتے ہیں یعنی سرگودھا، جہلم، راولپنڈی اور کیمبل پور۔

ضلع سرگودھا اس سے قبل ضلع شاہ پور کہلاتا تھا۔ مگر ۱۹۰۱ء میں جب نیا بندوبست ہوا تو اس وقت کے افسر آبادکاری مسٹر ولیم میلکم ہیلی (جو بعد میں پنجاب اور یوپی کے گورنر ہوئے) نے اس کا نام سرگودھا رکھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جس جگہ آج کل یہ شہر سرگودھا آباد ہے وہاں پر ایک بڑا سا جوہڑ ہوا کرتا تھا جس کے اردگرد گودھا نامی ایک شخص اپنی بھینسیں چرایا کرتا تھا اور جوہڑ کو ہندی میں ’’سر‘‘ کہتے ہیں۔ جیسے امرت سر۔ اسی کے وزن پر سرگودھا یعنی گودھے کا تالاب کے نام سے یہ جگہ سرگودھا مشہور ہوگئی۔

اس ضلع میں نون، ٹوانے، قریشی (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے لکھا ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابوجہل کی اولاد ضلع شاہ پور میں آباد ہے۔ یہ لوگ صابووالی تحصیل شاہ پور کے مشہور قریشی خاندان کے افراد ہیں)، گوندل، ننگیانے، رانجھے (حضرت مسیح موعود کے جلیل القدر صحابی حضرت مولوی شیر علی صاحب بھی ’’رانجھا‘‘ تھے) ککارے، کلیار اور اعوان وغیرہ قومیں آباد ہیں۔ اور معزز شمار کی جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض قومیں اپنی شجاعت، دلیری اور فوجی سپرٹ کے لحاظ سے تمام برصغیر میں مشہور ہیں۔ نواب سر محمد حیات خان نون اور ان کے بیٹے ملک سر فیروز خاں نون (سابق وزیراعظم پاکستان) معروف ہستیاں تھیں اور ٹوانوں میں سے جنرل نواب سر عمر حیات ٹوانہ اور ان کے فرزند ملک خضر حیات خاں ٹوانہ بہت مشہور تھے۔

نواب سر محمد حیات خاں نون کے ایک بھائی ملک حاکم خاں نون کے فرزند ارجمند خاں بہادر

ملک صاحب خاں نون ڈپٹی کمشنر تھے۔

ملک صاحب خاں نون نے اس وقت کے رواج کے مطابق میٹرک چیفس کالج (جسے آج کل ایچی سن کالج کہتے ہیں) سے پاس کیا اور اپنی خاندانی وجاہت کے پیش نظر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھرتی ہوئے۔ سب سے پہلی تقرری گورداسپور میں ہوئی۔ ٹریننگ کے سلسلہ میں ایک دن قادیان کا دورہ تھا۔ حضرت (خلیفۃ المسیح الاول) مولانا نوردین صاحب سریر آرائے خلافت تھے۔ حضرت کے اور نون خاندان کے بوجہ ہم وطنی قدیم اور گہرے مراسم تھے۔ سعادت ازلی ملک صاحب کو کشاں کشاں حضرت کے مطب میں لے گئی۔ سلام عرض کیا اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت جب اور مریضوں سے فارغ ہوئے تو ملک صاحب نے اپنا تعارف کرایا۔ حضور بہت خوش ہوئے۔ حضرت مولانا نے بہت دعائیں دیں جو ملک صاحب کی کامیابیوں کی ضامن ہوئیں۔

میرے دریافت کرنے پر ملک صاحب نے مجھے بتایا کہ ہماری باتیں پنجابی میں ہوئی تھیں اور وہ بھی ضلع سرگودھا کی بولی میں۔

عبدالرحمٰن شاکر صاحب مزید تحریر کرتے ہیں کہ ستمبر ۱۹۳۴ء میں راقم الحروف رسالہ ''پیشوا'' دہلی میں حافظ سیّد عزیز حسن بقائی کے پاس ملازم تھا کہ یکا یک ایک دن مجھے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کا خط ملا کہ فوراً ملازمت چھوڑ کر میرے پاس گوجرانوالہ آجاؤ۔ میں نے تمہاری ملازمت کا بندوبست ایک احمدی مجسٹریٹ کے پاس کر دیا ہے۔

حضرت میر صاحب مجھے اپنے ہمراہ لے کر ملک صاحب خاں صاحب نون کے ہاں آئے اور فرمایا کہ ''ملک صاحب یہ میرا آدمی ہے'' ملک صاحب نے میرے شارٹ ہینڈ اور ٹائپ کا امتحان لیا اور اظہار اطمینان فرمایا۔

آپ کا تبادلہ چکوال ہو چکا تھا۔ جب ہم روانہ ہونے لگے تو حضرت ڈاکٹر صاحب الوداعی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ملک صاحب سے اجازت لے کر مجھے ایک طرف لے گئے اور فرمایا کہ جس جگہ تم جا رہے ہو وہاں لوگ تم کو بہت رشوت پیش کیا کریں گے۔ تم مجھ سے وعدہ کرو کہ ایک پیسہ بھی قبول نہ کرو گے۔ میں نے اپنے الفاظ میں اقرار کیا مگر حضرت میر صاحب فرمانے لگے کہ میری تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی تسلی آخر کس طرح ہوگی؟ فرمانے لگے کہ میرے ہاتھ پر عہد کرو کہ تم کبھی بھی کسی حالت میں رشوت نہیں لو گے۔ میں نے حضرت میر صاحب کا ہاتھ اپنے

دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور نہایت صدق دل سے وہ الفاظ دہراتا رہا۔عہد کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجھے خط لکھتے رہنا۔

چکوال پہنچ کر میاں محمد شریف صاحب (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے) سے ملک صاحب نے ڈویژن کا چارج لیا اور چند فیصلے مجھے لکھوائے۔

اگلی صبح سردار مکھن سنگھ صاحب کورٹ انسپکٹر مجھے ملنے کے لیے آئے اور آتے ہی بڑی صفائی سے ۵۰/-روپے کے نوٹ میرے ہاتھ میں تھما دیئے اور کہا کہ صرف یہ بتادو کہ فلاں مقدمہ میں کتنی سزا ہوئی ہے؟ میں نے حیرانگی سے نوٹوں کو دیکھا۔حضرت میر صاحب میرے سامنے آگئے اور گھورنے لگے۔میں نے بڑی جرأت سے کہا کہ سردار صاحب! پہلے ایس۔ڈی۔او میاں محمد شریف صاحب بھی احمدی تھے۔ملک صاحب بھی احمدی ہیں اور میں بھی احمدی ہوں۔ہم لوگ نہ ایسا کام کرتے ہیں نہ کریں گے۔اپنے نوٹ واپس لیں۔وہ بڑی لجاجت سے کہنے لگے کہ تم نے طلب تو نہیں کئے میں خوشی سے دے رہا ہوں۔میں نے کہا مجھ سے کسی ایسی بات کی توقع نہ رکھیں اور وہ مایوس ہو کر چلے گئے۔

قریباً پانچ دن تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ کوئی نہ کوئی وکیل رشوت دیکر مجھ سے دریافت کرنے آجاتا کہ صرف دو گھنٹے ہی قبل از وقت بتادو کہ فلاں مقدمہ میں کیا فیصلہ ہوا ہے مگر سب مجھ سے مایوس ہی واپس لوٹتے۔

اِس تسلسل سے مجھے کچھ حیرت ہوئی اور میں نے محترم ملک صاحب کی خدمت میں حضرت میر صاحب سے اپنی بیعت کا واقعہ اور رشوت کا حال عرض کردیا۔اس پر ملک صاحب نے اپنی کوٹھی پر پولیس کا پہرہ لگوادیا تا کہ کوئی اندر ہی نہ آسکے۔دوسرے مجھے ہدایت کردی کہ فیصلہ شدہ مقدمات کی امثلہ لے کر کچہری جانے سے ۱۰ منٹ قبل ان کے کمرے میں آجایا کروں وہاں سے ہم دونوں اکٹھے نکلا کرتے تھے اور کمرہ عدالت میں جاتے ہی وہ فیصلے سنادیتے۔

ملک صاحب موصوف بہت وجیہہ انسان تھے۔لحیم شحیم اور ضلع سرگودھا کے مردانہ حسن کا اعلیٰ نمونہ تھے۔کچہری کے وقت انگریزی لباس پہنتے اور وہاں سے واپس آکر ضلع سرگودھا کے رواج کے مطابق کھلے گلے کا کرتا اور ''لاچا'' پہن لیتے۔جمعہ اور عیدین کے موقعوں پر اچکن پگڑی شلوار پہنتے۔

ملک صاحب موصوف نہایت ستھری عادات کے مالک تھے۔صفائی کا بے حد خیال رکھتے تھے۔سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ سفر ہو یا حضر نماز عین وقت پر نہایت خشوع وخضوع سے ادا کیا کرتے۔

تسبیح، درود شریف اور دیگر مسنون ادعیہ پر بہت زور دیتے تھے سردیوں میں نماز عشاء کے بعد تیز گرم پانی کا آفتابہ نمدے سے ڈھانپ کر ایک طرف رکھ دیا جاتا تھا تا کہ نمازِ تہجد کے وقت پانی نیم گرم مل سکے۔ تہجد کی نماز بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے اور اس کے بعد نماز فجر تک مصلّے پر بیٹھے رہتے تھے۔ میں نے کبھی نماز بے وقت پڑھتے ہوئے انہیں نہیں دیکھا۔

صدقہ خیرات کثرت سے دیتے تھے۔ جب دورہ پر ہوتے تو مساجد میں تیل ڈلوایا کرتے تھے مگر جب علم ہوا کہ اردلی رقم ہضم کر جاتا ہے تو یہ ڈیوٹی میرے ذمہ لگی کہ خود جا کر تیل ڈالا کروں۔

جماعتی چندے بڑی باقاعدگی اور شوق سے ادا کیا کرتے تھے اس زمانے میں ہر ماہ کا میزان ۔/۲۲۰ روپے ہوتا تھا۔ میں منی آرڈر کی رسید دکھاتا تب اطمینان ہوتا تھا۔ ایک دن میں ڈاک خانے جا رہا تھا۔ ایک ہندو وکیل میرے ہمراہ چل رہا تھا۔ وہ پوچھنے لگا کہ یہ رقم ملک صاحب اپنے گھر بیوی کو بھجوا رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں یہ جماعتی چندوں کی رقم ہے۔ وہ نہایت خوفزدہ سا ہو کر کہنے لگا تو پھر یہ بچاتے کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کے بنک میں بھی تو BALANCE ہونا چاہئے جس پر وہ بہت خوش ہوا مگر ساتھ ہی کہنے لگا کہ ”مہاراج! کوئی ہندو کا بیٹا یہ کام نہیں کر سکتا“۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے والہانہ محبت تھی اور بڑا ادب کیا کرتے تھے۔ جب ۱۹۳۴ء میں تحریکِ جدید کا آغاز ہوا اور انیس (۱۹) مطالبات کا اخبار میں اعلان ہوا تو پہلے ان کا خلاصہ تیار کیا۔ پھر مجھ سے تیار کرایا اور مقابلہ کر کے جب دیکھ لیا کہ دونوں تقریباً برابر ہیں تو ایک نقل خوش خط لکھوا کر گھر بھجوائی کہ اسے ہر وقت پیش نظر رکھو اور اس پر سختی سے عمل کرو۔

حضرت خلیفہ ثانی کی ذات سے والہانہ عشق کا ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ احرار نے جب جماعت احمدیہ کے خلاف ۱۹۳۵ء میں طوفان اٹھایا انہی دنوں ملک صاحب پنجاب گورنمنٹ کے چیف سیکرٹری سی۔ سی گاربٹ کی کوٹھی پر کھانا کھا رہے تھے۔ دوران گفتگو گاربٹ صاحب کے منہ سے حضرت صاحب کی شان میں کچھ بے ادبی کے الفاظ نکل گئے۔ ملک صاحب کو بڑا طیش آیا۔ جھٹ ایک پلیٹ اٹھا کر صاحب کے سر پر دے ماری اور اسے ڈانٹ کر کہا کہ تم کو معلوم ہونا چاہئے میں ان کا ادنیٰ سا خادم ہوں۔

انگریزوں میں صفت بہت خوب تھی کہ ایسے موقعوں پر جھٹ سنبھل جایا کرتے اور معافی مانگنے لگ جاتے تھے۔ گاربٹ نے بھی جھٹ ملک صاحب سے معذرت کی اور افسوس ظاہر کیا کہ بالکل

نادانستہ طور پر اس کے منہ سے ایسے الفاظ نکل گئے اور کہا کہ آپ مجھے معاف کر دیں۔ جب ملک صاحب رخصت ہونے لگے۔تو باوجود یکہ وہ خود چیف سیکرٹری تھے۔اور ملک صاحب اس کے ماتحت ایک مجسٹریٹ تھے۔خود دروازے تک ساتھ آیا اور دوبارہ معذرت پیش کی۔

دینی غیرت کا ایک اور واقعہ بھی تحریر کیا جس میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ملک صاحب میرے کمرے میں تشریف لائے اور ایک خط مجھے دیا کہ ''یہ فیروزے کا خط ہے اس کا جواب لکھ دو'' میں حیران کہ یہ ''فیروزہ'' کون ہوا؟ ملک صاحب کا ایک اردلی بڑا اکھڑ مزاج فیروز خاں نامی تھا۔میرا ذہن اُس طرف گیا میں نے سمجھا کہ کوئی گستاخی کا خط لکھا ہے۔

کھولنے پر معلوم ہو کہ ملک صاحب کے تایا زاد بھائی ملک سر فیروز خاں نون (سابق وزیر اعظم پاکستان) کا خط ہے۔اس کا جواب مجھے زبانی بتا دیا اور چلے گئے۔ میں فوراً جواب لکھ کر دستخط کے لیے ان کے کمرے میں گیا تو پڑھ کر کہنے لگے ''میں نے تو اس پر دستخط نہیں کرنے۔تم اپنے دستخط سے بھجوادو'' میں نے وہی خط اپنی طرف سے لکھ کر ملک فیروز خاں صاحب کو پوسٹ کر دیا۔

چند روز بعد ملک فیروز خاں صاحب نے میرا لکھا ہوا خط یہ لکھ کر واپس کر دیا ''بھائی جان ہمیں اپنے کلرک سے تو ذلیل نہ کرائیں''۔اس کا جواب بھی ملک صاحب نے مجھ سے ہی لکھوا کر بھجوایا۔ بعد میں خاکسار نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے خود جواب نہ دیا تو فرمایا کہ ''تم کو نہیں معلوم۔قادیان میں احرار کا جو جلسہ آریہ سکول کے احاطہ میں ہوا تھا اس میں ''فیروزے'' کا بہت حصّہ تھا۔اس دن سے مجھے اس سے نفرت ہوگئی ہے''۔

ملک صاحب کی تین بڑی خواہشات تھیں۔ان کے حصول کے لئے وہ بزرگانِ سلسلہ سے دعائیں کراتے رہتے تھے۔آپ مولانا راجیکی صاحب، شیخ غلام احمد صاحب نومسلم وغیرہ کو خاص طور پر دعائیہ خطوط لکھتے رہتے اور ان کی خدمت میں معقول نذرانے بھی بھجوایا کرتے۔

پہلی خواہش یہ تھی کہ ان کو خان بہادر کا خطاب مل جائے۔دوسری یہ کہ وہ ڈپٹی کمشنر سے ریٹائر ہوں اور تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو اولادِ نرینہ عطاء فرمائے۔خدا تعالیٰ نے تینوں خواہشات پوری کر دیں۔لڑکے کا نام احمد خاں رکھا گیا۔اس خوشی کے موقعہ پر ملک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا لیکچر کمپنی باغ سرگودھا میں کرایا جو بہت کامیاب رہا۔یہ عاجز معہ اپنی اہلیہ کے بھی شریک ہوا۔ پہلے ہم ملک صاحب کی کوٹھی پر گئے۔مبارکباد عرض کی۔مجھ سے دریافت کیا کہ

تمہاری شادی کہاں ہوئی ہے؟ میں نے کہا بس آپ سے چند قدم پیچھے رہا ہوں۔ کہنے لگے کیا مطلب؟ میں نے کہا آپ کی اہلیہ اوّل ہڈالی کی ہیں اور میری بیوی خوشاب کی۔(دونوں قصبوں کے درمیان ۹ میل کا فاصلہ ہے) اس پر بہت ہنسے۔

ملک صاحب سخاوت کے دریا تھے۔ مرکز سے کبھی کوئی مالی تحریک نہ آئی جس میں حصہ نہ لیا ہو۔ ۱۹۲۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے گرد کچی چاردیواری گرا کر آپ نے پختہ بنوائی۔ ربوہ میں کوارٹرز تحریک جدید کے سامنے ایک خوبصورت مسجد بنوائی جو مسجد محمود کہلاتی ہے۔ محلّہ دارالیمن کے وسط میں بھی ایک پختہ مسجد بنوائی۔ ملک صاحب خفیہ طور پر روپیہ دیا کرتے تھے۔ آپ سے بہت لوگ فیض یاب ہوئے۔[93]

اطاعت امام

مکرم عبدالسمیع نون صاحب آپ کی اطاعت امام کے حوالہ سے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

حضرت فضل عمر رتن باغ لاہور میں قیام فرما تھے کہ ملک صاحب کے چھوٹے بھائی میجر ملک سردار خان صاحب نون اور جناب ملک سر فیروز خان صاحب نون کے ساتھ ملک صاحب خان صاحب کا کوئی خاندانی تنازعہ پیدا ہو گیا۔ ایسی شکررنجی تک نوبت پہنچی کہ خاندان میں کوئی شادی کی تقریب جو ہوئی تو ملک صاحب ناراضگی کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے تھے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں ملک صاحب نون قبیلہ کے سردار مانے جاتے تھے۔ تقریب شادی میں ان کی عدم موجودگی کو سب نے بہت ہی محسوس کیا اور تو نون صاحبان کی کوئی پیش نہ گئی البتہ دونوں صاحبان یعنی سابق وزیراعظم ملک سر فیروز خان صاحب اور میجر ملک سردار خان صاحب نون حضرت فضل عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی افسردگی اور پریشانی سے ذکر کیا کہ بڑے ملک صاحب ناراض ہیں اور ہمیں تو ان سے بات کرنے کی بھی ہمت نہیں ایک آپ کی ذات ہے جو خاندان کی اس پراگندگی اور انتشار کو دور کر سکتی ہے۔ حضرت صاحب کے ان دونوں نون صاحبان کے ساتھ دیرینہ مراسم تھے حضور نے فرمایا کہ میں کوشش کروں گا۔

ملک صاحب خان صاحب نے مجھے خود یہ واقعہ سنایا کہ حضرت فضل عمر نے مجھے رتن باغ طلب فرمایا اور حکم دیا کہ دونوں ملک صاحبان یعنی سر محمد فیروز خان صاحب اور میجر سردار خان صاحب سے

جا کر معافی مانگیں اور پھر مجھے آ کر رپورٹ دیں۔ ملک صاحب فرماتے تھے کہ مجھے حضور کے اس حکم سے وقتی طور پر صدمہ پہنچا کہ حضور نے مجھ سے تو کوئی وضاحت طلب ہی نہیں فرمائی نہ کوئی بات سنی اور نون صاحبان سے معافی کا حکم دے دیا ہے۔لیکن فرماتے تھے کہ بلا چون و چرا اسی وقت اول سر فیروز خان کی کوٹھی گیا۔ملک صاحب نے جب مجھے اپنی کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھا تو بھاگ کر آئے اور میری موٹر کا دروازہ کھول کر میرے ساتھ لپٹ کر زاروقطار رونے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ ’’میں قربان جاؤں اس مرزا صاحب پر جس نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے‘‘ ملک سر فیروز خان صاحب نون روتے جاتے تھے اور ملک صاحب خان صاحب سے معافی مانگ رہے تھے۔ادھر ملک صاحب نے کہا کہ مجھے حضور نے معافی قبول کرنے کے لیے نہیں بلکہ معافی مانگنے بھیجا ہے۔خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ان حالات میں بھلا کدورت کہاں باقی رہ سکتی تھی۔ چند منٹ کے بعد ملک صاحب خان صاحب نے دوبارہ آنے کا وعدہ کیا اور اجازت چاہی کہ میں نے ابھی چھوٹے بھائی ملک میجر سردار خان صاحب کے پاس جا کر ان سے بھی معافی مانگنی ہے اور پھر حضور کو رپورٹ کرنی ہے۔

چنانچہ میجر سردار خان صاحب کی کوٹھی واقعہ گلبرگ تشریف لے گئے۔وہ تو چھوٹے بھائی تھے۔ یہی صورت حال وہاں پر ہوئی۔دونوں بھائی ایک دوسرے سے لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے اور میجر صاحب حضرت فضل عمر کے احسان عظیم کا ذکر کرتے تھکتے نہیں تھے۔دل صاف ہو گئے غلط فہمی دور ہو گئی۔ ملک صاحب خان صاحب اسی روز حضرت فضل عمر کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور یہ ساری رپورٹ سنائی۔اور حضور نے اپنے بظاہر یکطرفہ حکم صادر فرمانے کی مصلحت اور حکمت بیان فرمائی۔فرمایا ملک صاحب آپ کو میرا حکم عجیب تو لگا ہوگا کہ آپ کی بات سنے بغیر عمر میں چھوٹے عزیزوں سے معافی مانگنے کا حکم دے دیا۔حضور نے دو وجوہات بیان فرمائیں ۔ایک تو یہ کہ میں حکم اپنے ارادتمند کو ہی دے سکتا تھا۔جس کے لیے میرے حکم کی پابندی واجب تھی۔دوسرے یہ کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ فداہ نفسی کی بشارت کے مطابق دو روٹھے ہوئے بھائیوں میں سے جو پہل کرے اور صلح کا قدم پہلے اٹھائے وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا۔اس لیے حضور نے فرمایا کہ ملک صاحب آپ ہر طرح سے فائدے میں رہے۔ جناب ملک صاحب فرماتے تھے مجھے حضور کی گفتگو اس قدر دل کو بھائی کہ میں نے حضرت صاحب کا دلی شکریہ ادا کیا۔حضور نے واپسی پر معانقہ سے سرفراز فرمایا اور اس طرح ایک بہت بڑا خاندان حضرت فضل عمر کی دعا اور برکت سے انتشار اور افتراق سے

محفوظ ہوگیا۔[94]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے نمائندہ تعزیتی وفد

محترم ملک صاحب ۱۷ جولائی کو ۸۴ سالہ متقیانہ زندگی گذار کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وفات کی خبر موصول ہونے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی زیر ہدایت حضور کے خاص نمائندہ کی حیثیت سے محترم مولانا ابوالعطاء صاحب ربوہ سے تعزیت کے لیے فتح آباد نون تشریف لے گئے۔ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔علاوہ ازیں محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب صوبائی امیر سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور نے سرگودھا سے بعض دیگر احباب کے ہمراہ وہاں تشریف لے جا کر تعزیت کی۔ بھلوال اور بھیرہ کے بہت سے احباب بھی نماز ہ جنازہ میں شرکت کے لیے وہاں پہنچ گئے تھے۔ ۱۷ جولائی کو ساڑھے چار بجے سہ پہر محترم مولانا ابوالعطاء صاحب نے نماز ہ جنازہ پڑھائی جس میں دور ونزدیک سے آئے ہوئے احباب جماعت شریک ہوئے۔نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد محترم مولانا ابوالعطاء صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ بعد ازاں محترم ملک صاحب مرحوم کی نعش کو اسی رات ان کے آبائی قبرستان واقع فتح آباد میں سپرد خاک کر دیا گیا۔[95]

بابا جلال الدین صاحب درویشِ قادیان

وفات: ۱۹ جولائی ۱۹۶۶ء

مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری مجاہد افریقہ وامریکہ کے بہنوئی تھے۔ بہت ملنسار، صابر وشاکر، سادہ مزاج اور دعا گو بزرگ تھے۔انہوں نے درویشی کا زمانہ بہت خوش دلی اور اخلاص ووفاداری کے ساتھ گزارا۔[96]

سارجنٹ علی حسن صاحب

وفات: ۲۳ جولائی ۱۹۶۶ء

آپ ۲۳ جولائی ۱۹۶۶ء کو ایک حادثے میں جاں بحق ہوئے۔احمدیت کے شیدائی اور فدائی تھے۔سلسلہ کی تحریکات میں نہ صرف خود بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کرتے۔رسالپور اور شاہدرہ میں سیکرٹری مال کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔[97]

فلائٹ لیفٹیننٹ محمد احمد خاں آف لاہور

وفات: ۱۶/اگست ۱۹۶۶ء

آپ انشاءاللہ خاں صاحب آف لاہور کے صاحبزادے تھے۔ایک فضائی حادثے میں آپ کی شہادت ہوئی۔۱۹۶۱ء میں آپ کو فضائی فوج میں کمیشن ملا تھا۔اپنی غیر معمولی لیاقت اور حسنِ کارکردگی کی وجہ سے اپنے افسروں اور ماتحتوں میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔مورخہ ۱۹/اگست کو ان کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے نماز فجر کے بعد آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں قطعہ شہداء میں آپ کی تدفین ہوئی۔ 98 مکرم حیدر الدین ٹیپو (مالک ٹربو پلاسٹک کمپنی) ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔

مسٹر بلال نٹل صاحب (Bilal Nuttal)

وفات: ۲۲ ستمبر ۱۹۶۶ء بعمر ۲۷ سال

جماعت احمدیہ انگلستان کے قدیم اور مخلص خادمِ دین نومسلم تھے۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے ذریعے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔آپ کو حضرت مصلح موعود سے عاشقانہ محبت تھی۔ حضور بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے۔چنانچہ ۱۹۵۵ء کا واقعہ ہے کہ جماعت لندن نے حضرت مصلح موعود کے اعزاز میں ایک ہوٹل میں دعوتِ طعام دی۔اس موقعہ پر مرحوم بلال بھی مدعو تھے۔حضور کے اردگرد معزز شخصیات کا حلقہ تھا اور بلال دور بیٹھے تھے۔مگر جونہی حضور کی نظر ان پر پڑی اشارے سے اپنے قریب بلا لیا۔ان کے ہاتھ پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور انہیں برکت بخشی اور آخر تک انہیں اپنے ساتھ بٹھائے رکھا۔اس واقعہ نے مرحوم کے دل و دماغ پر نہایت گہرا اور دائمی اثر چھوڑا۔مسٹر بلال نے حضرت مصلح موعود کی وفات پر لکھا:۔

''میرے لیے آپ کی ذاتِ والا صفات کے ساتھ بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔یہ خوشگوار یادیں رہ رہ کر میرے قلب و ذہن پر ابھر رہی ہیں اور مجھے بے چین کیے دے رہی ہیں۔ مجھے آپ سے بالمشافہ گفتگو کرنے کا شرف حاصل ہے۔آپ کی نہایت ہی میٹھی گفتگو کے محبت بھرے الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔میں خوش قسمت ہوں کہ آپ نے مجھے معانقہ کا شرف بھی عطا فرمایا۔آپ کے الفاظ کا مجھ پر جادو کا سا اثر ہوتا تھا۔آپ قرآنی آیات کی جو لطیف تفسیر بیان فرماتے

تھے اسے سن کر تو میری حیرت کی کوئی حد نہ رہتی تھی۔آپ نے مجھ کو اپنی شخصیت سے بے حد متاثر کیا۔ آپ کے خطبات بہت فکر انگیز اور بصیرت افروز ہوتے تھے۔انگلستان میں مشن کے قیام اور مسجد لندن کی تکمیل کے اوائل زمانہ میں مسجد لندن کے امام آپ کے موصول ہونے والے خطبات کا انگریزی میں ترجمہ کر کے مجھے سنایا کرتے تھے۔میں بہت لطف اندوز ہوتا تھا۔وہ ایام جب میں آپ کے خطبات کے تراجم سنا کرتا تھا میری زندگی کے انتہائی پُر مسرت ایام تھے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ابتداء میں امام مسجد فضل لندن مولانا عبدالرحیم صاحب درد مرحوم اور جناب ملک غلام فرید صاحب نے مجھے عربی میں نماز پڑھنی سکھائی۔بعدازاں مولانا درد نے اصرار کیا کہ میں اذان کے الفاظ بھی یاد کروں اور اسلامی اذان سیکھوں۔چنانچہ میں نے اس پر دسترس حاصل کی اور اذان دینی شروع کر دی۔اس پر حضرت صاحب کی طرف سے گرامی نامہ موصول ہوا جو میرے متعلق اس ارشاد پر مشتمل تھا کہ آئندہ سے مجھے بلال کہہ کر پکارا جائے کیونکہ میں انگلستان کا اور مسجد فضل لندن کا پہلا انگریز مؤذن ہوں۔یہ میرے لیے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔اس وقت سے میں یہ محسوس کرنے لگا کہ میں ایک بہت بڑی تنظیم سے منسلک ہونے کے باعث ایک بڑی مشین کے کارآمد پُرزہ کی حیثیت رکھتا ہوں۔

احمدیت قبول کرنے کے بعد سے میں زندگی بھر اسلام سیکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔اس کوشش میں میں کس حد تک کامیاب یا ناکام ہوں؟ اس کا علم خدا ہی کو ہے۔تاہم مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں اپنے عظیم المرتبت امام کا انتہائی طور پر ممنون احسان ہوں۔اس لیے کہ آپ نے مجھے اور ہم سب کو قرآنی صداقتوں سے بہرہ ور کرنے والی بصیرت عطا فرمائی۔

گزشتہ نصف صدی میں آپ نے جو عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے انہیں شمار کرنا کار دارد ہے۔جو کچھ آپ نے کر دکھایا موجودہ زمانہ میں اس کا اور اس کی اہمیت کا صحیح ادراک ممکن نہیں۔مستقبل بعید میں جب آپ کے کارناموں کے نتائج پوری طرح منظرِ عام پر آئیں گے تب ہمیں کماحقہ احساس ہوگا کہ عالمِ انسانیت کی آپ نے کیسی عظیم المرتبت خدمت سرانجام دی۔“ 99

جناب بشیر احمد صاحب رفیق سابق امام مسجد فضل لندن کا بیان ہے کہ جب حضرت مصلح موعود کی وفات کی خبر موصول ہوئی تو ہم نے مسجد میں فوراً ایک تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا۔بلال بھی آئے ہوئے تھے ۔خاکسار نے ان کو بھی کچھ کہنے کی دعوت دی۔آپ آگے آئے اور حضور کا نام لے کر زار و قطار رونے

لگے۔ چند منٹ اسی حالت میں کھڑے رہے اور پھر بیٹھ گئے اور اشارہ سے مجھ سے معذرت کی کہ وہ شدّت جذبات سے تقریر نہ کرسکیں گے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ایک پرانی تصویر مجھے دی اور کہنے لگے کہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے قیامِ لندن میں ان میں تقویٰ اور پاکیزگی کا مشاہدہ کیا اور ان سے بہت کچھ سیکھا۔ اور بار بار کہنے لگے کہ مجھے ان کے خلیفہ منتخب ہونے کی بے حد خوشی ہے۔

مسٹر بلال نٹل مسجد فضل کے ہر امام اور مبلّغ سے محبت رکھتے تھے اور ہر موقع پر خدمتِ دین کے لئے حاضر رہتے تھے۔ 100

ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب رانجھا

وفات ۶۔۷ نومبر ۱۹۶۶ء

آپ حضرت مولوی شیر علی صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ چھوٹی عمر میں آپ کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا حضور نے آپ کے سر پر دستِ مبارک پھیر کر برکت بخشی۔ ظاہری اور باطنی اعتبار سے اپنے والدِ ماجد کا نمونہ اور فرشتہ سیرت وجود تھے۔ بہت دیندار، رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والے اور ابتلاؤں میں کوہِ استقلال تھے۔ وفات پر بہت سا روپیہ وصیت کے حساب میں زائد پایا گیا۔ 101

مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ (سابق سوداگر مَل)

وفات: ۱۸ نومبر ۱۹۶۶ء

شروع ۱۹۲۵ء میں حضرت میاں محمد مراد صاحب آف پنڈی بھٹیاں کی تحریک اور تبلیغ سے ہندومت چھوڑ کر احمدیت قبول کی اور حضرت مصلح موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ اپنی بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اللہ اللہ! وہ نظارہ بھی کیا عجیب تھا۔ حضور نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ آپ بیعت کے الفاظ ارشاد فرماتے اور میں ان الفاظ کو دہراتا جاتا تھا۔ گناہوں سے توبہ کرنے کا احساس دل میں تھا۔ سردی کے موسم میں جسم پسینہ سے شرابور ہو رہا تھا تو روح کسی عالمِ بالا میں پرواز کر رہی تھی۔ ایک نئی زمین ہے جس پر میں قدم رکھ رہا ہوں اور ایک نیا آسمان ہے جو میرے لیے سایہ فگن ہے۔ غرضیکہ ایک عجیب کیفیت تھی جو مجھ پر طاری تھی اور ایک ایسا سماں تھا جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا''

۱۹۳۱ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔۱۹۳۴ء میں لائل پور میں تین چار ماہ تک حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی سے براہ راست فیض تلمذ پایا۔تبلیغی میدان میں عملی تربیت حاصل کی۔ازاں بعد عرصہ تک کراچی مشن کے انچارج رہے اور پھر لائلپور (فیصل آباد)، شیخوپورہ، سرگودھا اور لاہور میں شاندار تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔آپ دورِ حاضر کے کامیاب مناظر تھے۔صحابہ حضرت مسیح موعود کی روایات جمع کرنے اور تذکرہ کی تالیف میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ربوہ میں نشر واشاعت کے انچارج کی حیثیت سے نہایت بیش قیمت ٹریکٹ شائع کئے۔

تصانیف

سیرت سیّدالانبیاء۔(خلاصہ سیرت خاتم النبیینؐ مؤلفہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب)

مسیح بلاد شرقیہ میں (تقریر جلسہ سالانہ)

حیاتِ طیبہ (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام)۔حیاتِ نور۔حیاتِ بشیر۔لاہور تاریخ احمدیت

آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے امیر مقامی مولانا ابوالعطاء صاحب کو ہدایت بھجوائی کہ بہشتی مقبرہ میں موصی مربیان کا الگ قطعہ بنا کر اس میں ان کی تدفین ہو چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی اور موصی مربیان کے قطعہ خاص کا آغاز آپ کے مزار مبارک سے ہوا۔[102]

خالدِ احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب نے رسالہ ''الفرقان'' دسمبر ۱۹۶۶ء میں تحریر فرمایا کہ:۔

''شیخ عبدالقادر صاحب کے اسلام لانے کے بعد سے ان کی وفات تک میرے اور ان کے دینی اور ذاتی تعلقات نہایت گہرے رہے ہیں۔ان کی دوستی لوجہ اللہ تھی اور نہایت قابلِ قدر۔ہمارے اکثر امور باہمی مشورے سے طے ہوتے تھے اور ہمیشہ ہم ایک دوسرے کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ جوانی گزار کر بڑھاپے کو پہنچے مگر یہی محسوس ہوتا تھا کہ ہماری محبت شباب پر ہے۔عزیزم شیخ صاحب کی طبیعت میں حلم اور بردباری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔میں نے کئی دفعہ انہیں کہا تھا کہ میں تو یہ نظارہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ کسی سے لڑ رہے ہوں مگر مجھے آخری دن تک ایسا دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔شیخ صاحب موصوف معاملات میں بہت صاف تھے اور لوگوں سے بھی یہی توقع رکھتے تھے کہ وہ ایسے ہی ہوں۔ لین دین کا باقاعدہ حساب رکھتے تھے۔ان کے تمام کاروبار تقویٰ اللہ پر مبنی تھے۔

خدمتِ دین کو سعادت اور نعمت سمجھتے تھے اور پوری محنت سے سلسلہ کا کام کرتے تھے۔انہیں جس جگہ بھی اور جس کام پر بھی متعین کیا گیا انہوں نے پورے خلوص سے اپنے فرائض کو انجام دیا۔

ارحم الراحمین خدا انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔آمین
شیخ عبدالقادر صاحب سلسلہ احمدیہ کے ہمہ وقت خادم تھے اور انہوں نے سچی خدمت بجالانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں تقریر کے علاوہ تحریر کا بھی عمدہ ملکہ عطا فرمایا تھا۔انہوں نے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مفید مجموعہ مرتب کیا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح پر ایک مبسوط کتاب لکھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے حالات پر جامع تالیف شائع کی۔حضرت قمرالانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب کے متعلق ایک کتاب مدوّن کی۔ابھی آخری دنوں لاہور کی تاریخ احمدیت پر ایک مستند کتاب شائع کی۔شیخ صاحب کو کام کی دھن تھی۔جب کہا جاتا کہ آپ کو اتنی جلدی کیا ہے تو کہتے جو کام ہو جائے وہی بہتر ہے۔
شیخ عبدالقادر عالم باعمل تھے۔صاحبِ رؤیا تھے۔اپنی وفات کے متعلق بھی انہوں نے تازہ رؤیا دیکھی تھی جسے لاہور میں کئی احباب کو سنا چکے تھے جو حرف بحرف پوری ہوگئی۔میرے ساتھ قلبی انس کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنی کئی خوابوں میں اپنے آپ کو میرے ساتھ دیکھتے تھے۔میرے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے جس طرح مخلص شاگرد پیش آتے ہیں اور کہا بھی کرتے تھے کہ میں آپ کا شاگرد ہوں۔ بہت ہی خوبیوں کے مالک تھے،ایسے مخلص بھائی اور وفادار عزیز دوست بہت ہی کم ملتے ہیں۔ان کی وفات ایک جماعتی صدمہ ہے۔مشرق اور مغرب کی تمام احمدی جماعتیں ان کی یاد میں افسردہ اور دعا گو ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عزیز بھائی شیخ عبدالقادر کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات ہمیشہ بلند فرماتا رہے۔آمین‘‘
مکرم شیخ عبدالماجد صاحب ’’اقبال اور احمدیت‘‘ وغیرہ کتب کے مصنف آپ کے بیٹے تھے۔

نیک محمد خان صاحب غزنوی

وفات: ۱۸ نومبر ۱۹۶۶ء

افغانستان کے ایک نہایت معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔۱۱ سال کی عمر میں قبول احمدیت سے مشرف ہوئے اور ۱۹۰۶ء میں بذریعہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔آپ کے والد مکرم امیر احمد خاں صاحب ایک صوبہ (غزنی) کے گورنر تھے۔حق کی خاطر آپ نے ۱۹۰۹ء میں اپنے وطن سے ہجرت کر کے مستقل طور پر قادیان میں بود و باش اختیار کر لی۔ آپ کو حضرت امّاں جان، حضرت مصلح موعود اور خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کرنے

کا طویل عرصے تک خصوصی شرف حاصل ہوا۔[103] حضرت مصلح موعود کے بہت محبوب اور فدائی اور جانثار محافظِ خاص تھے۔ایاز کی طرح سیدنا محمود المصلح الموعود کے ہر حکم کی تعمیل کرنا اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔اس سلسلہ میں سیدنا حضرت مصلح موعود نے ان کے اخلاص اور فدائیت کا ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جب گھوڑے سے گرے تو آپ کی صحت کو سخت دھکا لگا اور آپ بے ہوش ہوگئے۔لوگوں کو پتا لگا تو وہ آپ کی خبر لینے آجاتے اور پھر سوال بھی کرتے۔بے ہوشی میں اس قسم کے سوال کرنے مضر ہوتے ہیں اس لیے ڈاکٹروں نے منع کیا ہوا تھا کہ آپ کے کمرہ میں کوئی نہ جائے۔چنانچہ میں نے آپ کے کمرہ کے دروازے بند کردیئے اور نیک محمد خان صاحب افغان کو مقرر کیا کہ وہ کسی کو اندر نہ جانے دیں۔نیک محمد خان احمدیت میں نئے نئے آئے تھے اور افغانستان کے اچھے شریف خاندان میں سے تھے۔اُن کا باپ ایک صوبہ کا گورنر تھا۔جب احمدیت قبول کرلینے کی وجہ سے اُن کی مخالفت شدّت اختیار کرگئی تو وہ قادیان آگئے۔اُس وقت ان کی عمر ۱۶،۱۷ سال کی تھی۔اس کے بعد وہ قادیان میں ہی رہے۔نیک محمد خان صاحب بہت چُست اور ہوشیار تھے۔اس لیے میں نے انہیں پہرہ پر مقرر کیا اور ہدایت کی کہ وہ کسی شخص کو اندر نہ جانے دیں اور انہیں خاص طور پر بتایا کہ دیکھو بعض دفعہ انسان سے غلطی ہوجاتی ہے کوئی بڑا آدمی آجاتا ہے تو خیال آتا ہے کہ شاید وہ حکم اس کے لیے نہ ہو۔اس لیے یادرکھو کہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا سوائے ڈاکٹروں اور ہم لوگوں کے جو خدمت پر مامور ہیں تم کسی شخص کو اندر نہ جانے دو۔وہ کہنے لگے بہت اچھا۔شام کے وقت میں آیا تو دیکھا کہ بعض لوگ چہ مگوئیاں کررہے ہیں۔نیک محمد خان نوجوان تھے۔سولہ سترہ سال کی عمر میں قادیان آئے تھے اور ایک شریف خاندان سے تھے ان کا باپ ایک معزز آدمی تھا اس وجہ سے ان کے پٹھان ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔لیکن ایک اور قسم کے پٹھان بھی ہمارے ملک میں ہوتے ہیں۔جن کے باپ دادے چار پانچ سو سال ہوئے،اس ملک میں آئے،وہ بھی اپنے آپ کو پٹھان کہتے ہیں۔لیکن چونکہ ایک لمبا عرصہ گزر جاتا ہے اس لیے یہ پتہ

لگانا ذرا مشکل ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت کون ہیں۔ ممکن ہے وہ پٹھان ہوں یا ممکن ہے کسی اور قوم سے تعلق رکھتے ہوں اور پٹھانوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے پٹھان کہلانے لگ گئے ہوں لیکن کہتے وہ یہی ہیں کہ وہ پٹھان ہیں۔

ہماری جماعت کے ایک دوست اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی ہوا کرتے تھے ان کی قوم بھی پٹھان کہلاتی تھی۔ ان کے باپ دادے کئی سو سال ہوئے ہندوستان میں آئے تھے۔ لیکن انہیں پٹھان ہونے پر بہت فخر تھا۔ وہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی تیمارداری کے لیے آئے۔ معلوم نہیں ان کے دل میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی کتنی محبت تھی۔ لیکن ظاہر وہ یہی کیا کرتے تھے کہ انہیں آپ سے بڑی عقیدت ہے۔ جب انہوں نے سنا کہ حضور گھوڑے سے گر پڑے ہیں اور بے ہوش ہوگئے ہیں تو وہ گھبرا کر آئے اور انہوں نے اندر جانا چاہا۔ دروازہ پر نیک محمد خان صاحب کھڑے تھے انہوں نے اندر جانے سے روکا۔ بعض لوگوں کو اپنی قومیت پر حد سے زیادہ غرور ہوتا ہے اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی کو بھی اپنی قومیت پر فخر تھا۔ حالانکہ ان کے باپ دادے کئی سو سال ہوئے ہندوستان آئے تھے۔ انہوں نے کہا مطلب؟ نیک محمد خان صاحب نے کہا کہ اندر جانا منع ہے۔ انہوں نے کہا میں نہیں جانتا، کس نے اندر جانا منع کیا ہے۔ میں ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ وہ پھر آگے بڑھے۔ اس پر نیک محمد خان صاحب نے انہیں دھکا دے دیا۔ اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا تم نہیں جانتے میں کون ہوں؟ میں پٹھان ہوں۔ گویا وہ چار پانچ سو سال کی پٹھانی کا رعب ایک نئے آنے والے پٹھان پر ڈالنے لگے۔ نیک محمد خان صاحب نئے نئے احمدیت میں آئے تھے اور احمدیت کی وجہ سے انہوں نے دکھ اور تکالیف برداشت کی تھیں۔ اس لیے ان کا جوش تازہ تھا۔ جس وقت اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی نے کہا کہ تمہیں پتہ ہے میں کون ہوں؟ میں پٹھان ہوں۔ تو نیک محمد خان صاحب نے کہا تمہیں پتہ نہیں میں کون ہوں؟ میں احمدی ہوں۔

اب دیکھ لو جس کی پٹھانیت مشتبہ تھی وہ تو یہ کہتا ہے کہ میں پٹھان ہوں۔ لیکن

جس کی پٹھانی میں کوئی شبہ نہیں تھا وہ کہتا ہے میں احمدی ہوں۔حالانکہ ممکن ہے کہ اکبر شاہ خان صاحب کسی اور قوم سے ہوں لیکن پٹھانوں میں رہنے کی وجہ سے پٹھان کہلانے لگ گئے ہوں۔104

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''نیک محمد خان صاحب غزنوی حضرت خلیفہ ثانی کے عاشق صادق خادم تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت خلیفہ ثانی کو انعام کے رنگ میں عطا ہوئے تھے۔صفاتی لحاظ سے نیک محمد خان صاحب کا شمار طیور میں ہوتا ہے جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان کے لشکر کے لیے تین اقسام کے وجود عطا ہوئے جیسا قرآن کریم فرماتا ہے: وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (النمل:۱۸)

یعنی (کسی وقت، کسی ملک پر چڑھائی وغیرہ کے وقت) حضرت سلیمان کے لیے جن وانس اور طیر قسم کے لشکر جمع کئے گئے تھے۔اسی طرح کی عطا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئی تھی۔یعنی آپ کو ذی وجاہت احباب بھی عطا ہوئے۔حضور کو اس قسم کے احباب بھی ملے جو عالم دین تھے۔انہوں نے حضور کی معیت اور تائید میں اَنتھک علمی خدمت انجام دی۔جیسے حضرت قاضی اکمل صاحب، حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب، حضرت مولوی شمس صاحب اور محترم شیخ عبدالقادر صاحب۔تیسری قسم عطا طیور کا ملنا تھی۔یہ وجود بھی حضور کو عطا ہوئے۔ان میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور نیک محمد خان صاحب غزنوی مرحوم شامل ہیں۔

مکرم نیک محمد خان صاب نے سالہا سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی والہانہ طور پر خدمت انجام دی۔چونکہ اس عاجز کو بھی ۱۹۱۸ء سے شرفِ خادمیت محمود حاصل ہو گیا تھا۔بدیں وجہ مجھے نیک محمد خان صاحب مرحوم کی خدمت کے کارنامے دیکھنے کا اکثر موقعہ ملتا رہا۔جیسا کہ میں نے آپ کو طیور کے گروہ میں شمار کیا ہے۔سو آپ ہمیشہ طیور کی سی سُبک رفتاری کے ساتھ کام انجام دیتے تھے۔میلوں میل دوڑ کر حضور کی ڈاک مطلوبہ جگہ پر پہنچانا آپ کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔

۱۹۲۱ء میں حضور نے کشمیر کا سفر کیا تھا۔حضور کی معیّت میں علاوہ اہل بیت کے جملہ صاحبزادے اور صاحبزادیاں بھی تھیں۔نیز حضرت اماں جان اور حضرت امّاں جی (اہل بیت حضرت خلیفہ اوّل) مع تین بچوں کے بھی شامل تھے۔حضور نے سفر کے آخری حصّہ میں احمدیوں کے ڈار خاندان ناسنور

میں قریباً ایک ماہ قیام فرمایا تھا۔ جہاں سے جھیل کوثر ناگ وغیرہ کی سیر بھی کی تھی۔ان ایام میں حضرت امّ ناصر احمد سخت بیمار ہوگئیں۔لگا تار تیز بخار کی وجہ سے ٹائیفائیڈ کا شبہ ہوگیا۔جس کے لیے ہمیں کلورین مکسچر کی ضرورت پیش آ گئی۔اس مکسچر کے اجزاء ہمیں شہر سرینگر سے جو وہاں سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر تھا مل سکتے تھے۔جس کیلئے حضور نے نیک محمد خان صاحب مرحوم کو بھیجا جانا تجویز کیا۔چنانچہ مرحوم نے گھوڑے کی پیٹھ پر سفر کرتے ہوئے ۲۴ گھنٹہ کے اندر سرینگر سے ادویہ حاضر کیں۔مکسچر خدا تعالیٰ کے فضل سے مفید ثابت ہوا اور حضرت ام ناصر کا بخار ٹوٹ گیا۔

اس مثال سے نیک محمد خان صاحب مرحوم کی خدماتِ محمود کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے اور انہیں جنت میں بلند مقام نصیب کرے۔'' [105]

حاجی فضل محمد صاحب درویش کپورتھلوی

وفات: ۲۶ نومبر ۱۹۶۶ء

بڑے دعا گو بزرگ تھے۔تبلیغ حق کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔پنجابی شلوک ازبر تھے۔دعوت الی اللہ کے کسی موقعے کو ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو سلسلہ کا لٹریچر اور مرکزی اخبارات اپنے خرچ پر وقتاً فوقتاً بھجواتے رہتے تھے۔[106]

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کے قلم سے حاجی صاحب کے حالاتِ زندگی درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

''حاجی صاحب مرحوم موضع بجولہ ریاست کپورتھلہ کے رہنے والے تھے۔ملازمت سے سبکدوش ہوکر جب کپورتھلہ آئے تو خاکسار کے والد مرحوم سے ان کا تعلق پیدا ہوگیا۔غالباً یہ ۱۹۲۰ء کے قریب کی بات ہے۔والد صاحب کی تبلیغ سے حاجی صاحب جماعت احمدیہ میں داخل ہوگئے اور اس کے بعد انہوں نے روز بروز اخلاص اور قربانی میں ترقی کی۔اپنے گاؤں سے پیدل چل کر کپورتھلہ میں جمعہ پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے اور والد صاحب مرحوم انہیں ہر جمعہ کے بعد ایک دو دن کے لیے اپنے پاس مہمان ٹھہرا لیتے تھے۔اور سلسلہ کی روایات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالاتِ زندگی حاجی صاحب کو سنایا کرتے تھے۔اس طریق پر حاجی صاحب نے بڑے اخلاص کا رنگ اختیار کیا اور وہ بڑے شوق سے تبلیغ کیا کرتے تھے۔گو ان کی تعلیم معمولی تھی لیکن بہت ذہین آدمی تھے۔ایسی منطقی جرح کرتے اور مسائل کو ایسے طریق پر پیش کرتے کہ مخالف لاجواب ہوجاتا۔حاجی

صاحب کی تبلیغ سے ان کے دوست حافظ محمد عبداللہ صاحب بھی بیعت میں داخل ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد یہاں سے جب حضرت صاحب نے ایک قافلہ درویشوں کا قادیان بھیجنا چاہا تو حاجی صاحب مرحوم نہایت شوق اور اخلاص سے اس میں شامل ہوئے اور اس عزم سے قادیان جا کر رہے کہ باقی زندگی وہیں گزارنی ہے اور ان کا مسکن اور مدفن آئندہ قادیان میں ہو۔اس عزم پر جس پختگی اور بشاشتِ قلب سے وہ قائم رہے وہ ایک مثالی بات ہے۔کبھی کبھی پاکستان آیا کرتے تھے لیکن ان کا دل قادیان میں ہی ہوتا تھا۔بعض موقعے ایسے بھی پیش آئے کہ حاجی صاحب کو قادیان میں رہنے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کا موقعہ پیش آیا لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔وہ خود کو قادیان کی درویشی میں بڑا خوش نصیب اور فضل الٰہی کا مورد یقین کرتے تھے۔اسی حالت میں انہوں نے گزشتہ انیس (۱۹) سال قادیان کی درویشی میں گزارے۔بڑے اطمینان اور خوشی سے یہ مرحلہ عبور کرنے کی اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دی۔تا آنکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے اور ان کی نیت اور مراد پوری ہوگئی۔

قادیان میں ہمارے جس قدر درویش آباد ہیں ان میں یہی رنگ اور خصوصیت پائی جاتی ہے۔ ان کا عزم واستقلال اور للّٰہیت اور قادیان میں سکونت اختیار کرنا ایسی فداکاری ہے جس کی نظیر بہت کم پائی جاتی ہے۔‘‘ 107

سیّد سردار حسین شاہ صاحب

وفات:۱۶ دسمبر ۱۹۶۶ء

محترم شاہ صاحب ۱۹۱۵ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔کافی عرصہ تک ایس۔ڈی۔او کے طور پر ملازمت کرتے رہے۔۱۹۳۲ء میں ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔اور وہاں پر لمبے عرصہ تک افسر تعمیر کے طور پر سلسلہ کی خدمت بجالاتے رہے۔قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد سیدنا حضرت المصلح الموعود کے ارشاد پر ہجرت کر کے ربوہ تشریف لے آئے۔اور یہاں پر لمبے عرصہ تک افسر تعمیر کے طور پر سلسلہ کی خدمت بجا لاتے رہے۔مرحوم بہت نیک اور مخلص احمدی تھے۔صوم وصلوٰۃ کے پابند اور تہجّد گزار تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے عقیدت ومحبت کا خاص تعلق تھا۔حضور بھی ان سے بہت شفقت ومحبت کا سلوک فرماتے تھے۔108

شاہ صاحب کی بیٹی سیدۃ الزہراء صاحبہ ایم۔اے تحریر فرماتی ہیں:۔

’’ابّا جان مرحوم سلسلے کے ایک مخلص کارکن تھے۔ نماز کے پابند، کم گوئی اور معاملات میں ایمانداری ان کے اخلاق کی نمایاں خصوصیات تھیں۔

......ربوہ کے قیام پر قادیان کے روز وشب ہر وقت ان کو یاد آتے ایک دفعہ ان کو ربوہ آنے کا اتفاق ہوا تو حضرت سیّد محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم اُن کو حضور کے پاس لے گئے کہ ان کی مجھے بڑی ضرورت ہے۔ حضور نے آپ کو یہاں آنے کا ارشاد فرمایا۔ اسی وقت اپنے تمام کام کو پسِ پُشت ڈال کر حضور کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے ربوہ آ بسے اور کافی عرصہ سیکرٹری تعمیر کی آسامی پر متعیّن ہو کر خلوص دل اور نیک نیتی سے سلسلہ کی خدمت کرتے رہے اور اس عرصہ میں ان کو ٹی آئی ہائی سکول، ٹی آئی کالج اور جامعہ نصرت جیسی اہم عمارتوں کو بنوانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

خلیفہ وقت سے حد درجہ عقیدت اور محبت تھی۔ حضور کی ذاتی کوٹھیاں بھی اپنی زیرِ نگرانی تعمیر کروائیں۔ اور اس سلسلے میں حضور نے بطور انعام انہیں کافی رقم دی۔ آپ نے اسی وقت حضور کی خدمت میں وہ ساری رقم بطور نذرانہ پیش کر دی۔ حضرت سیدہ مہر آپا نے آپ کو اتنی بڑی رقم پیش کرنے سے روکنے کی بڑی کوشش کی۔ کیونکہ ان دنوں ہماری مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ مگر آپ وہ رقم گھر میں نہ لائے مبادا بچوں کی کسی ضرورت کے پیشِ نظر ان کے قدم نہ ڈگمگا جائیں۔

پنشن کے بعد بڑے بھائی مرحوم نے ہم سب کو عارف والا واپس لے جانے کی بہت کوشش کی مگر آپ کو ربوہ کی مٹی کچھ اتنی عزیز تھی کہ اس کی جدائی گوارا ہی نہیں کر سکتے تھے اور آخری وقت میں وہ اسی مٹی میں گر کر حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے۔

اپنے معاملات میں اس حد تک صاف تھے کہ وفات کے دنوں میں بھی وہ کسی کا مکان بنوا رہے تھے۔ مگر اس کا حساب کتاب بالکل صاف تھا۔ اپنے ماتحتوں کو اجرت کے لئے بالکل پریشان نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس حدیث پر پوری طرح عمل کرتے کہ ’’مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اسے اجرت دے دینی چاہیئے‘‘۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ دوسری عمارتیں بنواتے وقت اپنا ذاتی پیسہ بھی اس میں لگا دیا کرتے تا کہ مزدوروں کو پریشان نہ ہونا پڑے۔ لیکن خود اس کے لیے بعد میں بڑی پریشانی اُٹھاتے۔ مرحوم موصی تھے اور اپنا تمام حساب وفات سے پہلے بیباق کر چکے تھے۔[109]

حوالہ جات

(صفحہ 634 تا 701)

1 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

2 رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۶ صفحہ ۸۸ تا ۹۳

3 الفضل یکم، ۳ فروری ۱۹۶۶ء مضمون خواجہ عبدالقیوم صاحب جمیل لاج ربوہ

4 الفضل یکم، ۳ فروری ۱۹۶۶ء مضمون خواجہ عبدالقیوم صاحب جمیل لاج ربوہ

5 الفضل ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۔ مضمون میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی

6 ماخوذ از مراسلہ میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی ۸/ اپریل ۱۹۹۱ء

7 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔ الفضل ۲ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

8 الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۶

9 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ، الفضل ۲ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

10 الفضل ۱۵/ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۵۔ مضمون محترمہ صادقہ قمر صاحبہ نواسی حضرت میاں فتح الدین صاحب

11 حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقائے کرام پیر کوٹ ثانی ضلع حافظ آباد مطبوعہ ۲۰۱۲ء صفحہ ۶۵ تا ۶۷

12 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

13 الفضل ۲۵ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۶۔ مضمون مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

14 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

15 حالات کے لئے ملاحظہ ہو اصحاب احمد جلد اوّل ص ۹۷، ۹۸ مطبوعہ ۱۹۵۱ء سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۱۳۔۱۱۴

16 الفضل ۴ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

17 الفضل ۱۳ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۶

18 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

19 الفضل ۱۸ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸، یکم مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۶، لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۳۴۰۔۳۴۱ از مولانا شیخ عبدالقادر صاحب، تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین صفحہ ۳۷۰

20 غیر مطبوعہ خود نوشت سوانح عمری۔ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

21 الفضل ۲ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

22 مکتوب حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب کا عکس غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

23 غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

24 خودنوشت مختصر حالاتِ زندگی مرتّبہ ۷ جون ۱۹۶۵ء غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت

25 خودنوشت سوانح حیات حضرت شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب غیر مطبوعہ

26 خودنوشت سوانح حیات حضرت شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب غیر مطبوعہ صفحہ ۴۳ تا ۴۵

27 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

28 الفضل ۲۴ مارچ ۲۰۰۴ء

29 الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۹۰ صفحہ ۶، ۲۴ مارچ ۲۰۰۴ء صفحہ ۵

30 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

31 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

32 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

33 الفضل ۳۱ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

34 ریکارڈ بہشتی مقبرہ، الفضل ۸ /اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

35 الفضل ۱۹ /اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۶

36 الفضل ۶ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۵ مضمون چوہدری انور حسن صاحب ایم اے سابق لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ

37 الفضل ۲۱ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

38 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

39 الفضل ۱۴ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

40 الفضل ۲۸ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴

41 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

42 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

43 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

44 الفضل ۱۲ جولائی، ۱۵ نومبر ۱۹۶۶ء

45 رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۶ صفحہ ۳۲ تا ۳۴

46 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

47 الفضل ۲۲ /اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵ خلاصہ نوٹ مکرم حکیم رحمت اللہ گوریجہ صاحب انسپکٹر تحریک جدید ربوہ

48 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

49 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

50 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

51 الفضل ۳ ستمبر ۱۹۶۶ء

52 ''نغمۂ اکمل'' صفحہ الف تا ج۔ مطبوعہ ستمبر ۱۹۶۷ء

53 ازالہ اوہام صفحہ ۹۶۔۹۷ حاشیہ۔ تذکرہ طبع چہارم صفحہ ۱۷۸

54 الفضل ۱۶ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۵،۶

55 خطبہ جمعہ ۱۸ نومبر ۱۹۳۸ء الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۲۔۱۳

56 ''الفرقان'' اکتوبر ۱۹۶۶ء سرورق ب۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۸۔۱۱۔۱۲ نومبر ۱۹۶۶ء

57 رسالہ انصار اللہ فروری ۱۹۶۲ء

58 سنۃ احمدیہ صفحہ ۸۴

59 رسالہ عقائد احمدیہ صفحہ ۸۴

60 الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۲۶ء صفحہ ۸

61 رسالہ ''واذا الصحف نشرت'' از میاں عبدالعظیم صاحب درویش پروپرائٹر احمدیہ بک ڈپو قادیان دارالامان

62 ''النجم الثاقب'' صفحہ ۲۶۶ تا ۲۶۹ غیر مطبوعہ مقالہ احمد حسین شاہد صاحب

63 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

64 الفضل ۱۴/ اکتوبر ۲۰۰۲۔ ۲۹/ اگست ۲۰۰۳ ضلع راولپنڈی تاریخ احمدیت صفحہ ۱۰۵،۱۰۶

65 الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

66 الفضل ۹ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸۔ مضمون کیپٹن ملک عبداللہ خان صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ برما

67 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

68 الفضل ۱۳/ اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

69 الفضل ۶ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

70 ''شکر نعمت'' صفحہ ۷۸،۷۹

71 الفضل ۱۰،۱۱،۲۶،۲۷ نومبر ۱۹۶۶ء، الفضل ۶،۱۸ دسمبر ۱۹۶۶ء، ''باجوہ خاندان'' از چوہدری غلام اللہ خاں صفحہ ۱۵۸ تا ۱۷۸۔ مطبوعہ جنوری ۱۹۸۶ء گلبرگ لاہور

72 عالمگیر برکات مامور زمانہ صفحہ ۱۳۵ از مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشر

73 الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۵

74 الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

75 مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۳/ دسمبر ۱۹۶۶ء ''لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۲۹۸،۲۹۹'' الفضل ۱۲،۱۸، ۱۹/ اگست ۱۹۶۷ء، عالمگیر برکاتِ مامور زمانہ حصہ دوم صفحہ ۳۵ تا ۵۶

76 الحکم ۱۰/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴

77 الفضل ۴فروری ۱۹۶۷ء صفحہ ۶

78 تحریک جدید کے پانچہزاری مجاہدین صفحہ ۳۴۶

79 بدر ۲فروری ۱۹۶۷ء صفحہ ۹، ۱۰

80 الفضل ۱۳فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

81 الفضل ۲فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸، ۵/اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

82 الفضل ۲، ۳، ۱۱فروری، یکم، ۶، ۸ مارچ ۱۹۶۶ء، رسالہ خالد فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲

83 الفضل ۲۰فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵، ۱۸ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

84 الفضل ۱۷فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

85 الفضل ۲۶، ۲۷فروری، ۱۶، ۱۹/اپریل، الفرقان اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۶

86 الفضل ۱۹نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

87 الفضل ۴مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

88 الفضل ۱۲، ۱۴ جون ۱۹۶۶ء

89 الفضل ۱۱جون، ۲۹ جولائی ۱۹۶۶ء، بدر ۲۳ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۷

90 الفضل ۲۴جولائی، ۱۹/اگست، ۳۰/اگست ۱۹۶۶ء

91 الفضل ۱۹جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

92 ''بشارات رحمانیہ'' جلد دوم صفحہ ۱۵۹۔۱۶۰ مولفہ مولانا ابوظفر عبدالرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل مطبوعہ لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور طبع اوّل دسمبر ۱۹۵۶ء

93 ماہنامہ ''مصباح'' اکتوبر ۱۹۷۴ء صفحہ ۲۰ تا ۲۶

94 الفضل ۲۵/اپریل ۱۹۸۹ء صفحہ ۴ تا ۶

95 الفضل ۱۹جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

96 بدر ۲۱ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۴، الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

97 الفضل ۹/اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۶

98 الفضل ربوہ ۲۴/اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

99 ترجمہ از انگریزی ''دی مسلم ہیرالڈ'' لندن جنوری ۱۹۶۶ء بحوالہ ماہنامہ ''انصاراللہ'' فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۲، ۲۳

100 الفضل ۱۶نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

101 الفضل ۹، ۱۰، ۱۳نومبر ۱۹۶۶ء

102 مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تابعینِ اصحابِ احمد جلد اوّل صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۹۷، حیاتِ طیّبہ طبع اوّل صفحہ ۴۸۷ تا صفحہ ۴۹۳، الفضل ۲۰، ۲۲نومبر، ۲۳ دسمبر ۱۹۶۶ء

103 الفضل ۱۹۔۲۲ نومبر ۱۹۶۶ء

104 الازھار لذوات الخمار صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱

105 الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

106 بدر ا۔۸ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۶، ۸ جون ۱۹۶۷ء صفحہ ۹، الفضل ۲۰ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ا

107 الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۶۷ء صفحہ ۵

108 الفضل ۲۳ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۴

109 الفضل ۹ مئی ۱۹۶۷ء صفحہ ۷

۱۹۶۶ء کے متفرق اہم واقعات

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب

خدائے عزّ وجل نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا۔’’تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔‘‘[1] یہ نشان برکت اس سال بھی ظاہر ہوا۔جبکہ اس بابرکت خاندان میں سات وجودوں کا اضافہ ہوا اور شادی کی دو تقاریب منعقد ہوئیں۔

ولادت

۱۔امۃ الودود نصرت جہاں صاحبہ بنت بریگیڈیئر ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب (۷ جنوری ۱۹۶۶ء)[2]

۲۔سید محمود احمد صاحب ابن سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب (۲۱ جنوری ۱۹۶۶ء)[3]

۳۔مرزا فہیم احمد صاحب ابن مرزا نعیم احمد صاحب (۲۴ فروری ۱۹۶۶ء)[4]

۴۔عتیق احمد خان صاحب ابن نوابزادہ حامد احمد خان صاحب (۱۶ مئی ۱۹۶۶ء)[5]

۵۔سیّد مشہود احمد صاحب ابن سیّد مسعود احمد صاحب (۶ جولائی ۱۹۶۶ء)[6]

۶۔عارف احمد صاحب ابن مرزا سلیم احمد صاحب (۱۳ جولائی ۱۹۶۶ء)[7]

۷۔فرحانہ فوزیہ صاحبہ بنت سیّد سیّد احمد ناصر صاحب (۲ ستمبر ۱۹۶۶ء)[8]

شادی

۱۔محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم۔اے ابن حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ہمراہ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ ایم۔اے بنت حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب (۷/اپریل ۱۹۶۶ء)[9]

۲۔محترم مصطفیٰ احمد خان صاحب ابن حضرت نواب عبداللہ خان صاحب ہمراہ محترمہ صاحبزادی امۃ المجیب صاحبہ بنت محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب (۳۰ نومبر ۱۹۶۶ء)[10]

احمدیوں کی نمایاں کامیابیاں اور اعزازات

۱۔صدرِ پاکستان نے سکواڈرن لیڈر خلیفہ منیر الدین احمد شہید ابن حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین

صاحب کواُن کی شہادت کے بعد ’’ستارہ جرات‘‘ کا اعزاز دیا۔[11]

۲۔ صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب (چیئرمین ٹاؤن کمیٹی) ڈسٹرکٹ کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔[12]

۳۔سید اکرم شاہ صاحب (سی۔آئی۔ایس) انفارمیشن آفیسر محکمہ اطلاعات حکومت پاکستان کوصدرِمملکت پاکستان کی طرف سے تمغۂ خدمت عطا ہوا۔[13]

۴۔ چوہدری عصمت اللہ خان صاحب بہلول پوری ضلع لائلپور کی طرف سے سرگودھا ڈویژن کے بلا مقابلہ ڈویژنل کونسلر منتخب ہوئے۔[14]

۵۔ ملک طاہر احمد صاحب نے انجنیئرنگ یونیورسٹی لاہور کے سول انجنیئرنگ کے فائنل امتحان میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور یونیورسٹی کی طرف سے دوطلائی تمغے بھی حاصل کئے۔[15]

اسی طرح امتہ الحکیم شہناز صاحبہ میٹرک کے امتحان میں ضلع ملتان میں اور امتہ الباسط صاحبہ ایم۔اے جغرافیہ میں پنجاب یونیورسٹی کی طالبات میں دوم رہیں۔

۶۔اسلامیہ کالج چنیوٹ کے کل پاکستان اردو مباحثہ میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے ٹرافی جیت لی۔[16]

۷۔تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ نے کرکٹ،فٹ بال، باسکٹ بال میں چیمپیئن شپ جیت کر ضلع جھنگ میں اول پوزیشن حاصل کی۔[17]

نیز باسکٹ بال ٹیم نے سرگودھا ڈویژن کی چیمپئن شپ جیت لی۔[18]

۸۔اس سال تعلیم الاسلام کالج نے اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے نہ صرف باسکٹ بال زونل ٹورنامنٹ میں چیمپیئن شپ کا اعزاز حاصل کیا بلکہ بورڈ کے باسکٹ بال ٹورنامنٹ میں انٹرزونل چیمپیئن شپ بھی جیت لی۔[19]

دارالرحمت غربی اور وسطی ربوہ کی مساجد کے نام

(i)دارالرحمت غربی (غلہ منڈی) ربوہ کی مسجد کا نام اہل محلّہ کی خواہش پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسجد ناصر رکھا۔۱۹۵۴ء میں آپ نے ہی اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

(ii)دارالرحمت وسطی کی مسجد کا نام اہل محلّہ کی درخواست پر اس سال حضور انور نے ’’مسجد نصرت‘‘ رکھا۔مورخہ ۹نومبر۱۹۶۳ء کو آپ نے ہی اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔[20]

آٹھواں کل پاکستان ناصر باسکٹ بال ٹورنامنٹ

تعلیم الاسلام کالج باسکٹ بال کلب ربوہ کے زیر اہتمام یہ ٹورنامنٹ ۱۰ تا ۱۳ فروری ۱۹۶۶ء منعقد ہوا۔ کلب سیکشن میں ویسٹ پاکستان ریلوے نے چیمپئن شپ کا اعزاز برقرار رکھا۔ کالج اور سکول سیکشنز میں دیال سنگھ کالج لاہور اور پی اے ایف پبلک سکول سرگودھا چیمپئن قرار پائے۔

مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۶۶ء کو کلب سیکشن کا فائنل مقابلہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے تشریف لا کر دونوں ٹیموں کے نامور کھلاڑیوں کو شرف ملاقات بخشا اور کھیل بھی ملاحظہ فرمایا۔ [21]

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا لاہور میں ورود مسعود

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آخر فروری ۱۹۶۶ میں دو ایام کے لئے لاہور تشریف لا کر کوٹھی پام ویو (ڈیوس روڈ نزد ہوٹل ایمبیسڈر) میں قیام فرمایا۔ ان دنوں حضور انور نے پام ویو میں ہی نمازیں پڑھائیں۔ دوران قیام سینکڑوں احباب جماعت سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حضور یکم مارچ ۱۹۶۶ کو لاہور سے ربوہ تشریف لے آئے۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۳۰ ستمبر ۱۹۶۶ کو دار الذکر لاہور میں تشریف لا کر لاہور میں پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس موقع پر حضور انور نے مکرم ملک طاہر احمد صاحب (حال امیر جماعت ضلع لاہور) کے انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں اول آنے اور دیگر میڈل حاصل کرنے پر بطور انعام ان کے نکاح کا اعلان بھی فرمایا اور خطبہ نکاح میں خاص طور پر ذکر فرمایا کہ اس موقع پر حضور بطور انعام ان کا نکاح پڑھا رہے ہیں۔ حضور تین روز تک قیام فرمانے کے بعد ۲/ اکتوبر ۱۹۶۶ کو سوا دو بجے دوپہر بذریعہ موٹر کار ربوہ واپس تشریف لے گئے۔ [22]

کل پاکستان بین الکلیاتی مباحثات

تعلیم الاسلام کالج اسٹوڈنٹس یونین کے زیر اہتمام ۵، ۶ مارچ ۱۹۶۶ء کو بارہویں کل پاکستان بین الکلیاتی اردو و انگریزی مباحثات منعقد ہوئے۔ اردو مباحثہ میں پاکستان بھر کے ۲۸ اور انگریزی مباحثہ میں ۲۲ کالجوں کے طلباء نے حصہ لیا۔ اردو مباحثہ میں ٹرافی ڈاؤ میڈیکل کراچی اور انگریزی مباحثہ میں گورنمنٹ کالج لاہور نے ٹرافی جیتی۔ [23]

مسعود احمد خان صاحب دہلوی کے مکان کا سنگ بنیاد

۱۴مارچ ۱۹۶۶ء کو بعد نماز عصر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مسعود احمد خان صاحب دہلوی مدیر رسالہ ’’انصار اللہ‘‘ و نائب مدیر الفضل ربوہ کے مکان کی بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔ اس موقع پر (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب بار ایٹ لاء، صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب، حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب اور دیگر سینکڑوں مخلصین جماعت موجود تھے۔ جناب دہلوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضور کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ربوہ کے محلہ جات میں تعمیر ہونے والا غالباً یہ پہلا رہائشی مکان (واقع دارالرحمت غربی ربوہ) تھا جس کی بنیاد حضور نے بنفس نفیس تشریف لا کر اپنے دستِ مبارک سے خود رکھی تھی۔[24]

کوئٹہ میں سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کی نمائش

شیخ محمد حنیف صاحب امیر کوئٹہ ڈویژن نے مجلسِ شوریٰ مارچ ۱۹۶۶ء کے دوران بیان فرمایا کہ کوئٹہ انفرمیشن سنٹر نے مختلف لائبریری والوں کو اس سال مدعو کیا تھا کہ وہ اپنا لٹریچر پیش کریں تا ایک چھوٹی سی نمائش ہو جائے۔ مجھے بھی اطلاع دی گئی۔ اگرچہ شارٹ نوٹس تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے کوشش کر کے تحریک جدید اور حضرت مصلح موعود کے طفیل قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں جو تراجم ہوئے ہیں وہ اور کچھ اور کتب اور رسائل نمائش میں اپنا ایک سٹال بنا کر اس پر رکھ دیئے۔ کوئٹہ ڈویژن کے کمشنر اس نمائش کی افتتاحی رسم کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے ساری نمائش کا چکر لگایا اور ہر سٹال پر چند سیکنڈ کے لئے ٹھہرے بھی۔ میں ان کی وجہ سے خود سٹال پر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ ہمارے سٹال کے قریب تشریف لائے تو میں نے کہا کہ یہ ہماری جماعت کا سٹال ہے اور جب میں نے قرآن کریم کے تراجم کا ذکر کیا۔ تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں میری بات کا اعتبار نہیں آیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ایک ترجمہ اُٹھایا اور اسے کھول کر دیکھا اور پھر سٹال پر کھڑے ہو کر تمام موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا یہ جماعت فی الواقع بڑا ٹھوس کام کر رہی ہے۔ اس کے بعد میں نے انہیں دوسری کتب کے متعلق بھی معلومات بہم پہنچائیں۔[25]

جامعہ احمدیہ کے سالانہ تقریری مقابلہ جات

۲۲ تا ۲۴ مارچ ۱۹۶۶ء کو عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں جامعہ احمدیہ کے سالانہ تقریری مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ان مقابلہ جات میں کل ۵۴ مقررین نے حصہ لیا۔منصفین حضرات نے طلبائے جامعہ احمدیہ کی تقاریر کی تعریف کی۔مقابلہ جات کے آخری روز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ازراہ شفقت جامعہ احمدیہ میں تشریف لا کر امتیاز حاصل کرنے والے طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے۔26

آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ

مورخہ ۲۲/اپریل ۱۹۶۶ء کو ربوہ میں دوسرا آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔ ٹورنامنٹ کا افتتاح مکرم ہمایوں فیض رسول صاحب ڈپٹی کمشنر جھنگ نے فرمایا۔

محترم صاحبزادہ (حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب مہتمم صحت جسمانی وصدر ٹورنامنٹ کمیٹی نے محترم ڈپٹی کمشنر صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ربوہ تشریف لا کر کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ یہ ٹورنامنٹ تین روز جاری رہنے کے بعد مورخہ ۲۴/اپریل ۱۹۶۶ء کو اختتام پذیر ہوا۔

ربوہ کی مقامی ٹیموں کے علاوہ گوجرانوالہ، سیالکوٹ، سرگودھا، واپڈا اور ریلوے کی مشہور ٹیموں نے ٹورنامنٹ میں شرکت کی۔

ربوہ کی اے ٹیم نے ریلوے کی ٹیم کو شکست دے کر چیمپیئن شپ کا اعزاز حاصل کیا۔

ٹورنامنٹ کمیٹی کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے کامیاب ٹیموں اور کھلاڑیوں میں اپنے دستِ مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے۔27

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے زرعی یونیورسٹی کے وفد کی ملاقات

مورخہ ۲۴/اپریل ۱۹۶۶ء بروز اتوار زرعی یونیورسٹی لائل پور کے ایڈوائزر و دیگر پروفیسر جو سب امریکن تھے شیخ حشمت اللہ صاحب احمدی صراف لائل پور کی تحریک پر ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔حضور انور نے ان سے ایک گھنٹہ تک مختلف موضوعات پر گفتگو فرمائی۔بعد ازاں وفد کو ربوہ کی سیر کرائی گئی۔وفد میں درج ذیل افراد شامل تھے۔

(i)ڈاکٹر ای سی ایرکسن مع فیملی ایڈوائزر زرعی یونیورسٹی لائل پور (ii)ڈاکٹر سی بی ہارسٹن مع لڑکا (iii)این او سینپ پروفیسر (iv)ڈاکٹر لوئیس مینس مع فیملی

غیر مبائعین کی طرف سے اپنی ناکامی کا کھلا اعتراف

۱۹۱۴ء میں خلافت ثانیہ کے شروع میں غیر مبایعین کو یہ ٹھوکر لگی کہ ہم جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقامِ نبوت کو پیش کرتے آئے ہیں اس سے غیر احمدی کچھ بدکتے ہیں ہمیں ان کے قریب ہونا چاہیئے تاکہ وہ جوق در جوق ہمارے ساتھ شامل ہوں۔ اس قربت کے خیال سے انہوں نے اپنے بعض عقائد میں بھی تبدیلی کی اور عمل میں بھی فرق کرلیا۔ احمدیہ خلافت کی مضبوط اور بابرکت مرکزیت کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ انہوں نے اپنے ''مشنوں'' اور ''ترویج علوم فرقانیہ'' کی بناء پر توقع رکھی کہ لوگ ہمارے گرد پروانوں کی طرح جمع ہو جائیں گے۔ انہوں نے خلافِ ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ''لڑکیوں کے رشتے'' غیروں میں کر دیئے۔ حالانکہ ان کو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ الٰہی جماعتوں کی ترقی کا راز مامورِ وقت علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریق پر گامزن ہونے میں ہوتا ہے نہ اپنی سکیموں پر عمل پیرا ہونے میں۔ نصف صدی گزرنے کے بعد ان غیر مبایع بھائیوں کی آنکھیں کُھل گئیں اور وہ برملا اپنی غلطی کا اعتراف کرنے لگے چنانچہ لکھا:۔

(۱) ''واقعات و تجربہ نے ہمارے سامنے یہ تلخ حقیقت واضح کر دی ہے کہ اشاعت اسلام کے میدان میں ہماری ساری کامیابی کا راز ہماری جماعتی ترقی و توسیع سے وابستہ ہے۔ ہم نے عام طور پر اپنی مسلمان قوم سے جو توقعات وابستہ کر رکھی تھیں کہ ہمارے مشنوں اور ترویج علوم فرقانیہ کے کارناموں کو دیکھ کر ہمارے دینی مقاصد میں لوگ ازخود شمولیت و شرکت اختیار کریں گے وہ تمام حرفِ غلط کی طرح ثابت ہوئی ہیں''۔ 28

(۲) ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے استحکام اور احبابِ سلسلہ کے باہمی تعلقات کو استوار کرنے کے لئے یہ تجویز فرمایا تھا کہ ہماری اولادوں کے رشتے ناطے جماعت کے اندر ہونے چاہئیں اور انجمن نے حتی الوسع باہمی رشتے ناطوں کے لئے کوشش بھی کی ہے لیکن افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ عام طور پر لڑکوں کے رشتے باہر کر لئے جاتے ہیں اور جماعت میں لڑکیوں کے رشتے تلاش کرنے میں مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ ایک ناخوشگوار

حقیقت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔امامِ وقت کے ارشاد کی تعمیل میں ضروری ہے کہ ہم جماعت میں رشتے ناطے کریں خواہ ہمیں اس میں کوئی نقصان یا تکلیف ہی کیوں نہ برداشت کرنی پڑے۔‘‘ 29

ربوہ میں خواتین کا ایک عظیم الشان جلسہ

مورخہ ۶ مئی ۱۹۶۶ء کو ربوہ کی احمدی خواتین نے ڈنمارک میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی خوشی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ یہ مسجد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عہد خلافت پر ۱۹۶۵ء میں نصف صدی پوری ہونے کی خوشی میں حضرت سیدہ اُمّ متین مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تحریک پر احمدی مستورات کے چندہ سے تعمیر کی جارہی تھی۔ ۶ مئی ۱۹۶۶ء اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھے جانے کا دن تھا۔ یہ جلسہ لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کے ہال میں زیرِ صدارت محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ جس کے بعد حضرت سیدہ امّ متین صاحبہ نے ایک نہایت ایمان افروز تقریر فرمائی۔ جلسہ کے اختتام پر اجتماعی پُرسوز دعا کی گئی۔ 30

راولپنڈی میں فارن مشن کا قیام

اس سال تحریک جدید کے زیر انتظام فارن مشن کی ایک شاخ راولپنڈی میں کھولی گئی۔ جس میں مرکزی نمائندہ مسعود احمد صاحب جہلمی نے انچارج فارن مشن کی حیثیت سے اپنے فرائض عمدگی سے انجام دیئے۔ بیرونی ممالک کے مہمانوں، معززین، اعلیٰ افسروں اور ملکی نمائندوں سے رابطہ قائم کر کے ان کو سلسلہ سے متعارف کرایا اور جماعتی لٹریچر خاصی تعداد میں ھدیۃً پیش کیا۔ 31

سلسلہ کے تین بزرگوں کا ذکر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے یکم جولائی ۱۹۶۶ء میں ایک خطبۂ نکاح میں سلسلہ کے دو بزرگوں راجہ علی محمد صاحب اور خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’محترم راجہ علی محمد صاحب سابق ناظر بیت المال...... نے جماعت کی بہت خدمت کی ہے......

محترم خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب مرحوم گورنمنٹ کی ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمبے عرصے تک جماعت کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق پانے والے بزرگ ہیں اور عملاً انہوں نے سلسلہ کی خدمت کرتے ہوئے ہی اپنی جان دی ہے۔‘‘ 32

۱۱/اگست ۱۹۶۶ءکو حضور نے خطبہ نکاح کے دوران فرمایا:۔

’’محترم بھائی محمود احمد صاحب (سرگودھا) سلسلہ کے پُرانے بزرگ ہیں اور عزیزم مکرم ودود احمد صاحب کے بڑے بھائی مکرم ڈاکٹر حافظ مسعود احمد صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے خدمتِ سلسلہ کی بہت توفیق عطا فرمائی ہے۔‘‘[33]

جناب محمد علی کلے مسجد احمدیہ فرینکفورٹ میں

ستمبر ۱۹۶۶ء میں باکسنگ کے عالمی ہیوی ویٹ چیمپیئن جناب محمد علی کلے، جب مشہور جرمن باکسر کارل ملڈن برگر سے مقابلے کے لئے فرینکفورٹ پہنچے تو آپ مسجد احمدیہ فرینکفورٹ بھی تشریف لے گئے۔ اس موقعے کا ایک یادگار فوٹو اخبار ’’پاکستان ٹائمز‘‘ PAKISTAN TIMES (لاہور) ۱۱ستمبر ۱۹۶۶ء کے صفحہ ۱۲ پر شائع ہوا۔ جس میں جناب محمد علی کلے کو باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ فوٹو میں مسجد احمدیہ فرینکفورٹ کے امام مولوی فضل الٰہی صاحب انوری اور مسجد احمدیہ ہمبرگ کے امام اور مغربی جرمنی میں احمدیہ مشن کے مبلّغ انچارج چوہدری عبداللطیف صاحب بھی قعدہ کی حالت میں نظر آ رہے تھے۔ فوٹو کے نیچے یہ عبارت درج تھی۔ ’’امریکہ کے ہیوی ویٹ عالمی چیمپیئن باکسر محمد علی جو تصویر میں بائیں جانب سے دوسرے نمبر پر ہیں فرینکفورٹ شہر کی واحد مسجد میں نماز ادا کر رہے ہیں یہ امر قابل ذکر ہے کہ باکسنگ کے اس مقابلے میں جناب کلے صاحب نے اپنے مدمقابل کو شکست فاش دے کر اپنا عالمی چیمپیئن کا خصوصی اعزاز برقرار رکھا۔[34]

جماعت احمدیہ، صومالیہ کے وزیر تعلیم کی نظر میں

راولپنڈی کی مقامی جماعت کی طرف سے صومالیہ کے وزیر تعلیم مکرم احمد یوسف صاحب کے اعزاز میں مورخہ ۴/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں وزیر موصوف نے اشاعت اسلام کے بارہ میں جماعت احمدیہ کی کامیاب مساعی کو ایک عظیم...... کارنامہ قرار دیا اور کہا کہ احمدیہ جماعت کی مساعی سے اسلام سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیل رہا ہے۔

آپ نے کہا کہ جماعت احمدیہ اشاعت اسلام کا جو فریضہ سرانجام دے رہی ہے درحقیقت یہ تمام مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ وزیر موصوف نے عالم اسلام کی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بے اعتنائی پر افسوس کا اظہار کیا۔

نیز صومالیہ کے حالات اور اندرونی مسائل کا ذکر کر کے اپنے ملک کی خوشحالی اور استحکام کے لئے دعا کی درخواست کی ۔[35]

ایک یورپین دوست کی بیعت

سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ منعقدہ ۲۸ تا ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے نومسلم دوست عبدالجبار ہیل صاحب کی بیعت قبول فرمائی۔ یہ صاحب ۲۰ سال قبل برصغیر آئے تھے۔ یہیں مسلمان ہوئے اور یہیں شادی کی۔ آپ کراچی کے بعض احمدی احباب کے زیر تبلیغ تھے۔[36]

گوردوارہ میں سکھوں کو تبلیغ

۲۸ نومبر ۱۹۶۶ء کو سیّد غلام مہدی صاحب ناصر مبلّغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے گوردوارہ موسیٰ بنی مائنز میں حضرت گورونانک کی سوانح، آپ کے مسلمانوں سے تعلقات اور تعلق باللہ پر روشنی ڈالی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے نہایت زوردار الفاظ میں حضرت گورو بابا نانک علیہ الرحمۃ کی درج ذیل پیشگوئی کا تذکرہ کیا:۔

’’تاں مردانے پُچھیا گورو جی! کبیر بھگت جیہا کوئی ہور بھی ہویا ہے۔ سری گورونانک جی آکھیا۔ مردانیاں! اک جٹیٹا ہوسی۔ پر اساں توں پچھے سو برس توں بعد ہوسی۔ پھر مردانے نے پچھیا کیہڑے تھائیں اتے مُلک وچ ہوسی۔ تاں گورو کیہا مردانیاں! وٹالے دے پَر گنے وچ ہوسی۔ سن مردانیاں! نرنکار دے بھگت سب اِکّو رُوپ ہُندے ہَن۔ پر اوہ کبیر بھگت نالوں وڈا ہوسی۔‘‘[37]

یعنی مردانے نے پوچھا کہ گورو صاحب! کوئی کبیر بھگت سے بڑا اور بھی گورو ہوگا۔ اگر ہوگا تو کہاں اور کب ہوگا۔ تو گورو صاحب نے فرمایا کہ آنے والا گورو ہم سے سو برس کے بعد آئے گا اور وہ جٹ یعنی زمیندار ہوگا اور وٹالے کے پرگنے میں، یعنی تحصیل بٹالہ میں آئے گا۔ جو صوبہ پنجاب ضلع گورداسپور کی ایک تحصیل ہے۔ اور یہ کہ وہ کبیر بھگت سے بڑا ہوگا۔

اس پیشگوئی کے مطابق سکھوں کی دسویں بادشاہی کے سو سال بعد قادیان تحصیل بٹالہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرما کر گورو جی کے خدا تعالیٰ سے سچے تعلّق کا عملی ثبوت بہم پہنچا دیا۔ اس تقریر کے بعد صوبیدار کرتار سنگھ صاحب منتظم گورپرپ کپورتھلوی نے اپنی طرف سے

اور گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور اس پیشگوئی کو دُھرایا۔ بعض معمّر سکھ اصحاب بعدازاں مبلّغ سلسلہ سے ملے اور خوشی کا اظہار کیا۔[38]

مرزا عبدالحق صاحب کی خدمات کا ذکر

۳۰/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مرزا عبدالحق صاحب (سابق امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ پنجاب) کی صاحبزادی محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ کے نکاح کا اعلان کیا اور خطبہ نکاح میں آپ کی دینی خدمات کا خصوصی تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

> ”جسم تو تھکا ہوا بھی ہے اور ٹوٹا ہوا بھی لیکن روح بڑی خوشی محسوس کر رہی ہے کیونکہ اس وقت ایک ایسی عزیزہ کے نکاح کے اعلان کے لئے کھڑا ہوں جس کے والد نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعود...... کے ساتھ مل کر خدمت اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی توفیق حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خود اپنی مغفرت اور رحمت کے نتیجہ میں ہر رنگ میں بہتر سے بہتر جزا محترمی ومخدومی مرزا عبدالحق صاحب کو اپنی طرف سے دے۔ نیز اس رنگ میں بھی جزا دے کہ ان کی اولاد میں بھی وہ جذبۂ خدمت اور وہ جذبۂ فدائیت جوان بچوں کے والد مخدومی مرزا عبدالحق صاحب سے مختلف وقتوں میں اسلام اور احمدیت کے لئے ظاہر ہوتا رہا ہے، موجزن رہے اور اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے فدائی اور رسول ﷺ کے عاشق اور سلسلہ احمدیہ کے خادم اور بے نفسی سے خدمت کرنے والے وجود پیدا کرتا رہے اور ہمیشہ ہی اس خاندان پر اپنے فضل اس رنگ میں فرماتا رہے کہ وہ دنیا میں بھی ایک نمونہ بنیں اور اخروی زندگی میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے خوشیوں کے دن دیکھیں کہ وہاں کی خوشیاں ہی حقیقی خوشیاں ہیں۔“[39]

صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کی کوٹھی کا سنگ بنیاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۷ نومبر ۱۹۶۶ء کو اپنے فرزند اکبر صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب کی کوٹھی کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس تقریب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد صحابہ کرام اور افرادِ

خاندان نے بھی بُنیادی اینٹیں رکھنے میں حصہ لیا۔جس کے بعد حضور نے اجتماعی دعا کرائی۔[40]

بزم اردو تعلیم الاسلام کالج کی افتتاحی تقریب

۱۴نومبر ۱۹۶۶ء کو بزم اردو تعلیم الاسلام کالج کی سالِ نو کی افتتاحی تقریب ہوئی۔مہمان خصوصی جناب شیخ محمد حسین صاحب ٹی۔کیو۔اے۔سی۔ایس۔پی کمشنر سرگودھا ڈویژن تھے۔بزم اردو کے نگران پروفیسر ناصر احمد صاحب پروازی نے ایڈریس پیش کرتے ہوئے تعلیم الاسلام کالج کی مختصر تاریخ پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ قیام پاکستان کے بعد کالج کو کن مشکلات اور نامساعد حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ایڈریس کے بعد کمشنر صاحب سرگودھا ڈویژن نے اپنی تقریر میں کالج کی مثالی ترقی اور شاندار علمی و ادبی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

''قدم قدم پر رکاوٹوں اور مشکلات کے باوجود یہ درسگاہ جس طریق پر علمی و ادبی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔اس کے لئے اس ادارہ کے جملہ اراکین و اساتذہ قابلِ مبارکباد ہیں۔کالج کے شاندار نتائج اور کھیلوں کے اعلیٰ معیار پر بھی میں آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔...... مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی ہے کہ یہ ادارہ غریب اور نادار طلبہ کا خاص خیال رکھتا ہے اور غریب والدین کے بچوں کو نہایت کم پیسوں پر تعلیمی اور اقامتی سہولتیں بہم پہنچا رہا ہے۔قلیل معاوضہ پر طلباء کی خوراک کا بندوبست بھی ہے۔جس کے لئے کالج کی انتظامیہ بجا طور پر فخر کرسکتی ہے۔......اس کالج کی ادبی سرگرمیاں بھی قابلِ ستائش ہیں۔کالج کی بزم اردو بڑی تندہی سے اردو ادب کی خدمت کر رہی ہے مجھے قوی اُمّید ہے کہ بزم اردو کا وجود اردو زبان کی ترقی اور ترویج میں بے حد ممد و معاون ثابت ہوگا۔''

کمشنر صاحب کے خطاب کے بعد بزمِ اردو کے نئے صدر جناب انور احمد صاحب باہری کی صدارت میں تقریب کی بقیہ کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔''[41]

بھارت کے گئو پوجکوں کو چیلنج

بھارت کے کٹر ہندو جماعتوں سے متاثر ہو کر بھارتی حکومت نے ہر صوبے کو یہ اختیار دے دیا کہ وہ گائے کی قربانی پر پابندی لگا سکتی ہے۔اس پر ہفتہ وار ''لاہور'' (۲۱نومبر ۱۹۶۶ء) میں جماعت احمدیہ کے فاضل مربی جناب مہاشہ محمد عمر صاحب مولوی فاضل و فاضل سنسکرت سابق یوگندر پال شرما وڈیارتھی گوروکل کانگڑی ہردوار کی طرف سے حسب ذیل چیلنج دیا گیا:۔

ان دنوں بھارت میں جن سنگھ، آریہ سماج، ہندومہاسبھا، سناتن دھرم اور دیگر ہندو فرقے بھیانک اندولن کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندو دھرم میں گائے کو ایک پوتر اور پوجیہ جانور مانا گیا ہے اور وہ دھرم گرنتھوں میں گئو کا مارنا اور اس کا ماس کھانا مہا پاپ مانا گیا ہے۔ میرے نزدیک یہ خالصۃً ایک سیاسی مسئلہ ہے، جسے دھرم کا روپ دیا گیا ہے۔ شاید اسی باعث بھارت کی سیکولر حکومت نے بھی اعلان کر دیا ہے۔ کہ بے شک ہندو گرنتھوں میں گائے کی تقدیس پائی جاتی ہے۔ اس سے مرکز کو انکار نہیں۔ اسی لئے اُس نے ہر صوبہ کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ اپنے صوبہ میں ایسی کوئی پابندی لگانا چاہے تو وہ اس کا مجاز ہے۔ لیکن دراصل ایسا کر کے مرکز نے ایک تیر سے دو نشانے لگانے کی کوشش کی ہے۔ ہندوؤں کو گئو کی تقدیس کے اعتراف سے چپ کرا دیا اور مسلمانوں کا منہ اس طرح بند کر دیا کہ مرکز نہیں صوبے ایسی پابندیاں لگا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت کی ایسی ہی دوغلی پالیسیوں نے آج اُسے دنیا بھر میں بدنام کر رکھا ہے۔ میں کانگریس کے ان کٹر ہندو لیڈروں کو اور ہندو مہاسبھائیوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اپنی پستکوں سے ایک حوالہ بھی ایسا نکال کر دکھائیں۔ جس میں گائے کا مارنا پاپ اور اس کا ماس کھانا مہا پاپ لکھا ہو۔

میرا یہ چیلنج آریہ سماجی لیڈروں، پنڈتوں، ہندو یونیورسٹی بنارس اور دیگر تمام ہندو نیتاؤں کو ہے۔ جو اس مفروضہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ میرے چیلنج کا جواب اپنے اخبارات میں شائع کریں۔ تا کہ بیرونی دنیا کو یہ معلوم ہو کہ اس خطرناک مطالبہ کی بنیاد کس پر ہے۔ اور بیرونی دنیا یہ تسلیم کرنے میں حق بجانب ہوگی کہ سارا ڈھونگ صرف اور صرف بھارت کے مسلمانوں کے قتلِ عام کے لئے رچایا گیا ہے۔

ورنہ میں ثابت کر دکھاؤں گا کہ ہندو پستکوں اور گرنتھوں کی رو سے گائے کا کھانا پاپ نہیں ثواب ہے بلکہ جو اسے نہیں کھاتا وہ پاپی ہے!

خادمِ اسلام۔ مہاشہ محمد عمر سابق یوگندر پال معرفت ہفتہ وار ''لاہور'' بیڈن روڈ لاہور

مسجد نصرت دستگیر کراچی کا سنگ بنیاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء کو بعد نماز فجر مسجد نصرت دستگیر کراچی کا سنگ بنیاد رکھا۔ حضور نے ایک اینٹ لے کر دیر تک دعا کی پھر اس کو نصب فرمایا۔ اس کے بعد ۶ مزید اینٹیں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور امیر صاحب جماعت احمدیہ کراچی و مربیان سلسلہ نے

رکھیں۔ پھر حضور نے اجتماعی دعا کروائی۔[42]

جماعت ہائے احمدیہ آزاد کشمیر کا دوسرا سہ روزہ جلسہ سالانہ

جماعت ہائے احمدیہ کوٹلی آزاد کشمیر کا دوسرا سہ روزہ سالانہ تربیتی اجتماع مورخہ ۲۴ تا ۲۶ نومبر ۱۹۶۶ء منعقد ہوا۔ اس جلسہ کی نہایت ایمان افروز کارروائی بیان کرتے ہوئے مکرم محمد اسد اللہ کاشمیری صاحب مربی سلسلہ احمدیہ رقمطراز ہیں کہ سینکڑوں غیر از جماعت احباب نے بھی جلسہ میں شامل ہو کر استفادہ کیا۔ متعدد لاؤڈ سپیکر کا انتظام تھا۔ اجتماع میں جہلم، میرپور، راولپنڈی اور آزاد کشمیر کے اطراف واکناف سے احباب شامل ہوئے۔ جمعیت اہلحدیث کوٹلی نے بھی انتظامی امور میں جماعت سے تعاون کیا۔ ربوہ سے بھی علمائے کرام تشریف لائے ہوئے تھے۔ مستورات نے بھی جلسہ سُنا۔ جلسہ گاہ اور سٹیج رنگ برنگ جھنڈیوں، قرآنی آیات، تبلیغی عبارات اور دینی اشعار پر مشتمل درجنوں قطعات اور خوشنما بورڈوں سے مزین کیا گیا تھا۔ تقاریر کو ریکارڈ کرنے کے لئے ریکارڈنگ مشین بھی لگائی گئی تھی۔ تصاویر لینے کے لئے فوٹو گرافروں کا بھی انتظام تھا۔ رضا کار اور خدام جلسہ گاہ کے اردگرد مختلف ڈیوٹیوں پر متعین تھے۔ جلسہ گاہ کا گیٹ خوشنما قطعات سے آراستہ بارونق اور مزین تھا۔ ربوہ کے نمونہ پر سٹیج لکڑیوں کے شہتیروں اور تختوں سے بنایا گیا تھا۔ سٹیج کے اوپر خیمہ تانا گیا تھا۔ گیٹ پر بک سٹال بھی لگایا گیا تھا۔ ہنگامی حادثات فوری علاج معالجہ اور طبی ضروریات کے پیش نظر ظفر احمد صاحب کلیم نامی ڈاکٹر بھی مقرر کیا گیا تھا غرضیکہ ہر ضرورت کا خیال رکھا گیا تھا۔ تین دن تک مسلسل چھ اجلاس ہوئے جن میں مکرم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد سلمہ اللہ، مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب، مکرم مولانا محمد شفیع صاحب اشرف اور خاکسار راقم الحروف نے سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)، صداقت بانی سلسلہ احمدیہ، وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عنوانات پر تقاریر کیں۔ باہمی مسلم فرقوں کے اتحاد کی ضرورت واہمیت بھی بیان کی گئی اور مختلف سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ جلسہ کے دُوررس اثرات ظاہر ہوئے متعدد بیعتیں ہوئیں۔ لوگوں کی مزید تسکین کی خاطر جلسہ کے معاً بعد خاکسار نے لوگوں کے سوالات کے جوابات میں ایک کتابچہ ''جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات'' کے نام سے لکھا جسے جماعتہائے احمدیہ آزاد کشمیر نے کوٹلی سے شائع کیا اور سارے آزاد کشمیر میں تقسیم کیا جس سے متعصب طبقہ کی پھیلائی ہوئی مزید غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔ کوٹلی کے متعصب طبقہ نے جبکہ بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات قریب آرہے تھے اور انہیں یقین تھا کہ احمدی امیدوار محمد منظور احمد (ایڈووکیٹ) سے مقابلہ

ہوگا تو اس نے چنیوٹ (پنجاب) سے مولوی منظور احمد چنیوٹی کو سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جلسہ رکھ کر بلایا۔ جس نے احمدیوں کے خلاف سخت بدزبانی اور اشتعال انگیزی کرتے ہوئے جلسہ میں یہ فتویٰ سنایا کہ احمدیوں کو ووٹ دینا حرام ہے۔ چنیوٹی نے جلسہ میں بار بار مقامی جماعت کو بلکہ مقامی مربی سلسلہ خاکسار راقم الحروف کا نام لے کر مباحثہ ومباہلہ کا چیلنج دیا۔ مقامی جماعت کے نمائندوں نے محمد منظور احمد صاحب (ایڈووکیٹ) کی سرکردگی میں فوراً جلسہ کے دوران ہی انہیں یہ تحریر حاضر ہو کر پہنچا دی کہ ہم مباحثہ ومباہلہ دونوں کے لئے تیار ہیں۔ اس کے لئے وقت اور تاریخ اور دیگر شرائط ہم سے طے کی جائیں۔ اب مولوی منظور احمد چنیوٹی نے ذرا سنبھل کر مباحثہ اور مباہلہ دونوں سے یہ کہہ کر گریز کیا میں مباحثہ نہیں مباہلہ کروں گا اور مباہلہ بھی مقامی جماعت سے نہیں جماعت احمدیہ کے مرکزی خلیفہ ربوہ سے کروں گا۔ حالانکہ وہ مقامی جماعت کو بار بار مباہلہ ومباحثہ کا چیلنج دے چکے تھے کہ میں اُن کے کسی بھی نمائندے سے مباہلہ ومباحثہ کرنے کے لئے تیار ہوں جو بھی سامنے آجائے۔ اگرچہ ہم جانتے تھے کہ یہ سب انتخابی سٹنٹ ہے۔ تاہم اتمام حجت کے لئے خاکسار نے مولوی منظور احمد چنیوٹی کو چنیوٹ کے پتہ پر جبکہ وہ کوٹلی سے جلدی جا چکے تھے، ایک رجسٹری خط بھیجا جس میں لکھا گیا تھا کہ اگر وہ سچے ہیں اور مقامی سیاسی کھلاڑیوں کے آلہ کار بن کر محض فرقہ وارانہ نفرت پھیلانا نہیں چاہتے تو قرآنی شرائط اور سنت نبوی کے مطابق اس مباہلہ کی دعوت کو قبول کر لیں جو سب سے پہلے بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں تمام علماء ہند اور گدی نشینوں کو دی تھی اور آج بھی شائع شدہ موجود ہے کیونکہ تا حال کسی عالم نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا۔ خط میں یہ بھی درج کیا گیا کہ ایک ماہ کے اندر اس خط کا جواب دے دیں۔ اگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو اُن کا مباحثہ ومباہلہ دونوں سے فرار سمجھا جائے گا۔ عذرات کو توڑنے کے لئے اس خط کی نقول رجسٹری کر کے کوٹلی کے اُن معززین کو بھی بھیجی گئیں جنہوں نے مولوی چنیوٹی کو بلا کر جلسہ کرایا تھا۔ مگر نہ ایک ماہ کے اندر نہ ایک ماہ کے بعد مولوی چنیوٹی نے کوئی جواب دیا نہ اس کے مقامی بلانے والوں نے، کسی کی طرف سے جواب نہ ملنے پر خاکسار نے ایک اور پمفلٹ ''مولوی منظور احمد چنیوٹی کا مباحثہ ومباہلہ سے فرار'' کے نام سے کوٹلی سے شائع کیا اور لوگوں میں تقسیم کیا۔ ایک پمفلٹ مولوی منظور احمد چنیوٹی کو بھی بذریعہ ڈاک بھیجا گیا۔ مگر کسی طرف سے صدائے برنخواست۔ اس مکمل خاموشی اختیار کر لینے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ جلسے محض انتخابی سٹنٹ ہی تھے۔ صرف مذہب کے نام سے سادہ لوح عوام کے جذبات انگیخت کئے جا رہے تھے جن کو

عوام نے بعد میں احمدی امیدوار منظور احمد صاحب ایڈووکیٹ ابن حاجی امیر عالم صاحب کو کامیاب بنا کر نا کام کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مولوی منظور احمد چنیوٹی نے حسب عادت پاکستان میں حافظ آباد (گوجرانوالہ) کے ایک جلسہ میں جا کر احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیزی کی اور بیان کیا کہ انہوں نے امام جماعت احمدیہ کو مباہلہ کا چیلنج دیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور پھر مقامی جماعت کو چیلنج دیئے۔ جس پر حافظ آباد کی مقامی جماعت احمدیہ نے جلسہ میں حاضر ہو کر آزاد کشمیر کوٹلی کا شائع کردہ مذکورہ پمفلٹ بنام ''مولوی منظور احمد چنیوٹی کا مباہلہ ومباحثہ سے فرار'' پیش کیا اس پر مولوی صاحب بہت سٹپٹائے مگر کوئی معقول جواب نہ بن پڑا اور شرمندگی سے پسینہ پونچھتے ہوئے واپس چنیوٹ آ کر دم لیا۔ 43

سائنس کانفرنس میں احمدی سائنس دانوں کے گرانقدر مقالے

۴ تا ۶ دسمبر ۱۹۶۶ء کو مغربی پاکستان زرعی یونیورسٹی لائلپور (فیصل آباد) میں سائنٹفک سوسائٹی آف پاکستان کی آٹھویں سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب صدر شعبہ طبیعات تعلیم الاسلام کالج، پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب اور سید حبیب الرحمان صاحب صدر شعبہ حیاتیات نے اہم سائنسی موضوعات پر گرانقدر مقالے پڑھے۔ اس کانفرنس میں ملک کے نامور سائنسدانوں اور ماہرین تعلیم نے شرکت کی۔ کانفرنس کا سب پروگرام اردو ہی میں ہوا اور اس میں اردو ہی میں سائنسی علوم پڑھانے پر زور دیا گیا۔

پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب پرنسپل گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج کی دعوت پر کانفرنس کے مندرجہ ذیل مقتدر مندوبین اور ممتاز سائنسدان چھ دسمبر کو ایک روز کے لئے ربوہ تشریف لائے۔

(۱) پروفیسر ڈاکٹر محمد افضال حسین صاحب قادری سابق صدر سائنٹفک سوسائٹی آف پاکستان وڈین سائنس فیکلٹی کراچی یونیورسٹی۔

(۲) ڈاکٹر منظور احمد صاحب کراچی یونیورسٹی۔

(۳) ڈاکٹر سید امتیاز احمد صاحب شعبہ حیاتیات کراچی یونیورسٹی۔

ان ممتاز شخصیات کے ہمراہ ملک کے بعض دوسرے سائنس دان بھی تھے۔

مندوبین نے تعلیم الاسلام کالج کی آنرز اور فزکس کی تجربہ گاہ، حیاتیات کے میوزیم اور نئے کالج کی زیرِ تعمیر عمارات کا معائنہ کیا۔ ڈاکٹر محمد افضال حسین صاحب قادری نے سائنسی علوم کی تعلیم کے مجوّزہ انتظامات کے بارے میں بعض مفید تجاویز پیش کیں اور اس امر پر اظہارِ مسرت کیا کہ زیرِ تعمیر کالج

کے احاطہ میں سبزہ اور درختوں کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔اور تعلیم و تدریس اور ریسرچ کی مناسبت سے ماحول کو پُر سکون اور خوشگوار بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔مندوبین نے کالج کی اس روایت کو خاص طور پر سراہا کہ اس میں گذشتہ اٹھارہ، انیس سال سے جلسہ ہائے تقسیمِ اسناد کی کارروائی زبانِ اردو میں انجام پا رہی ہے۔اس اعتبار سے اسے پاکستان بھر میں اوّلیت حاصل ہے۔[44]

صوبیدار عبدالمنان صاحب دہلوی کا ذکر خیر

۲۵دسمبر ۱۹۶۶ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مکرم صوبیدار عبدالمنان صاحب افسر حفاظت کی دختر نیک اختر امۃ الرحیم صاحبہ کے نکاح کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

’’مکرم صوبیدار صاحب جو اس وقت میرے دائیں طرف ہیں۔ان کے جماعت پر بہت حقوق ہیں۔انہوں نے احمدیت اور مسلمانوں کی طویل عرصہ تک خدمت کی ہے۔۱۹۴۷ء کے فسادات کے موقع پر جب قادیان کے قریب واقع گاؤں سٹھیالی پر سکھوں نے حملہ کیا تو اس گاؤں کے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جو احمدی بھیجے گئے ان میں صوبیدار صاحب بھی شامل تھے۔سکھوں کے ساتھ لڑتے ہوئے ان کے سینہ کے دائیں جانب گولی لگی۔مگر اللہ تعالیٰ کو ان کی زندگی عزیز تھی اس لئے اس نے انہیں بچالیا۔جس وقت یہ سٹھیالی سے قادیان آئے تو ان کے سارے کپڑے خون سے سرخ ہوئے ہوئے تھے۔اس کے بعد ایک لمبے عرصہ تک حضرت مصلح موعود کی خدمت کرتے رہے اور اب تک خدمت میں مصروف ہیں۔دوست دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ اس رشتہ کو بابرکت بنائے اور فریقین کو خوشحال اور پر سکون زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔‘‘[45]

بھارتی احمدیوں کی جماعتی مساعی

خلافت ثالثہ کے عہد مبارک کی برکت سے ۱۹۶۶ء کا سال بھارتی احمدیوں کے لئے نشأۃ ثانیہ کا سال ثابت ہوا اور ان کی دینی، قومی اور ملّی مہمّات گذشتہ سالوں کی نسبت بڑھ گئیں۔اور ان کا حلقہ ملک کے اعلیٰ سیاسی، علمی اور تحقیقاتی اداروں تک وسیع ہوگیا۔اس سال لٹریچر کی اشاعت بھی پہلے سے زیادہ ہوئی اور صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے شمالی ہند کا وسیع سفر کیا اسی طرح مبلّغینِ سلسلہ نے تبلیغی اور بعض مرکزی زعماء نے بھی مالی نقطۂ نگاہ سے جنوبی ہند کے دورے کئے۔

اب اس اجمال کی تفصیل دی جاتی ہے۔

ا۔آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا ۷۱واں اجلاس ۱۰تا۱۲فروری ۱۹۶۶ءکو جے پور شہر میں منعقد ہوا۔ مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ دہلی نے ڈاکٹر محمد لطیف صاحب (جے پور) کے مشورے سے تبلیغی نقطۂ نگاہ سے ایک موثر پروگرام اور لائحہ عمل تجویز کیا۔ اوراس کے مطابق اجلاس کانگریس میں شامل اہم شخصیات تک دینی لٹریچر پہنچایا۔ نیز خدام نے عوام میں بھی جماعتی لٹریچر تقسیم کیا۔ محکمہ تعلیم جے پور کے زیرِ انتظام نمائش میں انگریزی وہندی لیکچروں کا انتظام تھا۔ پروگرام کے اختتام پر مولوی بشیر احمد صاحب نے مختلف احباب کو جماعت احمدیہ سے متعارف کروایا اورانہیں انگریزی وہندی لٹریچر دیا اور خاصی دیر تک اس تبلیغی ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔

مولوی بشیر احمد صاحب تینوں روز کانگریس کے اجلاس میں موجود رہے اور پنڈال کے اندر جاکر بھارتی وزیر دفاع اور دوسرے نامور نمائندگان کو آنحضرت ﷺ کی سیرت ''لائف آف محمدؐ'' LIFE OF MUHAMMAD انگریزی وہندی پیش کی۔ اسی طرح ڈاکٹر محمد لطیف صاحب نے مقامی معزز احباب تک انگریزی لٹریچر پہنچایا۔[46]

۷فروری ۱۹۶۶ءکو ٹانڈہ (قادیان سے قریباً ۲۲میل دور جانب مشرق ضلع ہوشیار پور میں واقع ایک قصبہ) کالج میں مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد، چوہدری مبارک علی صاحب اور صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوۃ وتبلیغ نے اسلام پر اثر انگیز تقاریر کیں اور غیر مسلموں کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ صاحبزادہ صاحب نے تقریر کے بعد کالج لائبریری کے لئے انگریزی ترجمہ قرآن مع دیگر کتب کے تحفۃً دیا۔[47]

۱۹۶۶ء کے آخر میں عیسائیوں کے ایک ادارہ ''ہنری مارٹن انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز'' HENRY MARTIN INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES نے ہندوستان بھر میں اپنی سرگرمیاں تیز کردیں۔ بمبئی میں انہوں نے اپنے ماہانہ اجلاسوں میں مسلمان علماء کو بلانا شروع کیا۔ علماء اُن کی تقریریں سُنتے اور عیسائی مقرران کواپنی باتیں سناتے تھے۔ اس سلسلے میں دوجلسوں میں مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی کو دو تقاریر کا موقع ملا۔ جس میں آپ نے نئے عہدنامے کے جدید یونانی نسخے اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے چھپے ہوئے ''ریوائزڈ ورشن'' REVISED VERSION سے نئے عہدنامے میں تحریف کا بدیہی ثبوت پیش کرکے ہلچل مچادی اور ڈاکٹر ''لیوک'' LUKE صاحب کے سوالوں کے جواب حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کبیر کی روشنی میں

دے کر سبھی کو حیرت زدہ کر دیا اور ڈاکٹر لیوک ایک لفظ نہ بول سکے۔
آخری مقرر مسٹر تھوما اور صدر جلسہ نے اپنے ریمارکس میں یہ اعتراف کیا کہ آج کی مجلس پر اسلامی خیالات ہی کا غلبہ رہا۔‘‘ [48]

۱۶؍اپریل ۱۹۶۶ء کو تھیوسافیکل سوسائٹی کلکتہ کے ۴۷ ویں اجلاس منعقدہ ہرندر میموریل ہال میں مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلّغ کلکتہ نے ’’اسلام میں عالمگیر اخوت‘‘ BROTHERHOOD IN ISLAM کے موضوع پر ایک کامیاب تقریر فرمائی۔ یہ تقریر نہایت توجہ اور ذوق وشوق سے سنی گئی اور ہال تالیوں سے گونج اُٹھا۔ صدر جلسہ پروفیسر نرائن داس باسو (شعبہ فزکس کلکتہ یونیورسٹی) نے آپ کی تقریر پر بہت ہی شاندار ریویو REVIEW دیا۔ اور مسز شری مہتہ اپنی انگریزی تقریر میں بار بار کہتی رہیں کہ مولانا امینی صاحب کی تقریر کے بعد میرے لئے بولنے کی گنجائش نہیں کیونکہ تھیوسافیکل جس قسم کا بھائی چارہ پیدا کرنا چاہتی ہے اور اس کے لئے جو اصول پیش کرتی ہے وہ سب اس میں موجود ہیں۔ بہتیرے لوگوں نے مکرم امینی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اقرار کیا کہ اس قسم کی تقریر اُن کی زندگی کا پہلا موقع ہے۔ [49]

۲۔ گورداسپور کے ایک ہفت روزہ ’’پربودھ جگت‘‘ کے ایڈیٹر شری ستیہ پال نندہ نے اپنے اخبار کی ۱۶؍اگست ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں مسلمان بادشاہوں کے حالات زندگی کی آڑ میں اسلام اور آنحضرت ﷺ کے خلاف قابل نفرت وحقارت پراپیگنڈہ شروع کر کے مسلمانانِ ہند کے جذبات کو مجروح کیا۔ اس ہتک آمیز اور زہر آلود مہم کے خلاف اخبار بدر قادیان نے ۸ ستمبر ۱۹۶۶ء کو پُر زور آواز میں احتجاج بلند کیا اور حکومت کو توجہ دلائی کہ وہ اس دلآزار تحریر کے خلاف موثر اقدام کرے نیز لکھا اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا بھر کی سب قوموں اور ملکوں کے مذہبی رہنماؤں اور بزرگوں کو عزت سے یاد کرو۔ ہم بحیثیت ایک سچے مسلمان ہر مذہب کو بنیادی طور پر سچا مانتے ہیں اور سب رسولوں، رِشیوں اور اوتاروں کو بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔‘‘ [50]

پٹنہ میں ’’بہار ریسرچ سوسائٹی‘‘ کے سالانہ اجتماعِ عام میں رامچندر جی کے کردار پر مسٹر جسٹس ستیش چندر مشرا SATISH CHANDAR MISHRA کی زیرِ صدارت ایک مباحثہ ہوا۔ جس میں حضرت رامچندر جی کی شخصیت پر نہایت نامناسب تنقید کی گئی۔ مباحثہ کی رُوداد ۱۳؍جون ۱۹۶۶ء کو اخبار ’’انڈین نیشن‘‘ INDIAN NATION میں شائع ہوئی تو سید فضل احمد صاحب نے

آنریبل چیف جسٹس پٹنہ ہائی کورٹ کے نام پر ایک کُھلا خط لکھا جس میں بتایا کہ قرآن مجید نے یہ عالمگیر اصول پیش کیا ہے کہ خدا نے ہر ملک اور قوم کے لئے پیغمبر اور مُصلح بھیجے ہیں۔ جو معصومیت کی ایک مکمل مثال تھے۔ ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔[51]

۳۔ اس سال حیدر آباد، سونگھڑہ، لکھنؤ اور کالا پتھر (اڑیسہ) وغیرہ میں کامیاب جلسے ہوئے۔[52]

۴۔ اس سال تقسیم لٹریچر کی طرف مبلّغین سلسلہ اور مخلصین جماعت نے خاص توجہ دی۔[53]

جیسا کہ اُوپر ذکر آچکا ہے جناب محبّ اللہ صاحب آئی۔اے۔ایس (ریٹائرڈ)، سیکرٹری پنجاب وقف بورڈ ۲۵ فروری ۱۹۶۶ء کو قادیان تشریف لائے تو حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ نے انہیں ترجمہ قرآن مجید انگریزی اور جماعت کا تبلیغی لٹریچر پیش کیا۔[54]

۲۴ مئی ۱۹۶۶ء کو یادگیر میں مرکزی وزیر صنعت وحرفت جناب ڈی۔ سنجیویا صاحب سے جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے مولوی محمد اسماعیل صاحب غوری امیر جماعت کی قیادت میں ملاقات کی اور کتاب اللہ کے انگریزی ترجمہ کا نُسخہ بطور تحفہ پیش کیا۔[55]

۷/اگست ۱۹۶۶ء کو صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب روٹری کلب بٹالہ کے ممبر کی حیثیت سے رادھا سوامی ست سنگ بیاس (ڈیرہ بابا جیمل سنگھ) ایک میلہ میں شرکت فرمائی۔ رادھا سوامی تحریک کے گورو سردار چرن سنگھ جی مہاراج نے عبادت گاہ کے ہال میں آتما اور پرماتما کے تعلق اور بھگتی پر اپنے نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی۔ بعد ازاں روٹری کلب کے مدعو مہمانوں کو ست سنگ کے عالیشان مہمان خانہ میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں گورو صاحب کی آمد پر ایک مجلس منعقد ہوئی۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے گورو صاحب کو قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اور بعض دوسری کتب کا روحانی تحفہ پیش کیا۔ جسے انہوں نے احترام کے ساتھ قبول فرمایا اور پھر خاصی دیر تک صاحبزادہ صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔ ازاں بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس پر چوہدری مبارک علی صاحب (آپ ان دنوں ایڈیشنل ناظر امور عامہ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے) درویش قادیان نے تخلیق رُوح اور آواگون یعنی نظریۂ تناسخ کی وضاحت چاہی۔ اور دریافت کیا کہ اگر پرمیشر نے روحوں کو اپنی خوشی کی خاطر پیدا کیا ہے۔ تو پھر اُنہیں جونوں کے لامتناہی چکر میں کیوں ڈال دیا؟ ماں اپنے بچے کے قصور معاف کر دیتی ہے۔ لیکن کیا پرمیشر میں ماں جتنا بھی پیار نہیں کہ کوئی اس کے آستانے پر گر کر خواہ کتنا ہی گڑگڑائے۔ پرمیشر ہرگز اس کے گناہ معاف نہیں کرتا۔ اور انسان کو اپنے کرموں کا پھل ضرور بھگتنا پڑتا ہے ہمیں

تو ایسے پرمیشر کا پتہ لگنا چاہیئے جو اپنے قصوروار بندوں کے گناہوں کو بخش دے اور مہربان ماں کی طرح اپنے سینے سے لگالے گورو صاحب نے اس کے جواب میں اپنے مخصوص نظریات کے اعادہ پر ہی اکتفاء کیا اور سامعین تسلی بخش جواب کے منتظر ہی رہے کہ مجلس ختم ہوگئی۔[56]

۵۔ تقسیم ملک کے بعد قادیان کی زیارت اور خاندانِ مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس افراد سے شرفِ ملاقات بھارت کے دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے احمدیوں کے لئے ایک مسئلہ بن چکا تھا اور غریب اور نادار بھارتی احمدی جو اس مقدس خاندان کے والہ وشیدا تھے، بے بس ہوکر رہ گئے تھے۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے انہی مجبور اور ناچار احمدیوں کے جذبۂ عقیدت کے پیش نظر اس سال مع اہل وعیال شمالی ہند کا وسیع اور لمبا سفر اختیار فرمایا۔ آپ ۳؍اپریل ۱۹۶۶ء کو قادیان سے روانہ ہوئے۔ اور ۷ جون ۱۹۶۶ء کو بخیریت قادیان دارالامان میں تشریف لائے۔ اس کامیاب تبلیغی، تنظیمی وتربیتی دورہ کے دوران آپ نے جماعت احمدیہ کیرنگ اور سونگھڑہ کے سالانہ جلسوں سے بھی خطاب فرمایا۔ صوبہ اُڑیسہ کی جماعتوں کے دورہ کے بعد آپ نے کلکتہ میں مختصر سا قیام فرمایا جہاں میاں محمد عمر صاحب سہگل اور میاں محمد صدیق صاحب بانی کے خاندان کو آپ کی خدمت اور تواضع کا خوب موقع ملا۔ اس سفر میں آپ جہاں جہاں تشریف لے گئے۔ اظہار محبت وعقیدت کے بہت ایمان افروز مناظر دیکھنے میں آئے۔ بوقت رخصت ہر احمدی مرد، عورت اور بچہ کی آنکھیں پُرنم ہوجاتی تھیں۔ اس سفر میں چوہدری مبارک علی صاحب بھی آپ کے ہمرکاب تھے اور انہوں نے اس کامیاب دورہ کی تفصیلی روداد کئی قسطوں میں مرتب کی جو بدر میں چھپ گئی۔[57]

۶۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے علاوہ مبلّغین سلسلہ عالیہ احمدیہ مولوی بشیر احمد صاحب، مولوی سمیع اللہ صاحب، حکیم محمد دین صاحب اور مولوی محمد عمر صاحب نے جنوبی ہند کا تبلیغی اور تربیتی دورہ کیا۔ امیر وفد الحاج سیٹھ محمد دین صاحب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد وسکندرآباد تھے۔[58]

اسی طرح چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے آنرز نے تحریک جدید کے سلسلے میں صوبہ بہار اور اڑیسہ کا اور چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی اور شیخ عبدالحمید صاحب عاجز نے جنوبی ہند کا دورہ کیا۔[59]

۷۔ بھرت پور ضلع مرشد آباد میں مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مشن کلکتہ کی تحریک پر مسجد کی تعمیر ہوئی اور اس کے لئے زمین شیخ یعقوب حسین صاحب صدر جماعت نے پیش کی اور اس کے اخراجات کلکتہ کے ایک مخیّر احمدی دوست نے برداشت کئے۔[60]

بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی

امریکہ

امریکہ مشن کے سارے حلقے اپنے مبلغین کی قیادت میں نہایت محنت، انہماک اور خلوص سے تبلیغی مہمات میں مصروف رہے اور عوام تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے جملہ ذرائع بروئے کار لاتے رہے۔ حلقہ پٹسبرگ میں مشن کے مبلّغ انچارج نے بیتھنی کالج میں احمدیہ مووومنٹ پر کامیاب لیکچر دیا۔ سیوکلی (SEWICKLEY) شہر میں عورتوں کی ایک ایسوسی ایشن میں اسلام اور احمدیت کے بارے میں معلومات افروز تقریر کی جسے بہت پسند کیا گیا۔ دوران گفتگو اسلام اور کمیونزم اور امریکہ میں جماعت احمدیہ کا تبلیغی نظام وغیرہ امور زیرِ بحث آئے۔ اسی طرح آپ نے بین الاقوامی ترقیات برائے نیگروز ایسوسی ایشن کے خصوصی اجلاس کو بھی خطاب کیا اور جماعت احمدیہ کی خدمات پر روشنی ڈالی جسے پریذیڈنٹ اور سامعین نے بہت سراہا۔

میجر عبدالحمید صاحب کی جدوجہد سے گذشتہ سال جماعت احمدیہ ڈیٹن کے افراد نے غیر معمولی قربانی کر کے ایک شاندار مسجد تعمیر کی۔ جس کے بعد تحقیق حق کے لئے استفسارات کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ اس سلسلے میں اس سال ہزاروں کی تعداد میں تبلیغی ٹریکٹ شائع کئے گئے۔ اور ان کے سرورق پر خدا کے اس گھر کی تصویر شائع کی گئی۔ جنہیں افراد جماعت نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ تقسیم کیا۔ میجر عبدالحمید صاحب پلنگٹن کالج کے ڈین آف فیکلٹی کی دعوت پر ان کے کالج میں تشریف لے گئے۔ انہیں لٹریچر دیا اور پریذیڈنٹ اور اسٹاف سے بھی ملاقات کی۔ ایک رومن کیتھولک اخبار میں ان کا انٹرویو اور ڈیٹن ایکسپریس میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں بائبل کی پیشگوئیوں سے متعلق آپ کا مضمون شائع ہوا۔

چوہدری شکر الٰہی صاحب نے شکاگو کی ایک مشہور کیتھولک یونیورسٹی میں اسلام پر لیکچر دیا۔ بعد میں طلباء کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ یونیورسٹی کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا۔ جبکہ مسلم مبلّغ کو لیکچر کے لئے مدعو کیا گیا۔ اس حلقہ میں بائیس ہزار کی تعداد میں تبلیغی اشتہارات شائع کئے گئے۔ جن کی تقسیم میں پاکستانی احمدی طلبہ نے بھاری مدد کی۔

حلقہ واشنگٹن میں سید جواد علی صاحب سرگرمِ عمل رہے۔اورتحریر،تقریراور ملاقاتوں کے ذریعہ سے پیغام حق پہنچانے کا ہرممکن ذریعہ اختیار کیا۔ٹمپل یونیورسٹی فلاڈلفیا کے ایک مذہبیات کے پروفیسر کا خط آیا وہ افریقہ میں اسلام کی ترقی پر ایک مضمون لکھ رہے ہیں۔جس میں جماعت احمدیہ کے کام کو خاص طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں اس لئے لٹریچر بھجوایا جائے۔چنانچہ انہوں نے پروفیسر صاحب کو لٹریچر بھجوایا اور مغربی افریقہ کے تمام مشنوں کے پتہ جات بھی تا کہ وہ ان سے براہِ راست رابطہ کر کے مطبوعہ لٹریچر منگوا سکیں۔واشنگٹن کی نواحی بستی آرلنگٹن میں ایک میتھوڈسٹ چرچ میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور جماعت احمدیہ کی خدمات پر لیکچر دیا۔اسی طرح ایک یونیٹیرین چرچ کی طرف سے آپ کو تقریر کی دعوت ملی۔آپ نے سٹڈی گروپ کے سامنے تقریر کی اور سوالوں کے جواب بھی دیئے۔مشن ہاؤس میں مہمانوں کی خاصی تعداد نے آپ سے اسلام پر معلومات بھی حاصل کیں اور لٹریچر بھی۔امریکہ مشن کی مندرجہ بالا خدمات کی یہ صرف ادنیٰ سی جھلک ہے۔جو مشن کی جنوری تا مارچ ۱۹۶۶ء کے صرف تین مہینوں سے تعلق رکھتی ہے۔جس سے پورے سال کی خدمات کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے۔[61]

امسال چوہدری عبدالرحمٰن بنگالی نے ایک میڈیکل ایسوسی ایشن کو ان کی طرف سے شائع شدہ کتاب کے باعث ایک زبردست احتجاجی خط لکھا۔اس کتاب میں مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بعض ناروا باتیں لکھی تھیں۔[62]

انڈونیشیا

انڈونیشیا کی احمدی جماعتوں کی نہایت کامیاب کانفرنس ۲۵ تا ۲۸ راگست ۱۹۶۶ء کو منعقد ہوئی۔ جس کے استقبالیہ جلسے میں دو ہزار سے زائد غیر از جماعت احباب نے شرکت کی۔پریذیڈنٹ سوکارنو نے اس موقعے پر جماعت احمدیہ کے نام جو ولولہ انگیز پیغام دیا اس کا ترجمہ یہ ہے:۔

''برادران جماعت احمدیہ انڈونیشیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کو اس کی ۷اویں سالانہ کانفرنس پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرتا ہوں کہ وہ دوستوں کی کانفرنس کو اپنی رحمت اور رضا سے

نوازے جیسا کہ احباب کو علم ہے۔ہمیں اس وقت مختلف قسم کی مشکلات درپیش ہیں۔اور ہمیں ایسے CHALLENGES کا سامنا کرنا پڑا ہے جو کہ ہمارے انقلاب کی بنیاد یعنی PANGHA SILA (پانچ ارکانِ انقلاب انڈونیشیا) کو ہی سرے سے مٹا دینا چاہتے ہیں۔لیکن آپ لوگوں کی دعاؤں اور ملک کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک کی رعایا کے ساتھ مل کر کوششوں کے نتیجہ میں ہمیں یقین ہے کہ PANGHA SILA کی اساس پر قائم کردہ انقلاب اور زیادہ ترقی کرے گا۔اور زمانہ کی تمام روکوں کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہوگا۔لیکن اس مقصد کے حصول کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ہم سب کو قومی اتحاد اور قومی یگانگت کو استوار کرنا چاہیئے اور جیسا کہ اس سے پہلے بھی میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ قومی اتحاد اور یگانگت کے لئے یا دوسرے الفاظ میں تعمیر ملک اور تعمیر کریکٹر کے لئے مذہب کا عنصر ایک غالب عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔اس لئے جماعت احمدیہ کے افراد کو میرا پیغام یہ ہے کہ آپ اسلامی آگ کی چنگاری کو متواتر فروزاں کریں۔اور اسلامی سپرٹ اور روح کو مسلسل زندہ رکھیں۔تا کہ ہم حقیقی طور پر دنیوی اور دینی لحاظ سے ایک مضبوط قوم بن جائیں۔میرا یقین ہے کہ جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی یہ کانفرنس ہمارے انقلاب اور ہمارے ملک اور ہماری رعایا کے مفاد کی خاطر زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کرے گی۔

پریذیڈنٹ ری پبلک انڈونیشیا

سوکارنو"

جاکرتا ۲۶/اگست ۱۹۶۶ء

اس کانفرنس میں ربوہ کے سالانہ جلسہ کا رنگ پہلے جلسوں کی نسبت بہت زیادہ نمایاں تھا۔اس میں فضلِ عمر فاؤنڈیشن فنڈ میں حصّہ لینے کے لئے احباب نے والہانہ اخلاص کا ثبوت دیا۔تبلیغی جلسہ اور استقبالیہ جلسہ میں سابقہ جلسوں کی نسبت کہیں زیادہ حاضری تھی۔جلسہ کی افتتاحی اور اختتامی دعائیں مولوی امام الدین صاحب رئیس التبلیغ نے کرائیں۔انڈونیشیا پریس اور جاکرتا اور بانڈونگ ریڈیو نے کانفرنس کی خبریں نشر کر کے انہیں پورے ملک تک پہنچا دیا۔[63]

انگلستان

امسال مسجد فضل لنڈن میں رمضان المبارک سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا مناسب انتظام کیا گیا۔

سحری وافطاری کے چارٹس شائع کیے گئے۔ ہر اتوار مسجد فضل لنڈن میں درس القرآن کا اہتمام کیا گیا جس سے انگریز نومسلم بہن بھائیوں نے بھی استفادہ کیا۔

اس سال عیدالفطر مسجد فضل میں جگہ کی کمی کے باعث پہلی مرتبہ وانڈز ورتھ ٹاؤن ہال میں پڑھی گئی جس میں ۱۰۰۰ امردوں اور ۳۰۰ خواتین نے شرکت کی۔[64]

اس سال بھی حسب سابق ۶، ۷ راگست ۱۹۶۶ء کو انگلستان کی احمدی جماعتوں کا نہایت کامیاب سالانہ جلسہ ہوا۔ جس میں لنڈن کے علاوہ گلاسگو، سکاٹ لینڈ، مانچسٹر، برمنگھم، ہڈرز فیلڈ، بریڈ فورڈ اور ساؤتھ آل کی جماعتوں کے احباب بھی کثیر تعداد میں تشریف لائے۔ علاوہ ازیں غیراز جماعت مسلمانوں اور مقامی باشندوں نے بھی شمولیت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے اس مبارک تقریب پر حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا:۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

عزیز مکرم بشیر احمد رفیق!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے سالانہ جلسہ کے لئے دوستوں کے نام پیغام کی خواہش کی ہے اس سلسلہ میں تحریر ہے کہ:۔

''اسلام کی جنگ جلد تر جیتنے کے لئے اتحاد واتفاق کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی پیش کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ساری جماعت متحد و متفق ہوکر یکسوئی کے ساتھ دعوت اسلام کے اہم فریضہ میں مشغول ہو سکے اور اپنا سب کچھ اسی راہ میں قربان کرنے کے لئے مستعد رہے۔ مگر جماعتی اتحاد واتفاق کو دو چیزیں نقصان پہنچاتی ہیں۔

(۱) بدظنی۔ اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا:۔

''یہ تمام بدظنی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس میں مبتلا ہوکر انسان کہیں سے کہیں نکل

جاتا ہے مجھے اس کا بڑا تجربہ ہے میں روز دیکھتا ہوں کہ یہ خطرناک مرض ہے۔ حضرت صاحب نے اس سے بچنے کا زور دیا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی تو ثلث زندگی اسی پر وعظ کرتے گذری۔ میں بھی تمہیں اکثر کہتا رہتا ہوں کہ بدظنی سے بچو احمدی اور مسلم کیا اور بدظنی کیا۔ان کا آپس میں تعلق ہی کیا ہے۔'' 65

(۲) دوسری چیز جو اتحاد کو توڑنے والی ہے وہ عفو کی صفت کا فقدان ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اسی خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

''رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو تین دن غصہ کی وجہ سے نہیں بولتا اس کا ہم سے تعلق نہیں۔معمولی سی بات ہوتی ہے اس پر بولنا چھوڑ دیتے ہیں اور مدتوں آپس میں نہیں بولتے......عفو اور درگذر کا نہ ہونا بھی خرابیاں پیدا کرتا ہے......اس کا نتیجہ شقاق اور افتراق ہے۔''

پس احبابِ جماعت کو یہ دو چیزیں مدنظر رکھنی چاہئیں۔(ا) بدظنی نہ کرو (۲) درگذر سے کام لو۔اللہ تعالیٰ آپ سب کے اخلاص میں برکت دے۔اپنی رضا کی راہ پر چلائے اور باحسن طریق پر خدمت دین کی توفیق دے۔آمین

والسلام

مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث'' 66

کانفرنس کی پہلی تقریر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی تھی جس کا عنوان

" THE NEED OF RELIGION IN THE NUCLEAR AGE"

یعنی ایٹمی دور میں ضرورتِ مذہب۔حضرت چوہدری صاحب نے سائنس اور مذہب کے معانی اور مقاصد بیان کیے اور پھر بتایا کہ سائنس اور مذہب میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے اور مغربی اقوام جو یہ سمجھتی ہیں کہ سائنس اور مذہب علیحدہ علیحدہ میدان ہیں۔یہ خیال بہت غلط فہمی پر مبنی ہے۔آپ نے یہ ثابت فرمایا کہ سائنس اور مذہب کسی طرح بھی ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہوسکتے۔اس کے بعد حضرت چوہدری صاحب نے موجودہ دور کی بعض خامیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان تمام خرابیوں کا علاج نہ تو سائنسی ترقی میں ہے نہ ہی معاشرتی اور معاشی ترقی میں ہے۔اور نہ ہی سیاسی اور قانونی نظام کی بہتری میں ہے۔دراصل ان تمام خرابیوں اور خامیوں کا علاج (جو نسل انسانی کے

اخلاق اور اطوار کو دیمک کی طرح کھا کر کھوکھلا کرتی چلی جارہی ہیں۔) صرف ایک ایسے دین اور ایک ایسے مذہب میں ہے جو انسان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور سچا تعلق پیدا کر دے۔

حاضرین حضرت چوہدری صاحب کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے صاحبِ صدر مسٹر ہیکٹر ہیوز ممبر پارلیمنٹ نے خاص طور پر اس تقریر کی تعریف کی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر یہ تقریر شائع کر کے ملک میں تقسیم کی جائے تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

اسی روز حضرت چوہدری صاحب کی زیرِ صدارت ایک مجلس مشاورت ہوئی۔ جس میں جماعت کے تبلیغی، تربیتی اور مالی نظام کو بہتر بنانے کے لئے متعدد فیصلے کئے گئے۔ حضرت چوہدری صاحب نے اس موقع پر فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی تحریک میں حصّہ لینے کی طرف نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلائی اور بعض اہم تجاویز بھی پیش کیں۔ دوسرے روز خان بشیر احمد خان صاحب رفیق نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے پیغامات پڑھ کر سنائے۔ بعد ازاں احمدیہ مشن لنڈن اور برطانیہ کی احمدی جماعتوں کی سرگرمیوں کا مختصر سا خاکہ پیش کیا۔ آپ کی تقریر کے بعد بالترتیب مولوی فضل الٰہی صاحب انوری انچارج فرینکفورٹ مشن، شیخ نذیر احمد صاحب بشیر، مولوی محمود احمد صاحب مختار آف گلاسگو، جناب بشیر آرچرڈ صاحب اور جناب عبدالسلام صاحب میڈسن مبلّغ ڈنمارک نے تقاریر فرمائیں۔ کانفرنس کی آخری تقریر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مذہب جو اس زمانہ میں دنیا کی تشویشناک حالت کو امن اور سکون سے بدل سکتا ہے، وہ صرف اسلام ہی ہے حضرت چوہدری صاحب موصوف نے احبابِ جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ تبلیغِ اسلام میں خاص طور پر سرگرم عمل ہو جائیں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے آپ کو خالص اسلامی رنگ میں رنگین کر لیں۔ تا کہ دیکھنے والے اسلام کی تعلیم کی صحیح تصویر ہر احمدی میں دیکھ سکیں۔

آپ نے ظاہری شکل وصورت میں بھی نوجوانوں کو حضرت محمد رسول ﷺ کی تقلید کرنے کی تلقین فرمائی اور احمدی نوجوانوں کو داڑھی رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ گو اعمالِ صالحہ سب سے ضروری حصہ ہیں۔ لیکن انسان کو اپنی وضع قطع بھی صالحین کی سی بنا لینی چاہئیے۔ آپ نے اسراف سے بچنے کی بھی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اگر احباب خرچ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اموال میں بے اندازہ برکت دے گا۔

حضرت چوہدری صاحب موصوف نے احبابِ جماعت کے سامنے یورپیئن نومسلم دوستوں کا نمونہ پیش کیا اور فرمایا کہ ہم سب کو اپنے اعمال کا محاسبہ کر کے نیکی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو لوگ ابھی تک اسلام قبول نہیں کر سکے ہیں۔ ان کے لئے راہِ نجات موجود ہے۔لیکن وہ لوگ جو نیکی کے راستے پر چل کر اسے چھوڑ بیٹھیں وہ اگر توبہ نہ کریں اور نیکی کی راہ اختیار نہ کریں۔تو ان کی نجات کی کوئی سبیل نہیں ہے۔آخر میں حضرت چوہدری صاحب موصوف نے قرآن کریم کی بعض آیاتِ کریمہ کی تشریح فرمائی اور تربیت اولاد کی طرف خاص طور پر احبابِ جماعت کو توجہ دلائی۔67

مورخہ ۲۴ستمبر ۱۹۶۶ء کو احمدیہ مسجد لندن کے زیر اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کامیاب جلسہ منعقد ہوا۔جس کی صدارت Sir Peregrine H. H Baronet نے کی۔سب سے پہلے مکرم بشیر احمد رفیق صاحب امام مسجد نے صدر مجلس کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ صدر موصوف کا ۲۳ سال تک عرب ممالک سے حکومتی فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں تعلق رہا اور عرب ممالک کے متعدد سربراہانِ مملکت سے آپ کا تعلق رہا ہے۔اس کے بعد آپ نے تلاوت قرآن کریم کی۔تلاوت کے بعد حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر نہایت جامع روشنی ڈالی۔آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے وہ تمام پہلو پیش فرمائے جو انتظامی امور اور معاشرہ کے لئے شعبہ عدالت وانصاف سے متعلق تھے۔

آپ کی تقریر کے بعد جناب صدر جلسہ سر پیری گرین نے حاضرین سے خطاب کیا۔آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کو خراج تحسین پیش کیا اور آخر میں مکرم امام صاحب نے سر پیری گرین اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ یہ جلسہ مسجد سے ملحق سرسبز وسیع وعریض میدان میں منعقد ہوا۔احباب جماعت کے علاوہ بہت سے معزز اور تعلیم یافتہ انگریز و غیر مسلم دوست اس جلسہ میں شامل ہوئے۔تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جلسہ کی کارروائی جاری رہی۔68

برٹش گیانا (جنوبی امریکہ)

یہ مشن بشیر احمد آرچرڈ صاحب کے ذریعے قائم ہوا۔آپ نے جون ۱۹۶۶ء تک پوری توجہ اور لگن سے یہاں احمدیت کی منادی کی۔آپ کے عہد میں مشن کی طرف سے رسالہ MUSLIM TORCH LIGHT جاری ہوا۔

اس سال میر غلام احمد صاحب نسیم ایم۔اے ماہِ جون میں گی آنا پہنچے اور آرچرڈ صاحب کے ساتھ ایک ماہ تک کام کرنے کے بعد مشن کا چارج سنبھالا۔آپ کی پہلی رپورٹ کے مطابق ابتدائی چند مہینوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ساٹھ افراد داخلِ احمدیت ہوئے۔آٹھ مرتبہ اسلام کی حقانیت پر ریڈیو سے خطاب کیا۔ایک دفعہ آپ کا انٹرویو بھی نشر ہوا۔

نیوا یمسٹرڈم میں ایک احمدیہ وفد نے گورنر جنرل سے مُلاقات کی۔اور ایک تبلیغی خط کے علاوہ دینی لٹریچر بطور تحفہ پیش کیا۔گورنر جنرل نے شکریہ ادا کرتے ہوئے اسلام کے دنیا پر احسانات کا خاص طور پر ذکر کیا۔نیز کہا کہ اس ملک کی ترقی میں اسلام اور مسلمانوں کا بہت بڑا دخل ہے۔یہ بھی کہا کہ احمدیہ جماعت سے جو اسلام کو صحیح رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے،مل کر خوشی ہوئی۔آخر میں انہوں نے مشن کی ہر ممکن مدد کا وعدہ کیا۔جماعت احمدیہ گی آنا کی سالانہ کانفرنس ۲۹ جنوری ۱۹۶۶ء کو منعقد ہوئی۔پریس اور ریڈیو نے اس کی خبریں دیں۔حاضری توقع سے زیادہ رہی۔[69]

تنزانیہ

۱۰ مارچ ۱۹۶۶ء کی تاریخ تنزانیہ مشن میں ہمیشہ یادگار رہے گی کیونکہ اس روز تنزانیہ کے شہر ٹانگا میں مسجد ''احسان'' کا افتتاح عمل میں آیا۔خدا کے اس گھر کی تکمیل بہت غیر معمولی حالات میں ہوئی۔اس کا نام حضرت مصلح موعود نے رکھا تھا۔مشرقی افریقہ میں مستقل مشنوں کے قیام کے بعد یہ پہلی مسجد تھی۔جو مشرقی افریقہ کے ایک اہم شہر میں تعمیر ہوئی۔ایک مخلص افریقن احمدی جمعہ انّے عبداللہ نے اس کے لئے دو ہزار شلنگ کا عطیہ دیا اور کئی اور احباب نے اپنی ایک ایک ماہ کی تنخواہ اس کے لئے پیش کر دی۔افتتاحی تقریب مولانا محمد منور صاحب امیر و مشنری انچارج کی زیرِ صدارت ہوئی جس میں نورالحق خان صاحب بی۔ایس۔سی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے مندرجہ ذیل روح پَرور پیغام کا سواحیلی زبان میں ترجمہ پڑھ کر سُنایا۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ ٹانگا کی مسجد احمدیہ جسے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ’’مسجد احسان‘‘ کے نام سے موسوم کیا تھا۔ پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے اور آج اس مسجد کا افتتاح ہو رہا ہے اور اس مبارک تقریب پر مجھ سے ایک پیغام کی خواہش کی گئی ہے۔اس غرض کے لئے سطور ذیل تحریر ہیں:۔

گذشتہ دنوں ماہِ نومبر میں ہم پر ایک قیامت گذری جو ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ہم سے جُدا ہو کر محبوب حقیقی سے جا ملے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل سے خود ہمارے زخمی دلوں پر پھایا رکھا۔ ہم سب کو پھر ایک ہاتھ پر جمع کر دیا۔ اور جماعت کی وحدت و سالمیت کو برقرار رکھا۔ قافلہ رواں ہے اور خدا کے فضل سے تیزی کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف بڑھ رہا ہے۔ الحمدللّٰہ و ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشآء واللّٰہ ذو الفضل العظیم۔

اس موقعہ پر ہمیں یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے کہ ممالک مشرق وغرب میں اسلام کا پیغام پہنچانا ۔خلق خدا کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا گرویدہ بنانا اور دنیا بھر میں مساجد قائم کرنا حضور کو بے حد محبوب تھا۔ تا دنیا کے کونے کونے سے خدا کا نام بلند ہو۔اور ہر مقام سے حضرت رسول کریم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجا جائے۔

ٹانگا کی مسجد بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے پس اس مبارک تقریب پر تنزانیہ (TANZANIA) کے سب دوستوں سے کہونگا کہ وہ حضور ہی کے مقاصد کو اپنائیں اور اللہ کا نام بلند کرنے اور دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں اور اس مقصد کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں یہاں تک کہ سب دنیا میں اسلام غالب آجائے اور ہر انسان کی زبان پر درود جاری ہو جائے۔آمین

اسی سلسلہ میں ہمیں اپنی کوششیں تیز تر کرنا ہوں گی۔ہمیں یہ امر بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کی کوشش تبھی مفید نتائج پیدا کر سکتی ہے جب ہماری اپنی زندگیاں اسلام کے رنگ میں رنگین ہوں اور ہم اسلام کے ہر حکم پر عمل پیرا ہو کر

دنیا کے سامنے اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کریں۔ پس اسلام کے ہر حکم پر عمل پیرا ہوں۔ اور کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی نظر انداز نہ ہونے دیں۔ نہ صرف خود بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی اسی رنگ میں رنگین کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ ہماری سُستیاں اور غفلتیں دور فرمائے اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے۔ آمین

بالآخر سب احباب جماعت کی خدمت میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور ہمیشہ اپنی رحمتوں سے نوازتا رہے۔

خاکسار مرزا ناصر احمد

خلیفۃ المسیح الثالث

مولانا محمد منور صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں احمدی احباب کی معاونت کا تذکرہ کرتے ہوئے خاص طور پر چوہدری محمد علی صاحب نگران تعمیرات اور ٹانگا کے سابق مبلغ چوہدری رشید احمد صاحب سرور کی خدمات کو سراہا۔ نیز مسٹر اندر سنگھ گل کا بھی شکریہ ادا کیا جنہوں نے لکڑی مہیا کی۔ 70

بالآخر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ مشرقی افریقہ میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی عیسائی دنیا کے لئے اس درجہ موجب تشویش بن چکی تھیں کہ اس سال نومبر ۱۹۶۶ء میں مشرقی افریقہ (کینیا، یوگنڈا، ٹانگانیکا) کے تمام سکولوں کے سینئر کیمبرج کے سالانہ امتحان میں ہسٹری کے پرچہ میں ایک سوال یہ بھی تھا (یہ پرچہ انگلینڈ سے مرتب ہو کر آیا تھا) کہ

DESCRIBE THE WORK AND INFLUENCE IN EAST AFRICA OF THE AHMADIYYA MISSION. یعنی مشرقی افریقہ میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں اور ان کے نفوذ کا ذکر کریں۔ 71

جرمنی (مغربی)

دوسرے ممالک کی طرح اس ملک کا احمدیہ مرکز بھی اشاعت حق میں دن رات مصروف عمل رہا اور اسلام کے بارے میں غلط فہمیوں کے ازالہ کی مہم اُس نے زور شور سے جاری رکھی۔ ۱۶ جنوری ۱۹۶۶ء کو مولوی فضل الٰہی صاحب انوری مبلغ ہمبرگ نے فرانکفورٹ کے ایک کیتھولک گرجا میں

اسلام پر ایک نہایت کامیاب لیکچر دیا۔جس کے بعد سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ شروع ہوا۔آخری سوال یہ تھا کہ ہم اسلام کو کیوں قبول کریں۔آپ نے جواب دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد ایک موعود شخصیت کی متعدد بار خوشخبری دی اور اسے سچائی کی روح اور دنیا کا شہزادہ قرار دیا۔72 یہ موعود نبی آنحضرت ﷺ ہیں اور آپ کو ماننا خود حضرت مسیح علیہ السلام کو ماننا ہے اور آپ کا انکار حضرت مسیح علیہ السلام کا انکار ہے۔اس اعتبار سے صرف ہم مسلمان ہی حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے پیرو ہیں۔ اس جواب کو تمام حاضرین نے بہت پسند کیا۔صاحبِ صدر نے کہا کہ ہم اسلام کو ایک تشدد پسند مذہب سمجھے ہوئے تھے۔آج یہ غلط فہمی دور ہوگئی ہے۔آج کی تقریر نے کم از کم عورتوں کو آدھا مسلمان کر لیا ہے۔73

اس سال عیدالفطر (۲۳ جنوری ۱۹۶۶ء) کی تقریب مغربی جرمنی کے احمدیہ مشن کی قبولیت کا پیغام بن کر آئی۔ چنانچہ ٹیلی ویژن والوں نے مسجد فضل عمر (ہمبرگ) کے مناظر عید کی فلم بندی کی اور اسے ۱۸ فروری کے ہفت روزہ اہم پروگرام میں نشر کیا گیا۔نامہ نگار نے خدا کے اس گھر کی عمارت دکھاتے ہوئے کہا کہ اب اسلام ہمبرگ میں اپنے قدم جما چکا ہے اور جماعت احمدیہ کی فضل عمر مسجد اسلام کی اشاعت کا کامیاب مرکز ہے۔ اس کے بعد نماز کی فلم دکھائی گئی۔ بعدازاں چوہدری عبداللطیف صاحب امام مسجد فضل عمر کے خطبہ کے بعض حصے نشر کئے گئے بالخصوص اسلامی مساوات کے بارہ میں جس کو یورپ نے آج تک صحیح طور پر نہیں سمجھا۔آخر میں چوہدری صاحب کا معلومات افروز انٹرویو سوال و جواب کی شکل میں پیش کیا گیا۔آپ نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام صلح اور امن کا علمبردار ہے اور اسی کی تعلیمات سے امن عالم وابستہ ہے۔اور یہی جماعت احمدیہ کے قیام اور اس کے مشنوں کا مقصد ہے۔74

چوہدری عبداللطیف صاحب نے دس مارچ کو نیومنسٹر (NEUMUNSTER) شہر کے ایک علمی ادارے میں اور ۱۵ مارچ کو ہمبرگ کے ایک چرچ میں لیکچر دیئے۔ایک لیکچر میں آپ نے اسلامی تعلیمات کی خصوصیات پر تفصیلی روشنی ڈالی اور سوالوں کے جوابات دیئے۔ایک مقامی روزنامہ نے اس تقریر کا یہ خلاصہ شائع کیا کہ مسٹر لطیف نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام صلح و امن کا مذہب ہے اور کبھی تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔اسلام میں عورت کا درجہ بہت بلند ہے۔ دوسری تقریر اسلام اور عیسائیت کے بنیادی اختلافات پر تھی۔صدر مجلس نے برملا اقرار کیا کہ اسلامی تعلیمات معقول اور ٹھوس

ہیں اسی لئے اسلام ترقی پذیر ہے۔عیسائیت کے عقائدِ تثلیث اور حضرت مسیح علیہ السلام کے دعویٰ خدائی کو ثابت کرنا آسان نہیں۔

انہیں ایام میں جرمن فوج کے ستر افسر مسجد فضل عمر دیکھنے کے لئے آئے۔ چوہدری صاحب موصوف نے اسلامی تعلیمات کے بارے میں تقریر کی۔ان کے سوالوں کے جواب دیئے اور لٹریچر تقسیم کیا۔واپسی پر انہوں نے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ آج پہلی مرتبہ ہمیں علم ہوا ہے کہ اسلام امن اور صلح کا مذہب ہے، اور تمام انبیاء پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیتا ہے۔ نیز اعتراف کیا کہ اسلام کے خلاف پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے۔[75]

جماعت احمدیہ جرمنی نے یکم اپریل ۱۹۶۶ء کو ہمبرگ اور فرینکفورٹ میں عیدالاضحیہ کی مبارک تقریب پورے تزک واحتشام کے ساتھ منائی۔ ہمبرگ کے ایک مشہور ہفت روزہ WELT AM SONNTAG نے ۲۷ مارچ ۱۹۶۶ء کے شمارہ میں چوہدری عبداللطیف صاحب کا ایک مفصل انٹرویو شائع کیا جس کا ملخص یہ تھا کہ مسٹر لطیف نے اس بات پر زور دیا کہ اسلام (PRIESTHOOD) کا حامل نہیں۔اوران کی پوزیشن PRIEST کی نہیں۔ اسلام کی تبلیغ ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے۔ اور اسلامی مسجد میں ہر مسلمان امام کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے۔ جمعہ کے روز ہمبرگ میں مقیم تمام اسلامی ممالک کے دوست نماز کی ادائیگی کے لئے حاضر ہوں گے۔اور یہ تمام اسلامی ممالک کے احباب کا یہ اجتماع اسلامی روح کو بروئے کار لانے کا زندہ ثبوت ہوگا۔ ہماری اس مسجد میں جو تمام مسلمان اپنی عبادت کے ذریعہ اسلامی مساوات اور یگانگت کو عملی نمونہ سے ثابت کریں گے۔ کیونکہ مسجد میں تمام مسلمان کندھے سے کندھا ملا کر قطاروں میں نماز ادا کرتے ہیں۔اور مسجد میں قومیت، رنگ اور امیر وغریب کی کوئی تفریق نہیں۔ مسٹر لطیف نے مزید بتایا کہ عید سے ایک روز قبل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔اور حج میں شامل ہونے والے تمام احباب کا مقام بھی ایک ہوتا ہے۔مساوات کی اس روح کو قائم کرنے کے لئے ہم بھی جمعہ کے روز اپنی اس مسجد میں خدا تعالیٰ کے حضور سربسجود ہوں گے۔[76]

امسال ۲۳ ستمبر کو جب مولوی بشیر احمد صاحب شمس ہیمبرگ تشریف لائے تو ریلوے اسٹیشن پر جماعت کی دعوت پر ایک اہم پریس ایجنسی OCONTI PRESS کا نمائندہ بھی انٹرویو لینے آیا جسے ضروری معلومات دی گئیں نیز ہیمبرگ کے کثیر الاشاعت روزنامہ MORGENPOST نے

آمد کا ذکر اور تصویر کو بھی چھاپا۔

۲۸ ستمبر کو پبلک ریلیشن ہیمبرگ کے دفتر کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹرویو کے لیے احمدیہ مسجد تشریف لائے جنہیں تمام دنیا میں مشنز کے ذریعہ تبلیغی مساعی کے بارہ آگاہ کیا گیا۔[77]

ڈنمارک

اس سال کا اہم ترین واقعہ مسجد نصرت جہاں کا سنگِ بنیاد ہے جو صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیلِ اعلیٰ تحریک جدید نے ۶ مئی ۱۹۶۶ء کو رکھا۔[78] اس تقریب پر حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ ۱۰۰ کے قریب اخبارات نے سنگِ بنیاد رکھے جانے کی تقریب کو خبروں میں نمایاں جگہ دی۔ ڈنمارک کے مشہور روزنامہ پولیٹیکن (POLITIKEN) نے لکھا:۔

’’ہائیوڈور (HVIDOVRE) نے قبل ازیں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جیسی معزز عالم اور روحانی شخصیت کی تقریر نہیں سنی تھی۔ نہ صرف اس ملک میں بلکہ جُملہ دیگر ممالک اور مذاہب میں بھی ایسی شخصیتیں بہت ہی شاذ ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جیسی خدا نما ہستی کو مدتوں کے بعد ہی ہمیں دیکھنا نصیب ہوگا۔‘‘[79]

اسلام کے متعلق ضروری معلومات بہم پہنچانے کے لیے ڈنمارک کے پبلک سکولوں کے نویں اور دسویں جماعتوں کی درسی کتب میں مضامین شامل کرنے کے لیے بھجوائے گئے۔[80]

سپین

مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر اس سال بھی نہایت پُر جوش انداز میں تبلیغی جہاد میں سرگرمِ عمل رہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جن شخصیات تک سلسلہ کے لٹریچر کا تحفہ پیش کیا اُن میں خاص طور پر قابلِ ذکر اصحاب کے نام یہ ہیں۔

ہز ایکسی لینسی SR. RENESHICK پریذیڈنٹ آف NICARAGUA (نکاراگوا) ملٹری اٹیچی چیف آف پروٹوکول آف پریذیڈنٹ مذکورہ بالا، ہز میجسٹی جلاوطن بادشاہ سپین D. GUAN DE BOSTION، جلاوطن بادشاہ سپین کے صاحبزادہ شہزادہ D.CARLOS، سپین کے مشہور ڈاکٹر D. CARLOS JIMENEZ، وزیر اقتصادیات D. PEDRO CUALL

D. پرائم منسٹر پرتگال، آنریبل VILLALBE،HISPANI CULTURE کے ڈائریکٹر، ANTONIO OLIVIERA SALAZAR،SR.JULIS PALACIOS، سیکرٹری پرنس ایسوسی ایشن ،ایڈیٹر اخبار MADRID، پریذیڈنٹ رائل اکیڈمی فزیکل سائنس میڈرڈ یونیورسٹی۔

مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر نے مراکش اور لبنان کے بعض اصحاب تک بھی پیغام احمدیت پہنچایا اور لٹریچر بھی مطالعہ کے لئے دیا۔سپین کے وتجیٹرین سنٹر کے پانچ اصحاب بھی اُن کے زیرِ تبلیغ رہے۔ آپ حسبِ معمول ہر اتوار کو ریسٹرو سنڈے مارکیٹ جاتے،تبلیغ کرتے،لٹریچر دیتے اور ملاقاتی کارڈ کے ذریعہ مشن ہاؤس آنے کی دعوت دیتے اور پھر شام کو آنے والے اصحاب کے لئے خصوصی اجلاس منعقد کرتے اور اسلام اور احمدیت کی تعلیم پر لیکچر دے کر حاضرین کے سوالوں کے جواب دیتے رہے۔ملک کے اہم علمی اور سیاسی طبقہ کے سربرآوردہ اصحاب کو رسالہ ریویو آف ریلیجنز (ربوہ)، لی میسج LE MESSAGE(ماریشس) اور ڈیر اسلام DER ISLAM باقاعدہ بھجواتے رہے۔ اس کے علاوہ متعدد مواقع اس سال انفرادی تبلیغ کے آپ کو میسر آئے۔[81]

سنگاپور

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری انچارج احمدیہ مشن سنگاپور کی رپورٹ کے مطابق رمضان المبارک کے مہینہ میں ڈیوک اور ڈچز آف گلاسٹر (انگلینڈ) سنگاپور کے فوجی مراکز کے معائنہ کے لئے آئے اور ایک ہفتہ کے لئے سنگاپور گورنمنٹ کے مہمان رہے۔جماعت احمدیہ سنگاپور نے بھی ان کا استقبال کیا اور قرآن کریم انگریزی اور دیگر اسلامی لٹریچر پیش کر کے ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔انہوں نے بھی ان روحانی تحائف کو قبول کر کے ہمارا شکریہ ادا کیا۔[82]

مولوی محمد عثمان صاحب چینی ماہ اپریل ۱۹۶۶ء میں ربوہ سے سنگاپور پہنچے۔سنگاپور کے تین اہم اخبارات میں پہلے چینی مبلّغ اسلام کی حیثیت سے اُن کے ذاتی حالات وکوائف مع اُن کی تصویر کے شائع ہوئے۔اُن کی آمد پر چینیوں میں منظّم طور پر تبلیغ کا آغاز ہوا۔چنانچہ مولوی صاحب نے چینی مسلمانوں اور غیر مسلموں سے بہت جلد رابطہ پیدا کر کے انہیں حقیقی تعلیم سے آگاہ کیا۔اور چینی لٹریچر پیش کیا۔آپ چینی چیمبرز آف کامرس کی ایک خاص دعوت میں،جس میں وزیراعظم اور دیگر وزراء بھی

مدعو تھے، شامل ہوئے۔ اور بعض صحافیوں اور افسران سے تعارف پیدا کر کے انہیں جماعتی حالات سے آگاہ کیا۔ انہی دنوں چینی مسلمانوں کے لیڈر ابراہیم ماء صاحب سنگاپور آئے تو آپ نے اُن سے ملاقات کی۔ بعد میں وہ خود اپنی صاحبزادی اور داماد کے ساتھ احمدیہ مشن میں تشریف لائے۔ اُنہیں احمدیت کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ انگریزی اور چینی زبان میں لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔ وہ دورانِ قیام سنگاپور بعض مقامی علماء سے احمدی مبلّغ کی گفتگو کرانا چاہتے تھے۔ مگر متعلقہ عالم اس کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔

مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے وزیر اعظم آسٹریلیا، گورنر جنرل نیوزی لینڈ اور آسٹریلین پارلیمنٹری وفد کو دینی لٹریچر پیش کیا۔ نیز جاپانی سفارتخانہ کے ذریعہ شہنشاہِ جاپان کو مکمل انگریزی تفسیر القرآن بھیجی اور ساتھ ہی ایک تبلیغی میمورنڈم بھی ارسال کیا۔

جامعہ ازھر کے تعلیم یافتہ ایک ملائی عالم استاذ محمد فوزی نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک کتاب شائع کی جس میں نہایت بے بنیاد الزامات لگائے۔ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے ملائی اور انگریزی زبان میں ایک مطبوعہ پمفلٹ کے ذریعہ انہیں چیلنج کیا کہ اگر وہ سنگاپور آ کر پندرہ بیس احمدی اور غیر احمدی سرکردہ احباب کے سامنے یہ ناپاک الزامات اور دعاوی ثابت کر دیں تو انہیں ایک ہزار ڈالر نقد انعام پیش کریں گے۔ اور اپنی شکست تسلیم کر لیں گے۔ مع پانچ مددگار علماء کے اُن کی رہائش اور آمد و رفت کا خرچ بھی ہمارے ذمہ ہوگا۔ حوالوں کے لئے احمدی لٹریچر ہم مہیا کریں گے اور انہیں باعزّت طور پر اپنے ہاں مہمان رکھیں گے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے تنہا آپ ہی نمائندگی کریں گے۔ مگر استاذ فوزی صاحب کو یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ جس سے ملک کی سنجیدہ اور انصاف پسند پبلک پر واضح ہوگیا کہ استاذ فوزی کے الزامات محض کذب و افتراء ہیں اور ان میں ذرا بھر بھی صداقت نہیں ہے۔ چنانچہ بعض معزّز غیر احمدی اصحاب نے بذریعہ خطوط اور زبانی اس چیلنج پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور استاذ فوزی صاحب کی زیادتی کا اعتراف کرتے ہوئے اُن سے اظہار نفرت کیا۔

مشن کی طرف سے تقریباً ڈیڑھ ہزار پمفلٹ مفت تقسیم کیا گیا اور سنگاپور، ملایا، فارموسا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی بعض اہم شخصیات کو چینی اور انگریزی زبان میں دینی لٹریچر بذریعہ ڈاک بھجوایا گیا۔

سنگاپور میں مسلم لاء بل کی ترمیم کے سلسلہ میں احمدیہ مشن کی طرف سے مناسب اور ٹھوس تجاویز اور ترمیمات پیش کی گئیں۔جس پر حکومت کی مقرر کردہ سلیکٹ کمیٹی مسلم لاء بل سے جس کے چیئرمین پارلیمنٹ کے سپیکر اور ممبران بعض وزراء تھے، انٹرویو ہوا۔اور بالآخر احمدیہ مشن کی پیش کردہ ترمیمات سے بعض قبول کر کے بل میں تبدیلی کی گئی۔83

سینیٹر ایڈورڈ ایم کینیڈی

ان ہی دنوں میں امریکن سینیٹ کے سینیٹر اور سابق پریذیڈنٹ جان ایف کینیڈی کے بھائی ایڈورڈ ایم کینیڈی ایک دو روز کے لئے سنگاپور تشریف لائے۔احمدیہ مشن سنگاپور کے انچارج نے ان سے ملاقات کی کوشش کی لیکن مسٹر کینیڈی کے وہاں مختصر قیام کے باعث ملاقات نہ ہوسکی۔تاہم اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اسلام اور احمدیت کے متعلق بعض کتب تحفۃً پیش کر کے ایک چٹھی کے ذریعہ انہیں دعوت اسلام دی گئی۔چنانچہ کتب اور چٹھی وصول کرنے کے بعد اپنی واپسی پر واشنگٹن سے انہوں نے بذریعہ ڈاک احمدیہ مشن کا شکریہ ادا کیا۔84

سوئٹزرلینڈ

۲۳ جنوری ۱۹۶۶ء کو مسجد محمود میں عیدالفطر کی مبارک تقریب ہوئی جس میں مختلف ممالک کے مسلمانوں کا ایمان افروز اجتماع ہوا۔زیورک کے کثیر الاشاعت روزنامہ TAGES ANZEIGER نے ۲۴ جنوری ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں لکھا:۔

''مسجد محمود میں تقریبِ عید''

عالم اسلام کے بڑے تہواروں میں سے ماہِ صیام (رمضان) کے اختتام پر تقریب عید ہے۔ گذشتہ اتوار کو مسجد محمود میں، جو فورج سڑک پر واقع ہے۔مسلمانوں کے ایک بڑے اجتماع نے اس تقریب کو منایا۔نہ صرف شہر اور اس کے نواح ہی سے مسلمان آئے بلکہ ملک کے مختلف حصوں سے سفر کر کے شامل ہوئے اور چند مسلمان جنوبی جرمنی سے بھی آئے۔ان سب کے لئے وہاں جگہ کافی نہ تھی۔معزز مہمانوں میں سے ہالینڈ کے کونسل جنرل اور سفارتِ ہندوستان کے سیکرٹری برکات احمد قابلِ ذکر ہیں۔

جب مشتاق احمد باجوہ امام مسجد محمود اور احمدیہ مشن کے سربراہ حاضرین سے خطاب کے لئے کھڑے ہوئے تو ماحول پر سنجیدگی چھا گئی......آپ نے محبت الٰہی کے موضوع پر خطاب کیا اور رمضان کی غایت بیان کی کہ وہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے قریب لے جاتا ہے اور اسے خدا کی خاطر اور نوعِ انسانی کی بھلائی کے لئے قربانیوں کے لئے تیار کرتا ہے۔

امام نے دعاؤں میں قبرص، فلسطین، کشمیر اور نائیجیریا کے برادران اسلام کو بلکہ ساری دنیا کو شامل کرنے کی تحریک کی۔

یہ مسجد جماعت احمدیہ نے، جس کا مرکز ربوہ پاکستان ہے، تعمیر کی ہے۔ اور جو اسلام کے ہراول دستہ کے طور پر خدمت کے لئے وقف ہے۔ اور ساری دنیا میں تعمیری کاموں میں مصروف ہے۔ یہ جماعت اسلام کے متعلق کتب و رسائل شائع کرتی، مساجد اور دارالتبلیغ تعمیر کرتی اور دین محمد ﷺ کی ہر رنگ میں ترقی کے لئے کوشاں ہے۔ گذشتہ نصف صدی اس جماعت کے امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب تھے۔ جو گذشتہ نومبر میں وفات پا گئے۔ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب جو کہ عظیم عالم دینیات ہیں اور اپنے منصب کے لئے ضروری تجربہ رکھتے ہیں، خلیفہ منتخب کئے گئے ہیں۔

یہ پُر اثر تقریب عربی دعا کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔‘‘[85]

۲۴ مئی کو سوئٹزرلینڈ کی ایک مجلس مباحثہ میں اس قرارداد پر مباحثہ ہوا کہ ’’مسیح ابن اللہ‘‘ ہیں۔ ہر دو جانب سے تین تین مقررین تھے۔ قرارداد کی مخالفت کرنے والوں کی قیادت مکرم چوہدری مشتاق احمد باجوہ صاحب نے کی اور عقل و نقل سے یہ بات ثابت کر کے دکھائی کہ مسیح کسی صورت میں بھی ابن اللہ نہ ہو سکتے تھے۔ قرارداد کی حمایت کرنے والوں نے بھی پورا پورا زور لگایا کہ ایک انسان کو خدا پیش کرنے میں کامیابی حاصل کر لیں لیکن ایسا نہ ممکن تھا اور نہ ممکن ہوا۔

امسال ۷ ستمبر کو مسجد محمود زیورک میں ترکی میں زلزلہ کی آفت میں جانی و مالی نقصان اٹھانے والوں کے لیے اظہار ہمدردی کی غرض سے جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت محترم مسٹر سلیم ایکچ نے کی۔ اجتماع نے ہمدردی کی قرارداد بھی پاس کی جسے سفارت ترکیہ برن بھیج دیا گیا نیز ایک ہزار فرینک فوراً جمع ہوئے جسے سفارت ترکیہ کو بھجوا دیا گیا۔[86]

سیرالیون

مشن کی پُر جوش اور متحدہ سرگرمیوں کا آغاز ۴، ۵، ۶ فروری ۱۹۶۶ء کو ہوا جبکہ سیرالیون کی احمدی

جماعتوں کی کامیاب سالانہ کانفرنس بو میں منعقد ہوئی۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں احبابِ جماعت نے شرکت کی۔ سَر البرٹ مارگائی وزیرِاعظم سیرالیون، آنریبل جناب احمد دوری وزیر داخلہ اور مسٹر صالح یوسف وزیرِ تعلیم نے پیغامات بھجوائے۔ ایک معزز غیر از جماعت دوست الفا آدم نے خطاب کرتے ہوئے بتایا:۔

''ابھی تک مجھے وہ دن خوب یاد ہے کہ جب سب سے پہلے احمدی مبلّغین اس ملک میں تشریف لائے۔ اب ان دنوں کو گزرے قریباً چوالیس برس ہو چکے ہیں۔ ان کی دو تقاریر بھی مجھے ابھی تک یاد ہیں جن میں بائیبل کے حوالہ جات انہوں نے اس طرح پیش کئے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بائبل کے حافظ ہیں۔ انہوں نے بہت تکالیف برداشت کر کے اپنے کام کو جاری رکھا۔ جس کے نتیجہ میں آج احمدیت کو تمام ملک میں عزّت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ احمدی مبلغین محض اسلام کو قائم کرنے کی خاطر دنیا میں نکلے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اُن کے ساتھ تعاون کر کے ان کا ہاتھ بٹائیں تا کہ اسلام جلد ترقی کرے اور جلد اسے غلبہ نصیب ہو۔ جس کام کا بیڑا احمدی مبلغین نے اُٹھایا ہے ہم اُن کی محنت اور سعی پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔''

لیسٹر میں اس سال ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی۔ ۲۷/اپریل کو یوم آزادی کی تقریب پر جماعت احمدیہ سیرالیون کی مسجد سے ایک خطبہ دیا گیا جو سیرالیون براڈ کاسٹنگ سروس سے نشر کیا گیا۔ اس خُطبہ کی بہت شُہرت ہوئی۔ وزیر اعظم سیرالیون اور دوسرے عمائدین نے اس پر اظہارِ مسرت کیا۔ مبلّغ انچارج سیرالیون مولوی بشارت احمد صاحب بشیر کو متعدد بار ٹیلی ویژن پر مذہبی پروگرام میں شرکت کا موقع ملا۔ جس میں آپ نے اسلام کی تعلیم کی برتری عیسائیت کے مقابل ثابت کی۔

مدینۂ ثانیہ، گنی کی سرحد پر واقع ایک قصبہ ہے جو خالص مسلمانوں کی آبادی پر مشتمل ہے۔ یہاں عیسائی مشنری اپنا سکول کھولنا چاہتے تھے۔ مگر وہاں کے عوام اور خود پیراماؤنٹ چیف کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے جماعت احمدیہ سے اس بارہ میں امداد طلب کی۔ اُن کی اس درخواست پر مولوی عبدالشکور صاحب اور ٹیچر ابراہیم صاحب سیکرٹری تعلیم احمدیہ سکولز اس جگہ تشریف لے گئے۔ حالات کا جائزہ لے کر سکول کے افتتاح کے لئے ۱۷/اپریل ۱۹۶۶ء کی تاریخ مقرر کی گئی۔ سکول کی تقریب افتتاح بڑی کامیابی سے منعقد ہوئی۔ پانچ صد سے زائد احباب، جن میں کثیر تعداد ری پبلک

آف گنی کی تھی، نے اس میں شرکت کی۔اس موقع پر عوام کے علاوہ پانچ قریبی پیراماؤنٹ چیفس، ڈائریکٹر آف ایجوکیشن گنی، سپروائزر آف سکولز بمبالی ڈسٹرکٹ، انسپکٹر آف پولیس اور متعدد حاجیوں اور اماموں نے شرکت کی۔اس افتتاحی تقریب کا ملکی اخباروں میں بھی ذکر ہوا۔ریڈیو سیرالیون پر کئی بار یہ خبر نشر ہوئی کہ عربی اور اسلامیات کے ماہر مسٹر ونسنٹ مونٹیل (VINCENT MONTEIL) مورخہ ۳جون کو فورا بے کالج (یونیورسٹی کالج آف سیرالیون) میں ’’اسلام افریقہ میں‘‘ کے موضوع پر تقریر کریں گے۔شہر کے مسلمانوں کو بھی اس لیکچر میں شمولیت کی خاطر ایک خاص ٹرانسپورٹ بھی مہیا کی گئی۔مولوی بشارت احمد صاحب بشیر جو عیسائیت کے تعاقب میں کسی موقعے کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، اس لیکچر میں شامل ہوئے۔’’ماہر اسلامیات‘‘ نے اپنے موضوع سے ہٹ کر اسلامی تعلیمات کو اعتراضات کا نشانہ بنایا۔جس پر آپ نے تقریر کے بعد وقفۂ سوالات کے دوران اوّل لیکچرار کی عربی دانی کی قلعی کھولی۔بعدازاں اسلامی تعلیم کی حکمت پر روشنی ڈالی۔اسلام کے اس شاندار دفاع پر مسلمانوں نے بہت خوشی اور مسرّت کا اظہار کیا۔

بواجیبو کو جماعتی اعتبار سے بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔بہت ابتدائی دنوں سے پاکستانی مبلغ یہیں مقیم تھے۔گذشتہ سال ڈاکٹر نذیر احمد صاحب نے یہاں احمدیہ ہسپتال کا آغاز کیا۔اس قصبے میں رومن کیتھولک مشن نے سیکنڈری سکول کھولنے کے لئے سرتوڑ کوشش کی۔یہ معاملہ تین بار ملکی کابینہ میں پیش ہوا۔بالآخر فیصلہ جماعت کے حق میں ہوا۔اور ایک نئے سیکنڈری سکول کھولنے کی اجازت مل گئی۔اس خوشکن خبر نے پوری جماعت میں ایک برقی رو دوڑا دی۔تعمیر اور فرنیچر کی فراہمی ایک مشکل مرحلہ تھا۔مگر جماعت نے صرف ڈیڑھ ماہ کے اندر تمام انتظامات مکمل کر کے یہ نیا سکول جاری کر دیا۔اس نئے اور تیسرے سکول کے اجراء پر طلباء ٹوٹ پڑے۔چار سو سے زیادہ درخواستیں موصول ہوئیں۔مگر داخلہ ایک سو تیس طلباء کو دیا گیا۔

۱۱،۱۲،۱۳ نومبر کو فری ٹاؤن میں جماعتہائے احمدیہ سیرالیون کی سترھویں مجلس شوریٰ احمدیہ ہال فری ٹاؤن میں منعقد ہوئی۔جس میں ملک بھر سے قریباً ایک سو نمائندگان شریک ہوئے۔مولوی بشارت احمد صاحب بشیر امیر سیرالیون کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک ولولہ انگیز پیغام ارسال فرمایا۔جس میں نمائندگان کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ تمام نوعِ انسانیت ایک روحانی انقلاب پیدا کرے۔اس انقلاب کے لئے ضروری ہے

کہ ہم سب عملی طور پر اسلام کی حقیقی تصویر اور نمونہ بنیں۔ ہمیں اسلام کا صحیح علم ہونا چاہیئے۔ جس کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم ہے۔ پس کوئی ایک احمدی بھی ایسا نہ ہو جسے قرآن کریم باترجمہ نہ آتا ہو۔ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کا مطالعہ بھی ہم سب کے لئے اشد ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اس موجودہ دور کے مُصلح ربّانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی ہماری روزمرہ زندگی کا حصّہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس زمانے کی پیش آمدہ مشکلات اور سوالات کا حل ان میں موجود ہے۔ خلافت کے ساتھ آپ سب کا نہایت مضبوط اور حقیقی تعلق ہونا چاہیئے تاکہ ہم سب کی متحد اور یکجا کوششوں کے نتیجہ میں اسلام جلد از جلد تمام لوگوں کے دلوں میں گھر کر جائے۔

اس شوریٰ میں متعدد اہم تعلیمی، تبلیغی اور تربیتی تجاویز پاس کی گئیں۔ پہلے روز کی مکمل کارروائی ریڈیو سیرالیون سے نشر ہوئی۔ جس میں حضور کے رُوح پرور پیغام کو نمایاں حیثیت دی گئی۔ علاوہ ازیں سیرالیون کے کثیر الاشاعت روزنامہ ''ڈیلی میل'' نے شوریٰ کی خبر نمایاں طور پر شائع کی۔[87]

امسال وزیر تعلیم حکومت سیرالیون نے مزید دو سال کے لیے مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر مبلغ انچارج احمدیہ مشن سیرالیون کو بورڈ آف ٹیچرز ٹریننگ کے طور پر مقرر کیا اور آپ کی تقرری کا باقاعدہ اعلان حکومت کے گزٹ میں بھی ہوا۔[88]

غانا

جماعتہائے احمدیہ غانا کی اکتالیسویں سالانہ کانفرنس چھ تا آٹھ جنوری ۱۹۶۶ء سالٹ پانڈ میں منعقد ہوئی۔ جس میں ملک کے طول و عرض سے پانچ ہزار سے زائد افریقن احمدیوں نے شرکت کی اور مالی قربانی کی تحریک پر ساڑھے بیالیس ہزار روپیہ پیش کر دیا۔ کانفرنس کے جملہ انتظامات مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم مبلّغ انچارج غانا و رئیس التبلیغ مغربی افریقہ کے زیرِ انتظامات کامیابی سے سرانجام پائے۔ مہمانوں کے آرام اور رہائش کے لئے باقاعدہ تنظیم کے ساتھ ریجن وار اور سرکٹ وار جگہ مقرر کی گئی تھی۔ اور اس غرض کے لئے احمدیہ مشن ہاؤس، تعلیم الاسلام مڈل و پرائمری سکول اور نو تعمیر شدہ مجوّزہ احمدیہ مشنری کالج کی عمارات کام میں لائی گئیں۔

اس مبارک تقریب پر مقدّس امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے حسبِ ذیل روح پرور پیغام ارسال فرمایا۔ جسے رئیس التبلیغ صاحب نے بلند آواز سے پڑھ کر سنایا اور فضا نعرہ ہائے تکبیر اور خلافت احمدیہ زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔[89] پیغام حسب ذیل ہے۔

پیغام امام

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النــــــــــــــــــاصر

برادران عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا تعالیٰ کی آپ پر آپ کی نسلوں پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں اور وہ آپ سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیشہ آپ کے ساتھ ہو۔آمین

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی ہے کہ آپ آج یہاں پر اللہ اور اس کے رسول کی باتیں سننے اور اسلام کی فتح اور غلبہ کے لئے دعائیں کرنے اور تدابیر سوچنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو غانا کے سب احباب کے لئے بابرکت ثابت کرے انہیں اپنے خاص فضلوں سے نوازے اور بے انتہا رحمتوں سے مالا مال کرے آمین۔نیز اس کانفرنس کے نتیجہ میں نہ صرف آپ کے ایمان تازہ ہوں اور آپ محاسبۂ نفس کر کے اپنے نفوس میں نیک تبدیلی کے عزم کے ساتھ یہاں سے جائیں بلکہ خدا کرے کہ اس کانفرنس کے ذریعہ سارے مغربی افریقہ میں اسلام کی تبلیغ کے نئے دروازے کھل جائیں تا مغربی افریقہ کی جملہ اقوام خدائے واحد کو پہچاننے لگیں اور اس کی معرفت حاصل کریں اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر اس کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوسکیں۔اُسی طرح جس طرح آپ محض خدا کے فضل سے ان سے متمتع ہو رہے ہیں۔آمین

غانا کی جماعت خدا کے فضل سے ایک مخلص جماعت ہے۔جس کی تعداد پاکستان کے بعد دنیا بھر کی تمام احمدی جماعتوں سے غالباً زیادہ ہے۔جو اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی کر رہی ہے جس کا تعلیمی اور تبلیغی بجٹ معتدبہ ہے جو خدا کے فضل سے اس وقت تک کئی ایک پرائمری،مڈل اور سیکنڈری سکول قائم کر چکی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور اس کے اخلاص میں برکت ڈالے۔آمین۔

مگر ذرا سوچئے تو اور وہ کیفیت ذہن میں لائیے جبکہ آج سے ۸۶ سال قبل ہندوستان کے ایک گمنام اور چھوٹے سے قادیان نامی گاؤں میں جو دور افتادہ اور ریلوے سٹیشن سے گیارہ میل دور واقع تھا ایک شخص جو تن تنہا تھا جو گمنامی کے عالم میں تھا دنیوی وسائل سے محروم جسے دیکھ کر اس کے بزرگ اس پر ترس کھاتے ہوئے کہتے یہ زندہ کیسے رہے گا اس کا پُرسانِ حال کون ہوگا اسے اللہ نے اپنایا اور دنیا کی اصلاح کے لئے چنا اور اس سے کہا:۔

''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔عنقریب اسے ایک ملک عظیم دیا جائے گا اور خزائن اس پر کھولے جائیں گے۔یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔ہم عنقریب تم میں ہی اور تمہارے اردگرد نشان دکھلاویں گے۔'' 90

ان الہامات میں کتنا بڑا دعویٰ ہے اتنا بڑا کہ خود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام اسے سن کر حیران ہوئے بغیر نہ رہے ہوں گے جیسا کہ اِس الہامِ الٰہی میں ''یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔'' کے الفاظ سے ظاہر ہے اور حیرانی کی بات تو تھی ہی۔ایک بے بس و بے کس انسان، کمزور اور ناتواں انسان جسے کوئی نہیں جانتا۔اس کے پاس مال نہیں، اسباب نہیں، اسے دیگر وسائل میسر نہیں اسے عظیم ملک اور بے بہا خزانوں کے وعدے دیئے جا رہے ہیں۔ زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرنے کا قول دیا جا رہا ہے۔اسے فتح عظیم کا پیغام دیا جا رہا ہے اور اسے خدا کے حضور سے قبولیت کی سند عطا کی جا رہی ہے اور پھر اس کی تائید میں نشانات کے وعدے دیئے جا رہے ہیں۔کجا وہ دن اور کجا آج کا دن کہ خدائی وعدوں کے عین مطابق حضرت احمد علیہ السلام کا مشن اکناف واطراف عالم میں کامیاب و کامران نظر آ رہا ہے اور سعید روحیں ایک بڑی تعداد میں خواہ وہ مشرق سے تعلق رکھتی ہوں یا مغرب سے، شمال سے تعلق رکھتی ہوں یا جنوب سے۔ ایشیا سے تعلق رکھتی ہوں یا افریقہ سے۔امریکہ سے وابستہ ہوں یا یورپ سے اس کی طرف کھنچی چلی آ رہی ہیں اور بکثرت فیض یاب ہوتی چلی جا رہی ہیں زندہ خدا کی

قدرتوں کا یہ ایک زندہ اور زبردست نشان ہے اور آپ میں سے ہر ایک شخص اس کی صداقت کا ایک زندہ گواہ ہے جو اس امر کا شاہد ہے کہ خدا کی بات پوری ہوئی اور خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق بڑے زور آور حملوں سے اسلام کی سچائی کو ظاہر کر دیا اور اس کی صداقت کے لئے زبردست نشان دکھائے فالحمدللہ علی ذالک۔ یقیناً یہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے کہ اکناف واطراف عالم میں قوموں کی قومیں ایک دوسری کے بعد داخل ہوتی چلی جارہی ہیں۔ قدرت وجبروت والے خدا کا جلال ظاہر ہو رہا ہے اور وہ جسے دنیا نے قبول نہیں کیا تھا خدا کے زور آور حملوں کے نتیجہ میں غالب نظر آ رہا ہے۔

پس اے میرے عزیز اور پیارے بھائیو! آپ میں سے ہر ایک زندہ خدا کا ایک زندہ نشان ہے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کا۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر بے حد احسان ہے جو اس نے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لائی ہوئی صداقت کو پہچاننے اور آپ کو حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کی توفیق دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے اور شکر ادا کرنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ آپ اسلام کے رنگ میں اپنے آپ کو مکمل طور پر رنگین کریں۔ اس کے بعد سب احکام پر عمل کریں اور اسلامی تعلیم کا ایک عمدہ عملی نمونہ بنیں تا آپ کے نمونہ کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اسلام کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ آپ اسلام کی خدمت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے ہر پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں اور خدمتِ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ صرف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔ آمین

اس موقعہ پر میں آپ کو یہ بھی تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ مرکز سلسلہ سے گہری وابستگی قائم رکھیئے اور مرکز کی آواز پر جو آپ کو مقامی مبلغین کے ذریعہ پہنچے ہمیشہ لبیک کہیئے کیونکہ وہیں سے وہ نور آپ کو ملا جس سے خدا کے فضل سے آپ کے دل منور ہیں۔ اسی طرح مقامی عہدیداران اور مبلغین سے ہر نیک کام میں تعاون کرتے ہوئے دل وجان سے اس کی اطاعت کا اعلیٰ نمونہ پیش کیجئے کیونکہ سیّدنا حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:۔

”من اطاع امیری فقد اطاعنی و من عصٰی امیری فقد عصانی“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت رسول اکرم ﷺ کے نائب اوران کے خلفاء حضور کے نائب ہیں پس ان کے مقرر کردہ امیروں اورعہدیداروں کی مکمل اطاعت کیجئے۔اوریہی امر سلسلہ احمدیہ کا طرۂ امتیاز ہے اوراس سلسلہ کے نظام کی اطاعت ہی میں ساری برکتیں ہیں۔

خدا کرے کہ میری یہ باتیں آپ کے دل میں گھر کر جائیں اورآپ سب خداتعالیٰ سے ان پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کی توفیق پائیں۔آمین

خاکسار:۔مرزا ناصراحمد۔(خلیفۃ المسیح الثالث)[91]

۲۱ مارچ ۱۹۶۶ء کا دن ایک تاریخی دن تھا جبکہ احمدیہ مشنری ٹریننگ کالج سالٹ پانڈ غانا کا افتتاح ہوا۔مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ابتدا میں پندرہ طلبہ نے داخلہ لیا۔جو نائیجیریا، لائبیریا اورغانا سے تعلق رکھتے تھے۔کالج کے لئے تین سال کا کورس مقرر کیا گیا اورفیصلہ ہوا کہ جو طلباء قابل ثابت ہوں اُن کو مرکز کی منظوری سے اعلیٰ تعلیم کے لئے ربوہ بھجوادیا جائے اور باقی کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ارشاد کے مطابق افریقہ کے مختلف علاقوں میں متعیّن کردیا جائے۔

اس سال مولوی عطاءاللہ صاحب کلیم امیر جماعت احمدیہ غانا کے زیرِ انتظام پندرہ تا سترہ جولائی کولیگوس میں مبلغین کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔جس میں مولوی عطاءاللہ صاحب کلیم،محمد صدیق صاحب شاہد پرنسپل مشنری ٹریننگ کالج سالٹ پانڈ،مولانا غلام احمد صاحب بدّوملہی مبلغ انچارج گیمبیا،مولوی بشارت احمد صاحب بشیر امیر ومبلّغ انچارج سیرالیون،مولوی مبارک احمد صاحب ساقی مبلغ انچارج لائبیریا،مولوی محمد افضل صاحب قریشی مبلغ انچارج آئیوری کوسٹ،الحاج شیخ نصیرالدین احمد صاحب امیر ومبلّغ انچارج نائیجیریا،مولوی محمد بشیر صاحب شاد مبلّغ نائیجیریا،مولوی منیر احمد صاحب عارف مبلّغ نائیجیریا نے شرکت فرمائی۔۱۵ جولائی کی شام کومجاہدین احمدیت نے ٹیلیویژن پرنہایت عمدگی اوراحسن رنگ میں اپنے اپنے ممالک میں اسلام کی خاطر فرزندان احمدیت کی مساعی پرروشنی ڈالی اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے نائیجیریا کے طول وعرض میں ہزاروں لاکھوں افراد جماعت

احمدیہ کی خدمات سے روشناس ہوئے۔ ۷ا جولائی کو EXHIBITION CENTRE میں ایک استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت نائیجیریا کے اخبار ڈیلی ٹائمز کے پبلیکیشن گروپ کے ڈائریکٹر اور جماعت کے عقیدت مند الحاج بابا ٹونڈا جوزنے کی جس میں مبلغین سلسلہ نے جماعتی مساعی کو تفصیل سے بیان فرمایا اور غیر از جماعت معززین جو خاصی تعداد میں جمع تھے بہت متاثر ہوئے۔

اس کانفرنس میں اشاعت لٹریچر، تراجم کتب، سیرالیون میں ٹریننگ کالج کے اجراء، توسیع تبلیغ، احمدیہ سکولوں میں اطفال الاحمدیہ کے قیام، طلبہ میں تبلیغ، مشنری ٹریننگ کالج سالٹ پانڈ کی کامیابی کے ذرائع کے بارے میں اہم تجاویز پاس کی گئیں۔

اس سال ماہ مئی میں مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔ جس میں مختلف ریجنوں اور سرکٹوں سے ایک سو نمائندگان شامل ہوئے۔ صدارت کے فرائض مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم نے انجام دیئے۔ سالانہ میزانیہ جو قریباً تین لاکھ اٹھارہ ہزار نو سو اٹھتر روپے پر مشتمل تھا مع دیگر اہم اور ضروری جماعتی امور کے منظور کیا گیا۔

مولوی عبدالوھاب بن آدم صاحب ٹیچیمان سکنڈری سکول اور دیگر کالجوں اور سکولوں میں اور سید داؤد احمد صاحب انور (انچارج ٹمالے اور اشانٹی ریجن) کے سکولز میں باقاعدہ ہر ہفتہ اسلام پر لیکچر دیتے رہے جو علمی حلقوں میں احمدیت کے مزید اثر و نفوذ کا موجب بنے۔

غانا مشن کی تبلیغی مساعی میں اس سال زبردست اضافہ ہوا کیونکہ شالی ریجن میں دو سال قبل ایک بھی احمدیہ سکول نہیں تھا۔ مگر سیّد داؤد احمد صاحب انور کی کوشش سے گذشتہ سال ۱۹۶۵ء میں پانچ اور اس سال چار مزید سکول جاری ہو گئے۔ جس کی نگرانی اور سارے انتظامات سیّد داؤد احمد صاحب کے سپرد تھے۔ ان دنوں احمدیہ تعلیمی یونٹ کے ماتحت ۲۷ پرائمری اور مڈل سکول اور ایک سیکنڈری سکول چل رہے تھے۔ ہر ریجن کا مبلّغ اس ریجن کے سکولز کا مینجر متصور ہوتا تھا۔ لہٰذا تمام مبلغین علاوہ تبلیغی اور تربیتی امور کے تعلیمی معاملات میں بھی خاصہ وقت دیتے تھے۔ بالخصوص مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم جو ان تمام سکولز کے جنرل مینجر اور نگرانِ اعلیٰ تھے۔ [92]

شمالی ریجن میں چگلی کے مقام پر ایک نئی مسجد کی تعمیر ہوئی جس کا افتتاح سیّد داؤد احمد صاحب انور نے کیا۔

مشن کی طرف سے ۱۹۶۶ء میں مسلم نماز (فینٹی) نیز حضرت مصلح موعود کی کتاب THE

LIFE AND TEACHING OF THE HOLY PROPHET کا فینٹی ترجمہ شائع کیا گیا یہ دونوں کتابیں وزارتِ تعلیم نے سکولوں کے نصاب دینیات میں منظور کر لیں اور احمدیہ مشن سے خرید کر طلباء کو مہیّا کر دیں۔

قرآن کریم کا فینٹی زبان میں ترجمہ مکمل ہوا۔جس کے بعد مولوی عبدالوہاب بن آدم صاحب نے نظر ثانی کا آغاز کیا۔آپ نے ٹوی زبان میں ایک سو احادیث نیز بیعت فارم کا ترجمہ بھی کیا۔[93]

کینیا

صوفی محمد اسحٰق صاحب جب سے کینیا مشن کے انچارج اور امیر مقرر ہوئے آپ نے پریس اور ریڈیو کی طرف خصوصی توجہ دے رکھی تھی۔اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص طور پر کامیابی عطا فرمائی۔آپ نے اخبار ''ممباسہ ٹائمز'' میں ایک ''فرائیڈے مسلم کالم'' کا افتتاح کیا اور ایک عرصہ تک اس میں سرگرم حصہ لیا۔لیکن پھر اپنی دیگر دینی و تبلیغی مصروفیات کے باعث اسے کبیر احمد صاحب بھٹی کے سپرد کر دیا۔ جو اس کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔''ممباسہ ٹائمز'' ایک سال قبل افریقہ کے کثیر الاشاعت اخبار ''ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ'' میں مُدغم کر دیا گیا تھا۔ اور صوفی صاحب کے مضامین اس اخبار میں باقاعدگی سے سپرد اشاعت ہونے لگے۔علاوہ ازیں مشرقی افریقہ کے مشہور ہفت روزہ برازا (BRAZA) کے ادارہ نے آپ سے وعدہ کیا کہ آئندہ اسلام کے متعلق جن سوالات کا جواب دینا ہوگا وہ آپ ہی کے قلم سے چھپیں گے۔اس سال نیا اخبار ''ممباسہ ایڈورٹائزز'' منظرِ عام پر آیا۔اس اخبار کے ادارے نے آپ سے اور کبیر احمد صاحب بھٹی سے درخواست کی کہ باری باری ان کے لئے اسلامی کالم لکھا کریں اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے کینیا کے تین وقیع اخباروں میں اسلام کی نمائندگی احمدیہ مشن کے ہاتھ منتقل ہونے کے سامان پیدا ہو گئے۔ جہاں تک ریڈیو کا تعلق ہے صوفی صاحب کو اس کے ذریعہ حق کو بلند کرنے کا ایک زرّیں موقع یہ آیا کہ اس عرصے میں ریڈیو پر ایک مباحثہ ہوا۔جس کا عنوان تھا۔

؎ مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

مباحثہ میں مذہب کی طرف سے پہلی اور آخری تقریر صوفی صاحب نے کی۔اس مباحثے کے آرگنائزر ایک ہندو تھے جنہیں بتایا گیا تھا کہ اسلام کے متعلق صحیح معلومات چاہئیں تو اسے صرف احمدیہ مشن کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔عید الفطر کے موقعے پر احمدی بچوں کا ایک پروگرام ''وائس

آف کینیا'' کی سروس سے براڈ کاسٹ کیا گیا۔اوراس میں صوفی صاحب کی روزوں سے متعلق لکھی ہوئی ایک تقریر نشر کی گئی۔

صوفی صاحب نے جب سے مشن کا چارج لیا آپ ہر ماہ اخبار احمدیہ مرتب کر کے شائع کر رہے تھے۔جس کی کتابت حمید احمد صاحب بھٹی اور طباعت افتخار احمد صاحب بٹ کرتے تھے۔

گذشتہ سال جماعت نیروبی نے چندہ جمع کر کے دس ہزار شلنگ کی لاگت سے احمدیہ قبرستان نیروبی کی چاردیواری پُختہ شکل میں تعمیر کردی۔ اوراب یہ قبرستان خوشنما نظر آنے کے علاوہ محفوظ ہوگیا۔اس کارِخیر میں کینیا کی ملک فیملی کے علاوہ قریشی عبدالرحمان صاحب،عبدالعزیز بٹ صاحب، سید محمد اقبال شاہ صاحب اور بعض دوسرے احباب نے بھی حسبِ توفیق دل کھول کر حصہ لیا۔

کینیا مشن نے اس سال حضرت حکیم فضل الرحمان صاحب کی کتاب لائف آف محمد انگریزی میں (LIFE OF MUHAMMAD)، کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الصوم مناسب اضافوں اور ترمیموں کے بعد سواحیلی میں شائع کیں۔اسی طرح حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی ایک کتاب ''کفارہ مسیح''(KAFARA YA YESU) پہلی بار سواحیلی میں شائع کی گئی۔اس کتاب کا ترجمہ عثمان گاکوریا صاحب کی کاوش ومحنت کا رہینِ منّت تھا جنہوں نے نہ صرف اس کتاب کا ترجمہ کیا بلکہ اس کی اشاعت کے لئے ایک ہزار شلنگ کا عطیہ بھی دیا۔ جناب صوفی محمد اسحٰق صاحب نے اپنی ایک مطبوعہ رپورٹ میں تحریر فرمایا:۔

''اس مشن کی طرف سے ہر ماہ اخبار ایسٹ افریقن ٹائمز مکرم عبدالسلام صاحب بھٹی کی ادارت میں تین ہزار کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔اور چونکہ کینیا مشن سارے ایسٹ افریقہ کے احمدیہ مشنوں کی سواحیلی لٹریچر کی ضروریات کو بھی پورا کرتا ہے۔اسی لئے ہماری نگرانی میں ہی ہمارا سواحیلی اخبار ''ماپینزی یا منگو'' بھی ہر ماہ تین ہزار کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔اس اخبار کو مرتّب مولانا محمد منور صاحب مبلغ انچارج ٹانگانیکا مشن کرتے ہیں۔اوراسکی طباعت کے اخراجات بھی وہی مشن دیتا ہے البتہ اس کی طباعت کی نگرانی اور ترسیل ہمارے ذمّے ہے۔''[94]

۱۹۶۶ء میں مشن کی طرف سے تقریباً اسّی ہزار اشتہارات سواحیلی اور انگریزی زبانوں میں شائع کئے گئے۔سال کے شروع میں مولوی محمد عیسیٰ صاحب اور مئی کے شروع میں مولوی منیر الدین احمد صاحب کینیا تشریف لائے۔جس پر تبلیغی اور تربیتی سرگرمیاں تیز تر ہوگئیں۔مولوی محمد عیسیٰ صاحب

نے کسمّوں میں ایک حرکت پیدا کر دی۔ اور متعدد شہروں اور دیہات کا بار بار دورہ کیا۔ اور پھر ٹاوٹیا مشن کے انچارج کی حیثیت سے نہایت پر جوش انداز میں تعلیم و تربیت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں سواحیلی زبان پر بھی عبور حاصل کر لیا۔ تین ماہ بعد مولوی منیر الدین صاحب نے ان سے کسموں کا چارج لینے کے بعد کم وبیش ایک ہزار میل کا تبلیغی سفر کیا۔

کینیا میں آریہ سماج نے اپنا سالانہ جلسہ کیا اور اس میں اسلام کی نمائندگی کے لئے صوفی محمد اسحٰق صاحب کو لیکچر دینے کے دعوت دی۔ لیکچر کا عنوان تھا ''سائنس کا اثر مذہب پر'' صوفی صاحب نے متعدد تاریخی واقعات اور مغربی دانشوروں کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ سچے مذہب کو سائنس سے ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ نیز بتلایا گیا سائنس کے زمانے میں خلافِ فطرت وخلاف عقل تعلیم دینے والے مذاہب کے پھیلنے کا امکان اب ختم ہو گیا ہے۔ اس کامیاب تقریر کی ہندوؤں نے بھی تعریف کی۔ 95

گیمبیا

مکرم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی انچارج گیمبیا مرکز کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے بذریعہ لٹریچر، زبانی گفتگو اور خط وکتابت گیمبیا، مالی اور سینیگال سے تعلق رکھنے والے متعدد افراد تک پیغام حق پہنچایا جس کے نتیجہ میں مالی سے تعلق رکھنے والے ایک دوست عبدالرحمان صاحب جو کہ عربی اور فرانسیسی خوب جانتے ہیں نے احمدیت میں شمولیت اختیار کی۔ اسی طرح سینیگال سے تعلق رکھنے والے ایک اہل علم دوست محمد الامین لوح صاحب کے علاوہ عربی مدرسہ کے دو طالب علم اور ڈکار سے چند میل دور ایک گاؤں امبور نامی کے سید عبدالرحمان صاحب نے بھی احمدیت قبول کی۔ اسی طرح سینیگال کے شہر بنکلنگ سے تعلق رکھنے والے ایک معلم الصبیان صاحب نے بیعت کی۔ گیمبیا کے ایک اور شہر جورج ٹاؤن میں ۴۰/افراد کی نئی جماعت قائم ہوئی۔ وہاں کے چیف صاحب نے بھی احمدیت قبول کی ہے۔ چیف صاحب نے جورج ٹاؤن میں اسکینڈری سکول کے لئے زمین دینے کا بھی وعدہ کیا۔ اسی شہر میں مقیم ایک لبنانی گھرانے کے تین افراد نے بھی بیعت کر لی۔ گیمبیا کے ایک گاؤں مزفینی میں ۷ دسمبر ۱۹۶۵ء کو ایک مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ گیمبیا میں جماعت احمدیہ کی دوسری مسجد ہے۔

سالے کینیا گاؤں میں بھی نئی جماعت قائم ہوئی تھی ۔ پہلے وہاں دو نوجوان احمدی ہوئے پھر مئی ۱۹۶۵ء میں ایک نوجوان نوحاٹورے احمدی ہوئے۔ان کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق ہے۔ان کی اور لوکل مشنری کی پانچ ماہ کی دعوت الی اللہ سے اب اس جماعت کی تعداد ایک سوافراد سے زائد ہو چکی ہے۔

عیدالفطر کے موقعہ پر ریڈیو والوں نے پیغام عید ریکارڈ کرنے کی دعوت دی۔عربی اور انگریزی میں پیغام ریکارڈ کرائے گئے۔جن کو عید کے دن ساڑھے آٹھ بجے رات اور اس کے بعد بھی کئی دفعہ براڈ کاسٹ کیا گیا۔

لوکل مبلغ مولوی ابراہیم عبدالقادر کو ساتھ لے کر وزیر اعظم صاحب کے مکان پر ان سے ملاقات کی۔قرآن کریم مترجم کے علاوہ سات کتب ان کی خدمت میں پیش کی گئیں۔الحاج ایف ایم سنگھاٹے صاحب کی بار بار کی تحریک پر وزیر اعظم صاحب نے ۷ مئی ۱۹۶۵ء کو اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تھا۔اس کے بعد برابر ان کو لٹریچر دیا جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کا شرح صدر کر دے۔آمین[96]

لائبیریا

مکرم مبارک احمد ساقی صاحب انچارج احمدیہ مشن لائبیریا کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے منرویا شہر سے باہر ۲۵ دیہات میں تقاریر اور لٹریچر کے ذریعہ تبلیغی مساعی جاری رکھی۔ایک گاؤں (Boima Town) کے چیف کی دعوت پر ایک چرچ میں آدھ گھنٹہ تقریر کی جس میں بائیبل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارات پڑھ کر سنائیں اور مسیح علیہ السلام کی بعثت ثانیہ کا ذکر کیا۔ اس گاؤں کے دس عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

یونیورسٹی آف لائبیریا میں ٹیچر ٹریننگ کلاس میں بھی ایک تقریر کی جس کا خلاصہ وہاں کے ایک روزنامہ اخبار میں شائع ہوا۔

عیدالاضحیہ کے موقع پر ایک احمدی دوست حاجی سانکو بابو صاحب نے ایک عشائیہ کا انتظام کیا۔ تیس احباب مدعو تھے۔جن میں مسلمان گورنر، مسلم کانگرس آف لائبیریا کے پریذیڈنٹ،سیرالیون ایسوسی ایشن کے سیکرٹری اور روزنامہ Listener کے ایڈیٹر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔کھانے کے بعد مکرم مبارک احمد ساقی صاحب نے جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض وغایت بیان کی۔اس کے بعد مسلم کانگرس آف لائبیریا کے پریذیڈنٹ نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم نے جماعت احمدیہ کے مبلغین کی مساعی کا بغور جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ”احمدی حقیقی مسلمان ہیں اور ان کے دلوں میں اسلام

کی خدمت کا بے پناہ جذبہ موجود ہے‘‘۔

اخبارات میں مضامین کی اشاعت اور ریڈیو پروگرام میں حصہ لیا جاتا رہا۔عید الاضحیہ کے موقع پر لائبیرین براڈ کاسٹنگ نے آپ کا ایک انٹرویو نشر کیا جس میں قربانی کا فلسفہ اور عید الاضحیہ کی اہمیت بیان کی گئی تھی۔روزنامہ الفضل ربوہ کا نمائندہ ہونے کی وجہ سے پریذیڈنٹ کی پریس کانفرنس میں شمولیت کا موقعہ مل جاتا ہے۔اور یہاں کی پریس یونین کی ممبر شپ بھی حاصل ہے۔

لائبیریا کے سب سے کثیر الاشاعت اخبار STAR کے مینیجر صاحب (جو کہ انگریز ہیں) کو لٹریچر پیش کیا گیا۔

عرصہ زیر رپورٹ میں ۲۱۔احباب نے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔97

ماریشس

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر مرکز سے ۱۸؍اپریل ۱۹۶۶ء کو ماریشس پہنچے اور مجنونانہ انداز میں تبلیغی جہاد میں مصروفِ عمل ہو گئے۔جس کا اندازہ اُن کی پہلی رپورٹ ۱۸؍اپریل تا ۱۸ جولائی ۱۹۶۶ء سے بخوبی ہوتا ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق انہوں نے ملک بھر میں مختلف مقامات میں قرآن مجید اور اسلامی تعلیم کے بارے میں چھتیس لیکچر دیئے۔لیکچروں کے بعد بسا اوقات سلسلۂ سوال و جواب نصف شب تک جاری رہتا تھا۔ایک لیکچر کی صدارت ماریشس کے وزیرِ زراعت نے اور ایک کی پرنسپل صاحب ٹیچرز ٹریننگ کالج نے کی۔اس سہ ماہی میں ٹیلی ویژن پر آپ کا انٹرویو نشر ہوا اور ریڈیو پر مندرجہ ذیل عنوان سے آپ کی چار تقاریر ہوئیں۔

اسلامی رواداری، ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ، اسلام اور صحتِ جسمانی، پاکستان کی ترقی۔

آپ نے ملک کی جن اہم شخصیتوں کو اسلامی لٹریچر پیش کیا۔اُن میں مندرجہ ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ڈاکٹر رام غلام وزیرِاعظم ماریشس، مسٹر بلیل وزیرِ زراعت، مسٹر عبدالرزاق وزیرِ مکانات، مسٹر بشن دیال وزیرِ امدادِ باہمی، مسٹر ہیرالڈ والٹر وزیرِ صحت، مسٹر ترنگدن وزیرِ مال (ترقیات)، مسٹر جگناتھ وزیرِ مال (اخراجات)، مسٹر جان سٹون ڈپٹی سیکرٹری فارسٹیٹ، وزیرِ اعظم ماریشس اور ڈپٹی سیکرٹری فارسٹیٹ سے ملاقات کی خبر ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے بھی نشر کی۔

آپ نے ’’رواداری‘‘ کے عنوان سے ایک تبلیغی پمفلٹ بھی شائع کیا۔جسے پورے ماریشس

میں تقسیم کیا گیا۔ روزنامہ CITOYEN نے ۶ جولائی ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں اس پمفلٹ کے بارے میں ایک معزّز مسلمان اہل قلم نے درج ذیل الفاظ میں تبصرہ کیا:۔

''میرے سامنے ایک پمفلٹ ہے جس میں رواداری اور باہمی مفاہمت کے لئے اپیل کی گئی ہے۔ میں نے اس کو خوب پڑھا اور میں اس سے یہی سمجھا ہوں کہ ہم مسلمان اور دوسرے اچھے لوگ قرآنی اصولوں پر عمل کر کے امن اور محبت سے رہ سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم ان لوگوں کو جنہوں نے ہمیں دکھ دیا ہے معاف کر دیں گے۔ ہم غریبوں اور اقلیتوں سے نفرت نہیں کریں گے۔ اور یہی کام ہیں جو ہمیں آپس میں دوستی، محبت اور موافقت پیدا کرنے کے لئے کرنے چاہئیں۔

یہی رواداری ہے جس کی ہمیں اس چھوٹے سے جزیرے میں اشد ضرورت ہے کیونکہ اس جزیرہ کے حصّے بخرے سیاسی اور نسلی بنیادوں پر ہو چکے ہیں......۔

مجھے اس پمفلٹ کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ بہت عمدہ اور نفیس طبع ہوا ہے۔ اور اس میں امن، انصاف اور اتحاد کے لئے شاندار اپیل ہے۔ میں نے اسے بار بار پڑھا اور پڑھتے جانے کو ہی دل چاہتا ہے۔ میں نے اس پر خوب غور وخوض کیا۔ اور ہمیں چاہیئے کہ ہم قرآن، بائبل اور ہندو کتب پر غور کریں کیونکہ ہر ایک کتاب نے یہی سکھایا ہے کہ ''ایک دوسرے سے محبت کرو''

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر کو اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا:۔

''آپ کا خط محررہ ۶۶۔۴۔۲۰ موصول ہوا۔ الحمدللہ آپ خیریت سے پہنچ گئے مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے پہنچنے کے بعد ماریشس میں کچھ انقلابات آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ بہتری کے سامان پیدا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھیں۔

والسلام

ناصر احمد

خلیفۃ المسیح الثالث۔''

مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر نے مذکورہ رپورٹ میں حضور کے ان مبارک الفاظ کو قلمبند کرنے کے بعد لکھا:۔

''اس خط کے بعد کئی انقلابات کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ ابھی اس رؤیا کی تصدیق کے لئے بہت سے انقلابات آنے والے ہیں تا کہ اس ملک میں احمدیت کی شاندار ترقی جلد تر ہو۔''[98]

پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس کی واپسی

مکرم عبدالستار صاحب سوکیہ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ ماریشس ربوہ میں تین ماہ قیام کرنے کے بعد اپنے وطن واپس جانے کی غرض سے ۵ مارچ کو چناب ایکسپریس سے کراچی روانہ ہوئے۔ اہل ربوہ نے سٹیشن پر پہنچ کر آپ کو دلی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ آپ ماریشس جانے سے قبل فریضہ حج ادا کرنے کی خاطر مکہ معظّمہ جائیں گے۔ 99

ملائیشیا

اس سال مولوی بشارت احمد صاحب امروہی مبلّغ ملائیشیا کی مساعی سے ۲۳ افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے جن میں سے تیرہ افراد کا تعلق سنڈا کن سے تھا۔ نئے مبایعین میں سے ایک صاحب شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور صحافی تھے۔ سیلم، سیپا تک آئی لینڈ تواؤ اور سمپورنا جیسے مقامات میں پہلی دفعہ احمدیت کا بیج بویا گیا اور ہر جگہ ایک ایک دوست داخلِ احمدیت ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف نے کئی بار دشوار گذار راستوں کو طے کر کے تبلیغی دورے کئے اور اسلامی لٹریچر اور ملاقاتوں کے ذریعے پیغام حق پہنچایا۔ جن تعلیم یافتہ اصحاب سے آپ نے ملاقاتیں کر کے احمدیت سے متعارف کرایا اُن میں سے بعض قابل ذکر نام یہ ہیں۔

مسٹر پیٹر چنگ ہیلتھ انسپکٹر، مسٹر اسٹیفن چونگ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ (اکاؤنٹس برانچ)، مسٹر غنی گیلان (ایک سیاسی پارٹی کے لیڈر)، سر ہنڈرسن ڈسٹرکٹ آفیسر، مسٹر دیوج امریکن (امریکن سکول ٹیچر)

جماعت احمدیہ ملائیشیا کی دوسری سالانہ کانفرنس ۱۱، ۱۲ دسمبر ۱۹۶۶ء کو سبا میں منعقد ہوئی۔ 100 جس میں سنڈا کن، لابوان، راناؤ، لنکفن، ساسا گاساپنگ اسٹیٹ، کنگاؤ، رامایہ، تمالانگ (تیلیوک) اور کوالا بلائیت (اسٹیٹ آف برونائی) نے بحیثیت جماعت حصّہ لیا۔ اور بعض جماعتوں سے افراد شریکِ کانفرنس ہوئے۔

اجلاسوں کی صدارت جناب ڈینیئل مورا یوسف صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ سنڈا کن اور جناب ایرین بہالی پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کنگاؤ نے اور شوریٰ کی صدارت مولوی بشارت احمد صاحب امروہی نے کی۔ 101

نائیجیریا

۸۔۹۔۱۰؍اپریل ۱۹۶۶ء کو جماعت احمدیہ کا نہایت کامیاب سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے حاضرین جلسہ کے نام روح پرور پیغام میں نصیحت فرمائی کہ وہ اسلام کے جھنڈے کو ہمیشہ بلند رکھیں ہر احمدی اپنی زندگی کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے تا کہ وہ اپنے وجود میں اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ پیش کرنے کے قابل ہو سکے۔ ہر اجلاس میں جملہ احباب نے کھڑے ہو کر نظامِ خلافت کے ساتھ وابستگی اور اس کی حفاظت کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنے کا عہد بلند آواز سے دہرایا۔ جلسہ گاہ پُر جوش نعروں سے گونجتی رہی۔ نائیجیریا مسلم کونسل کے سیکرٹری جناب الحاج لاگوڈا، انڈونیشین سفیر مقیم لیگوس، ایڈوانسڈ ٹیچرز ٹریننگ کالج کے پرنسپل اور دیگر احباب نے اپنی تقاریر میں نائیجیریا احمدیہ مشن کو اس کی عظیم الشان دینی خدمات پر شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین ادا کیا۔ نائیجیریا کے ذرائع ابلاغ (اخبار، ریڈیو اور ٹیلی ویژن) نے جلسہ کی خبریں شائع اور نشر کیں اور جلسہ کے مناظر خصوصاً سوال وجواب کا پروگرام خاص اہتمام کے ساتھ دکھلایا گیا۔[102]

احمدیہ جماعت کو نائیجیریا میں ریڈیو اور ٹیلیویژن کی بہت سی آسانیاں میسر ہونے کے باعث ٹیلی ویژن پر احمدیت سے لوگوں کو متعارف کرانے کے لیے سوال وجواب کا ایک پروگرام منعقد کیا گیا جس میں احمدیت کے مخصوص عقائد اور عملی حصہ کی تشریح کی گئی۔ مذاکرہ کی صدارت ایک احمدی دوست نے کی جبکہ مبلغ انچارج الحاج مولوی نصیر الدین احمد صاحب اور ان کے تین ساتھیوں نے سوالوں کے جواب دیے۔[103]

ہالینڈ

حافظ قدرت اللہ صاحب انچارج ہالینڈ مشن کو اس سال ملک کے متعدد حلقوں، سکول، کالج اور یونیورسٹیوں نے اپنے ہاں تقریر کے لئے مدعو کیا۔ آپ نے اپنی تقاریر میں اسلام کی کامیاب نمائندگی کی اور سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ آپ کی بعض تقاریر کی خبریں مقامی پریس میں بھی شائع ہوئیں۔

سال کے ابتدائی چار ماہ میں آپ کی بارہ حلقوں میں تقاریر ہوئیں۔ جن میں سے بعض کا نام یہ ہے۔ سرینام (سابق ڈچ گیانا) کی ہالینڈ کلب (ہیگ)، پبلک لائبریری (بسم)، چرچ سوسائٹی بسم

(JONGE KERK)،فری یونیورسٹی (زتفن)،سوشل سنٹر (رورمند)، کلچر سنٹر (ایمسٹرڈم)، سوشل سنٹر (نین روڈ NYENRODE) کیتھولک مرکز (الکمار ALKMAAR)، سالویشن سنٹر کی تنظیم (دوردریخت DORDRECHT)، ریفارم چرچ سنٹر (آلرڈنک ALERDINK)

ہیگ کے کیتھولک سکول اور سکاؤٹ گروپ اور روٹرڈیم کی یونیورسٹی اور دیگر مقامات سے متعدد وفود مشن ہاؤس میں پہنچے اور حافظ صاحب اور مولوی عبدالحکیم صاحب اکمل نے انہیں اسلام واحمدیت کے بارے میں ضروری معلومات بہم پہنچائیں۔

زائرین کا سلسلہ بھی جاری رہا جن میں ڈچ کے علاوہ ترکی، ایران، پاکستان، مصر، سعودی عرب، کویت، اردن، انڈونیشیا، سرینام اور لندن وغیرہ کے اصحاب شامل تھے۔

ملک کے مذہبی حلقوں میں اس سال کا یہ واقعہ خصوصی اہمیت کا حامل تھا کہ ڈاکٹر کے۔ برنا (DR. K.BERNA) کی کتاب مسیح صلیب پر نہیں مرے، اشاعت پذیر ہوئی۔ کفنِ مسیح کے بارہ میں اس وقت تک جو سائنسی تحقیقات ہوئی اس سلسلہ میں یہ ایک دستاویز تھی ڈچ پبلشر نے احمدیہ مشن سے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کی اسی موضوع پر مشہور تالیف ”WHERE DID JESUS DIE?“ بھی خاصی تعداد میں منگوائی نیز اپنی کتاب میں اس کا عمدہ رنگ میں ذکر کر کے لکھا کہ ہماری یہ کتاب ایک سائنسی تحقیقات کے نتائج پر مشتمل ہے جس نے تاریخی اور مذہبی بنیادوں پر اس موضوع کا مطالعہ کرنا ہو وہ مذکورہ کتاب پڑھے اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جدید علم کلام کی عظمت دوبالا ہوئی اور اس کی ملک گیر شہرت کا سامان دوسروں کے ہاتھوں ہوا اسی لئے حافظ صاحب نے اپنی ایک ڈائری میں لکھا کہ ”اس کی اشاعت سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔“ [104]

یوگنڈا

۲ مارچ ۱۹۶۶ء کو علاقہ ٹورو کے نئے بادشاہ جناب پیرلوک کابو کی رسمِ تاجپوشی کے موقعے پر یوگنڈا مشن کی طرف سے ایڈریس دیا گیا اور ساتھ ہی قرآن مجید کا تحفہ بھی۔ اس سلسلے میں مرزا محمد ادریس صاحب مبلغ یوگنڈا، مولوی مقبول احمد ذبیح اور چوہدری مختار احمد صاحب ایاز پر مشتمل ایک خصوصی وفد ٹورو کے صدر مقام فورٹ پورٹل گیا۔ اس اہم واقعہ کی خبر ریڈیو یوگنڈا نے نشر کی اور اخبار میں وفد کی تصویر کے ساتھ خبر شائع ہوئی۔ اسی طرح ملک کی آزادی کی تقریب پر مشن کی طرف سے

پریذیڈنٹ ڈاکٹر مِلٹن اُبُوٹے(OBOTE) کو قرآن مجید کا ترجمہ انگریزی وسواحیلی اور مسلمان وزیرِ صحت شعبانی انکوٹو کو کتاب INVITATION TO AHMADIYYAT(دعوۃ الامیر) کا تحفہ پیش کیا گیا۔

۲۲/اکتوبر ۱۹۶۶ء کو کمپالا میں سینئر سیکنڈری سکول کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔جس کی خبر یوگنڈا کے کثیر الاشاعت انگریزی اخبار ''یوگنڈا آرگس'' نے نمایاں جگہ پر مع فوٹو کے شائع کی۔

قبل ازیں کمپالا اور جنجہ میں شاندار اور خوبصورت مساجد موجود تھے۔اس سال مساکا شہر اور کسامبیرا میں دو نئی مساجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔اوّل الذکر کی تعمیر کی نگرانی ڈاکٹر احمد دین صاحب اور ثانی الذکر کی مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح نے کی۔مسجد کسامبیرا کی تکمیل ۲۵ ستمبر کو ہوئی۔جس کی خوشی میں ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا اور اس کا اعلان ریڈیو یوگنڈا پر بھی ہوا۔جلسہ میں مساکا،کمپالہ، جنجہ اور امبالے کے احمدی مخلصین کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں غیر از جماعت معزّز مسلمانوں اور عیسائیوں نے بھی شرکت کی۔جلسہ کے دو اجلاس ہوئے۔کسامبیرا کے عیسائی چیف نے مشن کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ پہلے ہمیں اسلام سے بے حد نفرت تھی۔جب سے احمدیہ مشن نے ہمارے علاقے میں تبلیغ اسلام شروع کی ہے۔اسلام کے متعلق ہماری غلط فہمیاں دور ہو رہی ہیں۔ پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کسامبیرا حمیسی مانگے نے کسامبیرا کی تاریخ احمدیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ایمان افروز واقعات بیان کئے۔الحاج ابراہیم سیفو ما نے بتایا کہ پہلے ہم صرف نام کے مسلمان تھے لیکن احمدیت کے آنے سے ہمیں قرآن وسنّت کا علم ہوا اور ہم اندھیرے سے نکل کر نُور ہدایت میں آئے۔اور کئی بدعات سے ہمیں چھٹکارا ملا۔اس سال یوگنڈا کے چار احمدیوں کو حج بیت اللہ کی توفیق ملی۔مرزا محمد ادریس صاحب،ڈاکٹر لعل دین احمد صاحب مع بیگم صاحبہ،محمد امین صاحب جنجوعہ مارچ تا اکتوبر ۱۹۶۶ء کے دوران ۲۶/افراد داخلِ احمدیت ہوئے۔[105]

مبلغین سلسلہ کی آمد اور روانگی

۱۹۶۶ء میں جو مجاہدینِ احمدیت بیرونی ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ کے فریضہ کی ادائیگی کے بعد واپس تشریف لائے یا مرکزِ احمدیت سے روانہ ہوئے اُن کے نام یہ ہیں۔

آمد

۱۔ چوہدری عنایت اللہ صاحب (۱۰ جنوری از مشرقی افریقہ)[106]

۲۔ مکرم رشید احمد سرور صاحب (۵ جنوری از تنزانیہ)[107]

۳۔ مولوی محمود احمد صاحب چیمہ (۲۱؍اپریل از مغربی جرمنی)[108]

۴۔ مولوی جلال الدین صاحب قمر (۷ مئی از فلسطین)[109]

۵۔ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری (۸ ستمبر از سنگاپور)[110]

۶۔ قریشی محمد افضل صاحب (۱۵ نومبر از آئیوری کوسٹ)[111]

۷۔ مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر (۲۴ دسمبر از سپین)[112]

روانگی

۱۔ مولوی محمد صدیق صاحب شاہد (۱۵ جنوری۔ برائے گھانا)[113]

۲۔ مولوی محمد عیسیٰ صاحب (۲۶ جنوری۔ برائے کینیا مشرقی افریقہ)[114]

۳۔ مولوی داؤد احمد حنیف صاحب (۲۷ مارچ۔ برائے سیرالیون)[115]

۴۔ مولوی منیر الدین احمد صاحب ایم۔اے (۳۰ مارچ۔ برائے کینیا)[116]

۵۔ حافظ محمد سلیمان صاحب (۶؍اپریل۔ برائے مشرقی افریقہ)[117]

۶۔ مولوی محمد عثمان صاحب چینی (۸؍اپریل۔ برائے سنگاپور)[118]

۷۔ شیخ نذیر احمد صاحب بشیر حیدر آبادی (۱۱؍اپریل۔ برائے انگلستان)[119]

۸۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر (۱۵؍اپریل۔ برائے ماریشس)[120]

۹۔ مولوی غلام احمد صاحب نسیم (۲۵ مئی۔ برائے برٹش گی آنا)[121]

۱۰۔احمد شمشیر سوکیہ صاحب (۲۸ جولائی۔برائے ماریشس)[122]

۱۱۔مولوی بشیر احمد شمس صاحب (۱۲ستمبر۔برائے مغربی جرمنی)[123]

۱۲۔مولوی عبدالکریم صاحب شرما (۱۳/اکتوبر۔برائے یوگنڈا)[124]

۱۳۔مولوی غلام باری صاحب سیف (۲۰/اکتوبر۔برائے اعلیٰ عربی تعلیم بیروت لبنان)[125]

نئی مطبوعات

اس سال مندرجہ ذیل کتب شائع ہوئیں۔جن سے سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں گرانقدر اضافہ ہوا۔

تفسیر القرآن انگریزی (پانچ جلدوں میں) مرتبہ حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے

احادیث الاخلاق (مولوی غلام باری صاحب سیف استاذ جامعہ احمدیہ)

شان مسیح موعود علیہ السلام (مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری)

غلبۂ حق (مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری)

مباحثہ میانوالی (مابین مولانا قاضی محمد نذیر صاحب ومولوی لال حسین صاحب اختر)

نبوت وخلافت کے متعلق اہلِ پیغام اور جماعت احمدیہ کا مؤقف (مولانا جلال الدین صاحب شمس،مولانا ابوالعطاء،مولانا شیخ مبارک احمد صاحب،سید محمود احمد صاحب ناصر)

لاہور تاریخ احمدیت (مولانا شیخ عبدالقادر صاحب فاضل)

اسلام کا عالمگیر غلبہ (مولانا جلال الدین صاحب شمس)

تین مسئلے (مولانا حافظ عزیز الرحمٰن صاحب فاضل منگلا)126

جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات (مولوی محمد اسد اللہ قریشی صاحب)

اُمّید کا پیغام (حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب)

سکھ گورو صاحبان اور مسلمان (گیانی عباد اللہ صاحب)

گوروگرنتھ اور اردو (گیانی عباداللہ صاحب) ناشر مرکزی اردو بورڈ لاہور

بشاراتِ رحمانیہ (جلد دوم) (مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل)

سووینئر نمبر۲ (فاروق) (ناشر مجلس خدام الاحمدیہ لاہور)

''کفارہ مسیح'' کا سواحیلی ترجمہ (KAFARA YA YESU)

(مصنف حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور مترجم بزبان سواحیلی مکرم عثمان گاکوریا صاحب)

(۶۶۔۱۹۶۵ء میں صیغہ نشرواشاعت ربوہ کی طرف سے چھپنے والے لٹریچر کی تفصیل کے لئے دیکھئے رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۶۶۔۱۹۶۵ء)

حوالہ جات

(صفحہ 707 تا 764)

1 اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

2 الفضل ۹ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

3 الفضل ۹ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

4 الفضل ۲۶ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

5 الفضل ۱۹ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

6 الفضل ۹ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

7 الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

8 الفضل ۸ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ''ایک مبارک نسل کی ماں'' صفحہ ۱۲۰ مؤلفہ سیّد سجاد احمد صاحب

9 الفضل ۹ر اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

10 الفضل یکم دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

11 الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

12 الفضل یکم مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

13 الفضل ۳ر اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

14 الفضل ۴ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

15 الفضل ۲۸ر اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

16 الفضل ۲۹ر اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

17 الفضل ۳۰ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

18 الفضل یکم دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

19 الفضل ۲۶ر اکتوبر و ۲ دسمبر ۱۹۶۶ء

20 الفضل ۶ و ۱۲ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

21 الفضل ۱۵ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

22 بحوالہ مجلّہ ''امام الزماں اور خلفائے احمدیت لاہور میں'' از لجنہ اماء اللہ لاہور صفحہ ۲۲۲

23 ماہنامہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۶

24 ماہنامہ خالد سیدنا ناصر۔ اپریل، مئی ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۱۲

25 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۲۱

26 ماہنامہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۸

27 الفضل ربوہ ۲۴، ۲۶/ اپریل ۱۹۶۶ء

28 احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ۵۲ ویں سالانہ رپورٹ صفحہ ۵

29 احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ۵۲ ویں سالانہ رپورٹ صفحہ ۶ بحوالہ الفرقان اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۹، ۲۰

30 الفضل ربوہ ۸ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

31 سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۶۷۔۱۹۶۶ء صفحہ ۴۸، ۴۹

32 الفضل ۹ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

33 الفضل ۱۳/ اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

34 الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

35 الفضل ربوہ ۱۳/ اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸۔ ملخص از رپورٹ مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب انچارج احمدیہ فارن مشن۔ راولپنڈی

36 کراچی تاریخ احمدیت حصہ اول صفحہ ۴۰۶

37 جنم ساکھی بھائی بالا والی وڈی ساکھی صفحہ ۲۵۱ مطبوعہ مفید عام پریس لاہور

38 ہفت روزہ بدر قادیان ۲۶ جون ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۰

39 الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

40 الفضل ۹ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

41 الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

42 الفضل ۹ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

43 ”تاریخ احمدیت جموں وکشمیر“ صفحہ ۱۴۶ تا ۱۴۸

44 الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

45 الفضل ۲۳ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

46 بدر ۱۰/ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۶

47 بدر ۱۷ تا ۲۴ مارچ صفحہ ۱۰، ۱۱

48 بدر یکم و ۸ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۹، ۲۰

49 بدر قادیان ۵ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۱۰

50 بدر ۸ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱، ۲ مضمون ایڈیشنل ناظر صاحب امور عامہ

51 بدر ۱۰ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۹

52 بدر ۹ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۹، ۱۶ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۰، ۱۴ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۷، ۱۸؍اگست ۱۹۶۶ء صفحہ ۲
53 بدر یکم دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۴ فہرست لٹریچر
54 بدر ۳ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲
55 بدر ۲ جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
56 بدر ۱۱؍اگست ۱۹۶۶ء
57 دورہ کی تفصیلی روداد کے لئے ملاحظہ ہو اخبار بدر ۱۴؍اپریل تا ۲۱ جون ۱۹۶۶ء
58 بدر ۷، ۱۴؍اپریل، ۵ مئی، ۲۶ مئی ۱۹۶۶ء
59 بدر ۲ جون، ۲۱ جولائی، ۲۸ جولائی، ۱۸؍اگست، ۱۷ نومبر ۱۹۶۶ء
60 بدر ۲۱؍اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲
61 الفضل ۱۸، ۱۹؍اگست ۱۹۶۶ء
62 ماہنامہ تحریک جدید ربوہ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲
63 الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۶۷ء صفحہ ۲۵ تا ۲۸۔ رپورٹ مرتبہ میاں عبدالحیٔ صاحب مبلّغ انڈونیشیا
64 تحریک جدید مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۴، ۵
65 خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ جون ۱۹۲۰ء
66 ماہنامہ تحریک جدید اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵، ۶
67 الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳
68 الفضل ۲۲؍اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۔ ملخص از رپورٹ مکرم شیخ نذیر احمد صاحب نائب امام مسجد فضل لندن
69 الفضل ۲۴ مارچ ۱۹۶۷ء
70 بدر ۱۹ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۷، ۸۔ رپورٹ ملک احسان اللہ صاحب مقیم دارالسلام مشرقی افریقہ
71 الفضل ۳ مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۱۰
72 انجیل یوحنّا باب ۱۴ آیت ۲۶، باب ۱۶ آیات ۷ تا ۱۴
73 الفضل ۲۶ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۵
74 الفضل ۱۷، ۲۰ فروری، ۱۷ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
75 ماہنامہ تحریک جدید مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲، ۱۳
76 الفضل ۲۶؍اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۵
77 ماہنامہ تحریک جدید ربوہ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲
78 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد ۱۸ صفحہ ۴۹۰، ۴۹۱
79 الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳

80 ماہنامہ تحریک جدید ربوہ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۳، دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۵

81 ماہنامہ تحریک جدید جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۷ تا ۹

82 الفضل ۸ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴

83 الفضل ۳، ۲۵/اگست ۱۹۶۶ء

84 ماہنامہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۱۔ ماہنامہ تحریک جدید ربوہ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۰، ۱۱

85 الفضل ۲۵ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۴، ۵

86 ماہنامہ تحریک جدید جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۱ و نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۹

87 الفضل ۳ مارچ، ۸ مئی، ۲ جولائی، ۲۹ نومبر، ۱۸ دسمبر ۱۹۶۶ء

88 ماہنامہ تحریک جدید جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۱

89 الفضل ۱۷ فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴

90 ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۳

91 ماہنامہ تحریک جدید فروری ۱۹۶۶ء صفحہ ۸

92 الفضل ۱۲ تا ۱۵/اپریل ۱۹۶۷ء

93 الفضل ۱۲ تا ۱۵/اپریل ۱۹۶۷ء

94 الفضل ۸، ۹ مارچ ۱۹۶۶ء

95 الفضل ۱۰، ۱۱ ستمبر ۱۹۶۶ء

96 الفضل ربوہ ۲۱/اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۴، ۵

97 الفضل ربوہ ۳ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳-۴

98 الفضل ۲۴، ۲۵ ستمبر ۱۹۶۶ء

99 ماہنامہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۶

100 الفضل ۱۲ فروری، ۱۶ جولائی، ۵ نومبر ۱۹۶۶ء، ۴ فروری ۱۹۶۷ء

101 الفضل یکم جنوری ۱۹۶۷ء صفحہ ۳

102 الفضل ۲۶/اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴

103 ماہنامہ تحریک جدید ربوہ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲

104 الفضل ۲۰۔۲۱ مئی ۱۹۶۶ء۔ رسالہ تحریک جدید جون ۱۹۶۶ء صفحہ ۴۔۶

105 الفضل ۲۲ نومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۳، ۴

106 الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱

107 ریکارڈ وکالت تبشیر

108 الفضل ۲۳؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
109 الفضل ۱۱ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
110 الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
111 الفضل ۷ انومبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
112 الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۸
113 الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
114 الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
115 الفضل ۲۰؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
116 الفضل ۲۹ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
117 الفضل ۱۶؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
118 الفضل ۱۰؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
119 الفضل ۱۳؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
120 الفضل ۱۷؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۴
121 الفضل ۲۵ مئی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
122 الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
123 الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
124 الفضل ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
125 الفضل ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱
126 الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۵

اشاریہ

تاریخ احمدیت جلد 23

مرتبہ: مکرم فراست احمد راشد صاحب
معاونین: مکرم وقاص عمر صاحب، مکرم اویس احمد نوید صاحب، مکرم بلال احمد قمر صاحب

اسماء.............................. ۳
مقامات........................ ۳۸
کتابیات....................... ۵۲

اسماء

آ۔الف

آر کے گوئل، شری ۱۲۷
آر برو ناز، ڈاکٹر ۲۵۶
آصف جمیل ۴۹۰
آفتاب احمد بسمل ۶۸، ۶۹، ۶۱۵
آفتاب احمد، ڈاکٹر ۶۷۲
آمنہ بی بی بنت سر بلند خان ۳۷۶
آمنہ بی بی بنت مولوی الف دین ۳۷۰
آمنہ بیگم اہلیہ چوہدری مجید احمد کاہلوں ۳۷۲
آمنہ طیبہ ۳۸۲
آو نکریاں ۴۳۸
آئزن ہاور ۲۶۵
ابراحسنی گنوری ۵۵۴، ۵۵۵
ابرار حسین، میجر جنرل ۸۷، ۸۹، ۹۲
ابراہیم (ابن حضرت محمد ﷺ) ۹
ابراہیم برہم، حکیم سید ۲۱۵
ابراہیم (ٹیچر) ۷۴۴
ابراہیم سیالکوٹی، مولوی ۶۵۳
ابراہیم سیفو ما، الحاج ۷۶۱
ابراہیم، شیخ ۵۶۸
ابراہیم ظفر ۳۷۰
ابراہیم عبد القادر، مولوی ۷۵۵
ابراہیم علیہ السلام، حضرت ۳۶، ۳۸، ۵۹۷
ابراہیم ماء ۷۴۱
ابراہیم، مستری ۴۹۳
ابن السلام ۴۹۲
ابن سعود، شاہ (عبد العزیز بن عبد الرحمٰن بن فیصل) ۷، ۱۰، ۵۲۷
ابن سینا ۵۸
ابو العطاء جالندھری، مولانا ۶۲، ۱۳۱، ۲۷۷، ۳۵۹، ۴۱۵، ۴۲۳، ۴۴۳، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۸۷، ۴۹۴تا ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۵، ۵۱۶، ۵۱۸، ۵۲۷، ۵۲۹، ۵۵۱، ۵۶۸، ۵۹۵، ۶۰۶، ۶۷۸، ۶۹۰، ۷۱۰، ۷۶۴
ابو المنیر نور الحق، مولوی ۳۵۶، ۴۵۳، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۱۹، ۶۷۸
ابو الکلام آزاد، مولانا ۹، ۵۲۵
ابوبکر ایوب سماٹری، مولانا ۲۹۱
ابو توفیق ۵۶۴
ابو جہل ۶۸۳
ابو سلمان شاہجہانپوری ۶۳۱
ابو ظفر نازش رضوی ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹
ابو ہریرہؓ ۶۰۲
اچاریہ ونود بھاوے ۲۶۴
احسان الحق ۴۹۲
احسان اللہ، ملک ۴۴۲، ۶۷۷
احمد اللہ، حافظ ۲۳۴
احمد اللہ، شیخ ۵۷۲
احمد بی بی ۶۷۳
احمد بیگ، مرزا ۴۷۹، ۶۶۳
احمد جان ربیب مولوی محمد افضل اوجلوی ۳۹۲
احمد جان، چوہدری ۴۶۰
احمد حسین شاہد ۶۶۴، ۷۰۴
احمد خان نسیم، مولوی ۵۱۲
احمد خاں ۴۹۲، ۶۸۷
احمد دوری ۷۴۴
احمد دین، حکیم ۴۹۲
احمد دین، ڈاکٹر ۷۶۱

احمد شمشیر سوکیہ ۳۵۸، ۷۶۳
احمد علی شاہ، سید ۴۴۶
احمد علی، ماسٹر ۴۹۳
احمد علی، مولوی ۴۰۲
احمد علی، میر ۴۱۲
احمد مختار، چوہدری
۶۸، ۶۹، ۶۰۷، ۶۱۳
احمد نور کابلی ۶۵۸
احمد و بیلو، سر ۴۳۹
احمد یوسف ۷۱۴
احمد یوسف، ڈاکٹر ۵۶۰
اختر احمد اورنیوی، سید ۲۵۳
اختر حسین ملک، میجر جنرل
۷۳ تا ۸۵، ۸۷، ۹۲، ۹۳
ارجمند خان، مولوی ۳۰۰
ارجن سنگھ، ائیر مارشل ۷۷
ارشاد بیگم ۶۵۱
ارشاد علی خان ۴۹۲
ارون وائسرائے، لارڈ ۲۴۷
اسٹیفن چونک، مسٹر ۷۵۸
اسحاق منصور، چوہدری ۳۷۲
اسد اللہ خاں غالب، مرزا ۱۸۸
اسد اللہ خاں، چوہدری ۴۲۷
اسلم ملک ۸۷، ۳۶۳
اسمٰعیل غزنوی، مولوی ۱۰
اسمٰعیل، مولوی ۴۹۰
اصغر ۴۷۷
اصغر خان ۱۰۴
اظہر مسعود ۶۴۲
اعجاز احمد ۴۷۳
اعجاز احمد، چوہدری ۴۷
اعجاز الحق، ڈاکٹر ۴۵۴
اعظم خان، گورنر جنرل ۴۰۸
اعظم علی، چوہدری ۵۵۲
افتخار احمد بٹ ۷۵۳
افتخار احمد، پیر ۶۴۳
افتخار حسین، سید ۷۰
افتخار حسین شاہ ۴۹۲
افتخار خاں جنجوعہ، بریگیڈئیر
۷۲، ۹۲
افضل حق، چوہدری ۶۵۴
اقبال احمد ۴۹۱
اقبال احمد شمیم، بریگیڈئیر ۴۶۱
اقبال بیگم بنت منشی سر بلند خاں
۴۰۲
اقبال محمد خاں ۴۹۰
اکبر احمد عدنی ۳۸۲
اکبر سلطانہ ۶۴۲
اکبر شاہ خاں نجیب آبادی
۶۹۷، ۶۹۸
اکبر علی شاہ، سید ۴۹۲
اکبر علی، میاں ۵۹۶
اکبر یار جنگ، نواب ۴۱۳
اکرام الحق جتالہ ۶۲، ۴۵۷
اکرم شاہ، سید ۷۰۸
البرٹ مارگائی، سر ۷۴۴
البیرونی ۵۸
الحسن عطاء، الحاج ۴۱
الزبتھ، شہزادی ۲۵۶، ۲۶۶
الطاف الرحمٰن، ملک ۴۹۲
الف دین، مولوی ۳۶۹
الفا آدم ۷۴۴
الفریڈ گلیم ۳۳
اللہ بخش۔ میرپور خاص ۴۹۱
اللہ بخش، میاں۔ راولپنڈی ۵۹۶
الٰہی بخش ۶۱۷
اللہ دتہ ابن مولوی احمد علی ۴۰۴
اللہ دتہ گنائی ۳۵۴
الیاس ایس مل، پادری ۵۱۶، ۵۱۸
الیاس برنی، پروفیسر ۴۲۰

الیگزینڈر رڈوئی ۴۳۲
امام الدین سیکھوانی، میاں ۳۹۸، ۴۰۰، ۵۶۵، ۵۷۹
امام الدین داماد حضرت میاں فتح دین آف پیرکوٹ ۶۴۰
امام الدین، چوہدری ۹۴
امام الدین، مولوی ۷۲۹
امام بخش صہبائی ۵۳۸
امام حسینؓ ۵۵۷
امان اللہ خان، امیر ۲۴۲
امتیاز احمد سید، ڈاکٹر ۷۲۱
امجد علی خان چوہدری، بریگیڈئیر ۸۷
امجد علی، سید ۵۹۶
امری عبیدی، شیخ ۲۵۰، ۳۴۴
امّ طاہر، سیدہ ۲۴۰، ۲۵۴
ام متین، سیدہ ۱۳۷، ۴۴۳، ۴۶۷، ۴۷۱، ۵۳۴، ۵۸۴، ۶۳۱، ۷۱۳
امیر احمد خاں ۶۹۵
امیر حسین، قاضی ۵۶۵
امیر حیدر ۴۹۱
امیر عالم، حاجی ۷۲۱
امیر محمد خاں، ملک ۱۶۲، ۱۶۳
امیر محمد، شکور ۴۱۲
امین احمد، سید ۴۲۱، ۴۴۴
امین الحق ۶۴۲
امینہ بیگم ۶۷۳
امۃ الباسط ۷۰۸
امۃ الحسیب ۴۲۱
امۃ الحفیظ بنت حافظ عبیداللہ ۴۰۷
امۃ الحفیظ بیگم ۶۶۵
امۃ الحفیظ بیگم بنت ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
امۃ الحفیظ بیگم، صاحبزادی سیدہ ۲۶۶، ۴۷۰
امۃ الحکیم اہلیہ چوہدری حفیظ احمد ایڈووکیٹ ۶۷۱
امۃ الحکیم شہناز ۷۰۸
امۃ الحمید ۶۳۹
امۃ الحمید بیگم بنت حضرت مولوی محمد عبداللہ ۶۷۸
امۃ الحیٔ بنت ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
امۃ الحیٔ بنت عبدالمغنی ۶۵۶، ۶۵۷
امتہ الحیٔ بنت میاں عبدالرحمٰن ۶۳۹
امۃ الحیٔ بیگم بنت میاں محمد یوسف ۳۷۶
امۃ الحیٔ، سیدہ ۲۴۲
امۃ الرحیم ۷۲۲
امۃ الرسول ۶۴۹
امۃ الرشید بیگم بنت ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
امۃ السلام ۶۴۲
امۃ السمیع بنت صاحبزادہ مرزا حنیف احمد ۴۲۱
امۃ العزیز بیگم بنت ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
امۃ القدوس بنت صاحبزادہ مرزا منصور احمد ۷۰۷
امۃ القدوس، سیدہ ۵۸۴
امۃ القیوم، صاحبزادی ۴۷۱
امۃ اللطیف بیگم بنت ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
امۃ اللہ بشیر ۴۱۳
امۃ اللہ بنت حاجی محمد الدین تہالوی ۳۸۲
امۃ اللہ (عُرف عنایت) ۳۸۲
امۃ المجیب ۷۰۷
امۃ المجید ۶۳۹
امۃ الواحد بنت گیانی واحد حسین ۴۲۲

امۃ الودودنصرت جہاں ۷۰۷
انچی یوسف بن اسحٰق ۴۳۶
اندرسنگھ گل،مسٹر ۷۳۶
اندرا گاندھی ۱۲۷
انڈریاسا،مسٹر ۲۴۶
انس احمد،صاحبزادہ مرزا
۱۳۷، ۳۵۶، ۴۲۱،
۴۹۵، ۵۰۰، ۵۹۴، ۷۱۰، ۷۱۶
انشاء اللہ خاں ۶۷۳، ۶۹۱
انعام الرحمٰن ۴۸۴
انگرسول، پروفیسر ۶۲
انوراحمد باہری ۷۱۷
انوراحمد کاہلوں، چوہدری
۴۶۰، ۴۶۱
انوراحمد،مرزا ۷۰۸
انورحسن، چوہدری ۷۰۳
انورحسین، چوہدری۔ربوہ ۴۹۱
انورسعید ۴۹۲
انور سلطانہ ۶۴۲
انورشاہ، ڈاکٹر سید ۳۹۷، ۳۹۸
انیس احمد ۴۹۲
انیس احمد عباسی کاکوروی
۱۸۳، ۵۵۰
اوپن ہیمر، پروفیسر ۳

اویس طارق، کرنل ۵۴۶
ایڈورڈ ایم کینیڈی، سینیٹر
۴۳۵، ۷۴۲
ایڈورڈ ہشتم (شہزادہ ویلز) ۲۴۰
ایرین بہالی ۷۵۸
ایس ایم ظفر ۵۳۴
ایس ایم موسیٰ ۵۵۵
ایس۔اے۔ملک ۷۶
ای سی ایرکسن، ڈاکٹر ۷۱۲
ایف۔ایم۔سنگھاٹے، الحاج
۳۴۶، ۵۴۹، ۷۵۵
ایلن سپریگیٹ ۳۴، ۳۵، ۳۶
ایم ایل مسرا، شری ۱۲۶
ایم سی چھاگلا، شری ۳۱۸
ایم۔آر۔کیانی، جسٹس ۲۶۵
اینا آسلان، پروفیسر ڈاکٹر ۲۲
این اوسینپ، پروفیسر ۷۱۲
ایوب احمد خاں ۴۸
ایوب ظہیر ۴۸۶
اے۔ایف۔ماشا، الحاج ۴۱

ب

باب جانسن، مسٹر ۵۱
باباٹونڈا جوز، الحاج ۷۵۱
بارطولینی، پروفیسر ۲۶۴

بجنوری، ڈاکٹر ۵۳۸
بختاور بنت میاں معراج الدین
۳۷۴
بخش، پیر ۳۷۳
بدرالدین، چوہدری ۵۹۵
بدردین، ماسٹر ۳۹۴
برخوردار، میاں ۵۳۱
برکات احمد ۷۴۲
برکت اللہ ایڈووکیٹ، ملک ۴۹۰
برکت النساء بنت ماسٹر فقیراللہ
۳۸۶
برکت بیگم بنت قریشی مولوی عبیداللہ
۳۷۷
برکت علی انعام، مولوی ۱۲۸
برکت علی خان، چوہدری ۴۱۹
برکت علی، مرزا ۵۹۶
برہان احمد طالع، راجہ ۶۵۷
برہان الدین جہلمی، مولوی ۶۵۵
بشارت احمد ۴۹۳
بشارت احمد ایڈووکیٹ، مولوی سید
۴۰۵، ۴۱۱
بشارت احمد بشیر، مولوی
۲۲۶، ۴۳۳،
۴۳۷، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۵۰

بشارت احمد نسیم امروہی، مولوی
۲۲۶، ۴۳۹، ۷۵۸
بشارت الرحمٰن، پروفیسر
۶۲، ۳۵۶، ۴۵۴، ۴۸۹، ۴۹۵
بشپ آف گلاسٹر ۵۷۳
بشریٰ بیگم، سیدہ (مہر آپا)
۱۳۷، ۲۵۴، ۲۸۳،
۳۱۴، ۳۱۵، ۴۷۱، ۵۸۴، ۷۰۱
بشریٰ صادقہ ۳۸۲
بشن دیال، مسٹر ۷۵۶
بشیر احمد آرچرڈ
۲۲۶، ۳۹۰، ۷۳۲، ۷۳۳
بشیر احمد ابن حاجی محمد الدین تہالوی
۳۸۲
بشیر احمد ابن ڈاکٹر محمد اسماعیل ۶۷۳
بشیر احمد ایڈووکیٹ، شیخ ۱۹۰،
۴۲۷، ۴۵۳، ۴۵۴، ۵۰۷، ۵۱۳
بشیر احمد ایم۔اے، صاحبزادہ مرزا
۳۸، ۱۱۵، ۲۶۵،
۲۶۶، ۲۶۷، ۲۷۱، ۳۰۳، ۳۵۵،
۳۸۰، ۳۸۳، ۴۴۴، ۶۹۴، ۶۹۵
بشیر احمد بٹ، ڈاکٹر ۶۳۹
بشیر احمد۔ جامکے ۴۹۱

بشیر احمد، چوہدری۔سرگودہا ۵۹۸
بشیر احمد، چوہدری۔لاہور ۴۶۱
بشیر احمد خاں، چوہدری ۱۹۴
بشیر احمد خان رفیق ۴۴، ۴۷،
۶۷، ۲۲۵، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۴۶،
۴۶۸، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷،
۵۷۳، ۶۹۲، ۷۳۰، ۷۳۲، ۷۳۳
بشیر احمد، خواجہ ۶۲
بشیر احمد دہلوی، مولوی
۱۲۶، ۵۱۵، ۷۲۳
بشیر احمد زاہد، مولوی ۴۹۱
بشیر احمد، سردار ۵۸۸
بشیر احمد سکھری ۴۹۰
بشیر احمد شاہ، سید ۴۲۱
بشیر احمد شمس ۳۸، ۷۶۳
بشیر احمد شیدا ۴۷، ۴۷۶
بشیر احمد صراف ۱۲۹
بشیر احمد فاضل، مولوی ۱۲۷
بشیر احمد قادیانی، مولوی ۴۹۰
بشیر احمد قمر، مولانا ۴۸۲
بشیر احمد۔لاہور ۴۹۳
بشیر احمد، مولوی ۷۲۶
بشیر احمد، میاں ابن ڈاکٹر محمد عبداللہ
خان ۶۷۷

بشیر احمد، میجر قاضی ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵
بشیر احمد ناصر ۶۴۹
بشیر الحق ۶۴۲
بشیر الدین دہلوی ۳۸۷
بشیر الدین شمس ۵۸۱
بشیر الدین کمال ۴۹۲
بشیر بیگم ۶۷۳
بشیر حیات ۴۷۷
بشیر عبداللہ (مسٹر کونگ) ۴۳۳
بلال نٹل، مسٹر ۶۹۱، ۶۹۳
بلی گراہم، ڈاکٹر ۲۶۵
بلیل، مسٹر ۷۵۶
بو جنگ بن روؤف ۴۳۹
بہادر یار جنگ، نواب ۲۵۲
بہاؤالدین خاں، مولوی ۴۱۲
بیگم صاحبہ (عرف بیگاں) ۶۵۹
بی۔اے، ریٹائرڈ بریگیڈیئر ۸۹
بھگت کبیر ۷۱۵

پ

پٹرک لومبا ۲۶۵
پطرس ۴۴۷
پورس ۸۹
پی۔ایچ۔سیٹو ۴۳۸
پی ڈی بُھلہ ۶۴۹

پیٹر آف یوگوسلاویہ، کنگ ۵۷۳
پیٹر چنگ، مسٹر ۷۵۸
پیر لوک کابو ۷۶۰
پیری گرین، سر
Sir Peregrine H.H)
(Baronet ۷۳۳
پیری، ڈاکٹر ۳۹۵
پی۔ ہارڈی (ایم۔اے کینٹب، پی
ایچ ڈی) ۴۲۷

ت۔ٹ

تاج الدین، مولوی ۴۵۳
تبسم حسین، سید ۴۹۲
ترنگدن، مسٹر ۷۵۶
تنویر بیگم ۶۷۳
توصیف احمد، مرزا ۴۲۱
توفیق شریف ۱۰، ۱۱
تیمور، شیخ ۳۷۵
تھوما، مسٹر ۷۲۴
ٹامس ہاول، پادری ۶۴۶
ٹکا خان، جنرل ۸۹تا۹۳
ٹہلی، مولوی ۳۷۳

ث

ثاقب زیروی
۶۱۴،۳۵۳،۳۵۲،۲۰۵
ثمینہ ۱۱۵
ثناء اللہ خاں ۶۷۳
ثناء اللہ، چوہدری ۴۹۲

ج

جارج شاہ ۵۷۳
جان ایف کینیڈی ۷۴۲
جان پال، پوپ ۲۶۳
جان ڈگلس ینگ، سر ۲۵۱
جان سٹون، مسٹر ۷۵۶
جان کلارک آرچر، پروفیسر ۲۵۰
جان محمد درویش، بابا ۴۰۶
جبرائیل علیہ السلام، حضرت ۸، ۹
جعفر، حاجی ۶۷۴،۲۵۰
جگناتھ، مسٹر ۷۵۶
جلال الدین اکبر ۶۶۶،۶۶۵
جلال دین، بابا ۶۹۰
جلال الدین شمس، مولانا
۲، ۲۰، ۱۲۱، ۱۲۵، ۱۴۴، ۱۴۸،
۱۵۰، ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۵۲،
۳۵۵، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۷۱، ۴۰۵،
۴۴۳، ۴۴۷، ۴۵۳، ۴۹۶، ۴۹۷،
۴۹۸، ۵۰۳، ۵۲۹، ۵۵۱، ۵۶۴،
۵۶۷، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۸۳،
۵۸۷، ۵۸۸، ۷۶۰، ۷۶۴
جلال الدین قمر، مولوی ۲۲۶، ۶۲۷
جلال الدین، ملک ۴۹۲
جلال الدین، مولوی ۱۲۵، ۱۲۷
جمال الدین ۴۰۰
جمشید احسن ۶۶۴
جمعہ ۵۳۲
جمعہ اتے عبداللہ ۷۳۴
جمیل احمد بٹ ۴۸۳
جمیل، خواجہ ۱۰۸
جمیل الرحمٰن رفیق ۴۴۲
جمیل لطیف، صاحبزادہ
۵۴۶،۴۲۲
جمیلہ بیگم ۶۴۹
جمیلہ شمس ۵۸۱
جواد علی، سید ۴۳۱، ۴۳۲، ۷۲۸
جوزف بارکلے ۳۶۶
جولیس نیریرے، مسٹر ۳۴۴
جہان خاں، چوہدری ۳۷۴
جہانگیر علی، سید ۴۲۰
جے سکھ لال، شری ۱۲۷
جے۔جی۔بورن، ڈاکٹر
(Dr. J.G.Bourn) ۳۴
جیمز رابرٹس، سر ۲۶۴
جھنڈے خاں، چوہدری ۶۵۰

چ

چاون (وزیر دفاع) ۷۶
چرن سنگھ جی مہاراج،سردار ۷۲۵
چواین لائی ۲۲۰

ح

حاتم علی، چوہدری ۹۵
حاکم خاں نون،ملک ۶۸۳
حامداحمدخان،نوابزادہ
۷۰۷،۴۲۱
حامدشاہ،میر
۶۸۲،۶۳۷،۶۳۶،۳۹۵،۲۳۷
حبیب احمد۔آنبہ ۴۹۳
حبیب الدین،قاضی ۴۶۸
حبیب الرحمٰن،سید ۷۲۱
حبیب الرحمٰن،پروفیسر ۶۱۸
حبیب الرحمٰن، ملک ۵۹۶
حبیب اللہ۔قبولہ ۴۹۳
حبیب اللہ خان،پروفیسر
۷۲۱،۴۹۱،۴۸۴،۴۷۹،۳۵۶
حبیب اللہ خاں، ملک ۴۱۹
حبیب،سید ۲۱۵
حبیب کمال الدین ۴۲۲
حبیبہ بیگم ۶۵۲

حرمت بی بی (تائی صاحبہ) ۲۳۸
حسن آرامنیر ۱۰۸
حسنات احمد،سید ۴۸۲،۴۸۱
حسن،الحاج سیٹھ ۴۱۰
حسن بصری ۳۵۸
حسن بصری۔انڈونیشیا ۵۹۵
حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ،امام ۱۳۵
حسن علی، حاجی ۴۰۷
حسن محمد ۴۹۰
حسن نظامی،خواجہ ۲۱۳،۱۹۴
حسینؓ،امام ۵۵۷
حسین بی بی ۶۴۰
حسین بی بی اہلیہ حاجی محمد الدین تہالوی ۳۸۲
حسین،شاہ ۲۶۵
حشمت اللہ خان،ڈاکٹر
۶۹۸،۶۶۵،۳۹۱،۱۵۹،۱۴۸
حشمت اللہ،شیخ ۷۱۱
حضور احمد، چوہدری ۵۳۱
حفیظ احمد ایڈووکیٹ، چوہدری
۶۷۱
حفیظ جالندھری ۲۴۶
حلیمہ لطیف ۳۸۲
حلیمہ نزہت ۶۷۸

حمید احمد ابن حکیم نور محمد ۶۴۱
حمید احمد بٹ ۴۹۱
حمید احمد بھٹی ۷۵۳
حمید احمد رشید، شیخ ۶۴۹
حمید احمد،صاحبزادہ مرزا ۷۰۷
حمید احمد،صوبیدار ۴۰۹
حمید احمد کلیم،میجر ۴۱۳،۱۱۷
حمید الدین،خلیفہ ۹۷
حمید اللہ،پروفیسر ۳۵۶
حمید اللہ خان،چوہدری ۵۲۵
حمید اللہ خان،نواب ۵۳۸
حمیدہ بیگم بنت قریشی مولوی عبید اللہ ۳۷۷
حمیدہ بیگم بنت میاں رحم دین ۶۵۹
حمیدہ بیگم بنت حکیم نور محمد ۶۴۱
حمیدہ بیگم بنت عبد المغنی ۶۵۷
حنیف احمد،صاحبزادہ مرزا ۴۲۱
حیدر الدین ٹیپو ۶۹۱

خ

خادم حسین،سید ۴۹۱
خادم حسین،کیپٹن ملک ۴۹۰
خالد اسحٰق (قانون دان) ۴۲۹
خالد بلال احمد ۶۲۸
خالد پرویز، شیخ ۶۴۹،۶۴۸

خالد سیف اللہ، چوہدری ۴۹۰
خالد محمود ۷۲، ۱۰۲، ۳۶۳
خالد ہدایت بھٹی ۶۷۸
خالدہ آفتاب احمد ۴۸۳
خالدہ بشریٰ ۶۷۲
خان زمان مرزا، پروفیسر ۷۸
خان شمس الدین، خان ۵۹۴
خان ملک، مولوی ۴۰۲
خدا بخش ۵۹۵
خدا بخش بھیروی ۳۸۶
خدا بخش عبدزیروی، صوفی ۴۲۲
خدا بخش کانپوری، ماسٹر ۴۱۱
خدا بخش مومن جی ۵۹۶، ۶۱۷
خدا بخش، مرزا (عسل مصفی) ۳۷۰
خدیجۃ الکبریٰؓ ۶۴۳
خضر حیات خاں، ٹوانہ ۶۸۳
خلیل احمد مونگھیری ۶۱۴
خلیل احمد ناصر، چوہدری ۴۱۰
خلیل الرحمٰن، مولوی ۴۹۲
خواج احمد ۴۷۶
خواص خاں، خان ۱۱۵، ۴۹۲
خورشید احمد انور، مولوی ۴۲۳
خورشید احمد، صاحبزادہ مرزا ۳۵۶
خورشید انور ۸۲
خورشید بیگم اہلیہ محمد اسحاق ساقی ۳۷۲
خورشید بیگم بنت چوہدری محمد شفیع ۶۴۲
خورشید عاقل ۶۶۴
خیرالدین، ماسٹر ۴۰۶
خیرالنساء بنت ماسٹر فقیر اللہ ۳۸۶

د

دامن ابا سینی ۱۸۶
داؤد احمد انور، سید ۷۵۱
داؤد احمد حنیف، مولوی ۷۶۲
داؤد احمد، چوہدری ۴۹۰
داؤد احمد، سید میر ۲۴، ۱۴۸، ۲۹۰، ۳۵۵، ۴۴۳، ۴۵۳، ۴۶۰، ۴۶۲، ۴۶۶، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۵۰۶، ۵۹۵، ۶۲۲، ۶۲۴
داؤد عبد المالک ۴۸۲
داؤد مظفر شاہ، سید ۷۰۷
درانی، مسٹر ۴۲۳
دربارا سنگھ، سردار ۱۲۶
دلاور شاہ بخاری، سید ۶۴۶
دوست محمد شاہد، مولانا ۲۰۰، ۲۱۷، ۲۶۰، ۳۴۳، ۴۴۳، ۴۹۳، ۴۹۷، ۷۱۹
دیانند، رشی ۴۲۵
دین محمد، بابا ۵۹۴
دین محمد شاہد، مولانا ۴۸۳
دیوان چند شرما، پروفیسر ۱۲۷
دیوان سنگھ مفتون، سردار ۲۶۵
دیوج امریکن، مسٹر ۷۵۸

ڈ ۔ ذ

ڈسمنڈ شا ۲۶۲
ڈوگرمل، لالہ ۳۹۹، ۴۰۰
ڈونلڈ گلیز، ریورنڈ ۳۶
ڈینیئل مورا یوسف ۴۳۹، ۷۵۸
ڈی ۔ سنجیویا ۷۲۵
ڈی ۔ سی ۔ شرما، شری ۱۲۶، ۱۲۷
ذکی الحسن، ڈاکٹر ۲۱، ۲۲، ۱۳۶، ۱۳۷
ذوالفقار علی بھٹو ۷۶، ۸۱، ۸۳، ۹۰
ذوغو، کنگ (زوغو) ۲۵۴، ۵۶۶

ر

رابعہ بی بی اہلیہ محمد عبد اللہ ۳۷۲
راجندر سنگھ، میجر ۶۲۰
راڈلف شیرف ۲۶۵
راشدہ مبارکہ بنت نواب محمد احمد خاں ۴۲۱
راغب مراد آبادی ۱۹۱، ۱۹۲
رام غلام، سر ڈاکٹر ۴۳۳، ۷۵۶

رامچند رجی ۷۲۴
رحم دین، میاں ۶۵۸
رحمت اللہ ۱۲۷
رحمت اللہ، حکیم ۵۹۶
رحمت اللہ خان، ماسٹر ۶۱۲،۶۰۷
رحمت اللہ، سردار ۹۹
رحمت اللہ، شیخ ۶۳۶،۶۱۴
رحمت اللہ، قریشی ۳۷۷
رحمت اللہ گوریجہ، حکیم ۷۰۳
رحمت بی بی اہلیہ ماسٹر فقیر محمد ۴۹۱
رحمت بی بی بنت مولوی الف دین
۳۷۰
رحمت علی، چوہدری ۴۹۱
رحمت علی، مولانا ۲۴۶
رحمٰن وسیر ۵۳۲
رحیم بخش ۵۹۶
رحیم بخش، چوہدری ۳۷۲
رخسانہ منان ۴۸۴
رستم خان خٹک (شہید)
۵۴۴تا۵۴۶
رستم نبی، ڈاکٹر ۱۳۶
رشید احمد ۴۷۶
رشید احمد ارشد ۴۸۲
رشید احمد بھٹی ۶۷۹

رشید احمد راشد ابن حاجی محمد الدین
تہالوی ۳۸۲
رشید احمد، چوہدری ۴۲۹
رشید احمد سرور، چوہدری
۷۳۶،۷۶۲
رشید احمد قمر ۴۹۱
رشید احمد کپورتھلوی، شیخ ۴۱۶
رشید احمد، مرزا ۴۲۱
رشید اختر ۴۹۰
رشید الدین، ڈاکٹر خلیفہ
۹۷، ۹۹، ۱۰۶، ۲۳۴، ۷۰۷
رشید الدین، چوہدری ۵۱۹
رشید الرحمٰن خاں، رانا ۳۷۵
رشید انور، مرزا ۴۹۲
رشید بیگم اہلیہ عبداللطیف ۶۷۳
رشید رضا مصری، سید ۹
رشیدہ بیگم بنت قریشی مولوی عبید اللہ
۳۷۷
رشیدہ بیگم بنت حکیم نور محمد ۶۴۱
رشیدہ بیگم اہلیہ چوہدری محمد شفیع
۶۴۲
رشیدہ بیگم بنت مستری غلام قادر
۳۷۱

رضا جعفری ۹۵
رضاء اللہ ابن ماسٹر فقیر اللہ ۳۸۶
رضوی، میجر ۹۱
رضیہ بیگم ۶۵۲
رضیہ عفیفہ ۶۷۸
رفعت نسیم ۶۴۳
رفیع احمد، صاحبزادہ مرزا
۳۸، ۱۵۰، ۳۵۹، ۴۴۳،
۴۵۳، ۴۹۶، ۵۹۱، ۵۹۵، ۷۱۹
رفیع الدین احمد، شیخ ۶۷۹
رفیع الدین، کرنل ۸۳
رفیق احمد ابن چوہدری محمد شفیع ۶۴۲
رفیق احمد ثاقب، پروفیسر ۶۷۸
رفیق احمد، سردار ۴۹۲
رفیق احمد، صاحبزادہ مرزا
۲۲۰، ۳۶۶، ۴۲۱
رفیق احمد طارق ۳۸۲
رفیق احمد، ملک ۴۹۰
رفیقہ بیگم بنت منشی سربلند خاں
۴۰۲
رقیہ بیگم ۵۴۶
روشن دین تنویر، شیخ ۱۹۷
روشن دین، مولوی ۴۲۲
روشن دین، میاں ۵۹۶

روشن علی، حافظ
۱۱۲، ۲۴۶، ۲۹۲، ۵۶۵، ۵۷۹
ریاض احمد ۴۹۰
ریاض احمد فیض آبادی، مولانا ۷
ریاض الدین شمس ۵۸۱
ریاض محمود باجوہ۔ چونڈہ ۶۵۱

ز

زاہد حسین، گورنر ڈاکٹر ۲۵۸
زاہد ملک ۱۰۴
زاہد یعقوب عامر ۱۰۳
زاہدہ بنت منیر الدین احمد، خلیفہ
۹۸، ۹۹، ۱۰۶، ۱۱۵
زبیدہ بیگم ۶۵۷
زبیر احمد ۶۱۳
زبیر (سابق Kamaour
(مستشرق) ۲۶۲
زکریا کزیٹو ۶۰۵
زویمر (مستشرق) ۲۴۲
زینب بی بی اہلیہ شیخ مبارک اسماعیل
۶۴۹
زینب بی بی بنت مولوی الف دین
۳۷۰
زینب بی بی بنت مستری غلام قادر
۳۷۱
زینب بی بی اہلیہ الحاج میاں پیر محمد
۶۴۰
زینب بیگم اہلیہ ڈاکٹر غلام علی ۶۳۸
زینب بیگم بنت حکیم نور محمد ۶۴۱
زینب ۱۱۰
زینت بی بی اہلیہ بابا جان محمد درویش
۴۰۶
زینت حسن، ڈاکٹر ۱۳۶

س

ساجد احمد خان، نواب ۴۲۱
ساجد نسیم ۴۹۱
سارہ ۳۸
سارہ بیگم، سیدہ ۲۴۸
سانکو بایو ۷۵۵
سپیٹ، مسٹر ۲۱۲
ستیہ پال نندہ، شری ۷۲۴
ستیش چندر مشرا، جسٹس ۷۲۴
سجاد احمد، سید ۴۸۳، ۷۶۵
سربلند خان ۳۷۶
سربلند خاں، منشی ۳۹۸
سراج الدین خاں، نواب ۴۱۳
سراج الدین، حکیم ۳۷۲
سراج الدین، مولوی ۴۹۰
سردار بیگم ۴۱۲
سردار بیگم اہلیہ مولوی محمد افضل اوجلوی
۳۹۲
سردار حسین شاہ، سید ۷۰۰
سردار خان نون، میجر ملک
۶۸۸، ۶۸۹
سردار محمد خان، چوہدری ۳۷۴
سردار بیگم ۶۷۹
سرفراز خاں، میجر جنرل ۸۰
سرور سلطانہ ۶۴۲
سروری بیگم اہلیہ رانا عبدالغفور خاں
۳۷۵
سعادت علی، میر (عرف سید علی احمد)
۴۱۲، ۴۱۳
سعد اللہ لدھیانوی ۶۵۳
سعد محمد، میاں ۵۹۶
سعید، میجر ۱۱۸
سعید احمد ابن لیفٹیننٹ ڈاکٹر محمد
الدین ۳۷۷
سعید احمد، چوہدری ۷۲۶
سعید الدین، ڈاکٹر قاضی ۴۲۲
سعید بیگم ۶۴۹
سعید داؤد احمد ۴۲۳
سعیدہ بیگم بنت خواجہ عبیداللہ امرتسری
۵۷۷

سعیدہ بیگم بنت منشی سر بلند خاں ۴۰۲
سعیدہ بیگم بنت میاں رحم دین ۶۵۹
سفنی ظفر ۳۵۸
سکینہ بی بی۔مراڑہ ۶۴۲
سکینہ بی بی بنت مولوی الف دین ۳۷۰
سکینہ بیگم اہلیہ چوہدری عبدالمالک چدھڑ ۶۵۲
سکینہ بیگم بنت حاجی محمد اسماعیل ۳۷۱
سکینہ عثمان بنت حاجی محمد الدین تہالوی ۳۸۲
سلام اللہ، مرزا ۵۹۶
سلطان احمد بسراء ۴۹۰
سلطان احمد پیر کوٹی، مولانا ۴۱۷، ۴۸۳، ۵۰۵، ۵۱۹، ۶۳۹
سلطان احمد شاہد، مولوی ۵۱۹
سلطان حامد ملتانی، حافظ ۲۷۰
سلطان احمد وجودی، میاں ۲۱۴
سلطان احمد، میجر ۳۸۲
سلطان احمد، چوہدری ۳۷۴
سلطان احمد، صاحبزادہ مرزا ۲۴۶
سلطان بخش، شیخ ۶۴۳
سلطان جہاں، نواب ۲۳۷، ۵۳۸
سلطان رشید، ملک ۶۶۴
سلطان محمد خان، کرنل ۶۶۵
سلطان محمود انور، مولوی ۳۵۶
سلطان محمود شاہد، ڈاکٹر ۶۱۸
سلطان محمود، مولوی ۴۹۰
سلمیٰ بیگم بنت میاں رحم دین ۶۵۹
سلیمانؑ، حضرت ۶۶۳، ۶۹۸
سلیم احمد اٹاوی، حافظ ۴۷۳
سلیم احمد ابن چوہدری محمد شفیع ۶۴۲
سلیم احمد، مرزا ۷۰۷
سلیم ایچ، مسٹر ۷۴۳
سلیمہ بنت مرزا محمد اسماعیل ۳۷۰
سلیمہ بنت میاں معراج الدین ۳۷۴
سلیمہ بیگم بنت حاجی محمد الدین تہالوی ۳۸۲
سلیمہ مبارک ۳۸۲
سمیع اللہ شاہ، سید ۴۹۱
سمیع اللہ، مولوی ۴۷۹، ۷۲۳، ۷۲۶
سورن سنگھ، سردار ۶۲۰
سوکارنو، پریذیڈنٹ ۷۲۸، ۷۲۹
سی بی ہارسٹن، ڈاکٹر ۷۱۲
سید احمد بریلوی شہید ۴۸۳
سید احمد ناصر، سید ۷۰۷
سیدۃ الزہراء بنت سید سردار حسین شاہ ۷۰۱
سیف الدین سیف ۳۷۰
سیف الرحمٰن خاں، رانا ۳۷۵
سیف الرحمٰن، ملک ۱۳۱، ۲۵۰، ۳۵۶، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۶۷، ۴۹۷، ۵۹۵

ش

شامی شہید، بریگیڈیئر ۹۶
شانتی سروپ بھٹناگر، ڈاکٹر سر ۲۵۵
شاہ دین، منشی ۶۴۲
شاہ محمد، سید ۲۲۶
شاہد محمود بدر ۶۴۰
شاہدہ بیگم ۱۰۶
شاہنواز، بھابڑہ ۴۹۲
شاہنواز خان، جنرل ۱۲۶
شاہنواز، چوہدری ۳۴۶، ۶۱۵
شبلی نعمانی، مولانا ۲۳۶
شبیر احمد، چوہدری ۶۲، ۱۵۰
شردھانند ۴۲۶

شریف احمد امینی، مولوی
۷۲۶،۷۲۴،۶

شریف احمد ایم اے ابن لیفٹیننٹ
ڈاکٹر محمد الدین ۳۷۷

شریف احمد باجوہ ۶۵۲

شریف احمد، صاحبزادہ مرزا
۲۶۰،۲۴۹،

۲۶۵، ۲۷۱، ۲۷۵، ۳۵۵، ۳۸۳

شریف بی بی بنت مولوی احمد علی
۴۰۴

شریف عون ۱۱

شریف فاروق ۷۵، ۸۶

شعبانی انکوٹو ۷۶۱

شعیب (وزیر خزانہ) ۹۲

شفیق احمد نجیب آبادی، حافظ ۳۹۱

شکر الٰہی، چوہدری ۷۲۷

شکیلہ بیگم ۶

شگفتہ بیگم بنت چوہدری محمد شفیع
۶۴۲

شمٹ (Schmidt)، مسٹر
(فرید احمد) ۴۳۳

شمس الحق قاضی، بریگیڈیئر ۸۱

شمس الحق، سید ۴۸۳

شمس الدین، بابو ۲

شمیم احمد، مرزا ۴۲۱

شمیم احمد، میجر ۷۰

شمیم اختر ۵۴۶

شورش کاشمیری ۷۳

شوکت علی ۲۴۶

شہاب الدین، چوہدری سر ۶۵۲

شہاب الدین، خواجہ ۵۹

شہباز خاں باجوہ، چوہدری ۶۵۱

شیر علی، مولوی
۲۵۲، ۲۵۶، ۶۸۳، ۶۹۳

شیر محمد فرید، میاں ۴۷۶

شیر ولی، کیپٹن ۴۲۶

ص

صاحب خاں نون، الحاج ملک
۶۸۱، ۶۸۳، ۶۸۴

صادق، کرنل ۸۱

صادق جوگی ۴۵۶

صادق حسن، ڈاکٹر ۱۳۵، ۱۳۶

صادقہ قمر ایم۔اے ۴۱۷، ۷۰۲

صالح علی ۶۵۸

صالح محمد۔ سرگودھا ۵۳۲

صالح محمد، شیخ۔ پریسٹن ۴۷۶

صالح محمد، مولوی ۴۴۲

صالح یوسف، مسٹر ۷۴۴

صالحہ قانتہ ۶۷۹

صائمہ مریم ۳۸۱

صدر الدین کھوکھر، مولوی ۴۹۲

صدر الدین، مولوی۔احمد نگر
۴۷۸، ۴۸۰

صدق المرسلین ۴۷۶

صدیق احمد منور ۴۹۲

صدیق احمد، ماسٹر ۴۹۲

صدیق چن لبویشور، مولوی ۷

صدیق حسن خاں، نواب ۸

صغریٰ بیگم اہلیہ چوہدری محمد شفیع
۶۴۲

صغریٰ بیگم، سیدہ ۲۶۲

صفدر علی، میاں ۶۵۸

صفیہ بیگم بنت حاجی محمد الدین
تہالوی ۳۸۲

صفیہ صدیقہ ۶۷۸

صلاح الدین ابن مرزا محمد اسماعیل
۳۷۰

صلاح الدین احمد، خلیفہ ۹۹

صلاح الدین ایم۔اے، ملک
۴۴۳، ۴۴۴، ۴۸۱، ۶۳۲

صلاح الدین خاں ۹۸

صلاح الدین شمس، ڈاکٹر ۵۸۱

صلاح الدین فاتح ۶۶۵، ۶۶۶
صلاح الدین، قریشی ۴۷
صوفیہ احمد ۴۲۱

ض

ضیاء الحسن، کرنل ۶۸
ضیاء الدین احمد برنی ۲۰۴
ضیاء الدین، ڈاکٹر ۴۱
ضیاء اللہ، میر ۴۷۶

ط

طارق بن زیاد ۱۱۷
طاہر احمد، حضرت صاحبزادہ مرزا (خلیفۃ المسیح الرابع)
۱۳۶، ۱۵۰، ۲۴۵، ۳۵۶، ۳۵۷،
۴۱۰، ۴۲۳، ۴۴۳، ۴۴۸، ۴۵۳،
۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۷، ۴۸۶، ۴۹۵،
۵۰۹، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۹۴، ۵۹۹،
۶۰۲، ۶۰۴، ۶۹۰، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۶۴
طاہر احمد، خلیفہ ۴۹۰
طاہر احمد، ملک ۷۰۸، ۷۰۹
طاہر سیف الدین ۱۸۰
طاہر عبداللہ حسین ۴۰
طاہرہ اختر النساء ۳۸۶
طاہرہ بنت مرزا محمد اسماعیل ۳۷۰
طاہرہ بیگم ۳۷۱
طاہرہ چوہدری ۶۷
طاہرہ ابن چوہدری محمد شفیع ۶۴۲
طیبہ یعقوب ۴۸۲

ظ

ظفر احمد، صاحبزادہ مرزا ۷۱۰
ظفر احمد کپورتھلوی، منشی ۲۵۳، ۴۱۶
ظفر احمد کلیم ۷۱۹
ظفر اقبال احمد، پیر ۴۹۱
ظفر الاسلام، مولوی ۳۶۹
ظفر الحسن، چوہدری ۴۰۷
ظفر علی خاں، مولانا ۲۱۳
ظفر علی ہاشمی، ڈاکٹر ۱۲
ظفر محمد ظفر فاضل، مولانا ۴۸۲
ظہور احمد، چوہدری
۵۳، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۹۴، ۶۴۲
ظہور احمد باجوہ، چوہدری
۳۵۵، ۴۹۵، ۶۰۶، ۶۱۰، ۶۱۲
ظہور احمد، ڈاکٹر ۴۸۳
ظہور احمد شاہ، سید (مبلغ) ۴۷۸
ظہور احمد، ماسٹر ۴۹۳
ظہور الحسن، مولوی ۱۹۰
ظہور دین ۳۷۴
ظہور شاہ، خواجہ ۴۰۵
ظہیر الدین بابر ۶۶۵، ۶۶۶

ع

عارف احمد ۷۰۷
عارف زمان، میجر ۴۹۸
عالم بی بی ۶۵۱
عائشہؓ، حضرت ۴۸۴
عائشہ بی بی اہلیہ حاجی محمد الدین تہالوی ۳۸۲
عائشہ صدیقہ بنت چوہدری فتح محمد سیال ۶۶۴
عائشہ والدہ نذیر احمد ۵۸۳
عباد اللہ، گیانی ۴۴۴، ۴۷۸، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۶۲۱، ۷۶۴
عباس عبداللہ عودہ، الشیخ ۴۰۹
عبدالباری فرنگی محل، مولوی ۲۳۹
عبدالباسط شاہد ۴۸۴
عبدالباسط، کیپٹن ۱۱۸
عبدالباقی، مولوی ۶۰۹
عبدالجبار ۴۹۱
عبدالجبار ہیل ۷۱۵
عبدالجلیل عشرت ۱۹۹
عبدالحفیظ ابن مولوی محمد حسن ۳۷۷

عبدالحق ایڈووکیٹ، مرزا ۲،
۳۵۸، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۸، ۴۹۳،
۵۰۰، ۵۰۷، ۶۶۸، ۶۹۰، ۷۱۶
عبدالحق ایم۔اے، مولوی ۴۳۸
عبدالحق رامہ ۵۰۵، ۵۸۸، ۵۹۴
عبدالحق، شیخ ۵۸۸، ۵۹۵
عبدالحق کاٹھگڑھی، چوہدری ۳۷۵
عبدالحق نور، مولوی ۶۱۷، ۶۱۸
عبدالحق، قریشی ۳۷۷
عبدالحق، منشی ۳۹۲، ۵۹۵
عبدالحق، مولوی ۴۹۲
عبدالحق، میاں ۴۸۲
عبدالحکیم اکمل، مولوی ۶۲۹، ۶۷۰
عبدالحکیم بسمل، شیخ ۳۹۶
عبدالحلیم ۴۹۱
عبدالحلیم ابن میاں عبدالرحمٰن ۶۳۹
عبدالحمید آصف ۴۸۴
عبدالحمید، آغا ۶۴۸
عبدالحمید، چوہدری ۳۶۱
عبدالحمید جنجوعہ، میاں ۵۹۵
عبدالحمید خلیق ۴۹۱
عبدالحمید، چوہدری۔گوٹھ حمید نگر
۴۹۰
عبدالحمید، حاجی ۳۵۴
عبدالحمید، رانا ۶۰
عبدالحمید، قاضی ۵۹۶
عبدالحمید عاجز ۷۲۶
عبدالحمید کاٹھگڑھی ۵۹۶
عبدالحمید ابن میاں رحم دین ۶۵۹
عبدالحمید، کرنل ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶
عبدالحمید، مولوی ۵۱، ۵۲، ۴۴۲
عبدالحمید، میجر ۴۸، ۷۲۷
عبدالحئی ابن عبدالمغنی ۶۵۶، ۶۵۷
عبدالحئی، خواجہ ۶۶۰
عبدالحئی شاہ ۶۳۰
عبدالحئی، میاں ۷۶۷
عبدالخالق عادل ۴۹۱
عبدالربّ ابن ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
عبدالرب، ماسٹر ۴۹۳
عبدالرحمان، سید ۷۵۴
عبدالرحمٰن ابن ڈاکٹر عبدالرحیم
۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۱
عبدالرحمٰن ابن منشی محمد عبداللہ ۶۶۰
عبدالرحمٰن انور، مولانا ۶۶، ۱۳۹،
۱۵۴، ۳۶۱، ۴۱۹، ۵۴۹، ۵۵۲
عبدالرحمٰن ایڈووکیٹ، چوہدری
۴۹۲
عبدالرحمٰن جٹ، مولانا
۱۶۱، ۲۵۶، ۳۱۸، ۳۲۳، ۷۲۵
عبدالرحمٰن جنید ہاشمی
۴۲۳، ۶۶۰، ۶۶۴
عبدالرحمٰن، حاجی ۶۹، ۴۹۱، ۶۱۲
عبدالرحمٰن خادم، ملک ۲۶۴، ۶۵۳
عبدالرحمٰن خان بنگالی
۲۲۶، ۴۳۲، ۷۲۸
عبدالرحمٰن دہلوی ۳۹۰
عبدالرحمٰن رانجھا، ڈاکٹر ۶۹۳
عبدالرحمٰن شاکر، چوہدری
۴۷۸، ۶۸۳
عبدالرحمٰن صدیقی، ڈاکٹر
۶۹، ۶۰۷، ۶۰۹
عبدالرحمٰن قادیانی، بھائی
۲۶۵، ۶۹۸
عبدالرحمٰن، قریشی ۴۷، ۴۹۲
عبدالرحمٰن۔کوٹ احمدیہ ۴۹۰
عبدالرحمٰن، کوئٹہ ۴۹۱
عبدالرحمٰن، ماسٹر ۶۹
عبدالرحمٰن مبشر، مولوی ۴۱۸،
۴۷۹، ۴۸۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۶۴
عبدالرحمٰن، مصری ۲۵۰

عبدالرحمٰن، میاں۔جموں ۶۳۸
عبدالرحیم احمد، میاں ۳۵۶، ۶۱۰
عبدالرحیم بکری، مجسٹریٹ ۴۰
عبدالرحیم بیگ، مرزا ۶۸، ۶۹
عبدالرحیم درد، مولانا
۱۹۵، ۲۶۲، ۴۰۸، ۵۷۲، ۶۴۳، ۶۹۲
عبدالرحیم (معالج چشم)، ڈاکٹر
۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹
عبدالرحیم راٹھور ۴۹۱
عبدالرحیم ساقی ۵۳۳
عبدالرحیم شبلی ۶۶۴
عبدالرحیم۔کوہاٹ ۴۹۲
عبدالرحیم ملکانہ، حکیم مولوی ۴۱۶
عبدالرحیم نیر، الحاج ۱۰
عبدالرزاق ۳۵۶
عبدالرزاق سیالکوٹی، میاں ۶۳۴
عبدالرزاق شاہ، سید
۱۴۸، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲
عبدالرزاق۔گونڈہ ۴۷۸، ۴۸۰
عبدالرزاق، مسٹر ۷۵۶
عبدالرشید ابن ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
عبدالرشید ابن میاں عبدالرحمٰن
۶۳۹
عبدالرشید، ایڈووکیٹ قریشی ۴۸۲
عبدالرشید تبسم، چوہدری ۱۹۵
عبدالرشید رازی ۴۴۲
عبدالرشید غنی، پروفیسر ۴۸۰، ۴۸۵
عبدالرشید فوگل، مسٹر ۴۰
عبدالرشید یحییٰ ۴۹۱
عبدالرشید، ماسٹر ۴۹۳
عبدالرؤف ۳۵۸
عبدالرؤف، ڈاکٹر ۱۳۶
عبدالستار۔۹ چک پنیار ۴۹۱
عبدالستار۔ربوہ ۴۹۲
عبدالستار۔لاہور ۵۵۲
عبدالستار ابن ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
عبدالستار خادم ۴۹۰
عبدالستار سوکیہ
۳۵۴، ۳۵۸، ۳۵۹، ۷۵۸
عبدالستار کٹکی، مولوی ۶۷۴
عبدالسلام ۵۴۵
عبدالسلام ابن ڈاکٹر عبدالرحیم ۳۹۱
عبدالسلام ابن مولوی عبدالستار کٹکی
۶۷۴
عبدالسلام ابن میاں عبدالرحمٰن آف
جموں ۶۳۹
عبدالسلام اختر ۴۲۳
عبدالسلام بھٹی ۷۵۳
عبدالسلام، پروفیسر ڈاکٹر
۲، ۳، ۵۸، ۵۹، ۴۵۴، ۴۷۶
عبدالسلام، حافظ ۵۹۵
عبدالسلام خان، ڈاکٹر ۶۱۲
عبدالسلام طاہر ۴۹۰
عبدالسلام عمر، صاحبزادہ ۲۶۲
عبدالسلام میڈسن
۶۷، ۳۱۹، ۳۲۰، ۴۸۲، ۷۳۲
عبدالسلام ابن عبدالمغنی ۶۵۷
عبدالسمیع، حافظ ۵۹۶
عبدالسمیع خان ۳۶۶
عبدالسمیع نون ایڈووکیٹ
۵۳۳، ۵۵۲، ۶۸۸
عبدالشکور ۶۳۹
عبدالشکور ایم۔اے ۴۹۱
عبدالشکور جاوید ۴۹۲
عبدالشکور، مولوی ۷۴۴
عبدالعزیز اوجلوی، منشی ۶۴۲
عبدالعزیز، بٹ ۷۵۳
عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل، شاہ (سلطان ابن سعود)
۷، ۱۰، ۵۲۷

عبدالعزیز، ٹھیکیدار ۵۹۵
عبدالعزیز، چوہدری ۶۰۹
عبدالعزیز، حکیم ۵۹۶
عبدالعزیز دہلوی، منشی ۳۸۷
عبدالعزیز دین ۴۷
عبدالعزیز ڈوگر، چوہدری
۳۱۶، ۳۵۳، ۴۶۰
عبدالعزیز راہی، حکیم ۴۷۸، ۴۸۰
عبدالعزیز، شیخ ۵۹۵
عبدالعزیز طاہر ۴۹۲
عبدالعزیز عتیق ۵۶۴
عبدالعزیز، ماسٹر ۵۹۶
عبدالعزیز، مستری ۴۲۶
عبدالعزیز مغل، میاں ۳۷۳
عبدالعظیم درویش، میاں
۴۲۰، ۴۰۷
عبدالعلی ملک، بریگیڈئیر
۷۹، ۸۵، ۸۶، ۸۷،
۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۱۱۷، ۱۱۸
عبدالغفار، بابو ۴۱۱
عبدالغفور، چوہدری ۶۰۸، ۶۰۹
عبدالغفور، حافظ ۶۵۶، ۶۵۷
عبدالغفار۔حیدرآباد ۴۹۱
عبدالغفار خان۔پشاور ۴۹۲
عبدالغفور خاں، رانا ۳۷۵
عبدالغفور دھرمپال، مولوی (غازی
محمود) ۴۱۲
عبدالغفور۔سرشمیر روڈ ۴۹۱
عبدالغفور، صوفی ۴۸۰
عبدالغنی رشدی، میاں
۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۵
عبدالغنی، شیخ ۶۷۹
عبدالغنی، صوفی ۴۹۲
عبدالغنی کریم ۳۵۷
عبدالقادر ابن ڈاکٹر عبدالرحیم
۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱
عبدالقادر، بابو ۳۸۶
عبدالقادر بھٹی ۴۹۳
عبدالقادر، چوہدری۔سجووال
۵۸۸، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴
عبدالقادر دانش، مولوی ۳۹۱
عبدالقادر، سرسید
۲۱۳، ۲۴۳، ۶۴۶
عبدالقادر، شیخ (سابق سوداگرمل)
۲۴۳، ۴۱۷، ۴۱۹، ۴۵۴، ۵۰۰، ۶۹۳،
۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۸، ۷۰۲، ۷۶۴
عبدالقادر، شیخ (محقق)
۲۵، ۴۷۹، ۴۸۱، ۴۸۳، ۴۸۴
عبدالقادر عودہ، الحاج ۵۷۰
عبدالقادر، مولوی۔لدھیانوی
۳۷۰، ۳۸۸
عبدالقدوس، چوہدری ۵۴۱
عبدالقدیر ۴۹
عبدالقدیر، چوہدری ۵۰۵
عبدالقدیر نیاز، صوفی ۴۴۳
عبدالقیوم، بابو ۳۸۶
عبدالقیوم، خواجہ ۱۰۷، ۶۳۸، ۷۰۲
عبدالقیوم، مولوی ۵۳۳
عبدالقیوم، میاں ۴۹۰
عبدالکریم ۵۵
عبدالکریم ابن میاں رحم دین ۶۵۹
عبدالکریم، خواجہ ۴۹۳
عبدالکریم، ڈاکٹر ۴۹۱
عبدالکریم رازی ۴۹۰
عبدالکریم، رانا ۴۸۱
عبدالکریم، سیالکوٹی
۱۳۴، ۳۷۳، ۳۸۳، ۵۷۹،
۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۶۰
عبدالکریم شاد ۳۹۱

عبدالکریم شرما، مولوی
۵۶۱، ۵۶۲، ۷۶۳
عبدالکریم غنی ۳۵۸
عبدالکریم کاٹھگڑھی ۵۱۱، ۵۱۲
عبداللطیف ۳۸۸
عبداللطیف بہاولپوری، مولوی
۴۵۳
عبداللطیف تھانیدار ۶۷۳
عبداللطیف، چوہدری
۶۷، ۷۱۴، ۷۳۷، ۷۳۸
عبداللطیف خاں ۴۷۶
عبداللطیف ۔ شاہ کوٹ ۴۹۲
عبداللطیف شہید، صاحبزادہ
۳۷۸، ۴۲۲، ۴۷۹، ۶۳۸
عبداللطیف، کمانڈر ۶۳۸
عبد اللہ ابن ماسٹر فقیر اللہ ۳۸۶
عبد اللہ الشوطی ۲۲۶
عبداللہ الہ دین، سیٹھ
۲۳۷، ۲۵۳، ۲۶۶
عبداللہ باجوہ، ابومحمد ۶۵۱
عبداللہ بن بلہید ۱۰
عبداللہ خان، چوہدری ۴۲۹
عبداللہ خان، ملک ۷۰۴
عبداللہ خان، نواب ۷۰۷

عبداللہ روپڑی، مولوی ۶۵۳
عبداللہ سنوری، منشی ۲۴۵
عبداللہ، شاہ ۔ والئی اردن ۲۵۷
عبداللہ، شیخ مولوی ۶۵۷
عبداللہ، مسٹر ۴۳۸
عبداللہ، میاں ۵۹۶
عبدالماجد ۶۳۹
عبدالماجد بھاگلپوری ۶۷۴
عبدالماجد دریا آبادی
۵، ۷، ۱۵۹، ۱۸۲
عبدالماجد، شیخ ۔ جیکب آباد ۴۹۱
عبدالماجد، شیخ ۔ لاہور ۱۹۹، ۶۹۵
عبدالمالک خان، مولانا
۶۸، ۶۹، ۱۴۸، ۶۱۳، ۶۱۵
عبدالمالک چدھڑ ۶۵۲
عبدالمالک، چوہدری ۴۱۳
عبدالمالک ۔ گھانا ۳۵۸، ۴۴۲
عبدالمجید ابن میاں عبدالرحمٰن جموں
۶۳۹
عبدالمجید ابن مولوی محمد حسن ۳۷۷
عبدالمجید اسمٰعیل، مسٹر ۲۰۵
عبدالمجید بھٹی ۴۱، ۷۰
عبدالمجید، چوہدری ۴۲۸

عبدالمجید خان، شہزادہ ۴۸۱
عبدالمجید سالک، مولانا ۱۹۵، ۱۹۶
عبدالمجید، شیخ ۵۹۸
عبدالمجید قریشی ۵۲۵
عبدالمجید، ماسٹر ۴۹۱
عبدالمجید، منشی ۳۹۲
عبدالمجید، میاں ۶
عبدالمجید ولد میاں رحم دین ۶۵۹
عبدالمجید ووہرا ۱۲۶
عبدالمغنی زاہد ۴۹۳
عبدالمغنی، مولوی ۶۵۵، ۶۵۶
عبدالمقتدر صدیقی ۴۱۲
عبدالمنان، چوہدری ۴۹۳
عبدالمنان دہلوی، صوبیدار
۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۱، ۴۱۸، ۷۲۲
عبدالمنان شاہد، مولوی ۴۷۹
عبدالمنان مبشر ۶۶۴
عبدالواحد ۳۵۸
عبدالوحید ابن مولوی محمد حسن ۳۷۷
عبدالوحید، چوہدری ۴۵۷
عبدالوحید خان سنوری ۴۱۳
عبدالوحید، سید ۶۷۷
عبدالوحید، میر ۳۹۹
عبدالوہاب ۔ جاکے ۴۹۳

عبدالوہاب بن آدم، مولوی
۷۵۲،۷۵۱،۷۴۲،۴۳۷
عبدالوہاب عسکری ۲۵۹
عبدالہادی کیوسی، ڈاکٹر
۴۸۵،۴۸۱
عبیداللہ بسمل، مولانا ۲۵۱
عبیداللہ، خواجہ
۵۹۶،۵۸۱،۵۷۷،۴۰۵،۳۵۶
عبیداللہ، حافظ ۵۰۷
عبیداللہ رانجھا، حکیم ۵۹۵
عبیداللہ، قریشی مولوی ۳۷۷
عتیق احمد خان ۷۰۷
عثمان، شیخ ۲۵۳
عثمان گاکوریا ۷۶۴،۵۵۳،۵۵۸
عزیز احمد باجوہ ۶۱۲،۶۰۹،۶۰۷
عزیز احمد، ڈاکٹر ابن لیفٹیننٹ ڈاکٹر
محمد الدین ۳۷۷
عزیز احمد، صاحبزادہ مرزا
۳۵۶،۱۵۵،۱۴۹،۱۴۸،
۷۰۷،۵۹۴،۵۸۱،۵۶۷،۳۸۳
عزیز احمد، قاضی ۵۰۵،۱۳
عزیز الرحمٰن خاں، رانا ۳۷۵
عزیز الرحمٰن منگلا، حافظ ۷۶۴
عزیز اللہ شاہ، سید ۴۲۱
عزیز حسن بقائی، سید ۶۸۴
عزیزہ بیگم، سیدہ (امّ وسیم) ۲۶۷
عشرت نسیم ۶۴۲
عشرت، ڈاکٹر ۱۳۶
عصمت اللہ خان بہلولپوری ۷۰۸
عصمت اللہ، چوہدری ۴۹۲
عطاء الرحمٰن ایس۔ڈی۔او، ملک
۴۲۶
عطاء الرحمٰن، ڈاکٹر
۶۷۰،۶۲۷،۴۵۵،۳۶۲،۶۰
عطاء الرحمٰن، پروفیسر میاں
۳۰۳،۲۹۹
عطاء الکریم ۴۲۳
عطاء اللہ ابن ماسٹر فقیر اللہ ۳۸۶
عطاء اللہ الٰہی بخش، حکیم ۴۸۰
عطاء اللہ ایڈووکیٹ، میاں ۶۵۳
عطاء اللہ، چوہدری ۴۹۱
عطاء اللہ، حاجی ۶۷۳
عطاء اللہ، شیخ ۳۷۳
عطاء اللہ فاضل ۴۹۳
عطاء اللہ کلیم، مولوی ۲۲۶،
۷۵۱،۷۵۰،۷۴۶،۴۳۹،۴۳۷
عطاء اللہ۔مبلغ فرانس ۳۷۲
عطاء اللہ نسیم ۳۸۶
عطاء المجیب راشد
۶۷۹،۴۹۷،۴۹۳،۱۳۱
عطاء المنان ۴۸۰
عطاء محمد جہلمی ۴۰۳
عطاء محمد، چوہدری۔جڑانوالہ ۵۹۵
عطاء محمد، ماسٹر۔ربوہ ۵۹۵
عقیلہ شمس ۵۸۱
عکرمہ بن ابوجہل ۶۸۳
علم الدین، منشی ۲۱۸
علم دین، میاں ۵۹۶
علیؓ، حضرت ۵۹۶
علی احمد ٹھیکیدار ۵۹۶
علی حسن، سارجنٹ ۶۹۰
علی حیدر، ملک ۶۵۱
علی گوہر ۵۹۶
علی گوہر، منشی ۳۹۸
علی محمد بی ٹی ۵۹۵،۴۷۹،۱۳۱
علی محمد، راجہ ۷۱۳
علی ہجویری داتا گنج بخش ۳۷۳
عماد الدین، پرنس ۴۴
عمر الدین بنگوی ۶۵۹
عمرؓ، حضرت ۴۸۳،۹
عمر حیات، ملک ۵۳

عمر حیات، ٹوانہ ۶۸۳
عمر ھافر، مسٹر ۲۲۶
عنایت اللہ تھانیدار ۶۷۳
عنایت اللہ، چوہدری۔ سرگودھا ۴۴۸
عنایت اللہ، چوہدری۔ مبلغ ۶۲۷
عنایت اللہ، ڈاکٹر ۵۶۰
عنایت اللہ، شیخ۔ ماسٹر ۴۹۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳
عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ۸، ۹، ۳۴، ۵۶، ۵۷، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۹۷، ۵۵۵، ۵۷۶، ۶۸۲، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۵۵

غ

غریب النساء بیگم عرف حاجی بیگم ۴۱۲
غفار مہدی، کرنل ۹۰
غلام احمد ایم۔اے، چوہدری ۴۱۱
غلام احمد۔ بدوملہی ۲۲۶، ۷۵۰، ۷۵۴
غلام احمد بسراء، چوہدری ۴۹۱
غلام احمد، چوہدری۔ بشیر آباد اسٹیٹ ۶۱۲
غلام احمد، چوہدری ۳۷۵
غلام احمد، شیخ ۶۸۷
غلام احمد، صاحبزادہ مرزا ۱۴۸، ۱۶۱، ۴۶۱، ۴۶۶، ۵۹۸، ۷۰۷
غلام احمد عطا، ملک ۶۱۰
غلام احمد فرخ، مولانا ۶۸، ۶۹، ۶۰۹، ۶۱۲، ۷۰۲
غلام احمد قادیانی علیہ السلام، حضرت مرزا ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۹، ۳۴۴، ۳۸۸، ۳۹۴، ۴۳۴، ۷۴۸
غلام احمد، ماسٹر ۴۹۳
غلام احمد نسیم، میر ۳۴۴، ۷۶۲
غلام اللہ خاں ۷۰۴
غلام اللہ، ڈاکٹر ۵۳، ۳۶۲
غلام باری سیف، مولوی ۴۵۳، ۴۸۰، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۵۶۳، ۵۶۴، ۷۶۳، ۷۶۴
غلام جیلانی، چوہدری ۴۹۰
غلام جیلانی ساماں، شیخ ۴۰۹
غلام حسن خان پشاوری، مولانا ۲۳۷، ۲۵۲، ۳۸۲، ۳۸۴
غلام حسین ایاز، مولانا ۶۷۴
غلام حسین سرور ۶۴۹
غلام حسین، صوبیدار ۴۰۴، ۴۱۹
غلام حسین قمر بلوچ ۶۳۹
غلام حسین، مہر ۳۶۹
غلام حیدر ارشد، قریشی ۴۷۸
غلام دستگیر، لیفٹیننٹ کرنل ۸۱
غلام دین، مستری ۴۹۰
غلام رسول، چوہدری ۴۹۳
غلام رسول راجیکی، مولوی ۲۶۷، ۳۲۲، ۶۸۷، ۶۹۴
غلام رسول، صوبیدار ۴۲۶
غلام رسول مہر، مولانا ۱۹۹
غلام رسول، میاں (ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس) ۳۷۰
غلام رسول وزیر آبادی، حافظ ۴۰۷
غلام سرور، چوہدری ۴۹۲
غلام سرور خان درّانی، خان ۴۰۸
غلام شبیر شاہ، سید ۲۱۸
غلام عباس خان، چوہدری ۵۲۵
غلام علی ہاشمی، ڈاکٹر ۶۳۸
غلام فاطمہ بنت حاجی محمد الدین تہالوی ۳۸۲
غلام فرید، ملک ۲۴۱، ۳۱۲، ۵۰۷، ۶۹۲، ۷۶۴
غلام قادر ۴۹۲

غلام قادر، مرزا ۲۳۸
غلام قادر، مستری ۳۷۱
غلام قادر نمبردار، چوہدری ۶۵۱
غلام مجتبیٰ، چوہدری ۱۰۳
غلام محمد ابن مولوی احمد علی ۴۰۴
غلام محمد ابن مستری غلام قادر ۳۷۱
غلام محمد، چوہدری (جماعت اسلامی) ۵۱۳
غلام محمد خان، چوہدری ۳۶۲
غلام محمد سدھو، چوہدری ۳۹۸
غلام محمد، صوفی ۱۴۸، ۲۳۷، ۲۵۶، ۵۹۵
غلام محمد گلگتی، خان بہادر ۶۴۹
غلام محمد، گورنر جنرل ۲۶۰
غلام محمد، میر ۴۹۲
غلام محی الدین ۳۷۰
غلام مسیح رشید احمد ۶۷۳
غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر ۵۹۶
غلام مہدی ناصر، سید ۷۱۵
غلام نبی، چوہدری ۳۷۵
غلام نبی گلکار انور ۲۵۶، ۵۲۵
غلام نبی، ملک ۵۹۵
غلام یٰسین ۴۹۵
غنی گیلان، مسٹر ۷۵۸

ف

فاطمہ بی بی بنت حاجی محمد اسماعیل ۳۷۶
فاطمہ بیگم اہلیہ خواجہ عبدالقیوم ۶۳۸
فائزہ احمد بنت صاحبزادہ مرزا مجید احمد ۴۲۱
فتح الدین، منشی ۱۳
فتح الدین، میاں ۶۳۹، ۷۰۲
فتح دین، شیخ ۵۹۶
فتح محمد سیال، چوہدری ۲۲۱، ۶۶۴
فخر الاسلام ۶۴۰
فخر الحق شمس ۴۱۶
فرانسس ینگ ہینڈ، سر ۵۷۳
فرحانہ فوزیہ ۷۰۷
فرحت اللہ بیگ، مرزا ۲۵۱
فرحت نسیم ۶۴۲
فرزند علی، مولوی ۷۱۳
فرمان علی فتح پوری ۶۳۰
فرید احمد (مسٹر شمٹ) ۴۳۳
فریڈریک جیمز، سر ۲۵۳
فرینکو، جنرل ۵۶۲
فِشر، ڈاکٹر ۲۵۹
فضل احمد بٹالوی، شیخ ۵۸۱، ۵۹۵
فضل احمد، چوہدری ۴۱۱، ۵۵۲، ۵۵۳
فضل احمد خاں ۴۹۰
فضل احمد، سید ۷۲۴
فضل الدین، چوہدری ۴۹۰
فضل الرحمٰن بسمل ۴۸۳
فضل الرحمٰن بی اے بی ٹی، میاں ۴۸۱
فضل الرحمٰن، چوہدری ۴۴۸
فضل الرحمٰن، حکیم ۷۵۳
فضل الرحمٰن خان ۶۱۲
فضل الرحمٰن، ڈاکٹر ۶۹
فضل الرحمٰن غازی ۳۷۱
فضل الرحمٰن فیضی، سید ۶۷۷
فضل الرحمٰن نعیم ۴۴۴، ۴۸۱
فضل الرحمٰن، مولوی ۴۰۷
فضل الٰہی انوری، مولانا ۲۲۶، ۴۳۴، ۷۱۴، ۷۳۲، ۷۳۶
فضل الٰہی بشیر، مولوی ۲۲۵
فضل الٰہی، چوہدری ۶۷۲
فضل حق غازی ۳۷۱
فضل حق، قریشی ۴۸۹، ۵۲۹، ۵۳۱، ۵۳۴
فضل دین، جمعدار ۴۷۸

فضل دین، مولوی ۵۹۶
فضل علی، میر (عرف فضل احمد)
۴۱۲، ۴۱۳
فضل کریم ۱۲۶
فضل کریم پراچہ، شیخ ۴۷۸
فضل کریم لون، بابو ۴۷۶
فضل کریم، ماسٹر ۴۹۲
فضل محمد درویش، حاجی ۶۹۹
فقیر اللہ۔ لاہور ۵۹۶
فقیر اللہ، ڈپٹی۔ ربوہ ۵۹۶
فقیر اللہ، ماسٹر ۳۸۲، ۳۸۵
فقیر محمد سیکھوانی ۵۹۵
فقیر محمد، ماسٹر ۴۹۱
فلاح الدین شمس ۵۸۱
فلپس، مسٹر ۵۷۳
فواد الفیصل، شہزادہ ۲۶۴
فوزیہ بیگم بنت نواب محمد عبداللہ خاں
۴۲۱
فہمیدہ بیگم ۶۷۳
فہیم احمد، مرزا ۷۰۷
فیاض احمد خاں، اخوند
۴۷۹، ۴۸۳، ۴۹۱
فیروز خاں نون، ملک سر
۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹
فیروزہ فائزہ ۴۲۳
فیصل، شاہ
۶، ۷، ۱۰، ۲۴۹، ۲۵۱، ۵۲۷
فیض احمد، جموں ۶۳۸
فیض احمد گجراتی ۶۶، ۳۷۹، ۴۰۶،
۵۳۹، ۷۲۶
فیض الدین، مولوی ۳۶۹
فیض الرحمٰن ۳۹۲
فیض اللہ خان، سردار ۴۹۰
فیض عالم، چوہدری ۴۱۱
فیض قادر، شیخ ۶۹

ق

قادر بخش، ماسٹر ۶۴۳
قاسم الدین، بابو ۴۲۷
قانتہ بشریٰ ۶۷۲
قانتہ شاہدہ ۴۲۲، ۶۷۹
قانتہ صادقہ خان، پروفیسر ۴۸۱
قدرت اللہ سنوری، مولوی
۶۸، ۶۹، ۱۱۱، ۴۵۴، ۴۵۵، ۵۹۴
قدرت اللہ، حافظ
۶۷، ۲۲۶، ۴۴۰، ۷۵۹
قلندر علی، بابا (ارح) ۶۴۳
قمر الدین، حاجی ۴۹۳
قمر النساء بنت ماسٹر فقیر اللہ ۳۸۶
قہرمان تونہ بوجو ۴۰
قیس مینائی ۶۱۵

ک

کارل ملڈن برگر ۷۱۴
کالے خاں ورک، چوہدری ۶۵۲
کباکا ۶۰۵
کبیر احمد بھٹی ۷۵۲
کبیر الدین صدیقی ۴۹۱
کرامت اللہ داماد عبدالمغنی ۶۵۷
کرتار سنگھ، صوبیدار ۷۱۵
کرم الٰہی ظفر، مولوی
۴۴، ۲۲۶،
۴۳۴، ۵۶۲، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۶۲
کرم چند، لالہ ۲۰۲، ۲۰۳
کرم دین بھیں ۳۹۲
کرم دین، میاں ۴۷۶
کریم اللہ ۳۶، ۳۷، ۳۸
کریم اللہ زیروی، صوفی ۴۲۲
کریم آغا خاں ۱۸۰
کظیم الرحمٰن، شیخ ۴۱۶، ۵۹۵
کظیم الرحمٰن، منشی ۵۸۱
کلیم اختر ۱۸۸، ۱۹۱
کلیم نشتر ۸۶
کمال الدین امینی ۴۷

کمال الدین، خواجہ ۲۳۷، ۲۴۶، ۲۴۶،
۳۷۵، ۴۰۱، ۴۰۳، ۶۳۶، ۶۴۵
کمال یار جنگ ۲۵۲
کمال یوسف مبلغ ۲۲۶، ۴۴۲
کوامے نکروما
(Kwame Nkrumah)
۴۱، ۶۶، ۲۶۱، ۴۳۸
کونگ (Konig)، مسٹر
(بشیر عبداللہ) ۴۳۳
کیون میکوئن، ڈاکٹر
۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰
کے۔ ایل ناصر، پادری ۴۹۵
کے۔ برنا، ڈاکٹر
(Dr. K. Berna) ۷۶۰

گ

گاربٹ، سی۔ سی ۶۸۶
گریسی، جنرل ۵۲۶
گرین، مسٹر ۵۷۴، ۵۷۵
گل حسن خاں، لیفٹیننٹ جنرل
۹۳، ۳۶۳
گل محمد، مرزا ۹۹
گلاب سنگھ ۶۶۳
گلزار احمد، بریگیڈیئر ۶۴۷
گلزاری لال نندہ، شری ۱۲۷
گوبند سنگھ جی مہاراج، شری گورو
۶۲۰
گودھا ۶۸۳
گورمکھ سنگھ مسافر، گیانی ۶۲۰، ۶۲۱
گوہر دین، ڈاکٹر ۶۶۴، ۶۶۵
گوہر رحمان، سردار ۵۲۵

ل

لاگوڈا، الحاج ۷۵۹
لال بہادر شاستری ۷۶، ۷۷، ۱۲۶
لال حسین اختر، سائیں
۴۲۶، ۷۶۴
لال خاں، ملک ۴۸۶
لال دین، ڈاکٹر ۵۳۶، ۷۶۱
لالہ دلیراج ۶۴۹
لطف الرحمٰن شاکر ۶۷۸
لطف الرحمٰن، مرزا۔ مبلغ ۲۲۶
لطیف احمد ابن چوہدری محمد شفیع
۶۴۲
لطیف احمد، سردار ۴۹۲
لطیف، ڈاکٹر۔ سرگودھا ۲۲۰
لطیف احمد طاہر بی۔ اے ۴۰۹، ۴۱۰
لطیف احمد عارف ۳۸۲
لعل خاں، چوہدری ۳۷۹
لقمان احمد، صاحبزادہ مرزا ۷۱۰
للت نرائن مسرا، شری ۱۲۷
لئیق احمد ابن لیفٹیننٹ ڈاکٹر محمد
الدین ۳۷۷
لئیق احمد انصاری ۶۷۹
لئیق احمد، چوہدری ۴۷۶
لئیق احمد طاہر ۲۹۰، ۴۷۶، ۴۷۷
لئیق احمد عابد ۵۹۵
لوئیس مینس، ڈاکٹر ۷۱۲
لیاقت علی خان ۵۲۵
لیکھرام، پنڈت ۳۷۲، ۴۲۶
لیوک، ڈاکٹر (Luke) ۷۲۳

م

مارگولیتھ، پروفیسر ۲۳۸، ۵۷۳
ماؤزے تنگ ۲۲۱
ماہر القادری ۵۵۳، ۵۵۴
مبارک احمد ابن محمد جمیل ۶۴۱
مبارک احمد اعجاز ۳۸۲، ۴۱۸
مبارک احمد انصاری ۶۷۸
مبارک احمد ایمن آبادی ۲۰۹
مبارک احمد ساقی
۱۶۳، ۲۲۶، ۷۵۰، ۷۵۵
مبارک احمد، شیخ
۶۲، ۶۹، ۲۶۵، ۳۵۹، ۳۹۶،

۴۴۳، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۶۱، ۴۶۲،
۴۶۳، ۴۶۶، ۴۶۸، ۴۷۵،
۴۷۶، ۴۹۸، ۵۸۸، ۵۹۴، ۷۶۴
مبارک احمد، صاحبزادہ مرزا
۳، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶،
۶۵، ۶۶، ۲۷۳، ۳۵۹، ۴۴۳،
۴۴۴، ۴۵۳، ۴۶۰، ۴۶۶، ۵۲۷،
۵۳۴، ۵۹۴، ۷۳۲، ۷۳۹
مبارک احمد مرحوم، صاحبزادہ مرزا
۲۶۹، ۲۷۷، ۵۸۳، ۶۴۸
مبارک احمد طاہر ۴۹۲
مبارک احمد، لیفٹیننٹ کرنل ۳۷۷
مبارک احمد، ملک ۴۵۴، ۵۱۹
مبارک احمد، ملک۔ربوہ ۴۹۰
مبارک احمد، مولوی۔ترگڑی
۴۹۳
مبارک اسماعیل، شیخ ۶۴۳ تا ۶۴۹
مبارک علی، چوہدری
۷۲۳، ۷۲۵، ۷۲۶
مبارک محمود پانی پتی، شیخ ۱۲۲، ۳۹۱
مبارکہ احسن بنت مولوی محمد حسن
۳۷۷
مبارکہ بیگم اہلیہ نذیر الحق ۶۴۹

مبارکہ بیگم اہلیہ چوہدری فضل الٰہی
۶۷۲
مبارکہ بیگم بنت مولوی الف دین
۳۷۰
مبارکہ بیگم، سیدہ نواب ۱۲۴،
۱۴۴، ۱۴۶، ۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲،
۲۹۶، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۴۶، ۳۴۷،
۳۴۸، ۳۷۰، ۴۷۰، ۵۸۳، ۵۸۴
مبارکہ شمس ۴۸۴
مبارکہ نسرین بنت چوہدری محمد شفیع
۶۴۲
مبشر ابن قاضی بشیر احمد شہید ۱۱۵
مبشر احمد، بریگیڈیئر ڈاکٹر مرزا
۷۰۷
مبشر احمد خالد ۴۸۴
مبشر احمد راجیکی ۴۸۲
مبشر احمد فرخ، ملک ۴۹۱
مبشر احمد کاہلوں ۴۹۲
مبین الحق ابن حاجی نصیر الحق ۶۴۳
مبین الحق شمس، حافظ ۴۲۰، ۴۹۱
مجید احمد، صاحبزادہ مرزا ۴۲۱
مجید احمد کاہلوں، چوہدری ۳۷۲
مجیدہ بیگم بنت خواص خاں ۱۱۵

مجیدہ بیگم اہلیہ چوہدری شاہنواز
۳۴۶
محبّ الرحمٰن، مولوی ۵۹۵
محبّ اللہ آئی۔اے۔ایس ۷۲۵
محبوب عالم خالد، شیخ ۶۲، ۵۹۷
محبوب عالم، ڈاکٹر قاضی ۶۸۰
محمد، مولوی (امیر جماعت مشرقی
پاکستان) ۵۹۵
محمد ابراہیم ایم۔اے
۴۸۹، ۵۲۹، ۵۳۰
محمد ابراہیم بقاپوری، مولوی ۱۱۰
محمد ابراہیم بھانبڑی، مولوی ۴۹۳
محمد ابراہیم جمونی، میاں
۶۳۸، ۶۳۹، ۷۰۲
محمد ابراہیم، چوہدری۔لاہور
۶۷۹
محمد ابراہیم، حکیم ۵۶۲
محمد ابراہیم خلیل، حاجی ۴۷۸، ۴۸۰
محمد ابراہیم قادیانی، مولوی
۴۷۸، ۴۸۰
محمد ابراہیم ناصر، پروفیسر ۳۵۶
محمد ابراہیم، ماسٹر ۴۷۲
محمد ابراہیم، میاں۔سماعیلہ گجرات
۴۰۸

محمد اجمل شاہد، مولوی
۴۰۲، ۴۸۰، ۴۸۱، ۵۵۴
محمد احسان الٰہی جنجوعہ ۴۹۳
محمد احمد ابن مرزا محمد اسماعیل ۳۷۰
محمد احمد انور حیدر آبادی ۶۲، ۳۵۶
محمد احمد ثاقب، مولوی ۴۵۳
محمد احمد جلیل، مولوی ۱۴۸، ۴۵۳
محمد احمد خاں، فلائٹ لیفٹیننٹ ۶۹۱
محمد احمد خاں، نواب ۴۲۱
محمد احمد عدنی، ڈاکٹر ۳۷۹، ۳۸۲
محمد احمد، قریشی ۴۹۰
محمد احمد۔ لائکپور ۴۹۳
محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ، شیخ
۱۳، ۲۳، ۲۴،
۲۵، ۳۵۸، ۴۱۶، ۴۵۳، ۴۶۰،
۴۶۳، ۴۶۷، ۵۰۸، ۶۸۰، ۶۹۹
محمد احمد، میاں ۶۷۳
محمد ادریس چغتائی ۴۷
محمد ادریس، مرزا ۶۰۷، ۶۱۱
محمد ادریس، میاں ابن میاں محمد
یوسف ۶۷۳
محمد ادریس، میاں۔ کلکتہ ۶
محمد ارشاد خان ۲۱۹
محمد ارشد ایم ایس سی ۳۵۶

محمد ارشد، چوہدری ۴۰۲
محمد ارشد خوشنویس، کاتب ۵۰۵
محمد اسحاق، حافظ ۴۸۰، ۴۸۴
محمد اسحاق خلیل، حافظ ۴۸۰
محمد اسحٰق (ڈپٹی کمشنر کراچی) ۴۲۹
محمد اسحاق ساقی ۳۷۲
محمد اسحاق، شیخ ۶۴۶، ۶۴۷
محمد اسحاق، صوفی ۳۹۳، ۴۱۸،
۴۴۲، ۴۸۴، ۵۲۷، ۷۵۳، ۷۵۴
محمد اسحاق قریشی، پروفیسر ۵۲۵
محمد اسحاق، میر
۲۵۴، ۴۱۵، ۵۶۵، ۵۷۹، ۶۷۰
محمد اسد اللہ کاشمیری، قریشی ۴۷۸،
۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۴، ۷۱۹، ۷۶۴
محمد اسلم۔ احمد نگر ۳۵۴
محمد اسلم باجوہ ۴۹۱
محمد اسلم جاوید ۴۷۷
محمد اسلم، چوہدری ابن منشی سر بلند
خاں ۴۰۲
محمد اسلم، چوہدری۔ کراچی ۴۸۰
محمد اسلم شاد ۴۹۱، ۵۶۰
محمد اسلم شہید ۳۷۴
محمد اسلم، شیخ ۴۷۲

محمد اسلم صابر، پروفیسر ۳۵۶، ۴۸۹
محمد اسلم، قاضی ۳۰۳، ۳۵۹،
۴۲۷، ۴۴۳، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۶۷،
۵۹۵، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۸۰، ۷۲۱
محمد اسلم لودھی ۱۰۵
محمد اسلم، میاں ۳۸۶
محمد اسماعیل پانی پتی، مولوی
۲۰۰، ۲۰۱، ۴۷۹
محمد اسماعیل، حاجی ۳۷۶
محمد اسماعیل، حاجی۔ لاہور ۳۷۱
محمد اسماعیل، حکیم خواجہ ۴۷۹
محمد اسماعیل، خواجہ ۴۴۳
محمد اسماعیل، ڈاکٹر۔ گجرات ۶۷۳
محمد اسمٰعیل، ڈاکٹر میر
۲۵۶، ۴۲۱، ۶۸۴
محمد اسمٰعیل سدھو، چوہدری ۳۹۸
محمد اسماعیل سورتی، مولوی ۱۰
محمد اسماعیل غوری، مولوی ۷۲۵
محمد اسمٰعیل فاضل حلال پوری،
مولانا ۲۵۲
محمد اسماعیل، مرزا ۳۷۰
محمد اسماعیل منیر، مولوی
۳۲۶، ۳۵۶، ۴۴۴،
۴۷۴، ۴۸۴، ۶۵۶، ۷۵۶، ۷۶۲

محمد اسماعیل، مولوی (صحابی) ۶۹۸
محمد اسماعیل، مولوی (غیر احمدی)
۶۱۷
محمد اسماعیل یادگیری، مولانا
۴۰۵، ۴۱۰
محمد اشرف خان، ملک ۴۹۱
محمد شریف، ڈاکٹر ۴۷۹
محمد اشرف، سید ۶۷۰
محمد اصغر خان، ائیر مارشل ۱۰۳، ۱۰۴
محمد اصغر لون ۴۷۶
محمد اعظم، چوہدری ۶۷۶
محمد اعظم، میاں ۳۸۶
محمد افضال حسین قادری، پروفیسر
ڈاکٹر ۷۲۱
محمد افضل اوجلوی، مولوی ۳۹۱
محمد افضل، چوہدری ابن جہان خاں
۳۷۴
محمد افضل، چوہدری ابن منشی سر
بلند خاں ۴۰۲
محمد افضل فاروقی ۴۹۰
محمد افضل، قریشی
۴۳، ۲۲۶، ۷۵۰، ۷۶۲
محمد افضل نسیم ۳۷۰
محمد اقبال شاہ، سید
۳۹۳، ۳۹۸، ۷۵۳

محمد اقبال، علامہ ڈاکٹر
۹، ۵۹، ۱۸۰، ۱۸۹، ۲۴۷، ۵۲۵
محمد اکبر خان بھٹی، چوہدری ۲۰۱
محمد اکرم، چوہدری ابن منشی سر بلند
خاں ۴۰۲
محمد اکرم، خواجہ ۴۸۳، ۴۹۰
محمد اکرم، مولوی ۶۵۸
محمد الامین لوح ۷۵۴
محمد الدین تہالوی، حاجی
۳۷۷، ۳۸۰
محمد الدین ناز ۴۹۱
محمد الدین، نواب ۲۵۸، ۶۶۶
محمد الدین، لیفٹیننٹ ڈاکٹر ۳۷۵
محمد اللہ داد، چوہدری ۶۵۷
محمد امام الدین، مولانا ابوالاکمل ۶۶۰
محمد امجد، چوہدری ۴۸۱
محمد امیر خان ۵۳۸
محمد امین ۴۹۱
محمد امین جنجوعہ ۷۶۱
محمد امین خان، نوابزادہ ۴۷۳
محمد انور حسین، چوہدری ۴۴۸
محمد انور شمیم ۱۰۱
محمد انور گورایہ، چوہدری ۶۵۱

محمد ایوب خان، خان ۴۹۰
محمد ایوب خان، فیلڈ مارشل
۱، ۵۸، ۷۴،
۸۴، ۱۰۴، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۵۲، ۱۶۲،
۱۶۶، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۹۲، ۲۲۰، ۴۰۸
محمد باقر خان قزلباش، آغا ۳۹۴
محمد بخش ایڈووکیٹ، میر
۴۶۰، ۵۰۸
محمد بخش پنشنر ۴۹۰
محمد بخش، شیخ۔ربوہ ۵۹۶
محمد بخش، شیخ۔کڑیانوالہ ۶۷۳
محمد بدرالدین، مولانا ۶۶۰
محمد بشیر احمد سہگل، میاں ۶، ۱۲۵
محمد بشیر احمد شاد ۷۵۰
محمد بشیر الجزائری ۲۵۹
محمد بشیر باجوہ، میجر ۶۷۱
محمد بشیر، قاضی ۴۹۲
محمد بقاء اللہ انصاری ۷۰
محمد بوٹا، میاں ۴۲۶، ۵۹۵، ۶۱۷
محمد تقی، مولوی ۴۹۰
محمد ثناء اللہ انصاری، ڈاکٹر ۷۰
محمد جمیل ابن حضرت حکیم نور محمد
۶۴۱
محمد جی، مولوی ۵۸۱، ۵۹۵

محمد چراغ، ماسٹر ۴۹۰
محمد حسن، مولوی ۳۷۷
محمد حسین ۔ آزاد کشمیر ۴۹۲
محمد حسین باجوہ، چوہدری ۹۴
محمد حسین باجوہ (صحابی) ۲۶۸
محمد حسین، چوہدری ۔ ربوہ ۴۲۶
محمد حسین، چوہدری ۔ کراچی ۴۲۹،۴۲۸
محمد حسین شاہ، ڈاکٹر سید ۳۹۶،۳۹۵
محمد حسین، شیخ ۷۱۷
محمد حسین مبارک علی ۴۲۲
محمد حسین، مرزا ۵۹۵
محمد حسین، مولوی ۴۹۳
محمد حسین، مولوی (صحابی) ۵۹۶
محمد حسین، میاں ۶
محمد حفیظ بقاپوری، مولوی ۴۸۰
محمد حنیف، شیخ ۴۶۰، ۴۶۱، ۷۱۰
محمد حیات، چوہدری ۴۹۰
محمد حیات خان نون، سر ۶۸۳
محمد حیات ملتانی ۴۰۵
محمد حیات، مہر ۴۴۵
محمد خالد باجوہ ۶۷۱
محمد خان جونیجو ۶۹

محمد خان، چوہدری ۳۷۴
محمد خاں ایڈووکیٹ، رانا ۵۵۲
محمد داؤد میاں ۶۷۳
محمد دین، چوہدری ۔ ڈھاباں سنگھ ۴۹۰
محمد دین، چوہدری ۔ نوارائی شریف ۴۹۳
محمد دین، حکیم ۵۱۵، ۷۲۶
محمد دین، سیٹھ ۷۲۶
محمد دین، صوفی ۴۹۰
محمد دین، کیپٹن ڈاکٹر ۴۰۵
محمد دین، ملک ۴۹۳
محمد دین، منشی ۴۹۲
محمد دین، نواب ۲۶۹
محمد دین، مولوی (صدر ۔ صدر انجمن) ۴۷۲، ۵۸۱، ۵۹۴، ۶۴۷
محمد دین، مولوی (مبلغ البانیہ) ۲۵۰
محمد رشید، قاضی ۴۲۲، ۶۷۷
محمد رضوی، مولوی سید ۴۱۳
محمد رفیع ابن چوہدری محمد شفیع ۶۴۲
محمد رفیع، صوفی ۴۹۲، ۵۹۴، ۶۱۲، ۶۴۵
محمد رفیق ابن حضرت حکیم نور محمد ۶۴۱

محمد رفیق، شیخ ۵۳۳
محمد رفیق، قاضی ۵۸۸
محمد رفیق، ملک ۴۲۶
محمد رمضان، کیپٹن ڈاکٹر ۴۷۲
محمد زہدی، مولوی ۲۲۶
محمد سرور شاہ، مولانا سید ۲۷۰، ۲۷۱
محمد سعید، چوہدری ۶۱۲، ۶۱۳
محمد سعید حیدر آباد دکن، مولوی میر ۲۴۰، ۴۱۲
محمد سعید، سید ۴۹۱
محمد سعید، کیپٹن ۵۹۶
محمد سعید میاں ۶۷۳
محمد سلیم ۔ جہلم ۴۹۱
محمد سلیم سہگل ۱۲۶، ۱۲۷
محمد سلیم فاضل، مولوی ۶
محمد سلیم، ملک ۴۹۱
محمد سلیمان، چوہدری ۶۵۳
محمد سلیمان، حافظ ۷۶۲
محمد سلیمان مبشر، فلائٹ لیفٹیننٹ ۶۷۹
محمد سلیمان میاں ۶۷۳
محمد شاہ نواز خان، ڈاکٹر میجر ۴۷، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۶۳۸

محمد شریف احمد ابن حضرت حکیم نور محمد
۶۴۱
محمد شریف باجوہ، چوہدری
۶۶۶
محمد شریف، پروفیسر ۴۷۹
محمد شریف تیوسوچنگ ۴۳۹
محمد شریف، چوہدری۔ساہیوال
۶۰، ۴۵۶،
۴۹۵، ۶۱۵، ۶۶۸، ۶۷۰، ۶۷۱
محمد شریف، چوہدری۔کراچی
۴۹۱
محمد شریف، حاجی ۶۴۰
محمد شریف خالد، چوہدری ۴۲۶
محمد شریف، ڈپٹی ۴۶۲، ۵۹۴
محمد شریف سندھی ۴۹۰
محمد شریف گجراتی، ملک ۲۵۰
محمد شریف۔مظفر گڑھ ۴۹۳
محمد شریف، مولوی ۴۰۹، ۵۴۹
محمد شریف، میاں ۶۸۵
محمد شعیب میاں ۶۷۳
محمد شفقت ۴۹۳
محمد شفیع ابن حضرت حکیم نور محمد
۶۴۱

محمد شفیع اشرف، مولانا ۷۱۹
محمد شفیع اوجلوی، چوہدری ۶۴۱
محمد شفیع خان، خان ۶۸، ۶۹
محمد شفیع، ڈاکٹر ۶۷۳
محمد شفیع سلیم پوری ۴۹۲
محمد شفیع (کالم نویس) ۱۷۴
محمد شفیع نوشہروی، ملک ۴۷۳
محمد شفیق قیصر ۱۳۱
محمد شفیق، سید ۴۹۲
محمد شکور جمعدار، امیر ۴۱۲
محمد صادق (اکاؤنٹنٹ وکالت تبشیر)
۶۴۰
محمد صادق سماٹری، مولوی
۲۹۱، ۴۲۷، ۴۵۴،
۴۵۸، ۴۵۹، ۴۹۵، ۵۰۵، ۵۹۵
محمد صادق فاروقی ۵۹۶
محمد صادق، مفتی ۲۳۸، ۲۶۳،
۴۱۵، ۶۶۱، ۶۶۲، ۷۵۳، ۷۶۴
محمد صادق، مولانا ۱۳
محمد صادق، میاں ۳۸۶
محمد صادق، میاں۔خان بہادر ۳۸۴
محمد صالح ۶۷۲
محمد صدیق امرتسری، مولوی ۲۲۶،
۴۳۵، ۴۳۶، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۶۲

محمد صدیق بانی، سیٹھ
۶، ۱۲۶، ۵۸۷،
۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۸، ۶۲۴، ۷۲۶
محمد صدیق، چوہدری (صدر عمومی)
۴۲۶،
۴۵۳، ۵۱۹، ۵۸۷، ۵۹۴، ۶۱۶
محمد صدیق، حکیم ۵۹۶
محمد صدیق شاہد گورداسپوری
۶۹۰، ۷۵۰، ۷۶۲
محمد صدیق، شیخ ۴۹۳
محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت
۲۳، ۶۲، ۶۴،
۱۴۳، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۸۴،
۳۸۷، ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۸۵،
۵۸۶، ۶۱۰، ۶۲۵، ۶۴۴، ۶۶۷،
۷۲۴، ۷۲۷، ۷۳۲، ۷۳۵، ۷۳۷
محمد طفیل سعید ۴۹۰
محمد طفیل منیر، پروفیسر ۴۸۱
محمد طیب، سید ۴۹۱
محمد طیب، کیپٹن ۱۰۸
محمد ظفر اللہ خان، چوہدری سر
۴۴، ۴۶، ۴۷،
۶۷، ۱۸۴، ۱۹۴، ۲۱۲، ۲۴۲، ۲۶۱،
۳۴۵، ۳۵۴، ۳۵۹، ۴۵۱، ۴۵۳،

۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۹،
۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۳، ۴۶۵، ۴۶۶،
۴۶۷، ۴۶۸، ۴۷۰، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴،
۴۷۵، ۴۷۷، ۵۳۴، ۵۵۷،
۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۹، ۷۶۴
محمد ظہور الدین اکمل، قاضی
۳۷۰، ۶۶۰، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۹۸
محمد ظہور الدین، خواجہ ۴۹۰
محمد ظہور خان ۵۹۶
محمد عاشق، حافظ قاری ۳۵۴
محمد عبدالسلام کفافی ۵۶۳
محمد عبدالشکور ابن ڈاکٹر عبدالرحیم
۳۹۱
محمد عبداللہ ابن حاجی محمد الدین تہالوی
۳۸۲
محمد عبداللہ، الحاج ۶۷۵
محمد عبداللہ بوتالوی، مولوی ۶۷۸
محمد عبداللہ بھٹی، قاضی ۳۵۵
محمد عبداللہ ٹھیکیدار ۵۹۶
محمد عبداللہ، حافظ ۷۰۰
محمد عبداللہ، حکیم ۴۹۰
محمد عبداللہ خان، نواب
۲۶۶، ۴۲۱، ۴۴۳

محمد عبداللہ خاں، ڈاکٹر۔ کوئٹہ
۶۷۶
محمد عبداللہ داماد چوہدری رحیم بخش
۳۷۲
محمد عبداللہ ڈار، چوہدری ۴۹۱
محمد عبداللہ، ڈاکٹر ابن ڈاکٹر عبدالرحیم
۳۹۱
محمد عبداللہ، ڈاکٹر۔ سانگلہ ہل ۵۹۶
محمد عبداللہ، شیخ ۱۸۰، ۵۲۵
محمد عبداللہ، قاضی
۴۶۲، ۵۹۴، ۶۱۷، ۶۴۹، ۶۵۵
محمد عبداللہ، قریشی ابن قریشی مولوی
عبیداللہ ۳۷۷
محمد عبداللہ، قریشی۔ ربوہ ۴۹۲
محمد عبداللہ، منشی ۶۶۰
محمد عثمان چینی، مولوی
۳۵۸، ۷۴۰، ۷۶۲
محمد عثمان صدیقی ۴۹۱
محمد عزالدین حسن، ڈاکٹر ۴۰
محمد عصمت اللہ، چوہدری ۴۹۰
محمد عطاء اللہ، کرنل
۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۶
محمد علی باجوہ، چوہدری ۶۴۹، ۶۵۰
محمد علی جناح، قائداعظم ۲۴۸، ۶۶۹

محمد علی جوہر، مولانا ۲۱۵، ۲۴۵
محمد علی، چوہدری ۷۳۶
محمد علی، چوہدری (وزیراعظم) ۱۹۰
محمد علی خالد ۴۹۱
محمد علی خان، نواب
۲۵۵، ۲۷۱، ۳۸۳، ۶۵۸
محمد علی، شیخ ۴۹۲
محمد علی، صوفی ۶۴۴، ۶۴۵
محمد علی کلے ۵۱۷، ۷۱۳، ۷۱۴
محمد علی، مولوی
۳۸۴، ۴۱۵، ۴۹۸، ۶۳۶، ۶۵۸
محمد عمر انور بنگوی، شیخ ۶۵۹
محمد عمر، حکیم ۳۸۸
محمد عمر سہگل، میاں
۶، ۱۲۶، ۱۲۸، ۷۲۶
محمد عمر لدھیانوی، حکیم ۳۷۰
محمد عمر، مولوی مہاشہ
۵۱۵، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۲۶
محمد عودہ، السید ۲۶۴
محمد عیسیٰ، حاجی ۴۹۲
محمد عیسیٰ، مولوی ۷۵۳، ۷۶۲
محمد فاضل، حاجی ۵۹۵، ۶۱۷
محمد فاضل، مرزا ۴۹۱
محمد فوزی، استاذ ۷۴۱

محمد فیروز خان، سر ۶۸۸
محمد قاسم ۵۲
محمد کریم الدین شاہد، مولوی ۷۲۳
محمد لطیف ۴۹۰
محمد لطیف جے پوری، ڈاکٹر ۷۲۳
محمد لطیف، ڈاکٹر قاضی ۶۸۰
محمد لکھوکے، حافظ ۳۹۹، ۴۰۳
محمد مالک ۴۹۲
محمد مالک، ملک ۴۹۲
محمد محبوب دیودرگ، شیخ ۴۱۴
محمد محمود طاہر ۶۴۰
محمد مراد، میاں ۶۹۳
محمد مستقیم، ملک ۴۸۱
محمد منظور احمد ایڈووکیٹ ۷۱۹، ۷۲۱
محمد منظور نعمانی، مولوی ۶
محمد منور، مولوی ۲۲۶،
۴۰۵، ۴۴۲، ۷۳۴، ۷۳۶، ۷۵۳
محمد منیر امرتسری، ڈاکٹر قاضی ۴۷۲
محمد منیر، شیخ ۴۹۰
محمد موسیٰ، جنرل ۷۹، ۸۱، ۸۲
محمد موسیٰ، ملک ۴۹۳
محمد موسیٰ، مولوی سید ۱۸۴
محمد موہیل، حکیم ۴۹۳
محمد نذیر لائلپوری، قاضی
۳۵۸، ۴۲۶، ۴۲۷،
۴۴۳، ۴۵۳، ۴۷۹، ۴۹۵، ۵۹۴
محمد نذیر، میاں ۵۳۱
محمد نصر اللہ، قریشی ۳۷۷
محمد نصیر اللہ ۶۴۰
محمد نعیم باجوہ ۶۷۱
محمد نقی ۶۷۱
محمد نواز مومن ۴۹۱
محمد واسوا کزیٹو ۳۵۴
محمد ہاشم بخاری، سید ۴۴۲، ۴۹۰
محمد یار عارف، مولوی ۴۵۴
محمد یار، مستری ۴۷۹
محمد یاسین ۴۱۴
محمد یامین ۴۹۲
محمد یامین (تاجر کتب)
۴۰۵، ۴۱۴، ۴۲۰
محمد یامین ندیم ۴۷۷
محمد یحییٰ ابن شیخ مبارک اسماعیل
۶۴۹
محمد یحییٰ میاں ۶۷۳
محمد یٰسین، قاری ۴۷۶
محمد یعقوب ۴۷۶
محمد یعقوب احمد ۴۹۱
محمد یعقوب امجد ۴۸۴
محمد یمین خان (پیام شاہجہانپوری)
۳۹۱
محمد یوسف بانی، میاں ۶
محمد یوسف، ڈاکٹر ۴۱
محمد یوسف، سید ۴۰۷
محمد یوسف، قاضی ۱۱۳، ۱۱۵، ۴۱۸
محمد یوسف علی ۴۹۰
محمد یوسف، مولوی ۵۱۵
محمد یوسف خان، میاں ۶۷۲
محمد یوسف، میاں۔مردان
۳۷۱، ۳۷۶
محمد یونس خاں ۴۹۳
محمد یونس میاں ۶۷۳
محمود احمد ابن عبدالجلیل عشرت ۱۹۹
محمود احمد ایڈووکیٹ، قریشی
۵۵۲، ۶۲۱
محمود احمد، بابو ۴۹۰
محمود احمد باجوہ، چوہدری ۶۵۲
محمود احمد۔بدوملہی ۴۹۰
محمود احمد، بھائی ۹۵، ۵۹۵، ۷۱۴
محمود احمد، چوہدری ۶۱۰
محمود احمد چیمہ، مولوی
۲۲۶، ۴۳۳، ۴۳۴، ۷۶۲
محمود احمد خاں ۴۹۲

محموداحمد،سیدابن سیدداؤدمظفرشاہ
۷۰۷
محموداحمدعرفانی،شیخ ۲۴۰، ۵۶۸
محموداحمدناصر،سیدمیر
۴۵۳، ۴۶۷، ۴۹۴، ۴۹۸، ۶۴۷
محموداحمد،مرزاابن مرزانسیم احمد
۴۲۱
محموداحمدمختار،مولوی
۴۷، ۴۸، ۳۲۷
محموداحمد،میاں ۴۰۲
محموداحمد،میجرڈاکٹر ۲۵۷
محموداسمٰعیل،مسٹر ۴۳۴
محمودالحسن،جنرل ۱۱۶
محمودالرحمٰن،ڈاکٹر ۳۶۳
محموداللہ شاہ،سید ۷۰۱
محمودخاں ۴۹۱
محمودشلتوت،علامہ ۲۵۳
محمودمجیب اصغر ۴۸۶
محمودنعیم الاسلام(سونیازمرمان)
۴۴۰
محمودہ بیگم بنت شیخ یعقوب علی
عرفانی ۶۴۹
محمودہ بنت مرزامحمداسماعیل ۳۷۰

محمودہ بیگم بنت میاں محمدیوسف
۶۷۳
محمودہ بیگم،سیدہ(امّ ناصر)
۲۳۴، ۲۶۴، ۲۶۹، ۲۷۱، ۶۹۹
مختاراحمدایاز،چوہدری
۳۵۴، ۶۰۵، ۶۰۷
مختاراحمدشاہجہانپوری،حافظ سید
۱۱۱، ۳۵۸، ۴۷۳
مختاراحمدہاشمی،قریشی ۵۵۳
مرتونو،ڈاکٹر ۵۵۹
مردانہ ۷۱۵
مریم بیگم اہلیہ ڈاکٹرمیجرمحمدشاہ نواز
خان ۶۳۸
مریم بیگم اہلیہ حافظ روشن علی ۱۱۲
مریم بیگم بنت میاں محمدیوسف
۳۷۱
مریم صدیقہؓ ۳۷، ۴۸۱
مریم صدیقہ،سیدہ(امّ متین)
۱۲۱، ۲۴۹، ۲۶۳، ۵۳۴، ۶۳۱، ۷۱۲
مسعوداحمدباجوہ ۶۵۲
مسعوداحمدجہلمی،مولوی
۴۸۱، ۶۳۱، ۷۱۳، ۷۶۶
مسعوداحمدخالد،ملک ۴۹۲

مسعوداحمدخان دہلوی
۶۲، ۱۳۱، ۵۹۷، ۷۱۰
مسعوداحمدخورشید،الحاج ۴۹۰
مسعوداحمد،ڈاکٹر ۱۳۶، ۱۳۷
مسعوداحمد،ڈاکٹرحافظ ۷۱۴
مسعوداحمد،ڈاکٹرقاضی
۱۳۶، ۵۴۶
مسعوداحمد،سید
۳۹، ۴۲، ۴۳، ۳۵۶، ۴۴۲، ۷۰۷
مسعودالرحمٰن،شیخ ۵۹۶
مسعود(فلائنگ آفیسر) ۱۰۱
مسعودہ بیگم بنت میاں محمدیوسف
۶۷۳
مسعودہ بیگم اہلیہ چوہدری شریف
احمدباجوہ ۶۵۲
مسولینی،وزیراعظم ۲۴۲
مشتاق احمدباجوہ،چوہدری
۲۲، ۴۰، ۶۷، ۲۲۶، ۴۵۴، ۷۴۳
مشتاق احمد،چوہدری ۳۷۲
مشتاق احمدخاں،رانا ۳۷۵
مشتاق احمدقریشی ۲۱۸، ۲۱۹
مشتاق احمد،میر ۱۲۶، ۱۲۷
مشہوداحمد،سید ۷۰۷
مصطفیٰ احمدخان ۷۰۷

مصطفٰی زیدی، ڈپٹی کمشنر ۴۵۵
مصلح الدین سعدی ۴۰۸
مطیع اللہ درد ۴۷۶
مظفر احمد ۴۹۲
مظفر احمد باجوہ ایڈووکیٹ ۶۵۱
مظفر احمد، حافظ ۴۸۳، ۴۸۴
مظفر احمد، خواجہ ۶۵۹
مظفر احمد، صاحبزادہ مرزا (ایم ایم احمد) ۱۰۴
مظفر احمد، ملک ۴۹۰
مظفر علی قریشی ۲۱۷
مظہر احمد بانی ۱۲۶
مظہر الحق، پیر ۵۹۴
مظہر علی اظہر ۳۶۶
مظہر، میجر ۱۱۹
معراج الدین پہلوان، میاں ۳۷۲
مقبول احمد ذبیح، مولوی ۷۶۰، ۷۶۱
مقبول احمد، قریشی ۳۵۶، ۴۲۳
مقبول الٰہی ۳۶۱
مقصود احمد پوتا عبدالحق نور ۶۱۸
مقصود احمد۔ جاکے ۴۹۱
مقصود احمد، مرزا ۵۸۸
مکھن سنگھ، سردار ۶۸۵
مکھن، چوہدری ۶۵۲
ملا علی قاری، امام ۹
ملٹن ابوٹے، ڈاکٹر (Obote) ۷۶۱
ملک محمد پٹیالوی، حافظ ۵۹۶
منصور احمد بشیر ۴۹۲
منصور احمد چوہدری ۶۰۹
منصور احمد، چوہدری۔ بریڈفورڈ ۴۷
منصور احمد، چوہدری۔ چک ۹۹ ۴۹۱
منصور احمد، صاحبزادہ مرزا ۱۲۲، ۳۵۵، ۴۹۷، ۵۵۲، ۵۸۸، ۵۹۴، ۷۰۷
منصور احمد عمر ۴۸۰
منصورہ بیگم بنت مرزا عبدالحق ۷۱۶
منصورہ بیگم، سیدہ ۲۷۱
منظور احمد ۶۴۳
منظور احمد چنیوٹی، مولوی ۷۲۰
منظور احمد، ڈاکٹر ۷۲۱
منظور احمد، رانا ۲۵
منظور احمد، شیخ ۴۷۶
منظور حسین بسراء ۶۵۲
منوچہر آرین ۲۵۱
منور احمد خالد ۴۹۰، ۶۳۲
منور احمد، رانا ۴۹۱
منور احمد، صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا ۲۱، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۲۲۰، ۳۵۶، ۳۹۱، ۴۷۱، ۵۱۱، ۵۸۸، ۵۹۴
منور سلطانہ ۶۴۲
منور شمیم خالد، پروفیسر ۱۰۳
منیر احمد بانی ۱۲۶
منیر احمد، راجہ۔ گھوٹکی ۴۹۱
منیر احمد شہید، میجر ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۶۳۸
منیر احمد عارف، مولوی ۷۵۰
منیر احمد فرخ ۴۸۶
منیر احمد منیب ۶۷۹
منیر احمد ننگلی ۴۷۶
منیر احمد، صاحبزادہ مرزا ۴۲۱
منیر احمد، مرزا ۴۲۲
منیر الحصنی، السید ۲۲۶، ۲۴۵، ۵۶۶، ۵۶۸
منیر الحق ۶۴۲
منیر الدین احمد، مولوی ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۶۲
منیر الدین احمد شہید، خلیفہ ۹۷ تا ۱۰۶، ۷۰۷

منیرالدین شمس ۵۸۱
مودودی ۵۸۰،۵۵۴
موسیٰ علیہ السلام،حضرت ۲۸۴
مولابخش بھٹی،چوہدری ۶۵۰
مولابخش،چوہدری ۶۳۶
مولابخش،شیخ ۶۴۳،۶۴۵،۶۴۷
مولابخش،قریشی ۳۸۷
مولابخش،میاں ۳۷۳،۳۷۲
مہ رخ پروین ۴۲۱
مہتاب الدین ۴۹۳
مہتہ،مسزشری ۷۲۴
مہدی،ریٹائرڈ کرنل ۹۲،۹۱
مہراللہ ۵۹۶
مہردین ٹھیکیدار ۵۹۶
مہرمحمد،ڈاکٹر ۴۳۶
میلارام،رائے ۳۹۶

ن

نادرشاہ ۲۴۸
ناصراحمد ۵۴۶
ناصراحمد باجوہ ۳۶۳،۹۴
ناصراحمد پروازی،پروفیسر ۷۱۷
ناصراحمد،چوہدری ۴۴۲
ناصراحمد سکرونز،مسٹر ۵۷۶
ناصراحمد شمس ۴۶۱
ناصرمحمد سیال،چوہدری ۴۲۱
ناصرنواب،میر
۲۴۲،۳۷۷،۳۸۴،۴۱۳،۶۷۲
ناصرہ بیگم اہلیہ شیخ حمیداحمد رشید
۶۴۹
ناصرہ بیگم بنت چوہدری محمد شفیع
۶۴۲
ناصرہ بیگم بنت مریم بیگم ۳۷۱
ناصرہ بیگم،سیدہ ۲۳۶
نانک،گورو ۶۲۱،۷۱۵
ناہید سلطانہ ۵۴۶
نبی احمد،چوہدری ۶۱۳
نبی محمد،ملک ۵۹۶
نتھانیئل کوارملے(Nathaniel
Quarmiley) ۵۲
نتھوخاں،چوہدری ۹۴
نتھورام،منشی ۴۰۰
نثاراحمد،مرزا ۴۱۹
نجم الدین ۴۰۳
ندیم احمد ایڈووکیٹ،چوہدری
۴۰۷
نذرحسین ۱۸۷
نذرمحمد خان ایڈووکیٹ،خان ۲۱۷
نذیراحمد ۵۸۳
نذیراحمد(انجینئر)،چوہدری
۵۹۲،۵۹۴،۵۹۸
نذیراحمد باجوہ ۶۰۹،۶۵۲
نذیراحمد بٹ ۴۹۱
نذیراحمد بشیر،شیخ
۷۳۲،۷۶۲،۷۶۷
نذیراحمد بلال،ڈاکٹر
۲۴۹،۴۴۲،۷۴۵
نذیراحمد،چوہدری۔چک ۵۷ جنوبی
۴۹۲
نذیراحمد،چوہدری۔ملتان
۴۴۸،۴۹۳
نذیراحمد،خواجہ ۱۷۵
نذیراحمد ڈار ۴۷۷
نذیراحمد شہید،کیپٹن ۹۴،۹۵،۹۶
نذیراحمد،کرنل ۵۴۶
نذیراحمد،ماسٹر ۴۹۳
نذیراحمد مبشر۔ربوہ ۴۹۳
نذیراحمد مبشر،مولوی
۴۵۳،۴۹۷،۵۹۵
نذیرالحق،میاں ۶۴۹
نذیراں بیگم اہلیہ چوہدری نذیراحمد
باجوہ ۶۵۲
نذیرعلی،مرزا ۵۹۵

نرائن داس باسو، پروفیسر ۷۲۴
نزہت نسیم ۶۴۳
نسیم احمد سیفی ۴۲۲
نسیم احمد شاہ، سید ۴۲۱
نسیم احمد، مرزا ۴۲۱
نسیم سعید، سیدہ ۴۸۲
نسیم سیفی (نور محمد)، مولوی
۶۲، ۶۴، ۶۶، ۱۳۱، ۴۲۷، ۴۹۸
نسیم ظفر اہلیہ چوہدری ظفر الحسن
۴۰۷
نسیم کاشمیری ۷۴، ۸۶
نصر اللہ خان ناصر ۶۵۴
نصر اللہ خاں ملہی ۴۸۴
نصرت احمد ناصر ۴۹۱
نصرت جہاں بیگم، حضرت سیدہ
۱۳۴، ۲۵۹، ۲۶۹
نصرت جہاں سلیم، بریگیڈیئر ۱۱۶
نصرت، مس ۶۷
نصیر احمد ابن ڈاکٹر محمد اسماعیل
۶۷۳
نصیر احمد اعوان ۴۹۲
نصیر احمد چوہدری ۴۸۴
نصیر احمد خان، پروفیسر خان
۱۹۵، ۳۵۶، ۶۱۸، ۶۱۹، ۷۲۱
نصیر احمد خاں، مولوی ۴۳۸
نصیر احمد شاد ۱۱۳
نصیر احمد، صاحبزادہ مرزا ابن
حضرت مصلح موعود ۲۳۵
نصیر احمد، مرزا۔ پشاور ۴۲۲
نصیر الحق، حاجی شیخ ۶۴۲
نصیر الدین احمد، شیخ
۲۲۵، ۷۵۰، ۷۵۹
نصیرہ بیگم بنت حاجی محمد اسماعیل
۳۷۱
نصیرہ بیگم، سیدہ ۳۴۶، ۷۱۳
نعمت اللہ خان، مولانا ۲۴۲
نعمت اللہ شمس ۶۴۰
نعمت اللہ گوہر، چوہدری ۶۸۳
نعمت اللہ، چوہدری ۶۰۹
نعمت اللہ، لیفٹیننٹ ۳۸۶
نعمت خاں، خان بہادر چوہدری
۶۸۰
نعیم احمد شاہ، سید ۴۷
نعیم احمد، مرزا ۷۰۷
نعیم احمد وسیم ۳۸۲
نعیم الدین، قاضی ۴۴۲
نکرومہ، وزیر اعظم (نکروما)
۴۱، ۶۶، ۲۶۱، ۴۳۸
نکسن، صدر ۲۲۰
نگہت ریحانہ ۵۴۶
نگہت نسیم ۶۴۳
نواب الدین، چوہدری ۴۹۲
نواس بن سمعان ۸
نوحاٹورے ۷۵۵
نور احمد، مولوی ۴۰۲
نور الحق انور، الحاج مولوی ۲۲۶
نور الحق خان ۷۳۴
نور الدین ابن مولوی الف دین
۳۷۰
نور الدین، حکیم مولوی (خلیفۃ المسیح
الاول)
۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۳۴، ۳۷۰،
۳۸۳، ۴۱۲، ۶۳۴، ۶۶۳، ۶۸۴
نور الدین، کرنل ۶۶۵، ۶۶۶
نور الدین منیر، مولوی ۴۹۹
نور النساء بنت ماسٹر فقیر اللہ ۳۸۶
نور الہدیٰ جامی ۶۴۹
نور حسین، قریشی ۵۹۵
نور حسین، مولوی ابو الاسد ۵۳۱
نور محمد ۵۳۲
نور محمد، بابا ۳۷۲

نورمحمد،چوہدری ۴۹۰
نورمحمد،حکیم ۶۴۱
نورمحمد۔ربوہ ۵۹۵
نورمحمدگنج،میاں ۵۹۵
نورمحمدمانگٹ،مولوی ۳۷۷
نورمحمد،مستری ۴۹۲
نورمحمدمنٹگمری،چوہدری ۴۱۴
نورمحمد،میاں ۳۸۲
نویدالحق ۴۸۱
نویدنذیر ۹۶،۹۵
نہرو،پنڈت ۱۲۷
نیازفتحپوری(نیازمحمدخان)
۶۳۰،۵۴۰،۵۳۹،۵۳۸،۵۳۷
نیرالاسلام ۶۴۰
نیک محمدخان غزنوی
۶۹۹،۶۹۸،۶۹۷،۶۹۶،۶۹۵

و

واحدحسین،گیانی ۴۷۹،۴۲۲
والٹر،مسٹر ۲۳۷
وانتارا،حاجی ۶۷۴
وحیداحمد ۵۹۵
وحیدہ لطیف بنت مولوی محمدحسن
۳۷۷
ودوداحمد ۷۱۴
وراثت علی،منشی سید ۴۰۷
وسیم احمدابن حاجی محمدالدین تہالوی
۳۸۲
وسیم احمد،صاحبزادہ مرزا
۳۱۸،۱۸۶،۱۶۰،۵،
۵۹۴،۵۵۵،۵۴۱،۵۴۰،۳۸۰،
۷۲۶،۷۲۵،۷۲۳،۶۲۲،۶۲۰
وسیم احمدظفر ۶۴۰
وقارانبالوی ۲۱۶
وقارمنظوربسراء ۶۵۲
ولایت خان،ملک ۴۵۴،۲۱۷
ولایت شاہ،ڈاکٹرسید ۳۹۳
ولنگٹن،لارڈ ۵۷۳
ولی اللہ ابن ماسٹرفقیراللہ ۳۸۶
ولی اللہ شاہ،سید(زین العابدین)
۶۴۶،۵۶۸،۲۴۴،۲۴۳
ولی داد،چوہدری ۶۴۲
ولی کریم ۵۰،۴۹،۴۸
ولیم میلکم ہیلی،مسٹر ۶۸۳
ولیم وی ایس ٹب مین ۱۶۳
ونسنٹ مونٹیل،مسٹر(Vincent
Monteil) ۷۴۵
ویرازاڈاریسکی ۳۸
ویریندرجی،شری ۴۲۴

ہ

ہاٹ موٹ ہنزے،مسٹر(حفیظ احمد)
۴۳۳
ہاجرہؑ،حضرت ۳۸،۳۷،۳۶
ہادی علی،چوہدری ۴۸۳
ہارڈل ایف آرایس،ڈاکٹر ۲۵۶
ہاورڈفلورے،سر ۲
ہدایت اللہ ابن ماسٹرفقیراللہ ۳۸۶
ہدایت اللہ،میاں ۶۷۲
ہدایت حسین،خان بہادرحافظ
۱۸۳
ہمایوں فیض رسول ۷۱۱
ہمایوں نذیر ۹۶،۹۵
ہمرشولڈ ۲۶۵
ہنڈرسن،سر ۷۵۸
ہورد،سری جی ۲۵۳
ہیرالڈوالٹر،مسٹر ۷۵۶
ہیکٹرہیوز،مسٹر ۷۳۲

ی

یاسمین اہلیہ ڈاکٹرقاضی مسعوداحمد
۵۴۶
یحیٰی خان،جنرل
۹۲،۸۴،۸۲،۸۰،۷۸،۷۵

یعقوب ابن مولوی عبدالحق نور ۶۱۸
یعقوب بیگ، ڈاکٹر مرزا ۳۹۶،۶۳۶
یعقوب حسین، شیخ ۷۲۶
یعقوب علی عرفانی، شیخ ۱۰،۲۶۳،۳۶۱،۵۶۵، ۶۴۳، ۶۴۹، ۶۶۲، ۶۹۱، ۷۰۲
ینگسن، پادری ۲۳۶
یو۔اے مخدوم ۴۹۲
یوسف علیہ السلام، حضرت ۲۷۳
یوسف حسن، حکیم ۱۹۷،۱۹۸،۱۹۹
یوسف سہیل شوق، سید ۱۱۷
یوسف صراف، جسٹس ۷۸، ۳۶۲
یوسف عثمان ۵۹۵
یوسف یاسن ۳۵۸

English

Alfred Guillaume ۲۹
Beatrix شہزادی ۲۶۴
D. Antonio Oliviera Salazar ۷۴۰
D. Carlos ۷۳۹
D. Pedro Cuall Villabe ۷۳۹
D.Guan De Bostion ۷۳۹
Dr. Antonio larcon ۴۴
Dr. Benneth برطانوی سائنسدان ۲۶۴
Dr. Leonid Sedov روسی سائنسدان ۲۶۴
Houben پروفیسر ڈاکٹر ۵۰۰،۵۰۱،۵۰۲
Herder ۲۵
Jesperson ۲۵
Kofi Baako ۴۳۸
Kurt Frischler جرمن مستشرق ۲۶۶
Maxmuller ۲۵،۲۶،۲۹
Prof. Dr. Camps ۵۰۱
R.Z.Malik ۴۸۳
SR. Julis alacios ۷۴۰
SR. Reneshick ۷۳۹
Sir D.Rafael Castejon ۴۳۴
Sir Fernando Frade ۴۴

مقامات

آ۔الف

آیجان ۴۱، ۴۲
آرلنگٹن ۷۲۸
آرنیم ۴۴۰
آزاد کشمیر
۷۳، ۷۶، ۷۷، ۸۲، ۱۲۸، ۲۱۸،
۲۵۶، ۴۷۰، ۵۰۵، ۵۲۵، ۷۱۹
آسٹریلیا
۲۳۸، ۲۴۶، ۴۳۵، ۴۳۶، ۷۴۱
آکسفورڈ ۴۸، ۲۷۳، ۴۷۶
آگرہ ۳۸۷، ۴۱۶
آلرڈ نک ۷۶۰
آنبہ شیخوپورہ ۲۲۵، ۴۹۳
آئیوری کوسٹ
۳۹، ۴۱، ۴۲، ۴۵، ۲۲۶، ۲۶۵،
۳۴۳، ۴۳۸، ۴۷۷، ۷۵۰، ۷۶۲
اپر باری دوآب ۳۹۹
اتھامی ۲۲۵
اٹک (کیمبل پور)
۸۷، ۲۲۵، ۳۸۲،
۳۸۶، ۴۰۹، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۸۳
اٹلی
۲۴۲، ۲۵۰، ۲۵۵، ۳۴۳، ۳۹۰
احمد آباد اسٹیٹ
۴۹۱، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۴۱
احمد نگر ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۵۷
ارجنٹائن ۲۵۰، ۳۴۳
اردن
۲۵۷، ۲۶۵، ۳۴۳، ۵۶۴، ۷۶۰
اڑیسہ ۱۸۴،
۲۵۲، ۵۵۵، ۶۷۴، ۷۲۵، ۷۲۶
اسلام آباد ۴، ۷۶،
۳۶۳، ۴۸۲، ۴۹۲، ۵۵۹، ۶۶۵
اشانٹی (ریجن) ۴۳۸، ۷۵۱
اعوان شریف ۷۳
افریقہ ۵۲، ۶۵، ۱۶۷،
۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۴، ۱۸۲،
۱۸۴، ۲۰۶، ۲۶۵، ۴۹۹، ۷۲۸،
۷۴۵، ۷۴۸، ۷۵۰، ۷۵۲
افریقہ (جنوبی) ۲۲۸، ۲۵۵
افریقہ (مشرقی) ۲۲۷،
۳۴۱، ۳۵۸، ۳۹۷، ۵۱۳، ۵۳۷،
۵۶۲، ۷۳۴، ۷۳۶، ۷۵۲، ۷۵۳
افریقہ (مغربی) ۳۹، ۴۱، ۴۲،
۴۴، ۴۵، ۶۴، ۱۶۳، ۲۵۸، ۳۴۱،
۳۴۶، ۳۵۸، ۴۹۹، ۷۲۸، ۷۴۷
افغانستان ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴،
۲۴۵، ۲۴۸، ۳۷۳، ۶۹۵، ۶۹۶
اکرا ۲۶۵
اکروپنگ ۴۳۹
اکو اپم سٹیٹ ۴۳۹
اکھنور
۷۳، ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۸۱، ۸۲، ۹۲
البانیہ ۲۵۰، ۲۵۴، ۴۳۱، ۵۶۶
الکمار ۷۶۰
الٰہ آباد ۲۳۹، ۶۴۴
امبالے ۷۶۱
امرتسر
۸۰، ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴،
۱۰۵، ۱۰۶، ۱۲۸، ۲۳۹، ۲۴۵،
۲۵۳، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۵، ۵۴۱
امریکہ ۴۲،
۵۱، ۵۲، ۵۷، ۷۶، ۱۶۷، ۱۶۸،
۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۴، ۲۱۰، ۲۲۷،

۲۳۳،۲۴۲، ۲۴۷، ۳۳۷، ۳۴۲،
۴۳۱،۴۳۲، ۴۵۹، ۴۷۷، ۵۱۷،
۵۵۰،۷۱۴، ۷۱۷، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۴۸
امریکہ(جنوبی) ۷۳۳
امریکہ(شمالی) ۳۴
انانم ۴۳۹
انبالہ
۱۸۳،۳۶۵،۵۴۱،۶۲۰،۶۵۳
انڈونیشیا ۵۲، ۵۷،۱۸۴،
۲۱۰،۲۲۶،۲۲۷، ۲۳۲، ۲۶۲،
۲۶۳،۳۴۲،۳۴۳،۴۵۹،۴۷۷،
۵۳۴، ۶۲۵، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۶۰
انڈیانا ۵۲
انگلستان(برطانیہ)
۳۴، ۳۵، ۳۹، ۴۴،
۴۶، ۵۷، ۶۷، ۷۱، ۲۱۰، ۲۲۰،
۲۲۵، ۲۲۷، ۲۳۸، ۲۵۲، ۳۴۲،
۴۳۲، ۴۶۳،۴۶۴، ۵۲۸، ۵۷۴،
۵۷۶، ۶۱۸، ۶۹۲،۷۲۹، ۷۶۲
اوبازی ۴۳۹
اوجلہ ۳۹۱
اوچ شریف ۴۹۰
اوکاڑہ ۶۰،
۲۲۵، ۴۵۷، ۶۴۷، ۶۵۲، ۶۷۰

اوہایو ۵۰
ایبٹ آباد ۴۹۰
ایپے سینیا ۲۳۲
ایڈنبرا ۲۶۷، ۴۷۵
ایرا پورم ۵۱۵
ایران
۲۴۲،۳۴۳،۵۳۴،۶۵۲،۷۶۰
ایراوتا ۵۱۵
ایشیا ۵۷، ۷۴۸
ایشیا(جنوب مشرقی)
۳۵۷،۴۷۷
ایلنگ ۴۷۶
ایمسٹرڈم ۷۶۰

ب

بارہ مولا ۸۲
باغسر ۳۷۴
بالا دیپ ۲۰۳
بالٹی مور ۴۲
بانڈونگ ۷۲۹
بٹالہ ۳۹۹،
۴۰۳، ۴۲۵، ۶۴۵، ۷۱۵، ۷۲۵
بجولہ ۶۹۹
بخارا ۲۴۲

بدین ۱۸۶،۶۴۱
بدّو ملہی ۲۲۵، ۴۹۰
برازیل ۲۴۰
برٹش گی آنا
۲۶۴،۳۴۳،۴۷۷،۷۳۳
برج ۱۰۶
برکی سیکٹر ۸۰
برلن ۲۴۱
برما ۶۲،
۲۲۷، ۲۴۹، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۲،
۳۴۲،۳۴۳، ۶۶۵، ۶۶۶، ۷۰۴
برمنگھم ۴۸، ۴۷۶، ۷۳۰
برن ۷۴۳
برونائی اسٹیٹ ۴۳۹، ۷۵۸
برہان پور ۴۱۲
بریڈفورڈ
۴۷، ۴۸، ۴۷۵، ۴۷۶، ۷۳۰
بشیرآباد
۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۲
بلوچستان ۲۲۵، ۳۹۵، ۴۷۱
بمبالی ۷۴۵
بمبئی
۷، ۱۰، ۲۲۲، ۴۲۵، ۴۷۹، ۷۲۳

بنارس ۷۱۸
بندرا بن ۳۸۹
بنگلہ دیش ۶۷۲
بنوں ۴۷۳
بواجیبو ۷۴۵
بوڈاپسٹ ۲۵۰
بورنیو ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۵۸، ۳۴۳
بورنیو (شمالی) ۲۶۷، ۳۴۳، ۴۳۹
بوریوالہ ۴۹۳
بون ۴۳۳، ۴۳۴
بہلول پور ۴۱۳
بہار ۲۴۸، ۷۲۶
بہاولپور
۲۲۵، ۴۷۱، ۴۹۲، ۵۶۶، ۶۹۰
بہاولنگر ۲۲۴، ۲۲۵، ۴۷۰
بیداد پور ۲۲۵، ۴۹۲
بیروت ۵۷، ۵۶۳، ۵۶۴، ۷۶۳
بیری ننگل ۴۰۰
بیگم پور ۶۸۰
بیلجیئم ۲۴۰
بھابڑہ ۴۹۲
بھارت (انڈیا) ۷،
۵۷، ۶۰، ۲۱۱، ۲۲۲، ۲۳۱، ۲۳۶،
۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۳، ۲۴۴،
۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۵، ۳۱۸، ۷۱۷
بھٹیاں گوت ۶۱۷
بھرت پور ۷۲۶
بھڑتانوالہ ۲۲۵
بھلوال ۶۸۱، ۶۹۰
بھمبر ۳، ۷۴، ۷۵، ۷۹، ۴۰۵
بھوپال ۲۳۷، ۵۳۸
بھوربن ۵۵۱
بھونگاؤں ۵۶۵
بھیرہ
۲۵۹، ۳۹۰، ۴۰۲، ۴۰۳، ۶۹۰
بھیں ۳۹۲

پ

پاکپتن ۶۰، ۴۱۴، ۶۷۰
پاکستان ۲، ۴، ۱۲، ۴۰، ۴۳، ۴۴،
۱۷۹، ۲۳۳، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷،
۵۱۶، ۵۳۴، ۶۲۱، ۷۴۳، ۷۴۷
پاکستان (مشرقی) ۹۳،
۲۲۵، ۲۶۶، ۴۵۸، ۴۸۷، ۵۹۹
پاکستان (مغربی) ۸۴،
۸۸، ۱۰۵، ۲۶۷، ۴۸۷، ۵۱۴
پالگھاٹ ۵۱۵
پتا پریم ۵۱۵
پٹسبرگ ۵۷، ۴۳۲، ۷۲۷
پٹنہ ۲۵۳، ۷۲۴
پٹھانکوٹ ۴۲۵
پٹیالہ ۲۵۳، ۶۵۹، ۶۶۱
پرتگال ۷۴۰
پریسٹن ۴۷۵، ۴۷۶
پریم کوٹ ۳۹۸
پسرور ۹۱
پشاور ۲۲۵، ۳۸۲، ۴۲۲،
۴۷۰، ۵۲۷، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۹۴
پکّا نسوانہ ۲۲۵
پنجاب ۳، ۲، ۷، ۱۲۶،
۱۲۷، ۱۸۶، ۲۲۴، ۲۳۸، ۲۴۱،
۲۵۴، ۲۶۱، ۳۹۴، ۵۱۴، ۵۸۰،
۶۶۰، ۶۷۲، ۶۸۱، ۶۸۳، ۶۹۰
پنجاب (مشرقی)
۱۷۳، ۲۵۶، ۴۲۴، ۴۲۵،
۴۲۶، ۶۴۷، ۶۸۶، ۷۱۵، ۷۱۶
پنڈ عزیز ضلع گجرات ۴۷۹
پنڈی بھٹیاں ۶۷۳، ۶۹۳
پنول ۵۱۵
پولینڈ ۲۵۰
پونا ۶۷۷

پونانی ۵۱۵
پونچھ ۲۵۰، ۴۰۵
پہیلاں ۴۰۷
پیرکوٹ (پیرکوٹ ثانی)
۶۳۹، ۶۴۰، ۷۰۲
پیرو چک ۴۹۰
پینگا ڈی ۵۱۵
پھالیہ ۴۰۷
پھاہے والی ۲۲۵

ت

تاشقند ۴۵۲، ۴۵۶
تبت ۲۶۴
تپاتن ۴۳۹
تتلے ۶۴۱
تخت ہزارہ
۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۳، ۵۳۴
تراڑکھل ۴۰۵
ترکی ۷۸،
۲۳۹، ۲۵۲، ۵۳۴، ۷۴۳، ۷۶۰
ترگڑی ۴۹۳
تمالانگ (تمانگ) ۴۳۹، ۵۸۷
تنزانیہ ۲۶۳، ۳۴۳، ۴۴۲،
۴۷۴، ۴۷۷، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۶۲
تہال ۳۷۹، ۳۸۰
تیجگاؤں ۱۷۱
تیونس ۲۵۹
تھائی لینڈ ۲۶۶
تھرپارکر ۲۲۴، ۲۲۵

ٹ

ٹاکھی ۶۱۰، ۶۱۱
ٹانڈہ ۷۲۳
ٹانگانیکا (ٹانگا)
۲۲۶، ۲۵۳، ۲۶۷، ۳۴۳، ۳۴۴،
۴۴۲، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۵۳
ٹبورا ۲۵۵
ٹرینیڈاڈ ۵۷، ۲۲۶، ۲۵۹
ٹمالے ۷۵۱
ٹمن ۶۶۵
ٹنڈوالہ یار ۶۰۷
ٹنڈوغلام علی ۶۰۸، ۶۴۱
ٹنڈومحمد خان ۶۰۷
ٹوبہ ٹیک سنگھ ۶۴۷، ۶۵۳
ٹورو ۷۶۰
ٹوکیو ۴۳۵
ٹوگولینڈ ۲۲۶، ۳۴۳
ٹیٹوال ۷۳
ٹیچمان ۷۵۱
ٹھٹھہ ۶۸، ۶۹، ۵۸۹

ج

جاپان ۲۴۹،
۲۵۵، ۲۶۱، ۳۴۳، ۴۳۸، ۴۷۸،
۴۹۷، ۶۱۸، ۶۵۶، ۶۵۷، ۷۴۱
جالندھر
۲۵۳، ۳۲۳، ۴۲۴، ۶۴۳، ۶۵۳
جاکے ۴۹۱، ۴۹۲
جاوا ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۹۱، ۵۵۹
جڈونگ ۲۶۱
جرمنی ۴۲، ۴۵، ۴۶، ۶۷، ۱۸۴،
۲۱۰، ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۴۱، ۲۶۲، ۲۶۳،
۳۴۳، ۴۳۳، ۴۷۵، ۴۷۷، ۶۲، ۷۶۲
جرمنی (مغربی) ۴۴، ۲۲۷،
۲۱۴، ۶۳۷، ۷۳۷، ۷۶۲، ۷۶۳
جڑانوالہ ۳۷۷، ۵۹۵
جزائرفجی
۲۶۷، ۳۵۷، ۴۵۹، ۵۴۱
جسٹر ۸۹، ۹۳
جلال پور ۵۳۲
جلنگھم ۴۸، ۴۷۶
جلوزئی ۵۴۴
جموں ۷۳، ۷۸،
۸۸، ۱۲۸، ۱۷۹، ۱۸۹، ۵۲۴

جمیس آباد ۶۱۱
جنجہ ۲۶۳، ۲۶۴، ۶۱۷
جنگل امام شاہ ۶۵۳
جوڑیاں ۷۱، ۷۳، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۸۰، ۸۲، ۸۴، ۱۰۶، ۱۳۱، ۱۳۲
جہانیاں ۳۷۲
جہلم ۳۷۸، ۴۰۲، ۴۰۳، ۵۶۵، ۵۸۰، ۶۳۷، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۷۲، ۶۸۳، ۷۱۹
جے پور ۶۸۰، ۷۲۳
جیکب آباد ۴۹۱
جھانسی ۸۷
جھنگ ۳
جھنگ سایل ۳۷۰
جھول ۴۹۰

چ

چارسدہ ۴۰۸
چارواہ ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۱
چاہ ڈوڈیاں والا ۵۳۱
چاہ مہر چندوالا ۵۳۱
چٹا گانگ ۴۹۰
چک پنیار نمبر۹ ۴۹۱
چک جھمرہ ۶۴۷
چک چھور ۱۱۷ مغلیاں ۳۷۲
چک چھور ۱۱۸ (سانگلہ ہل) ۶۵۰
چکلالہ ۴۹۰
چک منگلا ۲۲۵
چک نمبر ۱۹۶۔گ ب (فیصل آباد) ۴۹۱
چک نمبر ۴۰ جنوبی (سرگودھا) ۶۵۱
چک نمبر ۸۲ جنوبی (سرگودھا) ۹۴
چک نمبر ۲۶۵ (لائکپور) ۴۹۲
چک نمبر ۵۷ جنوبی (سرگودھا) ۴۹۲
چک نمبر ۱۶۶ مراد (بہاولنگر) ۴۹۱
چک نمبر ۱۶۸ مراد (بہاولنگر) ۴۹۱
چک نمبر ۹۹ شمالی (سرگودھا) ۴۹۱
چک نمبر L۔۱۱/۳۰ (ساہیوال) ۴۹۲
چک نمبر ج/۳۳ (سرگودھا) ۱۳۰
چک ۳۳ جنوبی (سرگودھا) ۱۳۰، ۲۲۵
چک ۱۲۷ ر۔ب (فیصل آباد) ۴۱۳
چک 66/GD (ساہیوال) ۶۷۰
چک 2-TDA (خوشاب) ۳۷
چک 543EB (ملتان) ۱۳۰
چکوال ۲۲۵، ۶۶۵، ۶۸۴، ۶۸۵
چگلی ۷۵۱
چنڈ ۲۲۵
چنیوٹ ۴۲۷، ۴۹۳، ۵۹۶، ۶۱۶، ۷۰۸، ۷۲۰
چورا شریف ۳۸۲
چوڑا سگھر ۴۹۲
چونڈہ ۷۱، ۷۲، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۳، ۱۰۲، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۳۱، ۱۳۲، ۲۲۵، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱
چوہڑکانہ منڈی ۴۹۲
چیلہ کرا ۵۱۵
چین ۳۵۸، ۵۵۶، ۵۸۰
چھمب ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۴، ۹۲، ۱۰۲، ۱۰۶، ۱۳۱، ۱۳۲
چھینہ ۴۰۰

ح

حاشنہ کلاں ۶۴۳
حافظ آباد ۳۷۴، ۴۴۸، ۴۹۲، ۷۲۱
حبشہ ۲۴۹، ۲۶۵

حجاز ۶، ۷، ۲۴۰
حسن ابدال ۵۴۵
حلال پور ۵۳۳
حلب ۲۵۹
حلقہ رام سوامی کراچی ۴۰۷
حمص ۵۶۴
حیدرآباد (پاکستان)
۶۸، ۱۸۶، ۲۲۴،
۲۲۵، ۲۸۵، ۴۱۱، ۴۹۰، ۴۹۱، ۶۴۱
حیدرآباد دکن (بھارت)
۲۲۲، ۲۵۱، ۳۷۱،
۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۲۰، ۴۲۳
حیفہ ۵۶۴

خ

خان پور ۲۲۵، ۴۷۸
خانقاہ ڈوگراں ۱۰۶
خوشاب ۳۷۵، ۶۸۸
خیر پور ۴۷۱، ۶۱۲، ۶۱۷

د

دارالسلام
۴۵، ۲۶۳، ۵۱۳، ۶۷۷
دمشق ۵۷،
۲۴۲، ۲۴۳، ۵۶۴، ۵۶۶، ۵۶۸
دنیا پور ۴۷۲، ۴۹۰
دوالمیال ۴۰۲، ۴۷۳، ۶۵۱
دوبئی ۳۴۳
دہلی ۸۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸،
۱۹۵، ۲۱۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۳۸۷
دیناج پور ۲۲۵
دیوا ۷۳
دیوانی وال ۴۰۳
دیوبند ۷، ۸
دیودرگ ۴۱۴
دیہہ صحابو ۶۱۰
دھاریوال ۴۰۰
دھرمکوٹ بگہ ۳۹۹
دھوریہ ۶۴۷

ڈ

ڈاور ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۴۵
ڈاہرانوالی ۲۲۵
ڈچ گی آنا ۵۷، ۳۴۳
ڈسکہ ۱۲۹، ۱۳۱، ۲۲۵، ۵۹۵
ڈسل ڈورف ۴۳۴
ڈکار ۷۵۴
ڈگری (سندھ) ۶۰۸، ۶۱۱
ڈنمارک ۳۹، ۶۷، ۳۱۹،
۳۲۰، ۵۲۷، ۵۳۴، ۷۱۳، ۷۳۹
ڈہری سیداں ۴۰۲
ڈیٹن ۴۸،
۵۱، ۵۲، ۵۳، ۲۴۷، ۴۳۲، ۷۲۷
ڈیرہ اسماعیل خان ۲۲۵
ڈیرہ بابا جیمل سنگھ ۷۲۵
ڈیرہ غازیخان ۲۲۴، ۴۰۱، ۶۷۴
ڈیری سیداں ۴۱۹
ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی ۵۹۸
ڈھاکہ ۱۷۱،
۲۲۵، ۴۱۰، ۴۵۸، ۴۶۰، ۴۶۱
ڈھڈیال ۱۱

ر

راجگڑھ ۶۷۹
رامایا ۴۳۹
راناؤ ۷۵۸
راولاکوٹ ۲۱۸، ۲۱۹
راولپنڈی ۸۳، ۵۲۴،
۵۵۱، ۵۵۸، ۵۶۰، ۷۱۳، ۷۱۴
ربوہ ۲، ۳۸، ۴۴، ۴۵،
۱۰۸، ۱۲۰، ۱۲۴، ۱۵۸، ۱۷۵، ۲۱۶،
۲۲۰، ۲۵۷، ۲۵۸، ۳۱۱، ۳۴۶،
۳۵۵، ۴۲۸، ۴۴۷، ۵۴۸، ۵۶۷،
۵۸۷، ۵۸۹، ۶۱۹، ۷۰۱، ۷۱۰
رجادہ ۲۴۸

رحمٰن آباد باندھی ۶۸، ۶۹، ۴۹۱
رحیم یار خان ۲۲۵، ۴۷۱
رسالپور ۹۷، ۶۹۰
رن کچھ
۷۲، ۸۱، ۸۲، ۹۲، ۹۶، ۱۰۷، ۱۱۱
رنگون ۵۷،
۲۶۵، ۳۲۳، ۳۲۴، ۴۷۴، ۴۷۷
روپڑ ۶۵۳
رودگروں ۳۸۷
روڈہ ۲۲۵
روس ۱۷۸، ۲۴۲
ریتی چھلہ ۴۰۱
ریزوم ۵۱۵

ز

زائن ۴۳۲
زتفن ۷۶۰
زنجبار ۲۵۲
زیورچ (زیورخ۔زیورک)
۴۲، ۵۶،
۵۷، ۶۷، ۲۶۶، ۷۴۲، ۷۴۳

س

ساساگاساپنگ اسٹیٹ
۴۳۹، ۷۵۸
سالٹ پانڈ (غانا) ۲۴۰، ۲۴۴،
۲۶۱، ۴۳۷، ۶۴۷، ۷۵۰، ۷۵۱
سالے کینیا ۷۵۵
سانگلہ ہل ۲۲۵، ۶۵۰
سانگھڑ ۶۹
ساؤتھ وڈ فورڈ ۴۷۶
ساؤتھ ہال (ساؤتھ آل)
۴۴، ۴۸
سائپرس ۴۷۷
ساہیوال (منٹگمری)
۳، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۱۳۱، ۲۲۴،
۴۱۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۷۰،
۴۹۰، ۴۹۲، ۶۱۵، ۶۶۶ تا ۶۷۱
سپین ۳۹، ۴۴، ۶۷، ۱۸۴، ۲۵۰،
۲۵۵، ۲۶۲، ۴۳۴، ۷۳۹، ۷۴۰
سٹاک ہالم ۵۷
سٹھیالی ۷۲۲
سجو وال ۶۵۲
سر شمیر روڈ ۴۹۰، ۴۹۱
سرحد ۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۲۲۵
سرگودھا ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۱۰،
۱۴۰، ۲۲۰، ۲۵۸، ۴۲۲، ۴۷۰،
۵۳۰، ۶۸۱ تا ۶۸۷، ۷۰۸، ۷۱۱
سرندیپ ۲۰۳
سری نگر ۳۵،
۸۲، ۲۲۲، ۲۴۸، ۲۵۲، ۶۳۹، ۶۹۹
سرینام ۷۵۹، ۷۶۰
سسلی ۲۵۵
سعودی عرب
۱۰، ۲۵۱، ۲۵۷، ۲۶۴، ۷۶۰
سکاٹ لینڈ ۴۸، ۷۱۵، ۷۳۰
سکاوی ۴۳۹
سکندر آباد ۲۳۷، ۷۲۶
سکھر ۲۲۵
سکھیکی ۹۴
سکینڈے نیویا ۳۹، ۲۲۶
سماٹرا
۲۴۳، ۲۴۶، ۲۹۱، ۴۲۷، ۵۹۵
سماعیلہ ۴۰۸
سمبڑیال ۳۹۳
سمندری ۲۲۵، ۲۵۹، ۶۴۷
سمیورنا ۷۵۸
سنتوکھ داس ۳
سندھ
۱۸، ۶۱، ۶۷، ۶۹، ۷۲، ۲۲۴، ۲۴۹،
۴۵۵، ۶۰۶، ۶۲۱، ۶۴۴، ۶۷۹
سنڈاکن ۷۵۸
سنگاپور ۵۷، ۱۸۶، ۲۴۹، ۲۵۰،

۴۳۵، ۴۷۷، ۶۷۴، ۷۴۰ تا ۷۴۲
سوات ۸۱
سوڈان ۴۴۷
سورابایاچری بون ۲۶۴
سونگڑہ ۲۲۲
سوئٹزر لینڈ ۲۲،
۳۹، ۴۰، ۴۶، ۵۶، ۶۷، ۱۸۴،
۲۵۶، ۲۶۲، ۳۴۲، ۴۲۷، ۷۴۳
سوہاوہ ڈھلواں ۴۹۳
سویڈن ۶۷، ۳۴۳
سہارنپور ۵۴۱
سہگل آباد ۶۴۷
سی پی ۲۵۲
سیالکوٹ
۷۶، ۸۴ تا ۹۲، ۱۰۲، ۱۰۷،
۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۷، ۱۲۸، ۲۴۱، ۴۲۷،
۵۳۵، ۶۳۷، ۶۵۳، ۶۶۱، ۷۱۱
سیبا تک آئی لینڈ ۷۵۸
سید والا ۴۹۲
سیرا لیون ۳۹،
۴۳ تا ۴۵، ۲۲۸، ۲۴۰، ۲۴۴، ۲۵۰،
۲۵۵، ۲۵۹، ۲۶۱، ۲۶۳ تا ۲۶۸،
۳۴۲، ۴۲۳، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۷،
۷۴۳ تا ۷۴۶، ۷۵۱، ۷۵۵

سیکھواں ۴۰۰، ۵۶۵
سیلم ۷۵۸
سیلون ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۷،
۲۳۸، ۲۵۹، ۲۶۲، ۳۴۳، ۴۷۷
سینیگال ۴۲، ۷۵۴
سیوکلی ۷۲۷

ش

شالامار ۶۴۶
شام ۲۲۶، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۵،
۲۶۳، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۶، ۵۶۸
شاہ پور صدر ۴۹۰، ۶۸۳
شاہ کوٹ ۴۹۲
شاہدرہ ۹۲، ۶۹۰
شجاع آباد ۲۱۷، ۳۹۹
شرق الاوسط ۵۶۶
شکار پور ۲۲۵، ۶۴۴
شکاگو ۴۲،
۵۷، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۸، ۷۲۷
شکر گڑھ ۳۹۸
شملہ ۱۹۵،
۲۱۱، ۴۰۵، ۴۲۵، ۶۴۲، ۶۶۹، ۶۷۲
شیخوپورہ ۲۲۴، ۲۲۵،
۳۷۲، ۴۴۸، ۴۷۱، ۵۵۲، ۶۹۴
شیرپور ۴۰۰

شیموگہ ۲۲۲

ص

صابو والی ۶۸۳
صالح نگر ۴۱۶
صومالیہ ۲۶۵، ۷۱۴

ظ

ظفرآباد لابینی ۶۰۷
ظفروال ۳۷۵، ۶۵۲

ع۔غ

عارف والا ۷۰۱
عدن ۲۲۶، ۳۴۳، ۳۷۹، ۴۷۷
عراق
۲۴۴، ۲۵۳، ۲۵۹، ۶۳۹، ۶۵۲
عکا ۵۶۸
غانا (گھانا) ۳۹،
۴۱، ۴۴، ۵۷، ۶۶، ۲۲۶ تا ۲۲۸،
۲۴۰، ۲۵۸، ۲۶۵، ۳۴۲، ۳۴۳،
۳۵۸، ۴۳۷ تا ۴۳۹، ۴۴۲،
۴۷۷، ۵۹۵، ۶۲۵، ۷۴۶، ۷۶۲
غزنی ۶۹۵

ف

فارموسا ۷۴۱
فتح آباد نون ۶۸۱، ۶۹۰

فتح جنگ ۶۶۴
فتح پور ۵۳۸
فجی
۲۶۷، ۳۴۳، ۳۵۷، ۳۵۸، ۴۵۹،
۴۷۴، ۴۷۷، ۴۷۸، ۵۴۱، ۵۴۴
فرانس ۶۷، ۲۲۰،
۲۵۵، ۲۵۷، ۳۴۳، ۳۷۲، ۶۷۷
فرانکفرٹ (فرانکفورٹ،
فرنکفورٹ، فرینکفورٹ)
۴۲، ۴۵، ۴۶، ۵۷، ۲۲۶،
۲۶۳، ۲۶۴، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۵۳،
۴۸۱، ۷۱۴، ۷۳۲، ۷۳۶، ۷۳۸
فری ٹاؤن ۲۵۸، ۳۴۳، ۷۴۵
فرید ٹاؤن ساہیوال ۴۵۶
فلاڈلفیا ۶۷۹، ۷۲۸
فلپائن ۲۶۲، ۲۶۳، ۳۴۳
فلسطین
۲۲۶، ۲۴۵، ۲۴۷تا۲۴۹، ۲۵۱،
۳۴۲، ۳۴۳، ۴۰۹، ۴۷۷، ۵۶۷،
۵۷۱تا۵۷۶، ۶۲۵، ۷۴۳، ۷۶۲
فلوریڈا ۴۳۱
فن لینڈ ۳۲۰
فورٹ پورٹل ۷۶۰
فورٹ سنڈیمن ۴۹۰
فیروز پور ۱۰۲، ۱۰۳، ۲۳۵
فیصل آباد (لائل پور) ۱۳، ۶۱، ۶۲،
۶۳، ۶۴، ۱۱۷، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۴۸،
۲۵۹، ۳۶۱، ۳۷۷، ۴۱۳، ۴۶۰،
۴۷۰، ۴۸۱، ۶۷۲، ۶۹۴، ۷۲۰
فیض اللہ چک ۶۴۲

ق

قادیان ۹۷، ۱۱۴،
۱۲۵، ۱۸۴، ۲۲۲، ۲۳۰، ۲۳۳،
۲۳۶تا۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۳، ۲۴۵،
۲۴۶، ۲۴۷، ۳۰۷، ۳۱۱، ۵۴۷
قاہرہ ۴۱۰
قبرص ۷۴۳
قبولہ ۴۱۴
قرطبہ ۴۳۴
قصور ۸۴، ۹۴، ۹۶، ۲۳۵
قلعہ لال سنگھ ۴۰۰
قلّات ۲۲۵، ۴۷۰
قمر آباد (نواب شاہ) ۴۹۳

ک

کابل ۲۴۲، ۶۳۸
کاٹھ گڑھ ۳۷۵
کاچیلو (کاچھیلو) ضلع تھرپارکر
۶۱۱
کالا پتھر ۷۲۵
کالی دھار ۷۵
کالی کٹ (کالیکٹ) ۲۲۲، ۵۱۵
کالی منتن ۲۶۲
کالیہ ۴۹۲، ۴۹۳
کانپور ۱۸۳، ۴۱۱
کانجر کوٹ ۷۲
کانو ۶۷۸
کبابیر
۲۴۷، ۴۰۹، ۵۶۶، ۵۶۹تا۵۷۱
کبیر والا ۳۹۸
کپورتھلہ ۲۳۵، ۶۹۹
کتھو والی ۲۲۵
کٹاس ۶۴۷
کٹک ۱۸۴، ۶۷۴
کٹی وٹم ۵۱۵
کراچی ۲۱، ۵۸،
۶۱، ۶۷تا۷۰، ۲۶۷، ۴۱۰، ۴۴۶،
۴۷۰، ۵۲۷، ۵۳۷، ۵۸۲، ۵۹۸،
۶۱۳تا۶۱۶، ۶۷۹، ۷۱۸، ۷۶۶
کرائیڈن ۴۷۶
کرشن آباد ۶۱۰

کرگل ۷۳
کرولائی ۵۱۵
کروناگاپلی ۵۱۵
کرونڈی ۶۱۷، ۶۱۸
کریام ۶۵۳
کریم نگر فارم ۶۱۰
کڑیانوالہ ۶۷۳
کسامبیرا ۷۶۱
کسموں (کسّموں) ۳۹۶،۷۵۴
کشتیا ۲۲۵
کشمیر ۳۵،۵۷، ۱۳۲، ۱۶۳، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۰۷، ۲۳۰، ۲۳۵، ۲۴۵، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۷۵، ۳۱۹، ۳۳۹، ۵۲۵، ۶۲۵، ۷۴۳
کلکتہ ۵،۶، ۷، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۲۲۲، ۲۴۳، ۲۶۶، ۴۸۳، ۶۲۴، ۷۲۴، ۷۲۶
کماسی ۴۳۷
کمبلہ ۵۱۵
کمپالا (کمپالہ) ۲۶۳،۵۱۳،۵۳۶،۶۷۹،۷۶۱
کنجر ۳۹۹
کنجیجی ۶۱۰
کنڈیارو ۶۳۹
کنری ۲۲۵،۴۹۱، ۶۰۷، ۶۰۹ تا ۶۱۱
کنگاؤ ۷۵۸
کوفوریڈوا ۴۳۸
کوالابلائیت (کوالا بلایت) ۴۳۹، ۷۵۸
کوالانلور ۵۱۵
کوپن ہیگن ۲۲۸، ۵۲۷،۵۳۴
کوٹ احمدیاں ۴۹۰، ۶۰۷، ۶۰۸
کوٹ رحمت خاں ۴۹۲
کوٹ سلطان ۲۲۵
کوٹ فتح خاں ۶۶۴،۶۶۵
کوٹار ۲۲۲
کوٹلہ افغاناں ۳۹۸
کوٹلی لوہاراں ۵۹۵
کوٹلی (آزاد کشمیر) ۲۲۵، ۴۰۵، ۷۱۹،۷۲۰
کوڈالی ۵۱۵
کوڈےتور ۵۱۵
کولمبو ۵۷، ۲۳۸
کولون ۴۳۴
کومیلہ ۲۲۵
کوئٹہ ۱۱۱، ۲۲۰، ۲۲۵، ۲۴۹، ۲۵۳، ۲۵۷، ۴۵۵، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۷۰، ۴۹۰، ۴۹۱، ۵۸۸، ۶۷۶، ۶۷۷، ۷۱۰
کوہاٹ ۱۱۴، ۱۳۱،۴۹۲
کویت ۴۷۴، ۴۷۷،۶۵۶،۷۶۰
کیپ ٹاؤن ۲۲۸
کیرالہ ۲۲۲، ۵۱۵
کیرنگ ۲۲۲،۲۵۲،۵۵۵،۵۵۶،۷۲۶
کیمبرج ۳،۴
کیمبل پور (اٹک) ۸۷، ۲۲۵،۳۸۲، ۳۸۶، ۴۰۹، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۸۳
کینانور ۵۱۵
کینٹکی ۵۲
کینیا ۳۹۳، ۳۹۶، ۴۷۴، ۴۸۷، ۵۵۸،۷۵۲،۷۵۳،۷۵۴
کینیڈا ۳۴،۳۶۲، ۴۷۷، ۵۴۶، ۶۷۸
کھاریاں ۳۷۹
کھارے ۶۴۸
کھوڑ ۳۸۶
کھیم کرن ۸۰،۹۴،۹۶،۱۰۲
کھیوا باجوہ ۶۵۱

گ

گاڑی کھاتہ ۶۱۲
گجرات ۷۳، ۶۴۷، ۶۶۰، ۶۷۲
گدروسیکٹر ۱۰۲
گرمولاورکاں ۴۹۰
گریناڈا ۵۷
گڑھی حبیب اللہ ۵۲۵
گلارچی ۱۸۶
گلاسٹر ۵۷۳، ۷۴۰
گلاسگو ۴۸، ۲۵۷، ۲۵۸، ۵۲۸، ۷۳۰، ۷۳۲
گلبرگ ۶۸۹، ۷۰۴
گنّوری (ضلع بدایوں یوپی) ۵۵۴
گنی ۷۴۴، ۷۴۵
گوجرانوالہ ۱۱۷، ۴۲۷، ۴۹۵، ۵۱۶، ۶۵۱، ۶۸۴
گوجرخان ۳۸۶
گوجرہ ۲۲۵، ۶۴۷، ۶۴۹
گورداسپور ۱۰۲، ۲۵۶، ۳۷۳، ۶۸۴، ۷۱۵، ۷۲۴
گوکھووال ۴۸۱
گولیکی ۶۶۰
گونڈہ ۴۷۸، ۴۸۰

گیمبیا ۳۹، ۴۵، ۲۲۶، ۳۴۳، ۳۴۶، ۴۷۷، ۷۵۴
گھانا (غانا۔گولڈکوسٹ)
۲۲۶تا۲۲۸، ۲۴۰، ۲۵۸، ۴۳۷تا ۴۳۹، ۶۲۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۵۱
گھٹیالیاں ۲۳۹، ۲۴۴، ۲۵۸، ۲۶۵، ۲۶۷، ۴۰۶، ۴۲۳، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۶۷۶
گھوٹکی ۴۹۱
گھوڑاگلی ۵۴۹
گھوگھیاٹ ۲۲۵، ۵۹۶
گھوئینگی ۴۹۱

ل

لابوان ۷۵۸
لاس اینجلس ۵۷
لالیاں ۱۸۷
لائبیریا ۲۳۸، ۷۵۵، ۷۵۶
لائٹن ۴۷۶
لائل پور (فیصل آباد) ۱۳، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۱۱۷، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۴۸، ۲۵۹، ۳۶۱، ۳۷۷، ۴۱۳، ۴۶۰، ۴۷۰، ۴۸۱، ۶۷۲، ۶۹۴، ۷۲۱
لاہور ۷۶، ۸۴، ۸۵، ۲۳۵، ۲۵۶، ۲۶۰، ۲۷۵

لبنان
۲۵۷، ۲۶۱، ۵۶۳، ۵۶۸، ۷۴۰
لدھیانہ
۲۵۱، ۲۵۴، ۴۲۵، ۶۴۳، ۶۵۳
لطیف آباد ۶۱۲
لکادیپ ۲۰۳
لکھنؤ ۲۵۳، ۵۳۸، ۵۴۰، ۷۲۵
لندن (لنڈن) ۴۶، ۲۰۴، ۲۲۱، ۲۳۶، ۲۴۲، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۷۳۳
لنکفن ۷۵۸
لورالائی ۴۹۰
لیڈرا ۵۱۳
لیڈز ۴۷۵
لیسٹر ۷۴۴
لیگوس ۴۰، ۴۱، ۲۴۰، ۲۴۸، ۲۵۳، ۷۵۰، ۷۵۹

م

مارٹن روڈ ۷۰، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰
ماریشس ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۷، ۲۶۶، ۷۴۰، ۷۵۶، ۷۵۷
ماڑی ۴۱۴
مالٹا ۲۶۲

مالوکے بھگت ۴۱۱
مالی ۷۵۴
مالیرکوٹلہ ۲۷۱،۲۷۲،۴۲۲،۶۵۸
مانچسٹر ۴۷،۴۷۵،۷۳۰
مانگٹ اونچا (مانگٹ اونچے)
۳۷۴،۶۴۰
ماہنی سیال ۶۵۳
متراں ۶۵۲
مچاکوس ۳۹۶
محمدآباد ۶۰۶،۶۱۰،۶۱۱
محمودآباد ۶۰۹،۶۱۷
مدراس ۳۶،۳۸،۱۲۶،۳۶۱
مدینہ
۶،۲۴۳،۳۷۹،۵۸۲،۷۳۸
مدینہ ثانیہ ۷۴۴
مراڑہ ۶۴۲
مراکش ۲۵۶،۲۵۹،۷۴۰
مردان
۱۱۳،۱۱۵،۲۲۵،۳۷۱،۵۴۴
مرشدآباد ۷۲۶
مرکرہ ۵۱۵
مری ۷۶،۸۲،۱۱۵،۲۲۰،۵۵۱
مڑھانوالی ۴۹۱
مزفینی ۷۵۴
مساکا ۳۴۳،۶۱۷
مسقط ۵۷،۲۵۷،۳۴۳،۴۲۲
مشرق وسطیٰ ۵۷، ۳۵۷
مصر ۲۴۰،۲۵۳،
۲۷۳، ۴۴۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۱
مظفرپور ۲۲۲
مظفرگڑھ
۱۸،۱۳۱،۲۲۴،۴۷۰،۴۹۳
معراجکے ۸۷
مقبوضہ کشمیر ۷۶،۷۸،۸۱،۸۲
مکہ ۶،۱۰،۱۱،
۶۴،۲۷۲،۵۷۲، ۷۳۸، ۷۵۸
ملائیشیا (ملیشیا)
۲۲۶، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷،
۴۳۹، ۴۷۵، ۴۷۷، ۷۵۸
ملایا ۲۲۶،۲۲۷،۵۹۵،۷۴۱
ملتان ۱۳۱،۲۳۵
ملکانہ ۲۰۶،۲۴۱،۴۱۶،۵۶۵
ملکوال ۴۰۳
ممباسہ ۳۹۶
منارگھاٹ ۵۱۵
منٹگمری (ساہیوال)
۳،۶۰،۶۱،۶۲،۱۳۱،۲۲۴،
۴۱۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۷۰، ۴۷۷،
۴۹۰، ۴۹۲، ۶۱۵، ۶۶۶ تا ۶۷۱
منڈی بہاؤالدین ۴۹۰،۴۹۲
منرویا ۷۵۵
منصوری ۶۷۷
منگلور ۵۱۵
موگراں ۵۱۵
موگہ ۴۲۵
میانوالی ۴۷۰،۴۷۹
میانہ ہزارہ ۵۳۱
میڈرڈ ۵۷، ۲۵۰، ۷۴۰
میرپور ۷۷،۲۱۸،۴۰۵،۴۹۲
میرپورخاص ۶۹،۴۹۱،۶۱۱
میسورسٹیٹ ۵۱۵،۶۱۸

ن

نارنگ منڈی ۵۹۶
نارووال ۸۹،۹۰،۶۵۲
ناڑ ۲۱۸
ناسنور ۶۹۸
ناصرآباد ۶۰۶، ۶۰۸، ۶۱۱
نائیجیریا ۴۰، ۴۵، ۲۴۰،
۲۶۶، ۳۴۲، ۴۳۹، ۵۸۲، ۷۵۹
نبی سرروڈ ۶۱۰

نخلہ ۵۲۹
نخنال ۸۷
نرائن گنج ۱۷۱
نصرت آباد ۶۱۰
نصیر پور ۵۳۱،۵۳۳
نکاراگوا ۷۳۹
نکودر تحصیل فتح جنگ ۶۶۴
نکورو ۳۹۶
نلامبور ۵۱۵
نمک میانی ۳۹۰،۵۶۵،۵۹۶
ننکانہ صاحب ۱۳۰،۴۹۱
نواب شاہ
۶۸،۶۹،۲۲۵،۴۹۳،۶۱۲
نواشہر ۶۴۳
نواں شہر ۶۵۴
نواں کوٹ ۴۹۲
نواں کوٹ احمدیاں ۶۰۷
نورائی شریف ۴۹۳
نورنگر ۶۱۱،۶۷۹
نوشہرہ ۷۵،۶۷۷
نوشہرہ ککے زئیاں ۵۶۰،۵۸۶
نوکوٹ ۶۱۰،۶۱۱
نیروبی ۴۵،۲۶۵،۳۵۴،
۳۹۳،۳۹۶،۳۹۷،۵۸۴،۷۵۳
نیری ۳۹۶، ۳۹۷
نیلہ گنبد ۳۹۱
نیمپنگ ۴۳۹
نین روڈ ۷۶۰
نیوایمسٹرڈم (برٹش گیانا) ۷۳۴
نیومنسٹر ۷۳۷
نیورمبرگ ۴۶
نیوزی لینڈ ۴۳۵،۴۷۱
نیویارک ۳۷،۴۲،۵۷،۲۳۹

و

واشنگٹن ۴۲،۵۱،۵۲،
۵۷، ۲۵۸، ۴۳۱، ۷۲۸، ۷۴۲
والٹوہا ۸۰
والسال ۴۸
وانڈزورتھ ۷۳۰
واہ فیکٹری ۳۷۷
واہ کینٹ ۴۸۳،۴۹۲
واہگہ ۷۴،۷۶،۸۰،۸۴،۵۴۱
وائینلم ۵۱۵
وڈالہ بانگر ۶۵۷
وزیرآباد ۸۴،۹۱،۹۲
وسن کے ۴۹۳

ہ

ہارون آباد ۳۸۶
ہالینڈ ۲۵۶،۲۶۱،
۴۴۰، ۴۴۱، ۵۰۰، ۶۲۴، ۷۵۹
ہانگ کانگ ۲۴۹،۳۴۳
ہائیڈ پارک ۵۶۶،۵۷۲،۵۷۴
ہائیوڈور ۷۳۹
ہبلی ۷
ہڈالی ۶۸۸
ہڈرزفیلڈ ۴۷
ہڈیارہ ۴۰۹
ہرسیاں ۴۰۰
ہرنوئی (ضلع میانوالی) ۴۷۹
ہریانہ ۴۲۵
ہردوار ۷۱۷
ہزارہ ۴۱۴
ہمبرگ (ہیمبرگ) ۴۴،
۴۵،۴۵۳، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹
ہنٹنگٹن ۴۳۲
ہندوستان (ہند) ۷،
۵۷،۶۰، ۲۱۱،۲۲۲، ۲۳۱، ۲۳۶،
۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۳، ۲۴۴،
۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۵، ۳۱۸، ۷۱۷

ہند(جنوبی)
۷۲۶،۷۲۲،۵۱۶،۵۱۵،۴۱۰،۷
ہنگری ۳۴۳،۲۵۰
ہوتی(دیوان) ۱۱۳
ہوشیارپور
۳۷۵،۲۹۶،۲۵۴،۲۵۳،
۷۲۳،۶۸۰،۶۵۴،۶۵۳،۶۵۲
ہیگ ۷۶۰،۲۶۲

ی

یادگیر ۷۲۵،۴۱۱،۴۱۰
یمپنگ ۴۳۹
یوپی(یو۔پی)
۲۴۱،۲۱۰،۱۸۳،۱۷۱،۱۶۹،۱۶۸
یورپ ۲۴۲،۲۰۶،۴۶،۳۹،
۲۶۱، ۳۳۷، ۳۴۵،۴۵۲، ۵۳۵
یوگنڈا ۷۶۱،۷۶۰،۶۰۵،۲۶۳
یوگوسلاویہ ۲۵۰

کتابیات

آ۔الف

آپریشن جبرالٹر۔حالات وواقعات کی روشنی میں ۸۱
آخری کمانڈر انچیف ۳۶۳
آزاد نوجوان، رسالہ ۳۶، ۳۶۱
آل مسلم پارٹیز کانفرنس پر ایک نظر ۲۴۳
آئینہ صداقت ۲۴۰
آئینہ کمالات اسلام ۳۸۷
آیت خاتم النبیین کی صحیح تفسیر ۵۸۰
احادیث الاخلاق ۷۶۴
احسن القصص (ترجمہ اردو سورۃ یوسف) ۶۶۳
احمدی بچہ ۴۱۸
احمدی جنتری ۴۱۵، ۴۲۰
احمدی طریقہ (پنجابی منظوم) ۶۶۳
احمدی، رسالہ (کلکتہ) ۲۴۳
احمدیت کا پیغام ۲۵۷
احمدیت یعنی حقیقی اسلام ۲۴۲، ۳۴۲، ۴۸۶
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی باونویں سالانہ رپورٹ ۷۶۶
احمدیہ جماعت آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتی ہے ۵۸۰
احمدیہ جنتری ۱۹۱۳ء ۶۶۳
احمدیہ گزٹ ۲۴۳، ۶۶۱
احوال الآخرت ۴۰۳
اخبار احمدیہ ۷۵۳
ادعیۃ الاحادیث ۶۶۳
ادعیۃ الرسل ۴۱۵
ادعیۃ الفرقان ۴۱۵
ادعیۃ القرآن ۶۶۰
ادعیۃ المسیح الموعود ۴۱۵
اردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۳۳
اردو خط وکتابت ۶۶۳
ازالہ اوہام ۳۸۳، ۷۰۴، ۷۶۸
اساطیر الاولین، رسالہ ۶۲۹
اسلام اور کمیونزم ۲۵۸
اسلام اور مذہبی آزادی ۵۸۰
اسلام اور ملکیت زمین ۲۵۸
اسلام کا اقتصادی نظام ۱۸۵، ۲۵۵، ۴۸۷
اسلام کا عالمگیر غلبہ ۵۸۰، ۷۶۴
اسلام کا عالمگیر مذہب ۵۸۰
اسلام کا نظام نو ۱۸۵
اسلام میں اختلافات کا آغاز ۲۱۴، ۲۳۹
اسلام میں پردہ کی اہمیت ۴۴۳
اسلام میں نبوت کا تصور ۴۴۳
اسلامی اصول کی فلاسفی ۳۴۲، ۴۳۴، ۵۵۹
اصحاب احمد ۴۱۸، ۴۴۳، ۴۴۴، ۷۰۲
اصلاح (سرینگر)، سہ روزہ ۲۴۸
اطلاعات، رسالہ ۲، ۳۶۱
اعجب الاعاجیب فی نفی الاناجیل لموت المسیح علی الصلیب ۵۸۱
افریقن کریسنٹ (سیرالیون)، اخبار ۲۶۱
اقبال اور احمدیت ۶۹۵
الازہار لذوات الخمار ۶۳۱
الاستخلاف ۶۶۲
الاسلام (انگلستان)، رسالہ ۲۷۳
الاسلام (ہالینڈ)، رسالہ ۲۶۱، ۴۴۱

البرھان الصریح فی ابطال
الوھیة المسیح ۵۸۱
البشارت ۵۸۰
البشریٰ (عربی جریدہ)
۲۵۲، ۲۶۴، ۵۶۹، ۵۷۱
البشریٰ (قادیان)، اخبار ۲۴۱
البھائیہ و الاسلام ۵۸۱
الحکم ۳۶۶،
۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۳، ۴۱۹، ۵۶۵،
۶۴۳، ۶۵۴، ۷۰۲، ۷۰۴
الرسالہ، جرمنی (ہفت روزہ) ۴۵۲
الساکت عن الحق شیطان
اخرس ۵۸۱
الفرقان (لکھنؤ) ۷، ۳۶۱
الفرقان، ماہنامہ
۱۳۱، ۲۲۴، ۲۵۴، ۲۹۷،
۳۶۴، ۳۶۷، ۴۱۹، ۴۲۰، ۵۱۷،
۵۲۷، ۵۳۱، ۵۵۴، ۶۲۹، ۶۳۰،
۶۳۱، ۶۹۴، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۶۶
الفضل، اخبار
۲۰، ۲۲۴، ۲۳۶، ۲۴۷، ۲۵۶،
۲۶۰، ۲۶۱، ۵۰۸، ۶۶۱، ۷۵۶
القول الفصل ۲۳۷
المبلغ، رسالہ ۵۵۷

المصلح (کراچی)، اخبار ۲۶۰
المنار، رسالہ ۶۲۸
المنبر (لائل پور) ۳۶۱، ۶۳۲
الموعود ۳۶۸، ۴۱۸
النجم الثاقب ۶۶۳، ۷۰۴
النور المبین ۵۸۱
الواح الھدیٰ
(ترجمہ ریاض الصالحین) ۶۶۳
الوصیت، رسالہ ۳۷۶
الھدیة السنیة لفئة المبشرة
المسیحیة ۵۸۱
امام الزماں اور خلفائے احمدیت
لاہور میں (مجلّہ) ۷۶۵
امروز (لاہور)، اخبار ۷۹، ۸۲،
۹۳، ۹۵، ۱۲۳، ۱۶۶، ۳۶۳، ۳۶۴
امیر منکرین خلافت کی مغالطہ
انگیزیوں کا جواب ۵۸۰
انجام آتھم، ضمیمہ ۳۷۷،
۳۸۷، ۴۱۷، ۶۴۳، ۶۵۵، ۷۲۰
انجام عیاشی (ناول) ۶۶۳
انجام (کراچی)، اخبار ۱۷۱، ۱۷۹
انجیل ۳۶، ۳۱۷،
۳۳۵، ۳۹۵، ۴۹۵، ۵۷۵، ۶۴۴
انڈین ایکسپریس (دہلی) ۶۲۰

انڈین نیشن ۷۲۴
انصاراللہ، ماہنامہ
۲۲۴، ۲۷۶، ۳۶۱، ۳۶۲،
۳۶۵، ۵۳۱، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۱۰
انصاف (راولپنڈی)، اخبار
۱۷۹، ۵۲۴، ۶۳۰
انقلاب (ناول) ۶۶۳
انقلابی خیالات ۶۲
انوار العلوم ۳۶۸، ۴۶۹، ۴۸۶
اہالیان چکوال سے خدا اور اس کے
رسول کے نام پر دردمندانہ اپیل
۵۸۰
اہل حق کا پیغام جہلم والوں کے نام
۵۸۰
ایام الصلح ۴۰۳
ایسٹ افریقن ٹائمز (مشرقی افریقہ)
۲۲۸، ۲۶۳، ۷۵۳
ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ ۷۵۲
ایشیا ۶۲۹
ایک خوفناک سازش ۳۶۶
ایک غلط بیانی کا ازالہ اور خدا ترس
مسلمانوں سے ایک دردمندانہ اپیل
۵۸۰
ایک غلطی کا ازالہ ۵۴۳
ایک مبارک نسل کی ماں
۴۴۵، ۷۶۵

ب

باجوہ خاندان ۷۰۴
بائبل ۴۹۵،
۵۱۸، ۵۱۹، ۷۲۷، ۷۴۴، ۷۵۷
بدر،اخبار
۳۶۱،۳۶۲،۳۶۵،۴۰۰،۶۶۱
براہین احمدیہ حصہ چہارم (روحانی خزائن جلد۱) ۶۳۰
برازا (BRAZA)، ہفت روزہ ۷۵۲
برکاتِ خلافت ۲۳۷
بشاراتِ ربانیہ ۴۴۳،۵۸۰
بشاراتِ رحمانیہ ۴۱۸، ۶۴،۷۰۵ ۷
بشارت احمد ۴۱۳
بوستان ۴۰۲
بہائی ازم کی تاریخ وعقائد ۲۴۲

پ

پارس، ہفتہ وار ۲۰۲
پاک فضائیہ تاریخ کے آئینہ میں
۱۰۵،۳۶۴
پاک محمد مصطفیٰ ﷺ ۵۸۰
پاکستان ٹائمز (اخبار)
۲۴،۲۵،۵۸،۱۶۸،
۳۱۹، ۳۶۱، ۳۶۲، ۶۶۴، ۷۱۴
پاکستان میدان جنگ میں
۷۵،۳۶۲،۳۶۳
پٹیالہ اخبار ۶۶۱
پربودھ جگت، ہفت روزہ ۷۲۴
پرتاپ، اخبار ۸۴، ۴۲۴
پنج گنج (منظوم پنجابی) ۶۶۳
پنجاب آرگن (اخبار) ۶۶۱
پنجاب سماچار (اخبار) ۶۶۱
پندا کمل ۶۶۳
پیٹریاٹ (دہلی) PATRIOT
۶۲۰
پیسہ (لاہور)، اخبار ۳۷۶
پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق
۵۸۰
پیشگوئیاں ۵۸۰
پیشوا، رسالہ ۶۸۴
پیغام صلح، اخبار ۳۸۴
پیغام عمل، رسالہ ۵۰۰،۶۲۹

ت

تابعین اصحاب احمد ۶۳۲،۷۰۵
تاثرات قادیان ۳۶۶
تاریخ احمدیت جموں وکشمیر
۴۸۰،۷۶۶
تاریخ احمدیہ سرحد ۴۱۸
تاریخ احمدیت ضلع راولپنڈی ۷۰۴
تاریخ احمدیت جلد۶
۲۰۰،۵۲۴،۵۲۵
تاریخ احمدیت جلد۱۱ ۳۷۱
تاریخ احمدیت جلد۱۸ ۷۶۷
تاریخ احمدیت جلد۲۱ ۲۶۵
تاریخ الخلفاء ۶۱۵
تاریخ پاک بھارت جنگ ۳۶۲
تاریخ لجنہ جلد۳ ۳۶۷
تالمود (طالمود)
۱۷۶،۱۷۷،۲۷۶،۳۶۶
تائید الاسلام، رسالہ ۳۷۳
تائید آسمانی ۵۸۰
تائید نشان آسمانی ۵۸۰
تبلیغی خط ۵۸۰
تتمہ حقیقۃ الوحی ۴۱۸
تحریک احمدیت اور اس کے نقاد
۴۴۳
تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین
۲۶۴،
۴۱۸، ۴۱۹، ۶۵۰، ۷۰۲، ۷۰۵
تحریک جدید، رسالہ ۶۴ تا ۶۶،
۲۲۴، ۲۶۸، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۷،
۴۴۶، ۶۳۳، ۷۶۷، ۷۶۸

تحفہ شہزادہ ویلز ۲۴۰
تحفہ لارڈارون ۲۴۷
تحفۃ الملوک ۲۳۷، ۲۳۹
تحقیق الادیان ۵۸۱
تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر ۵۸۰
تربیت ۵۸۰
تذکرہ، مجموعہ الہامات رؤیا وکشوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۴۹، ۳۶۲، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۸، ۶۳۰، ۷۰۴
تذکرۃ الشہادتین ۴۴۵
ترجمان الادب ۶۶۳
ترکِ اسلام ۴۱۲
ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض ۲۳۹
ترکِ موالات واحکامِ اسلام ۲۴۰
تشحیذ الاذہان ۲۲۴، ۲۳۵، ۲۶۳، ۳۹۲، ۶۲۸، ۶۳۰، ۶۳۲، ۶۶۱، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۸
تشریح الزکوۃ یعنی زکوۃ کمیٹی کے انتالیس سوالات کے جوابات ۵۸۰
تصدیق احمدیت ۴۱۳
تعمیر (راولپنڈی)، اخبار ۱۷۴
تفسیر القرآن انگریزی ۳۴۱، ۵۰۷، ۷۴۱، ۷۶۴
تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول ۵۲۰
تفسیر سورۃ یٰسین (منظوم ترجمہ) ۶۶۳
تفسیر صغیر ۱۵، ۲۱۳، ۲۶۳، ۴۹۶، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶
تفسیر کبیر ۳۳۳، ۳۳۹، ۳۶۴، ۵۴۰، ۷۲۳
تفسیر محمدی ۳۹۹
تفہیمات ربانیہ ۲۷۷
تقاریر محمود ۴۸۷
تقریر دلپذیر ۳۶۶
تکمیل التبلغ ۵۸۱
تنستر، اخبار ۱۸۴
تنقید صحیح بر برہان صریح ۵۸۰
تنویر الالباب ۵۸۱
تورات (توریت) ۳۳۵، ۴۹۵
توضیح المرام فی الرد علی علماء حمص و طرابلس الشام ۵۸۱
تین مسئلے ۷۶۴

ٹ

ٹائمز آف انڈیا (دہلی) ۶۲۰
ٹائم، رسالہ ۳۶، ۴۴۷
ٹریبیون، اخبار (انبالہ) ۱۸۳، ۲۴۶، ۳۶۵، ۶۲۰
ٹورانٹو ڈیلی سٹار، اخبار (Toronto Daily Star) ۳۴، ۳۶۱

ج۔چ

جماعت احمدیہ سے متعلق بعض سوالات کے جوابات ۷۱۹، ۷۶۴
جماعت احمدیہ سے متعلق تاریخی معلومات ۳۶۶
جماعت احمدیہ کے اہم فرائض اور اس کی امتیازی خصوصیات ۵۸۰
جماعت احمدیہ کے عقائد ۵۸۰
جماعت احمدیہ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ نمبر۱، نمبر۲ ۵۸۰
جنگ مقدس ۴۹۴، ۴۹۵
جنگ، اخبار ۷۶، ۷۸، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۶۹، ۱۷۰، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴
جنم ساکھی بھائی بالا والی وڈی ساکھی ۷۶۶

جواھر الکلام فی الرد علی
فصل الخصام ۵۸۱
چٹان (لاہور)، رسالہ ۷۳
چند خوشگوار یادیں ۴۴۶
چودھویں صدی (اخبار) ۲۶۱

ح

حاتم طائی کی حکایت ۲۶۳
حجج الکرامہ فی آثار القیامہ ۸
حرمت، ہفت روزہ ۱۰۴، ۳۶۴
حریت (کراچی)، اخبار ۱۷۰
حضرت بانی جماعت احمدیہ کی
طرف سے دعوت اور آپ کی
صداقت پر ایک قرآنی دلیل ۵۸۰
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
پیشگوئیاں ۵۸۰
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
رفقاء کرام پیرکوٹ ثانی ضلع حافظ
آباد ۴۱۷
حق الیقین ۲۴۴
حق کے پرستار ۳۶۲، ۳۶۳
حقیقت جہاد ۵۸۰
حقیقت، روزنامہ
۱۸۳، ۳۶۵، ۵۵۰

حقیقی عیداور حقیقی قربانی
۴۴۳، ۵۸۰
حقیقی مقصد اور اس کے حصول کے
طریق ۲۴۰
حقیقۃ النبوۃ ۲۳۷
حکایات اخلاق ۲۶۳
حکمۃ الصیام ۵۸۱
حیات قدسی ۴۱۷
حیات ناصر ۳۶۶
حیاتِ بشیر ۶۹۴
حیاتِ طیبہ ۶۹۴
حیاتِ نور ۶۹۴
حیدرآباد دکن کی تاریخ احمدیت ۴۲۰
حیرت کی حیرانی ۳۸۷

خ

خاتم النبیین ﷺ کی شان کا اظہار
۲۴۰
خاتمہ بشارت احمد ۴۱۳
خالد، ماہنامہ ۲۲۴، ۲۵۹، ۲۷۴،
۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۵۳۱،
۶۲۹، ۶۳۱، ۶۳۲، ۷۰۵، ۷۶۶
خطبات جمعہ (حضرت مصلح موعود)
۴۸۶

خطبات جمعہ (از الحاج مولوی محمد
اسماعیل صاحب) ۴۱۰
خطبات محمود ۴۶۹، ۴۸۶
خلافت حقہ اسلامیہ ۳۶۷
خلافت راشدہ ۳۶۸
خلافت مصلح موعود الودود ۵۸۰
خلق محمدی ۶۶۲
خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب کی نبوت
کے خلاف اہم شہادات ۴۴۳
خودنوشت سوانح حیات حضرت مبارک
اسماعیل ۷۰۳

د۔ڈ

درثمین ۴۱۵
درثمین (انگریزی) ۴۴۳
دعوۃ الامیر ۲۴۲، ۷۶۱
دلفگار (ناول) ۶۶۳
دلیل المسلمین فی الرد علی
فتاویٰ المفتین ۵۸۱
دنیا کا آئندہ مذہب اسلام ہوگا ۲۴۰
دیباچہ تفسیر القرآن ۲۲۰، ۲۵۷
دی لائٹ (لاہور) ۱۸۱
دی لیڈر (کراچی)، اخبار ۱۶۴
دی نیشن، اخبار ۸۳
دیوبندی فتنہ کا ظہور پر فتور ۵۸۰

ڈان، اخبار ۱۶۴
ڈیٹن ایکسپریس ۷۲۷
ڈیٹن ڈیلی نیوز، اخبار ۴۸، ۵۱
ڈیر اسلام (DER ISLAM)
۷۴۰
ڈیلی میل، روزنامہ ۷۴۶

ر ۔ ز

ربوہ کی مساجد (مقالہ) ۶۲۷
رپورٹ کارگزاری فضل عمر فاؤنڈیشن
۱۹۷۳ء ۶۲۸
رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء
۵۰۶، ۶۲۷
رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۵ء
۳۶۱، ۳۶۶
رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۶ء
۶۲۷، ۶۲۹، ۷۶۶
رجسٹر بیعت اولیٰ ۶۴۳
رجسٹر روایات صحابہ ۔ نمبر ۱
۴۱۷، ۴۱۸
رجسٹر روایات صحابہ ۔ نمبر ۳
۴۱۷، ۴۱۹
رجسٹر روایات صحابہ ۔ نمبر ۶
۷۰۲، ۷۰۳
رجسٹر روایات صحابہ ۔ نمبر ۷ ۴۱۷
رجسٹر روایات صحابہ ۔ نمبر ۱۳
۳۷۷، ۴۱۸، ۴۱۹
رسالتمآب خاتم النبیینؐ ۵۸۰
رفتار زمانہ، ماہنامہ ۲۰۹
رن کچھ سے چونڈہ تک
۷۲، ۱۰۲، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴
رنگیلا رسول ۲۱۵، ۲۴۴
رواداری (پمفلٹ) ۷۵۶
روحانی طبیب ۶۶۳
روشنی (سرینگر)، اخبار ۱۸۴، ۱۸۵
روئیداد مناظرہ ڈاور (پمفلٹ)
۴۴۵
رؤیا کشوف سیدنا محمود ۳۶۴، ۴۸۶
ریاست، اخبار ۲۶۵
ریویو آف ریلیجنز
۲۵، ۲۲۴، ۳۸۳،
۴۰۰، ۴۶۶، ۶۶۱، ۷۴۰
زریں نصائح ۵۸۰
زمیندار (اخبار) ۲۱۳، ۶۶۱، ۶۶۴
زندہ مذہب (حضرت مصلح موعود)
۳۶۸
زندہ مذہب (قاضی محمد اسلم) ۴۴۳

س

سبحة المرجان ۶۶۰
سخن خوب ۶۶۳
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں
کے جواب ۲۶۶، ۴۹۵، ۴۹۶
سفرنامہ ناصر ۴۱۳
سفینہ، روزنامہ ۲۱۶
سفینہ، ماہنامہ ۱۹۲، ۳۶۵، ۳۶۶
سکھ گورو صاحبان اور مسلمان ۷۶۴
سماج (کٹک)، اخبار
۱۸۴، ۳۶۵
سنۃ احمدیہ ۶۶۳، ۷۰۴
سنڈے ٹائمز، اخبار ۳۴
سن رائز (امریکہ) ۲۴۰
سن رائز (قادیان) ۲۴۴
سوانح حیات حضرت چوہدری غلام
محمد خاں اور ان کی اولاد ۳۶۲
سوانح فضل عمر جلد پنجم
۳۶۵، ۴۸۶
سورۃ الرحمٰن کی تفسیر مسمّٰی بہ فیض
الرحمٰن (منظوم پنجابی) ۶۶۳
سول اینڈ ملٹری گزٹ، اخبار ۱۷۵
سوونیئر مجلس خدام الاحمدیہ کراچی
۵۸۲، ۶۳۲
سیارہ ڈائجسٹ (لاہور)، رسالہ
۷۵
سیاست، روزنامہ ۲۱۵

سیالکوٹ پیپر (اخبار) ۶۶۱
سیالکوٹ تُو زندہ رہے گا ۳۶۳
سیرت المہدی حصہ سوم ۷۰۲
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴۸۶
سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ۶۹۴
سیرت سید الانبیاء ۶۹۴
سیر روحانی ۲۵۱، ۴۸۶

ش

شان مسیح موعود علیہ السلام ۷۶۴
شانِ محمد ﷺ ۵۸۰
شدھی سماچار، رسالہ ۲۴۵
شرح القصیدہ ۵۸۰
شرح کافیہ ۶۶۳
شکر نعمت ۳۶۲، ۶۲۷، ۷۰۴
شہاب کی سرگزشت ۵۳۸
شہدائے احمدیت ۶۳۰، ۶۳۳

ص۔ض

صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے ۲۳۵
صحیح مسلم ۸، ۲۳۸
صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۴۴۳، ۵۸۰
صداقتِ اسلام وذرائع ترقی اسلام ۲۳۹
صدائے ہند (اخبار) ۶۶۱
صدق جدید، اخبار ۵، ۷، ۱۵۹، ۱۸۲، ۳۶۵
ضرورت الامام ۴۰۳
ضرورت علم القرآن ۵۸۰
ضرورت مذہب ۲۴۰

ط۔ظ

طارق (قادیان)، رسالہ ۲۵۵
طفلِ امروز قائد فردا ۳۲۶، ۴۴۴
ظہور المسیح ۶۶۲
ظہور المہدی ۶۶۳

ع

عادل (دہلی)، اخبار ۳۶۶
عالمگیر برکات مامور زمانہ ۴۱۸، ۴۸۳، ۷۰۴
عائشہ ۲۶۶
عبدالسلام ۳۶۱
عسل مصفّٰی ۳۷۰
عقائد احمدیت اوران پر اعتراضات کے جوابات ۴۴۳
عقائد احمدیت ۵۸۰
عقائد احمدی ۵۸۰
عقائد احمدیہ ۴۱۳، ۶۶۳، ۷۰۴
عقائد جماعت احمدیہ ۵۸۰
عقیدہ ختم نبوت جماعت احمدیہ کا جزو ایمان ہے ۵۸۰
علم العروض ۶۶۳
علم الفرائض ۶۶۳
علمائے رحیم یار خان کا چیلنج منظور ۵۸۰
علمائے رحیم یار خان کے لئے لمحہ فکریہ ۵۸۰
علمی اردو لغت ۶۳۱
عیسائیوں کی طرف سے دعوت مباہلہ کا جواب ۵۸۰

ف

فاران، ماہنامہ ۵۵۳
فاروق سووینئر ۱۹۹، ۷۶۴
فاروق (قادیان) ہفت روزہ ۲۳۷
فتح اسلام ۳۴۹
فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت کے دس سوالات کے جوابات مع تبصرہ ۵۸۰
فضائل القرآن ۲۵۰، ۳۶۸، ۴۸۷
فضل عمر کے زریں کارنامے ۳۶۹

فطرت (ناول) ۶۶۳
فلاسفی آف ایز اِفُ
(Philisophy of as if)
۵۵
فیض الامام ضمیمہ ظہور المسیح ۶۶۲

ق

قادیان کے آریہ اور ہم ۶۳۷
قادیان گائیڈ ۴۱۵
قادیانی مذہب ۴۲۰
قبولیت دعا کے چھیاسی گر ۶۶۳
قرآن کریم ترجمہ فرانسیسی
۳۴۱،۴۶۸،۴۸۷
قرآن کریم کی دعائیں ۶۶۳
قرآن مجید ترجمہ اٹالین ۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ انڈونیشین
۱۶۷،۱۶۸،۱۶۹،۲۶۴،۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ انگریزی
۴۲، ۵۷،
۲۳۸، ۲۵۹، ۳۱۸، ۳۴۱، ۴۳۶،
۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۴۰، ۷۶۱
قرآن مجید ترجمہ پرتگیزی ۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ جرمن
۴۲، ۵۷، ۱۶۷،
۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۴، ۳۴۱، ۴۵۳
قرآن مجید ترجمہ ڈچ
۴۲،۱۶۸،۱۶۹،۲۵۹،۲۶۱،۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ ڈینش
۲۶۵،۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ روسی
۴۲،۵۸،۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ سواحیلی
۴۲،۱۶۷،۱۶۸،۱۶۹،۲۵۴،۲۶۰،
۳۴۱، ۳۹۷، ۵۱۳، ۵۵۸،۷۶۱
قرآن مجید ترجمہ فرانسیسی
۳۴۱،۴۶۸،۴۸۷
قرآن مجید ترجمہ فینٹی ۲۶۴،۷۵۲
قرآن مجید ترجمہ کمبا ۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ کویو ۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ کیکمہ ۲۶۵
قرآن مجید ترجمہ گورمکھی ۲۵۱
قرآن مجید ترجمہ لوگنڈی
۳۴۱،۶۰۵
قرآن مجید ترجمہ لوئین ۲۶۵
قرآن مجید ترجمہ مینڈے (مینڈی)
۲۶۷،۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ ولندیزی
۱۶۷،۲۶۰
قرآن مجید ترجمہ ہسپانوی ۳۴۱
قرآن مجید ترجمہ ہندی ۲۵۱
قرآنی انوار ۵۴۶
قصص القرآن ۶۶۰،۶۶۳
قصہ سلیمان و بلقیس ۶۶۳
قصیدہ بہشتی (منظوم پنجابی) ۶۶۳
قواعد و ضوابط صدر انجمن احمدیہ
پاکستان ۳۶۶،۵۵۱
قومی زبان، رسالہ ۵۶۴،۶۳۱
قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ
۵۸۰

ک

کتاب الحج ۳۶۱
کتاب الصلوۃ (سواحیلی ترجمہ)
۷۵۳
کتاب الصوم (سواحیلی ترجمہ)
۷۵۳
کتاب الصیام ۶۶۳
کتابی دنیا، ماہنامہ ۲۰۴
کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ
رواں ۳۶۴،۳۶۷
کراچی تاریخ احمدیت حصہ اول
۷۶۶
کراچی تاریخ احمدیت حصہ دوم
۴۴۶

کرامات المہدی ۶۶۳
کشتی نوح ترجمہ سواحیلی ۳۹۷
کشف الغطاء ۶۶۳
کشف اللئام عن وجہ من الف حجۃ الاسلام ۵۸۱
کفارہ مسیح (KAFARA YA YESU) ۷۵۳، ۷۶۴
کلام حق، رسالہ ۴۹۵
کلامِ محمود ۱۹۷، ۲۴۷، ۴۱۵
کلمۃ اللہ اور روح اللہ ۵۸۰
کلنگ، اخبار ۱۸۴
کوتوسن ملایو (سنگاپور)، اخبار ۴۳۵
کون ہے جو خدا کے کام روک سکے ۲۳۶
کیا موجودہ اناجیل الہامی ہیں؟ ۵۸۰

گ

گذشتہ و موجودہ جنگ کے متعلق پیشگوئیاں ۵۸۰
گلزار ہند (اخبار) ۶۶۱
گلستان ۴۰۲
گورونانک جی کا گورو ۴۴۴
گوروگرنتھ اور اردو ۷۶۴
گیتان جلی ۵۳۸

ل

لائف آف محمد ۲۲۳، ۷۵۳
لاہور تاریخ احمدیت ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۶۹۴، ۷۰۲، ۷۰۴، ۷۶۴
لاہور، رسالہ ۹۸، ۳۶۳، ۳۶۵، ۷۱۷، ۷۱۸

م

ماپینزی یا منگو ۲۲۸، ۷۵۳
ماتر وبھومی، اخبار ۱۸۴، ۵۱۵
مارننگ نیوز (کراچی)، اخبار ۱۶۵
مباحثہ جہلم ۵۶۵
مباحثہ سارچور برمسئلہ حیات و ممات مسیح علیہ السلام ۵۶۵، ۵۸۰
مباحثہ میانوالی ۷۶۴
مباحثہ میانی ۵۶۵، ۵۸۰
مبادیات زبان کیمیا ۴۴۴
مختصر معانی ۶۶۳
مرزا احمد بیگ والی پیشگوئی ۶۶۳
مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ و السلام اپنی تحریروں کی رو سے ۴۴۳
مستقبل میں امن کا قیام اسلام سے وابستہ ہے ۲۳۹
مسلم ٹارچ لائٹ (برٹش گیانا) ۲۶۴
مسلم نماز (فینٹی) ۷۵۱
مسئلہ ختم نبوت اور احمدیت (ٹریکٹ) ۶۶۴
مسئلہ کشمیر چین اور بھارت کی چپقلش ۵۸۰
مسیح بلاد شرقیہ میں ۶۹۴
مسیح موعود کی صداقت پر بارہ نشان ۵۸۰
مسیح ہندوستان میں ۴۹۹
مشرق، اخبار ۱۰۰، ۱۰۷، ۱۶۷، ۱۷۳، ۱۷۶، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶
مشعل راہ جلد اوّل ۳۱۱
مصباح، ماہنامہ ۲۲۴، ۲۴۴، ۳۶۷، ۶۲۷، ۶۳۱، ۶۶۱، ۶۸۳، ۷۰۵
معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ ۲۳۹
معیار الصادقین یعنی راستبازوں کی پہچان ۶۶۳
مقدس نبی کے مقدس حالات (ترجمہ لباب الخیار) ۶۶۳

مقدمہ بہاولپور
۵۸۰،۵۷۷،۵۶۶
مکتوبات حضرت صاحبزادہ مرزا
بشیر احمد صاحب ۴۴۴
ملاپ (بھارت)، اخبار ۸۴
ملائشیا ملیالی (سنگاپور)، اخبار
(Malaysia Malayali)
۱۸۶
ملت کا فدائی ۳۶۶
ملفوظات ۱۷، ۴۶، ۴۰۲، ۴۶۶،
۵۱۹، ۵۶۷، ۵۷۲، ۶۲۷، ۶۶۲
ممباسہ ایڈورٹائزر ۷۵۲
ممباسہ ٹائمز ۷۵۲
منصب خلافت ۲۳۶، ۳۶۶
منکر خلافت محمد حسین چیمہ کے
مضمون پر ایک نظر ۵۸۰
منکرین خلافت کا انجام ۵۸۰
منن الرحمٰن ۳۲، ۳۳
منورما، اخبار ۵۱۵
موضوعات کبیر ۹
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب
کا تحقیقاتی عدالت میں تحریری بیان
اور اس پر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کا
تبصرہ ۵۸۰

مولوی منظور احمد چنیوٹی کا مباحثہ
ومباہلہ سے فرار ۷۲۰
میرے دھرم کا وعدہ ۵۸۰
میزان الاقوال ۵۶۶
میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں ۲۵۲

ن

نبوت وخلافت کے متعلق اہل پیغام
اور جماعت احمدیہ کا موقف
۴۹۸، ۷۶۴
نبیوں کا چاند ۴۴۴
ندائے عام ۵۸۰
نظام نو ۴۸۶
نغمۂ اکمل ۶۶۴
نگار، رسالہ
۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱
نماز ۶۶۳
نوائے وقت، اخبار
۷۹، ۸۹، ۹۱، ۱۶۷، ۱۷۴، ۳۶۳
نورالدین ۴۱۲
نئی روشنی (کراچی)، اخبار
۱۷۲، ۱۸۰
نیاز فتح پوری ۔ شخصیت اور فکر وفن
۶۳۰
نیرنگ خیال (لاہور)
۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹

و

و اذا الصحف نشرت ۷۰۴
واقعات دار الحکومت دہلی ۳۸۷
ورتمان، رسالہ ۲۱۵، ۲۴۴
ورزش کے زینے ۴۴۳
وطن کے پاسبان ۳۶۳
وکٹوریہ پیپر (اخبار) ۶۶۱
وہ پھول جو مرجھا گئے
۴۰۶، ۴۱۹، ۴۲۰
وید ۳۳۵

ہ ۔ ی

ہدایات دربارہ معاملات ۶۶۳
ہدایات نبوی ۶۶۳
ہستی باری تعالیٰ ۴۸۶
ہمارے غازی ہمارے شہید
۷۴، ۱۰۶، ۳۶۴
ہمدرد، اخبار ۲۱۵
یوگنڈا آرگس (انگریزی اخبار)
۷۶۱

English

Abendecho اخبار
(ہمبرگ) ۴۴
Ahmadiyya Gazette
(امریکہ) ۲۲۷

Aktive Islam (کوپن ہیگن) ۲۲۸
Al Islam (ہیگ، ہالینڈ) ۲۲۸
Al-Asr (کیپ ٹاؤن، جنوبی افریقہ) ۲۲۸
Arabic the source of all the languages ۲۴، ۲۵
Berner Tagblatt (سوئٹزرلینڈ) اخبار ۵۶
Citoyen (روزنامہ) (ماریشس) ۷۵۷
De Rotterdammer (ہالینڈ) ۶۲۴
Der Islam (جرمنی) ۲۲۷
Folkeskolen اخبار (ڈنمارک) ۳۱۹، ۳۲۰
Fraternite Matin (آئیوری کوسٹ) اخبار ۴۲
Hymn Book ۴۴۷
Invitation to Ahmadiyyat (دعوۃ الامیر) ۷۶۱
Islam (کتابچہ) ۵۸۱
Islam (کتاب) ۲۹
Kashmiris fight for freedom ۳۶۲
Le Message (ماریشس) ۲۲۸، ۲۶۵، ۷۴۰
Listener (روزنامہ) (لائبیریا) ۷۵۵
Madrid اخبار (سپین) ۷۴۰
Muslim Torch Light (برٹش گیانا) ۷۳۳
Morgenpost (روزنامہ) (ہیمبرگ) ۷۳۸
Our Foreign Missions ۴۴۳، ۴۴۴
Politiken (روزنامہ) (ڈنمارک) ۷۳۹
Precious Pearls ۴۴۴
Sinar Islam (انڈونیشیا) ۲۲۷
Tages Anzeiger (روزنامہ) (سوئٹزرلینڈ) ۷۴۲
The Life And Teaching of the Holy Prophet ۷۵۲
The African Crescent (سیرالیون) ۲۲۸
The Guidance (غانا) ۲۲۸
The Kingdom News (انگلستان) (رسالہ) ۵۷۴
The Message (سیلون) ۲۲۸، ۲۳۸
The Muslim Herald رسالہ (گلاسگو) ۲۵۸
The Muslim Herald (لندن) ۲۲۸، ۷۰۵
The Muslim Sunrise (امریکہ) ۲۲۷
The Truth (نائیجیریا) ۲۲۸
Voice of Islam (مشرقی افریقہ) ۲۲۸
Welt Am Sonntag (جرمنی) (ہفت روزہ) ۷۳۸
Where did Jesus die ۵۷۵، ۵۸۱
Why did early Christians accept Islam ۵۸۱